پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

دو رویوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

Protected with free version of Watermarkly...

''کرم انسانی زندگی کا لازوال اصرار ہے...... ہمارے خیالات، الفاظ اور اعمال اس جال کے تانے ہیں جو ہم اپنے گرد پھیلاتے ہیں۔ جب توبہ قبول ہو جاتی ہے تو اللہ گناہ کی یاد بھی مٹا دیتا ہے یعنی خلش ختم ہو جاتی ہے، دل پر سکینت (سکون، آرام) اتر جاتی ہے...... مگر لوگ بھولنے کب دیتے ہیں......؟ جیسے صدیوں کے ادھار چکار ہے ہوں......'' شمسہ بہت گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

''بار، بار hang ہو جاتا تھا...... اس لیے توڑ دیا میں نے......؟'' نیچے کمرے فریشہ کی چیخ نما آواز شمسہ کی سماعت سے ٹکرائی۔ شمسہ ایک دم گھبرا کر اٹھ بیٹھیں...... کچن کے چند کام نمٹا کر وہ ذرا سستانے کی غرض سے صوفے پر لیٹ گئی تھیں جو بالکنی کے ساتھ ہی تقریباً لگا ہوا تھا یعنی لاؤنج اور بالکنی کے درمیان ایک دیوار حائل تھی جس کے درمیان کشادہ ونڈو تھی جس کے راستے سے مغرب کی طرف سے چلنے والی ہوائیں گھر کو ٹھنڈا رکھتی تھیں۔

''یہ فری کے سر پر پھر کوئی بھوت سوار ہو گیا ہے۔'' وہ زینے کی طرف دوڑنے کے انداز میں جاتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆

''بس کریں ممی...... بھئی یہ نارمل پیشنٹ نہیں تھا...... icu کا پیشنٹ تھا......''

''جو شے بھی بغیر محنت کے مل جائے اس کی قدر نہیں ہوتی...... اپنی پھپھو سے پوچھو...... اسکول میں کتنی جان کھپاتی ہے تو کہیں جا کے بیس ہزار ملتے ہیں...... اور تم نے یہ 35000 کا موبائل لیا تھا...... دو سال بھی نہیں چلایا۔'' سارہ سیل فون کے بکھرے ہوئے اجزا پر تاسف بھری نظریں دوڑاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

فری صوفے پر دو تین کشن گود میں بھرے غبارے کی طرح منہ پھلائے بیٹھی تھی شمسہ دبے پاؤں آگے بڑھتے ہوئے ماں، بیٹی کی گفتگو سن چکی تھیں۔

''یہ آپ ہر بات پر پھپھو کی مثالیں کیوں دینے لگتی ہیں، وہ وڈو (بیوہ) ہیں...... میں ایک ہائی فائی گورنمنٹ آفیسر کی بیٹی ہوں...... میرے پاس تو مشہور برانڈ کا latest ورژن ہونا چاہیے۔ زین بھی اپنے پیرنٹس کا اکلوتا بیٹا ہے ہر چھ مہینے بعد سیل چینج کرتا ہے۔''

''وہ لوگ بزنس کلاس سے تعلق رکھتے ہیں...... ہم ماہانہ تنخواہ میں اپنا بجٹ بناتے ہیں۔'' سارہ نے اپنے دانت پیس کر فری کو گھورا تھا۔ ساتھ ہی ان کی نگاہ شمسہ پر پڑی تھی...... جلدی سے خود کو سنبھالنے لگیں۔

''کیا ہوا بھابی......؟'' شمسہ یہ دیکھ کر کہ سارہ انہیں دیکھ چکی ہیں...... اب آگے آتے ہوئے قدرے شرمسار سے انداز میں پوچھنے لگیں۔

''اچھا خاصا مہنگا سیل فون تھا ریپئر ہو جاتا۔''

''کتنی مرتبہ ریپئر کراتیں آپ......؟ کب سے کہہ رہی تھی کہ مجھے ایک مشہور کمپنی کا فون دلا دیں۔ پورے پانچ سال چلے گا، آپ کی جان چھوٹ جائے گی۔'' فری پھر پھٹ پڑی۔ اس نے کشن اپنے بائیں جانب پٹخ دیے۔

''میں تو اتنا مہنگا سیل نہیں دلاؤں گی...... روز بروز بدتمیز ہوتی جا رہی ہو تم...... بہت سر چڑھا لیا ہے تمہارے پاپا نے...... لڑکیوں کو کنٹرول میں رکھ کر پالا جاتا ہے...... زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں...... آگے جا کر تمہیں اپنا گھر بار سنبھالنا ہے۔ اگر تمہارے شوہر کی سیلری تمہارے باپ جتنی نہ ہوئی تو تمہیں اسی میں گھر چلانا ہوگا......''

''اوہ نو......'' سارہ کی بات پھر ادھوری رہ گئی۔ فری تو جیسے اپنے بال نوچنے لگی۔

''اتنی پاگل نہیں ہوں کہ کسی salaried پرسن سے شادی کروں اور ساری زندگی آپ کی طرح بجٹ ہی بناتی رہوں......''

''بیٹا...... فری...... آرام سے بیٹا......'' شمسہ نے آگے بڑھ کر فری کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔

''بیٹا یہ تو قسمت کی بات ہے...... کسی کو کیا خبر تقدیر میں کیا لکھا ہے۔''

''جو بھی لکھا ہو...... شادی تو میں کسی بزنس مین سے ہی کروں گی...... ورنہ ایسے ہی رہوں گی......'' فری کی سرکشی میں بڑا اٹل پن اور توانائی تھی۔

''اللہ نہ کرے، جو منہ میں آتا ہے بولے چلی جاتی ہو...... دیکھو بیٹھے بٹھائے تم نے کتنا بڑا نقصان کر دیا......''

''پرانا جائے گا تو نیا آئے گا پھپو......'' وہ جھٹکے سے اٹھی اور پاؤں پٹختی اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ گئی......

شمسہ اپنی ادھوری بات کی خلش کے ساتھ بس اس کی طرف دیکھتی رہ گئیں۔

''سالار صاحب نے اس کی عادتیں بگاڑ کر رکھ دی ہیں، بیٹیوں کے معاملات ماں کے ہاتھ میں رہنے چاہئیں...... مردوں کو بہت سی باتوں کا وقت سے پہلے انداز نہیں ہوتا۔ مگر وہ تو یہی کہتے ہیں کہ ''میرا باپ بیٹیوں پر بہت سختی کرتا تھا جس کا نتیجہ میں آج تک بھگت رہا ہوں...... خود تو چلے گئے میں سود کے ساتھ قرض ادا کر رہا ہوں۔''

سارہ شدید غصے میں تھیں جو جی میں تھا زبان سے پھسلتا چلا گیا...... شمسہ نے مجرموں کی طرح نظریں جھکا لیں...... انہیں یوں محسوس ہوا جیسے سارہ، فری کی بدتمیزیوں کا ذمے دار انہیں ٹھہرا رہی ہوں۔

سارہ سر پکڑ کر صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئیں۔

شمسہ میں مزید کچھ کہنے کا یارا نہ تھا...... چپ چاپ زینے کی طرف پلٹ گئیں۔

☆☆☆

واصف تھکے، تھکے انداز میں زینہ طے کرتا اوپر آرہا تھا...... فری کی تیز آواز نے گویا پاؤں میں زنجیر ڈال دی۔

''پاپا سے کہیں جاب چھوڑ کر بزنس کر لیں...... بچوں کا کیا قصور ہے جو آپ لوگ ترسا ترسا کر چیزیں دلاتے ہیں۔ اتنی دیر میں تو wish ہی lame (لنگڑی) ہو جاتی ہے۔ صبر کرو...... رک جاؤ...... ٹھہرو...... سنو...... رکو...... اور پھر مر جاؤ۔''

''او پھر شروع ہوگئی......'' شمسہ نے سوچا۔

''بھابی کو بھی پتا نہیں کیا ہو گیا ہے...... سمجھائے جا رہی ہیں...... یہ کام تو سالار بھائی کے ذمے لگا دیں...... مگر شاید بھابی کو اندیشہ ہے کہ بھائی اسے فوراً موبائل دلانے نکل کھڑے ہوں گے، ان کے آنے تک وہ اسے قائل کرنے کی کوشش کرتی رہیں گی۔'' وہ دل ہی دل میں بولیں۔

واصف آہستہ قدموں سے لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا۔ امریکن کچن سے اس کو دیکھنا بہت آسان تھا۔ کچن کے سامنے سے گزر کر اسے اپنے روم میں جانا ہوتا تھا۔

''اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں...... تمہارے پاپا، آج جس سیٹ پر ہیں لوگ اس کے خواب دیکھتے، دیکھتے ریٹائرڈ ہو جاتے ہیں۔'' سارہ کی آواز زینہ پھلانگ کر آئی۔

''اگر آپ لوگوں کے پانچ بچے ہوتے...... اور ہر ایک کو آپ لوگ ففٹی، ففٹی تھاؤزینڈ کا سیل فون دلاتے تو ٹوٹل 2.5 بنتا...... شکر کریں آپ کا پھر بھی خرچہ کم ہو رہا ہے۔''

واصف اور شمسہ کی نگاہیں بے ساختہ ٹکرائی تھیں...... واصف کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔

"action replay"

''اس فیملی کی خواتین کے D.N.A میں ضد بہت ہے۔'' زبان سے زہر کے سوتے جاری ہوئے۔

شمسہ نے فوراً رخ پھیر لیا تھا۔

ویسے تو اب ان کی زندگی بہت آسان ہو چکی تھی......

لوگ اپنی زیادہ سے زیادہ توانائیاں اپنا ''امیج'' بنانے میں صرف کر دیتے ہیں...... انہیں اس کشاکش سے

رہائی مل چکی تھی۔
جب ذلتوں کو شرف کی طرح دل و جان سے قبول کرلیا جاتا ہے تو زندگی سے مزاحمت کا عنصر ہی مفقود ہو جاتا ہے......اور انسان عین فطرت پر آجاتا ہے جیسے دریا اپنے راستے پر بہتا چلا جاتا ہے۔
''چائے پیو گے یا کھانا گرم کردوں؟''
شام اپنے نکتۂ کمال کو چھو کر روبہ زوال تھی...... مغربی افق لالی کا منتظر تھا۔اسی لیے نہیں کھانے کا پوچھنا پڑا...... واصف آج دیر سے گھر لوٹا تھا۔
مائیں عموماً دیر سویر پر اولاد سے پہلا سوال یہی کرتی ہیں کہ دیر کیوں ہوگئی؟ انہوں نے بھی پہلی اور آخری مرتبہ کبھی کیا تھا......وہ جواب ملا کہ سوال ہی ختم ہو گئے۔
''ماں......زندگی میں چھپ کر کچھ نہیں کروں گا...... کیونکہ انسانوں سے تو میں ڈرتا ہی نہیں ہوں......''
''ایک کپ چائے......ساتھ کچھ نہیں......''
نیچے اب مکمل خاموشی چھا چکی تھی۔ غالباً فری نے خود کو کمرے میں قید کرلیا تھا۔
شمسہ نے چائے کی تیاری شروع کردی۔
واصف نے اپنے کمرے کا دروازہ بند نہیں کیا تھا...... شمسہ نے ذرا آگے آکر جھانکا تو وہ بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا ہوا تھا۔
''اللہ قدم، قدم پر تمہیں ٹھنڈی چھاؤں عطا کرے۔''
آنکھوں میں آنسو کم ہی آتے تھے......دل پر جو گرتے رہتے تھے...... پیالے بھرتے ہی دل پر الٹ جاتے تھے۔

☆☆☆

آج سالار صاحب معمول سے کچھ زیادہ ہی لیٹ آئے تھے۔
سارہ نے اپنے ذہن میں ایک پروگرام ترتیب دیا تھا جو اُن کے لیٹ آنے کی وجہ سے درہم برہم ہو کر رہ گیا تھا۔
انہوں نے سوچا تھا شام کی چائے پلاتے ہوئے وہ انہیں اس بات پر قائل کریں گی کہ فری بہت بے پروا ہے اسے بہت زیادہ مہنگا سیل فون دلانا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو گن پوائنٹ پر دے دینا...... اس کی شاندار پروگریس کے ساتھ آئندہ کا وعدہ کرلیں اور فی الحال کوئی بھی مناسب قیمت والا نیا سیل دلا دیں۔
مگر سالار صاحب تو لیٹ آنے کے باوجود گھر آکر اتنا مصروف رہے کہ بس وہ منہ ہی دیکھتی رہ گئیں......وہ اسمارٹ فون، لیپ ٹاپ سامنے رکھے جانے کس کوہ قاف کی شہزادی کا ہار تلاش کر رہے تھے......یعنی "google" کر رہے تھے۔
ان سے زیادہ فری، باپ کے فارغ ہونے کا شدت سے انتظار کر رہی تھی اس سے قبل کہ اس کی بے رحم ماں اس کے باپ کو کسی سستے سے سیل فون کے لیے قائل کرلے...... مگر دونوں کمرے میں جھانک، جھانک کر مایوس ہوتی رہیں۔
یہاں تک کہ کھانے کی میز پر اکٹھا ہونے کا موقع بھی ہاتھ سے جاتا رہا...... کیونکہ سالار صاحب نے کہہ دیا تھا کہ رات کو وہ صرف شیک یا دودھ لیں گے، شام کو آفس میں چائے کے ساتھ سینڈوچ وغیرہ کھالیے تھے...... اس لیے بھوک نہیں۔ فری نے اچھی امید کے ساتھ جب سالار صاحب کے بیڈ روم میں نو بجے کے لگ بھگ قدم رکھا تو وہ شاور لے رہے تھے۔
سارہ بظاہر ٹی وی پر ٹاک شو دیکھ رہی تھیں، درحقیقت ان کی نگاہ مسلسل فری کی حرکات و سکنات پر تھی۔

☆☆☆

شمسہ لاؤنج میں اسکول کے بچوں کی ٹیسٹ شیٹس چیک کر رہی تھیں۔ واصف کچن میں اپنے لیے کھانا نکال رہا تھا۔
گہرے سکوت میں زینے پر بھاگتے قدموں کی آواز ابھری...... دونوں ماں بیٹا چونک پڑے...... مگر فوراً ہی سابقہ حالت پر واپس آگئے...... کہ سامنے ملازمہ بانو آکھڑی ہوئی تھی۔

''واصف بھائی آپ کو صاحب بلا رہے ہیں...... بولتے ہیں فوراً آؤ......''

بانو نیچے سرونٹ کوارٹر میں ہی رہتی تھی اور واصف کے ساتھ صاحب کے بجائے بھائی لگاتی تھی...... کیونکہ ''صاحب'' نے ''صاحب'' لگانے سے منع کیا تھا یہ کہہ کر کہ ''اس گھر میں صرف ایک صاحب ہیں اور وہ ہیں سالار صاحب......''

بانو نے پھولی، پھولی سانسوں کے درمیان پیغام دیا اور الٹے قدموں دوڑ گئی۔

واصف نے پہلے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ کی طرف دیکھا پھر ماں کی طرف جو نظر بچا کر خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کر رہی تھیں حالانکہ ماں ہونے کے ناتے دل میں اذیت کی لہریں اٹھنے لگی تھیں، تھک ہار کر بھوکا پیاسا گھر آیا۔ مگر یہ نہ کہہ سکا کہ کھانا کھا کر آتا ہوں...... وہ کلس رہی تھیں۔

واصف نے پلیٹ کاؤنٹر پر رکھی اور سر جھکا کر نیچے چلا گیا۔

شمسہ نے گہری سانس لی ہاتھ میں پکڑا پیپر کتاب کے نیچے دبایا اور اٹھ کر کچن کی طرف آئیں تاکہ پلیٹ ڈھانپ دیں یہ سوچ کر کہ جانے کب واپس آتا ہے۔

☆☆☆

سالار صاحب فریش ہو کر نائٹ سوٹ میں ملبوس جہازی سائز بیڈ پر پاؤں پھیلائے پرسکون حالت میں دراز تھے۔

واصف نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

''ہاں بھئی آ جاؤ......'' سالار صاحب کو واصف کی دستک کی اتنی پہچان تھی کہ بے ہوشی میں بھی ''ہاں بھئی آ جاؤ'' کہہ سکتے تھے۔

واصف دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا...... اے سی کی خوشگوار سی خنکی نے اس کا استقبال کیا...... ساتھ بدیسی شاور جیل اور ائر فریشنر کی ملی جلی خوشبوؤں کے جھونکے بھی والہانہ آ لپٹے۔

''جی ماموں...... آپ نے بلایا......؟''

''ہاں بھئی...بھئی آج پنڈلیوں میں شدید درد ہے...... بہت اچھا سا دبانا۔''

انا کی چوٹی کو بل کر سامنے دیوار پر دے مارا...... بیڈ پر چڑھ کر دوزانو بیٹھ گیا اور پنڈلیاں دبانا شروع کر دیں۔

''ٹھیک سے دباؤ یار...... جوان آدمی ہو...... ماں کا کھلایا پلایا حرام کر رہے ہو۔'' سالار صاحب نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔

ایک کراہ آسمان کو چیرتی لانتہا کائنات کے کسی ''بلیک ہول'' میں جا پڑی۔ اس نے نفس کو کنٹرول کرنے والی توانائی سالار صاحب کی ہڈیوں میں اتار دی، وہ بھی مشینی انداز میں جیسے پلگ لگا کر سوئچ آن کر دیا گیا ہو۔

''ارے کیا ٹانگیں توڑو گے......؟ ہاں دیکھ لیا جوانی کا زور...... ہر دوسرے تیسرے دن پاؤں دباتے ہو...... آج کیا ہوا ہے؟''

''بہت شدید بھوک لگ رہی تھی...... کھانا چھوڑ کر آیا ہوں......'' اس نے اپنی اسی فطری صاف گوئی سے کام لے کر کہہ دیا۔

''ذرا دیر کی بھوک برداشت نہیں ہوتی تم سے......؟ جو خود کما کر کھاتے ہیں گھنٹوں بھوک برداشت کرتے ہیں۔'' انہوں نے معمول کے مطابق کھری، کھری سنا دیں۔

اسی وقت ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا تھا۔ فری اپنی دھن میں بولتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی۔

''پاپا...... بس مجھے نہیں پتا......''

واصف کو دیکھ کر جیسے بریک لگ گئے۔

''اوہ...... سوری آپ ریسٹ کر رہے ہیں...... میں بعد میں آتی ہوں۔'' یہ کہہ کر واپس جانے لگی۔

''ارے بھئی لیٹا ہوا ہوں..... کان تو کھلے ہیں..... بولو..... کیا کہہ رہی تھیں؟''

فری نے اِک نگاہِ غلط انداز واصف پر ڈالی۔

''آپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔'' یہ کہہ کر تیزی سے باہر نکل گئی۔

''یہ آدھی رات کو اسے کیا بات یاد آ گئی، عجیب لڑکی ہے۔'' سالار صاحب کے لہجے میں بیٹی کے لیے پیار امڈ آیا۔

''ذرا ٹخنوں پر دباؤ ڈالو یار.....''

''ماموں آپ اپنا پراپر میڈیکل چیک اپ کرالیں، اس ایج میں کیلشیم اور D3 کی کمی ہو جاتی ہے۔''

''ذرا سا کام کرنا پڑ جائے تو جان نکل جاتی ہے..... بس مفت کے مشورے شروع ہو جاتے ہیں..... صاحبزادے ہمارا سال میں دو بار آفیشلی میڈیکل چیک اپ ہوتا ہے..... ہم گورنمنٹ کا asset (اثاثہ) ہیں..... ہمارا بہت خیال رکھا جاتا ہے.....'' سالار صاحب کے لہجے میں تفاخر بھی تھا اور تلخی بھی۔

''کوئی کتنا بھی خیال کرلے ماموں..... اپنا خیال تو خود ہی رکھنا پڑتا ہے۔'' واصف نے خاص تکنیک سے ہاتھ چلائے جیسے لحاف میں ہاتھ اونچا کیے بغیر ڈورے ڈالے جاتے ہیں۔

''کالج کی ہوا لگتے ہی بہت اونچا اڑنے لگے ہو..... ہر بات کا جواب تیار۔''

''کیا کروں ماموں ابھی پاگل نہیں ہوا کہ دیواروں سے باتیں کروں، آپ میرے ماموں ہیں آپ سے ملاقات ہوتی ہے تو باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔'' واصف نے جان جلانے والی مسکراہٹ کے ساتھ بڑے مؤدبانہ انداز میں کہتے ہوئے بھرپور اداکاری کے جوہر دکھائے۔

سالار صاحب نے فوراً ٹانگیں سمیٹ لیں۔

''جاؤ بیٹا جاؤ کھانا کھاؤ..... تمہاری ماں تو تمہیں لڑکیوں کی طرح پال رہی ہے ذرا دیر کی بھوک برداشت نہیں ہوتی۔'' انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔

واصف کو تکلف کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اس جبری مشقت سے وہ بیزار ہو رہا تھا..... جس کا گلے ہاتھوں اظہار بھی کر دیا تھا۔

پھرتی سے بیڈ سے اترا، پاؤں سلیپر میں پھنسائے..... ذرا جو مروتاً ہی کہہ دیا ہو کہ آپ ناراض نہ ہوں تھوڑا اور دبا دیتا ہوں۔

''لائٹ آف کر دوں ماموں؟''

ماں کے ہزار بار سمجھانے کے باوجود کہ ''ماموں جان'' کہا کرو وہ ماموں ہی کہتا تھا اور اس کی وجہ بھی ماں کو بتا دی تھی۔

''ماموں جان بچ بچ کے ماموں کو کہتے ہیں..... جو ماموں بننے پر ناراض ہوا سے ''صرف'' ماموں کہتے ہیں۔''

''نہیں..... ہاں وہ فری کو بھیج دو..... پتا نہیں کیا بات کرنے آئی تھی۔''

وہ خاموشی سے چلا گیا۔

سامنے ہی بانو ڈائننگ ٹیبل سے برتن اٹھاتی نظر آ گئی۔

''اپنی بی بی کو بولو ماموں بلا رہے ہیں۔'' یہ پیغام اس نے ذرا کی ذرا رک کر نہیں دیا بلکہ زینے تک بولتا چلا گیا۔

☆☆☆

''کیوں بلایا تھا بھائی نے.....؟'' شمسہ اپنا پھیلاوا سمیٹتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''سارا دن کرسیاں توڑتے ہیں..... اتنی محنت کے بعد ظاہر ہے ٹانگوں میں درد تو ہو گا۔''

''یہ تو ثواب کا کام ہے..... تمہارے بڑے ہیں..... اس میں موڈ خراب کرنے والی کیا بات ہے؟'' وہ بولیں۔

''تم بیٹھو میں کھانا گرم کر کے ٹیبل پر رکھتی ہوں۔'' شمسہ نے اسی کمال تحمل کا مظاہرہ کیا جو نروان حاصل کرنے والوں کی پہچان بنا ہوتا ہے۔

''تو اب؟'' واصف زہر خند ہوا۔

''بولو بیٹا...... رک کیوں گئے...... ماں سب سن لیتی ہے...... کبھی تمہارا کان پکڑا...... نہ تھپڑ لگایا...... اور انسانوں سے تو تم ویسے ہی نہیں ڈرتے۔'' شمسہ نے دھیمے لہجے میں کہتے ہوئے پلیٹ مائیکروویو اوون میں رکھ کر واصف کی طرف دیکھا۔

واصف نے اب کوئی جواب نہ دیا اور ہاٹ پاٹ میں سے روٹی نکال کر پلیٹ میں رکھنے لگا۔ مائیکروویو کی گھنٹی کی آواز پر شمسہ سے پہلے ہاتھ بڑھا کر اس نے پلیٹ نکالی۔

شمسہ کی مسکراہٹ میں صدیوں کا سمٹا ہوا صبر تھا۔

وہ اس وقت ایک الوہی مسرت سے دوچار تھیں...... بیٹے کو بھوک لگی تھی اور وہ کھانا کھا رہا تھا۔

ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو خوشی کا انتظار نہیں کرتے...... موجود لمحے کو راضی کر کے خوشی چکھ لیتے ہیں۔

وہ پڈنگ نکالنے فریج کی طرف جا رہی تھیں۔

اور واصف، فری کے کچھ دیر پہلے کے بولے ہوئے بولوں کے گرداب میں گھرا ہوا تھا۔

''پاپا سے بولیں جاب چھوڑ کر بزنس کریں۔''

٭٭٭

''جب لڑکی سسرال میں غلطیاں کرتی ہے تو اس کی ماں کو ہی کوسا جاتا ہے باپ کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔''

سارہ کو پتا تھا کہ باپ سے اپنی منوانے گئی ہے اس لیے اس کے پیچھے، پیچھے چلی آئی تھیں۔

''مجھے تو یقین ہی نہیں آتا کہ آپ میری سگی ماں ہیں...... بچوں کو اچھی چیز ملے تو پیرنٹس کو خوش ہونا چاہیے۔''

فری ماں کی مداخلت پر تپ گئی تھی۔

''نہیں...... ابھی اتنے مہنگے موبائل کا وقت ہے نہ ضرورت...... سالار صاحب یہی عمر ہوتی ہے مزاج بن جاتے ہیں یا بگڑ جاتے ہیں' بیٹی کو ایسا نہیں بنانا چاہیے کہ اس کے ماں باپ کے سوا کوئی اسے سنبھال ہی نہ سکے...... ابھی سے لاکھوں کے موبائل یوز کرے گی صرف فرینڈز میں شو آف کرنے کے لیے...... یہی وقت ہے اسے سمجھانے کا......''

''ارے بھئی کماتے کس کے لیے ہیں؟...... اور تم کیوں اتنی strict ہو رہی ہو...... بعد میں جب خود اپنا گھر چلائے گی تو بجٹ بنانا بھی سیکھ جائے گی۔''

''اللہ نہ کرے پاپا کہ میں ممی کو فالو کروں...... مجھے نفرت ہے بجٹ سے۔''

سالار صاحب نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔

''سارہ بیگم، تم نے تو اس کا حشر کر دیا ہے...... اس کی شادی تو کسی آئل ریفائنری کے اونر سے کرنا پڑے گی۔''

''پاپا کسی شپنگ کمپنی کے اونر سے بھی ہو سکتی ہے...... میں کسی امیر زادے سے شادی کروں گی ورنہ ایسے ہی رہوں گی۔'' فری نے اپنے مخصوص بے پروا انداز میں کہا تھا۔ باپ کو ہنستا دیکھ کر قوی امید ہو چکی تھی کہ اس کی خواہش بالآخر پوری ہونے جا رہی ہے۔

''اللہ نہ کرے۔'' سارہ کا دل دھک سے رہ گیا۔ اکلوتی بیٹی جس کے جوان ہوتے ہی وہ اس کا گھر بسانے کا سوچنے لگی تھیں ہر ماں کی طرح...... وہ کیسی بدفال منہ سے نکال رہی تھی۔

''آج آپ فیصلہ کر لیں...... بیٹی کی تربیت کی ذمے داری آپ لیں گے یا میں...... اگر آپ لیں گے تو آج کے بعد میں خود کو ہر معاملے سے الگ رکھوں گی۔'' سارہ کو سچ مچ غصہ آ گیا۔

''بیٹا۔۔۔۔ممی تو ناراض ہو گئیں۔۔۔۔میرا کیا ہوگا۔۔۔۔؟'' ایک طرح سے سالار صاحب نے بیوی کو بھی راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔

''یہ ایموشنل بلیک میلنگ ہے۔'' فری نے آنکھوں میں موٹے، موٹے آنسو بھر کر کہا۔

''اچھا بچے ایک دو دن دو، میں اکاؤنٹ چیک کرتا ہوں۔۔۔۔'' سالار صاحب، سارہ کا آف موڈ دیکھ کر اب ذرا محتاط انداز میں گویا ہوئے۔

''ہیں۔۔۔۔؟'' فری کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''آپ کے اکاؤنٹ میں two lacs (دو لاکھ) بھی نہیں ہوں گے؟''

سارہ نے پھر خفگی سے سالار صاحب کی طرف دیکھا۔

''یہ بات نہیں ہے بیٹا۔۔۔۔ میں نے جو چار کروڑ کا پلاٹ خرید اتھا۔ اس کی فائنل پیمنٹ ایک ہفتہ پہلے ہی کی ہے اس کے بعد سے اکاؤنٹ چیک نہیں کیا۔''

''مائی گاڈ۔۔۔۔ چار کروڑ کا پلاٹ۔۔۔۔اور سیل فون تو صرف دو لاکھ کا آتا ہے پاپا۔'' فری نے مارے حیرانی کے سر پکڑ لیا۔

''بیٹا جی، انویسٹمنٹ میں اور سیل فون خریدنے میں بہت فرق ہوتا ہے، دو پلاٹ انسٹالمنٹ پر لیے تھے پندرہ سال بعد تین کروڑ میں سیل ہو گئے اس کے بدلے میں ایک پلاٹ چار کروڑ میں خرید لیا۔ کچھ پیسے تھے کچھ آفس سے لون لیا۔''

''اس بیوقوف کے سامنے کیا باتیں کر رہے ہیں۔۔۔۔ کل ہی فیس بک پر لگا دے گی کہ ہم نے چار کروڑ کا پلاٹ خریدا ہے۔'' سارہ نے اب تو جیسے اپنا سر ہی پیٹ لیا تھا۔

''بچوں سے کون کرتا ہے یہ باتیں۔۔۔۔'' سارہ جز بز ہو رہی تھیں۔

''ماشاء اللہ سمجھدار ہو گئی ہے۔۔۔۔ سب کچھ اسی کے لیے تو کر رہے ہیں کل کو اسی نے سنبھالنا ہے۔''

''مائی گاڈ'' ہمارے پاس چار کروڑ کا پلاٹ ہے اور میں صرف دو لاکھ کا فون مانگ رہی ہوں تو ممی غصہ کر رہی ہیں۔'' فری نے غصے و حیرت کی ملی جلی کیفیت میں ماں کی طرف دیکھا۔ سالار صاحب نے، ''حامد بہت ہی بگاڑ دیا تھا۔ سارہ غصے کی شدت کو بمشکل کنٹرول کر پا رہی تھیں۔۔۔۔ سالار صاحب نوٹ کر رہے تھے۔

''ٹھیک ہے بیٹا آپ جائیں ریسٹ کریں، کل میں اکاؤنٹ چیک کرتا ہوں پھر بتاتا ہوں۔'' انہوں نے اب فری کو بہلانے کی کوشش کی۔

''او کے۔۔۔۔'' فری کو امید کی کرن نظر آ رہی تھی اور چار کروڑ سن کر تو جیسے طبیعت باغ، باغ ہو گئی تھی۔

جاتے، جاتے یک دم رک گئی۔

سالار صاحب اور سارہ نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

''ایک آئیڈیا ہے پاپا۔۔۔۔ بالکل ابھی، ابھی میرے ذہن میں آیا۔'' فری نے چٹکی بجائی۔

''بولو۔'' سالار صاحب لاڈلی بیٹی کا آئیڈیا سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''پلاٹ تو سیل بھی ہو جاتا ہے اگر ہم دس لاکھ پرافٹ پر اسے سیل کر دیں تو دو لاکھ کا سیل فون آ جائے گا اور آٹھ لاکھ کی بچت بھی ہو جائے گی۔۔۔۔ کیسا۔۔۔۔؟''

سارہ نے شوہر کی طرف دیکھا۔ ایک جھٹکے سے اٹھیں۔۔۔۔ اور دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر ورزش کرنے کے انداز میں لٹکا کر سرعت سے باہر نکل گئیں۔ گویا کہ بس بھی ہو گئی تھی اور حد بھی۔ فری نے پہلے جاتی ہوئی ماں کی طرف دیکھا پھر قریب آ کر باپ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

"پاپا مجھے اس برانڈ کا وہی ورژن چاہیے جو زینی کے پاس ہے۔" اس نے ٹھنک کر باپ کو گویا وعدہ کرنے پر مجبور کیا۔

"ایک تو تم اس بیچارے کو زینی کہنا چھوڑ دو...... اچھے بھلے لڑکے کو لڑکی بنا کر رکھ دیا ہے۔"

سالار صاحب کمال ہوشیاری سے خود کو کسی وعدے میں پھنسنے سے بچا گئے اور دلاسا دینے والے انداز میں فری کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

☆☆☆

واصف دس، پندرہ منٹ سے اپنی بائیک اسٹارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کبھی کک لگاتا کبھی بار، بار چابی گھماتا۔ آخر کار بائیک کو فرش پر لٹایا اور پھر اٹھا کر سیدھا کیا اور چابی گھما کر پھر کک لگائی مگر ہر تدبیر اس کا منہ ہی چڑا رہی تھی۔ قریب ہی سالار صاحب کا ڈرائیور اپنی گاڑی پر کپڑا مار رہا تھا...... کار چم، چم چمک رہی تھی مگر شاید اسے پرفارمنس جھاڑنے کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ کپڑا مارتے ہوئے وہ گاہے گاہے واصف کی بے بسی کا جائزہ بھی لے لیتا تھا۔

گھر کے نوکروں کو اس کی گرم مزاجی کی آگہی تھی کوئی پہل کر کے بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

عین اسی دوران فری کا ورود ہوا تھا، وہ بکس سینے سے لگائے شولڈر بیگ کی زپ بند کرتی تیز، تیز قدموں سے کار کی طرف آ رہی تھی۔

واصف اب دونوں ہاتھ کمر پر رکھے بے بسی کی تصویر بنا بائیک کو گھور رہا تھا۔ فری کی نظر اس پر پڑی مگر وہ انجان بن کر کار کے قریب آ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے پیچھے کا دروازہ کھولا۔

اس سے پیشتر کہ وہ کار میں داخل ہوتی واصف نے آ لیا۔

"ایک منٹ فری......"

ماہنامہ پاکیزہ کی دیرینہ پرستار

مایہ ناز ناول نگار

بشریٰ مسرور

کا نیا ناول

[illegible]

مصنفہ کے قلم کا شاہکار مرقع

حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت

مہارت و خوب صورتی سے اجاگر کرتا دلچسپ ناول

وہ رک کر اور ابرو تان کر اس کو گھورنے لگی۔

''یار بائیک اسٹارٹ نہیں ہو رہی......''

''اس لگژری کار کے ساتھ میں تمہاری بائیک باندھ کر گھسیٹ کر تو نہیں لے جا سکتی، سوری۔'' فری نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔

اس سے قبل کہ ڈرائیور فری کی طرف کا دروازہ بند کرتا واصف نے دروازہ پکڑ کر اندر جھانکا۔

''مجھے بس یونیورسٹی ڈراپ کر دینا...... بائیک گھسیٹنے کو کون کہہ رہا ہے۔'' واصف نے اندر جھانکتے ہوئے عجلت کے انداز میں کہا۔

''سوری، میں لیٹ ہو جاؤں گی...... آؤٹ آف وے نہیں جا سکتی......'' یہ کہہ کر اس نے خود ہاتھ بڑھا کر دروازہ اپنی طرف دھکیلا واصف کو مجبوراً اپنا ہاتھ ہٹانا پڑا۔

ڈرائیور کو تو فری سے زیادہ جلدی تھی اللہ کا شکر کرتا ہوا ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا اور بڑی سرعت سے کار اسٹارٹ کی تھی۔

کار ریورس ہوئی تو واصف کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

کار گیٹ سے باہر جا رہی تھی اور واصف کا پارہ آسمان پر......

''لڑکی ہو کر اتنی پراؤڈ ہے...... جیسے ساری زندگی لڑکی رہے گی...... ایک وقت آئے گا جب اس کے پوتے، پوتیاں گاڑی میں باہر جا رہے ہوں گے اور یہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانک رہی ہوگی...... ان شاء اللہ۔'' اس نے آگے بڑھ کر بائیک کو زور سے لات رسید کی۔

☆☆☆

شمسہ کی تیاری آخری مراحل میں تھی...... وہ جلدی، جلدی ضروری چیزیں سمیٹ کر یعنی، سیل فون، قلم، کیلکولیٹر، گھر کی چابیاں وغیرہ ہینڈ بیگ میں رکھ رہی تھیں۔ واصف اندر داخل ہوا اور دھاڑ سے دروازہ بند کر دیا۔ شمسہ نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا ہوا؟ تم تو یونیورسٹی کے لیے نکلے تھے......؟'' وہ اس لیے حیران ہو کر پوچھ رہی تھیں کہ وہ صوفے پر بیٹھتے ہی شوز اتارنے لگا تھا۔

''نہیں جا رہا۔'' اس نے پتھر پھوڑے۔

''خیریت......؟'' شمسہ درحقیقت پریشان ہو گئیں۔

''یہ کس پری کا نام ہے ماں......؟'' وہ طنزیہ مسکرا کر جرابیں کھینچ رہا تھا۔

''قدم، قدم پر سوائے ذلت کے کچھ نہیں ملتا......''

شمسہ نے اٹھتی ہوک کو وہیں کا وہیں دبا لیا...... خاموشی سے بڑی عزت کی چادر آج تک نہ کسی جولاہے نے بُنی، نہ بزاز نے بیچی...... نہ کسی رنگ ریز نے رنگی۔

انہوں نے اپنا بیگ، لیدر فائل اور دو کتابیں اٹھائیں...... خود بخود سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ گراؤنڈ فلور پر پھر کوئی بات ہوئی ہے۔ صبح صبح ماموں کے ہتھے چڑھا ہوگا یا فری کے ہاتھ لگا ہوگا۔

''اچھا خدا حافظ...... باہر جاؤ تو ڈور لاک کر دینا......'' اب ان پر عجلت سوار ہو گئی ان کی اسکول وین گیٹ پر پہنچ چکی تھی اور ہارن دے رہی تھی...... وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

آج اسائنمنٹ جمع کرانے کی آخری تاریخ تھی...... مگر وہ صوفے پر یوں دراز تھا گویا سارا سودا فروخت ہو چکا ہو۔

''ماں پریشان ہوجاتی ہیں...... وہ سمجھتی ہوں گی مجھے فرسٹریشن ہورہی ہوگی ...... کہیں میں خودکشی نہ کرلوں...... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... خودکشی بزدل لوگ کرتے ہیں...... مجھے تو بہت ہی اچھا لگے گا کہ لوگ میری وجہ سے خودکشی کریں......'' وہ ایک جھٹکے سے پھر اٹھ کر بیٹھ گیا...... آنکھوں سے سفاکی جھلک رہی تھی...... جھک کر جوگر اٹھایا اور پوری قوت سے فرش پردے مارا...... پھر چند سیکنڈ گہری، گہری سانسیں لے کر خود کو مرتب کیا...... اپنے اعصاب و حواس پر گرفت کی اور جیب سے سیل فون نکال کر آن لائن ٹیکسی بلانے کے لیے خود کو آمادہ کرلیا۔

☆☆☆

فری کاریڈور میں داخل ہوئی تھی کہ سامنے اس کے کلاس فیلوز زین، ہانی، طلحہ، ماہا، سمیر، حارب آتے دکھائی دیے۔

زین اپنے مخصوص انداز میں لہرا، لہرا کر چل رہا تھا حسب معمول بالوں کی پونی بنی ہوئی تھی، دائیں ہاتھ میں اسٹیل کا کڑا کالے موتیوں کا بریسلیٹ نمایاں تھا۔ اس نے فری کو دیکھ کر دور ہی سے اپنا ہاتھ لہرا کر بڑی نزاکت سے انگلیوں کو جنبش دی...... اور یوں مسکرایا... گویا کسی اپسرا حسینہ کا اچانک بچپن کے منگیتر سے سامنا ہوگیا ہو۔

''یہ تم لوگ اوپر کیا کرنے گئے تھے...؟'' فری نے قریب آکر سوال کیا کیونکہ کلاس روم تو نیچے تھا اور وہ زینے کی طرف سے آرہے تھے۔

''ہم آج شام کی پلاننگ کر رہے تھے...... اور تمہارا ویٹ بھی......'' ہانی نے اپنی انگلیوں سے بلیوڈائڈ زلفوں کو کنگھی کرتے ہوئے جواب دیا۔

''شام کو کیا ہے......؟'' فری نے حیرت سے پلکیں جھپکیں۔

''مائی گاڈ... تم کیسی دوست ہو فری...... دشمن ہی بن جاؤ...... کیونکہ دشمن سب کچھ یاد رکھتا ہے...... کچھ نہیں بھولتا......'' زین نے اتنے دکھ سے کہا کہ بس رونے کی کسر ہی رہ گئی تھی۔

''کہ......؟'' فری پریشان ہوگئی۔

"say to Zain.....happy birthday" ہانی بے صبر نہ ہوسکا...... قدرے چڑ کر بولی۔

"oh good God" فری نے شرمندہ ہو کر اپنا سر پکڑا۔

''ایکسٹریملی سوری...... آج میں لیٹ ہوں ناں...... اور میرے پاس سیل بھی نہیں ہے......'' فری نے معذرت کرتے ہوئے زین کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

''اوہ...... اسی لیے رات تم آن لائن نہیں تھیں...... ہم سمجھے تم کسی پارٹی میں بزی ہو......'' ماہا نے یوں کہا گویا کسوٹی بوجھ لی ہو۔

''تمہارے سیل کو کیا ہوا......؟'' طلحہ نے پوچھا۔

''میں نے خود ہی توڑ دیا......'' فری نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

''پرانا جائے گا تو نیا آئے گا......'' سب نے کورس کے انداز میں کہا تو فری بھی ہنس پڑی۔

''میں نے بھی ممی کو یہی کہا تھا......''

''اچھا تو پھر شام کو زین ہمیں ٹریٹ دے رہا ہے...... مگر کہاں......''

''روسائی'' ...... حارب نے جواب دیا۔

''اوہ...... نو...... وہ تو ہمارے گرینڈ فادر کا اولڈ ہاؤس بن چکا ہے۔'' فری کی ناپسندیدگی پر سب پھر کورس کے انداز میں چلائے۔ ''ہاف سنچری ہو چکی ہے ٹریٹس کی...... تم لوگ بور نہیں ہوتے ایک ہی جگہ جانے سے......؟''

''چلو پھر تم بتاؤ......''

''دو دریا چلتے ہیں......''

''بہت دور پڑتا ہے...... واپسی میں لیٹ ہو جائیں گے......'' سمیر کا باپ بہت سخت مزاج تھا...... اسے واپسی کے بعد کے مرحلے نے متفکر کیا۔

''پہلے زین سے کنفرم تو کرلو...... یہ ہمیں ٹریٹ دے بھی رہا ہے یا کوئی بہانہ بنائے گا۔''

''ظالم...... بیچارہ ویسے ہی ایک ہفتے میں بگ ڈیل آرڈر کر کے ہمیں ٹریٹ کرا دیتا ہے...... اور تم اسے کنجوس کہہ رہی ہو۔'' سمیر نے زین کی کمر میں بازو حمائل کرتے ہوئے کہا۔

''چھوڑو یار کیوں شرمندہ کرتے ہو تم لوگ...... میری نیکی ضائع کر رہے ہو۔'' زین سر جھکا کر قدرے شرما کر مسکرایا۔

''وہاٹ......؟'' سب ایک ساتھ چلائے۔

"What do you mean?" فری نے شدید غصے کی اداکاری کی۔

''مائی گاڈ...... تم چھپا 1020 ہو......''

''مگر ہم تمہیں آج سے 420 کہیں گے...... تم ہمیں چیریٹی (خیرات) کھلاتے ہو؟''

''چیریٹی کھلانے کے لیے ہم ہی ملے ہیں تمہیں......'' ہانی نے بھی آستینیں چڑھائیں۔

''نیکی کرنے کا شوق ہے تو صبح، صبح ہی دریا میں پھینک کر آیا کرو۔'' ماہا کو دادو کا بولا ہوا کبھی کا کوئی محاورہ بڑے موقع سے یاد آ گیا۔

''سمجھے......؟'' سمیر نے خود کو ماہا کا حمایتی رجسٹرڈ کرا دیا۔

زین بیچارہ...... دراز قامتی کے صدقے جس کا کل وزن 52Kg تھا تابڑ توڑ حملوں سے بوکھلا گیا۔

''آپ لوگوں نے اتنا ری ایکٹ کیا......؟ بھئی میں نے ایسا کیا کہہ دیا؟ نانو کہتی ہیں بھوکے کو کھانا کھلانے سے ثواب ملتا ہے......''

''اسے مارو...... یہ ہمیں بھوکا کہہ رہا ہے۔'' فری نے اپنے ہاتھوں میں پکڑی بکس سر سے اونچی کرتے ہوئے کہا...... اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ آس پاس سے گزرتے دوسرے اسٹوڈنٹس بھی ٹھٹک کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

''جوک......؟''

زین نے نازک سی شہادت کی انگلی کی جنبش دیتے ہوئے اپنی تسلی چاہی کہ درحقیقت وہ لوگ مذاق کر رہے ہیں۔

''ہاں...... یار تم سے جوک نہیں کریں گے تو کیا ٹرمپ سے جوک کریں گے؟''

''اور نہیں تو کیا...... جوکر سے جوک کون کرتا ہے؟'' سمیر نے فوراً طلحہ کی تائید میں کہا۔

''تو پھر دو دریا...... ڈن......؟'' ماہا نے بہت پُرجوش انداز میں تسلی چاہی۔

سب نے ہاتھ بلند کیے اور ایک دوسرے کے ہاتھوں کو چھو کر ''ڈن'' کہا آنے والی پُرلطف پُررونق شام کے تصور سے نوخیز جوانیاں کھلی پڑ رہی تھیں۔

سیدھا سادہ...... بیوقوف سا زین...... جو اپنی چال ڈھال بات چیت سے فوراً ہی احساس دلا دیتا تھا کہ تخلیقی عمل کے دوران ایسا کچھ ہوا تھا کہ وہ ادھورا، ادھورا سا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے تازہ بنی ہوئی تصویر جس کے رنگ خشک ہونے سے پہلے اس پر پانی کے چھینٹے پڑ گئے ہوں اور رنگ خلط ملط ہو گئے ہوں۔

☆☆☆

''کس خیال میں ہو......؟ بلکہ کس کے خیال میں ہو......؟'' عاشر نے لان میں درخت سے ٹیک لگائے واصف کو اچانک پشت سے آلیا اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

واصف مسکرا دیا مگر عاشر کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''یوں لگتا تھا جیسے بہت حسین خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو۔'' عاشر اب اس کے سامنے سرو قد کھڑا ہو گیا۔

فائل یوں سینے سے چپکا رکھی تھی جسے ممتا کی ماری ماں نے بچہ کلیجے سے لگایا ہوا ہو۔
''حسین خیالوں میں کھونے کے لیے ایک عدد محبوبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھلے کالی ہو گوری ہو...... اس لیے کہ محبوبہ تو محبوبہ ہوتی ہے...... کامپلیکشن (رنگت) میٹر نہیں کرتا......''
''نیوز بلیٹن پڑھ رہے ہو......؟''
''یار ہم نے تو ایک بات کی تھی، تم نے کمال کر دیا......'' عاشر نے ہنستے ہوئے اسے کندھوں سے تھام لیا۔
''یہ تو شاید کوئی شعر ہے......؟'' واصف نے حافظے پر زور ڈالا۔
''یہ شعر نہیں ہے بلکہ میں نے ایک خوب صورت شعر کی ایسی تیسی کی ہے۔ مرحومہ پروین شاکر کا شعر ہے...... اور ان کی روح سے بہت معذرت کرتا ہوں...... مگر یار کمال شعر ہے۔'' عاشر بنیادی طور پر بڑا با ذوق اور فنکارانہ طبع کا حامل تھا...... نانا اردو کے پروفیسر تھے، ماں بھی اردو لیکچرار رہی تھیں...... ماحول کا اثر اپنی جگہ مگر وراثت کا اثر اپنی حقیقت بہر حال منوا کر ہی چھوڑتا ہے۔

''ممکنہ فیصلوں میں ایک ہجر کا فیصلہ بھی تھا
ہم نے تو ایک بات کی اس نے کمال کر دیا''

عاشر نے شعر سنا بھی دیا۔
واصف نے خوشگوار حیرت سے عاشر کی طرف دیکھا۔
''واقعی کمال شعر ہے۔'' اس نے سراہا۔
''دل دکھا رہے ہو مرحومہ کا......؟ اردو میں گریس مارکس کے ساتھ پاس ہوتے رہے ہو...... سمجھ آ گیا تمہیں؟''
عاشر کو اس کی فنکارانہ حس کے متحرک ہونے پر شک و شبہ ہی رہتا تھا...... اتنا سرد مہر اور پتھر پھوڑتا جو نظر آتا تھا۔
''یار...... ہمارے سینے میں بھی ایک دل ہے۔'' واصف کا موڈ بھی بہت اچھا ہو چکا تھا...... یہ دوستی عاشر کے بل بوتے پر ہی پروان چڑھتی رہی تھی...... واصف کی طرف سے تو کبھی ایسا کوئی عمل ثابت نہ ہو سکا تھا کہ اسے یہ دوستی بہت عزیز ہے۔
''دل ایک ہی ہونا چاہیے میری جان......''
''اور دل میں ایک ہی ہونا چاہیے۔'' واصف نے برجستہ گرہ لگائی تو عاشر اس کی طرف حیرت سے تکتا رہا گیا۔
"good change" بہر حال اسے سراہنا پڑا۔
''آج تو بڑی گہری باتیں کر رہے ہو۔'' اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ واصف کی پیٹھ سہلائی۔
''کوئی ذلتوں کے سمندر میں ڈوب کر دیکھے تو پتا چلے گا کہ زندگی کی حقیقت کتنی گہری ہے۔'' وہ طنزیہ مسکرا کر درخت کی جھکی شاخ سے ایک خشک پتا توڑ کر الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔
''کسی کو دل کا مہمان بنا لیا ہے......؟ کچھ، کچھ عاشق سے لگ رہے ہو......'' عاشر آنکھ مار کر چھیڑنے لگا۔
''مہمان تو جانے کے لیے آتے ہیں...... تم مجھے فلرٹ سمجھتے ہو؟'' واصف نے نظر چرا کر سامنے نظریں جما دیں۔
''خدا نہ کرے کہ تمہیں عشق ہو...... بیچاری کی شامت ہی آ جائے گی۔'' عاشر نے اسے بازو سے پکڑ کر آگے دھکیلا۔
''جلا کر راکھ کر دوں گا...... کسی کی شامت آئے تو......'' اس نے بھرپور قہقہہ لگایا تھا...... ایسا قہقہہ جس میں مردانگی و شہ زوری کے ایسے شرارے تھے جو واقعی جلا کر راکھ کر دینے والے تھے۔

☆☆☆

ثمینہ بار، بار اپنا ہینڈ بیگ ٹٹول رہی تھیں۔
عرشلہ برانڈڈ سگریٹ کے کش لگاتی تھوڑا، تھوڑا کھانستی اپنی دھن میں اندر وارد ہوئی تھیں۔ ثمینہ اتنی فکر مند د

پریشان تھیں کہ عرشلہ کی آمد پر کوئی ردِعمل نہیں دکھایا...... بس ہینڈ بیگ میں ہاتھ مارتے ہوئے بڑبڑانے لگیں۔

''مجھے اچھی طرح یاد ہے...... اسی میں رکھی تھی......''

''ممی...... کیا ڈھونڈ رہی ہیں؟'' عرشلہ ان کے پہلو میں بیٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''میں بھول نہیں سکتی اچھی طرح یاد ہے۔'' ثمینہ پھر بڑبڑانے لگی تھیں۔

''کیا کھو گیا ہے ممی...... کچھ بتائیں تو......'' عرشلہ نے آخری کش لگا کر سگریٹ کا ٹکڑا میز پر رکھی ایش ٹرے میں مسل دیا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں اور ثمینہ کی طرف گہری نگاہ سے تکنے لگیں۔

''پرسوں رات ڈنر سے لیٹ آئی تھی...... جلدی میں اسی میں رکھ دی تھی۔'' وہ پھر بڑبڑائیں۔

عرشلہ ان کی خود کلامی سے عاجز آ گئیں۔

''فار گاڈ سیک...... ممی بتائیں تو سہی کیا ڈھونڈ رہی ہیں؟''

''میری ڈائمنڈ کی رنگ نہیں مل رہی عرشی......'' وہ متفکرانہ گویا ہوئیں۔

''اوہ...... آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا...... مل جائے گی ممی...... کہاں جائے گی۔'' ممی کی بات سن کر عرشلہ نے اٹکی ہوئی سانس خارج کی اور پُرسکون ہو گئیں۔

''میں تمہیں کہہ رہی ہوں ناں...اسی میں رکھی تھی، اس وقت میں بہت تھکی ہوئی تھی سوچا تھا صبح لاکر میں رکھ دوں گی۔'' ثمینہ نے کڑے تیور سے اس کی طرف دیکھا۔

''آپ ہمیشہ اپنی چیزیں سنبھال کر رکھتی ہیں...... تھوڑا ریلیکس ہونے کے بعد آئی ایم شیور آپ نے لاکر میں رکھ دی ہوگی...... ورنہ آپ کو نیند ہی نہ آتی...... دیکھیے گا...... آپ کے لاکر سے ہی ملے گی...... شرط لگا لیں......''

عرشلہ نے پُرسکون انداز میں کہا۔

''تم تو مجھے پاگل، خبطی سمجھنے لگی ہو، اب میں اتنی بھی aged نہیں ہوں کہ کوئی کیجھے میں اپنے حواس کھو چکی ہوں۔ تیس سال پہلے پورے پانچ لاکھ میں خریدی تھی...... سوچو اس وقت اس کی قیمت کیا ہوگی......'' ثمینہ کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔

''پلیز ممی...... آپ ایک بار لاکر تو چیک کر لیں۔''

''شٹ اپ! میں نے اسی میں رکھی تھی۔'' وہ برس پڑیں۔

اسی وقت زین کالج بیگ پشت پر لادے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ ثمینہ کے بیڈ روم کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا...... ثمینہ اور عرشلہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھی نظر آ رہی تھیں۔

ثمینہ کا ہاتھ ہینڈ بیگ کے اندر تھا اور عرشلہ کی نظریں ان کے ہاتھ پر۔ ایکا ایکی زین کی آنکھوں میں الجھن کے تاثرات جھلکے مگر اس نے خود کو فوراً ہی سنبھال لیا۔

''ہائے مام...... ہائے نانو......''

ثمینہ نے بہت خراب موڈ میں زین کی طرف دیکھا۔

زین مسکرا کر آگے بڑھ گیا تھا۔

وہ بڑبڑاتی رہیں۔

''ہونہہ...... زبردستی کی نانو بنا کر رکھ دیا...... خدا جانے کس کا پوتا ہے کس کا نواسہ!''

''کم آن ممی......'' عرشلہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئیں، ایک دم موڈ خراب ہو گیا۔

''آپ کی انہی باتوں سے میرا ڈپریشن بڑھتا ہے...... پانچ لاکھ کی انگوٹھی سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے...... نہیں ملی تو آپ سارے گھر کو ٹینس رکھیں گی؟''

ایک انٹرویو

''تمہارا سوشل بیک گراؤنڈ کیا ہے؟ کس خاندان سے تعلق ہے؟''

''میرا تعلق اپنے ہی خاندان سے ہے۔''

''سچ بولنے کا شکریہ......''

جی تو بہتیرا چاہا کہ لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دیں کہ بزرگ حُبّ جاہ و مال سے بے نیاز تھے۔ لہٰذا ہمیں اپنی نشانی چھوڑ ا۔ نادر شاہ نے تو اپنی ولدیت شمشیر، ابن شمشیر، ابن شمشیر بتا کر بدخواہوں اور مورخوں کا منہ بند کر دیا تھا۔ لیکن یہ فقیر، ابن آدم، ابن آدم، ابن آدم کے علاوہ کیا بتاتا؟

اس کے منہ سے ایسی لپٹ آ رہی تھی کہ جیسی روئی کے اس پھوئے سے آتی ہے جو انجکشن سے پہلے نقطۂ اذیت پر رگڑا جاتا ہے۔ استفسار فرمایا۔ ''تم کب اور کہاں ''ڈلیور'' ہوئے تھے؟ ہاہاہا۔''

وہ زور سے ہنسا۔ ہم ذرا سا چکرائے تو کہنے لگے۔ ''اچھا یہ بتاؤ کہ جس سن میں تم پیدا ہوئے، اس سال اور کون سا بین الاقوامی سانحہ ہوا تھا؟''

انٹرویو کے سلسلے میں ایک عرصہ پہلے ہم نے معلومات عامہ کے نامعقول سے نامعقول سوالوں کے جواب رٹ لیے تھے۔ مثلاً کرکٹ کی گیند کا وزن۔ مکھی کی ٹانگوں اور بیل کے دانتوں کی تعداد۔ نپولین کا قد۔ اگر بینک سے صرف 100 روپے 7 فیصد سود پر قرض لیے جائیں تو وہ کس طرح 250 سال میں 2,217,902,400 ہو جائیں گے خالص سونا کتنے کیرٹ کا ہوتا ہے؟ بلی کی آنتوں کی لمبائی۔ کتا زبان کیوں باہر نکالے رکھتا ہے؟ انسان منہ کھولنے سے کیوں ڈرتا ہے؟ اچھا خاصا (& اور RS) لکھ کر انہیں حرف غلط کی طرح کاٹا (RS اور &) کیوں جاتا ہے؟ تخلص

''ارے، اس لے پالک کی خاطر تم مجھے بددعائیں دو گی......؟''

''بیٹا یاتو ہے تیس سال پہلے پانچ لاکھ کی تھی...... اس وقت پچاس لاکھ کی ہو گی۔'' ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا۔

''تو ہم نے کون سا اسے سیل کرنا تھا...... کہ لاکھوں کا پرافٹ مل جاتا...... ہمارے لیے تو بس وہ پانچ لاکھ کی ہی تھی ناں......'' عرشلہ نرمی سے بولتی دھیرے، دھیرے چلتی باہر جا رہی تھیں۔

غصے کی شدت میں خیالات کی یلغار تو تھی مگر الفاظ قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ ثمینہ گھورتی رہ گئیں اور عرشلہ نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔ سونے کا چمچہ منہ میں لے کر پیدا ہونے والے بچوں میں یہی خرابی ہوتی ہے ان کو اپنے باپ، دادا کی محنت کا احساس نہیں ہوتا۔ اثاثے ایسے ہی تو نہیں بن جاتے ہیں۔ کوئی دن نہ جاتا تھا کہ دونوں کی زمین کے موضوع پر تلخ کلامی نہ ہوتی ہو...... بیٹی...... وہ بھی اکلوتی بیٹی کی خاطر انہوں نے یہ کڑوا گھونٹ پی تو لیا تھا مگر برسوں بعد بھی زبان سے کڑواہٹ نہ جاتی تھی۔

کسی بھی انسان کے لیے یہ احساس کس قدر اذیت ناک ہو سکتا ہے کہ چار پانچ پشتوں کے اثاثے ایک روز ان ہاتھوں میں چلے جائیں گے جن کے حسب نسب صرف DNA ٹیسٹ سے ہی پتا چل سکتے ہوں مگر ڈی این اے ٹیسٹ سے یہ تو پتا نہیں چل سکتا کہ کون چرواہے کی اولاد ہے اور کون تاتاریوں کی......

حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے بیٹی کے بجائے بیٹا گود لیا تھا جب تک چھوٹا تھا اتنا مسئلہ نہیں تھا لیکن جیسے، جیسے بڑا ہوتا گیا اور نسوانیت کی آمیزش واضح ہونے لگی تو وہ اپنے سماجی حلقے میں خفت محسوس کرنے لگیں۔

میکے، سسرال کے ہیرے جواہرات پہن کر بھی یہ خفت مٹائے نہ مٹتی تھی۔ خود نمائی میں مزہ نہیں رہا تھا۔ ماحول میں روز بروز تلخی بڑھتی جا رہی تھی...... برسوں پہلے کیے گئے فیصلے پر پچھتاوے لاحق ہو چکے تھے مگر زمین اب سانپ کے گلے کی چھچھوندر بن چکا تھا اگلتے بنتی تھی نہ نگلتے۔ وہ اللہ کا نام لے کر اب دیوار میں چھپے لاکر چیک کرنے

پرڈولی کیوں بنائی جاتی ہے؟ شیکسپیئر کے ہاں شادی کے کتنے ماہ بعد بچہ تولد ہوا؟ باس پولا کیوں ہوتا ہے؟ وغیرہ، وغیرہ...... لیکن اپنی پیدائش کے بین الاقوامی متوازیات کی طرف ہمارا دھیان کبھی نہیں گیا تھا۔

ہمارا آدھا جسم جو اس کے مقابل تھا، بالکل ٹھنڈا ہو گیا اور ہم انتہائی بے بسی کے عالم میں تھورنے لگے تو اس نے ہماری درخواست میں سن پیدائش دیکھ کر اندوہ گیں لہجے میں کہا۔ ''بائی دی وے، جس سال تم پیدا ہوئے اسی سال میرے باپ کا انتقال ہوا۔ بڑا منحوس تھا وہ سال۔''

مشتاق احمد یوسفی کی کتاب۔ ''زرگزشت سے''...... انتخاب: مہرین کنول، کھاریاں

گلہائے خنداں ازذکی محمد دھلوی

''اگر دوسرا شو ہوا تو ضرور آؤں گا......''

جارج برنارڈ شا اور ونسٹن چرچل آپس میں دوست تھے لیکن اس کے باوجود دونوں میں عموماً نوک جھونک رہتی تھی۔ ایک بار جب شا کا نیا ڈراما پیش کیا گیا تو ''شا'' نے چرچل کو پہلے دن کے شو کے لیے دو ٹکٹ اس تحریر کے ساتھ بھیجے...... ''آپ کو دو ٹکٹ بھجوا رہا ہوں...... آپ پہلے شو میں تشریف لائیے۔ اپنے ساتھ اپنا کوئی دوست بھی لیتے ہوئے آئیں...... اگر کوئی ہو تو......''

چرچل نے اس کا جواب فوراً بھیجا۔ ''میرے لیے آپ کے ڈرامے کے پہلے شو میں شریک ہونا ممکن نہیں...... دوسرے دن ضرور آؤں گا...... اگر دوسرا شو ہوا تو۔''

مرسلہ: حمیرا اقبال، کوٹری

کے ارادے سے اٹھیں...... موہوم سی امید کے ساتھ کہ شاید عرشی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔

آہستگی سے دروازہ بند کیا اور پھر لاکڈ کر دیا۔ پھر بیڈ کی طرف آئیں اور تکیہ اٹھا کر غلاف میں ہاتھ ڈال کر لاکر کی چابی نکالی۔

اس چابی کی وجہ سے وہ اپنی بیڈ شیٹ ہمیشہ خود تبدیل کرتی تھیں۔ ملازمہ کو اجازت نہیں تھی۔ اس سے قبل وہ چابی کارپٹ کے نیچے رکھتی تھیں لیکن ایک دن ملازمہ نے ویکیوم کرتے ہوئے جانے کیسے برآمد کر لی اور لاکر ثمینہ کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''بیگم صاحبہ کارپٹ کے نیچے پڑی تھی۔''

اس کے بعد سے وہ تکیے کے غلاف میں رکھنے لگی تھیں۔

جب مال آتا ہے تو گم ہونے کے اندیشے بھی تو ساتھ لاتا ہے...... جن کی تجوریاں بھر جاتی ہیں ان کی آنکھیں نیند سے خالی ہو جاتی ہیں، وہ کچی نیند جو انسان کو ''نیا'' کر کے بستر سے اٹھاتی ہے۔

انہوں نے لاکر کھولا...... درجنوں چوڑیوں، کنگنوں کے ڈبے، پانچ لڑنے، ست لڑے، نیکلس، چوکے، جھمکے، کرن بالیاں، چمپا کلی، سہارے، انگوٹھیاں، نانی دادی کے ٹیکے جھومر گھر میں پہننے والی ''پلیاں''، زنجیریں، پنجے، پازیبیں۔

جہاں سے وہ لاپتا انگوٹھی نکالی تھی پہلے وہیں دیکھا...... ہوتی تو ملتی...... دل بیٹھ، بیٹھ گیا۔

حریص، مادہ پرست انسان کی جان اس کے خزانے میں اٹکی ہوتی ہے، سکندر کو بھی آخری لمحات میں اس کے خزانوں کا دیدار کرایا گیا تو پھر کہیں جا کر جان نکلی۔

ٹپکتی چھتوں، بہتی جھونپڑیوں کا نوحہ لکھنے والے شاعری میں کوئی صنعت ملامت بھی نکالتے...... ان کے لیے

جن کی تجوریاں بے شمار حق داروں کے مدفن ہوتی ہیں...... صرف تاج محل لکھ کر تو حق ادا نہیں ہوتا۔
بادشاہ و فقیر...... ان دونوں کے بیچ ان گنت وہ انسان ہوتے ہیں جن کو فاقے میں یہ خوف ستاتا ہے کہ کسی کو پتا نہ چل جائے کہ وہ فاقے سے ہیں۔
ثمینہ نے اپنے خزانے پر ایک غم سے معمور نگاہ کی...... کیسا پہاڑ جیسا غم تھا...... کروڑوں کے خزانے میں ایک انگوٹھی گمشدہ تھی۔

☆☆☆

واصف لیپ ٹاپ پر کافی دیر سے کام کر رہا تھا...... ایک زاویے سے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی۔
کرسی سے پیٹھ لگا کر اس نے بڑی طبیعت سے زوردار انگڑائی لی یوں جیسے کسی من پسند جاب کو انجوائے کر رہا ہو۔
پھر اچانک ذہن میں روشنی کا جھما کا ہوا اور دونوں بازو آہستہ آہستہ ٹوٹی شاخ کی طرح گود میں آ رہے۔
چند ثانیے دیوار کو یوں گھورتا رہا جیسے ذرا سی مشقت اٹھا کر دیوار کے پار بھی دیکھنے لگے گا۔
''تم میری محبت وطلب ہو یا انا کا سوال؟'' اس نے سوچتے ہوئے گہری سانس سینے کی قید سے آزاد کی......
''زیادہ سے زیادہ تم کیا کر سکتی ہو؟ فضول سی چیخ پکار......؟ بے عزتی......؟ نفرت کا شدید ترین اظہار...... چیزوں کی اٹھا پٹخ......؟ اور بس......'' وہ طنزیہ مسکرایا۔
''اس لیے کہ تم نازوں میں پلی ہوئی ایک کمزور اعصاب، نازک مزاج لڑکی ہو مگر میں...... سب کچھ کر سکتا ہوں...... میری انا اور میری غیرت میری طاقت ہے...... بس ایسی ہی رہو...... مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔'' وہ طنزیہ مسکرایا۔
''sprinter کی طرح دوڑتی رہو...... دوڑتی رہو...... میری نظریں تمہارے تعاقب میں ہیں...... سیٹی بجنے سے پہلے اور اسٹاپ واچ رکنے کے بعد...... دوڑو...... بہت تیز دوڑو...... تھک جاؤ تو گرنے میں جلدی نہ کرنا...... میں بہت قریب ہی ملوں گا......'' وہ جھٹکے سے اٹھا۔
''رشتہ چلاتے ہیں......
محبت نبھاتے ہیں......
مگر ابھی یہ کھل کے نہیں دے رہا کہ......
تم میری محبت ہو یا انا کا سوال......''
وہ آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا...... اور خود کو غور سے دیکھنے لگا۔
''واہ...... ماشاءاللہ...... جدھر سے گزرتا ہوں...... ''جان دینے'' کو تیار ملتی ہیں...... مگر میں کسی کی جان کیوں لوں...... میں تو خود کسی پر مر رہا ہوں...... لیکن ابھی کلیئر نہیں ہے...... یہ محبت ہے یا...... انا کا سوال......؟''

☆☆☆

''زین ابھی تم مجھ سے کوئی فضول بات نہیں کرو گے...... میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔'' عرشلہ اپنے بیڈ پر لیٹی دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دباتے ہوئے بہت بیزار کن انداز میں زین سے بات کر رہی تھیں۔
''بائی داوے...... مام آپ کو پریشان ہونے کا اتنا شوق کیوں ہے؟'' اس نے پھر بڑے اسٹائل سے اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھے۔
''اف...... میرے تو کان پک گئے ہیں سن، سن کر......''
''ممی کی ڈائمنڈ رنگ کھوگئی ہے صبح سے انہوں نے سارا گھر ادھیڑ کر رکھ دیا ہے۔''
زین نے چونک کر عرشلہ کی طرف دیکھا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نخ[illegible]ل ہے۔
محبت خیز مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا سافلین۔

Digest Novels Lovers Group

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

شمسہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہی چونک پڑیں...... واصف گہری سوچ میں گم خالی، خالی آنکھوں سے دیوار کی طرف گھور رہا تھا۔

قدموں کی آہٹ پاتے ہی وہ چونک کر سنبھلا تھا۔

"السلام علیکم......" سامنے ماں کو پاکر سلام کرتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہوگیا۔

''وعلیکم السلام...... خیریت آج جلدی آ گئے؟'' شمسہ نے ہینڈ بیگ اور نوٹ بکس کا بنڈل ٹیبل پر رکھتے ہوئے بغور واصف کا چہرہ دیکھا۔
''گیا ہی نہیں......'' وہ مختصراً کہہ کر اپنے روم کی طرف بڑھا۔
''صبح سے گھر پر ہی ہو......؟'' شمسہ کے منہ سے یونہی نکل گیا تھا۔
''جی...... صبح ہی سے ماموں کے گھر میں ہوں...... آپ بتائیں مجھے کہاں جانا چاہیے تھا؟'' وہ پھر الٹا پڑ رہا تھا۔
شمسہ نے خاموشی میں ہی بہتری جانی اور ایک گہری سانس لے کر صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گئیں اور صوفے کی بیک سے سر ٹکا دیا۔

☆☆☆

''زین اس وقت تم مجھ سے کوئی فضول بات نہیں کرو گے...... that's all'' عرشلہ اپنے بیڈ روم میں ایزی چیئر پر نیم دراز آہستہ آہستہ جھولے لے رہی تھیں۔ چہرے پر جھنجلاہٹ اور خفگی کا تاثر واضح تھا۔
''مام...... آپ کو تو ویسے بھی پریشان ہونے کا ضرورت سے زیادہ ہی شوق ہے۔'' زین نے بڑی ادا سے منہ بنا کر شانے اچکائے۔ پھر اپنے دونوں کانوں پر ہاتھ رکھ کر نسوانی انداز میں گویا پھٹ پڑا۔
''اُف...... مائی گاڈ...... میرے تو کان پک گئے ہیں سن، سن کر......''
عرشلہ نے غصے سے گھورا۔
''میں کہتی ہوں جاؤ یہاں سے...... ممی کی ڈائمنڈ رنگ کھو گئی ہے۔ بیچاری ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہی ہیں۔''
زین نے بڑی دزدیدہ نگاہ عرشلہ پر ڈالی تھی۔
''یو مین میڈ... بٹ میڈ پرسن کو تو دنیا کی چیزوں میں کوئی انٹرسٹ ہی نہیں ہوتا...... وہ پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بڑے کوفت کے انداز میں بولا تھا۔
''ہائے اللہ...... نانو کیا کریں گی اتنی دولت کا...... اپنا ٹائم پورا کر چکی ہیں...... بونس پر چل رہی ہیں...... اللہ کا شکر ادا کریں...... بزی رہیں...... رنگ ڈھونڈ رہی ہیں......''
''شٹ اپ......'' عرشلہ اب چلا اٹھیں...... مگر زین کو فرق نہیں پڑا تھا۔
''ایک انگوٹھی گم ہونے سے آپ لوگوں...... I mean ہم لوگوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔''
''لوٹ کا مال نہیں ہے...... محنت کی کمائی ہے...... میرے لاڈ پیار نے تمہیں بہت بگاڑ دیا ہے...... مگر مجھے ٹھیک کرنا بھی آتا ہے...... تمہاری پاکٹ منی کم کروں گی...... اور تمہیں کار بھی allow نہیں کروں گی۔'' عرشلہ نے دھمکی دی۔
''آپ یہ نہیں کر سکتیں...... کر کے دکھائیں تو پہلے......'' زین چکنے گھڑے کے مصداق جان کو آ رہا تھا۔
''جب اپنی کرنے پر آؤں گی تو تمہیں اچھے سے پتا چلے گا......'' عرشلہ نے پھر دھمکی دی۔ زین نے مسکرا کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔
''کوئی ضرورت مند ہو گا...... اچھا ہوا رنگ اس کے کام آ گئی...... آپ کو تو ثواب ملے گا۔'' یہ کہہ کر تیزی سے وہ نکل گیا۔
عرشلہ کا بی پی شوٹ کرنے لگا۔ انہوں نے بڑی بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھا۔
اب وہ ہونٹ دانتوں تلے دبائے گھٹ، گھٹ کر رو رہی تھیں۔

☆☆☆

''اسٹوڈنٹ لائف میں کون اتنے مہنگے، مہنگے گفٹ دیتا ہے۔ پانچ ہزار وہ بھی برتھ ڈے گفٹ کے

لیے......؟'' سارہ حیرت وغصے کی ملی جلی کیفیت میں فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ فری تو جیسے غصے سے تیتّے کی طرح ناچ، ناچ گئی۔

''ماما...... آپ کی کنجوسی سے تو حد ہے...... گفٹ دیتے ہوئے کلاس بھی دیکھی جاتی ہے۔''

''اپنی حیثیت بھی دیکھی جاتی ہے......'' سارہ نے فوراً بات کاٹ کر کہا تھا۔ فری نے جیسے بے بسی سے اپنے بال ہی نوچ ڈالے تھے۔ اسے ماں پر حیرت ہو رہی تھی جو پانچ ہزار کو بہت بڑی رقم سمجھ رہی تھیں۔

''پاپا جس سیٹ پر ہیں ناں...... لوگ ساری زندگی اس سیٹ کے خواب دیکھتے ہوئے مر جاتے ہیں۔ پاپا آئی جی آفس میں ایک فون کریں تو سارا اسٹاف چیئر چھوڑ دیتا ہے۔'' فری بمشکل خود کو سنبھال رہی تھی ورنہ تو پھٹ پڑنے کی آرزو تھی۔

''آخر آپ کو کمپلیکس کیا ہے؟''

''شٹ اپ...... ماں سے بات کر رہی ہو...... رئیسوں کے اسکول کالج میں بٹھا دیا تو اس کا یہ مطلب نہیں......''

''ہاں تو کیوں بٹھایا تھا......؟'' فری نے پھر بدتمیزی سے بات کاٹی تھی۔

''سرکاری اسکول میں پڑھاتیں،... تو کلاس فیلوز کو بیس روپے کی ڈیری ملک دے کر وِش کرتی۔ مجھے نہیں پتا مجھے تو فائیو تھاؤزنڈ ہی چاہئیں......'' فری نے دھپ سے بیڈ پر گر کر بیٹھتے ہوئے دودھ پیتے بچے کی طرح ضد کی۔

''جاؤ اپنے پاپا سے لو...... وہ ہمیشہ میری رائے کے خلاف جاتے ہیں، اسی لیے آج تمہارا یہ حال ہے۔'' بولتے، بولتے اچانک ایک خیال کے تحت وہ چونک پڑیں۔

''تم نے اپنی دوست کا سیل فون واپس کیا؟ ابھی میں نے تمہارے، پاپا کو تمہاری اس حرکت کے بارے میں نہیں بتایا۔'' اسی وقت سالار صاحب نے اندر قدم رکھا تھا۔

اندر آتے ہوئے انہوں نے سارہ کے آخری الفاظ سن لیے تھے۔

چہرے پر فکر و تشویش کے تاثرات واضح تھے۔

''کیا نہیں بتایا؟'' انہوں نے بولتے ہوئے سوالیہ نظروں سے سارہ اور فری کی طرف دیکھا۔

''اپنا سیل فون توڑ کر بیٹھ گئی پھر دوست سے مانگ لیا۔''

سالار صاحب نے حیرت و دکھ کی کیفیت میں فری کی طرف دیکھا تھا۔

''ہاں تو پھر کیا کرتی، ماما نئے سیل فون کے لیے پیسے ہی نہیں دے رہی تھیں۔'' فری نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا تھا۔

سالار صاحب نے غصے سے سارہ کی طرف دیکھا۔ اس سے پیشتر کچھ بولتے سارہ فوراً بول پڑیں۔

''معلوم بھی ہے آپ کو ایک لاکھ والا فون مانگ رہی ہے۔''

سالار صاحب نے سکون کی گہری سانس لی۔

''میں تو ڈر ہی گیا تھا کہ پتا نہیں کتنا بڑا ایشو ہے......'' چند سیکنڈ توقف کیا اور فری کی طرف یوں دیکھا جیسے کچھ سوچ رہے ہوں۔

''آج کل مہنگائی اتنی ہو گئی ہے کہ لاکھ تو اپنی ویلیو ہی کھو بیٹھا ہے۔ سیل فون بھی مہنگے ہو گئے ہوں گے۔''

سارہ اور فری اپنی، اپنی جگہ حیرت اور الجھن میں مبتلا تھیں۔

''اسے اپنا ویزا کارڈ دے دو...... ڈرائیور کے ساتھ جا کر لے آئے گی مجھے کون سا تین چار بیٹیوں کو فون دلانا ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور فری کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ دیا۔

''بس اتنی سی بات؟''

''پانچ ہزار گفٹ کے لیے بھی چاہئیں......'' سارہ بدقت تمام اپنا غیظ و غضب کنٹرول کر رہی تھیں۔

''گفٹ؟'' سالار صاحب سمجھے نہیں۔

''پاپا وہ میرا بیچارہ سا فرینڈ ہے ناں...... زین...... اس کی برتھ ڈے سیلی بریٹ کر رہے ہیں...... ہمارا گروپ اس کو گولڈ کی چین دینا چاہ رہا ہے۔''

سالار صاحب نے حیرت کی آخری انتہا پر فری اور پھر سارہ کی طرف دیکھا تھا۔ جس پر سارہ نے خفگی سے منہ پھیر لیا تھا۔

''زین...... وہ تو لڑکا ہے......؟ گولڈ کی چین تو لڑکیوں کو دی جاتی ہے۔''

''آپ کو نہیں پتا ناں...... اسے چین پہننے کا بہت شوق ہے۔ کبھی، کبھی تو وہ اپنی ماما کا بریسلیٹ بھی پہن لیتا ہے۔''

سالار صاحب ایک بار پھر اپنی جگہ تھوڑے سے ہل کر رہ گئے تھے اور سارہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ اب بہت ہو گئی تھی...... سارہ تیزی سے کچن کی طرف چلی گئیں۔

''وہ بہت انوسنٹ ہے پاپا...... تھوڑا سا ابنارمل بھی ہے اس لیے ہم اس کا بہت خیال کرتے ہیں...... ورنہ کالج میں تو سب اس کا مذاق ہی اڑاتے ہیں۔ اسے ہرٹ کرتے ہیں۔ کبھی، کبھی تو وہ بچوں کی طرح رونے لگتا ہے،

پھر ہم سب فرینڈز اس کو خوش کرنے کے لیے باہر لے جاتے ہیں۔''
فری بول رہی تھی، سالار صاحب بہت توجہ سے سن رہے تھے اور بہت گہری سوچ میں نظر آرہے تھے۔
''اوکے..... بالآخر انہوں نے ایک گہری سانس لے کر جیسے خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی اور پینٹ کی جیب سے والٹ نکال کر پانچ ہزار کا کڑکڑاتا نوٹ فری کی طرف بڑھادیا۔
''یہ لو..... بہرحال مجھے اس بات کی خوشی ضرور ہے کہ میری بیٹی میں کم از کم اتنی انسانیت تو ہے کہ وہ اسپیشل لوگوں کا مذاق نہیں بناتی۔'' فری حیرت وخوشی سے باپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

''اپنا سیل فون توڑ کر بیٹھ گئی اور اب دوست سے فون ادھار مانگ کر گزارہ کررہی تھی۔'' شمسہ سبزی کاٹتے ہوئے بظاہر خود کلامی کررہی تھیں درحقیقت واصف کو خبر دے رہی تھیں جو بالکنی سے واپس آتے ہوئے چائے کا آخری گھونٹ بھر رہا تھا۔
''بہت اچھا ٹرینڈ کررہے ہیں ماموں اپنی بیٹی کو.....'' واصف طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چائے کا کپ کچن اوئنٹر پر رکھتے ہوئے گویا ہوا۔
شمسہ نے ایک گہری اور ٹھنڈی سانس سینے سے آزاد کی۔
''بائی داوے..... ماں..... آپ کے خاندان میں لڑکیوں کو پہلے حد سے زیادہ آزادی دی جاتی ہے..... اور پھر آزادی دینے والے سزا بھی خود ہی سنادیتے ہیں..... کوئی نفسیاتی بیماری لگتی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ اپنے روم میں چلا گیا اور جھلاہٹ کی کیفیت میں دروازہ بند کیا۔ دروازہ بند ہونے کی زوردار آواز پر شمسہ دہل سی گئیں..... انہیں ڈر ہوا کہ اب بھائی کی آواز آئے گی کہ ''گھر رہنے کے لیے دیا ہے دروازے توڑنے کے لیے نہیں.....''
''مجھے موقع ملے تو سب سے پہلے تمہارا علاج کراؤں.....'' انہوں نے کچرا شاپر میں بھرتے ہوئے بند دروازے کی طرف دیکھا اور پھر منہ ہی منہ میں کہا۔
''میری تو گزر گئی..... تمہاری تو زندگی پڑی ہے۔'' ایک آنسو جانے کس تہ میں چھپا ٹپکنے کا بہانہ دیکھ رہا تھا۔ شمسہ نے انگلی سے جھٹک دیا۔

☆☆☆

''اب بھی وقت ہے تم لوگ سچ بول دو گے تو معاف کردوں گی۔ چور تو ایک ہی ہوگا اور وہ تمہی میں سے ہوگا۔'' ثمینہ نے سارے نوکروں کو لائن حاضر کیا ہوا تھا اور خفیہ ادارے کے افسر کی طرح پلک جھپکائے بغیر ایک، ایک کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔
''بیگم صاحب..... تین سال سے اس گھر کا نمک کھا رہا ہوں..... آج تک چائے پر ملائی نہیں ڈالی..... کبھی تنخواہ بڑھانے کا نہیں بولا..... آپ نے اپنی مرضی سے مہربانی کی، آپ کا احسان مانتا ہوں.....'' بٹلر کی عمر ساٹھ پینسٹھ کے لگ بھگ تھی احساسِ ذلت سے چور، چور ہو رہا تھا۔
''مرید حسین مجھے قاعدہ پڑھ کر سنانے کی ضرورت نہیں.....'' ان نئے نویلے رنگروٹوں پر نظر رکھنا بھی تمہاری ڈیوٹی ہے.....'' ثمینہ نے پاٹ دار آواز میں گرج کر کہا تھا۔
''نیا نویلا تو کوئی نہیں ہے بیگم صاحب..... سب ہی سالوں سے کام کررہے ہیں..... بس تنویر کو دوسرا برس لگا ہے.....'' بٹلر مرید حسین کا اشارہ ڈرائیور کی طرف تھا۔
''ہوں..... اوں..... اوں.....'' ثمینہ نے ایک لمبی سی ہوں کے ساتھ تنویر کی طرف دیکھا تھا۔ پرلے درجے کا

ایماندار تنویر بری طرح تپ گیا۔
''دو سال سے میں تکے کی انگوٹھی کے انتظار میں بیٹھا تھا؟ اتنا بڑا کل...... کھلا پڑا ہے...... بہت کچھ تھا چوری کرنے کے لیے...... ارے مجھے نہیں کرنی ایسی ذلت والی نوکری...... مجھے معاف کر دیں بیگم صاحب...... مجھے حساب بھی نہیں کرنا...... بس مجھے اجازت دیں۔'' تنویر کی انا بری طرح بلبلائی اور وہ فیصلہ کن ہو گیا۔
''خبردار ایک قدم آگے بڑھایا۔ بہت جلدی ہے بھاگنے کی...... اس کا مطلب ہے تو نے سال دو سال کا تو بندوبست کر لیا ناں......''
سیکنڈز میں ڈرائیور سے کتا بن گیا۔
''بھاگوں نہیں تو کیا......؟'' تنویر کی انا بہت زیادہ مجروح ہوئی تھی وہ تو بارعب ثمینہ کے دوبدو ہو گیا جیسے کہہ رہا ہو کہ کھڑا ہوں مار دو گولی......
''بیگم صاحب......ہم سب آپ کا نمک کھاتے ہیں، ٹھنڈے گھر میں رہتے ہیں۔'' اس کا اشارہ گھر میں سینٹرل اے سی کی سہولت کی طرف تھا۔
''اور ہمیں کیا چاہیے...... اسی پیٹ کے لیے تو انسان حرام، حلال ایک کرتا ہے۔ تین ٹائم پیٹ ٹھنڈا کرتے ہیں......خود ہی نیامت (نعمت) کو ٹھوکر ماریں گے؟ عرشی بی بی جیسی مالکن نصیب سے ملتی ہے......'' بولتے، بولتے پرانی ملازمہ امیر بی بلک، بلک کر رو پڑی۔
دوسری نوکرانی شبانہ کو بھی بولنے کا حوصلہ ملا۔
''بیگم صاحب تھانے، پولیس میں ہمیں ذلیل نہ کرائیں...... وہ تو سوڈا کے بھی ہم سے قبول کرالیں گے۔''
زین کی سیٹی پر رقصاں دُھن آس پاس سنائی دی تھی...... ثمینہ نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔
زین اپنے بال سیٹ کرتا ہوا زینہ اتر رہا تھا۔ نوکروں کی ایک لائن دیکھ کر ہونٹ سیٹی بجاتے، بجاتے سکڑ کر رہ گئے۔
''what happened Nano یہ لوگ ''pray'' کے لیے کھڑے ہیں۔''
ثمینہ نے گھور کر زین کی طرف دیکھا اور بمشکل خود کو کنٹرول کرتے ہوئے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی مبادا کسی طرف سے عرشلہ آ رہی ہو۔
"its none of your business" ثمینہ نے دانت پیس کر نظریں چراتے ہوئے کہا تھا۔
''آف کورس اٹس مائی بزنس...... because''
''اچھا میرا سر مت کھاؤ......'' ثمینہ اب پھٹ پڑیں...... ''گھر میں چوری ہوئی ہے......اور گھر میں ہی چور ہے...... باہر سے تو کوئی نہیں آیا......''
''ہم چور نہیں ہیں بیگم صاحب......'' چند نوکروں کی صدا کورس کے انداز میں بلند ہوئی۔
''جنات رہتے ہیں اس گھر میں......؟'' ثمینہ چلائیں...... عرشلہ بیڈ روم میں بند تھیں اور ان کے بیڈ روم میں آواز نہیں جا سکتی تھی۔ وہ تو روم چلڈ کر کے سونے کی عادی تھیں۔
''ہائی داوے...... چوری کیا ہوا ہے؟'' زین کے چہرے پر حیرت، معصومیت اور سادگی کے ملے جلے تاثرات تھے۔
''صاحب...... ہمیں کیا پتا ہیرا کیسا ہوتا ہے...... سات نسلیں بس دو وقت کی روٹی کے چکر میں پستی آ رہی ہیں۔'' امیر بی بی کو زین کی وجہ سے کچھ بہتری کی امید نظر آئی...... بھولا بھالا حد سے زیادہ نرم دل...... شیر خواری سے جوانی تک کے سفر میں ساتھ تھی گویا خاموش اشارہ تھا کہ خدا کے لیے زین ہمیں ثمینہ کے شکنجے سے بچاؤ......
''چھوڑ دیں نانو...... thy are v.innocent دیکھیں اس کی طرف، رو رہی ہے بیچاری...... ان کو کیا پتا

ڈائمنڈ کیا ہوتا ہے......ان غریب لوگوں کی وجہ سے تو میں نے Nike کا جوگر اور جیکٹ پہننا چھوڑ دیا ہے، بولٹن مارکیٹ میں ٹھیلوں پر سیل ہو رہا ہے دو نمبر Nike......'' ثمینہ بڑی طبیعت سے پھٹنا چاہ رہی تھیں......مگر بمشکل خود کو روک رہی تھیں کہ کہیں عرشلہ نہ آ ٹپکے۔

''تم کیا کرنے گئے تھے بولٹن مارکیٹ......؟''

''اچھا پہلے تو آپ ان غریبوں کو release کریں......ورنہ میں نہیں بتاؤں گا اچھی سی نانو بن کے دکھائیں......'' زین نسوانی انداز میں دونوں ہاتھ ثمینہ کے سامنے پھیلا کر شریر سے انداز میں کہہ رہا تھا۔ ثمینہ پر کڑی گزر گئی......مگر وہ نوکروں کے سامنے ایک حد کی پابند تھیں بہر حال وہ ان کا نواسہ تھا، بہر حال عرشلہ کو فیس کرنا ہوتا تھا۔

''اٹس او کے......'' انہوں نے زین کو نظر انداز کر کے از سرِ نو توجہ نوکروں پر کی۔

''ابھی تو تم لوگ اپنا کام کرو......میں وقت دے رہی ہوں......مگر رات سے پہلے میں پولیس کو کال کروں گی۔''

ایک طرح سے انہوں نے آخری کارڈ اور فل پریشر کا استعمال کیا۔

''نو، نو......نانو......'' زین جاتے، جاتے پھر پلٹ آیا۔

''نانو......کیا ہو گیا ہے آپ کو......گیٹ پر پولیس وین آئے گی تو پڑوسی ہمیں کرمنل سمجھیں گے۔''

اب ستر سالہ ثمینہ کی بس ہو گئی تھی۔

''عرشلہ......'' وہ ہذیانی انداز میں چلائی تھیں۔

"good God" زین نے دایاں ہاتھ اپنے گال پر رکھ کر قدرے خوفزدہ ہو کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

''زین بہت امیر ہے پاپا......دس، پندرہ ہزار سے کم کا گفٹ نہیں دیتا......'' فری اپنی تمام خواہشات پوری ہونے کے باعث خوشی سے کھلی پڑ رہی تھی۔

سالار صاحب کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے اس کی بات بہت توجہ سے سن رہے تھے......فری کا ہنستا چمکتا چہرہ دیکھ کر وہ ایک گونہ روحانی سکون محسوس کر رہے تھے۔ فری ان کا کل سرمایہ تھی۔ اس کی آنکھ سے گرنے والا ایک آنسو انہیں آگ کا سمندر لگتا تھا۔

''یعنی دس، بارہ فرینڈز پر وہ سیدھے، سیدھے ایک لاکھ اڑا دیتا ہے۔'' سالار صاحب وہ ہلکی سی ہنسی ہنسے جو شاید ان کی بیٹی کے لیے مخصوص تھی۔

''اس سے زیادہ......اور وہ جو ہمیں لنچ برنچ کراتا رہتا ہے وہ الگ اور پاپا، آپ کو ایک مزے کی بات بتاؤں......!'' فری کو اچانک کچھ یاد آیا، ایک دم پُر جوش نظر آنے لگی۔

''ہمارا ایک فیلو سمیر ہے ناں......وہ اپنے پاپا کی پرمیشن کے بغیر ان کی فیورٹ کار کالج لے آیا تھا۔'' فری نے بولتے، بولتے بہت غمگین سی شکل بنائی۔

''برا ہوا کہ ایک کیری نے کار کو ہٹ کر دیا۔ سمیر تو جیسے اپنے پاپا کے ڈر سے بے ہوش ہی ہو گیا تھا۔ مگر زین نے اس کو ہمت دلائی اور اپنے مکینک سے کام کرایا......پاپا seventeen thousand (سترہ ہزار) کا بل بنا تھا جو زین نے اپنی پاکٹ منی سے دیا تھا۔'' فری نے جی بھر کر زین کی دھاک بٹھائی۔

''اس کے فادر کے جہاز چلتے ہیں......'' سالار صاحب نے فری کے بالوں میں اپنی انگلیاں شرارت کے انداز میں چلائیں جیسے اس کا سر کھجا رہے ہوں۔

''جہاز تو اڑتے ہیں پاپا......'' فری الجھی۔

سالار صاحب نے اپنی کیمبرج پڑھی بیٹی کو سمجھایا۔
''میں ship کی بات کر رہا ہوں...... '' سالار صاحب نے اپنی کیمبرج پڑھی بیٹی کو سمجھایا۔
''اس بیچارے کے تو پاپا ہی نہیں ہیں...... ''
"He is an orphan" فری نے بڑی دلسوزی سے کہا جیسے رونے کے لیے اشارے کی منتظر ہو......
تم نے شاید پہلے بھی بتایا تھا۔''
''اوہ...... آئی ایم سوری...... میں بھول گیا تھا...... تم نے شاید پہلے بھی بتایا تھا۔''
''اس کے پاپا obviously بہت امیر ہوں گے...... اس کی ماما تو کوئی جاب نہیں کرتیں...... ''
''جاب والے کا بچہ فرینڈ کی کار کا بل پے نہیں کرتا...... پاپا کی جان۔'' سالار صاحب نے کافی کا خالی مگ جھک کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا۔ لہجے میں شفقت ومحبت کی حرارت واضح تھی۔
''ہاں تو پھر اس کی ماما کا کوئی بزنس ہوگا...... سپر لگژری لائف ہے پاپا ان لوگوں کی...... ''
''یہ تمہاری عمر ہے اس طرح کی باتیں کرنے کی...... تمہیں کس شے کی کمی ہے؟ تمہارا یہ کام رہ گیا ہے کہ بس آس پاس یہی نوٹ کرتی رہو...... کہ کس کی لائف لگژری ہے اور کس کی سپر لگژری...... ''
سارہ خانساماں کے ساتھ کچن میں مصروف تھیں اور کچن میں فری اور سالار صاحب کی باتوں کی آواز بالکل صاف آرہی تھی۔
موڈ تو پہلے ہی خراب تھا...... اب اس کی بے تکی باتیں اور اس پر مستزاد سالار صاحب کا بہت دلچسپی سے اس کی باتیں سننا...... گویا جلتی پر تیل کا کام ہوا حالانکہ اتنی دیر سے وہ خود کو سمجھانے میں لگی ہوئی تھیں کہ آج کی تاریخ میں وہ باپ، بیٹی سے بات کرنے میں پہل نہیں کریں گی۔
مگر زین کی دولت کے قصیدے سن کر انہیں صرف اور صرف اس وجہ سے غصہ آیا کہ ماں، باپ کی طرف سے ملنے والی بے حساب نعمتوں کا احساس نہیں...... اپنے سے اوپر والوں کو رشک سے دیکھنے کے علاوہ جیسے کوئی اور بات ہی دماغ میں نہیں آتی۔ ماں کی اچانک مداخلت اور اس پر غصے کی شدید کیفیت...... فری تو باپ کی شہہ ملنے کی آس پر پہلے سے ہی اکھڑ گئی۔
''زین کو میری طرح رونے کے بعد چیزیں نہیں ملتیں...... آپ کو تو ہر چیز مہنگی لگتی ہے۔ پیسے پاپا کے ہوتے ہیں مگر تکلیف آپ کو ہوتی ہے...... پاپا تو آرام سے سب کچھ دلا دیتے ہیں...... آپ ہی پاپا کو منع کرتی ہیں...... '' یہ کہہ کر پاؤں پٹختے ہوئے وہ اپنے روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔
''سارہ...... اتنی سختی ٹھیک نہیں ہوتی...... یہ ہمارے وقت کے بچے نہیں ہیں...... بہت کچھ جانتے ہیں...... دنیا پاکٹ میں لیے گھوم رہے ہیں...... زیادہ وقت گھر سے باہر رہتے ہیں۔'' سالار صاحب ماحول دیکھ کر مصلحت کوشی سے کام لے رہے تھے...... ورنہ تو اکثر وہ سارہ ہی کو جھاڑ پلا دیتے تھے۔
''ماں اچھا برا نہیں بتائے گی تو پھر آسمان سے فرشتے اتریں گے......؟ آپ کے لاڈ پیار نے اسے بدتمیز اور خودسر بنا دیا ہے۔''
''میرے لاڈ پیار نے نہیں تمہاری بے جا روک ٹوک نے اسے بدتمیز بنایا ہوگا۔ کھل کر سانس لینے دو اسے...... یہ اس کے باپ کا گھر ہے...... اسے باپ کے گھر میں کھل کر سانس لینے کی اجازت نہیں ہوگی تو پھر وہ گھر بنا دو جو اس کے باپ کے گھر سے بہتر ہوگا...... '' وہ بہت غضبناک دکھائی دیے۔
''قید خانہ مت بناؤ...... '' یہ کہہ کر آگے بڑھے مگر چند قدم چل کر رک گئے۔ ''پھر پتا ہے ناں کہ کیا انجام ہوتا ہے؟'' اور سارہ کی طرف گھورتے ہوئے بولے۔
''ایک اوپر تمہارے ہی گھر میں بیٹھی اپنے نصیب کو رو رہی ہے ناں...... !'' یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ ایک

پل کے لیے نہیں رکے...... آگے بڑھتے گئے سارہ ششدر سی سالار صاحب کی پشت کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

☆☆☆

گراؤنڈ فلور کو فرسٹ فلور سے ملانے والا ایک زینہ نیچے وسیع لاؤنج سے اوپر چھت تک جاتا تھا اور دوسرا زینہ باہر پورچ کے بائیں جانب سے دونوں فلورز کو ملاتا چھت پر تمام ہوتا تھا مگر وہ راستہ زیادہ تر شمسہ اور واصف ہی آنے جانے کے لیے استعمال کرتے تھے اور سارہ اوپر جانے کے لیے اندر کا زینہ ہی استعمال کرتی تھیں۔

سالار صاحب نے تو مدت سے اپنے گھر کا فرسٹ فلور ہی نہیں دیکھا تھا۔ شمسہ یا واصف سے کوئی بات کرنا ہوتی تو نیچے طلب کرلیا جاتا...... گراؤنڈ فلور کے لاؤنج سے ابھرنے والی آوازیں بالکل صاف اوپر لاؤنج میں پہنچتی تھیں۔

بھائی کے آخری جملے نے سارے کام بھلا دیے تھے...... چند ثانیے ساکت رہنے کے بعد ایک گہری سانس سینے سے آزاد کی اور واصف کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

''شکر ہے یہ اندر چلا گیا تھا۔ سن لیتا تو...... دونوں سنبھالنا پڑتا...... ایسے ہی جیسے آگ لگ جائے تو جان بچانے کے لیے ادھر اُدھر بھاگتے ہیں......

دو محرم ہیں...... مگر حرم نہیں ہے...... گھر اور پناہ گاہ میں بہت فرق ہوتا ہے۔''

کوئی خیال سلگ رہا تھا۔

آنسوؤں کی دھند نے دل پر اتنا دباؤ ڈالا کہ یوں محسوس ہونے لگا جیسے لوہے کے خول نے دل کی دھڑکنوں کو محدود کردیا ہو...... گویا پرندہ پنجرے میں پھڑ پھڑا رہا ہو۔

☆☆☆

شکستہ سائے

اپنی حیثیت بھول کر محلوں کے خواب دیکھنے والی ایک دوشیزہ کی شکستہ زیست کا قصہ **فرح بخاری** کے قلم کا جادو

نخل وفا

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات **اے آر راجپوت** کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان **ڈاکٹر عبدالرب بھٹی** کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

شاہ زین رضوان، عائشہ نصیر، قرۃ العین سکندر، تنزیلہ احمد، سیدہ شاہدہ شاہ، علی اختر و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''اف...... ممی آپ ابھی تک ring ڈھونڈ رہی ہیں؟'' عرشلہ، ثمینہ کے بیڈروم میں داخل ہوئیں تو اندر کا منظر دیکھ کر سر پکڑ لیا۔ وارڈ روب وہ بھی چھ دروازوں والی خالی ہو چکی تھی...... جو کچھ وارڈ روب میں تھا وہ بیڈ پر منتقل ہو چکا تھا۔ فرش پر جیولری باکسز کے ڈھیر تھے اور ہر سائز دستیاب تھا۔

''ظاہر ہے جب تک رنگ نہیں ملے گی ڈھونڈوں گی تو سہی ناں...... کوئی مذاق ہے...... لاکھوں کی شے ہے۔'' ثمینہ غرائیں۔

''مجھے تو آپ کی فکر ہو رہی ہے...... اس عمر میں آپ اتنا اسٹریس لیں گی تو health issues''۔

''کوئی ضرورت نہیں میری فکر کرنے کی......'' ثمینہ کاٹ کھانے کو دوڑیں۔

''وہ ایک بکری پالی ہے تم نے اس کے گھاس، پانی کی فکر کرو......''

''ممی...... کتنا معصوم ہے بیچارہ آپ کو اس پر ترس نہیں آتا۔ فرشتوں کی باتیں کرتا ہے...... آج کے زمانے میں کوئی ینگ بوائے آپ کو ایسا نظر آئے گا؟ میں بھی کبھی کبھی ڈانٹ دیتی ہوں تو بعد میں بہت روتی ہوں...... یوں لگتا ہے جیسے کوئی بہت بڑا گناہ کر بیٹھی ہوں......'' عرشلہ بہت اداس نظر آنے لگی تھیں۔

''مجھے کسی کی کوئی بات سمجھ نہیں آ رہی......'' ثمینہ نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے اس لیے کہ میں اپنی بہت قیمتی شے کھو چکی ہوں خدا کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دو......''

''چھوڑ بھی دیں اس کا پیچھا۔'' عرشلہ بری طرح جھلائی تھیں۔

''ممی...... آپ ابھی میرے ساتھ چلیں، میں آج ہی آپ کو ڈائمنڈ رنگ دلاتی ہوں بس مجھے اپنی ریلیکسڈ ممی چاہئیں۔''

''نہیں چاہیے مجھے کچھ بھی نیا...... this ring is my asset'' یہ کہہ کر وہ کپڑوں کے ڈھیروں میں دونوں ہاتھ چلانے لگیں جیسے ایک ہذیانی کیفیت میں مبتلا ہو گئی ہوں...... عرشلہ کی تسلیاں الٹا اثر کر رہی تھیں...... گویا جلتی پر تیل......

''asset تو پھر میری ہی تھی ناں...... inharitance یعنی میری ملکیت وراثت کے حساب سے۔''

''عرشی......'' وہ زور سے چلائیں۔

عرشلہ انجانے میں ہل کر رہ گئیں اور ہونقوں کی طرح ماں کی شکل دیکھنے لگیں۔

''تم خود تو سائیکو ہو...... مجھے بھی پاگل کر کے چھوڑو گی......''

ثمینہ کے بوڑھے اعصاب اس سے زیادہ برداشت کرنے کی اہلیت کھو چکے تھے۔

''بہت لیٹ پتا چلا...... ممی...... ہم تو...... ابنارمل ہیں...... میں بھی اور آپ بھی...... ایک ذرا سی رنگ ہی تو کھو گئی...... ڈاکو سب کچھ تو نہیں لے گئے ناں...... فرض کریں سب کچھ لے بھی جاتے تو ہمیں فرق پڑتا؟ بینکوں میں بہت پڑا ہے......'' وہ بولیں۔

''uk والے دونوں اپارٹمنٹ پاؤنڈز میں سیل ہوں گے۔ پاکستانی کرنسی میں huge amount بنتا ہے۔'' عرشلہ نے انہیں assests گنوائے۔

''باہر پورچ میں ڈیزل پڑا ہے...... چھڑک کر آگ لگا دو گھر کو...... اور اونچا بولو...... سناؤ نوکروں کو...... انہی کو ڈاکو بنا دو......'' وہ چلائیں۔ ثمینہ جان چھڑانے کی نیت سے واش روم میں چلی گئیں اور زور سے دروازہ بند کیا۔

عرشلہ نے کمرے کے پھیلاوے کا طائرانہ جائزہ لیا...... پھر واش روم کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

''گڈ جاب ممی...... کیپ اٹ اَپ، اچھا ہے آپ کچھ دنوں کے لیے بزی ہو گئیں......''

عرشلہ کو اب شدت سے سگریٹ کی طلب ہو رہی تھی۔ سر گھوم رہا تھا۔

☆☆☆

''پھپھو...... پھپھو......'' فری زینے سے ہی شور مچاتی آ رہی تھی۔

شمسہ ٹیسٹ پیپرز چیک کرتے، کرتے چونک کر زینے کی طرف دیکھنے لگیں۔ فری اورنج کلر کا کامدار کرتا تنگ پائجامہ اور بڑا سا دوپٹا سنبھالتی اوپر چلی آ رہی تھی۔ ہاتھ میں درجن بھر میچنگ چوڑیاں پکڑی ہوئی تھیں۔

''لیٹ ہو رہی ہوں...... یہ مجھ سے پہنی نہیں جا رہیں...... شاید میں نے ویٹ gain کیا ہے۔'' وہ دھپ سے صوفے پر ان کے برابر بیٹھتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔

شمسہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''کہاں کی تیاری ہے؟''

''اچھی لگ رہی ہوں ناں......؟'' اس نے پُرشوق انداز میں غور سے شمسہ کی طرف دیکھا۔

''ماشاء اللہ...... اللہ نظرِ بد سے بچائے...... بہت پیاری لگ رہی ہو...... کم از کم لڑکی تو لگ رہی ہو...... ہر وقت لڑکوں والے کپڑے پہنے نظر آتی ہو...... خیر تو ہے ناں...... یہ آج خاص تیاری کس سلسلے میں ہے؟'' وہ اس کے ہاتھ سے چوڑیاں لیتے ہوئے پُرتجسس انداز میں پوچھنے لگیں۔

''وہ زین ہے ناں...... اس کی برتھ ڈے ہے روسائی میں گروپ کو ڈنر دے رہا ہے اس نے اسپیشلی گرلز کو بولا ہے...... سب traditional ڈریس پہن کر آئیں گی اور چوڑیاں بھی ضرور پہنیں گی......''

''یہ زین کون ہے......؟'' شمسہ نے اس کا دایاں ہاتھ تھام کر احتیاط سے چوڑیاں چڑھاتے ہوئے الجھے ہوئے انداز میں سوال کیا۔

''پتا نہیں کتنی مرتبہ آپ کے سامنے زین کی بات کی ہے۔ بھول جاتی ہیں آپ...... وہ تھوڑا، تھوڑا لڑکی جیسا ہے...... نازک سا...... سب لوگ اس کو لے کر سبد ھے کمنٹس پاس کرتے ہیں...... مگر وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا...... پر بیچارہ ہرٹ تو ہوتا ہو گا ناں...... ویسے ہمارے گروپ میں جتنے اسٹوڈنٹس ہیں سب اچھے بچے ہیں۔''

واصف اچانک ایک طرف سے سیل فون پر نظریں جمائے سامنے آ گیا۔ ایک لمحے کو فری کے نئے روپ نے اسے جیسے ٹھٹکا دیا تھا۔

اورنج کرتے دوپٹے پر پرپل ریشم اور وہائٹ موتیوں کے نازک سے کام نے عجیب رونق بکھیر دی تھی...... دوپٹا ذرا سا کاندھے پر باقی نیچے پڑا تھا۔ سر پر onion اسٹائل کا چھوٹا سا جوڑا...... کانوں کے پاس لہراتی ہوئی لٹیں...... اورنج لپ اسٹک...... نازک سی جیولری...... اتنے اہتمام سے تو شاید وہ کسی کی شادی میں بھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ کالج یونیفارم اور گھر میں ٹام بوائے والا حلیہ...... شاپنگ کے لیے نکلتی تو جینز اور کُرتی...... سارہ کے ٹوکنے کی وجہ سے دوپٹے کی جگہ اسکارف یا اسٹالر لے لیتی۔

مگر آج تو انداز ہی نرالے تھے۔

''آج تھوڑی بہت انسانوں والی لُک تو آ رہی ہے......'' وہ سامنے کرسی پر ہی ڈٹ گیا...... نہ چاہتے ہوئے...... وہ سامنے بیٹھی تھی۔ وہ بھی انسانیت کے جامے میں......

''زین دیکھے گا تو بہت خوش ہو گا...... پھپھو وہ تو بچوں کی طرح چھوٹی، چھوٹی باتوں پر خوش ہو جاتا ہے۔ تھینک گاڈ...... ''روتی شکل'' نہیں ہے۔'' اس نے واصف پر کھلا طنز کیا تھا۔

''ہائے پھپھو...... آہستہ...... ہاتھ درد کر رہا ہے۔'' چوڑیاں اٹکیں تو وہ کراہ کر بے ساختہ بولی...... اور ہاتھ کھینچ لیا۔

''بس سب چڑھ گئیں...... دورہ گئی ہیں۔''
واصف ابھی فری کے الفاظ کی چبھن کے زیرِ اثر تھا۔
''شٹ اپ...... تم مجھے کسی ڈفر کے ساتھ کمپیئر نہیں کرو گی...... وہ کارٹون......''
''یو شٹ اپ......'' فری پر تو جیسے جن سوار ہو گیا۔
''تم میری انسلٹ کر رہے ہو...... میرے فرینڈ کی نہیں...... پھپو...... آپ سمجھائیں...... اگر اس بیچارے کو پتا چل جائے کہ میرے گھر میں لوگ اسے کارٹون کہتے ہیں تو بہت شاکڈ ہو گا...... اور بہت روئے گا۔''
''ارے وہ روتا بھی ہے؟ آج اس کی برتھ ڈے ہے میری طرف سے اسے گفٹ میں ٹشو پیپر کا پیک دے دینا۔''
''اسے تمہارے چیپ گفٹ کی ضرورت نہیں ہے...... وہ ٹشو پیپر بنانے والی پوری فیکٹری کھڑے، کھڑے خرید سکتا ہے۔ تمہاری طرح دوسروں کے گھر میں نہیں رہتا...... وہ گھر نہیں پیلس میں رہتا ہے۔'' فری غصے میں تلملاتی انگارے چبا رہی تھی۔
شمسہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبا کر زور سے بھینچا تھا۔ انہوں نے سہمی، سہمی نظروں سے واصف کی طرف دیکھا تھا۔
واصف احساسِ توہین سے ذرا کی ذرا ساکت ہوا تھا۔
''تمہارے پاپا، ماں کا شیئر کیوں نہیں دیتے...... رہنے کو گھر دیا ہے کوئی احسان کیا ہے...... میں بڑا ہو چکا ہوں مگر آج بھی میری ماں کی چوکیداری ایسے کر رہے ہیں جیسے......'' وہ کچھ کہتے، کہتے رک گیا۔
''جب کرنا چاہیے تھی تب پتا نہیں کہاں تھے......'' وہ بڑبڑاتا ہوا اپنے روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
''پاپا کے سامنے بولو ناں...... دو لگائیں گے پکڑ کر......'' شمسہ نے فری کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے۔
''چپ ہو جاؤ بیٹا...... اور دیکھو...... بھائی کو نہ بتانا...... پھپو بہت کمزور ہے...... بہت بے بس...... تم فکر نہ کرو...... واصف کا سمسٹر مکمل ہو جائے گا...... تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے...... میں کون ہوتی ہوں بھائی سے حصہ مانگنے والی......! انہوں نے اتنے برس سر چھپانے کو جگہ دی...... مہربانی ان کی......'' شمسہ کی آنکھوں سے چند آنسو ٹپک پڑے۔
فری، شمسہ کے آنسو دیکھ کر پگھل گئی۔
''پھپو، آپ بہت اچھی ہیں...... میں نے کبھی آپ کی اونچی آواز نہیں سنی...... مگر یہ تو بالکل پاگل ہے...... علاج کرائیں اس کا...... لوگوں کی انسلٹ کر کے یہ کنگ نہیں بن جائے گا......''
''او پر مت آیا کرو......'' واصف پھر دروازے کے فریم میں ایستادہ نظر آیا۔
''یہ میرا گھر ہے...... میں چاہوں تو پاپا سے کہہ کر آج ہی تمہیں یہاں سے نکال دوں...... بس پھپو کی وجہ سے......''
شمسہ نے آگے بڑھ کر واصف کو اندر کی طرف دھکیلا اور ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کر دیا۔
فری دھپ، دھپ کرتی زینہ اترنے لگی۔
شمسہ نے بے بسی سے واصف کے روم کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

سارہ نے سب سن لیا تھا مگر انہوں نے کوئی مداخلت نہیں کی تھی، آج سے پہلے وہ ہمیشہ جھاڑ پلاتی تھیں۔ مگر آج وہ باپ بیٹی سے سخت ناراض تھیں۔
فری نیچے آئی تو ماں کو اخبار کے صفحات الٹ پلٹ کرتے پایا ایک لمحے کو ٹھٹکی اور خود کو مرتب کیا...... اور خود کلامی

کے انداز میں بڑبڑائی اصل مقصد ماں کو سنانا اور خود کو صاف ستھرا بنا کر پیش کرنا تھا۔
''ایک دم جاہل ہے...... پتا نہیں کیا سمجھتا ہے اپنے آپ کو...... سارا موڈ خراب کر دیا۔''
''بات نہیں کرو مجھ سے...... جو بات کرنی ہے اپنے پاپا سے کرو......'' سارہ نے اخبار تہہ کر کے ٹیبل پر پٹخ دیا۔
فری نے کندھے اچکائے اور بڑی ڈھٹائی سے اپنا ہینڈ بیگ صوفے سے اٹھایا۔
''میں جارہی ہوں...... ڈرائیور کو واپس نہیں بھیجوں گی، وہ میرے ساتھ ہی ہوگا...... پاپا کو بتا دیا تھا میں نے۔''
سارہ سنی ان سنی کر کے کچن کی طرف چلی گئیں۔
اکثر اس طرح کے سین چلتے رہتے تھے...... سالار صاحب کے کہنے سے وہ سوری کر کے ماں کو منا لیتی تھی...... مگر آج تو واصف نے اس کے اندر جیسے زہر انڈیل دیا تھا...... اس وقت اسے اس ماحول سے دور چلے جانے کی جلدی تھی...... ماں کا موڈ...... اس کی تو پروا ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

''ایک مہینے سے کہہ رہی تھی کہ وائرنگ خراب ہے سی سی کیمرے کام نہیں کر رہے مگر تم کو تو پروا ہی نہیں تھی۔'' ثمینہ نے تلاشِ بسیار کے بعد پھر عرشلہ پر چڑھائی کر دی تھی۔
عرشلہ کمرے کی بالکنی میں کھلی فضا میں اپنی پسندیدہ سگریٹ انجوائے کر رہی تھیں۔ کرسی کی پشت پر ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے جانے کن پُرفضا مقامات کی بغیر ٹکٹ سیر کرنے میں مگن تھیں۔ ممی کی چنگھاڑ پر ہڑبڑا کر آنکھیں کھول کر گھورنے لگیں جیسے کچھ سمجھ نہ آئی ہو...... پھر مزہ خراب ہونے کی وجہ سے برامان کر گویا ہوئیں۔
''اٹس اوکے، میں ابھی الیکٹریشن کو کال کر کے بلوا لیتی ہوں...... آپ ریلیکس کریں......''
''میں پولیس کو کال کر چکی ہوں...... جب تمہارا موڈ ہوا الیکٹریشن کو بلوا لینا......''
''پ...... پو...... پولیس؟'' عرشلہ گھبرا کر کھڑی ہوگئیں۔
''ممی...... یہ نہ کریں...... فضول میں ٹائم ویسٹ ہوگا...... ہونا کچھ بھی نہیں ہے......''
''یہ تو کرنا پڑے گا ورنہ آئندہ بھی کچھ ہو سکتا ہے۔''
''ممی...... فضول میں تماشا بنے گا...... ایک اور کام مل جائے گا...... پولیس کے فون اٹینڈ کرنے کا...... اب آپ پولیس کو بھی اندر سے سارا گھر دکھا دیں......'' عرشلہ کا بی پی شوٹ لگا...... وہ دوبارہ دھپ سے کرسی پر گر گئیں۔
''آپ کو پتا ہے پولیس آپ کے لاکرز تک چیک کرے گی۔ کب سے کہہ رہی ہوں یہ اتنا سب کچھ گھر میں نہ رکھیں بینک لاکرز میں رکھوا دیں۔ مگر آپ کو تو بینک پر اعتبار ہی نہیں......''
عرشلہ کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ماں کو کیسے قائل کریں۔
''ہاں تو کیسے بھروسا کروں...... ہر دوسرے دن بینک لٹ رہے ہیں۔''
عرشلہ کے ظاہر شدہ تحفظات سے ثمینہ پر کچھ اثر تو ہوا تھا کچھ فکر مند بھی نظر آ رہی تھیں۔ مگر انگوٹھی کی گمشدگی سے آگے ذہن کام ہی نہیں کر رہا تھا۔
''خیر آپ فون کر چکی ہیں اب کیا ہو سکتا ہے...... اپنا خزانہ پولیس سے چھپا سکتی ہیں تو چھپا لیں۔'' عرشلہ نڈھال ہو رہی تھیں کیونکہ ذہن ساتھ نہیں دے رہا تھا۔
''ارے میں نے پولیس کو کال کی ہے...... چوروں کو نہیں...... انہی نوکروں میں سے کسی کے پاس سے رنگ برآمد ہوگی...... تم دیکھ لینا۔''
ثمینہ جانے کے لیے مڑیں۔

''فرض کریں چور تو ایک ہی ہوگا مگر ٹارچر تو بے گناہوں پر بھی ہوگا...... کیا یہ ظلم نہیں...... بعد میں آپ گلٹی فیل نہیں کریں گی۔''
عرشلہ کو کش لگائے دیر ہوگئی تھی سگریٹ ختم ہونے کے قریب تھی۔ انگلیوں پر تپش پہنچی تو سگریٹ فوراً پھینک دی اور اپنی انگلیوں کی طرف دیکھتے ہوئے فرش پر پڑے سگریٹ کے ٹکڑے کو سلیپر سے مسل دیا۔
''میں پولیس کو روم میں جانے ہی نہیں دوں گی...... بس نوکروں کو سامنے کردوں گی...... پریشان نہ ہو......''
ثمینہ جیسے عرشلہ کے بجائے خود کو تسلی دے رہی تھیں۔ عرشلہ کا ہوا میں اڑایا تیر اتفاق سے نشانے پر جا لگا تھا۔

☆☆☆

''یار پتا تو کرو یہ فری کہاں رہ گئی...... کال ہی پک نہیں کر رہی۔'' کلاس فیلو عمران عرف گمی بہت جھنجلا رہا تھا۔
''کچھ لوگ اپنی امپورٹنس ظاہر کرنے کے لیے جان بوجھ کر لیٹ ہوتے ہیں کیونکہ پھر پہلے سے آئے ہوئے لوگ ان کو بہت غور سے دیکھتے ہیں۔''
شہزا جو زین کی فرمائش پر پشواز اور بڑا سا دوپٹا پہن کر آئی تھی اور مدت بعد وزنی لباس پہننے کی وجہ سے گویا بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ جل بھن کر بولی۔
''ایک منٹ میں چیک کرتا ہوں......'' زین اپنے سیل پر فری کا نمبر ڈائل کرنے لگا۔ ''بیل تو ہو رہی ہے۔'' اس نے امید بھری نظروں سے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

''سرور کو تو صبح سے تیز بخار ہے...... بری طرح کھانس بھی رہا ہے۔ میں نے کہہ دیا تھا جاؤ ڈاکٹر سے دوا لاؤ اور اپنے کوارٹر میں رہو اندر مت آنا۔'' سارہ خفا، خفا انداز میں فری کو بتا رہی تھیں۔
''تو آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا...... آپ کو پتا تھا ناں میں صبح سے تیاری کر رہی ہوں......'' فری رونے والی ہوگئی۔
''تم ماں سے انسانوں کی طرح بات کرو تو تم سے کوئی بات کرے...... اپنے پاپا کو ہی بولو...... وہ دیں گے ناں تمہیں پک اینڈ ڈراپ......''
''ماما...... یہ آج آپ نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے...... آدھے گھنٹے سے سب کے فون آرہے ہیں...... سب پہنچ چکے ہیں۔''
''ارے...... تم ابھی تک گھر میں ہی ہو...... ابھی تک تمہاری تیاری مکمل نہیں ہوئی......'' سالار صاحب بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر آئے تو حیرت سے فری اور سارہ کو باری، باری دیکھنے لگے۔
''سرور کو تیز بخار ہے صبح سے کوارٹر میں ہے، میرے ذہن سے ہی نکل گیا تھا۔'' سارہ نے آف موڈ میں ہی جواب دیا۔
''اب آپ اس کی خدمت کریں...... ڈراپ کر کے آئیں......'' یہ کہہ کر سارہ باہر کی طرف جانے لگیں۔
''میں پاپا کو engage نہیں کروں گی...... آن لائن ٹیکسی منگا لیتی ہوں......'' سارہ جاتے، جاتے پلٹ آئیں۔
''کوئی ضرورت نہیں...... اس تیاری کے ساتھ تم اکیلی ٹیکسی میں جاؤ گی......؟''
''یہ لیں...... پاپا...... ماما کو بتائیں آن لائن ٹیکسی سیف ہوتی ہے۔'' فری کی تو غصے سے ٹانگیں کانپنے لگیں...... وہ لیٹ ہو رہی تھی۔ فرینڈز کی کال پر کال آرہی تھی۔
سالار صاحب نے ایک سوچتی ہوئی نظر بیگم پر دوڑا کر سارہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بیوی کو حد سے زیادہ ڈی

گریڈ تو نہیں کر سکتے تھے۔ خوب صورت جوان جہاں بنی بیٹی تو ویسے ہی اندیشے ابھارنے لگتی ہے۔

''ایک منٹ میں واصف کو کہتا ہوں......'' انہیں فوراً مفت کے نوکر کا خیال آیا...... جو کہ اکثر آتا رہتا تھا۔

''واصف......؟'' فری کو زور سے جھٹکا لگا تھا۔

''پاپا......واصف Fortuner ڈرائیو کرے گا......؟'' وہ الجھن میں نظر آئی۔

''Fortuner''

سارہ نے گھور کر دیکھا تھا۔

تم Fortuner لے کر جاؤ گی......؟ تین ہزار کا پٹرول لگ جائے گا۔''

''تو آپ کا کیا خیال ہے میں ''Mira'' میں جاؤں گی! اپنی انسلٹ کراؤں گی؟''

''پلیز سارہ......اس وقت یہ بحث نہ چھیڑو...... یہ لیٹ ہو رہی ہے۔'' سالار صاحب نے نرم لہجے میں مصلحتاً بیوی کو ٹوکا......ساتھ ہی بلند آواز میں واصف کو آواز دی۔

''واصف......''

''ایک منٹ بھائی، میں بھیجتی ہوں، اس کے کمرے کا دروازہ بند ہے۔'' فوراً ہی شمسہ کی آواز آئی۔ ساتھ دروازہ دھپ، دھپ بجانے کی آواز سنائی دی۔

سارہ نے دونوں باپ، بیٹی کی طرف ایک سوچتی ہوئی نظر دوڑائی۔ اس وقت وہ خود کو درحقیقت بہت بے بس محسوس کر رہی تھیں۔

چند سیکنڈز میں واصف بھاگنے کے انداز میں زینہ اترتا ہوا نظر آیا۔ اور آخری سیڑھی پر پہنچ کر حیران نظروں سے تینوں کی شکل پر لکھا پڑھنے کی کوشش کی۔

''جی ماموں......''

''یار......فری کو شاہراہ فیصل پر ڈراپ کرنا ہے، سرور کی حالت ٹھیک نہیں......وہ ڈرائیو نہیں کر سکتا۔''

''صرف......ڈراپ ہی نہیں کرنا ہے، واپس لے کر بھی آنا ہے......'' فری نے پورا شیڈول بتایا۔

''کتنی دیر تک کا پروگرام ہے؟'' واصف نے براہ راست فری سے پوچھا۔

''تمہاری کیا فلائٹ کنفرم ہے؟ اب جتنی بھی دیر لگے......'' سالار صاحب نے برہمی سے واصف کی طرف دیکھا۔

''پھر بھی ماموں......کچھ تو پتا......''

''بس......زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں......فالتو میں پلنگ توڑتے رہتے ہو۔ وہیں گاڑی لاک کر کے سو جانا۔''

''جاؤ میرے روم سے چابی لے آؤ......''

''کون سی گاڑی لے کر جانی ہے؟'' سارہ فوراً ہی وہاں سے چلی گئی تھیں مگر انہوں نے واصف کا سوال سن لیا تھا۔

''Fortuner'' سالار صاحب نے جواب دیا۔

''Mira'' میں بھی تو جا سکتے ہیں......'' اسے واقعی حیرت ہو رہی تھی۔

''تم نے سنا نہیں پاپا نے کیا کہا ہے......کان صاف نہیں کرتے کیا؟'' لیٹ ہونے کی وجہ سے فری بری طرح پھٹ پڑنے کو تیار تھی۔

''لوگوں کو پتا نہیں کہ کان کی صفائی سے زیادہ دل کی صفائی ضروری ہے۔''

واصف کو اس وقت اپنی اہمیت کا اندازہ تھا......اس نے موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ سالار صاحب خون کا

گھونٹ پی کر رہ گئے تھے۔

☆☆☆

''good God......اس فری کی بچی نے تو مروا ہی دیا......'' زین تنگ جینز اور کڑھائی والی چھوٹی سی کرتی میں دونوں ہاتھ اپنے گالوں پر رکھے دائیں بائیں ہلکورے لیتے ہوئے الہڑ دوشیزہ کے انداز میں بے چینی کا اظہار کر رہا تھا۔ اسی وقت اس کے فون کی اسکرین روشن ہوئی فری کا فوٹو لنک ہو رہا تھا ساتھ ہی ماحول میں رنگ ٹون نے انتشار پیدا کیا۔

''اللہ میاں جی رحم کرنا...... کہیں silly نے سوری بولنے کے لیے کال نہ کی ہو......'' زین نے سینے پر ہاتھ رکھ کر بڑی ادا سے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اور کال لی......

''ہے...... لو...... ڈیئر...... جان لوگی کیا...... enough is enough۔''

''زین کی بس ہو چکی تھی...... اس نے ساتھیوں کی خاطر اسپیکر آن کر دیا۔

''میں راستے میں ہوں...... آج بہت سارے لوگوں کی ایک ساتھ ڈیتھ ہو گئی تھی۔ بس میں زندہ بچ گئی...... بس پہنچ رہی ہوں......''

فری کی آواز گونجی اور سب ہکا بکا رہ گئے تھے۔

''بہت سارے لوگوں کی ڈیتھ؟''

☆☆☆

''ذرا اسپیڈ دو......'' فری سیل فون بیگ میں رکھتے ہوئے واصف کی طرف دیکھ کر غرائی۔

''آگے والے اسپیڈ دیں گے تو اسپیڈ دوں گا...... اگر کہو تو ان پر چڑھا دوں...... پھر تم پارٹی اٹینڈ نہیں کر سکو گی......''

''پھر بھی تم اس طرح ڈرائیو نہیں کر رہے جس طرح کرنا چاہیے...... سب اوورٹیک کرنے کا چانس دے رہے ہو......''

''اتنا کچھ پتا ہے تو خود ڈرائیو کر لیا کرو......''

''میں کمفرٹس میں رہتی ہوں...... فضول میں کیوں خود کو تھکاؤں؟ بہرحال تمہیں ابھی ٹھیک سے ڈرائیو نہیں کرنا آتا...... ہو سکتا ہے Fortuner میں بیٹھ کر کانفیڈنس لوز کر گئے ہو۔'' فری نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ واصف کی طرف دیکھا۔

''ایسا کرو تم آن لائن ٹیکسی چلانا شروع کر دو...... ہاتھ بھی صاف ہو جائے گا...... پھپو کی بھی ہیلپ ہو جائے گی...... بیچاری رات کو جاگ، جاگ کر نوٹ بکس چیک کرتی رہتی ہیں۔''

فری اتنی لاابالی یا بنیادی ذہانت سے عاری تھی کہ لگژری گاڑی ڈرائیو کرنے والے کو دورانِ ڈرائیونگ ذہنی اذیت دے رہی تھی۔

مگر دوسری طرف کمال کا ضبط تھا۔

''مشورہ اچھا ہے مگر باؤنڈنگ بہت زیادہ ہے...... ویسے میں آج کل ہوم ٹیوشن کے لیے کوشش کر رہا ہوں تاکہ ماموں کو گھر کا کرایہ تو دینا شروع کروں......''

''میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ تم ہمیں کرایہ دینا شروع کر دو...... its none of my business''

فری نے بڑے شاہانہ دمنفردانداز میں کاندھے اچکائے۔

''جو دے سکتا ہوں...... وہ لوگ لیں گے نہیں اس لیے کم از کم کرایہ تو دینا شروع کروں۔''

''تم کیا دے سکتے ہو......؟ تمہارے پاس ہے کیا؟'' فری نے طنزیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا۔
''میرے پاس ایسی شے ہے جو کروڑوں میں کسی کے پاس ہوتی ہے۔'' واصف نے گردن موڑ کر گہری نظروں سے فری کی طرف دیکھا۔
''خود ہی سوچ کر خوش ہو جایا کرو...... سنڈے بازار کی شرٹ پہن کر تم بل گیٹس کا بزنس پارٹنر بننے کا سوچا کرو...... سوچنے میں کیا جاتا ہے۔'' فری نے ایک بھرپور طنزیہ قہقہہ لگایا تھا۔
مگر قہقہہ درمیان میں ہی کہیں اٹک گیا۔
اس کے سیل فون کی رنگ ٹون سنائی دے رہی تھی۔
وہ بیگ سے فون نکالنے لگی...... جیسے سب کچھ بھول گئی تھی۔ بدحواسی کا انداز تھا۔
''سوچنے میں واقعی کچھ نہیں جاتا...... میں تو وہ کچھ سوچ لیتا ہوں جو تمہارا باپ بھی نہیں سوچ سکتا۔'' گیئر بدلتے ہوئے اس نے کن انکھیوں سے فری کی طرف دیکھا جو کال لے رہی تھی۔

☆☆☆

''شمسہ...... میں ذرا سدرہ (فرینڈ) کی طرف جا رہی ہوں...... اس کی مدر کی ڈیتھ ہو گئی ہے کینیڈا میں...... میں ابھی تک تعزیت کے لیے نہیں گئی۔'' سارہ اوپر آ کر شمسہ کو اپنے پروگرام سے مطلع کر رہی تھیں۔
''ٹھیک ہے بھابی...... بھائی تو گھر پر ہی ہیں ناں......؟''
''ہاں...... وہ ابھی تک لیپ ٹاپ پر بزی ہیں...... نو بجے تک ہی کھانا کھائیں گے...... سب کچھ تیار ہے بس تم دو تین چپاتیاں ڈال دینا...... خانساماں سرور کی خدمت میں لگا ہوا ہے...... میں نے اسے کہہ دیا ہے کہ سرور کو آٹو میں لے جا کر برابر چیک اپ کرا دے......''
''ٹھیک ہے بھابی...... آپ بے فکر رہیں، میں دیکھ لوں گی......'' شمسہ نے اِدھر اُدھر بکھرے پیپرز سمیٹنا شروع کر دیے۔
جب سے نئی پرنسپل آئی تھی ان کا گھر تو کسی سرکاری دفتر کا نقشہ پیش کرنے لگا تھا۔
خود بھی پھرتیلی تھی اور اسٹاف کی بھی دوڑیں لگواتی تھی۔ کوئی کام دینے کے آدھے گھنٹے بعد ہی چپراسی کو بھیج کر پوچھ لیتی تھی کہ ''ہو گیا'' کوئی پیریڈ خالی نہیں مل رہا تھا اور صبح جاتے ہی اسے ''منہ دینا'' ہوتا تھا کہ ہوم ورک چیک ہو گیا...... ڈائیریز بھی نمٹ گئیں۔ ٹیسٹ پیپرز بھی تیار ہیں وغیرہ، وغیرہ......
پندرہ سال پرانی ملازمت ہر وقت داؤ پر لگی تھی۔ سالانہ انکریمنٹ کے بعد اچھی خاصی سیلری ہو چکی تھی۔ کہیں نئے سرے سے جاب کرنا پڑتی تو پھر زیرو سے آغاز ہوتا۔
جاب ان کی شدید مجبوری تھی۔ بھائی نے رہنے کا ٹھکانا دیا ہوا تھا یوٹیلٹی بلز تو ان کی اپنی ذمے داری تھے۔ واصف کی پڑھائی کے اخراجات کے علاوہ جوان لڑکے کے اور بھی خرچے ہوتے ہیں وہ تو ماں کا ہاتھ بٹانے کے لیے ہر وقت تیار تھا مگر شمسہ خود اسے روکتی تھیں اس کے روشن مستقبل کے لیے انہیں اس کی چمکتی ہوئی ڈگری کا شدت سے انتظار تھا۔ ان کا خیال تھا پرائیویٹ سیکٹر میں سیٹھ خون نچوڑ کر گھر بھیجتا ہے کیونکہ وہ خود بھی سالہا سال سے ایک برانڈڈ اسکول کے سیٹھ بھگتا رہی تھیں۔
واصف ایم بی اے کے آخری مراحل سے گزر رہا تھا اور وہ جیسے پل، پل گن رہی تھیں۔
سارہ نیچے جا چکی تھیں۔ شمسہ نے کلاک کی طرف دیکھا اور گہری سانس لی۔
گھر میں کوئی نہیں ہے...... بھائی کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور صبر و برداشت کا ایک پہاڑ سر کرنا ہے۔

☆☆☆

ایک روسی کہانی میں کسی صابروشاکر کسان کا قصہ تھا جس کے صبروشکر پر شیطان کو بہت تکلیف تھی۔
ایک روز بھوک سے نڈھال کسان کی روٹی چرا کر اس نے کسان کا صبر آزمایا مگر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ کسان تب بھی شکر کر رہا تھا کہ چلو کوئی مجھ سے بھی زیادہ بھوکا ہوگا تب ہی تو روٹی چرانے پر مجبور ہوا...... شکر ہے میری روٹی کسی بھوکے کے کام آگئی۔ شیطان کو تو یہ دیکھ کر شدید غصہ آیا...... بھوک تو سب سے بڑی آزمائش ہوتی ہے وہ بھی کسی محنت کش دھوپ میں جھلستے کسان کی...... اب تو شیطان اس کے پیچھے ہی پڑ گیا کہ نکالتا ہوں تیرا صبروشکر......
اس نے کسان کو جَو اگانے کی ترکیبیں بتانا شروع کیں اور اسے گر سکھایا کہ بارشوں کی وجہ سے ہر سال جو کی فصل تباہ ہو جاتی ہے تم ہموار زمین کے بجائے ڈھلوان پر جو کاشت کرو...... بارش کا پانی ڈھلوان پر رک نہیں سکے گا اور فصل خراب نہیں ہوگی۔
شیطان کی بتائی گئی تدبیروں سے غریب کسان خوشحال ہوگیا۔ جو کا سب سے بڑا بیوپاری بن گیا۔ امپورٹ ایکسپورٹ پھر جو کی شراب کشید کرنے والی فیکٹریاں، کارخانے محل جیسے گھر میں نوکروں کی فوج...... دعوتیں، تہوار شاہانہ انداز میں منائے جانے لگے۔
شہر کے رئیسوں کو بہترین شراب ملتی جو کسان کی خوب صورت بیوی اپنے ہاتھوں سے سرو کرتی کہ کسان کی خصوصی ہدایت تھی۔
ایک رات شراب سرو کرتے ہوئے ایک لڑکھڑاتے ہوئے رئیس کے ٹکرانے سے شراب کے بلوری پیالے جو سونے کی ٹرے میں خاص ترتیب سے لگے ہوئے تھے فرش پر گر کر چکنا چور ہوگئے۔
ماضی کے صابروشاکر غریب کسان نے بھری محفل میں ایک زناٹے دار تھپڑ بیوی کے رخسار پر رسید کیا۔ اور زور سے چلّایا۔
”تیرے باپ کا مال ہے...... جو پھینکتی پھر رہی ہے؟“ ثمینہ کی ہیرے کی انگوٹھی...... کسان کے ٹرے میں سجے ہوئے شراب کے چند پیالے تھے۔ ان کی پوری ہستی ہل کر رہ گئی تھی۔
برصغیر میں عورت کی اوسط عمر کے حساب سے وہ زندگی کے آخری دور سے گزر رہی تھیں۔
مگر ہیرے کی انگوٹھی میں جان اٹک کر رہ گئی تھی...... علاقے کا ایس پی چھڑی ہتھیلی پر مارتے ہوئے وسیع و عریض لاؤنج میں ٹہل رہا تھا۔ ایک لیڈی کانسٹیبل اور دو سپاہی ایک طرف کھڑے حکم کے منتظر تھے۔
ثمینہ بھاری صوفے کی سنگل سیٹ پر بازو پھیلائے بڑے رعب و دبدبے کے ساتھ بیٹھی تھیں۔
تمام ملازمین لائن حاضران کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے۔
عرشلہ کو پولیس کے آنے کی خبر تو مل گئی تھی مگر وہ بیڈ روم کے حلیے میں تو باہر نہیں آسکتی تھیں پھر انہیں پولیس کی آمد سے جو شاک لگا تھا سنبھلنے کے لیے بھی کچھ وقت چاہیے تھا۔ وہ جینز اور لوزی شرٹ میں ملبوس آستینیں فولڈ کرتی باہر آئیں تو ایس پی نے چونک کر الٹرا ماڈرن حسین و جمیل خاتون کی طرف دیکھا۔
”یہ میری بیٹی ہے عرشلہ صمدانی......“ ثمینہ نے آف موڈ میں تعارف کرایا۔
”آپ دونوں کے علاوہ کوئی اور فیملی ممبر......؟“ ایس پی نے دونوں کے چہروں کو باری، باری ناقدانہ انداز میں دیکھا۔
”میرا نواسہ، عرشلہ کا بیٹا......“ ثمینہ نے فوراً جواب دیا۔
”کیا عمر ہے اس کی...... اس وقت کہاں ہے؟“ ایس پی نے براہ راست عرشلہ سے سوال کیا۔
”بیس سال...... اور وہ ابھی باہر ہے...... گھر پر نہیں ہے۔“ عرشلہ نے ماں کی طرف خفا، خفا انداز میں دیکھتے

مٹی کی ڈوو

اسکنر کا قول ہے۔ "تم مجھے کسی بھی رنگ، کسی بھی نسل، کسی بھی قوم کے بچے دو میں انہیں ڈاکٹر، انجینئر، پائلٹ، ڈاکو، چور یا کچھ بھی بنا سکتا ہوں۔" یعنی وہ تربیت پر اس قدر یقین رکھتا تھا۔ ماہر نفسیات کے بقول شخصیت...... ارث اور ماحول کا حاصل ضرب ہوتا ہے۔ ایک ماں کی ذمے داری ہے بچوں کی بہترین پرورش...... انہیں نکھارے۔ یہ وہ dough (کوری مٹی) ہے جسے مختلف سانچوں میں ڈھال کر کسی بھی روپ میں سنوار سکتے ہیں۔ لیکن بقول بنتِ حوا اس ڈوو کو دنیا میں لانے ہی میں ختم ہو جاتے ہیں تو مزید تخلیق اور جدت کہاں کریں نکھار اور سنگار کہاں کریں۔ ساس کا حکم...... بی بی اپنے رب کا حکم مانو بچوں کا کچھ خیال کرو۔ شوہر کا مطالبہ بج سنور کر رہو مسکراہٹ کے ساتھ استقبال کرو، تواضع کرو۔ دل کہتا ہے اپنی ذات کا بھی حق ہے۔ یوگا کرو، ورزش کرو، متوازن غذا لو، ڈھیر سارا پانی پیو اچھا میک اپ کرو، پابندی سے پارلر جاؤ اگر ایسا نہیں کرو گی تو تمھارے شوہر کہیں اور دلچسپی لینا شروع کر دیں گے۔ پھر ہاتھ ملتی رہ جانا۔ ارے گھر کو سجاؤ سنوارو گھر کا ہر کونا آئینے کی طرح چمکنا چاہیے۔ تمام رشتے داروں اور محلے والوں سے بہتر اشیا ہمارے پاس ہونی چاہیے۔ اگر گھر گندا ہوگا تو اچانک آنے والے مہمان کیا کہیں گے۔ بچوں کی پکار...... امی آپ کو تو کچھ پتا نہیں آج کل ایسے نہیں ہوتا آپ کو تو لیپ ٹاپ بھی استعمال کرنا نہیں آتا۔ میرے دوست کیا کہیں گے۔ میری بے عزتی ہو جائے گی۔ آپ کو تو سادہ سی عام سی ڈش بنانی آتی ہیں کبھی اٹالین، چائنیز، کوکٹیل وغیرہ بنائیں۔ ابا میاں، اماں، امی جان، شوہر اور بچوں کا خیال کرنا ان کی ضرورتیں وقت پر پوری کرنا۔ میکے کا، رشتہ داروں کا، بھائی بہنوں کا خیال رکھنا۔ پارک جانا، جم جانا کلب جانا غرض کتنے ہی کام ہیں ایسے کہ جیسے سیکڑوں ہاتھ ہوں۔

میڈیا پر بار بار ان کی تصویر کشی کی جاتی ایک ہی جملے کی تکرار کہ ظلم ہو رہا ہے، ظلم کا ساتھ دینے والا ظالم ہوتا ہے۔ یہ سب تو ہو رہا ہے۔ زمانے سے ہو رہا ہے۔ عورتیں پہلے سب کچھ خوشی خوشی کرتی تھیں اب بوجھ سمجھتی ہے۔ یہ جملے ہتھوڑے بن کر سر پر برستے ہیں ناسور بن کر زندگی کو نگل لیتے ہیں مگر اس کا حل بھی تو ڈھونڈنا ہے اور ایک مضبوط سمجھدار اور متحرک خاتون یہ سب کرسکتی ہے مگر اس سب میں پورا گھرانا مددگار ہو تو تب کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ اور وہی آج کا پیغام ہے جسے ہر فرد کو سمجھنا ہے۔

از قلم: نصرت مبین

ہوئے جواب دیا۔

"آپ اسے بلوا لیں......" ایس پی نے روبوٹ کے انداز میں کہا۔ عرشلہ نے بری طرح چونک کر ایس پی کی طرف دیکھا۔

"وہ اپنے فرینڈز کے ساتھ اپنی برتھ ڈے سیلی بریٹ کر رہا ہے...... میں اسے نہیں بلوا سکتی...... اور میں اسے کیوں بلواؤں......؟ وہ میرا بیٹا ہے چور نہیں ہے۔" عرشلہ نے بدقت اپنی مشتعل کیفیت کنٹرول کی۔

"دیکھیں میم...... جب کوئی واردات ہوتی ہے تو تمام متعلقہ لوگوں سے تفتیش کرنا ہوتی ہے۔ مجرم تو ایک ہوتا ہے پوچھ گچھ کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔"

"آفیسر آپ مجھے مطلب نہ سمجھائیں...... میں اپنے بیٹے کی انسلٹ برداشت نہیں کروں گی...... یہ سب میرے پرانے سرونٹس ہیں...... مجھ سے تو ان کی انسلٹ بھی برداشت نہیں ہو رہی...... مگر ممی کی خاطر یہ تکلیف برداشت کر رہی ہوں......" عرشلہ اندر کا طوفان روکنے کی جدوجہد میں جیسے کانپنے لگی تھیں۔

"یعنی آپ دونوں ماں، بیٹی ایک پیج پر نہیں تھیں تو آپ نے ہمیں کیوں پریشان کیا۔ آپ جانتی ہیں جب ہم

آن ڈیوٹی ہوتے ہیں تو ہمارا ٹائم کتنا قیمتی ہوتا ہے۔'' ایس پی کی انا تو ویسے ہی بارود کا ڈھیر ہوتی ہے ذرا سی چنگاری سے بھڑک جاتی ہے۔ وہ ناراض نظر آیا تو ثمینہ فوراً کھڑی ہو گئیں......

''اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے......آپ ان سے پوچھ پڑتال کریں......اور مال برآمد کریں۔'' ثمینہ نے... دوٹوک انداز میں پولیس کو اس کا کام بتایا۔

''چلو بھئی ان سب کو ڈالے میں بٹھاؤ......''

نوکر، عرشلہ کی طرف فریادی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ امیر بی بی اور شبانہ تو بلک، بلک کر رونے لگی تھیں۔

عرشلہ نے شدید دکھ اور غصے کی کیفیت میں ماں کی طرف دیکھا۔

''ممی اگر ان میں سے کسی کے پاس سے آپ کی رنگ برآمد نہیں ہوئی ناں تو میں زین کو لے کر اس گھر سے چلی جاؤں گی۔'' یہ کہہ کر وہ پاؤں پٹختے ہوئے اپنے بیڈ روم کی طرف چل پڑیں۔

ایس پی نے بہت ہوشیاری سے ماحول کو سونگھنے کی کوشش کی۔ ماں، بیٹی کے اختلافی رویے سے اس کو فائدہ ہو سکتا ہے۔ اب وہ اس نکتے پر غور کر رہا تھا۔

☆☆☆

زین اور فری پل، پل رابطے میں تھے۔ واصف راستے بھر نوٹ کر رہا تھا کہ فری میسج ریسیو کر رہی ہے فوراً ریپلائی کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مطلوبہ مقام کی پارکنگ میں fortuner داخل ہوتے ہی ایک طرف منتظر کھڑا زین گاڑی کے پیچھے یوں بھاگتا ہوا آیا جیسے بچے لان میں تتلی کے پیچھے بھاگتے ہیں۔ جیسے بس نہیں چل رہا تھا کہ چلتی گاڑی سے فری کو کھینچ کر باہر نکال لے۔

گاڑی رکتے ہی واصف نے ڈور لاک کھولے اور ایک مدھم سی آواز ماحول میں مرتعش ہوئی۔

فری پلک جھپکنے کے عمل میں گاڑی سے نیچے اتری۔ انتظار کی اذیت سے نڈھال زین نے ماتا کی ماری ماں کی طرف اپنے بازو وا کیے اور فری کو علامتی طور پر گلے سے لگا کر اس کے بالوں پر بوسہ دیا۔

واصف کی توجہ کیونکہ فری کی طرف تھی، زین کی موجودگی تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی۔ اسی لیے اسے زور کا جھٹکا لگا تھا۔

زین سگریٹ پینٹ، کٹ سلیو شرٹ میں ملبوس تھا۔ بالوں میں بل کھائی تار کے ڈیزائن کا ہیئر بینڈ اور شرٹ کی ہم رنگ سرخ رنگ کی پونی بھی بندھی ہوئی تھی۔ واصف نے ونڈو گلاس نیچے کر دیا تھا۔ تاہم فوراً ہی چڑھا لیا تھا۔

''جاؤ میں تم سے نہیں بولتا......تم تو ویسے ہی میرے لیے اسپیشل ہو، لیٹ ہونے سے تمہاری ویلیو زیادہ نہیں ہو جاتی تھی......اینی ویز......تم نے جو reason بتائی ہے اس لیے معاف کیا۔ اگر تم پہلے بتا دیتیں تو میں تمہیں پک کر لیتا۔''

زین نے فری کو کاندھوں سے تھاما ہوا تھا۔

''ایک منٹ میں واصف کو بتا دوں......''

وہ چکر کھا کر ڈرائیونگ سیٹ والی ونڈو کی طرف آئی اور گلاس نیچے کرنے کا اشارہ کیا۔ واصف نے کھولتے لہو کے ساتھ شیشہ نیچے کیا۔

''کم از کم دو گھنٹے لگیں گے......تم اپنا کام کر سکتے ہو......دو گھنٹے کے بعد مجھے پک کر لینا۔'' وہ بات کرتے ہوئے ساتھ، ساتھ اپنی قیمتی رسٹ واچ میں ٹائم بھی دیکھ رہی تھی۔

''پٹرول بہت مہنگا ہے......ورنہ واٹر پارک چلا جاتا اور پانی میں غوطے لگاتا رہتا......اس وقت

103 ٹمپریچر ہے۔'' اس نے دانت پیس کر جواب دیا۔
فری جیسے مستی کی کیفیت سے چونک کر باہر آئی۔
''تمہیں بخار ہے......؟'' اس نے پوچھا۔ ''اچھا تم کلینک جا کر میڈیسن وغیرہ لے لو......''
''یہ فیور سے آگے کی کوئی شے ہے۔'' اس نے زیر لب کہا۔
''اب جاؤ یہاں سے...... اپنے مفت کے مشوروں کے ساتھ۔'' وہ یوں بولا جیسے کچا چبا جائے گا۔
فری کا خون کھولنے لگا مگر زین مزید انتظار کی اذیت برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں تھا، وہ فری کے قریب آ چکا تھا۔ فری نے نے خود کو نارمل کیا جبراً مسکرائی۔
زین نے اسے پھر کاندھوں سے تھام لیا اور یوں لے کر چلا جیسے نئی نویلی دلہن کو حجلۂ عروسی میں لے جایا جاتا ہے۔
واصف نے گاڑی بیک کی اب وہ طریقے سے پارک کر رہا تھا۔
ہاتھوں میں اتنی حدت تھی گویا اس نے دھوپ میں کھڑی گاڑی کا اسٹیئرنگ پکڑ لیا ہو۔

☆☆☆

''نعیم نعیم...... نعیم......'' سالار صاحب نوکر کو آواز دیتے، دیتے کچن کے سامنے آ چکے تھے۔ شمسہ عجلت کے انداز میں چپاتی بیل رہی تھیں۔
''تم یہاں کیا کر رہی ہو؟'' سالار صاحب کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔
''جی بس آپ بیٹھیں...... میں کھانا لگا رہی ہوں......؟'' شمسہ نے بھائی کو سامنے پا کر ہمیشہ کی طرح سارا اعتماد کھو دیا...... یوں لگا جیسے سارے جسم پر رعشہ طاری ہو گیا ہے۔
''وہ خانساماں نہیں......'' انہوں نے بولنا چاہا...... بات ادھوری رہ گئی۔
''تم سے کس نے کہا تم میرے کچن میں آ کر یہ ڈرامے بازی کرو......''
''وہ بھائی......''
''اوپر جاؤ...... مجھے نہیں کھانا......'' وہ بولے۔
''یہ اتنے نوکر پل رہے ہیں...... حرام کھاتے ہیں...... بیس، بیس ہزار تنخواہ لے رہے ہیں...... سالے، نمک حرام، کام چور......'' وہ غصے میں بڑبڑاتے واپس بیڈروم کی طرف جا رہے تھے۔
شمسہ نے بیلی ہوئی چپاتی روبوٹ کے انداز میں توے پر ڈالی اور دانتوں تلے ہونٹ دبا لیے...... اب وہ بلک، بلک کر رو رہی تھیں۔

☆☆☆

''تم سب ایک نمبر کے کنجوس ہو...... gyes...... تم اتنے سارے اور یہ اتنا سا پیک......'' زین چھوٹا سا گفٹ پیک ہاتھ میں پکڑے حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا اور کسی گاؤں کی گوری کی طرح اپنی لمبی، لمبی پلکیں جھپک رہا تھا۔
''ارے اس میں بم ہے......''
ربیعہ نے جملہ پھینک کر تالی بجائی۔
زین بڑی ادا سے اور خوفزدہ انداز میں جلدی سے گفٹ پیک میز پر رکھ رہا تھا۔
"oh my Almighty" اس نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر چھت کی طرف دیکھا۔
''ڈرا دیا...... لے کے......''
سب لطف اندوز ہو کر کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

''ڈرپوک......'' حارث نے زین کی پشت پر دھپ رسید کی۔
''اگر اس میں ٹائم بم ہوتا تو ہم تمہیں چھوڑ کر بھاگ چکے ہوتے۔'' سمیر نے زین کی پونی پر دستِ شفقت دھرتے ہوئے گویا تسلی دی۔
''اب تم یہ ہمارے سامنے کھولو گے......'' زویا نے پیک اٹھا کر زین کو تھمایا۔
''تم لوگوں نے ضرور کوئی خطرناک جوک کیا ہوگا...... ذرا میری ہارٹ بیٹ چیک کرو......'' اس نے زویا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔
''اتنے چھوٹے سے پیک سے ڈر رہے ہو......؟'' عدیل نے ایک جھٹکے سے زویا کے ہاتھ سے پیک جھپٹ کر چیر پھاڑ شروع کر دی۔ ''میں بھوک سے مرنے لگا ہوں......''
''اس کوئن وکٹوریہ نے ویٹ کرا کے آج ہمارا دھرکس نکال دیا ہے۔''
''کچُومر.......'' سمیر نے تصحیح کی۔
''یار تمہاری اردو تو گزارے لائق بھی نہیں......''
عدیل اس دوران کارروائی مکمل کر چکا تھا۔ ایک بلیک ویلوٹ کے کور والا جیولری باکس سب کے سامنے تھا۔
''واؤ......'' زین کی آنکھیں خوشی سے ستاروں کی طرح دمکنے لگیں۔ جیولری تو اس کی کمزوری تھی۔
"oh bundle of thanks" اس نے مسرت سے معمور لہجے میں کہا اور عدیل کے ہاتھ سے باکس لے لیا۔
''پہلے کھولو تو...... بعد میں تھینک یو بولنا۔'' زین نے پھر ڈر کر سب کی طرف دیکھا۔
''بابا کھولو...... ورنہ میں تمہیں کھا جاؤں گا......'' عدیل نے گلا پکڑنے کے لیے زین کی طرف ہاتھ بڑھائے۔
''اوکے......اوکے......'' زین نے سہمے، سہمے انداز میں سب کو باری، باری دیکھتے ہوئے باکس کھولا...... سامنے لش پش دمکتی سونے کی چین تھی۔ زین کا منہ خوشی سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔
''lovely ......'' اس نے سب کی طرف ہوائی بوسہ ارسال کیا۔
عدیل اب کیک کی طرف متوجہ ہوا۔
''تم گولڈ انجوائے کرو...... میں کیک کھا رہا ہوں......''
''ہیپی برتھ ڈے...... ہیپی برتھ ڈے'' زویا نے کیک فوراً اٹھا لیا۔
''صبر کرو یار......'' فری نے جلدی سے چھری اٹھا کر زین کے ہاتھ میں دی۔
حارث نے جیب سے لائٹر نکال کر کینڈل روشن کی۔ اب سب ہی ہم آواز ہو کر برتھ ڈے کا خاص گیت گا رہے تھے۔

☆☆☆

واصف بیک سیٹ پر جا کر لیٹ گیا تھا۔ مگر اسے آسانی اور بغیر انتظار کیے نیند تو کبھی بستر پر نہیں آتی تھی تو گاڑی میں کیا آتی تھی۔
''تمہارے پیرنٹس کو اندازہ نہیں کہ ماڈرن دنیا کے تعاقب میں دوڑتے ہوئے بالآخر عورت کس حال میں نظر آتی ہے۔ تنہا...... رشتوں سے آزاد عورت...... کتنی قابلِ رحم ہو جاتی ہے۔ مگر میں تمہاری روح...... تمہاری purity کو بچانے کے لیے آخری حد تک جاؤں گا۔ کیونکہ تم ''ہمارا گھر'' ہو...... اور اب گھر میں دوسرا حادثہ نہیں ہونا چاہیے۔''

(جاری ہے)

قسط 3

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا دُکھ بھرا ہے
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے۔ انا [illegible] کا ضمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر [illegible]
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا اسفل سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پہ
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو دلوں سے جڑے احساس، اَن کہی سرگوشی کے آدم و حوا کی کہانی

وہ بیک سیٹ پر بیچ گہری نیند سو گیا تھا۔ فریشہ نے پہلے تو ونڈو گلاس پر بہت آہستہ سے انگوٹھی سے ٹک، ٹک کیا..... مگر جب ہلکی ٹک، ٹک سے کوئی فرق نہیں پڑا تو کوفت و بے صبری کے عالم میں دونوں ہاتھوں سے دھپ، دھپ کرنا شروع کر دیا۔ واصف کی نیند ٹوٹی تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے آس پاس کوئی ہنگامہ پھوٹ پڑا ہو۔
فوراً اٹھ کر سر جھٹک کر گہری نیند کے اثر سے باہر آنے کے جتن کرنے لگا مگر فری سے تو صبر ہی نہیں ہو رہا

تھا.....اسے تو کار کا دروازہ کھول کر منتظر ڈرائیور کی عادت تھی۔ ڈرائیور کو بھی اس کے مزاج کا اچھی طرح اندازہ تھا۔ اس طرح کی کوتاہی کرنے کا کبھی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مگر واصف تو سکون سے بیٹھا خود کو جارحانہ کررہا تھا۔

اسی وقت دھپ، دھپ کی تکرار سن کر گارڈ قریب آگیا اور فری کی طرف متفکر نظروں سے دیکھ رہا تھا جو نان اسٹاپ دھڑ دھڑ کا اس پر دھپ، دھپ کررہی تھی۔ وہ فری کے قریب آکر آنکھیں پھاڑ، پھاڑ کر اندر جھانکنے لگا۔ اور بڑی تشویش سے گویا ہوا.....وہ واصف کو میڈم کا ڈرائیور سمجھ رہا تھا۔

''میڈم.....یہ نشہ تو نہیں کرتا؟'' اسی وقت واصف نے ڈور کھول دیا تھا.....ماحول میں کھٹاک کی آواز مرتعش ہوئی۔

گارڈ نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ فری اچھل کر بیٹھ گئی اور کھا جانے والی نظروں سے واصف کی طرف دیکھا جس کے بکھرے بال پیشانی پر جھک آئے تھے۔

گارڈ نے ہی دروازہ بند کردیا تھا۔

''کچھ پی کر نور ہے تھے کیا؟'' وہ غرائی۔

''کسی کا خون پینے کا ارادہ تو کرتا ہوں پھر سوچتا ہوں.....بعد میں دیکھیں گے۔'' اس نے بیک مرر میں خود کو دیکھتے ہوئے بال انگلیوں سے سنوارنا شروع کردیے۔

''ہاں تو ہو ہی جانور.....'' وہ بھڑکی۔

''جانور سے "Fortuner" ڈرائیو کرواتی ہو.....؟ تمہیں اپنے دماغ کا علاج کرانا ہوگا۔''

''فضول کی باتیں نہیں سنوں گی.....گاڑی چلاؤ.....'' اس نے بدقت تمام اپنی بلند ہوتی ہوئی آواز کو کنٹرول کیا۔

''تمہیں کتنے فضول باتیں کر کے آئی ہو.....اب میری بھی سننا پڑیں گی.....ڈرائیور نہیں ہوں.....کزن ہوں.....''

واصف نے اسپیڈ بڑھاتے ہوئے ذرا کی ذرا اس کی طرف دیکھا، وہ آگ برساتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نگاہوں کا تصادم ضرور ہوا مگر روشنی مدھم ہونے کی وجہ سے تاثرات سو فیصد منتقل نہ ہوسکے۔

''زبردستی کے کزن ہو.....میرے پاپا تو consider ہی نہیں کرتے۔'' وہ طنزیہ انداز میں مسکرا کر اپنی زلفیں سنوارنے لگی۔

''یعنی وہ اپنی سگی بہن کو ہی consider نہیں کرتے.....'' واصف نے بھرپور قہقہہ لگایا۔

''پھپھو تو ان کی بہن ہیں.....مگر تم.....تم پتا نہیں کہاں سے آئے ہو۔'' فری نے بے ڈھب انداز میں بہت نامناسب بات کرڈالی تھی۔

واصف نے زور سے بریک لگایا تھا۔ اتنی زور سے کہ وہ آگے کی طرف جھک گئی تھی اور ڈیش بورڈ پر دونوں ہاتھ رکھ لیے تھے۔

''اپنے باپ سے پوچھو میرا پتا.....میں اپنی ماں کی انسلٹ برداشت نہیں کروں گا.....وہ جو لڑکی تمہارے کا تمہیں بچھڑی ہوئی اولاد کی طرح گلے لگاتا ہے.....وہ کیا لگتا ہے تمہارا.....اگر وہ گلے نہ لگائے تو کیا اس کا بزنس loss ہوجائے گا.....ایکٹنگ کرتا ہے صرف لڑکیوں کو گلے سے لگانے کے لیے اس نے یہ گیٹ اپ کیا ہوا ہے.....رئیسوں کی بگڑی ہوئی کارٹون اولاد.....'' واصف نے جی بھر کر بھڑاس نکالی۔

''تم میرے دوست کی انسلٹ نہیں کرسکتے.....'' فری ہذیانی انداز میں چلائی۔

''جو میری ماں کی انسلٹ کرے گا، میں اسے نہیں چھوڑوں گا.....'' واصف غرایا۔

''میں پاپا کو بتاؤں گی.....دیکھنا وہ تمہارا کیا حشر کریں گے.....'' فری مٹھیاں بھینچ کر چلائی۔

''ہزار مرتبہ بتاؤ.....ڈرتا نہیں ہوں میں تمہارے پاپا سے.....وہ مجھے شوٹ نہیں کرسکتے.....جیل کی ہوا

کمانے کے خیال سے ہی ان کی ہوا اکھڑ جائے گی۔" واصف نے گاڑی کو گیئر لگا کر آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اب تم پاپا کی انسلٹ کر رہے ہو...... میں تمہیں گھر سے نکلوا دوں گی۔ روڈوں پر پھرتے نظر آؤ گے...... اور زیادہ ماں...... ماں مت کرو...... تم کون سا اپنی ماں کی عزت کرتے ہو؟" فری نے جنونی انداز میں دونوں ہاتھوں سے ڈرائیونگ کرتے واصف کا بازو جھنجوڑ دیا۔

"وہ میرا ماں کے ساتھ پیار ہے...... تمہارے باپ نے اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ان کی درگت بنائی ہے، اب بھگت رہے ہیں۔"

واصف نے خطرناک حد تک اسپیڈ بڑھا دی جو اس کے چڑھتے ہوئے پارے کا پتا دے رہی تھی۔ آنکھوں سے گویا شعلے نکل رہے تھے۔

"آہستہ چلاؤ...... مارو گے کہیں......" اب فری کو اتنی خطرناک اسپیڈ سے سچ مچ خوف آیا...... وہ حلق پھاڑ کر چلائی تھی۔

"جان بہت پیاری ہے؟ مرنے سے ڈرتی ہو...... لیکن جو ڈرتا ہے وہی تو مرتا ہے۔" واصف پر اس کے چلانے سے کوئی فرق پڑتا نظر نہیں آیا۔

"میں کہتی ہوں اسپیڈ کنٹرول کرو......" وہ سچ مچ خوفزدہ نظر آئی۔

''آئندہ مجھے ڈرائیو رنہیں بناؤ گی......؟'' واصف نے اسپیڈ کم کرتے ہوئے بندے لینا شروع کر دیے۔
''نہیں، نہیں، کبھی نہیں...... آئندہ تمہاری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہوں گی۔''
''میری خراب بائیک کا مذاق نہیں اڑاؤ گی؟'' وہ ایک، ایک بات اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔
''روزانہ مجھے یونیورسٹی ڈراپ کرو گی......'' وہ فاتحانہ انداز میں مسکرایا۔
''پاپا سے کہہ کر تمہیں نئی کار دلوا دوں گی...... سوری تمہیں ڈراپ نہیں کروں گی۔'' وہ چھوٹے بچے کی طرح..... بے بسی سے رونے والی ہو گئی تھی۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے رفتار بتانے والی سوئی کو بھی دیکھ رہی تھی مگر پھر بھی ہوش مندی سے کٹ منٹ کر رہی تھی۔
''مجھے تمہاری کار نہیں چاہیے...... نہیں چاہیے...... نہیں چاہیے...... میں اپنی کو اپنے پیسوں سے خریدوں گا...... مجھے بس یونیورسٹی پک اینڈ ڈراپ چاہیے اور اس گاڑی میں جو تمہیں پک اینڈ ڈراپ کرتی ہے۔'' اس نے سائڈ میں گاڑی روک دی تھی اور دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر تکیہ بنا کر سر کے پیچھے رکھ کر اطمینان سے بیٹھ گیا تھا...... باہر بھی تاریکی تھی اور گاڑی کے اندر بھی۔
''میں پاپا سے تمہاری شکایت کروں گی...... چھوڑوں گی نہیں......'' وہ ماحول کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے بڑبڑانے کے انداز میں گویا ہوئی تھی۔
''میں نیچے اتر رہا ہوں...... تم خود ڈرائیو کر کے چلی جاؤ......'' گاڑی میں ٹک، ٹک کی آواز سنائی دی واصف اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اترنے لگا۔
''جو تم کہہ رہے ہو وہ سب کچھ کروں گی...... دیکھو کتنا سناٹا ہے...... کوئی آ گیا تو ہم دونوں کو ہینڈز اپ کر دے گا...... پھر تم کیا کرو گے......؟'' بے بسی میں بھی انا سے جان چھڑانا مشکل تھا...... خود تو ڈر رہی تھی اب واصف کو بھی ڈرانے کی کوشش کر رہی تھی۔
''آنے والوں کو کہہ دوں گا میں تو ڈرائیور ہوں...... یہ گاڑی میڈم کی ہے۔''
''پلیز واصف سارے بدلے لے لینا...... مگر ابھی تو یہاں سے چلو...... مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔''
''ہوں......'' واصف نے بڑے اجنبی انداز اور بے مروتی سے اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑایا۔
''اچھا پہلے میری ایک بات کا جواب دو...... پھر چلتے ہیں......''
''جلدی بولو......'' فری نے بے صبری سے باہر جھانکتے ہوئے کہا۔
''تم آج روسائی میں ڈنر کر کے آ رہی ہو ناں......''
''ہاں، ہاں میرے دوست کی برتھ ڈے تھی...... وہ تو شکر کرو...... عین وقت پر پروگرام چینج ہو گیا...... ورنہ plan تو ''دو دریا'' جانے کا تھا۔ وہ تو گھر سے اور زیادہ دور ہے...... تم تو مجھے مار ہی دیتے ورنہ......''
''اسٹاپ...... نیوز پیپر پڑھنے کے لیے نہیں کہا تھا۔'' واصف نے پوزیشن سنبھال کر گاڑی اسٹارٹ کرنے کی نیت کی۔
فری بے قراری سے اس کی ایک، ایک حرکت پر نگاہ کیے ہوئے تھی۔
''آج تم نے بہت انجوائے کیا ناں......'' اس نے انجن اسٹارٹ کیا۔
''بہت، بہت زیادہ......'' اگنیشن میں چابی گھومتے ہی فری کی جان میں جان آنے لگی۔
''اور یہ سب میری وجہ سے پاسبل ہوا ناں......؟'' واصف کی آواز بے تاثر تھی۔
''یس آف کورس......'' فری نے عجلت بھرے انداز میں یوں جواب دیا جیسے recorded پلے ہو رہا ہو۔
''کیا ان تین گھنٹوں میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی تمہیں خیال آیا کہ میں گاڑی میں بھوکا، پیاسا تمہارا انتظار کر

رہا ہوں......"

"اوہ سوری......!" سر پہ پڑی تھی...... "اما" آہستہ آہستہ چوروں کی طرح پیچھے سرک رہی تھی۔

"تو تم اندر آ کر ڈنر کر لیتے......" وہ "اچھی بچی" بن کر دبی زبان میں کہہ رہی تھی۔

"میری نوٹل پاکٹ منی میں ایک ڈنر ہوتا ہے یہاں......" واصف نے طنز سے بھرپور قہقہہ لگایا تھا۔

"بھئی تم کر لیتے...... میں pay کر دیتی۔"

گاڑی نے چند سیکنڈ حرکت کی تھی واصف نے پھر بریک لگا دیے۔ فری کا دل دھک سے رہ گیا۔

"اب کیا ہو گیا؟" وہ تو اسے بچوں کی طرح "treat" کر رہی تھی۔

"میری ماں کا حصہ دبا کر بیٹھے ہوئے ہو تم لوگ...... ہمارا ہی مال ہم پر احسان کر کے خرچ کرو گی......؟ بہت بیوقوف بن چکے ہم...... اب یہ ڈرامے بازی نہیں چلے گی۔ میری ماں نے محنت کر کے رزق حلال کمایا ہے۔" وہ جیسے غرا رہا تھا۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی...... آئندہ میں تمہیں کبھی تکلیف نہیں دوں گی...... ڈرائیور مر جائے گا تو گھر سے نکلنا ہی چھوڑ دوں گی۔ اپنے کسی فرینڈ سے کہتی تو وہ مجھے پک کر لیتا...... پریشانی میں اس وقت مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ مان رہی ہوں ناں غلطی ہو گئی...... آئندہ ایسی غلطی نہیں ہو گی......" (یہ اتنا گھٹیا ہے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی) وہ دل ہی دل میں گویا دانت پیستے ہوئے سوچ رہی تھی۔

"ابھی تو تم جا کر سو جاؤ گی...... صبح سے پتا چلے گا کہ کتنا چینج آیا ہے۔"

فری نے اب دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر پھوٹ، پھوٹ کر رونا شروع کر دیا تھا۔ نازوں کی پلی کے اعصاب اتنے مضبوط نہیں تھے کہ وہ ناپسندیدہ حالات زیادہ دیر برداشت کر سکے۔

واصف کے دل کو کچھ ہوا...... مگر اب وہ بالکل خاموش تھا۔

گاڑی آگے بڑھنے لگی...... فری کے اوسان بحال ہونے لگے اس نے ڈیش بورڈ پر رکھے ٹشو پیپر بکس سے ٹشو کھینچا اور آنکھوں سے پہلے ناک پونچھنے لگی۔

واصف اب بالکل خاموش تھا۔ نگاہ ونڈ اسکرین پر تھی...... گاڑی آگے بڑھ رہی تھی۔

"مجھ پر آنسوؤں کا بالکل اثر نہیں ہوتا۔ میری خاموشی کی وجہ تمہارے آنسو نہیں ہیں...... بلکہ خوفناک بھوک ہے۔" گھر کے گیٹ پر پہنچ کر اس نے سفاک لہجے میں آخری بات کی اور دو بار ہارن دیا۔ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سیاہ اور براؤن گیٹ جگمگا رہا تھا۔ فری کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گاڑی سے اتر کر گیٹ پھلانگ جائے۔

☆☆☆

"ہائے مام......" زین نے دروازے پر دستک دے کر اندر جھانکا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ عرشلہ اس کا انتظار کر رہی ہوں گی۔

"ہائے...... آ جاؤ......" عرشلہ نڈھال و کمزور آواز میں مخاطب تھیں۔

زین نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔

"لگتا ہے پھر طبیعت خراب ہے۔ you are not looking well"

"لیو اِٹ...... یہ تو چلتا رہے گا...... تم سناؤ...... پارٹی کیسی رہی؟" عرشلہ نے زین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جیسے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینا چاہ رہی ہوں۔

"فنٹاسٹک مام...... حالانکہ میرے تین فرینڈز نہیں آ سکے تھے...... اسی وجہ سے دو دریا جانے کا پروگرام کینسل ہوا اور ہم لوگ روسائی چلے گئے۔ لیکن بہت انجوائے کیا...... chill کیا مام۔" وہ ماں کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں

وہ آکر بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا...... اور بہت محبت سے ان کی ہتھیلی کی پشت پر بوسہ دیا۔
''گفٹ بھی ملے ہوں گے......؟'' عرشلہ نے بہت محبت بھری نظروں سے اس کو دیکھتے ہوئے کہا۔
''سب نے مل کر صرف ایک پریزنٹ کیا......'' زین نے عرشلہ کے ہاتھ پر پھر ایک بوسہ دیا۔
''oh God بہت کنجوس ہیں تمہارے فرینڈز......'' عرشلہ نے ازراہِ مذاق زین سے چھیڑ چھاڑ کی تھی ورنہ ان کے مزاج میں اس درجے کی مادہ پرستی نہیں تھی کہ ہر وقت ذہن میں لینا دینا ہی چلتا رہے۔ اس معاملے میں ان کی بے نیازی قابل ذکر تھی۔ جس کی کئی وجوہات ہوسکتی تھیں۔ یا تو وہ حقیقتاً ''غنی'' تھیں یا پھر زندگی میں حقیقی خوشیوں سے یکسر محرومی کے بعد دنیا ان کی نظر میں بے معنی ہوچکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ گھر میں ڈائمنڈ رنگ چوری یا گم ہوجانے سے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔
زین نے اپنی بیک پاکٹ سے خوب صورت ڈیزائن کی گولڈ چین نکال کر عرشلہ کے سامنے لہرائی۔
''ہیں...... یہ کیا ہے بھئی......؟'' عرشلہ کی آنکھوں میں حیرت و خوشی کے ملے جلے تاثرات تھے۔
''میرے لیے لائے ہو؟'' انہوں نے چین ہاتھ میں لیتے ہوئے خوشگوار موڈ میں زین کی طرف دیکھا۔
''مام...... یہ برتھ ڈے گفٹ ہے، سب نے مل کر دیا ہے۔'' زین نے حیرت کا خاتمہ کیا۔
''اوہ...... بہت expensive...... ہے بھئی...... آج کل تو گولڈ کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ خاصی مہنگی آئی ہوگی اور وزنی بھی ہے۔'' وہ چین کو دونوں ہاتھوں میں لے کر الٹ پلٹ کرتے ہوئے مسکرا کر زین کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں۔
''بیوٹی فل...... بہت پیارا ڈیزائن ہے...... مجھے یاد ہے جب میں نے ''O'' لیول پاس کیا تھا تو ممی نے مجھے ایسی ہی ایک چین گفٹ کی تھی۔ میرے جیولری باکس میں اب بھی پڑی ہوگی۔''
معاً وہ بولتے بولتے ایک دم چونک پڑیں جیسے اچانک کوئی غیر معمولی خیال ذہن میں وارد ہوا ہو......
''ویسے تمہارے فرینڈ نے تمہیں ''جیولری'' کیوں گفٹ کی ہے؟'' عرشلہ کے چہرے سے رونق و روشنی معدوم ہونے لگی۔
''ان سب کو پتا ہے کہ میں wrist watches, chains, ring وغیرہ کے لیے بہت کریزی ہوں...... اور یوز بھی کرتا ہوں......'' زین نے بے پروائی سے شانے اچکا کر عرشلہ کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ مگر عرشلہ اب بہت سنجیدگی و متفکرانہ انداز میں بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔
''اب تمہیں ''ٹین ایج'' سے باہر آنا چاہیے زین۔'' انہوں نے زور دیتے ہوئے کہا۔
''اور میں تو تمہاری شادی بھی جلدی کرنا پسند کروں گی...... اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند آگئی تو فوراً شادی کردوں گی...... ورنہ میری پسند کی لڑکی سے کرلینا۔ شادی کے بعد اسٹڈی کرتے رہنا...... تم فنانشلی پرابلمز سے آزاد ہو...... پھر میں تمہاری گولڈن ایج کیوں ضائع کروں؟'' عرشلہ اپنی رو میں بولتی جارہی تھیں، زین حیران پریشان ماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔
''آر یو سیریس مام؟'' وہ جیسے دم بخود تھا۔
''یس آف کورس......'' عرشلہ نے پاس پڑے کشن اٹھا کر اپنی کمر کے پیچھے پھنسا کر ٹیک لگا کر بیٹھنے کا اہتمام کیا۔
''تمہاری شادی ہوجائے گی تو ہماری فیملی میں ایک ممبر کا اضافہ ہوجائے گا پھر تمہارے پیارے، پیارے بچے...... ان لاز وغیرہ گھر میں چہل پہل ہوا کریں گے۔'' عرشلہ...... جیسے کوئی خواب دیکھتے ہوئے خودکلامی کررہی تھیں۔
مدتوں سے نفسیاتی عوارض میں مبتلا ہونے کی وجہ سے دواؤں کے زیرِ اثر رہتی تھیں...... بغیر نیت و ارادے کے کہیں بھی سوجاتی تھیں۔

"Mom you know...Its a jocke for me" زین بمشکل تمام حیرت کے دریا سے نکل آیا۔
"آپ کو نہیں معلوم...... شادی تو لائف کو بہت رف ٹف بنا دیتی ہے مام...... لائف کا سارا چارم، دوستی، دشمنی میں بدل جاتی ہے اور کڈز...... مطلب بچوں کی وجہ سے بندہ کمپرومائزڈ ہو جاتا ہے۔ پھر زندگی بندے کو گزارتی ہے، بندہ زندگی نہیں گزارتا۔ I like fantasy Mom میں کبھی پریکٹیکل ہونا پسند نہیں کروں گا...... mind it my sweet Mom" بہت واضح، مستحکم، فیصلہ کن، جرأت مندانہ انداز تھا۔ زین اٹھ کھڑا ہوا۔

عرشلہ ششدر سی اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

وہ کیسے مان لیتیں کہ زین تصوراتی دنیا میں رہتا ہے۔ وہ تو زندگی کی بھیانک حقیقت یوں بیان کر رہا تھا جیسے چار شادیاں وہ بھی ناکام شادیاں کرنے والا کوئی اسی سال کا بوڑھا بستر مرگ پر آخری نصیحتیں فرما رہا ہو۔

"انسان نیچر کو اوائڈ کر کے psycho case بن جاتے ہیں...... شادی ضرور کرنی چاہیے...... اچھی شادی کی وجہ سے انسان نیچر کو انجوائے کرتا ہے...... ناکام شادی سے wisdom ملتی ہے...... گہرائی آتی ہے انسان مزید دھوکے کھانے سے بچ جاتا ہے۔" عرشلہ یوں کہہ رہی تھیں جیسے کسی گہرے کنوئیں میں گردن جھکا کر بول رہی ہوں اور اپنی ہی آواز کی بازگشت سن رہی ہوں۔

"اوکے...... تو پھر اتنی جلدی کرنے کی کیا ضرورت ہے......؟ لائف کے لاسٹ فیز میں بھی یہ پریکٹیکل کیا جا سکتا ہے۔"

زین نے "چین" کو ہوا میں اچھال کر یوں کیچ کیا جیسے کرکٹ کھیلتے ہوئے "کیچ آؤٹ" کر رہا ہو......

"کس کو پتا لائف کا لاسٹ فیز کون سا ہے......" عرشلہ ہارے ہوئے جواری کے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

"انٹرسٹنگ!" زین کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"its a valid point Mom میں آج، کل، پرسوں بھی تو مر سکتا ہوں...... زندگی کا بھروسا نہیں تو ہمیں لانگ ٹرم میں نہیں "آج" میں جینا چاہیے۔" یہ کہہ کر اس نے ہق دق دیکھتی عرشلہ کی پیشانی پر جھک کر بوسہ دیا۔

"گڈ نائٹ مام......"

"گڈ نائٹ......!" عرشلہ کے ہونٹوں پر جنبش محسوس ہوئی۔ آواز کا ارتعاش نہیں تھا...... ہاتھ دل پر تھا جیسے دل کے اڑان بھرنے کا اندیشہ ہو...... زین جا رہا تھا...... اور وہ خالی، خالی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔

زین نے دروازہ بہت آہستگی سے بند کیا تھا...... بس ہلکی سی کھٹ کی آواز سنائی دی۔

"اوکے...... میری جان...... میں تمہارے ویوز سمجھنے کی کوشش کروں گی۔ فی الحال تو میں شاکڈ ہوں......" وہ کشن کمر کے پیچھے سے نکال کر دائیں طرف رکھتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔ اب وہ پھر اسی انداز میں دراز ہو گئیں جو زین کی آمد سے قبل تھا۔ سیدھی، ساکت جیسے گھاس پر لیٹ کر ورزش کر رہی ہوں...... تقریباً پانچ منٹ عرشلہ نے خود کو مرتب کرنے کے لیے سانس کی مشق کی۔

"پتا نہیں...... زین سچائیاں ظاہر کر رہا ہے یا میں خود کو دھوکا دے رہی ہوں......؟" عرشلہ نے دائیں طرف کروٹ لے کر آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

ملازمین اپنے، اپنے کوارٹر میں تھے۔ سارہ اور سالار صاحب بھی نانا، نانی بن کر سو چکے تھے حالانکہ اس کا خیال تھا کہ ماں اس کے انتظار میں جاگتی ملیں گی...... وہ اپنے بیڈروم میں جانے کے بجائے لاؤنج میں ہی صوفے پر ڈھے گئی۔ جذبات میں وہ طوفانی آندھیاں چل رہی تھیں کہ خود کو کنٹرول کرنا عذاب تھا۔ جی تو یہی چاہ رہا تھا کہ اوپر جا کر سو گئی

ہوئی شہ کو جھنجوڑ کر جگائے اور ان کو مجبور کر دے کہ وہ واصف کو کس کے دو تھپڑ لگا دیں۔
اتنی "شرمناک بے بسی" وہ بھی "روڈ" پر..... وہ بھی اس کے سامنے جسے وہ کسی گنتی، کسی شمار میں نہیں رکھتی تھی۔ خود کو گھر کی چار دیواری کے حصار میں پا کر جذبہ انتقام شدت کی اس انتہا کو چھو رہا تھا کہ یہ شدت ایک دیا سلائی میں منتقل کر کے جنگل میں آگ بھی لگائی جا سکتی تھی۔
اس نے کچن میں جا کر ڈسپنسر سے ٹھنڈا یخ پانی نکال کر پیا..... پانی پینے کا وہ انداز تھا جیسے صحرا میں اونٹ پانی پیتا ہے۔ ایک سانس میں گلاس خالی کیا.....اور خالی گلاس دوبارہ سے بھر کر اب اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔
پانی پینے سے اتنا تو ہوا کہ اعصاب جنگی معرکے کی کیفیت سے باہر آئے۔ سانس معتدل ہوئی..... انتقام کی آگ سرد تو نہ ہوئی مگر جنگی حکمتِ عملی کے اسرار و رموز کھلنے لگے۔ ذہن بہتر انداز میں کام کرنے لگا۔
"شکل دیکھو ذرا اس کی..... میں اس کو یونیورسٹی پک اینڈ ڈراپ دوں گی..... ہونہہ....." اس نے اب صرف آدھا گلاس پانی پیا اور آدھا گلاس میں چھوڑ کر اسٹول سے اتر گئی۔
"اکیلی لڑکی کو ہیرو بن کر دکھا رہا تھا۔ میرے پاپا کے سامنے یہ سب کر کے دکھائے ناں..... روڈ پر کھڑا کر دیں گے۔ گھر میں ماما اور پھپھو کو ضرور بتاؤں گی..... ماما بہت سائڈ لیتی ہیں ناں اس کی..... بہت ترس کھاتی ہیں۔ ویسے تو ترس ہی کھانا چاہیے..... اس طرح کے لوگوں سے محبت تو نہیں کرنی چاہیے۔ مگر مجھے تو اس پر ترس بھی نہیں آتا..... محبت تو بہت دور کی بات ہے۔" وہ اپنے بیڈ روم کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی سسکتی ہوئی انا کو یوں بہلا رہی تھی گویا کسی غریب کا بچہ مہنگے کھلونے کے لیے بھرے بازار میں مچل گیا ہو اور بہلانا مشکل ہو رہا ہو.....

☆☆☆

واصف نے چینج کرنے کے بعد بہت اہتمام سے خود کو آئینے میں دیکھا۔ ہلکے سُروں میں سیٹی پر کوئی دُھن گنگنا رہا تھا۔
"بات ہار یا جیت کی نہیں ہے..... بات یہ ہے کہ آج ہم کتنے خوش ہیں..... کم، زیادہ۔ یا بالکل بھی نہیں..... میں تو آج بہت خوش ہوں..... مجھے پتا ہے آج مشکل ہی سے سو سکوں گی..... اور آج میں لمبی تان کر سوؤں گا..... ہاہاہا....." اس نے فلمی ڈان کے انداز میں بے آواز قہقہہ لگایا۔
"باپ کی حیثیت کی وجہ سے لوگوں کو بے حیثیت سمجھتی ہو..... باپ کا نوکر بنا کر ساتھ لے کر گئی تھیں۔ نوکر اور کزن کا فرق اب کلیئر ہو گیا ہوگا....." اس نے زوردار انگڑائی لی۔
"i dont care تم میری کیا شکایتیں لگاتی ہو..... اور گھر میں کیا ڈرامائی سین کری ایٹ ہوتا ہے..... اس وقت میں بالکل ریلیکسڈ ہوں..... میرے اندر اب کچھ نہیں ہے، سب کچھ روڈ پر پھینک کر آ گیا ہوں....." وہ گرنے کے انداز میں بیڈ پر لیٹ گیا۔
"جاگتی رہنا..... میں سو رہا ہوں....." اچانک اسے خیال آیا کہ لائٹ تو آف نہیں کی..... آنکھیں بند کرنے کے باوجود لگ رہا تھا کہ وہ تیز دھوپ میں لیٹ گیا ہے۔
کوفت بھرے انداز میں جھٹکے سے اٹھا آگے بڑھ کر تیز لائٹ آف کی کمرے میں تاریکی چھا گئی۔
وہ بیڈ کی طرف بڑھا۔

☆☆☆

نو بجے تک فری باہر نہ آئی تو سارہ نے اسے جگانے کا سوچا..... سالار صاحب تو آٹھ بجے آفس کے لیے نکل گئے تھے۔ انہوں نے آفس کے ڈرائیور کو گھر بلا لیا تھا جو ماتحت اسٹاف کو پک اینڈ ڈراپ کا فریضہ انجام دیتا تھا کیونکہ سرور کا بخار دوا لینے کے باوجود کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

سارہ نے بہت آہستگی سے دستک دی تھی۔ ایک بار، دو بار پھر تیسری بار بھی مگر اندر سے کوئی ردِعمل نہیں آیا۔ اب وہ متفکر ہوئیں اور زور سے دروازہ دھڑ دھڑا دیا۔

"کون ہے بھئی...... اتنی جلدی ہے تو دروازہ توڑ کر اندر آ جاؤ......" فری زور سے چلائی۔

"کیا ہو گیا ہے...... ناک کرنے پر تو تم کچھ بولیں ہی نہیں...... طبیعت تو ٹھیک ہے؟" سارہ کو اس کی اونچی آواز سے ہمیشہ کی طرح بہت کوفت ہوئی۔

اسی وقت بہت زور شور سے دروازہ کھلا۔

"میں ٹھیک ہوں...... آپ آرام کریں، مجھے سونے دیں......" وہ بند بند آنکھوں سے بمشکل ماں کی طرف دیکھ کر بولی۔

"چھٹی ہے یا کر رہی ہو......؟"

"کر رہی ہوں......"

"مجھے اندازہ تھا...... رات بہت لیٹ آئی تھیں...... تمہارے آنے سے دو منٹ پہلے ہی میں بیڈ روم میں گئی...... ہارن کی آواز سن لی تھی مگر میں جان بوجھ کر تمہارے سامنے نہیں آئی...... میں خراب موڈ میں اتنی رات کو تمہیں فیس نہیں کرنا چاہتی تھی۔" سارہ نے جتا دیا تھا کہ وہ انہیں بے خبر نہ سمجھے۔

"آپ کا موڈ اچھا کب ہوتا ہے۔" وہ واپس پلٹتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"برتھ ڈے تھی یا کوئی "gala" اتنا لیٹ ہونے کی کوئی وجہ تو ہو گی......؟" رات کا غصہ اب باہر آنے لگا۔

"اوپر جا کر وجہ پوچھیں......" وہ بھڑکی اور پورے قد سے بیڈ پر اوندھی گر گئی۔

ماہنامہ پاکیزہ کی دیرینہ پرستار

مایہ ناز ناول نگار

بشریٰ مسرور

کا نیا ناول

مصنفہ کے قلم کا شاہکار مرقع

حیات انسانی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت

مہارت و خوب صورتی سے اجاگر کرتا دلچسپ ناول

جلد ہی پاکیزہ قارئین کی بصارتوں کی نذر

''اوپر..... کیا مطلب.....؟'' سارہ کے غصے کی جگہ حیرت نے لے لی۔

''روڈ پر مجھے تنگ کر رہا تھا..... بدلے لے رہا تھا..... اب میں پاپا سے بولوں گی اسے گھر سے نکال دیں..... انسان نہیں ہے، جانور ہے۔'' وہ سیدھی ہو کر ہذیانی انداز میں اپنے بال نوچتے ہوئے بولی۔

سارہ کے تو پاؤں تلے زمین سرک گئی..... دل ڈوب، ڈوب گیا۔

''تم جانتی ہو ناں کس باپ کی اولاد ہے؟'' کبھی کا بولا ہوا سالار صاحب کا جملہ کانوں میں بازگشت کی طرح گونجنے لگا۔ بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ لیا تھا جیسے ڈوبتے دل کو سنبھال رہی ہوں۔

''تت..... تت..... تنگ کر رہا تھا..... کک..... کیا ہوا.....؟'' سارہ کا اعصابی نظام یک بیک شکست و ریخت کا شکار ہوا۔ چہرے کی شادابی پر زردی غالب آنے لگی۔

''اور نہیں تو کیا..... وہ میں نے ایک دن اسے ڈراپ کرنے سے منع کیا تھا اسی کا بدلہ لے رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ اب روزانہ تم مجھے یونیورسٹی ڈراپ کرو گی..... اس کے باپ کی نوکر ہوں کیا؟'' وہ کروٹ لیتے ہوئے بڑبڑائی۔

''زبان سنبھال کر بات کرو فری..... لڑکیوں کو اس طرح کنٹرول نہیں کھونا چاہیے..... اور کیا کہا؟'' سارہ کی ذرا جان میں جان آئی..... آج کل کی بریکنگ نیوز کی دنیا انسانوں کو اشارے میں اندیشوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔

''گاڑی نہیں چلا رہا تھا..... کہہ رہا تھا کہ بھوک لگ رہی ہے، ڈرائیوروں کی طرح بھوکا پیاسا بیک سیٹ پر سوتا رہا۔'' وہ آف موڈ میں آنکھیں کھول کر سارہ کو دیکھ رہی تھی۔

''ظاہر ہے رات کے اس پہر بھوک تو لگ رہی ہو گی..... تمہیں اس کا خیال کرنا چاہیے تھا۔ لوگ ڈرائیور کے ساتھ بھی جاتے ہیں تو اس کے کھانے پینے کا خیال رکھتے ہیں۔'' سارہ کو اب معاملہ سمجھ آنے لگا تو حالت بحال ہونے لگی۔

''آپ تو ہمیشہ اسی کی سائیڈ لیں گی..... مجھے پہلے ہی پتا تھا کہ آپ سے تو بات کرنا ہی بیکار ہے..... وہ ہماری گروپ گیدرنگ تھی..... میں اس ڈفر کو سب کے ساتھ کیسے بٹھاتی.....؟'' اس نے یہ کہہ کر دوسرا تکیہ سر پر رکھ کر کان دبا لیے۔

گویا اعلان تھا کہ اب وہ مزید بات نہیں کرے گی۔

سارہ نے چند ثانیے اس کا حال ملاحظہ کیا پھر گہری سوچ میں واپس پلٹ گئیں۔ جاتے ہوئے آہستگی سے دروازہ بند کرتی گئیں۔

''بات، بات پر باپ بیٹی اس کی انسلٹ کرتے ہیں..... بھوکا ہونے کی وجہ سے چڑچڑا ہو رہا ہو گا..... کسی کو کچھ نہیں کہتا..... اپنے کام سے کام رکھتا ہے..... جوان بچہ ہے..... آئے دن کی بے عزتی سے اندر غصہ تو دبا ہوا ہو گا..... کتنا سمجھاتی ہوں..... جوان بچے کو نہ للکاریں..... یہ جذباتی عمر ہوتی ہے۔'' سارہ غور و خوض کرتی..... تجزیہ کرتی بیڈروم کی طرف جا رہی تھیں..... اور اپنی فطری حقیقت پسندی سے صورتِ حال کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

☆☆☆

''enough is enough بس بہت ہو گیا تماشا..... ممی..... اگر آپ نے زین کے سامنے رنگ کا ذکر کیا یا اس پر شک کیا تو میں اس گھر میں نہیں رہوں گی، زین کو لے کر واپس چلی جاؤں گی۔'' عرشلہ ناشتا ادھورا چھوڑ کر غصے میں کھڑی ہو گئیں۔

''اس بے نام و نشان کی خاطر تم ماں سے لڑو گی.....'' ثمینہ بھی جھٹ سے اکڑنے لگیں۔

''وہ بے نام و نشان نہیں ہے، ساری دنیا کو پتا ہے وہ عرشلہ زوار کا بیٹا ہے۔ میرے گھر میں آنے سے پہلے وہ بے نام و نشان ہو گا..... مگر اب نہیں ہے۔ ممی آپ مجھے صبح، دوپہر، شام ہرٹ کرتی ہیں۔'' عرشلہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔

"اس کی وجہ سے تم نے اپنا گھر خراب کیا۔ اب ماں کو بھی ٹھکرا دو...... پھر ساری دنیا کو ٹھکرا دینا۔ بدلے میں یہ تمہیں سونے میں تول دے گا۔" ثمینہ نے اپنی وضع نہ بدلی اور ڈپٹ کر بولیں۔

"سونے، چاندی، ہیرے، جواہرات، ڈالر، پونڈز، یورو...... ممی...... بس کر دیں...... جینا سیکھ لیں...... خزانے جمع ہیں، ہم پھر بھی خالی ہیں...... بند کمروں میں اکیلے، اکیلے......" وہ سخت جھنجلائیں۔

"میں آپ کو قسم دیتی ہوں ممی آپ زین کے سامنے کبھی رنگ کی بات نہیں کریں گی...... وہ فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔ مجھ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ اب مجھے پیار کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ سے میں نارمل لائف میں واپس آئی ہوں...... آپ کیا مجھے پاگل خانے میں جمع کرانے کا سوچ رہی ہیں۔" وہ اب آنسوؤں سے رونے لگی تھیں۔

"silly تمہاری خاطر تو میں نے کمپرومائز کیا...... تمہیں جیتا جاگتا دیکھنے کے لیے آج بھی تمہاری دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں...... تمہیں لائف پارٹنر کے ساتھ دیکھنا چاہتی ہوں......" ثمینہ ماں تھیں بیٹی کے آنسوؤں نے دل گداز کر دیا تھا۔ لہجہ خود بخود ممتا کی حرارت سے تپش دینے لگا۔ وقتی طور پر ہیرے کی انگوٹھی پس منظر میں چلی گئی۔

"آج کل تو ویسے ہی لیٹ میرجز ہو رہی ہیں...... میں نے بہت چھوٹی عمر میں تمہاری شادی کر دی تھی۔ اس شوق میں کہ فیملی ممبرز بڑھیں گے۔ گھر میں رونق ہوگی۔"

"اسٹاپ...... ممی......" عرشلہ نے ناگواری سے ٹوک دیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے سیکنڈ میرج کا۔" یہ کہتے ہی وہ ڈائننگ روم سے نکل گئیں۔

"تمہیں اچھا سا لائف پارٹنر مل جائے تو شاید میں اپنی ڈائمنڈ رنگ کا دکھ بھی بھول جاؤں گی۔" انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"کیا کمی ہے میری بیٹی میں...... ذرا سا پہن اوڑھ کر محفل میں کھڑی ہوتی ہے... پھر سب کو عرشلہ ہی نظر آتی ہے۔ تم نے میری بیٹی کی قدر نہیں کی...... نیند تو تمہیں بھی نہیں آتی ہوگی۔" ثمینہ نے ایک آہ سرد سینے سے آزاد کی۔ آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔

"مجھے اچھی طرح یاد ہے...... میں بہت تھک گئی تھی۔ اس لیے رنگ ڈریسنگ پر ہی رکھی تھی۔ مجھے تو ڈریس چینج کرنا بھی عذاب لگ رہا تھا۔ میں اب بھی visualise کر رہی ہوں...... نائٹ کریم کے جار کے اوپر رکھی تھی۔"

اب معاملہ پھر گمشدہ انگوٹھی پر آ کر رک گیا تھا۔

☆☆☆

"اوپر کیا کرنے جا رہی ہو؟" سارہ مالی کو خصوصی ہدایات دینے کے بعد لاؤنج میں داخل ہوئیں تو سامنے زینے پر فری اوپر جاتی دکھائی دی۔

"پھپھو کو بتانے جا رہی ہوں کہ یہ شخص کتنا ال مینرڈ ہے...... اتنی رات میں روڈ پر اکیلی لڑکی کو تنگ کرتا ہے۔" فری نے بغیر رکے ترخ کر جواب دیا۔

"واپس آؤ...... وہ ابھی، ابھی تھکی ہاری گھر آئی ہوگی...... دماغ مت کھاؤ اس کا......" انہوں نے اسے روکنا چاہا۔

"پھر تو وہ ریسٹ کرنے لیٹ جائیں گی۔" فری نے کہا۔

"فری تم کوئی چھوٹی سی بچی نہیں ہو...... کچھ صبر، کچھ برداشت کرنا سیکھو......" سارہ نے آواز دبا کر اسے غصے سے گھورا۔

"یعنی میں تھرڈ کلاس لوگوں کی بدتمیزیاں برداشت کرنے کی پریکٹس کروں......" وہ چیخ کر بولی۔

"پہلے اتنا زیادہ دماغ خراب نہیں تھا تمہارا...... پتا نہیں کس کا رنگ چڑھا لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تمہیں

پریکٹیکل کرنے کا صرف ایک راستہ ہے کہ تمہارا A Level مکمل ہونے کے بعد تمہاری شادی کردوں......''

سارہ اندر سے خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھیں...... بظاہر بہت مضبوط نظر آرہی تھیں۔

فری ہنوز زینے پر کھڑی بحث کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ آگے ہوئی تھی نہ پیچھے۔

''دیکھو بیٹا بری بات ہے...... وہ تھی ہوئی ہوگی...... اور تمہارے شکایت کرنے کے بعد بھی وہ کیا کرسکتی ہے...... اس کے ذمے سمجھانا ہے ناں...... سمجھالے گی...... اور میں تمہارے سامنے واصف سے بات کروں گی......''

لہجہ نارمل اور شفیق ہوگیا تو فری کے بھی بل کھلنے لگے۔

''بات کریں گی...... یعنی آپ اس کو بولیں گی بیٹا آئندہ بدتمیزی نہ کرنا ورنہ گناہ ملے گا۔ امید ہے تم بڑے ہو کر اچھے بچے بن جاؤ گے...... ہے ناں......'' فری نے تمسخرانہ مسکراہٹ کے ساتھ ماں کو زچ کیا۔

''بات ضرور ہوگی...... میری بیٹی ضدی ہے، کبھی کبھی بدتمیز ہوجاتی ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے اکیلا پا کر بدلہ لیا جائے......''

فری نے حیران ہو کر ماں کی طرف دیکھا...... اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کی ماں واصف کے خلاف بھی جاسکتی ہے۔

''مطلب...... آپ کو بھی اچھا نہیں لگا ناں ماما......؟''

فری لاشعوری طور پر زینہ چڑھنے کے بجائے اترنے لگی۔ اس کی نظریں ماں کے چہرے پر تھیں اور وہ مکمل یقین کرلینا چاہتی تھی کہ واقعی ماں پہلی بار واصف کے مقابلے میں اس کو درست قرار دے رہی ہے۔

''ماں ہوں تمہاری...... دشمن نہیں ہوں......'' اسے واپس اترتا دیکھ کر سارہ مزید نرم پڑ گئیں۔

''Love you'' فری نے قریب آکر ماں کے رخسار پر بوسہ دیا۔

''ماما...... آپ ایک کام کریں......'' اس نے انہیں شانوں سے تھام لیا۔

قد میں تو وہ باپ کے مقابلے پر تھی۔ سارہ کی قد و قامت اوسط و نارمل تھی۔ جبکہ فری دراز قامتی کا مکمل معیار طے کرچکی تھی۔ اور متناسب فیگر کی وجہ سے لمبی تڑنگی ہونے کی طرف دھیان نہیں جاتا تھا۔ بلکہ جو پہنتی تھی جچ جاتا تھا۔ واصف سے جنگ و جدل کے مواقع پر جب دونوں جانی دشمنوں کی طرح آمنے سامنے کھڑے ہوتے تو ٹکر کے ''شریکے'' دکھائی دیتے۔

سارہ بولنے کے بجائے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''آپ واصف کو کہیں کہ وہ کہیں ہاسٹل واسٹل چلا جائے۔ اب میں اسے اس گھر میں مزید برداشت نہیں کرسکتی...... ماما، وہ سامنے نہ بھی ہو تو یوں لگتا ہے......''

فری رات کو ہونے والی اپنی بے عزتی اتنی آسانی سے بھولنے والی نہیں تھی۔

''فری...... اس سال آٹھ دسمبر کو تم پورے بیس سال کی ہو جاؤ گی...... کچھ عقل کی بات کرنا سیکھ لو...... اسکولنگ لیٹ شروع ہوئی تھی ورنہ پچھلے سال تمہارا اے لیول مکمل ہوچکا ہوتا ہر سوچ، ہر خیال ظاہر ہونے کے لیے نہیں آتا...... یہ نہیں ہونا چاہیے کہ جو جی میں آئے بول پڑیں۔ خود سوچو...... یہ پاسبل ہے کہ وہ اپنی ماں کو چھوڑ کر چلا جائے......؟ شمسہ کے کون سے دو چار بچے ہیں...... ایک ہی تو بیٹا ہے۔''

''دونوں، بہن، بھائی ایک نمبر کے کنجوس ہیں ماما...... پاپا کی ایک بہن...... پھپھو کا ایک بیٹا۔'' فری اب ماں سے خوش نظر آرہی تھی جیسے جج نے بے گناہ گرفتار ملزم کو باعزت بری کرنے کا حکم جاری کردیا ہو۔

کلیجے میں ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی کہ ماں نے بھی اسے درست قرار دیا تھا۔ جس کی اسے امید نہیں تھی۔

سارہ نے آہستگی سے اس کا بازو اپنے شانے سے ہٹایا۔

"silly یہ جوک نہیں ہے..... اسے منہ پھٹ ہونا کہتے ہیں۔"

"منہ پھٹ کو انگلش میں بولیں ماما......"

"اپنے پاپا سے ٹرانسلیٹ کروالینا۔"

وہ اب کچن کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ لہجے میں شگفتگی تھی۔ ان کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ وہ اسے روکنے میں کامیاب ہو چکی تھیں۔

☆☆☆

سارہ نے فری کو روک لیا تھا۔ مگر شمسہ دونوں کی باتیں سن چکی تھیں اور اب دم بخود، خوفزدہ اور گھبرائی ہوئی تھیں۔

"بھابی کو بھی واصف سے شکایت ہوگئی...... اس کا مطلب ہے کوئی بڑی بات ہے، ورنہ بھابی تو ہمیشہ واصف کے لیے بولتی ہیں۔ اس لڑکے کو کب احساس ہوگا کہ ماموں نے سائبان دیا ہے تو چار لوگ ہمیں بھی عزت دیتے ہیں۔" طرح طرح کے اندیشے آسیب کی طرح دل پر منڈلانے لگے۔

"فری باز نہیں آئے گی یقیناً باپ کے سامنے بھی بول پڑے گی...... اور اس کے بعد جو ہوگا......" اس سے آگے سوچتے ہوئے ان کے اعصاب جواب دینے لگے۔

بھائی جو کہیں گے وہ تو سہہ لیں گی...... کہ وہ جذبہ تشکر کو اوڑھ پہن چکی تھیں...... بھائی کی زبان انگارے برسانے لگتی تو وہ سوچتیں ہیں شکر ہے کہ بھائی ہی کہہ رہا ہے...... زمانہ نہیں بھائی نے جو احسانِ عظیم کیا ہے اس پر وہ آخری سانس تک شکر بجالاتی رہیں گی...... شکر ہے بھائی کے احسان نے انہیں محبت و صبر کا خوگر بنا دیا ہے۔ نفرتوں، شکایتوں، بدگمانیوں کے اندھیروں سے ہمیشہ کے لیے نجات مل چکی ہے...... وہ ہر حال میں شکر بجالا کر بے پناہ توانائیاں سمیٹ لیتی تھیں جو انہیں تھکن کا احساس نہیں ہونے دیتیں۔

"میں تو سہہ لوں گی...... میرا تو بھائی ہے تم کتنا برداشت کر سکتے ہو......؟ کیا کر بیٹھے ہو؟ کہ آج بھابی کا بھی موڈ خراب ہے۔"

وہ دونوں ہاتھ سینے پر رکھے گویا دم بخود کیفیت میں واصف کا انتظار کر رہی تھیں۔

☆☆☆

"ابھی تو میری بیٹی کا اے لیول کمپلیٹ نہیں ہوا......" سالار صاحب کے دیرینہ دوست نعیم قریشی چند دن پہلے ہیوسٹن سے پاکستان پہنچے تھے...... چندرہ سال پہلے انہوں نے پاکستان میں موجود اپنے تمام اثاثے فروخت کر کے امریکا میں اپنا بزنس سیٹ کر لیا تھا۔

ایک سپر اسٹور سے شروع کیا تھا اور پھر اللہ نے ہاتھ پکڑ لیا پھر ان کے سپر اسٹورز کی باقاعدہ چین بن گئی اور اللہ کا فضل چار طرف سے برسنے لگا۔

ان کے تین بیٹے تھے دو بڑوں کی شادیاں ہو چکی تھیں جو انہوں نے اپنی پسند سے کی تھی۔ نعیم قریشی کی بیوی دو سال قبل ایک سنگین بیماری میں مبتلا ہو کر داغِ مفارقت دے چکی تھیں۔ آخری سانس تک ان کو یہی قلق رہا کہ ان کے بیٹوں نے غیر مسلم لڑکیوں سے شادی کی...... اب ان کی اولادیں...... ان کی امریکی بیویاں اپنے کلچر کے حساب سے پروان چڑھائیں گی۔ گویا نسب میں غیر ملکی ملاوٹ ان کے گہرے دکھ کا باعث بنتی رہی۔ یہ دیکھ کر چھوٹے بیٹے نے ماں سے وعدہ لیا کہ وہ جب بھی شادی کرے گا اپنے ماں، باپ کی پسند سے کرے گا۔ اس کے باوجود کہ اس کی دولت کی وجہ سے امریکی لڑکیوں کا وہ آئیڈیل بنا جا رہا تھا۔ مگر وہ اپنی ماں سے کیے ہوئے وعدے پر قائم تھا۔

نعیم قریشی اس مرتبہ پاکستان اس کے لیے لڑکی تلاش کرنے آئے تھے۔ ان کے گھر میں اس وقت کوئی خاتون نہیں تھی۔ دونوں بیٹے الگ، الگ ریاستوں میں اپنے آشیانے بنا کر بیٹھ گئے تھے۔ اور سپر اسٹورز کی "چین" سنبھال رہے تھے۔ ایک دن انہیں سالار صاحب یاد آئے جن سے برائے نام ہی تعلق رہ گیا تھا۔

نعیم قریشی اپنے پھیلے ہوئے بزنس میں گم ہو گئے تھے۔ اور پاکستان میں سالار صاحب ترقی کے زینے چڑھتے ہوئے اپنا آپ بھول بیٹھے تھے۔

"یار واقعی مجھے تو بالکل یاد نہیں تھا کہ تمہارے کتنے بچے ہیں۔ وہ تو کل خاور کے ہاں ڈنر پر تمہارا ذکر ہوا تو پتا چلا کہ تمہاری تو ایک ہی بیٹی ہے۔ خاور کی بیوی نے بچی کی بہت تعریف کی کہ ماشاءاللہ بچی بہت پیاری ہے۔"

خاور، نعیم قریشی اور سالار صاحب کے مشترکہ دوست تھے اور اب بھی ان کی اور سالار صاحب کی دوستی میں دم اور گرم جوشی باقی تھی۔

"اللہ کا احسان ہے۔" سالار صاحب نے کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"گھر میں نے بتایا ناں اس سال اس کا اے لیول مکمل ہو رہا ہے، اس کے بعد وہ گریجویشن پلان کر رہی ہے۔ اس کی شادی کے بارے میں تو ابھی تک ہم نے سوچا بھی نہیں......"

"بالآخر شادی تو کرنی ہی ہے ناں...... یہ تو اچھی بات ہے کہ وہ کیمبرج پڑھ رہی ہے۔ وہ امریکا میں اسٹڈی جاری رکھ سکتی ہے۔" نعیم قریشی جیسے بہت کچھ طے کر کے سالار صاحب سے ملنے آئے تھے۔

"ابھی تو میں تم سے کسی قسم کی کمٹ منٹ نہیں کر سکتا...... سارہ سے بات کر کے دیکھتا ہوں کہ وہ کیا سوچتی ہے...... پھر اس کے بعد وہی فری ہے میرا مطلب ہے فریشہ سے بات کر کے اس کے ویوز لے گی۔"

سالار صاحب اتنے شاندار پرپوزل پر اندر سے تو بہت خوش تھے مگر کوئی فیصلہ کن بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔

"تو یار...... اپنے گھر میں کھانا وانا کھلاؤ...... بھابی اور بچی سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔ وڈیو کال پر انصر سے بھی بات چیت کرا دیں گے۔" نعیم قریشی نے بے تکلفی سے کہا۔

"بہت جلدی میں ہو......" سالار صاحب ہنس دیے۔

"کھانا تو خیر تمہیں بہت اچھا سا کھلائیں گے...... مگر تمہیں کچھ انتظار کرنا پڑے گا۔"

سالار صاحب نے کسی سوچ میں اک گرانبار دماغی کی کیفیت میں مزید کہا۔

"تم کھانا کھلاؤ...... بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" نعیم قریشی بہت پُرامید نظر آ رہے تھے۔

پھر جیب سے اپنا سیل فون نکال کر اس پر انگلیاں چلانے لگے۔

"یہ دیکھو...... یہ ہے میرا بیٹا انصر......" انہوں نے ایک فوٹو گیلری سے نکال کر سالار صاحب کو دکھائی۔ انہوں نے سیل فون اپنے ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھا۔

انصر کی کانووکیشن تقریب کی فوٹو تھی جس میں وہ ڈگری وصول کر رہا تھا۔

"ماشاءاللہ...... بہت پیارا بچہ ہے۔" ان کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا تھا۔

"اب تمہیں پسند آ گیا تو سمجھو آج سے تمہارا بیٹا ہے......" نعیم قریشی نے منہ سے نکلے الفاظ پکڑ لیے۔ سالار صاحب نے بے ساختہ قہقہہ لگایا تھا۔

"میں نے تو تمہارا بیٹا دیکھ لیا...... مگر تم نے ابھی میری بیٹی سے ملاقات نہیں کی۔"

"میں نے خاور کی بیوی کے کہنے پر اس لیے یقین کر لیا کہ خاور کے بیٹے کی برتھ ڈے پر میں اسے دیکھ چکا

ہوں...... بڑی اچھی اور شرارتی سی بچی لگی تھی۔ لان میں بھاگی اس کے پیچھے، پیچھے بھاگ رہی تھیں جیسے ہاتھ میں تتلیاں پکڑتے ہیں...... مگر وہ ان کی پکڑ میں نہیں آ رہی تھی۔" اب دونوں کے مشترکہ قہقہے نے ماحول گرما دیا تھا۔

"کمال ہے تمہیں ابھی تک یاد ہے......" سالار صاحب نے ٹشو باکس سے ایک ٹشو کھینچا اور اور آنکھیں صاف کرنے لگے۔ بہت عرصے بعد اتنے زبردست قہقہے لگائے تھے کہ آنکھیں نم ہوگئی تھیں۔

"I am v.grateful نعیم تم نے میری بیٹی سے ملے بغیر اتنی عزت دی۔ مگر میں سارہ سے بات کیے بغیر تمہیں کوئی آس نہیں دلا سکتا۔ اور پھر فری کی بھی مرضی ضروری ہے۔"

"ہاں تو پھر آج رات تمہارے ہاں ڈنر ہے ناں؟" نعیم قریشی بہت پُراعتماد تھے۔ اپنی طرف سے انہوں نے ڈنر بھی شیڈول کرلیا تھا۔

"آج ہی آنا چاہو تو موسٹ ویلکم......" چند ثانیے کی الجھن کے بعد سالار صاحب نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"تو پھر ملتے ہیں...... رات کو......" نعیم قریشی نے رخصت کے لیے پر تولے اور ہاتھ بڑھا دیا۔

سالار صاحب نے ان کا بڑھا ہوا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ لے کر گرم جوشی سے دبایا جس سے نعیم قریشی کے اعتماد کو مزید تقویت پہنچی۔

☆☆☆

"ٹوٹو یار کچھ کرو...... کچن میں برتنوں کا ڈھیر لگ گیا ہے۔ ایک نوکر بھی نہیں ہے گھر میں......" عرشلہ بری طرح جھلا رہی تھیں...... سلگتا سگریٹ انگلیوں کے بیچ دبا تھا۔ راکھ جھاڑ کر اپنی انگلیوں سے اپنی پیشانی بھی دبانے لگتیں۔

سامنے ان کی عزیز از جان دوست تہنیت عرف ٹوٹو حیرت و خفگی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"تم نے یہ کچھ شیئر کرنے کے لیے میری دوڑیں لگوائی ہیں؟ تھینک گاڈ ابھی میں نے فروزن آئٹم پک نہیں کیے تھے۔ تمہاری اتنی پریشانی والی آواز سن کر میں نے دوڑ لگائی کہ پتا نہیں کیا ہوگیا ہے۔ فون پر ہی بتا دیتیں۔" ٹوٹو نے آگے بڑھ کر عرشلہ کی انگلیوں سے سگریٹ لے کر ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"چین اسموکر بنتی جا رہی ہو...... یہ بھی suicide attempt ہے...... ڈارلنگ۔"

"فون پر بتاتی تو تم سیریس نہیں لیتی ناں...... اب اپنی آنکھوں سے میرا حال دیکھ لو...... یار کب تک bran bread کھا کر گزارہ کروں...... پراٹھا کھانے کا دل چاہ رہا ہے۔ یو نو...... بازار کے پراٹھے میں نہیں کھاتی...... اَن ہائی جین ہوتے ہیں۔" عرشلہ نے ایسے تاثرات چہرے پر سجائے گویا مظلومیت کی انتہا ہوگئی ہو۔

"یہ جو اسموکنگ کرتی ہو......؟ یہ higenic ہے ناں...... اور اس پر پراٹھے کھانے کا شوق۔" ٹوٹو نے اپنی رسٹ واچ پر نگاہ کرتے ہوئے جھاڑ پلائی۔

"یار زیادہ بحث کر کیا کرنا ہے...... اب تو نوکروں کا بھی کال پڑ گیا ہے۔ رات فون پر میں نے تمہیں سب ڈیٹیل بتائی تھی ناں۔" عرشلہ کی آواز رقت آمیز ہوگئی۔

"اوہ بھئی مل جائیں گے نوکر بھی...... نوکروں کی کیا کمی ہے......؟ ہوم ایمپلائز کے آفس فون کرو......" ٹوٹو کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ روٹین کے کام کو عرشلہ نے مسئلہ کیوں بنالیا ہے۔

"اتنا آسان نہیں ہے...... میں اتنا سخت انٹرویو کریں گی کہ آنے والے ڈر کر بھاگ جائیں گے...... پتا نہیں کتنے دنوں میں یہ مسئلہ حل ہوگا۔"

"تو پھر انڈونیشیا سے مین پاور ہائر کرلو...... ان کے پاسپورٹ آنٹی کے پاس رہیں گے اور ان کی تسلی رہے گی۔" ٹوٹو نے جھلا کر بڑا صائب مشورہ دیا۔

''اور وہ ہمارے انتظار میں ائرپورٹ پر ہی بیٹھے ہیں ناں...... جانی یہ تو اور لمبا پروسس ہے۔'' عرشلہ نے ٹوٹو کے مشورے کو ہوا میں سگریٹ کا دھواں سمجھ کر اڑا دیا۔

''پھر میں کیا کروں تمہارے لیے......؟'' ٹوٹو نے زچ ہو کر سوال کیا۔

''کچھ دن کے لیے تم اپنے دو نوکر ہمیں دے دو...... ممی ریلیکس کریں گی کہ ٹوٹو کے سرونٹس ہیں کوئی بات نہیں۔'' عرشلہ نے نوکریوں مانگے جیسے اگلے وقتوں میں اپنا چولھا جلانے کے لیے پڑوس سے آگ مانگی جاتی تھی۔

''کوئی بات نہیں......'' ٹوٹو نے عرشلہ کی نقل اتاری۔

''میں کیا کروں گی......؟ میں ورکنگ وومن ہوں این جی او ہیڈ کرتی ہوں...... میرا گھر کون دیکھے گا۔''

''اُف میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم اتنی سیلفش ہو سکتی ہو......'' عرشلہ کا لہجہ صدمے سے شکستہ ہو چلا تھا۔

''سیلفش اس وقت تم ہو رہی ہو...... سمجھ ہی نہیں رہی ہو کہ تم سے زیادہ مجھے ہیلپ کی ضرورت ہے۔ مگر خیر...... میں کلثوم کو دو دن کے لیے بھیج دوں گی...... وہ آل راؤنڈر ہے۔ بہت سے کام کر سکتی ہے۔ بس آنٹی کو اس سے دور رکھنا...... ورنہ وہ رات کو ہی واپس آجائے گی۔ بہت افلاطون ہے...... زیادہ روک ٹوک کرو تو مائنڈ کرتی ہے۔ آنٹی کو بتا دینا...... ایران کے شاہی محل میں نوکروں کی ہیڈ تھی۔ بادشاہ بھاگ گیا تو میں نے رکھ لیا تھا۔'' اپنی بات کے اختتام پر اب ٹوٹو نے اپنی بات کا خود ہی مزہ لیا اور زوردار قہقہہ لگایا۔

''تنگ کر رہی تھیں مجھے......؟'' عرشلہ نے پیار سے دوست کو گھورا۔

''یہ بات بالکل شروع میں بھی کر سکتی تھیں۔''

''میں دیکھنا چاہ رہی تھی۔ ایمرجنسی میں تمہارا برین کتنا ایکٹو ہوتا ہے یا پھر سگریٹ ماچس ہی ڈھونڈتا رہتا ہے۔'' عرشلہ نے پھر مسکرا کر ٹوٹو کو دیکھا اب وہ قدرے پُرسکون نظر آرہی تھیں۔

''چلو میں تمہیں اچھی سی کافی پلاتی ہوں...... وہ تو کافی مکسر میں بن جاتی ہے۔'' عرشلہ نے بطور شکریہ دوست کی خاطر تواضع کا قصد کیا۔

ٹوٹو نے انگوٹھے سے ''بہت اچھے'' کا اشارہ دیا تھا۔

☆☆☆☆

''فری بیٹا...... تم اپنے پاپا سے کوئی بات نہیں کرو گی...... میں شمسہ کی وجہ سے اتنی احتیاط کر رہی ہوں......''

''ماما...... وہ صرف پاپا سے ہی کنٹرول ہوتا ہے، آپ اور پھپو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ ایک کلاس تو بہت ضروری ہے ورنہ یہ اور شیر بن کر دکھائے گا۔'' فری نے دوٹوک انداز میں ماں کی چند منٹوں کی محنت کچرے دان میں پھینک دی۔

''ماں سے دس باتیں منواتی ہو...... ماں کی بھی ایک مان لو......''

''تمہارے پاپا...... واصف کو کم تمہاری پھپو کو زیادہ سنائیں گے۔'' سارہ زچ ہو کر کہہ رہی تھیں۔

''مجھے ڈر لگتا ہے۔'' اب وہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئیں۔

فری کو حیرت کا زوردار جھٹکا لگا۔

''آپ کو کیوں...... اور کس بات سے ڈر لگتا ہے......؟'' وہ ہونقوں کی طرح ماں کی شکل دیکھ رہی تھی۔

''مجھے بھی تو اللہ نے بیٹی دی ہے...... جس کے نیک نصیب کے لیے میں دن رات دعائیں مانگتی ہوں...... یہ سب مائیں مانگتی ہیں......'' وہ بڑی دل سوزی سے گویا ہوئیں۔

''آپ میری فکر نہ کیا کریں ماما...... مجھے کچھ نہیں ہوتا۔''

سارہ نے بے اختیار اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔
''مت کیا کرو اتنی بڑ بڑ...... بے سوچے سمجھے مت بولا کرو...... بچی نہیں ہو...... بڑی ہو گئی ہو۔''
''میں کیوں بولوں سوچ سمجھ کر......؟ اور کون سا غلط کہہ رہی ہوں۔ یہ تو hipocaracy ہو گی۔ میرا مطلب منافقت ہے۔ جو دل میں آئے وہی بولنا چاہیے۔ یہی purity ہے۔ لائف کا ایسنس ہے ماما......'' اس کے انداز میں اتنی سادگی، بے ساختگی اور معصومیت تھی کہ سارہ سے رہا نہ گیا آخر ماں تھیں۔ دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لے کر پیشانی پر بوسہ دیا۔
روٹھی تو گئی، ڈانٹی ڈپٹی ماں نے بہت دنوں بعد اس کا ماتھا چوما تھا۔ فری برف کی طرح پگھل گئی۔
''اوکے ماما...... اس بار میں آپ کی بات مان لیتی ہوں...... لیکن آئندہ اگر اس نے ایسی ویسی حرکت کی نا تو میں آپ سے شیئر ہی نہیں کروں گی...... ڈائریکٹ پاپا سے شکایت کروں گی......'' فری نے اپنی انا کا بھرم بھی رکھنا تھا۔ اس لیے آئندہ کا پلان بھی بتا دیا۔
''اوکے مجھے امید ہے یہ کچھ کبھی ریپیٹ نہیں ہوگا...... ہم اسے موقع ہی نہیں دیں گے۔ بس مجھے غصہ چڑھا ہوا تھا...... غلطی ہو گئی مجھ سے...... وہ بھی اس لیے کہ یاد ہی نہیں رہا تھا کہ سرور بخار میں پھنک رہا ہے۔''
یہ کہہ کر انہوں نے فری کا رخسار نرمی سے چھوا۔
''پر اس...... ابا پا سے شکایت نہیں لگاؤ گی...... اپنی پھپھو کی خاطر جن سے تم بہت پیار کرتی ہو......؟''
''بس ناں ماما...... کہہ تو دیا......'' اب فری نے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔
''تھینک یو فری...... تم نے آج ماما کو خوش کر دیا۔''
''اور تھینک گاڈ آپ بھی مجھ سے خوش ہو گئیں......'' فری نے بڑے اسٹائل سے دونوں ہاتھ پھیلا کر چھت کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

''واصف...... خود پر رحم نہیں کر سکتے تو کم از کم مجھ پر رحم کرو......''
واصف شاور لینے کے بعد ناول سے سر رگڑتا باہر آیا تو شمسہ نے منہ پھلی کے چھلکے شاپر میں بھرتے ہوئے بڑی بے بسی کے انداز میں کہا تھا۔
اس نے چونک کر ماں کا چہرہ دیکھا۔
''یہ رحم کی اپیلیں کیوں شروع ہو گئیں...... کیا چنگیز خانی دکھائی ہے میں نے؟'' وہ برا مان کر کہہ رہا تھا۔
''کل رات فری کو ڈراپ کرنے گئے تھے......؟'' شمسہ نے بغور واصف کی طرف دیکھا جیسے اس کے چہرے پر کوئی تحریر نقش ہو جو وہ پڑھنے کی کوشش کر رہی ہوں۔
''ہوں......!'' اس نے ہنکارا بھرا۔
''تو شکایت دفتر پہنچا دی گئی......'' واصف نے کہا۔
''ماں میں نے بھو کا پیا سارہ کر تین گھنٹے بڑے صبر سے گزارے ہیں...... اس پر بھی محترمہ کو شکایتیں ہیں تو آئندہ اپنے باپ کا نوکر سمجھ کر مجھے استعمال نہ کرے...... مجھے نہیں سننا کہ اس نے آپ سے کیا کچھ کہا ہے......''
''اس نے مجھ سے کچھ نہیں کہا...... بلکہ میری تو کل سے اب تک اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔'' شمسہ نے تیزی سے واصف کی بات کاٹ کر خفا خفا لہجے میں کہا۔
اب چونکنے کی باری واصف کی تھی۔ اس نے الجھن بھری نظروں سے ماں کی طرف دیکھا مگر سوال کرنے کے

بجائے ان کے مزید کچھ کہنے کا انتظار کرنے لگا۔

''بھابی سے شکایت کر رہی تھی۔ میں نے سن لیا۔۔۔۔ وہ اصل میں اوپر آ رہی تھی مگر بھابی نے اسے روک لیا تھا۔''

''اوہ۔'' چڑ جانے کے لیے واصف تشکر نظر آیا۔

''وہ بول رہی تھی تو امی نے بھی تو کچھ کہا ہوگا ناں۔''

واصف نے اب ماں کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔

''وہ تم سے بات کریں گی۔۔۔۔ میرا خیال ہے تم نے انہیں بھی ناراض کر دیا ہے۔۔۔۔ ورنہ وہ ہمیشہ تمہاری سائڈ لیتی ہیں۔ تمہارا بہت خیال کرتی ہیں۔''

''اب نہیں کریں گی۔۔۔۔؟'' واصف نے ماں کی بات کاٹ دی تھی۔

''اللہ جانے۔۔۔۔ وہ تم سے بات کریں گی تو ہی پتا چلے گا ان کے دل میں کیا ہے۔ میں تو اب انہیں فیس نہیں کر سکتی۔''

''نہ کریں۔۔۔۔ زیادہ لاڈ پیار دکھانے کی ضرورت بھی نہیں۔۔۔۔ میں رشتوں کے بیچ اکیلا ہوں۔ مگر مجھے کوئی پروا نہیں۔۔۔۔ ماں آپ ریلیکس کریں۔۔۔۔ فیس نہ کریں، میں فیس کرلوں گا۔۔۔۔'' وہ مسلسل بول رہا تھا۔

''زندگی میں جب بھی جیتا تو خوب celebrate کروں گا۔۔۔۔ اور۔۔۔۔'' وہ رک کر مسکرایا۔

''ہار گیا تو کوئی فکر نہیں۔۔۔۔ اس لیے کہ ہارنے کے لیے میرے پاس کچھ ہے ہی نہیں۔'' وہ شانِ بے نیازی سے شانے اچکا کر بولا۔

شمسہ نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''اللہ ہے۔۔۔۔ ماں بھی ہے۔۔۔۔ اکیلے تو نہیں ہو۔۔۔۔!''

''ہونہہ۔۔۔۔ دنیا اور زمانے سے ڈرانے والی ماں۔'' وہ تمسخرانہ مسکرایا۔

''ہمیں اسی دنیا میں رہنا ہے۔۔۔۔ اور زمانے کو بھگتنا ہے۔۔۔۔'' شمسہ نے ایک آہ سرد بھری۔

''بھگت تو رہے ہیں۔۔۔۔ اور بھگت لیں گے۔۔۔۔'' اس پر ماں کے کسی لفظ کا اثر ظاہر نہ ہوا۔ وہ ٹانگیں پھیلانے کے ارادے سے گیلری کی طرف بڑھا۔ شمسہ نے بے بسی سے اس کی پشت کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

''ایک تو تم اسی طرح گرتی پڑتی آیا کرو۔۔۔۔ ہر وقت جلدی میں ہوتی ہو۔'' سارہ اپنی چھوٹی بہن مریم کو پیار بھری جھاڑ پلا رہی تھیں۔

''بجو۔۔۔۔ میں واقعی جلدی میں ہوں۔۔۔۔ سیلون میں اپائنمنٹ لی ہوئی ہے بس آپ مجھے بتا دیں۔۔۔۔ گلو بھائی کو کیا بولوں۔۔۔۔ وہ تو sunday کو آپ سے ملنے آنا چاہتی ہیں۔۔۔۔ فون کر کے میرے کان کھا لیے ہیں۔'' مریم نے فروٹ باسکٹ سے ایک کیلا لے کر چھیلنا شروع کیا۔

''یہ کیا بات ہوئی۔۔۔۔ کل تم نے مجھے فون کیا۔۔۔۔ آج خود پہنچ گئیں۔۔۔۔ تمہیں خود ہی سوچنا چاہیے۔ ابھی فری کی پڑھائی چل رہی ہے۔۔۔۔ ابھی تو ہم نے اس کی شادی کے بارے میں سوچا تک نہیں۔۔۔۔ اسے آگے پڑھانا ہے بھئی۔۔۔۔ تم خود ہی انہیں منع کر دیتیں۔۔۔۔ اتنی عقل تو تمہیں بھی ہونی چاہیے۔''

''بجو، لڑکا ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا ہے۔ ہر سال نئے ماڈل کی کار لیتا ہے۔۔۔۔ سارے بڑے، بڑے ائیرپورٹس بھگتا چکا ہے اتنی سی عمر میں۔'' مریم نے تین bites میں کیلے کا کام تمام کر دیا تھا۔

''ماما۔۔۔۔ آپ نے آنٹی کو یہ نہیں بتایا کہ مجھے کسی ''جاب'' والے بندے سے شادی نہیں کرنی۔''

فری نے اپنے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے ماں اور خالہ کی باتیں سن لی تھیں۔ وہ تو خالہ کی آواز سن کر

فوراً ہی باہر آنا چاہ رہی تھی۔ مگر جیسے ہی اسے اندازہ ہوا کہ خالہ تو کسی مشن پر تشریف فرما ہیں اور موضوع خاص بھی اس کی ذات سے متعلق ہے تو اس نے خود کو روک لیا تھا تا کہ پوری بات سن اور سمجھ سکے۔

''ہیں؟'' مریم نے آنکھیں پھیلا کر فری کی طرف دیکھا تھا۔

''بیوقوف...... لاکھوں میں سیلری لے رہا ہے...... میری سسرال کی سب سے بیسٹ فیملی ہے......''

''نہیں چاہیے کوئی salaried...... ساری زندگی ماما کی طرح بجٹ بناتی رہوں گی۔'' مریم ہونق ہو کر فری کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

''تو کیا ''خشوگی'' کے بیٹے سے شادی کرو گی؟'' وہ جھلا پڑیں۔

''وہ تو کب کا مر گیا ڈیانا کے ساتھ......'' فری نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

''اس کی آل اولاد تو ہو گی ناں......؟'' مریم کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اپنی دانست میں تو وہ بھانجی کے لیے عرش کا شہزادہ لے کر آئی تھیں۔

''وہ میں پتا کر کے آپ کو اور ماما کو بتا دوں گی......'' فری خالہ کی حالت سے حظ اٹھانے لگی۔

''خوش قسمت لڑکیوں کے لیے آتے ہیں ایسے پروپوزل...... چھوٹی فیملی اتنا ہینڈسم لڑکا......''

''مجھے ہینڈسم پلس بزنس مین سے شادی کرنی ہے ورنہ نہیں......'' فری نے دو ٹوک بات کر کے قصہ تمام کر دیا۔

دونوں بہنوں نے کمال بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

''پھر کوئی عمر والا ہی ملے گا...... لڑکے وڑکے اسٹیبلش نہیں ہوتے۔''

''خیر ہے......'' فری نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''بجو اس کی تو ابھی کوئی عمر بھی نہیں ہے...... اور اس کے خیالات......؟'' مریم حیران پریشان نظر آ رہی تھیں۔

''میں بھی عمر کا مارجن دیتی ہوں...... کچھ وقت گزرے گا تو بہت سی باتوں کی سمجھ آ جائے گی...... اسی لیے مجھے اس کی شادی کی بالکل بھی جلدی نہیں ہے۔'' سارہ نے بڑے ٹھہراؤ اور وقار سے صورت حال کو کنٹرول کیا۔

''بجو...... اتنا اچھا پروپوزل......'' مریم کا سارا جوش و خروش جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔

''خالہ کسی پروجیکٹ پر کام کرنے سے پہلے ''ریکی'' تو کر لیتے ہیں......'' فری نے مریم کی اتری شکل دیکھی اور کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔

''یہ واقعی ابھی شادی کے لائق نہیں ہے...... قسمت سے ہو بھی گئی تو ہماری انسلٹ ہی کرائے گی۔''

''جو بات میری ماما کو سمجھ آ گئی ہے...... آنی آپ بھی سمجھ لیں......''

وہ مریم خالہ کے قریب آ کر بیٹھ گئی اور انہیں اپنے بازوؤں کے حصار میں قید کر لیا...... مریم کا موڈ بہت خراب ہو رہا تھا۔

''دور ہٹو...... بیوقوف لڑکی......'' مریم نے اس کی گرفت سے خود کو چھڑانے کی کوشش کی...... مگر اس نے اپنی گرفت اور مضبوط کر دی اور مریم کے رخسار پر بوسہ دیا۔

''میری پیاری آنی کسی بزنس ٹائیکون کا پروپوزل ہو تو مجھے ضرور بتانا......''

''تھوڑی سی شرم کرو۔'' مریم نے خفگی سے کہا۔ سارہ اٹھ کر کچن کی طرف چل پڑی تھیں۔

''مجھے بہت زیادہ شرم آ رہی ہے آنی...... مگر دل کی بات بتانا بھی تو بہت ضروری ہے۔'' وہ کھلکھلائی۔

سارہ کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لیں...... لیکن مریم بہت سنجیدگی اور تشویش سے بھانجی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ آنکھوں میں گہری سوچ کا عکس تھا۔

''آئیڈیل ازم ۔۔۔۔ بس ایک اپنے آپ باندھی ہوئی ضد کے سوا اور کچھ نہیں ۔۔۔۔ نتیجہ تو انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا فری ۔۔۔۔ زندگی جتنی آسان ہوتی ہے خوشیاں اتنی زیادہ ہوتی ہیں ۔۔۔۔''

''مطلب یہ کہ میں آپ کے nephew کو پسند کرلوں ۔۔۔۔ تاکہ آپ کی اپنے ان لاز میں واہ، واہ ہو ۔۔۔۔''

فری نے اکتا کر خالہ کو درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

''دیوار سے سر پھوڑ رہی ہو سومو ۔۔۔۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اسے کسی کی عقل کی بات سمجھ آجائے ۔۔۔۔'' سائرہ نے جو سر میں اسٹرابری اور دودھ ڈالتے ہوئے مریم کو کسی نئے لیکچر سے باز رکھنے کی مخلصانہ کوشش کی۔

''سمجھو ۔۔۔۔ بچوں کو سمجھانے کی ضرورت تو ہمیشہ رہتی ہے ۔۔۔۔'' مریم نے پھر سنجیدگی سے فری کی طرف دیکھا جو اب فروٹ باسکٹ سے سرخ سیب اٹھا کر لٹو کی طرح گھما رہی تھی ۔۔۔۔ جیسے کہہ رہی ہو ۔۔۔۔ مجھے آواز ہی نہیں آرہی۔

☆☆☆

دو سال پہلے کالج کے سالانہ فنکشن میں اسٹوڈنٹس نے ایک اسٹیج ڈراما مہر النسا کیا تھا ۔۔۔۔ جس میں تین مہر النسا نامی لڑکیوں کے کردار تھے۔ ایک مہر النسا تو وہی جو تاریخ میں ہے ۔۔۔۔ دوسرا کیریکٹر اڑانے کی وجہ سے یاد رکھی جاتی ہے۔ ایک مہر النسا غلام زادی تھی۔ تیسری مہر النسا ایک بوڑھی ضعیف عورت تھی جو جنگ میں لاپتا ہو جانے والے اپنے فوجی بیٹے کو گزشتہ تیس سال سے ڈھونڈ رہی تھی۔

زین نے غلام زادی مہر النسا کا کردار اپنے لیے پسند کیا تھا اور بہت اچھا پرفارم کیا تھا ۔۔۔۔ داد بھی ملی تھی اور انعام بھی۔

وہ کردار اس نے گویا اوڑھ پہن لیا تھا۔ کاسٹیوم اور لوازمات اس کے اپنے تھے جواب بھی اس کی وارڈ روب میں محفوظ تھے۔ اکثر جب اسے طویل تنہائی میسر آتی تو وہ مہر النسا غلام زادی کا بہروپ بھر کر آئینے کے سامنے پرفارم کرتا اور بہت لطف اندوز ہوتا تھا اور یہ عمل اسے اتنا سیراب کرتا تھا گویا مہینوں پیدل چلنے والوں کو صحرا میں پانی میسر آگیا ہو۔

اس دوران وہ پرانا گیت پلے کرنا نہیں بھولتا تھا جو اس کو جذبات کا ایندھن مہیا کرتا تھا۔

''آئے گا ۔۔۔۔ آئے گا ۔۔۔۔ آنے والا ۔۔۔۔'' لتا منگیشکر کے یادگار کلاسکس میں سے ایک تھا۔ ڈرامے میں مہر النسا کے اس کردار کے ساتھ یہ گیت لازم و ملزوم تھا۔ ڈائیلاگز کے دوران بھی ہلکی آواز میں پلے ہوتا رہتا تھا۔

اس وقت وہ مہر النسا کاسٹیوم میں نظر آرہا تھا۔ بہت شوق سے جیولری پہن رہا تھا۔ دونوں کلائیوں میں ست رنگی شیشے کی چوڑیاں دمک رہی تھیں۔ آتشی گلابی اور جامنی گھیر کی پشواز جو زردوزی کے کام سے بوجھل تھی جب وہ لہرا کر گھومتا تھا تو گھیر پھیل جاتا تھا جس پر وہ لطف اندوز ہو کر ڈانس کا اسٹیپ لیتا اور تالی بجاتا ۔۔۔۔

جیولری پہن کر اس نے بڑا سا دوپٹا بائیں کاندھے پر اٹکایا اور آئینے میں ناقدانہ انداز میں اپنا جائزہ لیا۔

ماحول میں پرسوز گیت گونج رہا تھا۔

''میں زین نہیں ہوں ۔۔۔۔ میں مہر النسا ہوں ۔۔۔۔ زین کبھی اتنا خوب صورت ہو ہی نہیں سکتا ۔۔۔۔!''

خاموش ہے زمانہ، چپ چاپ ہیں ستارے

O کی مدھر آواز کا تاثر ماحول کو خوابیدہ بنا رہا تھا۔

دھڑ دھڑ ۔۔۔۔ اچانک بند دروازے پر زور دار تھاپ پڑی۔

زین بری طرح ہل کر رہ گیا ۔۔۔۔ کیونکہ اسے اچانک کسی اجنبی سیارے سے کرۂ ارض پر واپس آنا پڑا تھا۔

"Who?" اس کے لہجے میں بدمزگی کا تاثر تھا۔

''زین ۔۔۔۔ جلدی سے باہر آؤ ۔۔۔۔ ممی ۔۔۔۔ کو دیکھو ۔۔۔۔ پتا نہیں انہیں کیا ہو گیا ہے۔'' پس در عرشیہ نے چلا کر کہا تھا۔

"relex.....Mom — مجھے تو ڈسٹرب مت کریں —؟" اس نے غصے اور بیزارگی سے دوپٹا بیڈ پر دے مارا۔

"تو، تو — بس جلدی کرو — زین — دروازہ کھولو — زین — پلیز —" عرشہ کے انداز میں اتنا واویلا تھا کہ زین کے کمزور اعصاب تاب نہ لا سکے اور اس نے بے سوچے سمجھے کھٹ سے دروازہ کھول دیا۔

عرشہ وہائٹ نیٹ کے ڈریسنگ گاؤن میں بدحواس سی کھڑی دروازہ کھلنے کی منتظر تھیں — مگر زین پر نظر پڑتے ہی بھول گئیں کہ چند لمحات پہلے ان کا کیا مسئلہ تھا —

حیران پریشان — ہکا بکا اسے گھور رہی تھیں جو اپنی مصنوعی لانبی پلکوں کو جھپک، جھپک کر انہی کی طرف دیکھ رہا تھا —!

"یہ — یہ —" وہ بول نہیں پا رہی تھیں بس انگلی سے اشارہ کر رہی تھیں۔

سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں انہیں بہت کچھ یاد آیا تھا — خاص طور پر اپنا آخری consultation جو ایک ماہر اور نامی گرامی چائلڈ اسپیشلسٹ کے ساتھ تھا۔ —

"ایک اسٹیج پلے کی ریہرسل کر رہا تھا — بس پانچ منٹ دیں۔ میں چینج کر کے آتا ہوں —"

عرشہ کی جان میں جان آ گئی تھی — اور ساتھ ہی یاد آ گیا کہ وہ کیوں گرتی پڑتی آئی تھیں۔

"اوہ — ممی —" وہ مڑ کر بھاگیں — "ہری اپ زین —"

"سیونتھ پلس میں ہوں گی نا تو — Mom نے ابھی تک اپنا، بینڈ میک اپ نہیں کیا؟" زین کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی — آنکھوں میں سنا کیت کی وہ لہر تھی کہ بیس سال کا لڑکا اسی سال کا بوڑھا نظر آنے لگا — وہ ضعیف العمر بوڑھا جس کے پپوٹے لٹک کر آنکھوں پر آ گرتے ہیں۔

اس نے آہستگی سے دروازہ بند کیا اسے لباس تبدیل کرنے کی بالکل بھی جلدی نہیں تھی — وہ مکمل طور پر پُرسکون تھا۔

☆☆☆

واصف کوشش تو کافی دنوں سے کر رہا تھا مگر ہوم ٹیوشنز کا جو تخمینہ وہ چاہتا تھا وہ نہیں مل رہا تھا۔ اللہ اللہ کر کے ایک ہی گھر کے دو اسٹوڈنٹس مل گئے جنہیں اکاؤنٹ اور بزنس پڑھانا تھا۔ تیس ہزار اس نے ڈیمانڈ کی تھی جو منظور تو ہو گئی تھی مگر ہیڈ آف دی فیملی اتوار کو اس کا تفصیلی انٹرویو کرنا چاہ رہے تھے۔ پوش ایریا کے رہائشی تھے خود سرجن ڈاکٹر تھے اسی وجہ سے واصف نے اپنے ظاہری حلیے پر بھی خصوصی توجہ فرمائی تھی۔ پیازی رنگ کی پوری آستینوں کی اوپن شرٹ، بلیک ڈریس پینٹ — ہم رنگ چمچاتے شوز — جیل سے سیٹ کیے ہوئے بال، پرفیوم — باڈی اسپرے —

شمسہ کو وہ پہلے ہی بتا چکا تھا جو واشنگ مشین لگا کر کپڑوں کی دھلائی میں مصروف تھیں۔

وہ آئینے میں اپنا حتمی جائزہ لے کر کمرے سے نکل کر زینے کی طرف بڑھا۔

"واصف —!" سالار صاحب نیچے لاؤنج میں کھڑے اسے ہی آواز دے رہے تھے۔

"آ رہا ہوں —" آواز کی کوفت پر تو کنٹرول کر لیا تھا مگر چہرے سے تاثرات چھپانے کے لیے محنت نہیں کی کہ آس پاس کوئی بھی اسے دیکھنے والا نہ تھا۔ البتہ وارڈروب میں کپڑے ہینگر کرتی شمسہ نے ہارے ہوئے انداز میں گہری سانس لی تھی۔ وہ دو گھنٹے سے اس کا جوش و خروش و تیاریاں دیکھ رہی تھیں۔ خلافِ طبع وہ انہیں اپنا پروگرام بھی بتا چکا تھا وہ بھاگنے کے انداز میں زینہ اتر گیا تھا۔

سالار صاحب عین سامنے ہی اس کی راہ دیکھتے نظر آ گئے۔ ہاتھ میں اپنا قیمتی والٹ لیے غالباً کیش کا جائزہ

لے رہے تھے۔
"جی ماموں......؟" اس نے وال کلاک پر نظر دوڑاتے ہوئے انہیں متوجہ کیا۔
سالار صاحب نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔
"اوہو...... بڑی تیاریاں ہیں بھئی...... آج تو انسان کے بچے لگ رہے ہو...... خیر تم لڑکوں کے بے تکے پروگرام تو چلتے رہتے ہیں۔ آج تم نے ایک بہت ضروری کام کرنا ہے۔" واصف الفاظ "انسان کے بچے" کی بازگشت کے زیرِ اثر تھا اس نے خود کچھ کہنے کے بجائے ماموں کے بولنے کا انتظار کیا۔ اور "ضروری کام" سے متعلق اندازوں میں کھیلنے لگا۔
"میرے سینئر قیوم صاحب کی بیگم بہت سیریس بیمار ہیں۔ صدقے کے دو بکرے خرید کر ان کے گھر پہنچانے ہیں......"
"جی......؟ بکرے......؟" ایک پہاڑ تھا جو بہت بلندی سے اس کے سر پر گرا تھا۔
"ہوں...... بکرے...... غلطی سے بکریاں مت لے آنا...... صدقے میں ہمیشہ بکرا دیا جاتا ہے......"
"جی اسی لیے بکرے کی ماں زیادہ دیر خیر نہیں مناتی...... مجھے بھی آپ بکرا ہی سمجھیے۔" اس نے کھولتے لہو کے ساتھ بظاہر دانت نکال کر جواب دیا۔
"ایک تو تمہیں فضول باتیں کرنے کی بہت عادت ہے۔" سالار صاحب نے پانچ ہزار مالیت کے کئی نوٹ والٹ سے نکالے اور گنتی کی پھر اپنی شرٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر چند اور نوٹ نکالے۔ "صدقے کے بکرے بیس، بیس ہزار کے مل جاتے ہیں...... مگر میں احتیاطاً ساٹھ ہزار دے رہا ہوں۔"
"ایک منٹ ماموں...... میری بھی سن لیں......" اس نے ایک بے قرار نگاہ وال کلاک کی طرف دوڑائی۔
"جلدی بولو...... وقت بہت کم ہے...... قیوم صاحب Wait کر رہے ہوں گے۔"
"ماموں یہ کام تو سرور اور نعیم بھی کر سکتے ہیں......"
اس سے پیشتر وہ اپنی بات مکمل کرتا...... سالار صاحب برسنے لگے۔
"مجھے عقلیں دینے کی ضرورت نہیں......
دس نوکر ان کے اپنے گھر میں بھی ہیں۔ بڑے سودوں کے کام نوکروں کے سپرد نہیں کیے جاتے...... گروسری میں تو سالے ڈنڈی مار جاتے ہیں...... ایک، ایک بکرے پر پانچ، پانچ ہزار کا چونا لگا سکتے ہیں......"
"یعنی آپ مانتے ہیں کہ میں ایماندار بندہ ہوں......" وہ اندر سے پھٹ پڑنے کو تیار تھا۔ مگر ماں کی نم آنکھیں اسے ہمیشہ کی طرح قابو کر رہی تھیں۔
"میاں دیر ہو رہی ہے کام کرو جا کر...... بعد میں مجھ سے سرٹیفکیٹ لے لینا......"
"واصف...... بھائی جو کہہ رہے ہیں وہ کرو...... کیوں وقت ضائع کر رہے ہو......"
گراؤنڈ فلور کے لاؤنج سے اٹھنے والی ہر آواز زینہ پھلانگ کر اوپر جاتی تھی۔ اب تو معاملہ بہت سنجیدہ تھا۔ بیٹے کو بھائی نے آواز لگا کر طلب کیا تھا۔ کان کھڑے ہونا ایک لازمی امر تھا۔ وہ ضبط نہ کر سکیں جہاں تھیں وہیں سے بول پڑیں۔
واصف نے گہری سانس لی اور سالار صاحب کے ہاتھ سے رقم لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
"گن لو......" سالار صاحب نے رقم تھماتے ہوئے تاکید کی۔
"آپ نے گن لیے...... کافی ہیں......"
"لٹ پٹ کر مت آجانا...... جلد بازی میں...... ٹھیک سے دام ٹھہرانا......" انہوں نے مزید تاکید کی......
"پیسے سنبھالو...... ایسی جگہوں پر جیب کترے اور دتا ئم کرتے ہیں۔"

واصف نے گہری سانس لی...... کچھ کہنے کو زبان میں کھجلی ہوئی مگر اس نے جانے دیا۔
اتنا اچھا سا تیار ہو کر تو وہ شاید کبھی یونیورسٹی بھی نہیں گیا تھا۔ جتنی اچھی تیاری کے ساتھ صدقے کے بکرے خریدنے جا رہا تھا۔

شمسہ کا جو حال تھا وہ اپنی جگہ تھا مگر بیڈروم میں ڈرائیر سے بال سکھاتی سارہ بھی دل گرفتہ تھیں۔
''اتنا کچھ ہو چکا...... اتنا کچھ روز ہوتا ہے...... جوان بچہ ہے موقع ملتے ہی زہر نکالا ہوگا......'' فری کی لگائی ہوئی شکایتیں لمحوں میں بے اثر ہونے لگیں...... الٹا واصف پر ترس آ رہا تھا۔

☆☆☆

''مام اب کچھ دن آپ نانو کو اسپتال میں ہی رہنے دیں...... ان کا اچھا سا پراپر چیک اپ کرائیں...... تاکہ جلدی، جلدی اسپتال نہ آنا پڑے...... سیونٹی پلس میں تو بندہ ویسے ہی بونس پر چلتا ہے۔''
ایمرجنسی کے باہر زین بڑے بیزار کن انداز میں عرشلہ کو مفت مشوروں سے نواز رہا تھا۔ عرشلہ نے حیرت و صدمے کی ملی جلی کیفیت میں اس کی طرف دیکھا۔
''کیسی باتیں کر رہے ہو...... میری ماں ہیں...... انسان چاہتا ہے اس کی ماں ہمیشہ زندہ رہے۔ وہ رنگ انہیں بہت عزیز تھی...... ہر پارٹی میں وہ پہنا کرتی تھیں...... وہ شاک میں ہیں۔'' عرشلہ کی آواز میں نمی اتر آئی۔
''او خدایا...... ایک ring کے لیے کون اپنی جان دیتا ہے...... نانو کے پاس اتنے assets ہیں کہ ان میں سے ایک بھی سیل کر دیں تو دس ڈائمنڈ رنگ لے سکتی ہیں ایک ring کتنے لوگوں کو suffer کرا رہی ہے...... سروشہ لاک اپ میں ہیں۔ آپ کے اور میرے سب کام اسٹاپ ہو گئے...... جب سے اسپتال آئی ہیں آپ کا ویزا کارڈ مسلسل swipe ہو رہا ہے...... ایک ring کی وجہ سے پرائیویٹ اسپتال کو سرو کیا جا رہا ہے ...... اُف ......''
زین کا آج سارا شیڈول تباہ ہو گیا تھا...... اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔
''اچھا...... میری ایک بات مانو گے؟'' عرشلہ کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے تھے۔
زین نے گردن موڑ کر ماں کی طرف دیکھا...... دونوں مسلسل چلتے جا رہے تھے۔
''ابھی...... اسی وقت...... فوراً یہاں سے چلے جاؤ...... مجھے کوئی ضرورت ہوگی تو میں ٹوٹو کو بلا لوں گی......''
عرشلہ کیونکہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار تھیں اس سے زیادہ لفاظی برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔ حالانکہ زین وہی کچھ کہہ رہا تھا جو اُن کے اپنے دل میں تھا۔
''کم آن مام آپ اسٹریس لے رہی ہیں مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ آئی لو یو مام۔''
اس نے اب بہت محبت سے عرشلہ کو شانوں سے تھام لیا۔ اب دونوں خاموش تھے اور آہستہ قدموں سے لان کی طرف جا رہے تھے۔ ڈاکٹرز نے باہر ہی انتظار کے لیے کہا تھا۔

☆☆☆

بکرے بہت اچھے مل گئے تھے۔ لوڈر والا بھی سائے کی طرح ساتھ تھا کہ کہیں ''کلائنٹ'' کسی اور کے ہتھے نہ چڑھ جائے...... دور کی سواری تھی اچھی خاصی بچت ہو رہی تھی اس کے باوجود جتا رہا تھا کہ ''صاحب اتنے پیسوں میں اتنی دور تک کون جاتا ہے۔ چالیس منٹ کا رستہ ہے۔'' بیوپاری بھی ''مال'' گننے کے لیے بے تابی سے مونچھوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا...... اس کی نظریں واصف کے ہاتھوں کی حرکت اور جیبوں کا طواف کر رہی تھیں۔
واصف نے رقم نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو جیب خالی تھی۔
اس نے بدحواس ہو کر اپنی تمام جیبوں میں باری، باری ہاتھ ڈالے تھے۔ اس کا تو اپنا والٹ بھی غائب تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط 4

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ”دُکھ [illegible]“ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا [illegible] ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے [illegible] بجھتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت [illegible] سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

Digest Novels Lovers Group

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دردوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم زادوں کی کہانی

”تمہیں پیسے کی ضرورت تھی مجھ سے مانگتے...... میں انکار کردیتا تو پھر میری طرف سے تم ڈاکے مارتے......“
یہ سب غیر متوقع نہیں تھا...... اسے اندازہ تھا کہ گھر پہنچ کر اسے کیا کچھ سننا ہے، وہ اندر داخل ہونے سے پہلے ہی خود کو ذہنی طور پر تیار کرچکا تھا۔
”مجھے ضرورت ہوتی تو میں ضرور مانگ لیتا۔ جو سچ ہے وہ بتادیا۔ اب آپ جس انداز میں سوچیں...... میں

کسی کے خیالات تو نہیں بدل سکتا۔'' واصف نے تمیز کے دائرے میں رہتے ہوئے مگر سپاٹ وجذبات سے عاری لہجے میں جواب دیا۔

کمرے سے باہر آتی سارہ اپنی جگہ رک گئی تھیں...... درحقیقت انہیں چکر آنا شروع ہو گئے تھے...... غلطی سے خلیے کو پیلا کہنے پر قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ یہ تو اچھا خاصا نقصان تھا...... اب تو جو نہ ہو کم ہے...... اس موقع پر انہیں کیا کرنا ہوگا...... اب وہ بس اتنا ہی سوچ پا رہی تھیں۔

واصف کی راہ بھی ماں کے تو آہٹوں پر کان لگے ہوئے تھے...... وہ لاؤنج اور زینے کے درمیان سانس روکے کھڑی تھی...... دل زور، زور سے دھڑک رہا تھا یوں جیسے وہ دل کا پسلیوں سے ٹکرانا محسوس کر رہی تھیں۔

''ساٹھ ہزار میں ایمان بیچ دیا...... ثابت کر رہے ہو کہ کس باپ کے بیٹے ہو......'' سالار صاحب نے تلملا کر طنز کیا تھا۔

''اب جیسا بھی تھا...... آپ مان تو رہے ہیں کہ وہ میرا باپ تھا...... بے نام ونشان تو نہیں ہوں......'' واصف نے کھولتے خون سے اٹھتی بھاپ کو نادیدہ ہاتھ رکھ کر پھیلنے سے روکا تھا۔ مگر جواب تو دے دیا تھا۔

سالار صاحب تو غصے سے ناچ، ناچ گئے۔

''ایک تو چوری اوپر سے سینہ زوری......''

''نہیں کی چوری...... کوئی فراڈ نہیں کیا...... بس بکرے نہیں آئے مگر آپ کے پیسے saved ہیں...... پیسوں کا غم نہ کریں......''

سارہ حیرت کی انتہا پر آگے بڑھ آئی تھیں جبکہ سامنے آنا نہیں چاہتی تھیں شمسہ نے اوپر دیوار تھام لی۔

''محفوظ ہیں......!'' سالار صاحب کا خوفناک غضب شدید حیرت میں منتقل ہو گیا تھا...... بلکہ ہونق ہی ہو کر رہ گئے تھے۔ غیظ وغضب ہی نقصان کی وجہ سے ابل رہا تھا۔

''کچھ پیسے میری سیونگ ہے وہ آپ کو ابھی دیتا ہوں...... باقی کا دو تین دن میں انتظام کر کے دیتا ہوں...... آپ ریلیکس کریں ماموں......''

وہ اتنا پُرسکون نظر آ رہا تھا کہ سارہ کو سو فیصد یقین ہو چلا کہ ساٹھ ہزار کا نقصان سالار صاحب کا نہیں واصف کا ہوا ہے۔

''سالار اس کے ساتھ کیا کچھ نیا ہوا ہے؟'' سارہ دونوں کے درمیان آ کر کھڑی ہو گئیں اوپر شمسہ نے اب مکمل کر سانس لی۔

''اس شہر میں تو لوگ چلتے پھرتے...... اپنے گھر کے دروازے پر لٹ جاتے ہیں۔'' وہ سالار صاحب کا ''سوفٹ ویئر'' جھاڑنے پونچھنے لگیں۔ سارہ کے اعتماد وانداز اور حقیقت بیانی نے سالار صاحب کو بھی فوراً جامے میں تو ڈال دیا تھا...... مگر انا کا سوال تھا، فوراً تو قائل ہو کر میدان نہیں چھوڑنا تھا۔

''میری دونوں جیبوں میں کٹ لگے ہیں۔''

ماں کا ہمیشہ کی طرح ساتھ دینے کا عمل واصف کے لیے باعث تقویت اور لہجے میں مزید اعتماد کی توانائی سبب بن رہا تھا۔

''آپ جا کر اپنا کام کریں سارہ بیگم...... آپ ایک کم ظرف پر اپنی انرجی ضائع کرتی ہیں بکٹ لگانا کوئی مشکل کام ہے بھلا۔ ٹکے کا بلیڈ خرید لو...... ہزاروں کٹ لگا لو......''

''سالار آپ زیادتی کر رہے ہیں......'' سارہ نے خون کے گھونٹ پیتے واصف کو ایک نظر دیکھا۔

”یہ اسی گھر میں پل بڑھ کر جوان ہوا ہے...... کبھی ایک بسکٹ بھی بغیر اجازت کے نہیں اٹھایا۔“
”آپ خاموش ہو جائیں...... عورتوں کی جذباتیت اور حماقتوں کی وجہ سے چھوٹے چور ایک دن بڑے ڈاکو بن جاتے ہیں۔“ وہ بولے۔ ”سلطانہ ڈاکو نے بچپن میں ایک انڈا چوری کیا تھا اور ماں نے پکا کر کھلا دیا تھا۔“ اب شمسہ سے مزید ضبط نہ ہو سکا۔ تڑپ کر دوڑتی ہوئی زینہ اتر کر نیچے آ گئی تھیں۔
”بھائی...... اتنے بڑے ڈاکو کی مثال نہ دیں...... میرا بیٹا ایسا نہیں ہے...... ایک پائی فالتو خرچ نہیں کرتا...... کھانا گھر آ کر کھاتا ہے، آج کل کے زمانے میں اس عمر کے لڑکے جگہ جگہ پیزا، برگر کھاتے نظر آتے ہیں۔“ یہ کہہ کر شمسہ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔
”واصف...... اوپر جاؤ......“ سارہ نے خفگی سے سالار صاحب کی طرف دیکھتے ہوئے جھکیے انداز میں کہا۔
”ماں...... میں پیسے دے دوں گا......“
”میں کہہ رہی ہوں تم جاؤ اپنے کمرے میں......“ اب سارہ نے گویا ڈانٹا تھا۔ واصف خاموشی سے زینے کی طرف بڑھ گیا تھا۔
”میرا بیٹا ایسا نہیں ہے بھائی...... میں جانتی ہوں، آخر اس کی ماں ہوں......“ شمسہ بلک رہی تھیں۔
”اسی لیے تو اعتبار نہیں کہ تم اس کی ماں ہو......“ یہ کہہ کر وہ رکے نہیں۔

سارہ نے آگے بڑھ کر زمین میں گڑتی ہوئی شمسہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا اور جانے کا اشارہ کیا۔
''فری گھر میں نہیں ہے بھابی......؟'' شمسہ نے سہمے، سہمے انداز میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھا۔
''جم گئی ہوئی ہے......'' سارہ کو الجھن تھی کہ اس موقع پر شمسہ، فری کو کیوں پوچھ رہی ہے۔
''پلیز بھابی......آپ فری کو کچھ نہیں بتائیے گا......وہ واصف کو بہت تنگ کرے گی...... مجھے سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے۔''
''میرا دماغ خراب ہے جو میں ''بھڑوں'' کے چھتے میں ہاتھ دوں گی......'' انہوں نے محبت سے شمسہ کی کمر پر ہلکا سا دھپ رسید کیا۔ شمسہ نے تشکرانہ سارہ کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

اسے کہتے ہیں دل پر لینا......غصے اور بے بسی کے آنسو عرشلہ کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے......زین بھی اب بالکل خاموش تھا گویا اس کے بھی چودہ طبق روشن ہو چکے تھے۔ اسپتال پہنچے ابھی انہیں آدھا گھنٹا ہوا تھا، ہارٹ اٹیک تشخیص ہوا تھا اور شہر کے سب سے بڑے اور مہنگے اسپتال نے انہیں اب دوسرے اسپتال جو ہارٹ کے مریضوں کے لیے ہی تھا بھجوا دیا تھا۔
''چیزیں زندہ انسانوں کے لیے ہوتی ہیں...... میں پتا نہیں کتنی مرتبہ مرتے، مرتے بچی ہوں...... چندرہ سال پہلے مر گئی ہوتی تو ان سب چیزوں کا کون مالک ہوتا...... پھر تم کیا کرتیں......؟'' عرشلہ مسلسل اپنے بہتے آنسوؤں کو صاف کر رہی تھیں۔
''مام ڈونٹ وری...... نانو ٹھیک ہو جائیں گی......اس جگہ صرف ہارٹ پیشنٹ ہی آتے ہیں......اور ٹھیک ہو کر جاتے ہیں۔'' زین کو ماں کے آنسو بہت اذیت دے رہے تھے اس نے بہت محبت سے ماں کو اپنے بازو کے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔
''لیکن ٹھیک ہونے کے بعد ان کا کتنا خیال رکھنا پڑے گا۔'' عرشلہ نے زین کی طرف دیکھا...... اشکبار آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ''کسی کرسٹل کی طرح...... جیسے کرسٹل کی احتیاط سے جھاڑ پونچھ کی جاتی ہے۔''
''مائی گاڈ...... سیونٹی پلس میں بھی نہیں مرنا چاہتے لوگ...... ٹھیک ٹھاک ایج ہوتی ہے...... I wish تھوڑا سا جیوں...... مگر مزے سے جیوں......'' زین کے نازک اعصاب کے لیے یہ صورتِ حال ایسی تھی گویا کوئی مسلسل اس کے سر پر ہتھوڑے سے ضرب لگا رہا ہو۔

☆☆☆

شمسہ صوفہ کم بیڈ پر کروٹ سے لیٹی تکیے میں منہ دیے بلک، بلک کر رو رہی تھیں۔
''یا اللہ کب ختم ہو گی میری سزا......'' بار، بار تھرتھراتے لبوں سے یہی الفاظ نکل رہے تھے۔ واصف اوپر آتے ہی بیڈ پر آڑا ترچھا گر گیا تھا۔ چند سیکنڈ ساکت رہنے کے بعد اسے خیال آیا کہ اسے تو بہت پیاس لگ رہی تھی...... اور وہ پانی پینا ہی بھول گیا...... اس نے پٹ سے بند آنکھیں کھول دیں اور جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔
جس کا ایسا بادشاہ سلامت جیسا ماموں ہو وہ تو سانس لینا بھی بھول سکتا ہے۔ وہ اتنا زیادہ بیزار و اُکتایا ہوا تھا کہ پاؤں میں سلیپر ڈالنا بھی پہاڑ کی چوٹی سر کرتے جیسا لگا...... ننگے پاؤں ہی ڈسپنسر کی طرف بڑھا جو کچن سے باہر ہی لگا تھا۔ شیشے کی طرح چمکتے دمکتے آف وہائٹ ٹائلوں والے فرش پر پاؤں دھرتے ہی یوں محسوس ہوا تھا گویا سلگتے دماغ کے شرارے یک دم سرد ہو گئے۔
اپنی سوچ، اپنی ضرورت کے تحت وہ سیدھا ڈسپنسر تک گیا گلاس میں پانی بھرتے ہوئے اس کی نظر شمسہ پر پڑی۔ ڈسپنسر پر رکھی بوتل سے دو تین مرتبہ غرغراہٹ کی آواز نکلی تو شمسہ نے کروٹ بدل کر گویا چونک کر دیکھا تھا۔

ماں، بیٹے کی نظروں کا ٹکراؤ ہوا...... بھیگی آنکھیں...... بھیگے گال، واصف نے فوراً نظریں چرالیں اور وہیں اسٹول پر بیٹھ کر ایک ہی سانس میں گلاس خالی کر دیا پھر دوسرا ابھرا اور اب سانس لے، لے کر پینے لگا۔

شمسہ نے گھبرا کر دوبارہ دیوار کی طرف رخ کر کے کروٹ لے لی تھی اور چوری، چوری اپنے اشک پونچھنے لگیں۔

واصف نے گلاس اپنی جگہ پر رکھا اور چند سیکنڈ سوچتی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔

''بس کریں ماں...... جب سے ہوش آیا ہے یہی سین دیکھ رہا ہوں...... کوئی اور جاب ڈھونڈ لیں۔ بہت سارے معاملات میں ماموں کا احسان مانتا ہوں...... ورنہ ایسا سبق سکھاتا کہ لگ پتا جاتا۔''

''شکر ہے تم احسان تو مانتے ہو...... تم فکر نہ کرو...... میں بھائی کو پیسے دے دوں گی۔'' شمسہ کی آواز پست اور آنسوؤں میں بھیگی ہوئی تھی۔

''جس نے پاکٹ ماری ہے وہ ظالم ہے اور میں ظلم کے سلسلے کو آگے نہیں بڑھاؤں گا۔ مجھے ہوم ٹیوشن مل رہی ہے، فیس آل ریڈی ایڈوانس لے رہا ہوں، کچھ سیونگ ہے۔''

''تمہارے اپنے ضروری خرچے بھی......''

''آپ میرے خرچوں کی فکر نہ کریں......'' واصف نے بات کاٹ دی اور آگے بڑھا۔

''کیسی مفت کی ذلت اٹھائی ہے......'' شمسہ خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئیں۔

''جب سے پیدا ہوا ہوں، مفت ہی کی اٹھا رہا ہوں......'' واصف نے روم میں داخل ہوتے ہوئے برجستہ کہا تھا ساتھ ہی فوراً دروازہ بند ہو گیا تھا۔

شمسہ اذیت کے اس انتہائی ذائقے سے پھر فیض یاب ہوئیں جو اب ان کی زندگی کا لازمی جز بن چکا تھا۔

اب وہ اس کاٹ دار اذیت سے نڈھال نہیں ہوتی تھیں۔ ایک روز نماز کے بعد دعا مانگتے ہوئے ان پر منکشف ہوا تھا کہ اس شدید اذیت کے احساس نے انہیں اس عظیم ہستی سے اتنا مضبوطی سے باندھ رکھا ہے کہ ان کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی...... ایک نادیدہ جہاں میں ان کی دعاؤں نے ہلچل مچائی ہوئی ہے۔ یہ دعائیں سبب وعلت کے مراحل سے گزر رہی تھیں...... ایک دن تو ضرور ثمر آور ہوں گی۔

اس حقیقت کی توانائی انہیں تھکنے نہیں دیتی تھی۔

☆☆☆

"Toto I am also patient, please help me" عرشلہ بڑی بے بسی سے اپنی اسکول فیلو، کالج فیلو، بچپن کی پڑوسن، دمساز، ہمراز تہنیت عرف ٹوٹو کو دیکھ رہی تھیں...... ''میں بہت اکیلا محسوس کر رہی ہوں خود کو۔'' آنکھوں سے آنسو یوں گر رہے تھے گویا دریا کا پشتہ ٹوٹ گیا ہو۔

''تم ہمیشہ ہی سے بہت کم ہمت ہو...... برڈن لیتے ہی ڈھیر ہو جاتی ہو...... تم سے زیادہ تو آنٹی اسٹرونگ ہیں...... تمہاری اسی کمزوری کی وجہ سے کچھ لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے۔'' وہ بولی۔

''تم جانتی ہو...... تمہارے سابقہ شوہر کی طرح...... تم اچھی طرح جانتی ہو۔'' ٹوٹو نے جھاڑ جھپاڑ ضروری کی مگر ساتھ ہی عرشلہ کو گلے سے لگا کر تھپکنے لگی۔ دونوں اسپتال کے لان میں ایک شیڈ کے نیچے کھڑی تھیں۔ کیونکہ اندر ثمینہ کی اوپن ہارٹ سرجری کے مراحل شروع ہو چکے تھے۔ ٹوٹو یہ خبر سن کر ہی گرتی پڑتی پہنچی تھی۔

''ڈونٹ وری...... یہ تو اب نارمل سی بات ہو گئی ہے...... کبھی اوپن ہارٹ سرجری کا نام سن کر ہی لوگ ڈر جاتے تھے۔ اچھا ہے...... پتا چل گیا...... کچھ دنوں میں سیٹ ہو جائیں گی۔''

ٹوٹو مردانہ وار کام کرنے والی عورت تھی...... اس بلا کا اعتماد کہ مرد گھبراتے تھے۔ عرشلہ کو تو اس سے بہت ڈھارس ملتی تھی۔ وہ تو عرشلہ کو اتنی عزیز تھی کہ ثمینہ کو اپنی گمشدہ ہیرے کی انگوٹھی اتنی عزیز نہ ہو گی۔

ٹوٹو بظاہر ایک الٹرا ماڈرن، دولت مند و مضبوط شخصیت کی مالک تھی جس میں اس کا کوئی قصور نہ تھا۔

دادا نے جرمن عورت سے شادی کی تھی اس وقت جب جرمنی دو حصوں میں تقسیم تھا اور جرمن باشندے اس سانحے سے باہر نہیں نکل پا رہے تھے۔ بہت حساس، نرم، مثبت طرزِ فکر، ہمدرد، فلاحِ انسانیت کے لیے نیت کرنے والے بن چکے تھے۔

دوسری جنگِ عظیم کی ہولناکیوں، ذلت آمیز بدترین شکست کے بعد بے شمار وہ لوگ سامنے آئے جن کا خاندانی نظام تباہ ہو چکا تھا۔ خون کے رشتوں سے محروم ہو چکے تھے۔

ایک فرشتوں کی طرح اعلیٰ سوچ رکھنے والی ''اینا'' ائرپورٹ کاؤنٹر پر ملی اور دادا کو بھا گئی...... محبت، شادی پر منتج ہوئی، گیارہ سالوں میں چھ بچے پیدا ہوئے کیونکہ اینا بہت سارے بچوں کی ماں بننا چاہتی تھی۔ اور شاید یہ جنگ میں خاندان کھونے کا نفسیاتی ردِعمل تھا۔

ٹوٹو کے تایا، چچا اور اکلوتی پھوپھو تا حال جرمنی میں مقیم تھے مگر اس کے باپ نے اپنے باپ کے الٹ ایک پاکستانی لڑکی سے محبت کی پھر اسی سے شادی کی۔ اور مستقل ٹھکانا پاکستان کو بنایا۔

''دو تہذیبوں کی پروردہ ٹوٹو نے اپنی دادی کی طرح نرم خو خود اعتماد اور خلقِ خدا کی خدمت کا جذبہ رکھنے والی تھی۔ اور ایک بین الاقوامی بہترین ساکھ رکھنے والی NGO سے وابستہ تھی۔ دولت کمانے کی اسے فکر نہیں تھی۔ باپ اور ماں دونوں طرف سے مالی لحاظ سے سیراب تھی۔ اپنی زندگی خدمتِ خلق کے کاموں میں استعمال کر رہی تھی۔

خصوصی طور پر وہ غریب یا سفید پوش لوگ جو گردے تبدیل کرنے کا خرچہ برداشت نہیں کر سکتے اور جگر کی سنجیدہ بیماریاں، ہارٹ سرجری وغیرہ کے مریضوں کی وہ مکمل ذمے داری لے لیتی۔

ثمینہ کو ٹوٹو سے ہمیشہ یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ وہ بھی بڑی رقم ڈونیشن کے نام پر لینے نہ آجائے۔

ہر مہینے بینکوں سے اسٹیٹمنٹ وصول کرتی تھیں صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ مبادا عرشلہ نے ٹوٹو کو کوئی ''بڑا چیک'' نہ دے دیا ہو...... ثمینہ کی اس عمر میں مجبوری تھی بیٹی کے ساتھ جوائنٹ اکاؤنٹ تو رکھنا ہی تھا۔

عرشلہ عزیز دوست کے گلے لگی آنسو بہاتی رہی اور ٹوٹو نے اسے آنسو بہانے سے نہیں روکا۔

''تمہیں رونے کا بہت شوق ہے آج تم ٹھیک سے رو لو...... مگر آئندہ میں تمہیں رونے کے لیے اپنا کندھا ہرگز نہیں دوں گی...... اعمرو ڈاکٹرز اپنا کام کر رہے ہیں...... تم بھی لگی رہو......''

عرشلہ نے ہڑبڑا کر خود کو ٹوٹو سے الگ کر لیا...... اور شرمندہ شرمندہ انداز میں بیگ سے ٹشو نکال کر چہرہ صاف کرنے لگیں۔

''جب وہ تمہیں چھوڑ گیا تھا ان دنوں میں کسمبرگ (جرمنی) میں تھی ورنہ ایک مرتبہ ایسی طبیعت صاف کرتی...... کہ ساری زندگی لائف انجوائے نہ کر پاتا۔ ''ایلین'' کی طرح میری آواز اس کا پیچھا کرتی۔''

''تم کیسے شیور ہو کہ وہ لائف انجوائے کر رہا ہوگا......؟'' عرشلہ نے آنکھوں کو ٹشو سے تقریباً رگڑ ڈالا۔

''تم سے تو جان اسی لیے چھڑائی تھی ناں کہ اپنی دولت خود انجوائے کرنا چاہتا تھا۔''

''چھوڑو...... تم اس وقت کیوں اسے یاد کر رہی ہو......؟ وہ اتنا اہم نہیں ہے کہ اسے یاد کیا جائے۔''

عرشلہ نے نظریں چرا کر ٹوٹو کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی اور مین گیٹ سے آتی کاروں کو خواہ مخواہ گھورنے لگیں۔ جیسے کسی کی آمد کا شدت سے انتظار ہو۔

ٹوٹو نے اپنی مخروطی خوب صورت انگلیوں سے عرشلہ کے کاندھوں پر گویا پیانو بجانے کی کوشش کی۔

''اے...... ادھر میری طرف دیکھ کر بات کرو...... یاد کرتے نہیں ہیں...... ''یاد'' آتی ہے۔'' ہیرو ڈنگ کا تھرڈ

کلاس بندہ......"

سب کچھ کہہ کر خود ہی برا سامنہ بھی بنالیا...... مگر مرشلہ اب مسلسل یہ موضوع نظر انداز کر رہی تھیں۔

"ابھی، ابھی ایک زبردست آئیڈیا آیا ہے......" مرشلہ نے چمکتی آنکھوں سے ٹوٹو کی طرف دیکھا۔

"گڈ، گڈ......" ٹوٹو نے بڑے الگ انداز سے اپنے سر کے اوپر محیط شیڈ کی طرف دیکھا۔

"تم نے بھی اپنا intellect مطلب عقل استعمال ہی نہیں کی...... میں تمہارے کسی آئیڈیے پر غور نہیں کرتی......"

"نہ کرو...... مگر میں سوچ رہی ہوں ممی کے پاس جا کر ان کے کان میں بولتے ہیں ممی...... آپ کی ڈائمنڈ رنگ مل گئی ہے، ہوسکتا ہے وہ ویسے ہی ٹھیک ہو جائیں۔"

ٹوٹو نے حیرت کی انتہا پر مرشلہ کی طرف دیکھا تھا جیسے اس کی ذہنی صحت پر شک ہو رہا ہو۔

"تم اپنا یہ آئیڈیا یوٹیوب پر ڈال دو...... لاکھوں ویوز ملیں گے اور...... اور آدھے قبرستان خالی ہو جائیں گے...... مُردے واپس گھروں کو پہنچ جائیں گے...... کیونکہ اس مال کی وجہ سے ہی بے شمار لوگ اپنی جانیں دے رہے ہیں......"

معصومیت سے پٹر، پٹر بکتی قدرے شرمندہ، شرمندہ مرشلہ کی کمر میں اپنا بازو حمائل کر کے ٹوٹو اندر کی طرف چلی۔

"خود کو تو سنبھالا نہیں جاتا...... ایک بچہ بھی پکڑ لیا...... مجھے تو بچی میں زین کی بہت فکر رہتی ہے۔"

ٹوٹو بہت مخلصانہ انداز میں اور اب مکمل سنجیدگی سے بات کر رہی تھی۔ اس لیے کہ عالمگیر انسانیت اس کے خون کی وراثت تھی۔

☆☆☆

"رشتہ تو بہت اچھا ہے مگر...... سالار...... فری ابھی A level کر رہی ہے، عمر بھی کم ہے...... پھر اتنی دور کا معاملہ ہے...... اسے تو بے سوچے سمجھے بول پڑنے کی عادت ہے، میرا خیال ہے آپ سوری کر لیں......"

سارہ بہت محتاط انداز میں سوچ، سوچ کر بات کر رہی تھیں۔ احتیاط اس وجہ سے تھی کہ بمشکل تو سالار صاحب نے اپنے خراب موڈ پر قابو پایا تھا۔

"نعیم تو آج رات ہمارے گھر ہمارے ساتھ ڈنر کرنا چاہ رہا تھا...... مگر وہ قیوم صاحب کی کال آ گئی...... بہت پریشان تھے، میں گھر چلا گیا ان سے ملنے کہ چلو دو بول تسلی ہی کے بول دوں...... زندگی موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، انہوں نے بکروں کا کام بتا دیا...... وہ اتنے زیادہ ٹینس ہیں کہ بندہ ان کے کسی کام سے معذرت بھی نہیں کر سکتا......" سالار صاحب نے اپنی اسمارٹ، صحت مند، خدمت گزار بیوی کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں اللہ کا شکر بھی ادا کیا۔

"مگر قیوم صاحب کی مسز تو اسپتال میں ایڈمٹ ہیں...... اور وہ خود گھر پر......؟ کچھ سمجھ نہیں آئی۔"

"ان کی مسز کو قیوم صاحب کی ساس اٹینڈ کر رہی ہیں...... ایک ہفتے سے وہی تھے مسز کے ساتھ......" سالار صاحب نے بیوی کی بات درمیان میں کاٹ کر فوراً ہی جواب دے دیا تھا۔

"اوہ......!" سارہ کی حیرت کا خاتمہ گہری سانس پر ہوا۔

"پھر آپ نے نعیم بھائی کو منع کر دیا ہوگا......" سارہ واپس اصل موضوع کی طرف پلٹ آئیں۔

"ہاں، میں نے فون کر کے ساری سچویشن اسے بتا دی تھی...... مگر کل کے لیے تیاری کر لینا۔"

"کل رات ناں......؟" سارہ نے ریموٹ اٹھا کر اے سی کی کولنگ کم کی...... سالار صاحب کو تو روم chill کر کے سونے کی عادت تھی اور سارہ کو گرمی کم سردی زیادہ لگتی تھی۔ بارہ مہینے بلینکٹ استعمال کرتی تھیں۔

سالار صاحب نے "ٹوں" کی آواز پر اے سی کی طرف دیکھا کہ سارہ نے کتنا کم کیا ہے۔

"ہاں..... ظاہر ہے ورکنگ ڈے ہے..... ہم گھر ہی پر ڈ جز کر سکتے ہیں۔"

سالار صاحب، سارہ کے جواب کے بعد قدرے سست پڑ گئے تھے۔ سارہ کے انداز میں کسی قسم کی گرم جوشی نہیں تھی۔ بجائے خوش ہونے کے الٹا سوچوں میں ابھی نظر آ رہی تھیں۔

"میں ان کو فوراً انکار نہیں کروں گا سارہ..... بلکہ اسے کچھ وقت دینے کے لیے کہوں گا....." انہیں اتنا شاندار رشتہ ٹھکرانا ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

"ہاں، بالکل۔ اگر نعیم بھائی جلدی میں نہیں ہیں..... تو انہیں سوچنے کے لیے ٹائم دینا چاہیے۔" سارہ نے برجستہ انداز میں کہا۔

"کل آ رہا ہے ناں..... تم خود اس کے سامنے یہ سب کہہ دینا۔ مگر یہ ٹھیک ہے..... اتنے اچھے پروپوزل قسمت سے ہی آتے ہیں۔ بڑی فیملی میں تو فری کا گزارہ بہت مشکل ہے..... لوگ "ساسوں" سے بہت گھبراتے ہیں، وہاں ساس ہی نہیں ہے۔" سالار صاحب نے اپنی طرف کا لیمپ آف کرتے ہوئے کہا۔

"مریم بھی ایک پروپوزل لے کر آئی تھی۔ لڑکا ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہے۔"

"مریم کی طرف سے بے فکر رہو..... میں اسے سیریس نہیں لیتا۔" سالار صاحب نے رتی برابر دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

"کیا مطلب..... پاگل ہے وہ؟" سارہ برا مان گئیں۔

"بھئی سیدھی سی بات ہے جب تک فری کی شادی نہیں ہو جاتی، مریم تمہیں رشتے بتاتی رہے گی..... میں تو ایک مرتبہ اسے مشورہ دے چکا ہوں کہ تم میرج بیورو چلانے کے لیے 100 پرسنٹ صحیح فٹ ہو۔" سالار صاحب نے کروٹ لے کر سارہ کا بازو آہستہ سے دبایا گویا ان کو تسلی دی کہ وہ لائٹ موڈ میں بات کر رہے ہیں۔

سارہ اس لیے احتیاط کر رہی تھیں کہ خدا، خدا کر کے ڈنر سے پہلے ساری بحث اس نکال کر فارغ ہوئے ہیں، کوئی ایسی بات نہ ہو جائے کہ پھر کچھ یاد آ جائے اور موڈ خراب ہو جائے۔

"ہاں مگر فری نے خالہ کو صاف، صاف کہہ دیا ہے کہ آئندہ میرے لیے کسی salaried (تنخواہ دار) کا پروپوزل نہ لائیں۔ مجھے بزنس مین سے شادی کرنی ہے، ورنہ کرنی ہی نہیں....."

"اچھا....." سالار صاحب کے انداز میں تعجب بھی تھا اور بیٹی کے خیالات سے لطف اندوز ہونے کا تاثر بھی۔

"اس کا مطلب ہے نعیم کے بیٹے کا پروپوزل تو وہ آرام سے قبول کر لے گی۔" ان کی نیند دبے پاؤں واپس جانے لگی..... انداز میں توانائی و جوش تھا۔

"خدا کے لیے سالار فری کی شادی ابھی سیریس نہ لیں، میں ماں ہوں میری بات کو سنجیدگی سے لیں..... فری فی الحال پریکٹیکل لائف افورڈ نہیں کر سکتی، وہ فینٹسی سے باہر نہیں آ رہی..... پہلے اس کا مائنڈ بنانا پڑے گا۔ شادی کوئی بارات، ولیمے کا نام نہیں ہے..... نعیم کا بیٹا بھی تو comforts کے ساتھ پلا بڑھا ہے..... عیش و آرام میں پلنے والے بچے بہت نازک مزاج ہوتے ہیں۔ اپنی ٹرمز اینڈ کنڈیشنز پر زندگی گزارنا پسند کرتے ہیں۔ صرف شادی کرنا ہی تھوڑا ہوتی ہے۔ شادی چلانا بھی ہوتی ہے۔"

"مائی گاڈ! یعنی تم بتانا چاہ رہی ہو کہ فری میں کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ تنخواہ دار سے وہ شادی نہیں کرے گی..... بزنس کلاس کا بچہ اسے سوٹ نہیں کرتا..... پھر بس اب کوئی بات نہ کرنا....." سالار صاحب جھلائے۔

"میری بیٹی، باپ کے گھر میں ہے تو ہمیں نخرے دکھاتی ہے، شادی ہو جائے گی تو خود بخود بہت سی باتیں سمجھ جائے گی۔" آخری الفاظ سالار صاحب نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں ادا کیے۔

وہی ہوا جس کا ڈر تھا..... سالار صاحب کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

اب دونوں مخالف سمتوں میں رخ کیے سونے کی کوشش کر رہے تھے۔

☆☆☆

واصف کے کمرے کا دروازہ بند تھا...... اب بند دروازے سے یہ اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا کہ وہ سو چکا ہے یا جاگ رہا ہے، اس کی رائٹنگ کمپیوٹر ٹیبل پر لیمپ اس طرح رکھا ہوا تھا کہ جب وہ آن کر کے ٹیبل پر اپنا کام کرتا تھا تو روشنی دروازے تک نہیں آتی تھی۔

وہ صوفہ کم بیڈ پر جو وہ زیادہ تر بطور بیڈ ہی استعمال کرتی تھیں کیونکہ یہ راستہ فطری طور پر ہوا کی گزرگاہ تھا...... اکثر نارمل موسم میں تو وہ فین ہی نہیں چلاتی تھیں، چت لیٹی چھت کی آرائش پر نظر جمائے تھیں گویا آج پہلی بار چھت کا جائزہ لے رہی ہوں...... چھت کے ڈیزائن میں نیلی روشنی کا کمال تھا...... جو کناروں سے پھوٹ رہی تھی مگر روشنی کا ماخذ پوشیدہ تھا۔

نیلی روشنی سے ان کے اعصاب کو بہت تقویت پہنچ رہی تھی...... اور وہ بہت سکون سے جمع پونجی کا حساب کر رہی تھیں جس میں سے ساٹھ ہزار نکال کر بھائی کا نقصان پورا کرنا تھا...... یہ تو انہوں نے ٹھان لیا تھا کہ بھائی کو کسی بھی ذریعے سے رقم پہنچائیں گی...... ساٹھ ہزار کی وجہ سے اپنے بیٹے کو ساٹھ لاکھ زخم نہیں لگوائیں گی...... معاً انہیں محسوس ہوا کہ لاؤنج کے بھاری بھرکم بند دروازے پر کسی نے دستک دی ہے...... اول وہ اپنا وہم سمجھیں اور وال کلاک پر وقت دیکھا۔ رات کے دو بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔

"اتنی رات کو کون آئے گا......" انہوں نے کروٹ لے کر سونے کی نیت کی۔

مگر اب دستک بہت واضح تھی...... وہ وہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں، وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھیں۔ ایک

جون 2023 کا شمارہ ایک نظر میں

کایا کلپ

خرابوں کے جزیرے میں خود کو قید کرنے والے محبت کے دیوانوں کی انا پرستی کی دل خراش داستان ایچ اقبال کے قلم کا جادو

فتنہ پرور

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات زویا صفوان کے قلم کا شاہکار

مزید

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دل دوز داستان ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

عتیق بخاری، غلام قادر، ایل آر راجپوت، صائمہ دانش، عائشہ نصیر، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

نظر واصف کے بیڈروم کے بند دروازے کی طرف دیکھا...... پھر آہستہ قدموں سے دروازے کے قریب پہنچیں۔

"کون......؟" انہوں نے دبی زبان میں استفسار کیا۔

"ہاں، ثمر...... ایک منٹ بات سنناذرا۔"

پس در سارہ کی آواز ابھری تھی۔

ثمر نے آٹو میٹک لاک کھول کر دروازہ وا کر دیا۔

"بھابی؟ آپ اس وقت...... ! خیریت ہے......؟" ثمر کی حالت غیر ہونے لگی...... پل میں ہزاروں وسوسے حملہ آور ہو گئے۔

"خیریت ہے...... پریشان مت ہو......" سارہ نے اندر داخل ہوتے ہوئے ماحول کے مطابق دھیمی آواز میں تسلی دی اور آگے بڑھ کر صوفہ کم بیڈ کے کنارے پر "ٹک" سی گئیں۔

"بھابی...... ٹھیک سے بیٹھ جائیں...... آپ کا اپنا ہی گھر ہے......" ثمر نے شرمسار سے لہجے میں آؤ بھگت کی تھی گویا...... بہر حال سارہ کے انداز میں بدحواس کرنے والی کوئی علامت نظر نہیں آئی تھی...... مگر غیر معمولی آمد سے پیدا ہونے والا سوال تو اپنی جگہ تھا۔

"مجھے پتا ہے کہ تم سالار کا نقصان پورا کرنے کی کوشش میں لگ چکی ہو گی مگر میں تمہارے ساتھ یہ زیادتی بالکل برداشت نہیں کروں گی...... کیونکہ میں جانتی ہوں اس وقت ساٹھ ہزار کی تمہاری زندگی میں کیا اہمیت ہے......" سارہ نے اسی طرح دبی، دبی آواز میں چہرہ ثمر کے قریب کر کے اپنی آمد کا مقصد واضح کیا۔

ثمر نے بے اختیار اپنا سر سارہ کے کندھے سے لگا دیا۔

"بھابی...... پہلے ہی آپ کے احسانات کیا کم ہیں...... میری وجہ سے شوہر سے باتیں سنتی ہیں......" ثمر کی آواز میں رقت و دل سوزی تھی۔

"بڑی مشکل سے ان کا ذہن اِدھر اُدھر لگایا...... اللہ کا شکر سو گئے۔ مگر پتا نہیں کیوں مجھے نیند ہی نہیں آرہی تھی...... فالتو میں کروٹیں بدلتی تو ان کی نیند ٹوٹ جاتی، صبح آفس جانا ہوتا ہے، میں اٹھ کر باہر ہی آگئی۔" سارہ کی آنکھوں میں واقعی دور، دور تک نیند کا نام و نشان دکھائی نہیں دیتا تھا۔

"آپ تو اپنے وقت پر سونے کی عادی ہیں پھر آج کیا ہوا......؟" ثمر کو واقعی حیرت ہو رہی تھی۔

"سر میں تیل نہیں ڈالا کئی دنوں سے شاید خشکی کی وجہ سے نیند نہیں آرہی۔" سارہ نے طرح دی۔

درحقیقت فری کے لیے آنے والے دو دنوں پرپوزلز نے ان کی نیند اڑا دی تھی۔ وہ تو مستقبل قریب میں شادی شدہ فری کو کہیں بھی سیٹ یا فٹ نہیں دیکھ پا رہی تھیں۔

"کون ماں ہے جو اپنی بیٹی کا گھر بسانے کی خواہش نہیں رکھتی......؟ شادی تو بہت عالیشان طریقے سے انجام پا جائے گی...... مگر شادی کے بعد جب منگیتر...... شوہرانہ رویوں کے ساتھ سامنے ہو گا تو یہ اس حقیقت کو کیسے قبول کرے گی؟؟ ابھی اس کی کوئی عمر نہیں لگی جا رہی تھی مگر...... شادی تو ایک دن کرنی ہی ہے۔" وہ خود ہی سوچ جا رہی تھیں۔

"لائیں میں آپ کے سر میں تیل لگا دوں......" ثمر فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں۔ مگر سارہ نے فوراً ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ارے...... نہیں تم آرام کرو...... تمہیں صبح اسکول جانا ہے، میرا کیا ہے میں تو گھر میں ہوتی ہوں......"

"چھوڑیں بھابی...... اتنا تکلف نہ کیا کریں...... ویسے بھی میں جاگ ہی رہی تھی......" ثمر یہ کہہ کر آگے بڑھیں اور دیوار میں بنی الماری میں رکھی تیل کی بوتل لے کر بھاوج کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

''چلو ٹھیک ہے تھوڑا سا مساج کر دو...... کیپ پہن کر سونا پڑے گا۔ سالار کو تو تیل کی خوشبو سے الرجی ہے...... ہر سنڈے کو سیلون جا کر مساج کراتے ہیں وہیں واش کرا لیتے ہیں۔''

''اتنی رات کو آپ سے چائے کا پوچھوں تو آپ منع کر دیں گی...... جوس تو پی لیں گی ناں؟'' شمسہ کو اچانک خیال آیا کہ کبھی، کبھی اوپری حصے میں آنے والی بھابی کی کوئی خاطر مدارت تو کی نہیں......

''کوئی مہمان ہوں......؟ جوس پینے کا دل چاہے گا تو خود بھی فریج سے نکال سکتی ہوں......''

سارہ نے شمسہ کو بازو کے گھیرے میں لے کر خود سے قریب کر لیا۔

''بھابی آپ کی وجہ سے زندگی بہت آسان لگنے لگی ہے ورنہ تو......'' شمسہ نے خود ہی اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

''کوئی احسان نہیں کرتی...... تمہارا حق ہے کہ تمہارا خیال رکھا جائے، جنت مکانی تمہارے ماں، باپ مجھے بہت عزت دیتے تھے، میرے پاس تم ان کی امانت ہو......'' سارہ نے اب زور سے شمسہ کو اپنے ساتھ لگا کر دبایا۔

''واصف کو سمجھا دینا پیسوں کے معاملے میں سالار سے کوئی بات نہ کرے...... جو ہوا بھول جائے۔''

''آپ کو تو یقین ہے ناں کہ واصف ایسا گندا کام کبھی نہیں کر سکتا۔'' شمسہ نے قلبی طمانیت کے لیے گویا گواہی چاہی۔

''مجھے اس کے کردار پر کبھی غلطی سے بھی شک ہوتا تو میں تم سے کچھ کہنے کے بجائے خود اسے لے کر بیٹھ جاتی۔ اور رہا تمہارا اور سالار کا معاملہ...... یہاں میں خود کو بہت بے بس محسوس کرتی ہوں، میں نے بہت کوشش کی۔''

''چھوڑیں بھابی...... مجھے صبر آ گیا ہے، ساری زندگی بھائی کی جوتیاں سیدھی کرتی رہوں، میں اسی میں راضی ہوں......'' بولتے، بولتے شمسہ کی آواز بھرا گئی...... سارہ نے بزرگانہ انداز میں بے اختیار سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

☆☆☆

''میں تمہیں بار، بار ٹرائی کر رہی تھی اور تم ہر بار decline کر دیتے تھے اب میں سو رہی تھی تو تم نے جگا دیا...... ابھی، ابھی تو سوئی تھی۔'' فری غنودگی کے عالم میں زین پر برس پڑی۔

''کاریڈ میں اسپتال میں تھا...... سچویشن ہی ایسی تھی کہ میں کسی سے بھی فون پر بات نہیں کر سکتا تھا......'' زین بڑے رونے والے انداز میں معذرت کر رہا تھا۔

''اسپتال......؟'' فری جیسے ایک جھٹکے میں نیند کی وادی سے چھلانگ لگا کر باہر آئی۔

''ہاں، نانو کو اٹیک ہوا ہے ناں...... مرتے، مرتے بچی ہیں بیچاری...... نانو ایک رنگ پر جان دینا چاہتی تھیں مگر اللہ میاں نے بولا ''ابھی نہیں......'' زین اپنے انداز میں بولتا چلا گیا۔ فری کے خاک پلے نہیں پڑا۔

''رنگ......؟ مجھے سمجھ نہیں آئی، حالانکہ میں جاگ چکی ہوں......'' فری اٹھ کر بیٹھ گئی اور کشن گود میں رکھ لیا...... الجھن میں وہ اپنا سر کھجا رہی تھی۔

''اوئیس...... ایک ڈائمنڈ رنگ گم ہو گئی ہے...... اس غم میں ان کو اٹیک ہو گیا...... اوپن ہارٹ سرجری کے بعد اگر بچ گئیں تو بھی رسک پر ہیں کیونکہ رنگ تو ملے گی نہیں......'' زین کوفت بھرے لہجے میں بولا۔

''تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ رنگ نہیں ملے گی...... مل بھی سکتی ہے۔'' فری کے انداز میں حیرت و الجھن کا ملا جلا تاثر تھا۔

''بھئی گھر میں تو اچھی طرح ڈھونڈ لی ہے...... بس مجھے پتا ہے نہیں ملے گی......'' زین نے احمقانہ قسم کی جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

''کتنا بڑا ڈائمنڈ تھا...... کروڑ سے زیادہ کی تھی کیا......؟'' فری کو ایک ''رئیس'' عورت کے اتنے چھوٹے سے دل پر بلا کی حیرت تھی۔

''اوہ نو...... زیادہ سے زیادہ پندرہ لاکھ کی ہو گی۔'' زین کو فری کے سوالات کھلنے لگے۔

''تمہاری مام نے اس کی ویلیو بتائی ہوگی...... ورنہ تمہیں کیسے پتا... کہ اس کی کیا ویلیو ہے۔'' فری اب بڑے اچھے سے جاگ چکی تھی۔

''اسے چھوڑو میں نے تمہیں وجہ بتائی..... تم بھی نانو کی طرح اسے لے کر بیٹھ گئیں۔ مام سنبھال لیں گی انہیں..... مجھے اور مام کو تو پندرہ لاکھ سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... پتا نہیں کتنی قارن کرنسی ہوگی نانو کے پاس جو وہ چھپا کر رکھتی ہیں..... ہر سال یو کے جاتی ہیں وہاں کی پراپرٹی رینٹ پر چل رہی ہے..... سب کچھ خود دیکھتی ہیں..... مین ٹین کرتی ہیں..... میری مام تو بالکل بھی لالچی نہیں ہیں..... ان کو کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔''

''نانو اتنی کنجوس کیوں ہیں؟'' غیر ملکی جائیداد کا سن کر تو فری کی آنکھیں پھیل گئی تھیں..... اسے اندازہ تھا کہ زین بہت دولت مند ہے مگر اتنا دولت مند ہے اس کا تو اندازہ ہی نہیں تھا۔

''پتا نہیں..... مجھے تو خود سمجھ نہیں آتی..... وہ لائف انجوائے کیوں نہیں کرتیں۔ مجھے تو لگتا ہے وہ کچن میں کٹلری بھی چیک کرتی ہوں گی کہ کوئی کانٹا تو گم نہیں ہوگیا۔ اوپن ہارٹ سرجری کتنی مہنگی ہوتی ہے..... اس سے تو اچھا مرہی جاتیں۔'' زین ایک عجیب سی کیفیت میں بولتا چلا جارہا تھا۔

سیل فون فری کے ہاتھ سے گرتے، گرتے بچا۔

''ز..... ز..... زین نانو ہیں تمہاری..... کوئی اپنی نانو کو ایسے بھی بولتا ہے۔'' فری ہکا بکا تھی۔

''میری مام بہت پریشان ہیں..... کوئی میری مام کو پریشان کرتا ہے تو میں بہت ایموشنل ہوجاتا ہوں..... sorry for that'' زین نے بہرحال معذرت کرلی۔

مگر فری، زین کا ایک نیا روپ نوٹ کررہی تھی جو پہلے کبھی سامنے نہیں آیا تھا۔

''مگر کسی کے لیے بھی ایسے نہیں بولنا چاہیے..... میرا کزن ہے نا واصف اس کی اور میری کیمسٹری بالکل الٹ ہے مگر مجھے کتنا بھی غصہ آئے میں، اس کو بھی ایسے نہیں بولتی..... حالانکہ ساری دنیا میں اگر مجھے کسی سے چڑ ہے تو وہ واصف ہی ہے۔ اس کی شکل دیکھتے ہی میرا موڈ خراب ہوجاتا ہے۔'' فری اپنی فطری بے ساختگی سے بولتی چلی گئی۔

''اوہ آئی سی..... but he is a very handsom young boy'' زین کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا تھا۔

''ہوگا..... مجھے تو کبھی اٹریکٹ نہیں کرسکتا..... تو، تیور......'' فری نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''اوہ..... اچھا، یہ بتاؤ... تمہیں..... میں کیسا لگتا ہوں؟'' زین کے لہجے میں بچوں کا سا اشتیاق تھا۔

فری بے ساختہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

''تم..... تم تو بہت چارمنگ ہو..... بہت معصوم سے جیسے لان میں بٹر فلائی کے پیچھے بھاگنے والا..... مونٹیسوری کلاس کا کوئی کیوٹ سا بابا......'' وہ ہنسی روک کر بمشکل بولی۔

''thanks for this compliment'' زین نے برا ماننے کے بجائے تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

''ارے..... میں تو سمجھ رہی تھی تمہیں غصہ آجائے گا.....'' فری نے حیرت سے کہا۔

''مجھے تمہاری کسی بات پر غصہ نہیں آتا۔'' زین نے برجستہ کہا۔

''کیوں؟'' فری کی حیرت میں اضافہ ہونے لگا۔

''میں تمہیں..... انسان ہی نہیں سمجھتا.....'' کھٹ سے جواب وارد ہوا۔

''زین کے بچے.....'' فری نے چلانے کی خواہش کے باوجود دبی آواز نکالی۔

''بات تو پوری سن لیا کرو..... بیوقوف لڑکی۔'' زین کے انداز میں شوخی تھی۔

"میں تمہیں انسان نہیں ..... fairy (پری) consider کرتا ہوں ....."

"اوہ ....." اب دونوں کھل کر ہنس رہے تھے۔

☆☆☆

ناشتے کے بعد سالار صاحب کوٹ پہننے کمرے میں آئے تو سارہ ان کے انتظار میں بیڈروم میں بکھری چیزیں سمیٹنے میں مصروف تھیں۔ سالار صاحب کو دیکھتے ہی ڈریسنگ سے کوٹ لے کر آئیں۔

"تو پھر کنفرم ہے ناں ..... نعیم بھائی آج کھانا ہمارے ہاں کھائیں گے؟" سارہ نے کوٹ ہینگر سے الگ کرتے ہوئے تصدیق چاہی۔

"کنفرم تو اس نے کل ہی کر دیا تھا۔ تم اپنی تیاری رکھنا ....." سالار صاحب نے کوٹ پہننے کے لیے بازو پھیلایا۔

"اس کی آپ فکر نہ کریں ..... اچانک ڈنر کے لیے بھی میری تیاری رہتی ہے ..... شادی کے فوراً بعد ہی آپ نے میری اچھی سی ٹریننگ کر دی تھی۔" سارہ نے کوٹ پہناتے ہوئے خوشگوار موڈ میں جواب دے کر یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ رات کی کوئی بات اس نئے دن کے ساتھ وابستہ نہیں ہے ..... اور جو کچھ ہوا تھا وہ میاں، بیوی کے رشتے کے فطری اتار چڑھاؤ کی ہی ایک جھلک تھی۔

"ٹریننگ؟" سالار صاحب کوٹ پہنتے ہوئے آئینے کے سامنے جا کر کھڑے ہوئے۔

"اور نہیں تو کیا ..... آفس سے واپسی پر کبھی دو کبھی چار، پانچ دوست ساتھ ہوتے تھے اور اندر داخل ہوتے ہی بتا دیا جاتا تھا کہ سارہ یہ لوگ رات کے کھانے پر ہمارے ساتھ ہیں۔" سارہ نے والٹ اٹھا کر سالار صاحب کو تھمایا جو انہوں نے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔ اور قدرے مسکرا کر سارہ کی طرف دیکھا۔

"تمہاری اس خوبی کو تو دل سے مانتا ہوں ..... تم ایمرجنسی میں بھی بہت اچھا سا ڈنر کرا دیتی ہو ....."

"کرنا پڑتا ہے ....." سارہ نے صوفے کی ہتھی پر پڑے گیلے تولیے کو اٹھاتے ہوئے کہا۔ "جب شوہر اپنا بیسٹ دے کر فیملی کو ہر سہولت مہیا کر رہا ہو تو پھر اسے مطمئن رکھنے کے لیے بہت کچھ کرنا چاہیے۔ اور میں بھی چاہتی ہوں کہ فری کو شادی سے پہلے یہ سب سکھا دوں ....." سارہ نے باہر نکلنے کے لیے قدم بڑھائے۔

"تم نے سیکھ لیا تھا ..... وہ بھی سیکھ لے گی ....." سالار صاحب نے بے پروائی سے کہا اور اپنا سیل فون اٹھا کر چیک کرنے لگے۔

"میں نے سیکھ لیا تھا مگر وہ سیکھنا ہی نہیں چاہتی۔" سارہ سوچ کر رہ گئیں۔ مگر انہوں نے متوازن ماحول کو خراب کرنے سے پرہیز کیا۔

یہی غنیمت تھا کہ اس وقت سالار صاحب ساٹھ ہزار کے نقصان کو خود سے موضوع نہیں بنا رہے تھے ورنہ تو سارہ اس کے لیے بھی ذہنی طور پر تیار تھیں کہ شاید وہ آفس جانے سے پہلے بچی کچی بھڑاس نکالیں۔

سالار صاحب نے کمرے سے باہر نکلنے سے پہلے سارہ کو مخصوص انداز میں الوداع کہا جو شادی کے بعد سے آج تک ان کا معمول تھا۔

سارہ نے دل ہی دل میں کلمہ تشکر ادا کیا۔

☆☆☆

"ابھی ایک کے بجائے دو نرس رکھ لینا ..... کیوں پریشان ہو رہی ہو؟" ٹونو نے صبح صبح اسپتال پہنچ کر مرشلہ کو بھرپور یقین دلایا تھا کہ وہ احساس ذمے داری کے جوہر سے مالا مال ہے ..... اور دوستی کو سنجیدگی سے لیتی ہے ..... شاید یہ مخلوط خون کا اثر تھا ..... کہ دوسری جنگ عظیم کی ہولناکیاں دیکھنے والے بچے بچپن میں ہی بوڑھے ہو گئے

تھے..... خاص طور پر جرمن جن کو عالمی سطح پر شدید ترین تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔
"وہ تو ٹھیک ہے..... دو کے بجائے چار بھی رکھ سکتی ہوں مگر ممی تو بار، بار مجھے ہی کال کریں گی..... تم جانتی ہو..... اتنی سیریس سرجری کے بعد تو پیشنٹ کو کرسٹل کی طرح سنبھالنا ہوتا ہے..... اتنی ہیوی ڈیوٹی تو میں نے کبھی سوچی بھی نہیں تھی۔" عرشلہ آنے والی ذمے داریوں سے بہت زیادہ خوفزدہ نظر آ رہی تھیں اور ٹوٹو جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہے..... عرشہ کا طویل عرصے سے نفسیاتی علاج چل رہا تھا..... ایک وقت وہ بھی آیا تھا کہ اس کا بیڈ روم میڈیکل اسٹور کا منظر پیش کرتا..... عرشلہ کو عملی زندگی میں واپس لانے کا سہرا ثمینہ سے زیادہ ٹوٹو کے سر تھا۔
"ہر کام تو تمہارے نوکر کرتے ہیں..... تم ماں کے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتیں..... آج تم چار نرسز بھی افورڈ کر سکتی ہو..... یہ سب کس نے مینج کیا..... آنٹی نے..... ناں....." ٹوٹو نے احساسات جگانے کے لیے یہ الفاظ ادا کیے تھے۔
"ہاں تو..... مگر..... سب کچھ میرے نانا اور میرے پاپا کا ہے۔" عرشلہ نے بچوں کی سی سادگی سے کہا تھا۔
"اگر ان assets کو سنبھالا نہ جائے تو یہ ضائع ہو جاتے ہیں..... تم نے کچھ نہیں کیا..... یہ سب آنٹی کی محنت ہے....." ٹوٹو چاہتی تھی کہ عرشلہ اس صورتِ حال کو حقیقت پسندی کے ساتھ قبول کرے..... اس کے لیے ذہن اور سوچ کی تبدیلی ضروری ہوتی ہے۔
"میں ممی کے لیے سب کچھ کرنا چاہتی ہوں ٹوٹو..... مگر میں کانفیڈنس loose کر رہی ہوں..... کیا میں کر سکوں گی.....؟" عرشلہ نے سہمے، سہمے انداز میں ٹوٹو کی طرف دیکھا۔
"اسپرٹ ہونی چاہیے..... اسپرٹ سے ہی انرجی ملتی ہے۔" ٹوٹو نے برجستہ اور پُراعتماد انداز میں جواب دیا تھا۔
"اوکے، اسپرٹ تو ہے ٹوٹو..... ممی تو میری back bone ہیں۔ وہی میری سب کچھ ہیں۔ میں تو ان کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں....." عرشلہ کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔
ٹوٹو نے ہاتھ بڑھا کر ان کے گالوں پر لڑھکتے اشک صاف کیے۔
"بس..... جب اسپرٹ ہوتی ہے تو سب کام آسان ہو جاتے ہیں۔ ممی بہت جلدی ریکور کر لیں گی..... کیونکہ وہ بہت پریکٹیکل ہیں ایسے لوگ زیادہ دیر بیڈ پر رہنا پسند نہیں کرتے۔ بس تم اچھا سوچو..... خوف سے زیادہ فضول اور تباہ کرنے والا دشمن کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو..... مگر ٹوٹو..... شاید ایک بہت خراب شادی انسان کو ہمیشہ کے لیے کمزور کر دیتی ہے..... اور ممی نے تو میری شادی بہت جلدی کر دی تھی۔"
"پھر آ گئیں اسی نان سینس ٹاپک پر....." ٹوٹو نے خفگی سے گھورا اور ٹوکا۔
"چھوڑ دو..... ماضی کا پیچھا..... حال کو فیس کرو..... ہم پریزنٹ میں زندہ ہیں، مر گئے ہوتے تو ماضی ہو جاتے۔

present is energy
present is power
present is gift
No future ....No past

پلیز عرشی..... مشکل وقت میں سب سیکھا جاتا، ضائع نہ کرو....." ٹوٹو نے پٹر، پٹر دیکھتی عرشلہ کو بہت محبت کے ساتھ اپنے گلے سے لگا لیا۔

☆☆☆

ریموٹ دو حصوں میں فرش پر پڑا تھا۔ سیل دور لڑھکتے جا رہے تھے۔ سارہ حیرت و غصے سے فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''یہ بھی توڑ دیا؟''

''اور پھر کیا کروں...... خراب ہے...... کب سے کہہ رہی ہوں کہ اب LED کا ٹائم نہیں ہے۔ ''پلازمہ'' لگوادیں...... مگر آپ کی وجہ سے پاپا نہیں لگوا رہے...... آپ منع کرتی ہیں......''

''کروں گی منع، بالکل کروں گی۔ پہلے انسان بن کر دکھاؤ...... ہر وقت جناتوں والے کام کرتی ہو...... پلازمہ لگوا کر گھر کو سینما ہاؤس بنا دوں...... تاکہ تم دس بیس فرینڈز جمع کر کے گھر کو سر پر اٹھائے رکھو...... یا اٹھا کر سرور کو دو...... وہ نیا لا دے گا......'' سارہ بولتے ہوئے لان کی طرف جا رہی تھیں وہاں انہوں نے مالی کو کام بتایا ہوا تھا، جائزہ لینا مقصود تھا۔

''رہنے دیں...... خرچہ ہوگا...... میں اپنے سیل پر ہی گیم کھیل لوں گی۔'' فری نے غصے میں منہ پھلا کر طنزیہ کہا۔

''اچھی بات ہے۔'' سارہ نے بیچ بیچ کلمۂ تشکر ادا کیا کہ فری نے بحث خود ہی ختم کر دی تھی۔ قدم بڑھاتے بڑھاتے ایک خیال جھماکے کی صورت وارد ہوا۔ انہوں نے پلٹ کر فری کی طرف دیکھا۔

''فری......'' اس نے خفا خفا انداز میں ماں کی طرف دیکھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولی۔

''آج پاپا کے فرینڈز ڈنر پر آ رہے ہیں، ہم ان کے ساتھ ہی ڈنر کریں گے۔ تم ذرا ڈھنگ کا ڈریس پہن لینا۔''

''وہ میری ڈریسنگ چیک کرنے آ رہے ہیں......؟'' فری نے حسبِ توقع بے تکا سوال کیا۔

''قارن سے آئے ہیں...... بہت دنوں بعد ان سے ملاقات ہوگی...... تم سے بھی ملنا چاہیں گے......'' سارہ نے ''جن'' بوتل میں بند کرنے کی نیت سے نرمی سے بات کی۔

''قارن سے آ رہے ہیں تو میں کوئی سا بھی ڈریس پہن سکتی ہوں...... آپ اتنی کانشس کیوں ہو رہی ہیں......؟'' فری حیران نظر آ رہی تھی۔

''خدا کے لیے پینٹ شرٹ مت پہن لینا...... لڑکیوں والے حلیے میں سامنے آنا...... ''ٹام بوائے'' کی لک مت دینا۔ بلکہ آج میں خود تمہارا ڈریس سلیکٹ کروں گی۔'' سارہ نے سوچتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

''لیکن کیوں...... ایسا کیا اسپیشل ہے......؟'' اب فری خفگی بھول کر حیرت سے ماں کو دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری وارڈ روب میں سب ڈریسز تمہارا اپنا سلیکشن ہیں ناں......؟'' سارہ بہت تحمل اور ٹھہراؤ سے پوچھ رہی تھیں۔

''آف کورس......'' فری کی حیرانی میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

''تو انہی میں سے سلیکٹ کروں گی......'' یہ کہہ کر سارہ باہر چلی گئیں۔

فری البتہ ریموٹ بھول کر ڈریس میں پھنس گئی تھی...... اور اس طرف گھورے جا رہی تھی جہاں سے سارہ منظر سے غائب ہوئی تھیں۔

☆☆☆

ایک وسیع و عریض عالیشان بنگلے کے سرسبز لان میں واصف، داؤد علوی کے سامنے بیٹھا انٹرویو دے رہا تھا۔

''کل میں نے اپنی بہت اہم میٹنگ آپ کی وجہ سے کینسل کی تھی......'' داؤد علوی نے بڑے دلکش انداز میں سگار کا کش لے کر نیم باز آنکھوں سے واصف کی طرف دیکھا۔

''سوری سر میں بالکل ریڈی تھا...... مگر ماموں کی وجہ سے سب کچھ گڑبڑ ہوگیا۔'' واصف نے بات بنانے کی

کوشش ہی نہیں کی..... صاف، صاف بتا دیا۔
''ماموں.....؟'' داؤد علوی نے تعجب سے واصف کی طرف دیکھا تھا۔
''جی سر..... ایکچو ئیلی وہ میرے کسٹوڈین بھی ہیں..... احسانات کا اتنا بوجھ ہے کہ گردن صرف ہاں میں ہلتی ہے..... لیفٹ رائٹ نہیں ہوتی۔ ویٹ کی وجہ سے ناں سر.....!'' واصف نے اپنی زندگی سے وہم و خوف سے نجات کی گویا قسم اٹھائی تھی۔ وہ بھی "Lame excuse" نہیں کرے گا جو جس کا دل چاہے اس کے ساتھ کرے..... زندگی باقی رہنا شرط ہے، نئے ارادے تخلیق ہو سکتے ہیں، اب وہ اس خیال پر قائم و مضبوط تھا۔ داؤد علوی تو گویا بھول ہی گئے کہ وہ اس نوجوان سے انٹرویو کرنے بیٹھے ہیں، بو دیکھتے ہی رہ گئے۔
''میں جانتا ہوں سر میرا فرسٹ امپریشن بہت نیگیٹو ہے مگر آپ کچھ دن ٹرائی کرنا چاہیں تو آپ کا رائٹ ہے۔''
واصف نے داؤد علوی کی خاموشی کا فائدہ اٹھا کر وہ بات بھی کہہ دی جو کچھ دیر بعد کہنا ہی تھی۔
''ٹھیک ہے جنٹلمین..... ہم اس وقت بچوں کی وجہ سے بہت فکر مند ہیں، ضرور ٹرائی کریں گے..... مزید تاخیر افورڈ نہیں کر سکتے..... کیونکہ ایگزام سر پر ہیں۔''
''آپ کے دونوں بیٹے.....''
''وہ میرے بھانجے ہیں..... ٹوئنز، جڑواں ہیں.....'' داؤد علوی نے واصف کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی تصحیح کر دی۔
اب یہ واصف کے لیے دھماکا تھا۔
''یہاں بھی..... ماموں.....''
اس نے غور سے داؤد علوی کا جائزہ لینا شروع کیا۔
بلیک جینز نیلوٹی شرٹ جس پر امریکا کی مشہور برانڈ کا ٹھپا دور ہی سے نظر آ رہا تھا۔
پیروں میں Nike کے نئے نویلے شوز بہت پُرکشش ہیئر اسٹائل، پچاس کے پیٹے میں ہونے کے باوجود سر پر پورے بال تھے، کنپٹیوں پر ہلکی، ہلکی سفیدی جس سے پتا چلتا تھا کہ ہیئر کلر استعمال نہیں کیا گیا..... کالے بالوں کی کثرت کے ساتھ، ساتھ سفید بالوں کی آمیزش نے بالوں کو گرے شیڈ میں تبدیل کر دیا تھا۔
آنکھیں ہلکے سبز رنگ کا تاثر دے رہی تھیں۔ سیاہ نہیں تھیں۔ پیٹ ذرا سا بھی باہر کی طرف نہیں تھا۔ جسم مضبوط مگر موٹاپے کی طرف مائل نہیں تھا۔ واصف نے اتنے ''پیارے سے ماموں'' کا پُرشوق انداز میں جائزہ لیا تھا۔
''یقیناً آپ کے آس پاس ''ماموں'' جمع ہو گئے ہیں۔'' اس مرتبہ داؤد علوی کے انداز میں قدرے بے تکلفی اور اپنائیت کا تاثر تھا۔ جس کا مثبت اثر واصف کے چہرے سے ظاہر ہوا۔
اس نے جواب دینے کے بجائے دبی، دبی مسکراہٹ کے ساتھ داؤد علوی کی طرف دیکھا جو اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ ہلکی مسکراہٹ کی وجہ سے چہرے کی گندمی رنگت میں ہلکی سی سرخی کی آمیزش ہو رہی تھی۔
''عالیشان اور عالی جاہ..... میرے جگر کے ٹکڑے ہیں..... بہت پیارے بچے ہیں، ابھی آؤٹ ڈور گیم کے لیے گئے ہوئے ہیں، بس دس منٹ میں یہاں نظر آ ئیں گے۔'' داؤد علوی نے اپنی چمچماتی رولیکس رسٹ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔
عالیشان، عالی جاہ بچوں کے ناموں سے پتا چلتا تھا کہ فیملی بہت زیادہ ہی status concious اپنے مرتبے کے معاملے میں حساس ہے۔
''اندر چل کر چائے پیتے ہیں، اتنی دیر میں بچے آ جائیں گے.....'' داؤد علوی فوراً ہی کھڑے ہو گئے تو واصف نے بھی ان کی تقلید کی..... شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ اب دونوں آہستہ قدموں سے اندر کی طرف جا رہے تھے۔

''ایک یہ ماموں ہیں اور...... ایک......''

اس نے خود کو اس سے آگے نہیں جانے دیا۔ اور خیال کو قابو کر لیا۔

☆☆☆

''دیکھو شام کے سات بج چکے ہیں...... تم ابھی تک تیار نہیں ہوئیں؟'' سارہ نیمل پر کراکری لگوا کر فری کے روم میں آئیں یہ دیکھنے کے لیے کہ اس نے کیا تیاری کی ہے...... پتا چلا وہ تو سر جھاڑ منہ پھاڑ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھی کی بورڈ پر کھٹا کھٹ انگلیاں چلا رہی ہے۔

''بھئی...... ماما میرا موڈ نہیں ہو رہا...... میں اپنے روم میں ہی کھانا کھا لوں گی......'' اس نے اسکرین سے نظریں ہٹائے بغیر برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

''فری...... نعیم بھائی ہمارے فیملی فرینڈز رہ چکے ہیں، یو ایس جانے سے پہلے ہم ہر ویک اینڈ پر لنچ یا ڈنر کرتے تھے۔ وہ گھر آئیں گے تو تم سے بھی ملنا چاہیں گے۔'' سارہ نے سمجھانے کی کوشش کی۔

''آپ کہہ دیجیے گا کہ اس کا ٹیسٹ ہے...... اسٹڈی کر رہی ہے۔'' فری کی مصروفیت کا یہ عالم تھا کہ ماں کا قریب کھڑا ہونا یوں لگ رہا تھا کہ گویا پہاڑ سر پر دھرا ہوا۔ سارہ نے عجیب بے بسی محسوس کی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ سالار صاحب لازمی اسے نعیم قریشی سے ملوائیں گے جبکہ نعیم قریشی غرض و غایت بھی بتا چکے تھے۔

''اچھا ٹھیک ہے میں تو تمہیں نہیں بلواؤں گی لیکن تمہارے پاپا نے بلایا تو اس حال میں مت آنا۔''

سارہ نے ماحول بوجھل کرنے کے بجائے حکمت عملی سے کام لیا۔

''اوکے......'' فری نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا اور زور، زور سے سر ہلانے لگی جیسے کہہ رہی ہو کہ اب جائیں اپنا کام کریں۔

اس وقت وہ بلیک ٹی شرٹ اور جینز میں ملبوس تھی۔ ٹی شرٹ کی آستینیں بھی برائے نام تھیں اور ڈیزائن ایسا تھا کہ جیسے دائیں بائیں جنگلی بکرے کے کان جھول رہے ہوں۔

''ایک تو یہ آج کل کے فیشن...... ہر بے تکی، بے ڈھب شے فیشن بن جاتی ہے۔'' سارہ کڑھتی ہوئی باہر جا رہی تھیں۔

☆☆☆

وسیع ڈرائنگ روم کی آرائش اور روشنی کی ترتیب دیکھ کر آنکھیں چندھیا رہی تھیں سینٹر ٹیبل کے پہلو میں بڑے، بڑے wheel والی ٹرالی لگی تھی...... لدی پھندی نہیں تھی، ایک پلیٹ میں چکن کیک کے پیس اور دوسری پلیٹ میں بسکٹ تھے باقی چائے کے لوازمات اور چائے کے برتن تھے۔ نوکر چائے بنا رہا تھا۔ عالیشان اور عالی جاہ آ چکے تھے اور بہت مؤدب انداز میں واصف اور داؤد دہلوی کے مقابل سامنے صوفے پر بیٹھے تھے۔

''ٹائمنگ یہی رہے گی...... کیونکہ ان بچوں کو یہی شیڈول سوٹ کرتا ہے......'' داؤد دہلوی نے بسکٹ کی پلیٹ اٹھا کر واصف کے سامنے کی۔

واصف نے نظر اٹھا کر بچوں کی طرف دیکھا...... جڑواں ہونے کے ناتے چہرے ایک جیسے ہی لگ رہے تھے، اس وقت دونوں سترہ سال کے ہو چکے تھے مگر چہرے پر بلا کی معصومیت تھی جس سے اپنی عمر سے کم دکھائی دیتے تھے۔

نوکر چائے تیار کر کے نئے حکم کا منتظر تھا۔

''تم جاؤ اپنا کام کرو۔'' داؤد دہلوی نے نوکر کو جانے کی اجازت دی۔

''ممو ہم بھی جائیں...... اسٹڈی تو کل نے شیڈول ہے ناں......؟'' عالیشان جو بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا یوں بولا جیسے کسی نے زبردستی باندھ کر بٹھا رکھا ہو۔

"جی...... بیٹا......آپ کے نرکل سے شروع کریں گے......"

داؤد علوی نے عجلت کے انداز میں انہیں اجازت دی جیسے ان کو احساس ہوا کہ انہوں نے بلاوجہ بچوں کو بٹھایا ہوا تھا۔

نوکر کے تعاقب میں دونوں بھی چل پڑے۔

"میری سسٹر یعنی ان بچوں کی مدر سنگل پیرنٹ ہیں اس لیے آپ کبھی بچوں سے ان کے فادر کے بارے میں کوئی بات مت کیجیے گا۔ یہ میری ریکوئسٹ ہے۔"

داؤد علوی نے نرم لہجے اور دبی آواز میں آئندہ کے لیے واصف کو ہدایات دی تھیں۔ واصف بہت محتاط تھا۔ خدا خدا کر کے کام مرضی کی جگہ پر ملا تھا...... بائیک سے بمشکل گھر سے داؤد علوی کے گھر تک پہنچنے میں دس منٹ کا فاصلہ تھا...... دونوں فیملی بہت مہذب تھی، داؤد علوی کے انداز میں فطری پن اور سادگی تھی۔ "رئیسوں" والا متکبرانہ اور اکھڑ انداز نہیں تھا۔ پہلی ملاقات میں ہی بہت عزت دی تھی۔

اس کے باوجود کہ کچھ فطری سوالات نے ذہن میں ہلچل مچائی تھی مگر وہ سوالات کبھی زبان پر لانے لائق نہیں تھے...... کہ کام کی جگہ پر "ذاتیات" چھیڑنا ایک طرح سے سماجی اخلاقیات کی دھجیاں اڑانے کے مترادف ہوتا ہے۔

"میری سسٹر مجھ سے بڑی ہیں...... میں انہیں بیبی جی کہتا ہوں...... یہ ان کا نام نہیں ہے...... بچپن میں، میں نے "باجی" کو خود ہی بیبی جی، بنا لیا تھا۔" اپنی بات کے اختتام پر داؤد علوی خود ہی دھیرے سے ہنس دیے۔

واصف کے لیے یہ بہت تھا کہ ایک "رئیس" پہلی ملاقات میں اتنا بھی شیئر کر لے۔

یا داؤد علوی کو مدت بعد کوئی اچھا سامع میسر آیا تھا۔ البتہ اسے حیرت ضرور تھی کہ داؤد علوی کی بڑی بہن کی ابھی خاصی عمر ہوگی مگر بچے تو سترہ پھلانگ کر اٹھارہ کی طرف جا رہے تھے۔

داؤد علوی اپنی جگہ سے اٹھے اور پشت پر بنی دیوار گیر آبنوسی الماری کے کارنر سے ایک سفید لفافہ اٹھا کر واصف کی طرف بڑھایا۔

"یہ آپ کا ایڈوانس......"

واصف نے بہت احترام سے کھڑے ہو کر لفافہ ان کے ہاتھ سے لے لیا...... لفافہ کسی ٹریڈنگ کمپنی کے "ہیچ" سے آراستہ تھا۔ دوسرے کونے پر چالیس ہزار (40,000) لکھا نظر آ رہا تھا۔

واصف نے چونک کر داؤد علوی کی طرف دیکھا۔

"سر میں نے تو آپ سے 30,000 کی ڈیمانڈ کی تھی۔"

"کوئی بات نہیں جنٹل مین...... آپ سے پہلے جو ٹیوٹر آ رہا تھا جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا کہ وہ اسٹڈی کے لیے آسٹریلیا جا چکا ہے۔ اسے ہم 40,000 ہی پے کر رہے تھے۔"

پورے دس ہزار سوچ سے زیادہ مل رہے تھے...... توانائی "boost" کر گئی...... جو اس نے اپنی رگوں میں دوڑتی محسوس بھی کی۔

"تھینک یو سر......" واصف نے زندگی کی پہلی کمائی وہ بھی ایڈوانس میں وصول کی تھی۔ نگاہ کے سامنے دور تک روشنی کا راستہ تھا۔

☆☆☆

لوٹو کے لیے تو نرس ہائر کرنا کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اس نے فون کر کے مرشلہ کو مطمئن کر دیا تھا کہ جیسے ہی آنٹی گھر شفٹ ہوں گی نرس وہاں پہلے سے موجود ہوگی مرشلہ کو یہ خبر سن کر کچ اتنا سکون محسوس ہوا کہ وہ اس vip روم کے اٹینڈنٹ بیڈ پر گرتے ہی سو گئی جو ثمینہ کے اسپتال پہنچتے ہی اس نے بک کرا لیا تھا اور جہاں ثمینہ نے سرجری کے

بعد شفٹ ہوا تھا۔

زین تو یہ سوچ کر روم میں داخل ہوا تھا کہ مرشلہ بال بکھرائے چہرے پر پریشانی کی تصویر بنی بار بار واش روم میں چکر کر کے سموکنگ کر رہی ہوں گی۔

وہ حیرت سے متفاوت سے نڈھال بیڈ پر بغیر تکیے کے آڑی ترچھی سوئی ہوئی ماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اوہ مائی گاڈ، مام کو تو کچھ نہیں ہو گیا...... یہ ایسے کیوں سو رہی ہیں......؟'' اس نے گھبرا کر مرشلہ کی پیشانی کو چھوا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''کیا ہوا ممی کو......؟'' تم مجھ سے کچھ کہہ رہے تھے...... جلدی بولو...... میری شکل کیا دیکھ رہے ہو؟ خبردار...... مجھے کوئی بری خبر مت سنانا۔ ورنہ میں تمہارا حشر کر دوں گی۔''

''مام...... مام...... پلیز کیا ہو گیا ہے آپ کو......؟ آپ اس طرح کیوں سو رہی تھیں؟'' زین، مرشلہ کی بدحواسی پر مزید پریشان ہوا۔

''سو رہی تھی تو سونے دیتے...... تم جانتے ہو میں پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے سوئی نہیں ہوں...... تم تو خوب سو کر آ رہے ہو ناں......'' گہری بلکہ بہت گہری نیند ٹوٹنے سے مرشلہ بری طرح جھلا رہی تھیں۔

''تو آپ مجھے فون کر دیتیں...... خود ہی تو آپ مجھے کچھ کرنے نہیں دیتیں...... میں تو خود آپ کی وجہ سے بہت ڈسٹرب ہوں...... جائیں آپ گھر جائیں...... میں یہاں رک جاتا ہوں...... سب کچھ آپ سے فون پر شیئر کرتا رہوں گا......''

''نو...... نیور...... میں ممی کو چھوڑ کر دور نہیں جا سکتی۔ فی الحال تم رکو۔ میں تھوڑا ریسٹ کر لوں...... شاید صبح صبح وہ روم میں آ جائیں...... ٹھیک ٹھاک ممی کی شوگر تو اس وقت کنٹرول ہی ہے۔''

مرشلہ نے تکیہ بے ڈھب طریقے سے جما اور اپنا ہینڈ بیگ ایک طرف دھکیلا۔ ہینڈ بیگ اچھل کر دور جا پڑا۔ زپ کھلی ہوئی تھی۔

مرشلہ کا لائٹر، لپ اسٹک اور پانچ ہزار کے کئی نوٹ فرش پر بکھر گئے۔ زین نے بھاگ کر پہلے تو پنکھے کی ہوا سے اڑتے ہوئے نوٹ سنبھالے پھر خفگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

''مام...... بی کیئرفل...... یہ اچھا لگتا ہے...... آپ دروازہ۔ لاک کیے بنا سو رہی تھیں......''

''اوہ گاڈ، کس کس چیز کا خیال رکھوں...... پاگل ہو رہی ہوں میں۔'' زین نے ساری چیزیں اٹھا کر بیگ میں ڈالیں پھر نوٹ گن کر رکھے اور بیگ کی زپ لگائی۔

''یہاں اسٹاف آتا جاتا رہتا ہے...... اتنے سارے پیسے رکھنے کی کیا ضرورت ہے......؟ سب کچھ تو کریڈٹ کارڈ سے ہو جاتا ہے۔'' زین نے بولتے ہوئے ہینڈ بیگ پرو بار کے ساتھ لٹکا دیا۔

''اوپر سے آپ نے بیگ بھی کھلا رکھ چھوڑا...... آپ واقعی بہت ڈسٹرب ہیں، میری مانیں گھر چلی جائیں۔''

''نہیں بالکل نہیں، تم یہ پیسے گھر لے جاؤ...... ورنہ تمہیں اپنی نانو کی طرح نیند نہیں آئے گی...... احتیاطاً رکھ لیے تھے بعض اوقات بینک برانچ کا link down ہوتا ہے...... اتنے سیریس کیس میں کوئی رسک نہیں لیا جاتا...... کیش بھی ہونا چاہیے۔''

''ہاں لائیں، مجھے دے دیں...... آپ گھر آئیں گی تو مجھ سے لے لیجیے گا......'' زین نے بڑی عقلمندی و ذمے داری ظاہر کی۔

''ویسے کتنے ہیں......؟'' زین نے دوبارہ بیگ اٹھایا اور فوراً ہی کھولا تھا۔

''شاید twenty نوٹ ہوں گے...... باقی ہزار والے رہنے دو......'' مرشلہ جان چھڑانے والے انداز میں کہہ رہی تھیں۔

دوستوں نے بگاڑ دیا......

ایک بڑی تعداد ہے ایسے لوگوں کی جو کہتے ہیں کہ ہمارا بچہ دوستوں میں رہ کر بگڑ گیا، باہر کے ماحول نے اسے بگاڑ دیا۔

بچہ جھوٹ بولے تو دوستوں نے سکھایا، بدتمیزی کرے تو دوستوں سے سیکھا، گالی دے تو دوستوں کی صحبت......

درحقیقت بچے کے بگڑنے کی وجہ والدین کے اپنے فرائض کی عدم ادائیگی ہے۔ اگر شروع سے ہی بچے کی تربیت کو اہم فریضہ سمجھا جاتا، بچے کی پرورش کو اولین ترجیح دی جاتی تو یہ بچہ دوستوں میں جا کر بھی خراب نہیں ہوتا بلکہ دوستوں کی اصلاح کا سبب بنتا......

جی ہاں، بچہ پیدا ہوتے ہی دوستوں میں نہیں بیٹھتا، پیدا ہوتے ہی اس کے دوست اسے لینے نہیں آ جاتے، پیدا ہوتے ہی آوارہ گردی شروع نہیں کر دیتا، پیدا ہوتے ہی سگریٹ نہیں پکڑ لیتا۔ کم و بیش شروع کے دس سال تک بچہ مکمل طور پر والدین کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور یہی وہ دورانیہ ہے جہاں اکثر و بیشتر والدین نہایت عدم توجہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں تربیت کے نام پر رسمی جملے دُہرائے جاتے ہیں، مثلاً بیٹا جھوٹ نہ بولنا، یہ بری بات ہے۔ بدتمیزی کرنا بری عادت ہے وغیرہ، یہ رسمی جملے کبھی بچے کے اندر نہیں اترتے بلکہ نہایت ذمے داری کے ساتھ، غور و فکر کے ساتھ اور دلچسپی سے کی جانے والی تربیت بلکہ عملی تربیت کو بچہ اپنے اندر اتارتا ہے۔

ہم معاشرے کو دیکھ لیں، والدین بچے کو رٹے رٹائے جملے سکھاتے ہیں لیکن فائدہ کوئی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تربیت کے لیے فکرمند نہیں ہوتے، دلچسپی نہیں لیتے، ہاں سیکھ جائے گا، سمجھ جائے گا، ابھی چھوٹا ہے، اور اسی سوچ

"ہزار والے کتنے ہیں......؟" زین بڑا ؤتے دار بن کر دکھا رہا تھا۔

"میں "ممی" نہیں ہوں...... مجھے کاؤنٹ کرنے کی عادت نہیں ہے...... جتنے بھی ہیں رہنے دو...... قائد تھاؤزنڈ والے سارے نکال لو بس......اور پلیز اب جاؤ بری اپ...... مجھے فریش ہونے کے لیے تھوڑا سا ریسٹ کرنے دو...... مام کے یہاں آنے کے بعد مجھے ٹائم نہیں ملے گا۔"

"میں thousand والے ہی سب لے رہا ہوں......اسٹاف کا کچھ پتا نہیں ہوتا......خالی ایک ہزار چھوڑ رہا ہوں......آپ کو یاد بھی رہے گا کہ بیگ میں صرف ایک ہزار ہیں......" زین نے سارا کیش قابو کر لیا۔

"اچھا ناں......اب جاؤ اس وقت ممی کی ڈی لگ رہے ہو جب تک میں کال نہ کروں دوبارہ مت آنا۔"

"اوکے......" زین نے اپنی انگلیاں نچائیں......اور تھرکنے کے سے انداز میں لہراتا ہوا آگے بڑھا۔

عرشلہ پھر اوندھی پڑی تھیں۔

☆☆☆

واصف کو گیٹ چوپٹ کھلا ملا تھا جو اس کے لیے مسرت کا باعث تھا کیونکہ جس اسپیڈ سے وہ بائیک چلاتا آرہا تھا اسی اسپیڈ سے زن سے گیٹ میں داخل ہوا تھا...... مگر اپنی مخصوص جگہ سے پہلے ہی اسے بریک لگانا پڑے۔

بڑے سے پارکنگ ایریا میں سالار صاحب کی دونوں گاڑیوں کے علاوہ تیسری بلیک نئے ماڈل کی ہنڈا کار ڈ بھی کھڑی تھی......اور سامنے سالار اپنے دیرینہ دوست نعیم قریشی کو استقبالیہ کلمات سے نواز رہے تھے، ان کے پہلو میں ایک گورا چٹا لمبا تڑنگا نوجوان گرے جینز اور میرون ٹی شرٹ میں ملبوس سالار صاحب کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا رہا تھا۔

"سرپرائز......؟" سالار صاحب خوشگوار حیرت سے نعیم قریشی کے بیٹے المعز کی طرف دیکھ رہے تھے ساتھ ہی

نے بیڑا غرق کر کے رکھ دیا ہے۔
ٹی وی سیریلز اور فلمیں دیکھتے ہوئے مائیں، بچوں کو دودھ پلا رہی ہوتی ہیں، ایک ہاتھ میں بچے کا فیڈر تو دوسرے ہاتھ میں موبائل ہوتا ہے، ذرا سا بچہ رونے لگ جائے تو ٹی وی کھول کر دے دیں گے، موبائل ہاتھ میں پکڑا دیں گے، کارٹون لگا دیں گے، کوئی موسیقی سن کر بچہ ہاتھ پیر ہلانے یا گنگنانے لگ جائے تو سارے گھر میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اب وہ ماں اپنے بچے کی اعلیٰ پرورش کیسے کر سکتی ہے جس کی اپنی زندگی ڈراموں، فلموں، موسیقی، شاپنگ، گھومنا پھرنا، موبائل، فیس بک، واٹس ایپ تک محدود ہو۔
ماں اور باپ دونوں کو مل کر ذمے داری کے ساتھ بچے کی تربیت کرنا ہوگی، اپنا وقت لگانا ہوگا، اپنے آپ کو کھپانا ہوگا۔ اولاد کی تربیت کے لیے ماں کی گود سب سے پہلی اور اہم درسگاہ ہے کہ ماں اسے سینے سے لگائے، اپنی تربیت بچے میں منتقل کرے، اسے اللہ کی پہچان کروائے، اسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہچان کروائے، اسے دین سکھائے، اسے دنیا میں آنے کا مقصد سمجھائے، اسے روزمرہ معاملات کی دعائیں سکھائے۔ سچ سے محبت، سچ میں عزت، سچ میں فضیلت اس کے دل میں اترے۔ یعنی، خود اس پر عمل کرے۔
جھوٹ سے نفرت، جھوٹ میں شرمندگی، جھوٹ پر گناہ کا یقین اس کے دل میں راسخ کر دے، یعنی، خود کبھی بھی جھوٹ نہ بولے۔
ایسے ماحول سے نکل کر آپ کا بچہ جب باہر کی دنیا میں آتا ہے تو کبھی باہر کے لوگوں سے خراب ہو کر نہیں آئے گا بلکہ ان کے لیے اصلاح کا سبب بن جائے گا۔ اپنی اچھائی چھوڑ کر آئے گا، والدین کا نام روشن کر کے آئے گا۔
از: زرمینہ خان، بہارہ کہو

ایک اچٹتی سی نگاہ غلط واصف کی طرف بھی دوڑائی گئی...... جو آگے بڑھنے کے بجائے رک گیا تھا۔
”اس نے صرف تمہیں ہی نہیں مجھے بھی مسج کچھ کر سرپرائز دیا ہے۔“ نعیم قریشی نے بہت محبت سے بیٹے کی طرف دیکھا۔
”پاپا کچھ اچھا نہیں کر رہے تھے...... دو دن کا کہا تھا، پورا ویک ہو گیا...... میں اتنا لمبا ٹائم ان کے بغیر افورڈ نہیں کر سکتا۔“ انعمر نے مسکرا کر باپ کو کندھوں سے تھام لیا۔
”اچھا......“ سالار صاحب ابھی خوشگوار حیرت کی لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے...... واصف کو کلی طور پر نظر انداز کر دیا تھا کہ وہ ان خوشگوار لمحات کو ضائع کرنا نہیں چاہتے تھے۔
”میں پاپا سے اتنے دن کبھی دور نہیں ہوا...... پاپا بزنس ٹرپ پر ”ترکی“ یا ”مالٹا“ جاتے ہیں تو میں ساتھ جاتا ہوں......“ انعمر نے بڑے صاف گو اور فطری انداز میں کہا تو سالار صاحب کو نعیم قریشی کی قسمت پر رشک آیا...... ماڈرن سوسائٹی کا پروردہ نوجوان باپ کے معاملے میں اتنا حساس ہے...... واصف آہستگی سے بائیک کو اس کی مخصوص جگہ پر لے گیا...... اور پاؤں سے بائیک کا اسٹینڈ کھولتے ہوئے ماموں کی طرف دیکھا جنہوں نے تکلفاً بھی زحمت نہیں کی تھی کہ دیکھ لینے کے باوجود مہمانوں سے اس کا تعارف کرا دیتے۔
مہمان تو بائیک سوار جوان کو دیکھ کر یہی سمجھے ہوں گے کہ سالار صاحب کا کوئی ملازم وغیرہ ہوگا۔
سالار صاحب، نعیم قریشی کو شانوں سے تھام کر اندر کی طرف بڑھے...... اس واصف پر نظر پڑتے ہی وہ بدمزہ نہ ہوئے گو وہ تو اس خیال سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ سارہ، نعیم کے ساتھ اس کے بیٹے انعمر کو غیر متوقع دیکھ کر کس قدر حیران ہوں گی...... یہ تو ان کے خیال میں دور، دور تک نہیں ہوگا کہ ”امیدوار“ بھی منظر نامے کا حصہ ہوگا۔
انعمر دونوں کی تقلید کر رہا تھا اور واصف بائیک سے چابی کھینچتے ہوئے مسلسل ان تینوں کی طرف دیکھ رہا تھا......

سوچ میں تھا جیسے یاد کر رہا ہو کہ آنے والے مہمانوں کو اس سے قبل کہاں اور کب دیکھا تھا۔

☆☆☆

سارہ کی ساری تیاریاں تقریباً مکمل تھیں..... وہ اپنے روم میں تھیں کہ ماحول میں سالار صاحب کی آواز گونجی۔

"سارہ..... بھئی کہاں ہو.....؟"

"آ رہی ہوں..... بس..... ایک منٹ....." انہوں نے جلدی جلدی میچنگ ٹاپس کان میں ڈالتے ہوئے جواب دیا..... جو ادھ کھلے دروازے سے نکل کر لازمی سالار صاحب کے کانوں سے ٹکرایا ہوگا..... سالار صاحب کی آواز میں مسرت کی جو لہریں تھیں وہ سارہ کے حواس کو خود بخود خوشگوار بنائے جا رہی تھیں۔

اس سے پیشتر کہ سارہ باہر نکلتیں..... فری اپنے روم سے اسی بے ہنگم حلیے میں بے اضطراب انداز میں چلتی باہر آ گئی تھی۔

"پاپا..... آج تو آپ....." بولتے بولتے وہ دم بخود ہو کر رہ گئی۔ سامنے باپ کے ساتھ نعیم قریشی اور انصر کو دیکھ کر وقتی طور پر الجھی۔

"اوہ سوری مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ کے ساتھ گیسٹ ہیں....." اسے بروقت معذرت کرنا سوجھ گیا..... جس کی امید اس کے والدین کو تو کم از کم نہیں ہو گی۔

"سوری کیوں کر رہی ہو..... سلام کرو بھئی..... یہ تمہارے انکل..... یو ایس سے آئے ہیں اور یہ انصر..... ان کا بیٹا....." انصر اور نعیم قریشی بڑی دلچسپی سے فری کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"السلام علیکم....." باپ کی تاکید پر اس نے عجلت کے انداز میں فوراً سلام کر لیا تھا۔

عقب سے آتی سارہ نے گویا سر پیٹ لیا..... ساری توانائیاں یکلخت صفر ہو گئیں۔

"وعلیکم السلام..... بے بی..... ماشاء اللہ بھئی....." نعیم قریشی نے ہاتھ بڑھا کر فری کے سر پر رکھ دیا۔

فری نے لاشعوری طور پر انصر کی طرف دیکھا تھا..... وہ دلچسپی سے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ باپ نے غائبانہ تعارف بھی کروا دیا تھا اور مشن بھی بتا دیا تھا۔ فری زندگی میں پہلی بار شاید الجھن میں پڑی..... انصر کی نگاہوں میں ایسا کچھ خاص تھا جو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"آئیے ڈرائنگ روم میں بیٹھتے ہیں کچھ پرانی یادیں تازہ کرتے ہیں....." اس کے بعد کہا..... "پھر کافی کے ساتھ گپ شپ....." سارہ کو فری کو نہلانے کی عجلت تھی..... انہیں خاصی شرمندگی ہو رہی تھی..... بغیر دوپٹے بے تکی سی شرٹ جینز..... سارے بال سمیٹ کر سر کے اوپر بڑا سا کیچر.....

"بھئی ہمیں بے بی سے بھی بہت ساری باتیں کرنی ہیں....." نعیم قریشی کا ذہن صرف اپنے ہدف پر مرکوز تھا۔

"اوکے..... انکل..... میں فریش ہو کر آپ کو جوائن کرتی ہوں....." فری نے ماں کا چہرہ پڑھ لیا تھا اسے اندازہ تھا کہ کچھ دیر بعد ایک زبردست کلاس لگے گی اسی لیے منفرد، تقدم کے طور پر ماں کو ریلیکس کرنے کی شعوری کوشش کی۔

"اوکے بیٹا....."

سالار صاحب ہاتھ کے اشارے سے انہیں آگے قدم بڑھانے پر مجبور کر رہے تھے کیونکہ فری کا حلیہ دیکھ کر انہیں بھی اچھی خاصی خفت محسوس ہو رہی تھی۔

فری فوراً ہی اپنے بیڈ روم کی طرف چلی گئی تھی..... اور سارہ کی خفا خفا نظریں اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔

☆☆☆

"کیا شاندار ماحول ہے..... ماں..... ماحول ہو تو ایسا....." زیاد واصف واش روم کا دروازہ کھولے ہاتھ منہ

دھونے میں مصروف تھا۔ قمر اس کے دُھلے ہوئے کپڑے تہ کر کے اندر آئیں تو واصف نے آئینے میں انہیں آتا دیکھا تو شروع ہو گیا۔ جیسے اسے ماں کو بتانے کی بہت جلدی تھی ورنہ پیٹ میں درد کا اندیشہ تھا۔

''تم تو انٹرویو کے لیے گئے تھے..... یہ ''ماموں'' کہاں مل گئے تمہیں.....؟'' قمر نے وارڈ روب کا پٹ جھٹکے سے کھولتے ہوئے حیران ہو کر پوچھا۔

''انٹرویو ماموں ہی لے رہے تھے..... یہی تو بتا رہا ہوں.....'' واصف نے چھپاک، چھپاک پانی منہ پر مارتے ہوئے جواب دیا۔

''بچوں کے پیرنٹس نے نہیں لے.....'' قمر نے دھلے ہوئے تولیے احتیاط سے شیلف میں لگاتے، لگاتے رک کر پوچھا۔

''وہ بھی سنگل پیرنٹ والے بچے ہیں..... میری طرح.....''

واصف اسٹینڈ پر ٹنگے تولیے کو کھینچ کر باہر آ گیا..... اور چہرہ خشک کرنے لگا۔

''اوہ.....؟'' قمر نے ایک نظر دیکھنے کی خواہش دبا کر بیٹے سے نظریں چرا لیں۔

''بچوں کی ماں شاید ''شرعی پردہ'' کرتی ہیں..... نامحرم کے سامنے نہیں آتیں اس لیے بچارے ماموں مجھے بھگتا رہے تھے۔''

''ہوں.....؟'' قمر نے سوچتے ہوئے ہنکارا بھرا۔

''یہ بتاؤ..... کام بننا یا ان کا بنا دکیا ہے؟'' قمر نے باقی کے کپڑے شیلف میں رکھ کر پٹ بند کر دیا اور مڑ کر واصف کی طرف دیکھا جو ایک عرصے کے بعد گھر میں داخل ہوتے ہی توانائی سے بھرپور نظر آ رہا تھا۔ گھر میں داخل ہونے اور ماں کو سلام کرنے کا انداز ہی معمول سے ہٹ کر تھا۔

واصف نے تولیا کرسی کی بیک پر لٹکا کر قمر کی طرف دیکھ کر چند لمحے کچھ سوچا پھر آگے بڑھ کر کیبنٹ کی دراز سے ایک لفافہ اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دیا۔

قمر نے الجھے، الجھے انداز میں لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھا۔

''چالیس ہزار.....'' حیرت و خوشی کا ملا جلا تاثر تھا۔

''فکر نہ کریں ماں..... ایک دن چالیس کروڑ کا بھی دیدار کراؤں گا..... ان شاء اللہ.....'' قمر ہکا بکا ہو کر واصف کی شکل دیکھنے لگیں..... الفاظ ہی نہ سوجھے..... چالیس ہزار سے بات چالیس کروڑ تک آ رہی تھی..... صاف تو سوگئی ہی تھا۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہیں.....؟ چالیس کروڑ اتنے زیادہ بھی نہیں ہوتے..... اور جو چالیس کروڑ کماتے ہیں ان کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں..... آج میں ایک ارب پتی سے مل کر آ رہا ہوں..... وہ ایسے شاندار گھر میں ایسے رہتا ہے جیسے کسی آبادی کی تنگ گلی میں بچے کرکٹ کھیلتے ہیں بالکل بھی کانفس نہیں ہے..... میں کل خود دیکھا ہے۔''

اب واصف دیوار گیر آئینے کے سامنے کھڑا برش سے بال سنوار رہا تھا اور قمر ابھی تک لب بستہ کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ وہ کتنا بدلا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''اس لیے میں پورے کانفیڈنس سے کہہ رہا ہوں کہ billionaire کے سر پہ سینگ نہیں ہوتے.....''

واصف نے الجھی، الجھی قمر کا آئینے میں جائزہ لیا تھا۔

''مجھے اب بھی کچھ سمجھ نہیں آئی.....'' قمر نے ایک مرتبہ پھر لفافہ الٹ پلٹ کر دیکھا۔

''میں انٹرویو میں پاس ہو گیا انہوں نے ایڈوانس بھی دے دیا.....'' واصف برش کو ہتھیلی پر دھیرے سے

ضرب لگاتا ان کے قریب آیا۔

''مگر تم تو تیس ہزار کی بات کر رہے تھے اور بہت خوش تھے کہ تم نے تیس ہزار فیس طے کی ہے اور ایڈوانس مانگی ہے۔''

''انہیں میں بہت پسند آگیا ہوں...... خوش ہو کر چالیس دے دیے...... اب یہ لفافہ آپ ماموں کو پہنچا دیجیے...... باقی کے بیس ہزار اگلے مہینے......'' یکلخت واجف کے چہرے کے تاثرات بدل گئے چہرے پر گہری سنجیدگی کے ساتھ خفگی کا ہلکا سا تاثر بھی تھا۔

شمسہ ڈر سی گئیں کہ اس سے تحمل کر بات کریں یا نہیں......؟ سارہ کے آنے کا بتائیں یا نہیں...... مبادا وہ پھر ''اہل جنات'' میں سے دکھائی پڑے۔

''کیا سوچ رہی ہیں ماں......؟'' ماموں قسطوں میں لینا پسند نہیں کریں گے یا ان کو یقین نہیں آئے گا کہ باقی کے ملیں گے یا نہیں...... میں جا کر بات کر لیتا ہوں......'' اس نے ماں کو تذبذب میں دیکھ کر لفافہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا...... مگر فوراً ہی کھینچ لیا...... اس حرکت پر شمسہ نے تعجب سے دیکھا تھا۔

''اوہ...... نیچے تو گیسٹ آئے ہوئے ہیں...... آج تو ماموں سے کوئی بات نہیں ہو سکتی......''

وہ برش اپنی جگہ رکھنے کی نیت سے پلٹ گیا۔

''گیسٹ......؟ تمہیں کیسے پتا...... تم تو باہر والی انٹرنس سے آئے ہو ناں......؟''

''میرے ساتھ...... میرا مطلب ہے اسی وقت مہمان داخل ہوئے تھے۔''

''کوئی فیملی ہے؟'' شمسہ نے جانے کیوں پوچھ لیا...... نیچے مہمان تو آتے ہی رہتے تھے۔

''پتا نہیں...... ایک ماموں کے جیسے آدمی اور ایک برگر بوائے...... کوئی محترمہ تو نظر نہیں آئیں......'' اس نے کندھے اچکائے اور شمسہ کے ہاتھ سے لفافہ لے کر واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

''تم نے ماموں کو اور مہمانوں کو سلام کیا تھا؟ یا یونہی منہ اٹھا کر اوپر آ گئے؟'' شمسہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اس نے پھر کوئی ''گستاخی'' نہ کر دی ہو۔ کیونکہ ''چوری'' کے الزام کو وہ آخری سانس تک بھولنے والا نہیں تھا اور نہ وہ خود...... یہ الزام زخم نہیں تھا ''گھاؤ'' تھا جو معجزہ ہی بھر سکتا تھا۔

''یونہی منہ اٹھا کر اوپر آ گیا...... منہ میرا ہے...... مجھے ہی اٹھانا ہے...... اب جلدی سے کچھ کھانے کو دیں...... آج اتنے کام تھے کہ بائیک دو سو کلومیٹر چلی ہو گی...... سائلنسر تو اتنا گرم ہوگا کہ آپ اس پر کھانا گرم کر سکتی ہیں......''

اسے درحقیقت شدید بھوک لگ رہی تھی اسی وجہ سے اس نے شاور لینے کے بجائے ہاتھ منہ دھونے پر اکتفا کیا تھا۔

''میں کھانا نکال رہی ہوں...... آ جاؤ......'' شمسہ بہت سے سوال آئندہ پر اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

سارہ کو بے چینی ہو رہی تھی کہ فری آخر کیا کر رہی ہے...... ایسی کیا تیاری کرنے بیٹھ گئی کہ سب کھانے کی میز کے ارد گرد بیٹھ گئے اور وہ ابھی ''فریش'' ہو رہی تھی۔

''یار بسم اللہ کرو......'' سالار صاحب نے سالن کا ڈونگا نعیم قریشی کے سامنے کیا۔

''بے بی کو تو بلاؤ یار...... ممبرز پورے ہوں گے تو کھانا کھائیں گے۔'' نعیم قریشی نے لطیف انداز میں کہا اور دائیں بائیں دیکھنے لگے۔

اظفر کا رخ اسی طرف تھا جس طرف سے فری نے ''نمودار'' ہونا تھا...... یک دم اس کی آنکھوں کے تاثرات بدلتے دکھائی دیے۔

(جاری ہے)

قسط 6

digest novels lovers group

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سرور ہے... انا "[illegible]" ہے۔
محبت بہار ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت [illegible] قصاص نہیں... [illegible]
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پہ
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

سارہ جبین انفر کے مقابل بیٹھی تھیں۔ انفر کے چونکنے کے انداز پر لامحالہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔
"بھئی واہ...... یہ کیا بات ہوئی ہمیں ذرا سا انتظار بھی نہیں کیا اور......"
"ایسا کیسے ہو سکتا ہے...... ہمیں اندازہ تھا کہ بس اب تمہاری انٹری ہونے ہی والی ہے اس لیے ...atting' ما لیتے ہیں۔ اتنی دیر میں تو آپ آ ہی جائیں گی۔" سالار صاحب نے یوں عجلت کے انداز میں صفائی پیش کی ...

''ماما......اب اتنی بیوقوف بھی نہیں ہوں.... کمپنی کا out come دیکھ کر ہی مانوں گی۔'' فری نے بے پروائی سے کہتے ہوئے سلاد پلیٹ میں ڈالنا شروع کر دیا۔

"I love russian salad" وہ سلاد کی مخصوص ڈش رکھتے ہوئے چھوٹے بچوں کی طرح بے ساختگی سے کہہ رہی تھی۔ جس پر الفر نے پھر بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا۔

''سن لیا...... چیکس issue نہیں ہوں گے بیٹی گے......'' سالار صاحب نے نعیم قریشی کے سامنے مٹن بریانی کی ڈش رکھتے ہوئے خوش دلی سے کہا تھا۔

''بھئی ہماری تو یہی دعا ہے کہ اللہ بچوں کو اتنا دے کہ یہ غریبوں میں بانٹا کریں۔'' نعیم قریشی، فری کے.... بے ساختہ اور برجستہ انداز کو بہت انجوائے کر رہے تھے۔

''آپ تو کچھ بولیں......اردو نہیں آتی تو انگلش میں ہی بولیں...... یہاں سب کو انگلش سمجھ آتی ہے......او مائی گاڈ......ہم سب تو اتنا سارا بول چکے...... can you talk?'' وہ بولی۔ ''گونگے....تو نہیں ہیں ناں آپ......؟'' فری نے اپنی پلیٹ سے پائن ایپل کا ٹکڑا فورک میں پھنساتے ہوئے الفر کو دیکھا۔ اور سلاد کی پلیٹ الفر کی طرف بڑھائی۔ اچانک حملے سے الفر لمحے بھر کو ٹپٹا سا گیا مگر فوراً ہی سنبھل کر مسکرایا تھا اور پلیٹ فری کے ہاتھ سے لے لی تھی۔ سارہ تو اپنی جگہ پر جز بزسی ہو کر رہ گئی تھیں مگر سالار صاحب کو الفر کے تاثرات دیکھنے میں زیادہ دلچسپی تھی۔

"آپ سب اتنی مزے کی باتیں کر رہے ہیں سننا اچھا لگ رہا ہے...... ویسے I am a good listener...... یہ میری پاور بھی ہے...... لوگ ڈرتے رہتے ہیں کہ پتا نہیں بولوں گا یا پھٹوں گا۔"

الفر کا بولنا گویا قیامت تھا صرف فری ہی نہیں سارہ اور سالار صاحب نے حیرت سے الفر کی طرف دیکھا تھا...... اس سے قبل تو یہی تاثر قائم تھا کہ شاید وہ ضرورت سے زیادہ ہی کم گو ہے۔

"گڈ...... آخر فری کامیاب ہوگئی...... ورنہ میں کہنے ہی والا تھا کہ الفر اتنی خاموشی بھی اچھی نہیں ہوتی خاص طور پر اس وقت جب، سب ہی کچھ نہ کچھ بول رہے ہوں......" نعیم قریشی بے ساختہ ہنس دیے۔

"پاپا...... میں ویٹ کر رہا تھا......" الفر نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے شریر مسکراہٹ کے ساتھ فری کی طرف دیکھا تھا۔

"کس بات کا......؟" سالار صاحب کے منہ سے بلا ارادہ سوال نکل گیا۔

"let's see ویسے آپ اور آنٹی سے اس وقت ملاقات ہوئی تھی جب آپ لوگ اپنی باتیں کرتے ہوئے ہمیں کہتے تھے جاؤ بیٹا لان میں جا کر کھیلو...... اب مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ آپ لوگ کس ٹاپک پر بات کریں گے۔ میں کچھ اچھا add کر سکتا ہوں تو ضرور بولوں گا...... ورنہ صرف سنوں گا......" الفر کی طرف سے اتنا جچا تلا جواب آیا کہ سارہ تو دیکھتی رہ گئیں۔

"اتنی تو عمر بھی نہیں مگر بات کرنے کا ڈھنگ آتا ہے...... ماشاء اللہ کتنا سمجھدار ہے...... فری کے بالکل الٹ......" وہ بولیں نہیں...... صرف سوچ کر رہ گئیں۔

"یہ ماں کی بیماری کے دنوں میں سب سے زیادہ ماں کے قریب رہا ہے...... اس لیے وقت سے پہلے سنجیدگی آگئی...... سب سے چھوٹا بچہ تو ویسے بھی لاڈلا ہوتا ہے...... کتنے سال گزر چکے مگر یہ آج بھی ماں کو بہت مس کرتا ہے۔"

اب فری کو اندازہ ہوا کہ انکل کے ساتھ آنٹی کیوں نہیں تھیں...... سارہ سے تو مہمانوں کے بارے میں اس کی کوئی بات چیت ہی نہیں ہوئی تھی...... اس کے لیے تو یہ جاننا ہی کافی تھا کہ پاپا کے دوست جو امریکا میں رہتے ہیں...... ڈنر پر آرہے ہیں۔

"اوہ! بس آپ میری ماما کو اپنی ماما ہی سمجھیں......" فری نے اپنی دانست میں ہمدردی بگھاری تھی۔ سارہ نے تو گویا سر ہی پیٹ لیا تھا۔

سالار صاحب بھی لحظہ بھر کو ذہنی بے ترتیبی کا شکار ہوئے۔

"شیور...... اب آپ لوگوں کے سوچنے کی بات ہے...... فری نے تو بہترین مشورہ دیا ہے۔" نعیم قریشی کی خوشی دیدنی تھی...... سالار صاحب، سارہ سے نظریں چرا رہے تھے۔

الفر نے مسکرا کر پانی کے دو تین گھونٹ پیے۔

"ماما سویٹ ہیں کیا ہے...... میں نے لاسٹ سنڈے کو آپ سے چاکلیٹ کیک کے لیے بولا تھا......؟" فری کو اپنی چاہ سے غرض تھی، ذہن کھانے پینے کی طرف ہی مرتکز تھا۔

"انکل آپ کو پتا ہے ماما زبردست بیکنگ کرتی ہیں، ٹی ٹائم...... کے لیے ہمارے گھر میں پلین کیک باہر سے نہیں آتا...... ماما خود بیک کرتی ہیں...... اور اتنے مزے کا...... کہ بس......" فری ایک تواتر سے بولتی چلی گئی۔

"تو آپ کو بھی تو سکھاتی ہوں گی...... آپ نے کیا کچھ سیکھ لیا ماما سے......؟" نعیم قریشی کے انداز میں حد درجہ شوق و دلچسپی تھی، الفر بھی جواب سننے کا مشتاق نظر آیا۔

"توبہ...... میں اور کچن......؟ سوری انکل...... پلیز کوئی اور بات کریں...... آپ میری books دیکھیں...... 4kg کی ایک book تو ضرور ہے...... ماما کو کون سا اسٹڈی کرنا ہوتی ہے...... اتنا سارا کام سرونٹس

کرتے ہیں......کوئی کام ہی نہیں ہے تو کچن میں اپنی مرضی سے بزی رہتی ہیں۔"

ایسا صاف ستھرا جواب آیا کہ سب ہی کی طبیعت صاف ہو کر رہ گئی۔

"ایک منٹ میں ابھی آتی ہوں...... میں نے ہوم میڈ ملک قلفی بنائی ہے۔ امریکا میں تو آپ کو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی ایسی قلفی، دیکھتی ہوں اچھے سے جم گئی ہوگی۔" سارہ نے گویا جان بچا کر بھاگنے کی کی......اس کے سوا اب راستہ نہ بچا تھا......ورنہ شاید وہ پانچ منٹ بعد اٹھتیں۔

اتنی دیر سے جو قاعدہ، قرینہ، رکھاؤ، سجاؤ چل رہا تھا ایک دم داؤ پر لگتا نظر آیا تو دوسری طرح کا شور ڈالنا ضروری ہوگیا تھا۔

"واہ قلفی......نام سنتے ہی سرور آ گیا......" نعیم قریشی بچوں کی طرح خوش نظر آئے۔

"پاپا...... قلفی بہت میٹھی ہوتی ہے...... ہاتھ ہلکا رکھیے گا......" الفر نے باپ کو ٹوکا۔

"اوہو......سارہ کو قلفی کی پڑگئی...... پہلے نعیم سے پوچھ تو لیتیں کہ......" سالار صاحب نے فکرمندی سے دیکھا۔

"ماما کی غلطی نہیں پاپا......شروع تو میں نے کیا تھا......" فری فوراً بولی۔

"آئی ایم سوری انکل......" فری بھی فکرمند ہوگئی کہ کہیں انکل diabatic نہ ہوں اور بد پرہیزی سے کوئی مسئلہ نہ ہو جائے۔

"تھینک گاڈ...... diabatic نہیں ہوں بیٹا......بس احتیاط کرتا ہوں......" فری کی صاف سیدھی باتوں سے بہرحال جان چھوٹ چکی تھی۔ موضوع تبدیل ہو چکا تھا۔

"بائی داوے الفر آپ کی کیا activities ہیں......" فری نے خلاف توقع بڑی سنجیدگی سے الفر کا انٹرویو کرنا شروع کر دیا۔

نعیم قریشی نے مسکرا کر سالار صاحب کی طرف دیکھا......اور وہ نظر بچا گئے۔

"بزنس کا مطلب 24 آورز جاب ہوتی ہے...... پاپا کو ہیلپ آؤٹ کرتا ہوں اور بس۔" الفر نے محتاط انداز میں فری کی طرف دیکھ کر مختصر جواب دیا تھا۔

"اتنے چھوٹے ہیں آپ......اس ایج میں تو لوگ اسٹوڈنٹ ہوتے ہیں......شاید آپ کو زیادہ پڑھنے کا شوق نہیں ہوگا اس لیے انکل نے آپ کو بزی کر دیا۔" فری نے اپنے مخصوص لاابالی پن میں گویا الفر کے بخیے ادھیڑ دیے۔

نعیم قریشی کا قہقہہ برجستہ تھا......جبکہ سالار صاحب عجوب انداز میں مسکرائے۔

"آپ بالکل ٹھیک پہنچ گئیں۔ مونٹیسوری میں ٹیچر اتنی سخت ملی کہ میں نے اسی وقت پاپا کو کہہ دیا کہ مجھے اسکول نہیں جانا۔" الفر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

فری اپنے سامنے رکھے ہوئے برتن ایک طرف کر رہی تھی، گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹتے، چھوٹتے بچا......اس نے آنکھیں پھاڑ کر الفر کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ نے کوئی گریڈ کوئی لیول نہیں کیا؟" اس نے حیران ہو کر الفر اور نعیم قریشی کو باری، باری دیکھا تھا۔

"مگر آپ کو دیکھ کر ایسا لگتا تو نہیں......" وہ حیرت کی شدت سے بے حال تھی۔

"جسٹ جوکنگ...... تمہیں معلوم ہے یہ آئی ٹی اسپیشلسٹ ہے......میڈل لیے ہوئے ہیں......کمپیوٹر سائنس گھول کر پی چکا ہے۔" اب نعیم قریشی نے سنجیدگی سے گویا الفر کا مکمل تعارف کرایا جس سے سالار صاحب بھی ابھی تک بے خبر تھے۔ اور انہوں نے بڑی ستائشی نظروں سے الفر کی طرف دیکھا۔

"اوہ مائی گاڈ......" فری نے اب بڑی دلچسپی، حیرت اور پُرشوق انداز میں الفر کا جائزہ لیا تھا۔

"انکل یہ virgo تو نہیں ہیں......؟ دراصل virgos ...... 50 کی ایج میں بھی 25 کے نظر آتے

ہیں۔ ؟'' نری کا بے تکا پن عروج پر پہنچنے لگا۔

''خدانخواستہ...... یہ ''50'' کا نہیں ہے...... یہ 50 کا ہو گا تو میرا کیا ہو گا؟'' نعیم قریشی کی بے ساختگی پر ڈائننگ ہال قہقہوں سے گونج اٹھا...... جس میں سب سے بلند قہقہہ خود نعیم قریشی کا تھا۔
سارہ ڈونگا ہاتھوں میں تھامے چند لمحے کے لیے ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔ جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ ایسا کیا ہو گیا......!

☆☆☆

''تم گھر جا کر ریسٹ کر کے صبح فریش ہو کے آجانا۔'' ٹوٹو نے روم میں آ کر عرشلہ کی حالتِ زار دیکھی تو تشویش میں مبتلا ہو گئی۔

''میں ٹھیک ہوں ٹوٹو...... تھینک یو......''

''ٹھیک نہیں ہو...... بیٹھا نہیں جا رہا تم سے بار، بار بیڈ پر لیٹ جاتی ہو...... میں ایک وقت میں دو، دو پیشنٹس کی اٹینڈنٹ نہیں بن سکتی...... مجھے بہت کام ہوتے ہیں۔''

''میں پیشنٹ نہیں ہوں...... وہ بھی یہی کہتا تھا...... اس نے کہہ، کہہ کر مجھے پیشنٹ بنا دیا تھا...... اس نے مجھے پیناٹائزڈ کر کے پیشنٹ بنا دیا تھا...... جبکہ میں بالکل ٹھیک تھی...... اب تم بھی......'' عرشلہ اب اپنی دم، دم کی ساتھی، عزیز دوست پر چڑھ دوڑی تھیں۔

''اوکے...... اوکے...... ریلیکس...... سویٹ ہارٹ۔ تم بہت زیادہ تھکی ہوئی ہوتی ہو restless ہو...... اس کی نشانی یہی ہوتی ہے کہ بندہ چڑچڑا ہو جاتا ہے...... ماضی کی تمام تکلیفیں یاد آنے لگتی ہیں...... پرانے غصے باہر آتے ہیں...... اور ایسے میں انسان کو خود بھی سمجھ نہیں آرہی ہوتی۔'' ٹوٹو کی صبر و برداشت، محبت بھرا لہجہ، بہر حال اپنا کام کر گیا...... ٹوٹو نے شیطان کو راشن کی سپلائی روک دی تھی...... پھر عرشلہ کیا کرتیں۔

''اوکے...... چلی جاتی ہوں...... میں تو تمہاری وجہ سے کہہ رہی تھی کہ تم سارا دن...... بزی رہتی ہو...... ریسٹ کے لیے ایک رات ہی تو ملتی ہے۔ آئی ایم سوری......'' اس نے اپنا ہینڈ بیگ اٹھاتے ہوئے اچھے بچوں کی طرح تابعداری دکھائی۔

''گڈ...... میری فکر نہ کرو...... I am blessed (مجھ پر اللہ کی رحمت ہے) ایک گھنٹا بھی گہری نیند سو جاؤں تو چارج ہو جاتی ہوں...... بندہ اسپرٹ کی وجہ سے energetic رہتا ہے۔ thank you so much My lord'' ٹوٹو نے اپنے دونوں خوب صورت ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھا کر چھت کی طرف دیکھا۔ عرشلہ نے اپنے بالوں کو سمیٹ کر کیچر پھنسایا...... اور اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ایک دفعہ پھر سوری ڈیئر......'' عرشلہ نے ٹوٹو کو گلے لگا کر اس کے گال پر بوسہ دیا اور روم سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

کچھ وقت بالکنی میں گزارنا واصف کے معمولات کا حصہ تھا...... خاص طور پر جب ثمرہ عشا کی نماز اور لمبی تسبیحات سے فارغ ہو کر سو جاتی تھیں۔ پوش ایریاز کے رہائشی علاقوں میں تو تہجد سے پہلے کا وقت ایسا لگتا ہے جیسے کسی آباد جزیرے سے نکلنے والی کشتی گہرے پانیوں پر رواں دواں ہو...... جب کوئی نہیں بولتا تو تنہائی بولتی ہے...... اور جب تنہائی بولتی ہے تو کائنات کے چپے، چپے میں موجود تو انائی بولتی ہے...... دل انا سے پرے ہو کر صرف کان بن جاتا ہے، وہ ایسے الفاظ سنتا ہے جو بے آواز ہوتے ہیں مگر ان میں اتنا دم اور زور ہوتا ہے جو کسی نوحہ کرتی عورت کی چیخوں میں نہیں ہوتا...... کسی بادشاہ کے گرجنے میں نہیں ہوتا...... کسی کم ظرف کی گالی میں نہیں

ہوتا...... کسی جیتنے والے کھلاڑی کی خوشی میں نہیں ہوتا......

تنہائی میں دبا ہوا غصہ سر اٹھائے تو زندہ کے لیے عذاب قبر ہوتا ہے......اسی تنہائی میں اپنی کوتاہیوں پر ندامت ہو تو سکون کا ایسا جہاں دریافت ہوتا ہے جسے جنت کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔

وہ...... جب، جب دانش کی بھری ہوئی صراحی کی طرف ہاتھ بڑھانے لگتا تو کانوں میں سالار صاحب کے کسی طنز کا نشتر صراحی کا سارا مشروب زہریلا کر دیتا اور وہ پھر دنیا دار ہو کر واپس کچن میں آ کر کسی ٹھنڈے مشروب سے اپنا دماغ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتا۔

آج سالار صاحب خیال میں نہیں بیچ بیچ سامنے آ گئے۔ مگر وہ اکیلے نہیں تھے......ان کے ہمراہ چار گھنٹے پہلے آنے والے مہمان، سمارہ اور فری بھی تھیں۔

وہ پورچ میں سب سے آخر میں کھڑی لگژری کار کی طرف بڑھ رہے تھے۔ باتیں کیا کر رہے تھے وہ تو اسے اوپر کھڑے سنائی نہیں دے رہی تھیں مگر ہنسی کی جھنکاریں اس کے کانوں تک بہ آسانی پہنچ رہی تھیں۔

”کون ہیں یہ لوگ...... کب سے آئے ہوئے تھے؟“ اسے فطری تجسس ہوا رات کا ایک بجنے والا تھا۔

”بہت انجوائے کیا...... رئیلی آج مدت بعد کارڈز کھیلنے کا مزہ آیا۔“ نعیم قریشی کار کا کھلا دروازہ تھام کر قدرے پُرجوش انداز میں بولے تو ان کی آواز واضح طور پر واصف تک پہنچی۔

”واہ بھئی واہ...... آج تو سارا گھر کارڈز کھیل رہا تھا۔“ زہرخند ہونٹوں پر کھیلنے لگی۔

پھر اس نے فری اور اطہر کو گرم جوشی سے مصافحہ کرتے دیکھا۔

جان جل کر رہ گئی......اسے صنفِ نازک کا مردوں سے مصافحہ کرنا بہت چبھتا تھا۔ اور اب تو مصافحہ بھی ایسے انداز میں ہو رہا تھا گویا ”سی پیک“ کے کسی نئے پروجیکٹ پر دستخط کے بعد وزرائے خارجہ ”کیمروں کی خاطر“ زور، زور سے مصافحہ کر کے یقین دلا رہے ہوں کہ ہماری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں......

”میں بیج بتاشے ونڈاں...... آج مینوں ماہی ملیا......“ کے مصداق۔ پاؤں کے نیچے ماربل گرم محسوس ہونے لگا۔ تلوؤں سے ہوتی ہوئی تپش دل سے یوں گزری جیسے وسیع رینج میزائل نصیب سے نشانے تک پلک جھپکنے میں پہنچا اور پھر نشانے پر تباہی پھیر دی...... دماغ کے پرخچے اڑ رہے تھے۔

”ماموں اسے کہاں پہنچا کر دم لیں گے......؟ کنٹرول تو اب بھی ماں کرتی ہیں......“ مہمانوں کی کار گیٹ سے باہر جا رہی تھی اور میزبان حلف اٹھا کر کھڑے تھے کہ جب تک گیٹ بند نہیں ہوتا وہ ہاتھ ہلاتے رہیں گے۔

وہ بدمزہ ہو کر پلٹ آیا۔

کبھی، کبھی وقت اس کا شدت سے جی چاہتا تھا کہ وہ ٹیرس کی ٹھنڈی ہوا میں رات گزار دے...... مگر شمہ تین ساڑھے تین بجے تہجد کے لیے اٹھ جاتی تھیں اور اس کا یوں بے وجہ ٹیرس میں بیٹھنا انہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا تھا۔ بالآخر ماں تھیں......اس کی پیدائش سے لے کر آج تک باپ کی طرح کما کر لاتی تھیں اور ماں کی طرح گھر سنبھالتی تھیں۔

اس نے اپنے کمرے میں جانے سے پہلے ایک اچٹتی نگاہ ماں کے بیڈ روم کے بند دروازے پر ڈالی۔

”بہت خاص مہمان تھے......بیوقوفوں کی طرح کھڑے ہاتھ ہلائے جا رہے ہیں۔ اوہ بھئی......بس...... یار......گھر ہی چھوڑ کر آ جاتے......“

اس نے تپ کر لائٹ آن کر کے بیڈ کا جائزہ لیا......کئی مرتبہ اپنے ہیڈفون اور موبائل پر خود کو گرا چکا تھا۔

”سانوں کیہہ......“ (ہمیں کیا)

اس نے لائٹ آف کی نائٹ بلب وہ استعمال نہیں کرتا تھا...... نیچے لان سے جو روشنی کھڑکیوں سے چھن کر آتی تھی وہ اس کو کافی تھی۔ خود کو بیڈ پر گرا کر چت لیٹ گیا۔

''ہمیں ہی تو سب کچھ ہے بابا......'' اس نے گہری سانس لی۔

☆☆☆

عرشلہ گھر میں کیا داخل ہوئیں گھر کھانے کو آیا۔ ایک ہُو کا عالم طاری تھا......ٹوٹو کے گھر کے دو ایک ملازم ضروری کام نمٹا کر چلے جاتے تھے......ڈرائیور بھی ناراض ہو کر جا چکا تھا......لے دے کر گارڈ رہ گیا تھا وہ بھی اپنے کیبن میں دو، دو فین چلائے بے ہنگم شور میں خراٹے لے رہا تھا، ایک وال فین، ایک پیڈسٹل......جن کی سروس جانے کب ہوئی ہوگی......ایک عجیب سماں بندھا ہوا تھا......فین کی گھڑ، گھڑ ڈاؤن ہوتی تو وہ تین زبردست خراٹے کیبن کی چھوٹی سی کھڑکی سے شعلے کی طرح لپک کر باہر آتے۔

پانچ منٹ تو عرشلہ نے اس کو فون کرنے میں صرف کیے تھے کیونکہ کال بیل سے تو اس کے حسین سپنے ٹوٹنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ بالآخر اس نے ہڑبڑا کر گیٹ کھولا تو عرشلہ میں اتنی توانائی نہیں بچی تھی کہ اس پر گرج برس کر دل ہلکا کرتیں......گیٹ کھلتے ہی وہ کار میں بیٹھ کر کار پورچ تک لے گئیں اور پلٹ کر گارڈ کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا اور روبوٹ کی طرح آگے بڑھتی چلی گئیں۔ گھر میں صرف ایک لائٹ آن تھی وہ بھی اوپر ٹیرس کی......سارا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا......عرشلہ کو ایک نامعلوم سے خوف نے آلیا۔

''زین نے گھر کی لائٹس بھی آن نہیں کیں۔ کتنا بے پرواہ ہے۔'' عرشلہ نے تھکے ہوئے اعصاب کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے لائٹس آن کرنا شروع کیں......لمحوں میں گھر روشن ہو گیا......لاؤنج میں داخل ہوتے ہی انہوں نے شولڈر بیگ ایک صوفے پر اچھال دیا......اور خود دوسرے صوفے پر ڈھے گئیں۔ انہیں اتنا احساس بھی نہ ہوا کہ فین چلانا بھول گئی ہیں......صوفے پر گرتے ہی ان کی آنکھ لگ گئی حالانکہ آنکھیں موندتے ہوئے وہ سوچ رہی تھیں کہ چند منٹ ستانے کے بعد وہ اپنے بیڈروم میں جا کر باقاعدہ شاور لیں گی تاکہ اچھی اور گہری نیند مل جائے مگر سوچتے ہی گہری نیند میں اتر گئی تھیں۔

☆☆☆

''نعیم بھائی تو ماشاءاللہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی بور نہیں ہونے دیتے۔ ......'' سارہ کا موڈ بہت خوشگوار تھا کافی عرصے بعد گھر میں رونق ہوئی تھی، دعوت کرنے اور مہمانوں کی تواضع کرنے میں بہت لطف محسوس ہوا تھا۔

ہاتھوں کا مساج کرتی ہوئی وہ بیڈ پر آ کر دراز ہو گئیں......سالار صاحب حسبِ عادت سونے سے پہلے اپنا آئی فون چیک کر رہے تھے۔

''ہوں......بہت اچھی کمپنی رہی......فری تو نعیم کو بہت پسند آئی ہے۔ کافی ٹیبل پر مجھ سے کہہ رہا تھا کہ فری کو ہی ڈھونڈ رہے تھے ہمیں ایسی ہی لڑکی کی تلاش تھی، فری بہت کانفیڈنٹ ہے۔''

''بس یہیں رک جائیں......اتنا کافی ہے......'' سارہ نے ہاتھ بڑھا کر اپنی طرف کا لیمپ آف کر دیا۔

''کیا مطلب......؟'' سالار صاحب واقعی حیران ہوئے، ابھی ان کی طرف کا لیمپ روشن تھا۔ چہرے پر حیرانی کے تاثرات واضح نظر آ رہے تھے۔

''فری میں وہ سب کچھ ہے کہ وہ سب کو ہی پسند آئے گی......بات ہے پریکٹیکل لائف کی......ابھی وہ اس کے لیے بالکل بھی فٹ نہیں ہے۔'' سالار صاحب بغور بیگم کی بات سننے لگے۔

''شادی سے پہلے یہی ہوتا ہے......اچھے گھر کی خوب صورت لڑکی فوراً پسند آ جاتی ہے، شادی کے بعد دس طرح کی باتیں ماں سنتی ہے۔'' سارہ ماں تھیں اور یہ برداشت ہی نہیں کر سکتی تھیں کہ ان کی بیٹی شادی کے بعد لوگوں سے اس طرح کی باتیں سنے کہ اپنا سارا اعتماد کھو دے۔

''اوہ بھئی......اب وہ بارہ، تیرہ سال کی بچی بھی نہیں ہے......اور وہاں کون سی ساس بیٹھی ہے جو باتیں

سنائے گی.....'' سالار صاحب نے چڑ کر کہا۔

''ساس کو چھوڑیں...... بہت سے شوہر کیا کم ہوتے ہیں......!'' سارہ نے اپنا لہجہ کنٹرول کرتے ہوئے نرمی سے جواب دیا تھا۔

''مجھے سنا رہی ہو......؟ وہ بزنس کلاس ہے...... فری بزنس دیکھے گی۔''

''آپ ان کا صرف بزنس دیکھ رہے ہیں؟'' سارہ نے تحمل سے کہا..... رات کے اس پہر وہ شوہر سے خفا ہو کر سونا نہیں چاہتی تھیں۔

''میں فیملی دیکھ رہا ہوں...... بزنس اس کے بعد..... فری کے بہن، بھائی نہیں ہیں اس نے شیئر کرنا نہیں سیکھا.....اس لحاظ سے یہ فیملی اس کو سوٹ کرتی ہے۔ نعیم کے دونوں بیٹے دوسری اسٹیٹس میں رہتے ہیں..... گھر میں یہی باپ، بیٹا ہیں۔'' سالار صاحب بھی غصہ کر کے بیوی کو ضد میں جتلا نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ مرضی کرنی ہو تو برداشت بڑی چاہیے ہوتی ہے۔

''ٹھیک ہے...... دیکھ لیتے ہیں...... اگر بات طے بھی ہوگئی تو شادی جلدی نہیں کریں گے...... ٹائم لیں گے...... کچھ چیزیں وقت پر سامنے آتی ہیں..... ایک ہی بیٹی ہے میری...... میں اس کی آنکھ میں آنسو برداشت نہیں کر سکتی..... اچھی طرح اپنی تسلی کروں گی......'' سارہ نے دوٹوک اور واضح انداز میں اپنا مدعا بیان کر دیا تھا۔

''نعیم تو ہمیں انوائٹ کر کے گیا ہے..... بلکہ اس نے تو ڈائرکٹ تمہیں invite کیا کہ آپ لوگ آئیں، گھومیں پھریں ہمارے ساتھ کچھ وقت گزاریں......''

''ہاں تو دیکھیں گے...... جب فری سے بات ہوگی تو اندازہ ہوگا کہ ہمیں نعیم بھائی سے کیا بات کرنی چاہیے...... اگر اس نے پہلی مرتبہ میں ہی انکار کر دیا تو میں اسے کنونس کرنے والی محنت مشقت بھی نہیں کروں

جولائی 2023ء کا شمارہ ایک نظر میں

خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ

خطوط کی محفل، محفل شعر و سخن اور ملک صفدر حیات کی تھانے داری

آخری شام سے پہلے
کبھی حبس کے صحرا میں...... کبھی ہجر کے کانٹوں میں......
دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی
داستان **طاہر جاوید مغل** کے قلم کا جادو

بھاروتیہ
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات **زویا صفوان** کے قلم کا شاہکار

شہ زور
عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور
کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال

جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ
عیوق بخاری، عابدہ نرجس، شاہد لطیف، احمد جعفری، عاطر شاہین،
عائشہ نصیر، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

گی......'' سارہ نے کروٹ لیتے ہوئے قصہ تمام کیا۔
''تم رہنے دو...... فری سے میں خود بات کرلوں گا......'' سالار صاحب کیونکہ بہت خوش تھے اس لیے برا مانے والا پرزہ تکیے کے نیچے رکھ کر سوجانا چاہتے تھے۔

☆☆☆

کھٹ کی آواز سے عرشلہ کی نیند ٹوٹی تھی۔ سامنے داخلی راستے پر زین کھڑا اپنی کی رنگ اچھال رہا تھا۔ عرشلہ کی نیند بے پانی کے بادل کی طرح اِدھر سے اُدھر اڑ گئی۔

حیرت سے زین کی طرف دیکھا پھر گردن گھما کر پنڈولم والے گھڑیال کی طرف دیکھا جو سو سال اس خاندان میں گزار چکا تھا۔ سیاہ آبنوسی گھڑیال جو ثمینہ کی ماں کے گھر سے سفر کرتا اس گھر تک پہنچا تھا 22 قیراط کے سونے کے ہندسے اور پنڈولم جو اندھیرے میں بھی چمکتا تھا...... صبح کے آغاز کا وقت تھا...... پانچ بجنے والے تھے عرشلہ ہڑبڑا کر اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

''ز...... زین...... کہاں سے آرہے ہو اس وقت...... ساری رات کہاں رہے؟'' ان کا دل انجانے اندیشوں سے لرزنے لگا...... وہ پلکیں جھپکائے بغیر زین کی طرف اس انداز میں گھور رہی تھیں جیسے گرفتار ہونے والے چور کو تفتیش کرنے والا گھور کر دیکھ رہا ہوتا ہے۔

زین بھی اچانک غیر متوقع طور پر عرشلہ کو سامنے پا کر وقتی طور پر حواس کھو بیٹھا تھا...... تھوک نگلنے کی کوشش میں زبردستی مسکرا رہا تھا جیسے مہلت لے رہا ہو۔

''مام...... میرا دل بہت گھبرا رہا تھا...... نیند نہیں آرہی تھی تو فرینڈ کے پاس چلا گیا آج کل چیس (chess) کھیلنے کی پریکٹس کررہا ہوں...... مام یہ بہت انٹرسٹنگ اینڈ ور گیم ہے۔'' اس نے تھوڑا سا لہرا کر منہ پر ہاتھ رکھ لیا جیسے مسکراہٹ چھپا رہا ہو...... انداز ایسا تھا...... جیسے جی'' لونگ گواچے'' کے بعد اچانک محبوب کو دیکھ کر پریشانی بھول کر شرمانے میں ''مصروف'' ہو جائے۔

''اور یہ فرینڈ کہاں رہتا ہے؟''

''یہیں نزدیک ہی......'' زین اب سنبھل چکا تھا۔

''لیکن تمہاری کار تو پورچ میں کھڑی ہے۔'' عرشلہ کو جانے کیوں کسی گڑبڑ کا وہم آرہا تھا۔ انہوں نے پھر مشکوک نظروں سے زین کو سر سے پاؤں تک گھورا۔

''اوہ مام...... اسی نے مجھے پک اینڈ ڈراپ دیا ہے...... لیٹ آورز میں مجھے کار چلانے سے ڈر لگتا ہے...... اب تو کار سمیت کڈنیپ کرلیتے ہیں۔'' زین نے ڈرنے سہمنے کے تاثرات بھرپور طریقے سے چہرے پر سجا لیے تھے۔

''اللہ کو مانو زین...... کچھ اچھا نکالو منہ سے۔'' وہ صوفے سے اٹھ کر کھڑی ہوئیں اور آگے بڑھ کر اپنا بیگ اٹھایا۔

''مام...... آپ کب آگئیں...... آنا تھا تو میرے ساتھ آجاتیں...... نانو کو کون اٹینڈ کررہا ہے؟'' اب زین کو سوجھنے لگی۔

''ٹوٹو آنٹی...... بیچاری خدائی خدمت گار......''

عرشلہ کو زین مطمئن کرنے میں کامیاب ہوچکا تھا...... وہ آہستہ آہستہ اپنے بیڈروم کی طرف بڑھتے بڑھتے یک دم رک گئیں، پلٹ کر زین کی طرف دیکھا جو شاید پانی پینے یا کھانے کچن کی طرف جارہا تھا۔

''زین......'' انہوں نے آواز دے کر روکا۔

زین یوں مڑا جیسے بری طرح ڈر گیا ہو...... اور سانس سنبھالتے ہوئے عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"جی ماما۔"
"تم آؤٹ ڈور گیمز کی طرف کیوں نہیں جاتے..... آج کل تو لڑکیاں بھی کرکٹ، فٹ بال کھیلتی ہیں..... مجھے نفرت ہے اس گیم سے۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئیں۔
زین حیران پریشان نظر آیا۔
"تو کس سے نفرت ہے.....؟ بھلا کسی گیم سے بھی نفرت ہو سکتی ہے.....؟"
"مجھے ہے..... شاید پوری دنیا میں صرف مجھے ہے..... ایک نمبر کے فراڈی بنتے ہیں لوڈو کھیلنے والے..... فضول، بیکار، use less لوگوں کا کھیل..... شیطان کی طرح ان کا دماغ چلتا ہے پریکٹیکل لائف میں بھی اپلائی کرتے ہیں....." وہ بڑبڑاتی جا رہی تھیں..... زین سچ مچ حیران پریشان تھا..... اور سوچ رہا تھا اگر آئندہ اس طرح پکڑا گیا تو کون سا گیم بتانا چاہیے۔

☆☆☆

"یہ کیا ہے؟" سالار صاحب حیرت سے کبھی واصف کو کبھی لفافے کو دیکھ رہے تھے۔ واصف نے کار تک پہنچنے سے پہلے سالار صاحب کو جا لیا تھا..... وہ اوپر ٹیرس میں کھڑا خود بھی یونیورسٹی کے لیے بالکل تیار کھڑا سالار صاحب کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔
جیسے ہی اس نے ڈرائیور کو سالار صاحب کے ساز و سامان کے ساتھ کار کی طرف جاتے دیکھا زینہ جستوں میں طے کرتا وہ نیچے آ گیا تھا۔ کیونکہ ڈرائیور کے پیچھے، پیچھے ہی وہ نکل آتے تھے۔
"یہ چالیس ہیں..... باقی کے بیس..... اگلے مہینے دے دوں گا....." واصف نے سپاٹ لہجے میں لفافہ مزید آگے بڑھایا۔
"کیا ہے یہ سب.....؟" سالار صاحب کو اچانک اس کا سامنے آنا بری طرح کھل رہا تھا۔
"کسی بے قصور پر ایک روپے کی چوری کا الزام بھی اس کی زندگی کا سب سے بڑا الزام ہوتا ہے، مجھے ہر صورت آپ کے ساٹھ ہزار دینے ہیں....." واصف نے سپاٹ انداز میں کہا۔
"ماں کی جمع پونجی پر ریپوٹیشن بنا رہے ہو..... ماں سے ہی مانگ لیتے..... بہت آرام سے دے دیتی....." سالار صاحب نے جھڑک کر پھر اوچھا وار کیا..... ضرب سیدھی دل پر جا کر لگی۔ خود کو کنٹرول کرنا مشکل تھا مگر کیا۔
"میں ہوم ٹیوشن دے رہا ہوں..... وہاں سے لایا ہوں....."
"او ہو ہو..... یعنی مجھے یہ بتانا چاہ رہے ہو کہ کماؤ پوت ہو گئے ہو..... جاؤ میاں اپنی کمائی ماں کے ہاتھ میں..... میرے سامنے نمبر بنانے کی ضرورت نہیں....." یہ کہتے ہی سالار صاحب کار کی طرف بڑھنے لگے۔
"ماموں یہ تو آپ کو لینا ہوں گے....." وہ بھی ان کے پیچھے، پیچھے چلا۔
"بس، بس میرا دماغ خراب مت کرو..... مجھے تمہاری کسی بات کا اعتبار نہیں ہے..... خدا جانے کہاں سے ٹ، جھوٹ بول کر پکڑے ہیں..... یا اٹھائے ہیں....." وہ بولتے ہوئے جا رہے تھے..... ایک لمحے کو تو واصف ے میں رہ گیا۔ اتنی بدگمانی..... یہ بے پیدائشی غلامی کا سرٹیفکیٹ..... انسان اپنے پالتو جانوروں، پرندوں کو چند سا میں پہچان جاتا ہے ان کے موڈ، مزاج تک سے واقف ہو جاتا ہے۔
سالار صاحب کار کے کھلے دروازے میں یوں داخل ہوئے گویا واصف انہیں پیچھے سے آ کر دبوچ لے..... ڈرائیور سے پہلے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کر دیا ڈرائیور نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی۔ ماحول میں انجن رٹ ہونے کی چرچراہٹ سنائی دی..... کار گیٹ کی طرف بیک ہو رہی تھی اور واصف لفافہ ہاتھ میں لیے دم ، دیکھ رہا تھا۔ مرے پر سو دُرّے کے مصداق حالت ہو رہی تھی۔ ساری حاضر جوابی، حاضر دماغی برف کی تہوں

میں دبی ہوئی تھی۔ کار جا چکی تھی...... گیٹ بند ہو چکا تھا...... اور اسے قدم اٹھانا دوبھر تھا ذلت کی اس انتہا پر ششدر تھا۔

"یہ تو میں معاف نہیں کر سکتا...... کر ہی نہیں سکتا۔" بالآخر اس نے رکی ہوئی سانس سینے سے آزاد کی۔

☆☆☆

عرشلہ سویرے سویرے اسپتال کے لیے نکل گئی تھیں۔ ننانوے فیصد امکان تھا کہ آج سرجری ہو جائے گی...... اسی لیے انداز میں عجلت تھی...... اپنے لیے کافی تیاری کر آدمی پی کرر کھ چھوڑی تھی کہ دماغ میں ایک ہلچل سی تھی...... بے سکونی اور انتشار کی کیفیت کہ بس کسی طرح اڑ کر اسپتال پہنچ جائیں...... ٹوٹو کی تہہ دل سے شکر گزار تھیں کہ اس کی وجہ سے وہ چار گھنٹے سکون سے سوتی رہیں...... اب وہ اپنے اندر بے پناہ توانائی محسوس کر رہی تھیں...... زین کو اس نے اس لیے مطلع نہیں کیا کہ دیر سے سویا ہے۔ بس سکیورٹی گارڈ کو بتا کر نکل گئی۔

اسپتال پہنچتے ہی ٹوٹو نے بتایا کہ ساڑھے نو بجے تھیٹر لے جائیں گے۔ وہ پُرسکون تھی کہ عرشلہ وقت سے پہنچ گئیں۔

"ممی...... اتنے کی تو رنگ نہیں تھی جتنا آپ اسپتال کو دے رہی ہیں۔" عرشلہ نے ایک ٹھنڈی گہری سانس سینے سے آزاد کی۔

اب ٹوٹو رخصت چاہتی تھی جلد واپس آنے کی تسلی کے ساتھ۔

وہ ٹوٹو کو کاریڈور کے اختتام تک خدا حافظ کہنے اس کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھیں۔

☆☆☆

"اللہ کا دیا بہت ہے ماموں کے پاس...... پتا نہیں کس، کس کا دبا کر رکھا ہوا ہے۔" واصف آف موڈ میں لیپ ٹاپ بیگ میں رکھتے ہوئے شمسہ کے استفسار کا جواب دے رہا تھا۔ آج شمسہ کی چھٹی تھی۔ اسٹاف پلنگ پر جا رہا تھا اور چھنگ لفظ ان کی لغت سے نکل چکا تھا۔

"تو یہ بھی کوئی طریقہ نہیں تھا کہ تم صبح صبح جا کر کالی بلی کی طرح ان کا راستہ کاٹو، میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا۔"

"بس...... رہنے دیں ماں...... جب سے لوگوں نے آپ کو منع کیا آپ کو بھی ایک ہی کام سکھا دیا...... اور یہی کام آپ بہت اچھے سے کر سکتی ہیں یعنی منع کرنا......" اس نے اپنا بیگ اور پانی کی بوتل اٹھا کر ماں کی طرف دیکھے بغیر قدم آگے بڑھا دیے۔ شمسہ تو لب بستہ کھڑی رہ گئیں۔

دنیا بہت کچھ جتاتی رہتی ہے اور اس پر یہی کہا جاتا ہے کہ "یہ دنیا ہے" مگر اولاد کا جتانا...... تو ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کوئی الٹی چھری سے ذبح کر رہا ہو اور تلا ہوا ہو کہ ذبح کر کے ہی دم لے گا۔

"ماں، لفافہ اندر ٹیبل پر رکھا ہے...... آج کی ڈیٹ میں مامی کو دے دیجیے گا۔" ذرا کی ذرا رک کر اس نے پلٹ کر شمسہ کی طرف دیکھا۔

"پیسے اس لیے نہیں لے رہے کہ "غلام" آزاد نہ ہو جائے...... سارا دن رشوت خوروں، حرام خوروں کو بھگتاتے ہیں...... غصہ نکالنے کے لیے میں ہی تو ملا ہوا ہوں......" وہ رک کر دھیرے سے مسکرایا۔

"لیکن بس تھوڑے دنوں کی بات ہے...... یہ غلام آزاد ہو جائے گا...... پھر اس غلام کو دوبارہ خریدنے کے لیے انہیں دوبارہ پیدا ہونا پڑے گا...... خدا حافظ......" دل کی بھڑاس نکالی اور یہ جا...... وہ جا......

"ایسا کیا ہونے جا رہا ہے...... کیا کوئی سوفٹ ویئر کمپنی خریدنے جا رہا ہے۔" شمسہ اس کے اعتماد سے بیچ بیچ دہل کر رہ گئی تھیں۔

"خوش رہو بیٹا...... میں نے کون سا تمہارے ساتھ اچھا کیا ہے...... جب تک زندہ ہوں...... کہتے رہو...... ماں سے اونچا بولتے ہو نہ الزام لگاتے ہو جو کہتے ہو...... ٹھیک کہتے ہو......" شمسہ نے آگے بڑھ کر لاؤنج کا

کشادہ اور بھاری دروازہ بند کیا...... کبھی کبھی سب دروازے کھڑکیاں بند کر کے واش روم میں جا کر پوراز ور لگا کر چیخ، چیخ کر رونے سے وہ بہت توانائی کماتی تھیں۔
آنسوؤں اور چیخوں کے راستے بہت سے بوجھ وقتی طور پر جان چھوڑ دیتے تھے۔

☆☆☆

عرشلہ ٹھنڈے شیشے سے ناک لگائے ثمینہ کی طرف ایک ٹک دیکھے جا رہی تھیں انسان پل میں کتنا بے بس ہو جاتا ہے...... کچھ بھی ہاتھ میں اور اختیار میں نہیں رہتا۔ وہ نم آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔
ماں کو ہمیشہ حتمی اور فیصلہ کن انداز میں اسٹینڈ لیتے دیکھا تھا۔
''شاید ممی نے میری شادی بھی اسی لیے جلدی کر دی تھی کہ زیادہ سمجھدار ہو گئی تو شادی کرنے نہ کرنے کا فیصلہ خود ہی کروں گی......'' عرشلہ نے اداسی سے پیشانی شیشے سے لگاتے ہوئے سوچا تھا۔
''ساری کیمبرج کی فرینڈز نے مذاق بنایا کہ عرشلہ کو جلدی سے ''ممی'' بننے کا شوق ہے اور پھر ''ممی'' بننے کے چکر میں کیا سے کیا ہو گئی... دو ڈیڈ بے بی پیدا کرنے کا دکھ کوئی مجھ سے پوچھے...... نو مہینے کی مشقت کے بعد لاحاصل لیبر......'' وہ آواز دبا کر بلک، بلک کر رونے لگیں...... پرانے زخم رس رہے تھے۔ ''جس نے دو بار خوشخبریاں سنیں...... اس کے بعد دل اجاڑنے والی خبریں...... اسے کسی ڈائمنڈ رنگ کے گم ہونے کا صدمہ نہیں ہو سکتا۔''
عرشلہ نے سسکاری بھری۔
''ممی...... آپ کا asset تو میں ہوں ناں...... آپ کو میری فکر نہیں ہے......؟ آرام سے لیٹ گئیں اپنے دل کا ستیاناس کر کے۔'' وہ اب پھوٹ، پھوٹ کر رو رہی تھیں۔
معاً کسی نے بڑی نرمی سے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا...... وہ بری طرح چونک گئیں مگر فوراً ہی پلٹ کر نہیں دیکھا اور جلدی سے چوری، چوری آنکھیں صاف کیں۔
''میم...... آپ پریشان نہ ہوں کچھ گھنٹوں بعد ہوش آ جائے گا...... تمام رپورٹس پوزیٹو ہیں۔'' ایک مہربان اور شفیق آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔ اب عرشلہ نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا تھا۔
بیس بائیس سال کی نوجوان نرس انہیں دیکھ کر مسکرا رہی تھی جس سے وہ کئی مرتبہ مل چکی تھیں۔
''تھینک یو سسٹر...... واقعی میں بہت ٹینس ہوں......'' انہوں نے سچ بول دیا۔ نہ جانے اس نوجوان نرس کی مسکراہٹ میں ایسا کیا تھا کہ وہ یک دم اپنی، اپنی سی لگنے لگی تھی۔
''میرا نام ماریہ ہے...... میں آج کل فرسٹ ہاف میں ہوتی ہوں، اور آپ کو serve کرنے کے لیے آل ٹائم ریڈی ہوں۔'' نرس نے پھر ان کے شانے کو نرمی سے چھوا۔
''بنڈل آف تھینکس......'' عرشلہ نے بھی بے ساختہ انداز میں ماریہ کا بازو تھام لیا تھا۔
''آپ بہت لکی ہیں...... آپ کے پاس ماں ہے، میں نے تو ماں کو دیکھا ہی نہیں......'' اب ماریہ کی مسکراہٹ میں اداسی کی آمیزش تھی۔
''اوہ......!'' عرشلہ کے انداز میں برجستہ تاسف کی کیفیت تھی۔ ''یعنی ڈیتھ ہو گئی تھی ان کی......'' ظاہر ہے یہی کچھ سمجھا جا سکتا تھا۔ عرشلہ اپنے کنٹرول میں نہیں تھی اس لیے منہ سے جو کچھ نکلتا تھا...... بے ساختگی میں نکلتا تھا۔
"No I am adopted" (میں لے پالک ہوں) یہ جھٹکا کچھ زیادہ بڑا تھا:...... عرشلہ کے دل کو کچھ ہوا...... زین کی تصویر نظروں کے سامنے گھوم گئی۔
''میرے ماں، باپ بہت غریب تھے...... مگر اولاد بہت تھی...... میں پانچویں بیٹی تھی ایک امیر عورت نے مجھے مانگا تو ماں نے دے کر جان چھڑائی......'' ماریہ نے رک کر ٹھنڈی سانس بھری۔

وہ مجھے گود لینے والی نے اس شرط پر مجھے گود لیا تھا کہ میرے پیرنٹس مجھ سے کبھی نہیں ملیں گے...... کیونکہ وہ اپنے شوہر کے خاندان کو بتانا چاہتی تھیں کہ وہ ماں بن سکتی ہیں ان کے ہاں بیٹی ہوئی ہے...... کیونکہ ان کے ہسبینڈ پر اولاد کے لیے دوسری شادی کرنے کا بہت پریشر تھا......'' ماریہ نے اب رک کر اِدھر اُدھر دیکھا کہ کوئی ان کی باتیں تو نہیں سن رہا۔ عرشلہ دم بخود اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''میری ماں آج تک اسی بات پر خوش رہتی ہوگی کہ ایک امیر خاندان میں میری بیٹی پل رہی ہے...... مگر جب میں پندرہ سال کی ہوئی تو میرے دوسرے فادر کا بزنس، پارٹنرشپ کی وجہ سے تباہ ہوگیا۔ وہ دیوالیہ ہوگئے۔ ہر چیز بینک کے پاس چلی گئی...... ہم کرائے کے چھوٹے سے گھر میں آگئے۔ فادر کی ہارٹ اٹیک سے ڈیتھ ہوگئی، مدر بیمار رہتی ہیں۔ میں نے اسٹڈی چھوڑ کر نرسنگ کی ٹریننگ لی، اب جاب کررہی ہوں۔'' ماریہ کے ہونٹوں پر اداسی مسکراہٹ کی صورت کھیل رہی تھی۔

''بہت دکھی ہو تم...... اسی لیے دوسروں کے آنسو دیکھ کر پگھل جاتی ہو۔'' عرشلہ نے محبت سے اس کا رخسار چھو کر کہا۔

''مگر ڈونٹ وری...... میرے گھر میں پانچ سرونٹ کوارٹرز ہیں...... ہر کوارٹر میں ایک روم ایک لاؤنج اور واش روم ہے...... ایک تمہیں دے دوں گی تاکہ تمہاری محنت کی کمائی رینٹ میں نہ جائے تم اپنے لیے کچھ سیونگ کرسکو......'' عرشلہ بول رہی تھیں...... اور ماریہ ہکا بکا ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''میم...... آپ نے کھڑے، کھڑے اتنا بڑا فیصلہ لے لیا...... اوروں کی طرح اتنا بھی نہیں سوچا کہ شاید میں آپ سے کچھ لینے کے لیے کوئی جھوٹی کہانی سنا رہی ہوں......'' ماریہ کی حیرت دیدنی تھی۔

''ہر انسان کے پاس ایک دل ہوتا ہے ماریہ، اگر یہ دل اندھا نہ ہو تو یہ اتنا کچھ دیکھ لیتا ہے کہ جو ہماری یہ دو آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں......'' عرشلہ جیسی امیر کبیر، الٹرا ماڈرن عورت ماریہ کی حیرانی میں مسلسل اضافہ کررہی تھیں۔

''پھر بھی میم...... آپ نے کہہ دیا یہ بھی بہت بڑی بات ہے...... میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں......'' ماریہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں...... جوان، خوب صورت لڑکی جس کا وقت بگڑ گیا ہو...... موقع شناسوں کی بے رحم نظروں سے چھلنی ہو رہی ہو اس کے لیے تو عرشلہ کی آفر اتنی بڑی تھی گویا کہ وہ کوئی سہانا خواب دیکھ رہی تھی۔

''ایک سرونٹ کوارٹر سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ نے اتنا دیا ہے کہ غریبوں کو سو گھر بنا کردے سکتی ہوں...... مگر میں independent نہیں ہوں...... مجھے ہر کام کے لیے ممی کی پرمیشن لینا ہوتی ہے۔'' عرشلہ کے انداز میں اتنی سادگی و معصومیت تھی کہ ماریہ بس دیکھتی ہی رہ گئی۔

''مالٹا، نیوزی لینڈ، یوکے، نیروبی میں ہماری پراپرٹیز ہیں...... وہاں سے ہمیں بہت اچھا ریونیو ملتا ہے...... اسی سے ہمارا کچن چلتا ہے، ورنہ ہم دونوں ماں، بیٹی تو کچھ نہیں کرتے۔''

ماریہ کا تو منہ کھلے کا کھلا رہ گیا...... اتنی پرسنل باتیں پہلی ملاقات میں کون کرتا ہے۔ ماریہ کو عرشلہ کی سادگی پر پاگل ہونے کا شبہ ہونے لگا اب وہ بہت محتاط ہو کر عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''آپ کے فادر...... lord ہوں گے میم......'' ماریہ کے منہ سے نکل گیا۔

''ارے نہیں...... قطر میں ان کی ریفائنری تھی...... وہاں سے جو ملتا تھا اسے رئیل اسٹیٹ میں لگا دیتے تھے...... میں کافی چھوٹی تھی جب ان کی ڈیتھ ہوئی پھر ممی نے سب کچھ سنبھالا...... ریفائنری سیل کرکے اور پراپرٹی بنالی...... مجھے تو اس دولت سے اب وحشت ہونے لگی ہے...... میں اب مستحق اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا چاہتی ہوں......'' عرشلہ نے اب بے ساختہ مڑ کر شیشے کے پار بے ہوش ثمینہ کی طرف دیکھا...... جیسے اچانک خیال آیا ہو کہ ممی نے نہ سن لیا ہو۔

''ایکسیلنٹ میم...... اس طرح تو بہت کم لوگ سوچتے ہیں...... بلکہ دولت مند کو تو اپنی دولت ہمیشہ کم ہی لگتی ہے اور اس طرح سے خرچ کرنے کے بارے میں تو وہ سوچتے ہی نہیں ہوں گے۔'' ماریہ نے دو ڈاکٹرز کو کاریڈور میں نمودار ہوتے دیکھا تو جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور جلدی سے مخالف سمت بڑھ گئی۔

عرشلہ پہلے چونکی پھر ڈاکٹرز کو دیکھ کر خود ہی سمجھ گئی۔

لیڈی ڈاکٹر نے قریب آ کر ایک مسکراہٹ ہدیہ کی۔

"don't worry she'll get well very soon"

''ان شاء اللہ......'' عرشلہ نے بھی امید بھری مسکراہٹ سے ڈاکٹر کو جواب دیا تھا۔

☆☆☆

''واؤ...... latest ورجن پاپا...... یہ میرے لیے لائے ہیں؟'' فری کی آنکھیں ہیرے کی کنیوں کی طرح جگمگا رہی تھیں...... سیلڈ پیک آئی فون اس کے ہاتھ میں تھا۔

''لایا نہیں ہوں...... آپ کے نعیم انکل نے آپ کو گفٹ کیا ہے۔'' سالار صاحب بے حد خوش نظر آ رہے تھے۔

سارہ نوکر کو چائے اور لوازمات کا بتا کر کچن سے باہر آ رہی تھیں جہاں تک آئی تھیں وہیں رک گئیں۔

''اوہ...... گفٹ بھی آنے لگے...... ہمیں تو بہت مشکل ہو جائے گی...... بچوں کو تو عید گفٹس وصول کرنے میں بہت مزہ آتا ہے مگر والدین کی ڈیوٹیاں لگ جاتی ہیں......'' وہ بجائے خوش ہونے کے متفکر نظر آئیں۔

''کہنے لگے...... یار کل جلدی میں بھول گیا...... اور یہ کہنا تو اس وقت مذاق لگتا ہے کہ آپ کے لیے گفٹ لیا تھا...... سوری بھول کر آ گیا...... گفٹ کی آس نہیں دلانی چاہیے بس گفٹ دے دینا چاہیے ......'' سالار صاحب کافی دنوں بعد بہت کھل کر خوش ہوتے نظر آئے۔

''انہوں نے دے دیا...... آپ نے لے لیا...... تکلفاً بھی نہیں کہا کہ کیا ضرورت ہے اتنا مہنگا گفٹ دینے کی......'' سارہ قریب آتے ہوئے سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔

''ماما...... خدا کے لیے بس کر دیں...... یہ مہنگا سستا...... جو افورڈ کر سکتا ہے اسے گفٹ مہنگا ہی دینا چاہیے...... اسٹیٹس سمبل ہوتا ہے......'' فری کو خوشی کے لمحات میں ''جملۂ معترضہ'' بالکل پسند نہیں آیا۔

سارہ نے بے بسی کی کیفیت میں سر دائیں بائیں ہلایا...... الفاظ ہی گم ہو گئے۔

''وہ خود آفس تھوڑا ہی آیا تھا...... مجھے فون پر بتایا اور اظہر کے ہاتھ بھجوا دیا۔'' سالار صاحب نے بے پروائی سے جواب دیا۔

''اظہر لے کر آیا تھا......؟'' سارہ نے بے اختیار فری کی طرف دیکھا تھا جو پیکنگ کھولنے میں مصروف تھی۔

''یہ تو کچھ زیادہ ہی ہو گیا......'' وہ بہت الجھی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔

''گفٹ ہے ماما...... ہم نے مانگا نہیں ہے...... اب آپ مجھے خوش ہونے دیں پلیز...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی...... میرے لیے تو یہ گریٹ سرپرائز ہے پاپا...... اب ہم انہیں ایک بار پھر انوائٹ کریں گے ناں تھینک یو کے لیے۔'' وہ ڈبے سے فون نکالتے ہوئے خوشی سے بے حال نظر آ رہی تھی۔

''ضرور انوائٹ کرو...... مگر خود کوکنگ کر کے کھلانا...... تب صحیح کا شکریہ ہو گا۔''

''اوہ، شیور آپ اور عرفان (شیف) مجھے گائیڈ کریں گے تو میں بہت اچھی کوکنگ کر لوں گی...... اب آپ شک نہ کریں...... آزمالیں......'' آئی فون اس کے ہاتھ میں تھا گویا خوشی نشے کی طرح انگ، انگ میں اترتی جا رہی تھی۔

''تم نے میری بیٹی کو ہمیشہ انڈر اسٹیمیٹ کیا ہے...... یہ سب کچھ کر سکتی ہے۔'' سالار صاحب نے دستِ شفقت فری کے سر پر رکھ دیا...... اور سارہ کی طرف دیکھا۔

"تو پھر آج ہی سے پریکٹس شروع کر دو......"

"آج سے تو نہیں، آج تو میں اس فون کے ساتھ بزی ہوں...... ہاں سنڈے کو بہت کچھ کر سکتی ہوں......"

فری اتنی خوش تھی کہ آج اسے ماں کی کسی بات پر غصہ نہیں آ رہا تھا...... جیسے کہہ رہی ہو کہ بولتی رہیں مجھے آواز ہی نہیں آ رہی۔ سارہ نے ایک سوچتی ہوئی گہری نگاہ فری پر ڈالی۔

"سنڈے کو تو تمہاری صبح ہی دوپہر دو بجے ہوتی ہے۔" وہ کہتی ہوئی لان کی طرف جا رہی تھیں۔ کچھ نئے پودے منگائے تھے...... باہر مالی انتظار کر رہا تھا۔

"انکل کی خاطر جلدی اٹھ جاؤں گی...... ڈونٹ وری......" اس نے ماں کی طرف دیکھے بغیر تسلی دی۔

"مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ میری بیٹی کا دل بہت اچھا ہے...... جس دل میں تشکر کے احساسات پیدا ہوتے ہیں وہ دل بہت خوب صورت ہوتا ہے۔ جو کبھی چائے نہیں بناتی وہ انکل کے لیے کوکنگ کرنے کے لیے بھی تیار ہے۔"

"یہ تو ہونا چاہیے پاپا...... اب آپ ایسا کریں نعیم انکل جیسے دو چار دوست اور بنا لیں......" یہ کہہ کر اپنی بات سے خود ہی محظوظ ہو کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

سالار صاحب نے بھی خوشگوار قہقہے سے ماحول کو تازگی بخشی تھی۔ فری کو خوشی سے بے حال دیکھ کر اس وقت وہ سب اہم کام بھی فراموش کر چکے تھے۔ فری کی خوشی کی لہریں ان کے دل میں یوں جذب ہو رہی تھیں گویا صبح دم کھلتے پھولوں کی خوشبو ہوا میں سرائیت کر رہی ہو۔

☆☆☆

"اتنی اچھی ڈریسنگ تو تم یونیورسٹی جاتے ہوئے نہیں کرتے...... لگتا ہے اسٹوڈنٹس کے ماموں کے ساتھ مقابلہ شروع کر دیا ہے۔" شمسہ واصف کے لیے اسٹرابری شیک لے کر اندر آئیں تو وہ آئینے کے سامنے کھڑا بہت اہتمام سے ہیئر اسٹائل بنا رہا تھا۔

"no doubt Maa...what a charisma اتنا ہینڈسم ماموں...... جی چاہتا ہے کہ اپنا ماموں بنا لوں......" وہ شمسہ سے شیک کا بڑا سا مگ لینے آگے بڑھا۔

"بارٹر سسٹم سے ماموں بدل لیتے ہیں...... میں عالی شان سے کہتا ہوں کہ تم اپنا ماموں مجھے دے دو اور میرا ماموں تم لے لو......" وہ بہت اچھے موڈ میں تھا...... یہ سنہری لمحات شمسہ کی زندگی میں خال، خال ہی آتے تھے۔

کیمل کلر کی جینز اور جیٹ بلیک کلر کی ٹی شرٹ میں وہ بہت نکھرا، نکھرا تازہ دم نظر آ رہا تھا حالانکہ معمول کے دنوں میں یونیورسٹی سے واپس آنے کے بعد وہ بہت تھکا ہوا اور نڈھال دکھائی دیتا تھا جس کی وجہ وہ جام ٹریفک اور سڑکوں کا رش بتاتا تھا۔ آج بھی وہی معمول تھا مگر تبدیلی آ چکی تھی۔

شمسہ نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری اور ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ پڑھا وہ اپنی اسٹڈی ٹیبل کے سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ کر شیک پینے لگا تو شمسہ اس ڈر سے جلدی سے باہر آ گئیں مبادا وہ لفافے کا پوچھ لے اور موڈ خراب کر لے۔

☆☆☆

"کون صاحب بات کر رہے ہیں؟" سالار صاحب کی آواز کھلے دروازے سے باہر آ رہی تھی...... سارہ کچن کا جائزہ لے کر باہر آ رہی تھیں...... چونک کر بیڈ روم کی طرف دیکھنے لگیں...... کوئی انجان فون پر بات کر رہا تھا اسی لیے سالار صاحب نے سوال کیا تھا۔

خاموشی چھانے کا مطلب تھا کہ وہ دوسری طرف کے شخص کی بات سن رہے ہیں، وہ تجسس میں دروازے کے

قریب آ کر کھڑی ہو گئیں۔

"اوکے...... آپ گھر آنا چاہتے ہیں تو ویکنڈ ورنہ کل آفس میں ملاقات ہو سکتی ہے۔" پھر لمحاتی خاموشی طاری ہو گئی تھی۔

"ٹھیک یو ویری مچ ــــ آپ ایک فرض شناس آفیسر ہیں ــــ میں بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں ــــ اللہ حافظ ــــ"

بات چیت تمام ہوئی ...... سارہ کمرے میں داخل ہو گئیں ...... سالار صاحب بیڈ پر سیدھے، سیدھے دراز تھے۔ سیل فون ہاتھ میں تھا اور نظریں اسکرین پر۔

"کس کا فون تھا؟" سارہ نے فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ لیا ...... سالار صاحب نے پہلے گلاسز کے اوپر سے جھانک کر بیوی کی طرف دیکھا پھر گلاسز اتار کر ایک طرف رکھ دیے ...... اور فون پہلو میں ڈال لیا۔ اور گہری سانس لی ...... آنکھوں میں گہری گمشتہ سوچ کا تاثر تھا۔

"پولیس آفیسر کا ......" بڑا مختصر جواب تھا کیونکہ اس کے بعد وہ کچھ نہیں بولے۔

سارہ نے گھبرا کر سالار کی طرف دیکھا تھا۔

"پولیس آفیسر ...... کوئی ایشو چل رہا ہے آفس میں ......؟" آئے دن F.B.R ...... اینٹی کرپشن ٹیم کی آمد کی خبریں تو کانوں میں پڑتی رہتی تھیں یہ تو وہ بخوبی جانتی تھیں کہ ان کے گھر میں رشوت کا پیسہ تو کبھی نہیں آیا ...... سو کھی تنخواہ اور بس مراعات اس کے علاوہ انہوں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔

"نہیں ...... وہ کچھ لوگ پکڑے گئے ہیں، ایک کے پاس سے واصف کا ATM کارڈ برآمد ہوا ہے ...... چھان بین کے لیے بینک سے رابطہ کیا وہیں سے ایڈریس وغیرہ لیا ...... ایڈریس ٹریس ہوا تو میرے کانٹیکٹ نمبرز تک پہنچ گئے۔ ظاہر ہے ایکسائز کا بندہ ہوں، پولیس ہم لوگوں کو بخشا نہیں کرتی ...... اس نے اپنی ایمانداری کنفرم کرانے کے لیے مجھ سے رابطہ کر لیا۔" وہ سارہ سے نظریں چراتے ہوئے تفصیل بتا رہے تھے۔ اور سارہ کو یوں محسوس ہوا کہ دھوپ میں چلتے، چلتے اچانک آبشار کے نیچے آ کھڑی ہوئی ہوں۔

"دیکھا ...... میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ واصف یہ گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کر سکتا۔" سارہ کے لہجے میں ... در آئی تھی۔

"اس کے باپ نے تو کی ہیں نا، گری ہوئی حرکتیں ...... ظاہر ہے ذہن اس طرف جا سکتا ہے۔" سالار صاحب کی انا کسی صورت گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ بیوی کو دانشوری کی مسند سے بہرہ مند فرمائیں۔

"نوح علیہ السلام کا بیٹا طوفان میں غرق ہوا تھا ...... باپ پیغمبر تھا باپ سے کچھ نہیں سیکھ سکا ...... ہدایت کے لیے اللہ کرتا ہے، قیامت والے دن بھی باپ، بیٹے کا اور بیٹا، باپ کا حساب نہیں دے گا۔"

"بس شروع ہو جاؤ ...... تمہیں تو بہانہ چاہیے ......" سالار صاحب اپنی خفت چھپانے کی کوشش میں برہمی ظاہر کر رہے تھے۔

"مجھے تو اس خیال سے تکلیف ہو رہی ہے کہ چوری، ڈاکے کا الزام کسی بے گناہ کو جیتے جی مار دیتا ہے ...... اس کی کیریئر بنانے کی عمر ہے ...... پتا نہیں اس کی ذہنی حالت کیا ہو گی ...... اندر کتنا دکھ اور غصہ ہو گا ......" سارہ کو بہت شدید ذہنی اذیت لاحق تھی۔

"بلا کر لے آنا اسے ...... اس کے پیروں میں گر کر معافی مانگ لوں گا ......" سالار صاحب نے جھڑک کر کہا۔ "کیوں ستا رہی ہو مجھے ...... کون سے بدلے لے رہی ہو ......" انہوں نے کروٹ لے کر رخ پھیر لیا۔

"میں کوئی بدلے نہیں لے رہی ...... مگر اتنا بڑا الزام لگانے کے بعد سوری کہنا تو بنتا ہے ......" سارہ بھی حق کے

لیے مضبوط کھڑی تھیں۔
''اور یہ میں کبھی نہیں کروں گا...... غلطی پھر بھی اسی کی ہے...... اسے جیسے سنبھالنے نہیں آتے...... یا پھر پیسوں کو حرام کا مال سمجھتا ہے...... کہ گر گئے کہیں تو بس گر گئے...... کسی کا ''نکا'' بھی آپ کے پاس امانت ہو تو آپ کو فل الرٹ ہونا چاہیے...... تم بتا دینا اسے...... مگر اسے میرے سامنے کمزامت کرنا...... ورنہ میری ہمیشہ کے لیے مجھ سے بگڑ جائے گی۔''
سالار صاحب اسی طرح کروٹ لیے، لیے فیصلہ کن انداز میں بات کر رہے تھے اتنا کچھ سننے کے بعد بھی سارہ نے اطمینان کی سانس لی۔ کم از کم سالار صاحب نے بتانے کی اجازت تو دی...... یہ بھی بہت ہے...... ایک بے گناہ کو نا کردہ جرم کے احساس سے نجات ملنا بھی اسے اگلی منزلوں کے لیے سرگرم کر دینے والا ایندھن فراہم کرتا ہے۔
وہ چپ چاپ مزید کچھ بولے واپس پلٹ گئیں۔

☆☆☆

''ماریہ ڈیوٹی آف ہونے کے بعد میرے روم میں آنا...... میں تو شاید نیکسٹ ڈے روم میں شفٹ ہوں گی...... مجھے تم جیسے companion کی ضرورت ہے۔ جس سے میں بہت ساری باتیں کر سکوں......''
ماریہ کاؤنٹر پر اکیلی نظر آئی تو عرشلہ اس کے پاس جا کر کھڑی ہو گئیں...... کمرے کی تنہائی اور اسپتال کا روم...... خواہ کتنا ہی ڈیلکس وی آئی پی کیوں نہ ہو...... اسپتال ہی لگتا ہے...... عرشلہ کو اتنے وہم آتے تھے تنہائی میں کہ کمرا بھوتوں سے بھر گیا ہو...... وہ گھبرا کر باہر آ جاتیں کبھی لان کی طرف چلی جاتیں، کبھی لاؤنج میں آ کر نیوز دیکھنے لگتیں یا پھر خواہ مخواہ ہی اِدھر سے اُدھر واک شروع کر دیتیں۔
ماریہ نے مسکرا کر عرشلہ کی طرف دیکھا پھر اِدھر اُدھر دیکھا اور ہاتھ میں پکڑے بال پوائنٹ کو اپنے ہونٹوں پر رکھ کر عرشلہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔
''جی ضرور......'' اس نے جھک کر سرگوشی کی۔
''میم...... ہر طرف CC کیمرے لگے ہیں۔'' اس نے بظاہر ایک فائل کھولتے ہوئے عرشلہ کو محتاط کیا۔
''اوکے، اوکے......'' عرشلہ مسکرا کر آگے بڑھ گئیں۔
''میرا خیال ہے یہ لیڈی کچھ ابنارمل ہے۔'' ماریہ، عرشلہ کی پشت پر نظر جمائے سوچ رہی تھی۔
ہم لوگ اس حالت میں پہنچ گئے ہیں جو بھلائی کرتا نظر آئے اسے شک سے دیکھتے ہیں اور جو اپنی اوقات دکھائے تو بالکل بھی حیران نہیں ہوتے جیسے کہ ہم طے کر چکے کہ یہی ہونا تھا اور تو کچھ ہونا ہی نہیں تھا۔
پہلی ملاقات میں ہی عرشلہ کی دولت کا اندازہ کر کے اس کے ہوش اڑ گئے تھے۔ وہ بڑے، بڑے مال داروں سے ملتی رہی تھی مگر پاکستان میں لوگ اتنے امیر بھی ہوتے ہیں یہ تو اسے اندازہ نہیں تھا۔
عرشلہ کی سادگی پر اس سے زیادہ حیرت تھی جو پہلی ملاقات میں اپنے اثاثوں کی تفصیل بتا چکی تھی...... شاید اسی وجہ سے وہ عرشلہ کو ابنارمل سمجھ رہی تھی۔

☆☆☆

''میں نے سوچا پہلی فرصت میں تمہیں بتا دوں...... سچی بولوں یہ سب کچھ بتانے کی میری ہمت تو نہیں ہے...... میں بچے سے نظر نہیں ملا سکتی۔ تم خود بتا دینا۔'' سارہ، ثمرہ کے کچن میں کھڑی آہستہ آواز میں بات کر رہی تھیں...... ثمرہ تو گویا اپنا کام بھول کر سکتے کی کیفیت میں کھڑی تھیں...... پھر جیسے ایک دم ہوش میں آ کر سارہ کے شانے سے پیشانی ٹکا کر بلک، بلک کر رو پڑیں۔

''بھابی...... میں تو ذلت کی آخری منزل سے گزر آئی...... مگر میرا بیٹا تو بالکل بے گناہ ہے...... معصوم ہے، اس نے تو آج تک کسی کے حق کا نوالہ بھی اپنے منہ میں نہیں ڈالا......'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''مجھے بھی بہت دکھ ہے شمسہ...... جب سے واصف پر یہ الزام لگا میں سکون کی نیند نہیں سوئی...... کیونکہ مجھے یقین تھا کہ وہ ایسی حرکت کر ہی نہیں سکتا۔'' سارہ نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے شمسہ کے اشک صاف کیے۔

''بھابی میں ہر سانس میں توبہ استغفار کرتی رہتی ہوں...... اللہ نے میری توبہ قبول بھی کرلی ہے تب ہی تو آپ جیسی بھابی مجھے ملی ہے...... اتنے پردے تو سگی بہن بھی نہیں رکھ سکتی......'' اب شمسہ کے لہجے میں سکون بھی تھا اور ٹھہراؤ بھی۔

''یہ بات نہیں ہے شمسہ میرا تم پر کوئی احسان نہیں ہے...... جس دن سے تم ہمارے پاس آئی ہو میں دیکھ رہی ہوں تمہاری زندگی میں سوائے تمہارے اسکول اور بیٹے کے کوئی مصروفیت نہیں...... کوئی پکنک، پارٹی نہیں گھر میں کوئی مہمان یا دعوت نہیں مجھے بھی اللہ کو جان دینی ہے...... میرا بھی کوئی حساب کتاب ہے...... اس زندگی کے بعد تو صرف اور صرف تنہائی کا سفر ہے اور وہ کتنا طویل ہے یہ تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے سارہ نے شمسہ کو گلے سے لگالیا تھا۔

سارہ ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھتی تھیں ان کے گھر میں مذہبی انتہا پسندی تو نہیں تھی مگر معمولات میں خدا خوفی اور روشن ضمیری نمایاں تھی۔

سالار صاحب سے ذہنی مطابقت روزِ اول سے نہیں تھی مگر ان سے علیحدگی کا کوئی جواز نہیں تھا کہ وہ بحیثیت شوہر اپنے تمام حقوق و فرائض ادا کررہے تھے سارہ کو ہر طرح کی سہولت میسر تھی کوئی دم گھونٹنے والی پابندی نہیں تھی...... شادی کے پانچ سال بعد انہوں نے خوش خبری سنی تھی جو دو ماہ بعد ہی بری خبر میں تبدیل ہوگئی تھی پھر نئی خوش خبری کے لیے انہیں دو سال انتظار کرنا پڑا...... اس تمام عرصے میں سالار صاحب ان کے ساتھ مخلص رہے...... کبھی کسی کمی کا احساس نہیں دلایا...... اگر وہ رو پڑتی تھیں تو دلاسا دیتے تھے کہ جب میں تقدیر کے فیصلے پر راضی ہوں تو تم کس بات کی ٹینشن لیتی ہو......؟

یہ تمام عوامل بہت مضبوط تھے بالآخر فریشہ نے دنیا میں آکر ان کے بندھن کو اتنا مضبوط کردیا کہ سالار صاحب کو بیٹی کے علاوہ کچھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ جب فریشہ پیدا ہوئی تو شمسہ تین سال کے واصف کے ساتھ ان کی زندگی کا حصہ بن چکی تھیں۔

شمسہ، سارہ کو شانوں سے تھام کر لاؤنج میں لے آئیں۔

''آپ کہاں گرمی میں کھڑی ہیں آرام سے بیٹھیں فریج میں شیک رکھا ہے میں لے کر آتی ہوں......'' وہ سارہ کو کرسی پر بٹھا کر آگے بڑھنے لگیں۔

''کوئی مہمان ہوں...... جو تکلفات میں پڑ جاتی ہو......!'' سارہ نے پیار سے ڈانٹنے والے انداز میں ٹوکا تھا۔

''اتنی بڑی خوشخبری سنائی ہے آپ نے کہ میرا بس نہیں چل رہا ہے کہ میں کیا کروں...... یقین کریں بھابی آج رات سو دوں گی تو لگے گا...... سکون کی نیند سوئی ہوں......'' بولتے، بولتے شمسہ کی آواز بھرا گئی۔

''بس اللہ نے تمہاری تڑپ دیکھ کر رحم کردیا...... شکرانہ پڑھو اور سکون سے سو جاؤ...... کٹ گئے مشکل دن...... واصف ماشاء اللہ بالکل ٹھیک جارہا ہے تمہارا ہاتھ تو بٹانے لگا ہے...... اتنا احساس کرلیتا ہے یہ بھی بہت ہے۔''

''اللہ کا شکر ہے بھابی......'' شمسہ بات کرتے، کرتے آگے بڑھیں فریج کھول کر جگ نکالا اور دو گلاسوں میں ڈال کر بھاوج کے قریب آگئیں۔

''میں نے بھی نہیں پیا تھا۔'' وہ سارہ کے مقابل کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولیں۔

''واصف کے لیے بنایا تھا...... جلدی میں تھا کچھ کھانا پینا تو نہیں تھا اس نے، میں نے سوچا ٹھیک ہی بنا دوں......''

''یونیورسٹی سے تو آ گیا تھا...... اب کہاں گیا ہے؟'' سارہ کو یک دم احساس ہوا کہ واصف شام ڈھلے بھی گھر میں نہیں ہے۔

''ٹیوشنز شروع کی ہیں...... بتایا تو تھا آپ کو......'' شمسہ نے گلاس منہ تک لے جا کر رک کر جواب دیا۔

''ہاں، ہاں مگر اس کی ٹائمنگ پتا نہیں تھی......''

''وہاں بھی اسے کوئی ماموں مل گئے ہیں...... بہت تعریفیں کر رہا تھا......'' شمسہ بس اتنا ہی بتا سکی تھیں جو کچھ وہ کہہ چکا تھا وہ نا قابلِ بیان تھا۔

''واہ...... ماموں...... مگر کس کے ماموں......؟'' سارہ کو دلچسپی پیدا ہونے لگی۔

''دو twins بچے ہیں جن کو ٹیوشن دے رہا ہے...... ان بچوں کے ماموں انہوں نے ہی واصف کا انٹرویو لیا تھا۔''

''اوہ...... بچوں کے فادر شاید overseas ہوتے ہوں گے......'' سارہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

''پتا نہیں...... اس نے تو مجھ سے بس ماموں کا ذکر ہی کیا تھا، اور بہت تعریف کر رہا تھا۔''

''شکر ہے کوئی ماموں تو واصف کو پسند آیا...... اس کا اپنا ماموں تو......'' سارہ بولتے، بولتے یک دم رک گئیں۔ خفت آمیز مسکراہٹ لحہ بھر کے لیے نمودار ہوئی تھی جیسے انہیں خود ہی احساس ہو گیا کہ یہ موضوع مناسب نہیں اور توقف کی نیت سے ٹھیک سے بیٹھ گئیں۔

ان چند لمحات نے شمسہ کو نئے سرے سے اداس کر دیا تھا کہ بہت کچھ یاد آنے لگا تھا...... مگر وہ جبری مسکراہٹ کی آڑ لے رہی تھیں۔

☆☆☆

بچے بہت شرارتی تھے واصف کو دو گھنٹوں کا کام یوں لگا گویا اس نے پہاڑ اپنے سر پر اٹھا رکھا ہو...... واصف کا بھی پہلا تجربہ تھا۔ او لیول کے بچے تھے وہ ان سے بہت زیادہ بڑا بھی نہیں تھا اس لیے بھی شاید قابو پانا مشکل ہو رہا تھا...... جب وہ کسی طرح بھی سیریس ہو کر نہیں دیے تو وہ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا کہ وہ جا رہا ہے اور وہ اپنے ''ممو'' کو بتا دیں کہ وہ پڑھنا نہیں چاہتے۔ یہ دھمکی بڑی کار گر ثابت ہوئی گویا تیر نشانے پر جا لگا۔

اس کے بعد تو وہ اتنے ''اچھے بچے'' بن گئے کہ واصف کو حیرت ہوئی یعنی ''وہ بھی'' اپنے ممو سے اتنا ڈرتے ہیں...... جبکہ ماموں کا ظاہر تو ایسا تھا کہ جو اُن کو دیکھ لے وہ اِن کے قرب کی تمنا کرے...... اتنا مسکراتا ہوا روشن چہرہ...... کہ چاروں طرف محبت کا نور برستا دکھائی دے...... یکبارگی اسے کل کی تعارفی ملاقات یاد آئی...... دونوں بچے کل ممو کے سامنے شرافت کے ریکارڈ توڑ رہے تھے۔

''کہیں یہ بھی وہ والے ماموں تو نہیں ہیں......؟ جنہیں گھر پر چھوڑ کر آیا ہوں...... وہ ماموں بھی سب کے ساتھ بہت خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں اور...... یار کیا ہے یہ دنیا...... اس دنیا میں جگہ، جگہ یہ دو چہرے والے کیوں ملتے ہیں......؟'' وہ عاجز آ کر سوچ رہا تھا۔

جب وہ ڈرائنگ روم سے باہر نکلنے لگا تو عالی جاہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''سر پلیز...... ممو سے شکایت مت کیجیے گا...... ایکچولی آج ہم نے بہت پریکٹس کی تھی اس لیے تھک گئے تھے۔'' عالی شان بھی معصوم شکل بنا کر کہہ رہا تھا۔

"پریکٹس......؟" واصف کو سمجھ نہیں آئی۔
"سر وہ ہم فٹ بالرز ہیں ناں...... ٹورنامنٹ اسٹارٹ ہو رہے ہیں......" عالی جاہ نے وضاحت دی۔
بلکہ عالی شان نے تو جذبات میں آ کر تصوراتی فٹ بال کو کک بھی لگا دی۔ واصف نے ہاتھ ملانے کے لیے آگے بڑھایا۔
"اوہ بہت اچھا لگا سن کر کہ تم لوگ فٹ بال کھیلتے ہو۔" وہ اس کے ساتھ باہر تک آئے...... اسی وقت پورچ میں لگژری کار آ کر رکی تھی اور واصف نے دیکھا داؤد علوی خود ڈرائیو کر رہے تھے۔
رات کے نو بج رہے تھے ہر طرف مبہم سی معنوعی روشنیاں تاریکی کا مقابلہ کر رہی تھیں۔ داؤد علوی، واصف کو دیکھ کر بڑی پھرتی سے کار سے باہر آئے تھے۔ داؤد علوی وہائٹ کرتے پائجامے میں ملبوس تھے۔ چہرہ پیدائشی روشن تھا مسکراہٹ کی کرنوں نے مزید روشن کر دیا تھا۔
"السلام علیکم سر......" واصف نے فوراً سلام کیا...... جبکہ داؤد علوی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا رہے تھے...... واصف نے بہت گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔ انہوں نے واصف کو سر سے پاؤں تک تعریفی نظروں سے دیکھا تھا۔
"you are looking very handsome"
بڑا غیر متوقع جملہ تھا وہ قدرے سٹپٹا کر سنبھلا اور مسکرایا۔
"تھینک یو سر......"
"بھئی آپ نے اپنے ٹیچر کو چائے وغیرہ بھی پلائی......" داؤد علوی نے عالی شان و عالی جاہ کی طرف نگاہ کی۔
"جی...... ممو...... ٹیچر نے صرف چائے پی...... ماما نے سینڈوچ بھی بھجوائے تھے۔ سر نے نہیں کھائے۔"
"جنٹل مین یہ تو کھانے پینے کی عمر ہے...... یہاں تکلف نہیں چلے گا......" داؤد علوی جہاں سے بھی آئے تھے کچھ اچھا ہی تھا وہاں...... وہ ڈرائیو کرنے کے باوجود تر و تازہ دم دکھائی دے رہے تھے۔
"یہ بات نہیں ہے سر...... چائے کے ساتھ کچھ لے لوں تو پھر رات کو کھانا کھانے کو موڈ بہت مشکل سے بنتا ہے...... ماں میری پسند کا کھانا بنا کر ویٹ کرتی ہیں تو اچھا نہیں لگتا......" واصف نے اندر کی بے چینی چھپا کر مسکرا کر جواب دیا۔ اس کا کام ختم ہو گیا تھا اسے گھر کا رستہ لینے کی جلدی تھی علی الصباح کا جاگا ہوا تھا...... گھر جا کر کھانا کھانا تھا...... سمسٹر کی تیاری کرنا تھی...... سو کر پھر علی الصباح اٹھنا تھا۔
"ٹھیک ہے، یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ کو ماں کی محنت کا احساس رہتا ہے جو آپ کے لیے خود کو کنگ کرتی ہیں...... سن رہے ہیں ناں آپ لوگ......" اب وہ اپنے جڑواں بھانجوں کی طرف متوجہ ہوئے۔
دونوں نے بڑی تابعداری سے سر ہلایا۔ "ممو" کی غیر موجودگی میں جو وہ نظر آتے تھے اس وقت اس کے برعکس مظاہرہ تھا۔
"اوکے جنٹل مین...... اگر آپ ماں کے بنائے ہوئے کھانے کا ذکر نہ کرتے تو میں آپ کو اپنے ساتھ ڈنر کی آفر کرتا......" داؤد علوی نے واصف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا دباؤ ڈالا۔
"میں بزنس مین ہوں...... ہر روز طرح طرح کے انسانوں سے ملتا ہوں...... اور رات تک بہت سے ملنے والے یاد بھی نہیں رہتے...... پتا نہیں کیوں میں آپ کی پرسنالٹی میں کچھ خاص فیل کرتا ہوں...... اوکے جنٹل مین بس میرے بچوں کا رزلٹ اچھا ہونا چاہیے...... رزلٹ میری مرضی کا آیا تو میری طرف سے آپ کے لیے سرپرائز ہوگا۔"
"سرپرائز......؟" واصف بری طرح چونکا تھا۔

داؤد علوی نے مسکراتے ہوئے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا تھا۔

☆☆☆

"Apple I phone 14 Apple I phone کیا سمجھے؟" فری کھلکھلا کر ہنس رہی تھی......
"میں نے چیک کیا پاکستان میں تو بہت زیادہ پرائس میں مل رہا ہے۔ خیر انکل نے تو ڈالرز میں پرچیز کیا ہوگا......" فری نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

"یار تمہارے تو مزے آگئے...... میں تو مر جاؤں مگر مام مجھے کبھی اتنا مہنگا فون نہیں دلائیں گی۔"

آج وہ دن آگیا تھا کہ بالآخر اس نے اپنے گروپ کے امیر ترین لڑکے کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا...... خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا...... بات بے بات ہنسنے کو دل چاہ رہا تھا اور زین کی حالت پر تو بہت ہی زیادہ ہنسی آرہی تھی۔

"یار اپنے انکل کو بتاؤ کہ میں تمہارا سب سے بیسٹ اور loyal فرینڈ ہوں۔" زین مذاق کرنے لگا۔

"خیر...... congrats" اس نے مبارک باد دی۔

"تھینک یو......"

"اچھا اب تم مجھ سے اچھی، اچھی باتیں کرو...... میں بہت اداس ہوں اتنا بڑا گھر جس میں پانچ سرونٹ کوارٹرز ہیں...... اور اتنے بڑے گھر میں۔ 5.7 height اور 62kg ویٹ والا لڑکا...... بالکل اکیلا ہے۔" زین کے لہجے میں دنیا بھر کی یاسیت...... اور مایوسی بھری ہوئی تھی۔

"تو ماما کب ڈسچارج ہوں گی......؟" فری بھی زین کے اداس لہجے سے متاثر ہو کر اپنی خوشی وقتی طور پر بھول گئی۔

"آج تو سرجری ہوئی ہے...... اتنی جلدی تو نہیں آنے والی مگر تم خود سوچو......" زین کی آواز میں بریک آنے لگے۔

"تمہاری آواز کلیئر نہیں ہے زین...... اپنی پوزیشن چینج کرو۔" دوسری طرف سے زین نے پھر کچھ کہا...... جو خاک پلے نہیں پڑا۔

"جسٹ اے منٹ میں باہر لاؤنج میں جاتی ہوں...... ہولڈ پلیز......" اس نے آگے بڑھ کر عجلت میں دروازہ کھولا اور سارہ کی آواز نے اس کا استقبال کیا...... آواز ڈائننگ ہال سے آرہی تھی اور پھیلی ہوئی خاموشی کی وجہ سے واضح تھی۔

"فری کو بھی کچھ تو چاہیے اس پرپوزل کو تو وہ کبھی ریجیکٹ نہیں کرے گی۔ مگر ہمیں سوچنا چاہیے کہ قیمتی تحفوں سے متاثر ہو کر بغیر چھان بین آگے بڑھ جائیں...... اولاد کی ساری زندگی کا سوال ہے سالار......" فری چند ثانیے کے لیے ساکت ہوئی تھی...... پھر باہر نکلنے کے بجائے اس نے محتاط انداز میں دروازہ واپس بند کر دیا۔

زین مسلسل ہیلو، ہیلو کر رہا تھا...... مگر فری اپنے خوابوں کی دستک گھر کے دروازے پر ہوتی ہوئی سن رہی تھی۔ ایسے میں ایک لاکھ کے تحفے کا شور بھی اس دستک کے سامنے بے معنی تھا۔

☆☆☆

"ممو...... ہم آپ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ہم نے ٹیچر کو تھوڑا سا تنگ ضرور کیا تھا لیکن وہ بہت اچھے ہیں۔" عالی شان نے عالی جاہ کی طرف دیکھتے ہوئے اعترافِ جرم کیا۔

"silly...... جب کوئی اسٹوڈنٹ پارٹ ٹائم جاب کرتا ہے تو زیادہ تر وہ مجبوری میں ایسا کرتا ہے...... ورنہ ان ڈور اور آؤٹ ڈور گیمز وہ بھی کھیلنا چاہتا ہوگا۔ تمہیں معلوم ہے آپ کے ممو نے 13 ٹیوٹرز کا انٹرویو کیا...... اور واصف کو اس لیے سلیکٹ کیا کہ اس کا ایجوکیشنل ریکارڈ بہت امپریسو ہے۔ دوسرے ابھی وہ خود اسٹوڈنٹ ہے۔"

''سوری سر!'' مہ جبین شان نے نظریں جھکا کر کہا۔

''سوری سر... آئندہ ہم ایسا کچھ نہیں کریں گے پرامس۔'' عالی جاہ نے بھی بھرپور یقین دلانے کے لیے اپنے کان تک چھو لیے۔

''آپ دونوں جانتے ہیں جو بچے اسٹڈی کو سیریس لیتے ہیں، میں ہمیشہ ان کو سپورٹ کرتا ہوں...... ان کے لیے وقت نکالتا ہوں کیونکہ بچوں کی تعلیم اور صحت پر کمپرومائز نہیں ہونا چاہیے۔ چلو، اب تم لوگ جاؤ۔'' انہوں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کرنے والے بچوں کو جانے کا اشارہ کیا۔ وہ بھی روم سے یوں نکلے جیسے صبح دم بندھی ہوئی بکریاں رسیاں کھلتے ہی دوڑ لگاتی ہیں۔

داؤد علوی کی بے شمار کامیابیوں کا راز یہی تھا کہ وہ سنی سنائی اچھی خبریں سن کر اگلا پلان نہیں کرتے تھے۔ چھوٹے سے چھوٹے ملازم کو براہ راست رابطے میں لیتے تھے۔ خبروں کے لیے کوئی ان کا ''فیورٹ'' نہیں تھا۔ خبر کے لیے ہمیشہ ڈائریکٹ ہونا پسند کرتے تھے۔ بچوں کے جانے کے بعد انہوں نے کمرے میں طائرانہ نگاہ دوڑائی اور بیڈ کے سرہانے لگی اپنی پسندیدہ پینٹنگ کی طرف دیکھا۔ جنگل میں فاختہ، کوؤں کے انڈوں کی ''چوکیداری'' کر رہی تھی۔ مصوری کا یہ شاہکار اتفاقاً ان کے ہاتھ لگا تھا...... ایک بوڑھا فٹ پاتھ پر ''سیکنڈ ہینڈ'' مال بیچ رہا تھا اور یہ پینٹنگ کچرے کے مصداق ایک طرف پڑی کسی قدردان کا انتظار کر رہی تھی۔

سبز رنگ کا جنگل...... چھوٹے بڑے درخت، جنگلی پھل پھول...... کے درمیان ایک بڑا گھنا سا درخت جس پر کوؤں کا گھونسلا تھا۔ کوا گھونسلے سے اڑان بھر رہا تھا...... فاختہ اس کے انڈوں پر بیٹھی حق ہمسائیگی ادا کر رہی تھی۔ جیسے کہہ رہی ہو جاؤ تم کھانا لاؤ، میں بیٹھی ہوں...... ''اتنی نادر و نایاب اچھوتی تصویر...... جانے کیسے فٹ پاتھ پر آ گئی تھی۔ رنگوں اور برش کا استعمال ایسا تھا کہ جیسے مصور نے اپنی ساری ہنرمندی ظاہر کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا۔

ان پرندوں میں اتنی دانش ہوتی ہے کہ ہم انسان......؟'' انہوں نے ایک آہ سی کھینچی...... اس آہ میں صدیوں کے سفر کی تھکاوٹ تھی...... ایسا سفر جس میں صرف سنگِ میل ہوتے ہیں منزل کا آسرا نظر نہیں آتا۔

☆☆☆

ٹوٹو کے آنے کے بعد وہ آرام کرنے گھر کے لیے نکلیں تو ماریہ کو ساتھ بٹھا لیا۔ پہلے ماریہ کو لے کر اس کی پرورش کرنے والی بیمار ماں سے ملیں...... ایک کمرے کا صاف ستھرا فلیٹ تھا...... گھر میں فنائل و اسپرٹ کی ملی جلی مہک پھیلی ہوئی تھی۔

اعصابی نظام تباہ ہونے کے بعد دل، گردے، دماغ، جگر، معدہ کچھ بھی اپنی سابقہ اور پہلے جیسی حالت میں نہیں رہتا...... معمولی اتار چڑھاؤ سے انسانوں پر کوئی فرق نہیں پڑتا مگر سانپ اور سیڑھی کے کھیل کے مصداق جب انسان ننانوے سے زیرو پر آتا ہے تو گویا ریڑھ کی ہڈی ہی کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ ماریہ کی بیمار ماں غائب دماغی کے عارضے میں مبتلا تھی...... ماریہ کی دوسری غریب ماں عرشلہ کے سامنے تھی...... پہلی اپنی غربت پر راضی ہو کر اولاد کو امیروں کی طرح جیتے دیکھ رہی تھی...... اور قربانی دینے کو تیار ہو گئی تھی۔ دوسری شاید ''امیری'' میں بھی غریب تھی...... کچھ لوگ غریب ہونے کے خوف سے حق داروں کا حق روک کے رکھتے ہیں جو سب کچھ ہی ہاتھوں سے نکال لے جاتا ہے۔

''میں ماریہ کو لے جا رہی ہوں...... خود ڈراپ کر دوں گی ورنہ میرا بیٹا ڈراپ کر دے گا......'' عرشلہ پر عجلت سوار تھی کہ کام بہت تھے۔

(جاری ہے)

www.pklibrary.com

سلسلے وار ناول

قسط 6

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و نے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے۔۔۔ انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے۔۔۔ انا ''دُکھ بدن'' ہے۔
محبت بہاؤ ہے۔۔۔ انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے۔۔۔ انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے۔۔۔ انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے۔۔۔ انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین۔۔۔ انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا، اتنا عجب لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

ماریہ پر تو گویا سکتہ طاری تھا...... ایسے عالیشان گھروں میں رہنے والی بیگمات تو ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں وہ اتنی کم مایہ سی نرس کو اتنی اہمیت دے رہی تھیں۔

''میرے گھر میں فی الحال کوئی فل ٹائم سرونٹ نہیں ہے...... اور کیوں نہیں ہے، جب تم یہاں آ جاؤ گی تو سب پتا چل جائے گا...... مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ سرونٹس نہ ملیں...... ٹوٹو ٹرائی کر رہی ہے...... آئی ہوپ...... کچھ دنوں میں یہ

www.pklibrary.com

مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں تمہاری کیا خاطر مدارت کروں......؟ البتہ تمہیں اچھی سی کافی بنا کر پلا سکتی ہوں......"

عرشلہ نے اسے لاؤنج میں ہی بٹھا دیا تھا جسے دیکھ کر ماریہ کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ ابھی تو اس نے وسیع ڈرائنگ روم نہیں دیکھا تھا......ایک ڈرائنگ روم میں چار ڈرائنگ روم تھے...... بڑی کیڈرنگ کے حساب سے پورشنز تھے ہر پورشن میں بارہ سے چودہ بندے تشریف فرما ہو سکتے تھے اور تعمیری اور سجاوٹ کے لحاظ سے بھی بڑی ندرت لیے ہوئے تھے۔ آمنے سامنے کے پورشنز پر جانے کے لیے دو اسٹیپس تھے...... وہ پورشنز گھر کے تمام فرش کے ساتھ پیوستہ تھے۔ چاروں کارنرز میں گولڈن کافی ٹیبل بھی کھڑکیوں کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔ جبکہ لاؤنج جہاں وہ بیٹھی تھی......خوب صورت منقش جھولے سمیت دو درجن افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ اگرچہ وہ خود ایک رئیس کے گھر میں پروان چڑھی تھی پر اس کے لیے یہ سب کچھ بہت مرعوب کر دینے والا تھا۔

"میم......آپ کافی کا تکلف نہ کریں......بلکہ میں آپ کی اجازت سے آپ کے کچن میں جا کر آپ کے لیے کافی تیار کر سکتی ہوں......"

"اوہ بہت، بہت شکریہ تمہارا۔" عرشلہ کو وحشت ناک تنہائی میں ایک معصوم اور خوب صورت لڑکی کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ وہ بہت تازہ دم اور پُرجوش نظر آ رہی تھیں۔

"جب تم یہاں شفٹ ہو جاؤ گی تو ممی تمہیں اتنے کام بتائیں گی کہ تم پریشان بھی ہو سکتی ہو......"

"کوئی بات نہیں میم......میں آپ کی ممی کی نرسنگ بہت محبت سے کروں گی اب تو یہی میرا پروفیشن ہے ناں......" ماریہ بالکل بھی پریشان نظر نہیں آ رہی تھی۔ گھر میں مریض کی دیکھ بھال کرنا......اس کے لیے اب بہت زیادہ پُرکشش ہو رہا تھا......گھر میں ہی جاب......سواری کی خواری و انتظار نہ راستے کی تھکاوٹ......

"میری ممی کو کمپنی دینا آسان جاب نہیں ہے ماریہ......یہ پہلے سے سوچ لینا۔" یہ کہتے ہوئے عرشلہ نے ماریہ کے تاثرات پڑھنے کی بھی کوشش نہیں کی، وہ گرنے کے انداز میں مخملی صوفے میں دھنسی ہوئی تھیں۔ ماریہ ان کے مقابل تھی عرشلہ کی بات پر مسکرا دی۔

"میم اسپتال میں جو پیشنٹ آتے ہیں...اوہ مائی گاڈ......آپ imagine نہیں کر سکتی ہیں......اور ڈیوٹی کے دوران ہم درجن بھر سیریس پیشنٹس فیس کرتے ہیں......"

"میں تمہیں بہت ہینڈسم سیلری آفر کروں گی جو تمہاری اسپتال کی سیلری سے کافی زیادہ ہو گی......" عرشلہ نے بال بکھرا کر نئے سرے سے سمیٹ کر کیچر لگاتے ہوئے شانِ بے نیازی سے کہا۔

"میم......آپ مائنڈ نہ کریں تو ایک سوال کر سکتی ہوں......؟" وہ ہچکچاتے ہوئے گویا ہوئی۔

"آئی نو......مجھے تمہارا سوال پتا ہے......تم پریشان ہو کہ میں تم پر اتنی مہربان کیوں ہو رہی ہوں......؟"

ماریہ ہکا بکا ہو کر عرشلہ کی شکل دیکھنے لگی......واقعی وہ یہی سوال کرنا چاہ رہی تھی یہ الگ بات کہ اس کے الفاظ کا چناؤ کچھ مختلف ہوتا۔

"دیکھو ماریہ......مجھے ممی کے لیے......دو نرسز چاہئیں......یعنی دو اجنبی خواتین چوبیس گھنٹے میرے گھر میں رہیں گی......پتا نہیں ان کی کیمسٹری مجھ سے کتنا میچ کرے گی......لیکن مجھے برداشت کرنا ہی تھا۔ ماریہ......میں long time اسٹریس برداشت نہیں کر سکتی......میرا نروس سسٹم بہت ویک ہے۔ تم مجھے پہلی نظر میں اچھی لگیں......اور تمہارے حالات جان کر تو مجھے لگا کہ جیسے اللہ نے میری مدد کی ہے......میں اس گھر کا سارا سیٹ اپ تمہارے ہینڈ اوور کر کے چھ سات گھنٹے سو سکتی ہوں......مجھے میڈیسن لینے کے بعد سونا ہوتا ہے۔" عرشلہ روانی میں بولتی چلی گئیں۔

www.pklibrary.com

"میڈیسن......؟" ماریہ بری طرح چونک پڑی۔

چند سیکنڈ کے لیے عرشلہ ہڑبڑائیں پھر سنبھل کر مسکرائیں۔

"کافی عرصے سے میرا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے...... ابھی میرا بریک اپ...... میرا مطلب ہے میری شادی ختم نہیں ہوئی تھی اور کرائسس آنا شروع ہوگئے تھے...... تقریباً پاگل ہی ہوگئی تھی۔"

"are you divorced Mam?" ماریہ نے گڑیا جیسی حسین جمیل عورت کو قدرے چونک کر حیرت سے دیکھا۔

"او یس...... وہ مجھے بہت یاد آتا ہے۔ اسے بھلا نہیں پائی...... وہ بہت ہینڈسم تھا...... اس کی آنکھیں بہت خوب صورت تھیں...... پر اس کی آنکھیں بے وفا آنکھیں تھیں...... بلیک نہیں تھیں...... بہت ویل ڈریسڈ تھا...... اس کی آواز میں بہت مردانگی تھی...... میں نے شادی کی پہلی رات اسے بولا تھا...... تمہاری آواز میں منتر کی طرح اثر ہے...... مجھ سے ہمیشہ آہستہ آواز میں بات کرنا...... جس دن زور سے بولے میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ لیکن پھر وہ چیخا بھی...... دھاڑا بھی...... بہت شاؤٹ کیا مگر میرا ہارٹ فیل نہیں ہوا۔ میں اب بھی زندہ ہوں...... البتہ میرا دماغ ضائع ہوگیا...... نروس سسٹم تباہ ہوگیا...... پھر بھی پتا نہیں کیوں یاد آتا ہے......" بولتے، بولتے عرشلہ کی آواز گلوگیر ہوگئی...... آنسوؤں کے پھندے لگنے لگے...... وہ ہونٹ دبا کر آنسو پینے لگیں۔

ماریہ تو جیسے بت کی طرح ساکت ہو کر عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ "اتنی دولت مند، حسین عورت، شہد لہجے کی

مالک...... کون تھا وہ ناشکرا، بے قدرا...... اور اسے کیا چاہیے تھا...... کوئی پاگل ہی تھا شاید......'' وہ سوچ رہی تھی۔
جب عرشلہ کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے تو وہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور عرشلہ کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔
'' آپ اتنی تنہا اور دکھی ہیں میم...... میں آپ کی لکس دیکھ کر بھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پہلے میں یہ سب جاب کے پوائنٹ آف ویو سے دیکھ رہی تھی مگر اب میں آپ کے ساتھ اس وقت تک ہوں جب تک آپ چاہیں گی۔ آپ ایک بے وفا کو اب بھی اتنا ٹائم دیتی ہیں...... اتنی انرجی ویسٹ کرتی ہیں بس یہ نہ کریں...... آپ کا بیٹا ہے...... آپ بس اس کی طرف دیکھیں، اسے آپ کی ضرورت ہے۔'' وہ انگلیوں سے عرشلہ کے ڈھلکتے آنسو پونچھنے لگی۔
'' میرے اختیار میں نہیں ہے...... اس overthinking کی ہی تو ٹریٹمنٹ چل رہی ہے۔''
'' ان شاء اللہ...... آپ ٹھیک ہو جائیں گی...... آپ کا بیٹا آپ کو کمپنی نہیں دیتا......؟'' ماریہ کو ابھی تک گھر میں کسی تیسرے وجود کا ادراک نہیں ہوا تھا۔ ہچکچاتے ہوئے بالآخر اس نے سوال کر ہی دیا۔ اب جیسے عرشلہ نیند سے جاگی تھیں۔
'' اوہ...... میں تو بھول ہی گئی...... ایک منٹ...... میں دیکھتی ہوں کہیں سو تو نہیں گیا...... ویسے اس ٹائم تو وہ جاگ رہا ہوتا ہے۔'' عرشلہ پر گویا عجلت سوار ہو گئی فوراً اٹھ کر لاؤنج میں بنے ہوئے اس چکردار زینے کی طرف بڑھیں جو گراؤنڈ فلور کو فرسٹ فلور سے ملاتا تھا ان کی چال میں اتنی تیزی تھی کہ ماریہ نے کچھ مزید کہنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا بس وہ عرشلہ کو ریلنگ تھام کر اوپر جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

زین تکیے میں منہ دیے بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا تھا۔ اور شاید گھر خالی جان کر اندر سے دروازہ مقفل کرنا ہی بھول گیا تھا۔ اسی لیے عرشلہ ہینڈل گھما کر آرام سے اندر آ گئیں۔ اور حیران و ششدر سی کھڑی زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔
'' زین...... میری جان کیا ہوا......؟''
انہوں نے آگے بڑھ کر اپنا پورا زور لگا کر زین کو سیدھا کرنے کی کوشش کی۔
عرشلہ کی آمد اس قدر غیر متوقع تھی کہ زین سہم کر سمٹ کر گویا دبک سا گیا...... بہتے آنسو تھم گئے...... خوف و شرم نے قوت گویائی ہی سلب کر لی...... جیسے، چوری کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا ہو۔
'' زین، میری جان، مام کو نہیں بتاؤ گے......؟'' عرشلہ نے کہا۔
'' مام کو بھی نہیں بتاؤ گے تو پھر کس کو بتاؤ گے......؟ کسی نے کچھ کہا ہے تمہیں......؟'' عرشلہ کا دھیان زین کے '' زنانہ'' نازو ادا کی طرف ہی جاتا تھا...... کہ شاید کسی نے اسے '' ہرٹ'' کیا ہے...... ان کے دل پر جیسے گھونسے پڑ رہے تھے۔
'' مام...... اگر اسے میرا احساس نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے دنیا میں کسی کو بھی میرا احساس نہیں ہو سکتا...... میں اتنے سارے فرینڈز میں صرف اسی کو loyal سمجھتا تھا مگر آج اس نے بھی میرا دل توڑ دیا......'' یہ کہہ کر زین نے پھر چیخوں پہ سکوں رونا شروع کر دیا۔
'' کس کی بات کر رہے ہو میری جان......؟'' عرشلہ تو سب کچھ بھول بھال کر جیسے پاگل ہونے لگیں، انہوں نے آج تک زین کو اس طرح روتے نہیں دیکھا تھا۔
'' فری کی بات کر رہا ہوں مام...... اتنا تنہا فیل کر رہا تھا سوچا فری سے بات کر کے ریلیکس کروں گا...... مگر......'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر پھر بلکنے لگا۔

''ایسا کیا کہہ دیا اس نے جو تم چھوٹے بچوں کی طرح رو رہے ہو......؟'' عرشلہ پر اس کے آنسوؤں کا اثر ناگہانی عذاب کے مثل تھا...... وہ خود رونے والی ہو رہی تھیں۔

''مام......شاید وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہ رہی تھی...... کہہ رہی تھی سگنل برابر نہیں آ رہے، مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آ رہی...... مام وہ پوزیشن چینج کر سکتی تھی۔ اس نے اپنی طرف سے ٹرائی بھی نہیں کیا...... ایک بار بھی کال بیک نہیں کی۔ ابھی تو صرف اسے three lacs کا آئی فون ملا ہے تو وہ اتنا بدل گئی۔'' زین اسی طرح نسوانی انداز میں زار و قطار روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''او مائی گاڈ...... کہیں تم اس وجہ سے تو نہیں رو رہے کہ اس کے پاپا نے اسے اتنا قیمتی فون دلا دیا۔'' عرشلہ کو احساس تھا وہ بچوں کے انداز میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر جیلس ہو جاتا ہے...... پر جلدی مان جاتا ہے...... راضی دیر سے ہوتا ہے۔

''او نو...... وہ تو اس کے انکل نے گفٹ کیا ہے......'' زین نے ناک پونچھتے ہوئے وضاحت بہر حال کر دی۔

''awesome...... کمال انکل ہیں بھئی...... تمہیں تو congrats کہنا چاہیے۔'' عرشلہ نے اس کے بال بہت محبت سے بکھیر دیے۔

''میں نے کہا تھا......'' اس نے کہا۔

''اتنا پٹی ہو رہے ہو اس کے لیے...... کل کو اس کی شادی ہو جائے گی تو کیا کرو گے......؟'' عرشلہ کے ذہن سے نکل چکا تھا کہ نیچے ماریہ ان دونوں ماں، بیٹے کا انتظار کر رہی ہے۔

''میں اسے کسی کے پاس نہیں جانے دوں گا...... اس کی شادی نہیں ہونے دوں گا......'' زین سلپ ہونے کے انداز میں بیڈ سے اتر رہا تھا۔

''silly...... وہ لڑکی ہے...... ایک دن اس کی شادی تو ہونی ہی ہے ناں...... فرینڈ...... بس فرینڈ ہوتا ہے...... اس کی اپنی بھی ایک پرسنل لائف ہوتی ہے۔ فرینڈ کی خوشی اپنی خوشی کی طرح سیلی بریٹ کرتے ہیں میری جان اس کی لائف capture نہیں کرتے...... یہ دشمن کرتے ہیں خیر...... آہستہ آہستہ تم سمجھ جاؤ گے...... جو بات ابھی سمجھ نہیں آتی وہ بعد میں آ جاتی ہے۔ مگر میں پرامس کرتی ہوں...... ہم گھر شفٹ ہو جائیں گی تو میں تمہیں اور فری کو بہت اچھی جگہ ڈنر پر لے جاؤں گی...... ہم کئی گھنٹے ایک ساتھ گزاریں گے......'' اب عرشلہ کو یکلخت ماریہ کا خیال آیا تھا اور بچوں کی طرح زین کو بہلانے لگیں...... بالکل اسی طرح جس طرح پاؤں پٹختے ہوئے بچے کو وعدے کر کر کے قابو کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

زین بیڈ سے اتر کر واش روم کی طرف بڑھا ہی تھا کہ حسین وعدے نے زنجیر پہنا دی...... خوش ہو کر عرشلہ کی طرف دیکھنے لگا۔

''آپ نے پرامس کیا ہے ماما...... میں بھولنے نہیں دوں گا۔''

عرشلہ نے مسکراہٹ کی زبان میں یقین دلایا۔

''جلدی سے فریش ہو کر نیچے آؤ...... تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے۔'' زین دروازہ کھولے بغیر واش روم میں داخل ہونے لگا تو سر دروازے سے ٹکرا گیا۔

''سرپرائز وہ بھی اتنی رات کو...... نانو تو اتنی جلدی ڈسچارج ہو نہیں سکتیں......'' اس نے پیشانی سہلاتے ہوئے اندازہ لگایا۔

''جلدی کرو زین...... آئیڈیاز کھیلنے کا بالکل ٹائم نہیں ہے۔'' اب عرشلہ پر شرمندگی کے ساتھ عجلت طاری

www.pklibrary.com

ہونے لگی تھی کہ مہمان کو تنہائی میں بٹھا کر بھول ہی گئی تھیں..... یادداشت کی کمزوری ان کی نفسیاتی بیماری کا ایک حصہ تھی..... کسی وقت بات کرتے، کرتے اپنا موقف بھول جاتی تھیں۔ وہ اب تقریباً بھاگنے کے انداز میں کمرے سے نکل رہی تھیں۔

☆☆☆

"کیا انکل نے انفر کے لیے مجھے پرپوز کیا ہے.....؟ یعنی کہ میرا پروپوزل آیا ہے..... اور میرے پیرنٹس مجھ سے چھپا رہے ہیں لیکن اس میں چھپانے والی کیا بات ہے.....؟" اس نے الجھ کر خود سے سوال کیا۔

"ہوسکتا ہے..... پہلے یہ دونوں ڈسکس کریں گے بعد میں مجھ سے شیئر کریں گے۔" اس کی دلی کیفیت کچھ یوں تھی جیسے بہت دیر تک چلنے کے بعد کوئی ذائقے دار ٹھنڈا مشروب پینے کو ملا ہو اور وہ بھی خلاف توقع..... پانی کی پیاس ہو اور کوئی دل پسند مشروب مل جائے جسے پی کر جسم و جان میں توانائی اُبلنے لگے۔ امریکا میں رہنے والے بزنس مین سے شادی..... سہانے سپنے جیسی حقیقت سامنے تھی۔

اس کی بلا جانتی تھی کہ کال بیک نہ کرنے پر زین کس اذیت سے گزر رہا ہے اسے تو انجان بن کر اب بلی وہلی انتظار کرنا تھا کہ کب ماما، پاپا اسے لے کر بیٹھتے ہیں اور یہ خوشخبری اسے پہنچاتے ہیں۔

انفر کی ظاہری حالت "برگر کلاس" سے مشابہ تھی..... انگلش کے درمیان کچھ، کچھ اردو بول کر خود کو اردو سمجھنے والا ظاہر کرتا تھا۔

فری نے بہت توجہ یا غور سے اس کا جائزہ نہیں لیا تھا۔ وہ خود میں مگن رہنے کی عادی تھی اس کی فطرت ہی نہیں تھی کہ وہ "بلاوجہ" دوسروں پر توجہ فرما کر اپنی توانائی ضائع کرے۔

مگر اب اس کے سامنے انفر کا مکمل سراپا تھا..... سرخ و سفید رنگت کا "امیر ترین" کمبا تڑنگا، اکہرے بدن کا نوجوان۔

وہ آہستہ، آہستہ چلتی اپنی ڈریسنگ کے آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور مسکرا کر اپنے بال اپنی انگلیوں سے سنوارنے لگی۔

"سانولا بھی ہوتا تو کیا ہوتا؟ وہ سب کچھ تو ہے اس کے پاس..... جس کے خواب تو بہت دیکھتے ہیں مگر ملتا کسی، کسی کو ہے؟ I have perfect beauty اس..... یہ سب کچھ ڈیزرو کرتی ہوں....." وہ بڑے تفاخر سے مسکرا رہی تھی۔

☆☆☆

سالار رحم فی الحال "دیکھیں گے نہ" ہاں..... "ٹائم لیں گے..... فری کے پیپرز ہونے کے بعد سوچیں گے کہ اب کس راستے پر جانا ہے۔" سارہ نے اٹھنے کی نیت سے ڈائننگ ٹیبل پر دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتے ہوئے گویا بحث تمام کی۔

"سوچ لو سارہ..... اس طرح کے پروپوزل کبھی کبھار آتے ہیں..... گھر میں صرف ایک "in law" ہوگا..... جیسا کہ تم سوچ کر پریشان ہوتی تھیں کہ بھرے گھر میں یہ گزارہ نہیں کرسکتی۔" سالار صاحب کو قدرے کوفت تو تھی کہ سارہ کو جس طرح خوش ہونا چاہیے تھا وہ نسبتاً بہت ٹھنڈا ردعمل دے رہی ہیں۔

"تو ٹھیک ہے ناں..... ہم انکار تو نہیں کر رہے فوراً..... ٹائم لے رہے ہیں وہ بھی اس وجہ سے کہ دو شہروں کا فاصلہ نہیں ہے..... بات سمندر پار سے شروع ہو رہی ہے۔"

"ٹھیک ہے..... میں کوئی لالچی انسان نہیں ہوں..... مگر اتنا چاہتا ہوں کہ جس کے ساتھ بھی میری بیٹی کی شادی ہو وہ اسے دل و جان سے قبول کرے..... ہم اسے قائل کرنے کے لیے منت نہ کریں....."

اب سالار صاحب، سارہ سے پہلے اٹھ کر کھڑے ہوئے..... کیونکہ اب یقین ہو چلا تھا کہ نشست فیصلہ کن تو ہو ہی نہیں سکتی۔

www.pklibrary.com

"ہوں......!" سارہ ہنکارا بھرتے ہوئے گہری سوچ میں نظر آئیں۔

☆☆☆

"نو پرابلم میم...... بلکہ مجھے تو شرمندگی محسوس ہو رہی ہے...... میری وجہ سے آپ اپنے بیٹے کو لیٹ آورز میں ڈسٹرب کر رہی ہیں......" ماریہ کو عرشلہ کا عاجزانہ اور شرمندہ انداز میں معذرت کرنا بہت دبا دبا دے رہا تھا۔ وہ ویسے بہت "پریشر" میں تھی...... پاکستان کے امیر ترین لوگوں میں ایک حسین و جمیل عورت اور وہ ایک معمولی نرس سے اس طرح معذرت کر رہی تھی جیسے کسی "بزنس ڈنر" میں لیٹ آنے پر معذرت کی جاتی ہے۔

"ہماری رات سے زیادہ تمہاری رات کی اہمیت ہے ماریہ...... آپ کو early ڈیوٹی جوائن کرنا ہوتی ہے۔ بس زین فریش ہو کر آ رہا ہے...... روٹین میں بھی اس کا "بیڈ ٹائم" لیٹ ہی ہوتا ہے...... آج کل بچے کہاں جلدی سوتے ہیں...... یہ "نیٹ" کا زمانہ ہے...... بات چیت نہیں بھی کرتے تو گیم کھیلنے لگ جاتے ہیں، یہ تو نئے زمانے کا نشہ ہے...... اب کیا کریں...... !" عرشلہ نے تھک کر گہری سانس لی اور عین اسی وقت زین کی آمد ہوئی...... گڑیا جیسے گول فیس والی ماریہ کو دیکھ کر وہ یک دم ٹھٹکا سا گیا تھا۔ سیٹی بجانے کے لیے ہونٹ سکڑے تھے جو فوراً اصلی حالت میں آ گئے۔

"ہیلو......" اس نے ہچکچاہٹ اور تکلف کے ساتھ خوش آمدید کہا تھا۔

ماریہ بھی زین کی آمد پر محتاط ہو گئی تھی اور پل بھر میں اس کا سراپا جانچ بھی لیا تھا۔

زرد رنگ کی ٹی شرٹ زرد رنگ بھی وہ جو کھل کر چیختا چلاتا ہے۔ بلیک شارٹ جس میں سے اس کی پتلی، پتلی سفید ٹانگیں جھانک رہی تھیں۔

آخری شام سے پہلے

کبھی حبس کے صحراؤں میں...... کبھی ہجر کے کانٹوں میں......

دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی

داستان طاہر جاوید مغل کے قلم کا جادو

گل گلزار

ماضی کا آئینہ، با اختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز

اور عبرت آمیز واقعات اے آر راجپوت کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور

کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور دور عدوں کی خوں ریز سازشوں

اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اگست 2023 کا شمارہ ایک نظر میں

اس کے علاوہ

زویا صفوان، شاہ زین رضوان، مظہر سلیم ہاشمی، جاوید بسمل، نعمان اسحاق،

عائشہ نصیر، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''بس.....آل ریڈی بہت لیٹ ہو گئے ہیں۔ زین، ماریہ کو ڈراپ کرتا ہے..... یہ تمہیں خود گائیڈ کر دے گی اوکے.....؟'' عرشلہ نے عجلت بھرے انداز میں نشست چھوڑ دی تھی۔

''میرے نمبر پر location سینڈ کر دیں..... میں وہ فالو کروں گا..... میرے لیے یہ زیادہ ایزی ہے۔''

زین نے ایک گہری جانچتی ہوئی نظر ماریہ پر دوڑاتے ہوئے کہا تھا۔

''پلیز.....آپ نمبر بتائیے.....'' ماریہ بھی وقت ضائع کیے بغیر اپنا سیل فون بیگ سے نکالتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

زین نمبر بول رہا تھا..... ماریہ ٹائپ کر رہی تھی۔

''یاد سے keys رکھ لینا..... یو نو..... میڈیسن لینے کے بعد میں سیل بھی آف کر دیتی ہوں..... مگر تم اپنا سیل آف مت کرنا تو کسی وجہ سے کانٹیکٹ کر سکتی ہے۔'' عرشلہ نے یہ کہہ کر ایک الوداعی مسکراہٹ ماریہ کی اور روانہ کی اور انگلیاں لہراتی ایک طرف چل پڑیں۔ زین اور ماریہ کا رخ گھر کے داخلی اور خارجی حصے کی طرف تھا۔

☆☆☆

زین نے نیوی گیشن اسٹارٹ کر دی تھی..... ایک زنانہ آواز اسے گائیڈ کر رہی تھی..... زین بالکل خاموش تھا۔

''فاصلہ 25 کلومیٹر آ رہا ہے.....'' البتہ اس نے اتنا ضرور جتایا بتایا تھا۔

''آئی ایم سوری..... میری وجہ سے آپ کو یہ تکلیف اٹھانا پڑی۔ مطلب آپ کو پچاس کلومیٹر ڈرائیو کرنا پڑے گی.....'' ماریہ کے انداز میں شرمندگی تھی۔

''its ok..... ایسا روز نہیں ہوتا..... کبھی کبھی چلتا ہے.....'' زین نے بہر حال اخلاقیات کا مظاہرہ کیا تھا۔

''آپ کی گرینڈ مام ہاسپٹلائزڈ ہیں..... میم نے ہوم سروس کے لیے مجھے ہائر کیا ہے..... accomodate بھی کر رہی ہیں..... مجھے وزٹ کے لیے لے کر آئی تھیں''۔ نہ جانے کیوں ماریہ وضاحت دینے پر مجبور تھی۔

''لیٹ آورز میں وزٹ؟ اوہ یس..... مام تو اسپتال سے ہی لیٹ نکلی ہوں گی.....'' زین پہلے حیران ہوا مگر فوراً ہی معاملے کی تہ تک پہنچ گیا..... خود ہی سوال جواب کر لیے.....

ماریہ کو زین میں کچھ ''خاص'' ضرور محسوس ہو رہا تھا مگر وہ ان احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر تھی۔

لڑکوں کا بالوں کی پونی بنانا تو عام سی بات تھی۔ کب سے یہ فیشن ٹرینڈ کر رہا تھا..... لباس بھی اس کا لڑکوں والا تھا مگر پھر ایسا کیا تھا جو ماریہ کو خصوصی طور پر محسوس ہو رہا تھا۔

''آپ کی گرینڈ مام ان شاء اللہ بہت جلدی گھر شفٹ ہو جائیں گی۔'' ماریہ کو کرنے کے لیے یہی بات زیادہ مناسب لگی تھی۔ زین نے جواب میں فوراً کچھ نہیں کہا تھا۔

''ہم لوگوں کو زیادہ لمبا جینے سے کوئی فائدہ تو نہیں ہوتا..... بس لائف انجوائے کریں اور واپس چلے جائیں..... بیک ٹو دی یولین.....'' اس نے موڑ کاٹتے ہوئے عام سے لہجے میں گویا ''بارود'' پھینکا تھا۔

جو گویا سیدھا ماریہ کی آنکھوں میں پڑا تھا کیونکہ وہ چاہتے ہوئے بھی زین کی طرف دیکھ نہیں پائی تھی۔

اس کے بعد دونوں کے درمیان گہری خاموشی چھا گئی..... ماریہ کا سناٹے میں رہ جانا تو یوں بھی بنتا تھا۔

سیل فون سے رہنمائی کرنے والی زنانہ آواز سناٹے کا تاثر توڑ کر زندگی کا احساس بہر حال قائم کیے ہوئے تھی۔

گہری رات تھی..... روڈ پر اکا دکا گاڑی کسی، کسی وقت اوورٹیک کر کے گزر جاتی..... جبکہ زین بھی 65,70 کی اسپیڈ سے ڈرائیو کر رہا تھا۔

☆☆☆

کسی شدید قسم کے ردعمل کا اندیشہ یا خوف تھا جو شمسہ، واصف کو اچھی خبر دینے سے بھی گھبرا رہی تھیں۔ وہ گھر

www.pklibrary.com

آیا تو موڈ اچھا تھا مگر بہت تھکا ہوا بھی لگ رہا تھا۔ ابھی اسے فریش ہو کر سونے کی تیاری بھی کرنا تھی۔
انہوں نے ایک بہت بڑی خوشخبری دینے کا ارادہ ملتوی کر دیا...... حالانکہ بے چینی انتہا کی تھی۔ اگر خوش خبری سننے کے بعد اس کے زخم ہرے ہو گئے اور اس نے اونچی آواز کی اس کے بعد وہ ٹھیک سے سو نہ سکا...... صبح پھر یونیورسٹی، شام کو ٹیوشن، دھوپ، دھول میں بائیک پر لمبی ڈرائیو...... وہ یہی کچھ سوچ کر وضو کرنے جا رہی تھیں کہ کم از کم ...خود تو شکرانے کے نوافل ادا کر لیں۔ اللہ نے اس عذاب سے نجات دی جس کے بعد زخم ناسور بن جاتے ہیں۔

☆☆☆

فری کے کالج میں ایکسٹرا کلاسز شروع ہو چکی تھیں وہ سمجھتی تھی کہ اسے ایکسٹرا کلاسز لینے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے مزے سے چھٹیاں، منا رہی تھی اور اطمینان سے پیپرز کی تیاری کر رہی تھی۔ زندگی میں شاید پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ وہ سونا چاہ رہی تھی۔ مگر نیند نہیں آ رہی تھی...... کسی دوست کے ساتھ رابطے کا مزاج بھی نہیں بن رہا تھا۔ نہ مووی سے لطف اندوز ہونے کی طرف طبیعت مائل ہو رہی تھی نہ پیپرز کی تیاری آگے بڑھانے کی سوچ آ رہی تھی۔
کروٹ پر کروٹ بدلی...... سیل فون آف کر دیا تھا تا کہ ہاتھ بڑھا کر دوبارہ استعمال کرنے کا رجحان ہی نہ رہے۔

"mean,I have attracted every thing,all my dreams are coming true...?"

(مطلب...... ہر شے میری طرف کھنچ رہی ہے، میرے خواب تعبیر پا رہے ہیں) وہ سرشاری کی کیفیت میں اوندھی ہو گئی۔ تکیے پر سر تھا...... بغل میں جھاگ جیسا نرم کشن...... خوشگوار و لطیف احساسات کے ساتھ جانے کب نیند نے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

☆☆☆

سارہ کو خوشگوار حیرتوں نے آ لیا تھا...... فری کے انداز بہت بدلے ہوئے تھے بات، بات پر جھنجلانا...... موڈ آف کر لینا...... بحث شروع کر دینا...... سب کچھ ختم ہو چکا تھا...... بہانے، بہانے سے ماں کے پاس آ کر بیٹھ جاتی تھی۔ کچن میں جا کر کچھ نہ کچھ کر لیتی تھی...... نیٹ پر دیکھ، دیکھ کر دس قسم کے سلاد تو وہ بنا کر کھلا چکی تھی...... چھوٹے، چھوٹے کیک بھی بیک کر لیتی تھی اور سالار صاحب کو شام کی چائے پر پیش کر کے داد و تحسین بھی وصول کر چکی تھی۔
چار پانچ دن میں وہ انقلاب برپا ہوا تھا کہ دونوں میاں، بیوی گھبرا کر سوچتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری بیٹی کو ہماری ہی نظر نہ لگ جائے۔
سارہ کے اعصاب جو اکثر تنے رہتے تھے اب ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ وہ بہت سکون محسوس کر رہی تھیں۔
شام کے وقت اصرار کر کے وہ ماں کے ساتھ لان ٹینس بھی کھیلتی تھی۔ اگلے دنوں کے وعدے بھی کر چکی تھی کہ سارہ کو کارڈز کھیلنے سے دلچسپی نہیں ہے وہ پیپرز ہونے کے بعد انہیں کارڈز کی اسپیشل "ٹرکس" بتا کر "گریٹ پلیئر" بنا کر ہی دم لے گی۔
اب سالار صاحب کو بھی خود کو درست ثابت کرنے کا موقع مل چکا تھا۔ جتانا نہیں بھولتے تھے۔
"میں کہتا تھا ناں...... پیچھے مت پڑا کرو...... خود ہی صحیح ٹریک پر آ جائے گی۔ اسے 1980ء کی جنریشن بنا کر ٹریٹ نہ کیا کرو......" درحقیقت سارہ اپنا اعتماد کھونے جا رہی تھیں انہیں یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ خود کچھ نہیں جانتیں...... شک و وہم اور خوف کی نفسیاتی مریضہ ہیں۔
سب کچھ تو درست تھا...... پھر بیٹی کے رویے اور انداز انہیں خوف میں مبتلا کیوں کرتے تھے؟

☆☆☆

www.pklibrary.com

دو ملازمین کا تو بہر حال بندوبست ٹوٹو نے کر دیا تھا۔ ایک خانساماں اور دوسرا گھر کی صفائی ستھرائی اور آؤٹ ڈور کاموں کے لیے جو اپنی سہراب سائیکل بھی ساتھ لایا تھا۔ بہت سادہ اپنے کام سے کام رکھنے والا..... عرشلہ نے سکھ کی سانس لی تھی۔

خانساماں بہت مہنگا ملا تھا..... مگر ٹوٹو نے سمجھایا تھا کہ پرفیکٹ ہے، تمہیں دماغ نہیں کھپانا پڑے گا۔ تیس سالہ تجربہ کار ہے۔

اگلے ہی دن ثمینہ بھی ڈسچارج ہو کر گھر واپس آ گئی تھیں..... ماریہ ابھی کوارٹر میں شفٹ نہیں ہوئی تھی مگر ڈیوٹی پر آ گئی تھی۔

عرشلہ کے لیے یہ سب سے بڑھ کر مقام شکر تھا کہ ماریہ کو ثمینہ نے خوشدلی سے قبول کر لیا تھا۔ البتہ مارننگ ڈیوٹی دینے والی ادھیڑ عمر نرس "انیلا" ان کے حساب سے "گڈ پرفارم" نہیں کر رہی تھی۔

عرشلہ نے ماریہ کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اسپتال سے فوری ریزائن نہ کرے بلکہ لمبی چھٹی لے لے، تاکہ وہ خود بھی اپنے تئیں فیصلہ کر سکے کہ اسے عرشلہ کی خدمت کرنی ہے یا اسپتال زیادہ مناسب ہے۔ مبادا وہ مارے احسان مندی کے نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو۔ زور زبردستی، چالاکی، داؤ پیچ عرشلہ کا مزاج نہیں تھا..... اسی وجہ سے ثمینہ کا تمام معاملات پر "ٹوٹل کنٹرول" تھا..... وہ سمجھتی تھیں کہ ان کی سیدھی سادی بچی آسانی سے فریب ہو جاتی ہے۔ درحقیقت اس قیمتی امداد کے بعد عرشلہ اتنی پُرسکون ہو گئی تھیں کہ کسی وقت بغیر دوا کے بھی گہری نیند سو جاتی تھیں۔

☆☆☆

"لیکن میں تو صرف اور صرف اپنے بیٹے کے ساتھ ڈنر کرنا چاہتی ہوں..... جیسے one o one میٹنگ ہوتی ہے۔" عرشلہ آرام کرسی پر نیل فائل ہاتھ میں پکڑے مسکرا کر زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"میٹنگ.....؟" جانے زین کے دل میں کیا تھا گھبرا کر چونک پڑا تھا۔

"کم آن..... میرا مطلب ہے..... فرض کر لیتے ہیں....." عرشلہ نے زین کے ردِعمل کو بالکل توجہ نہ دی۔

"لیکن ماما..... فری کے ساتھ ہم ڈنر اور environment زیادہ انجوائے کریں گے..... صرف ہم دو ہوں گے تو وہی روٹین کی باتیں ہوں گی۔ آپ کو پتا ہے فری بہت مزے کی باتیں کرتی ہے..... ایک سیکنڈ کے لیے بھی بور نہیں ہونے دے گی۔" زین جیسے تُلا ہوا تھا۔

"اوکے..... اوکے..... تم فری کو اتنی امپورٹنس دیتے ہو تو وہ میرے لیے بھی بہت اہم گرل ہے..... لیکن ایک بات تو بتاؤ....." عرشلہ نے رک کر شریر نظروں سے زین کی طرف دیکھا۔

زین نے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا تم فری کے ساتھ مل کر لیٹو چر پلان کر رہے ہو.....؟"

زین کے لیے یہ سوال غیر متوقع تھا..... وقتی طور پر وہ سٹپٹایا تھا۔

"فی الحال..... میرا مطلب ہے..... ابھی تو ایسی کوئی پلاننگ نہیں چل رہی..... مگر میں فری کے معاملے میں بہت پوزیسو ہوں..... اس کے ساتھ کسی کو بھی نہیں دیکھ سکتا..... مجھے فیل ہوتا ہے۔ جسٹ لائیک..... مائی پراپرٹی....."

"رَبش....." عرشلہ نے فوراً ٹوکا تھا۔

"غلطی کبھی نہ کرنا..... انسانوں کو کبھی بھی پراپرٹی consider مت کرنا یہ کرائم ہے۔"

"لیکن ماما..... وہ بھی میرے ساتھ بہت loyal (وفادار) ہے۔ میرا اتنا خیال کرتی ہے کہ کیا بتاؤں..... آپ نے دیکھا تھا ناں اس نے مجھے کال بیک نہیں کی تو میں کتنا رویا تھا۔ نیکسٹ ڈے اس نے خود مجھے فون کر کے سوری بولا

www.pklibrary.com

تھا۔" زین نے بہت پرجوش انداز میں وضاحتی بیان جاری کیا۔

"گڈ..... میرے بیٹے کو فری کی کمپنی سے خوشی ملتی ہے تو میں فری کو ہمیشہ انوائٹ کیا کروں گی..... وہ میری گڈ بک میں تو ویسے ہی ہے۔"

"اوہ..... مام..... تھینک یو....." زین نے جھک کر عرشلہ کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔

"تو پھر ڈن ہے..... میں ابھی فری کو فون کر کے بتاتا ہوں....."

زین سرخوشی کی کیفیت میں سیڑھیوں سے غائب ہو گیا تھا۔

"میم نفسیاتی ٹریٹمنٹ اکثر دوا سے زیادہ اثر دکھاتی ہے..... آپ نے کبھی نہیں سوچا کہ زین "اسپیشل" ہے..... زین کو ہمیشہ اس طرح ٹریٹ کرنا ہے کہ اسے یقین ہو جائے کہ وہ نارمل اور پرفیکٹ ہے۔ optimism ایک ایسا ٹول ہے جو زندگی کی توانائی کو بحال کر دیتا ہے۔ رواں دواں رکھتا ہے۔"

عرشلہ کے کانوں میں سالوں پہلے کہے گئے الفاظ گونج رہے تھے جو زین کے فزیشن نے پہلی ملاقات میں کہے تھے۔

وہ زین کی شادی کے حوالے سے ہلکے، ہلکے مذاق اسی نیت سے کرتی تھی کہ اسے اعتماد رہے کہ وہ سب لڑکوں کی طرح ہے، کوئی کمی نہیں ہے۔

☆☆☆

"لیکن ڈرائیور تو تمہارے پاپا کے ساتھ انگیجڈ ہے..... اور اچانک سے ڈنر کا پروگرام کیسے بن گیا.....؟"

سارہ کافی دیر سے اپنی ایک لاپتا فیورٹ شرٹ ڈھونڈنے میں مصروف تھیں..... وارڈ روب کے چاروں پٹ کھلے ہوئے تھے کبھی ایک میں سر دیتی تھیں کبھی دوسرے میں..... اس شدید مصروفیت کے عالم میں فری نے جالیا تھا۔

"وہ مجھے پک کرے گا..... بس میں جاؤں ناں.....؟" فری پر عجلت سوار تھی۔

"اور کون، کون انوائٹڈ ہے.....؟" سارہ نے ٹھٹک کر پلٹ کر فری کی طرف دیکھا تھا۔

"بس..... میں اور اس کی مام..... ہم تین ہیں..... یہی بولا ہے اس نے..... وہ کہہ رہا تھا کہ تم کبھی میری مام سے نہیں ملیں..... میں تمہیں اپنی مام سے ملوانا چاہتا ہوں۔" فری نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

سارہ نے چونک کر فری کی طرف دیکھا تھا۔

"وہ تمہیں اپنی مام سے کیوں ملوانا چاہتا ہے؟ کالج کی دوستی بس کالج تک رہنی چاہیے۔" سارہ کی تشویش فری کے سر سے گزر گئی۔

"ماما..... اگر میں اس کی مام سے مل لیتی ہوں تو کوئی حرج ہے؟ کوئی نقصان ہے کیا....." فری اس غیر ضروری چھان بین سے بیزار نظر آئی۔

"کیا وہ تم میں انٹرسٹڈ ہے..... کچھ پلان کر رہا ہے؟" سارہ اپنی شرٹ ورٹ بھول کر فکرمندی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ فری یک دم کھلکھلا کر ہنس دی اور ماں کو شانوں سے تھام لیا۔

"کم آن ماما..... ایک تو آپ کو پریشان ہونے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے وہ اسپیشل ہے..... اس کو ساری چیزیں لڑکیوں والی پسند آتی ہیں۔ کالج فنکشنز میں plays وغیرہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے لیے فی میل رول چوز کرتا ہے..... لڑکیوں کی طرح چلتا ہے..... لڑکیوں کی طرح smile کرتا ہے۔ میں اور میرا گروپ تو اسے کالج میں bully (مذاق اڑانا) سے بچاتے ہیں۔ you know...just for sympathy" فری کے پراعتماد اور عام سے لہجے نے سارہ کو فوراً مطمئن کر دیا تھا۔

"اوہ..... پھر تو ٹھیک ہے..... اصل میں آج کل جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہت پریشان کن ہے..... اسی لیے پیرنٹس

www.pklibrary.com

کو بہت الرٹ رہنا پڑتا ہے بیٹا۔'' سارہ نے فری کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی...... بیٹی کی انسانی ہمدردی نے فوراً ان کے دل کی کیفیت بدل ڈالی تھی...... اور دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ وہ فری کو جتنا سادہ اور بیوقوف سمجھتی ہیں اب وہ ایسی بھی نہیں ہے۔

''ٹھیک ہے تم جاؤ اور تیاری کرو...... زین کی ماما ساتھ ہیں تو مجھے کوئی ٹینشن نہیں......'' سارہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بخوشی اجازت دی۔ فری نے بے ساختگی سے ماں کا رخسار چوم لیا۔

''آپ بہت اچھی ''بچی'' بنتی جارہی ہیں...... پنڈل آف تھینکس......'' فری شرارتی انداز میں بولتی ہوئی بچوں کی طرح بھاگتی ہوئی کمرے سے نکل گئی یوں بھی آج کل وہ ماں پر فدا ہوئی جارہی تھی اور انتظار کررہی تھی کہ کب ماما ''انصر'' والا پروپوزل اس کے ساتھ شیئر کرتی ہیں۔

سارہ اب کپڑے الٹ پلٹ کرتے ہوئے مسکرارہی تھیں۔

☆☆☆

آج واصف یونیورسٹی سے سیدھا گھر آگیا تھا۔ دوپہر کے بعد ہی یونیورسٹی میں دو گروپس کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا تھا۔ کیفے ٹیریا میں توڑ پھوڑ بھی ہوئی تھی...... اس کے بعد سارا انتظام مفلوج ہوگیا۔ ورنہ وہ یونیورسٹی سے نکل کر ٹیوشن دینے نکل پڑتا تھا تاکہ رات کا کھانا وقت سے کھا کر اپنی اسٹڈی کو وقت دے۔

ثمرہ نے دو چار مرتبہ اس کے کمرے میں جھانکا تھا وہ بیڈ پر لیپ ٹاپ کھولے بیٹھا نظر آیا۔

وہ ایک زخم سے نجات دلانے کے لیے بے چین تھیں مگر متوقع شدید ردعمل سے خوفزدہ بھی تھیں...... کہیں ایسا کچھ نہ ہوجائے کہ ہر گنجائش ختم ہوجائے عصر کے بعد انہیں واصف کے کمرے میں ہلچل محسوس ہوئی۔

ابھی وہ تذبذب کی کیفیت میں تھیں کہ اندر جائیں یا نہ جائیں اسی وقت فری ہیئر برش ہاتھ میں پکڑے اوپر بھاگنے کے انداز میں آگئی تھی۔

''پھپھو...... پھپھو......'' حسب عادت آوازیں لگاتی وہ اوپر آئی تھی۔ ثمرہ فوراً کمرے سے باہر آگئی تھیں...... واصف کی موجودگی میں وہ آتی تھی تو انہیں وقت پڑ جاتا تھا کیونکہ جب وہ دونوں الجھتے تھے تو ہار ماننے کا نام نہیں لیتے تھے۔

''کیا ہوا...... ؟ خیریت تو ہے......؟'' فری کا خوشگوار موڈ دیکھ کر قدرے طمانیت سی محسوس ہوئی۔

''پھپھو...... آج آپ میرا اچھا سا ہیئر اسٹائل بنادیں، ماما کی دوست آرہی ہیں وہ تو کچن میں بزی ہیں......'' فری نے جلدی، جلدی آنے کی وجہ بتائی۔

''بیٹا مجھے تو ایسا کچھ تجربہ نہیں ہے...... اور آج کل کے ٹرینڈ کے حساب سے تو شاید مجھے کچھ بھی نہیں آتا۔'' ثمرہ متذبذب نظر آئیں۔

''یہ دو انچ کے بالوں کا اسٹائل بنوانا چاہ رہی ہو......؟'' اچانک واصف کی آواز ماحول میں مرتعش ہوئی۔

فری نے پلٹ کر آواز کی سمت کا اندازہ کیا۔

"what do you mean?" اتنی شدید اسلف پر تو وہ یوں بھڑکی گویا اشتعال لوپر کسی نے پٹرول ڈال دیا ہو۔

''جتنے تمہارے بال ہیں اتنی تو میں نے مونچھیں کاٹ کر پھینک دی ہیں ویسے تو......''

"stop" فری نے چلّا کر واصف کو روکا۔

''ویسے تو تم ہمیشہ پرسنل ہوجاتے ہو...... ?but its too much who are you پھپھو...... آپ دیکھیں...... یقین کہ کوئی حد ہوتی ہے...... میرے بال چھوٹے ہیں یا بڑے...... اس کا کیا لینا دینا۔'' فری کا موڈ حد درجہ

www.pklibrary.com

خراب ہو چکا تھا...... غصے کی نہیں اشتعالی کیفیت تھی...... جی چاہتا تھا کہ کچھ اٹھا کر واصف کا سر پھوڑ ڈالے۔

''بہت بری بات ہے...... واصف...... کیوں کرتے ہو ایسی حرکتیں......؟'' شمسہ بدحواس نظر آئیں کہ اگر سالار صاحب گھر آ گئے اور انہوں نے کچھ سن لیا تو وہ بیٹے کو پیٹیں گی کہ سنبھلنے میں دن لگ جائیں گے۔

''چلو تم اپنے کمرے میں...... خبردار جو ایک لفظ منہ سے نکالا......'' شمسہ، واصف کو چھوٹے بچے کی طرح بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف جانے لگیں۔

''ماں مجھے کام سے جانا ہے...... آپ مجھے ایک کپ چائے بنا دیں...... میرے پاس ٹائم نہیں ہے...... بہت مال ہے...... ہیئر اسٹائل بنوانا ہے تو پارلر چلی جائے...... میری ماں کو اپنا نوکر سمجھا ہوا ہے......'' وہ اپنا بازو چھڑاتے ہوئے چیخ کر کہہ رہا تھا۔

''میں پارلر ہی جاتی...... اپائنٹمنٹ نہیں ملا...... میں جس سیلون میں جاتی ہوں وہاں دو تین دن پہلے اپائنٹمنٹ لینا ہوتا ہے...... جیلس انسان......'' فری نے اسی طرح بھڑک کر جواب دیا تھا۔

''میرے سامنے یہ ڈینگیں نہ مارا کرو...... مجھے فرق نہیں پڑتا۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا۔

شمسہ نے گویا سر پکڑ لیا تھا کیونکہ فری بال بنائے بغیر ہی واپس نیچے جا رہی تھی۔

☆☆☆

فری نے رائل بلیو لانگ ڈریس پہنا تھا ہلکی پھلکی میچنگ جیولری، پرس، شوز، ڈبلے میں کسی شوکیس میں سجی ''باربی ڈول'' کے مصداق نظر آ رہی تھی۔ عرشلہ نے کار میں بیٹھے، بیٹھے اسے گیٹ سے باہر آتے دیکھا...... ایک ہوک سی ان کے سینے سے اٹھی۔ انہوں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے زین کی طرف لاشعوری طور پر دیکھا تھا جو کار کی طرف بڑھتی ہوئی فری کو ہی دیکھ رہا تھا۔

''کتنی پیاری ہے یہ...... کاش اس گڑیا کو میں اپنے گھر میں سجا سکتی......''

''السلام علیکم آنٹی......!'' فری بیک ڈور کھول کر بیٹھ رہی تھی۔

''وعلیکم السلام......'' عرشلہ کو ہائے آنٹی کے بجائے السلام علیکم کہنا بہت اچھا لگا انہوں نے ذرا سا رخ موڑ کر محبت سے اپنا ہاتھ فری کی طرف بڑھا دیا۔ فری نے بڑی گرم جوشی سے عرشلہ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھام کر چوم لیا۔ اس ادا پر تو گویا عرشلہ، فری پر فدا ہی ہو گئیں۔

"God bless you darling" انہوں نے پُرمسرت لہجے میں ردعمل دیا۔

''زین تمہاری اتنی باتیں کرتا ہے کہ بتا نہیں سکتی...... حالانکہ اس کے فرینڈز کو دیکھ کر لگتا ہے کہ گروپ نہیں "Mob" ہے......'' عرشلہ اپنی بات پر خود ہی ہنس دی۔

''ایکچولی آنٹی...... ہر کسی کو زین کا فرینڈ بننا اچھا لگتا ہے۔ جو بھی اس کے سرکل میں داخل ہو جاتا ہے یہ اس کا بہت خیال رکھتا ہے...... کسی کی فیلنگز ہرٹ نہیں کرتا...... فرینڈ شپ سے زیادہ mother hood کی فیل آتی ہے۔'' فری تو اپنی بات پر کھلکھلائی تھی مگر عرشلہ کی ہنسی میں بھی بے ساختگی تھی۔

"So funny" عرشلہ نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پایا تھا۔

کار اب آگے بڑھ رہی تھی۔

''اس چھوٹی سی زندگی میں خوش ہونے کا کوئی موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے...... ان دس دنوں میں، میں نے کافی اسٹریس لیا ہے...... بس میرے بیٹے نے خود ہی پلان کر لیا کہ اپنی مام کو وقت دے، ریلیکس کرے...... تم نے

www.pklibrary.com

فروٹ ماسک دھوپ کے مضر اثرات ختم کردے گا

گرمی کو جھلسا دینے والا موسم، سورج کی تمازت، گرم ہوا، حبس زدہ ماحول سب ہی کو تھکا دیتا ہے۔ موسم کے اثرات جو نہ صرف محسوس کیے جاتے ہیں بلکہ چہرے پر نمودار بھی ہونے لگتے ہیں۔ تو جب چہرے کی جلد کملا جائے، روپ سروپ ماند پڑنے لگے، ایسے میں پریشان ہونے سے کام نہیں چلے گا۔

پھلوں کی لذت بھرے ذائقے سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ان سے تیار کردہ ماسک چہرے کی جلد کے لیے بہترین ٹانک بن سکتے ہیں۔

کیلا: کیلے کا استعمال ہر گھر میں عام ہے۔ کیلا چھیل کر ایک پیالی میں اچھی طرح کچل لیں پھر اس میں ایک چائے کا چمچ عرق گلاب اور چند قطرے لیموں کا رس ڈال کر پیسٹ بنالیں۔ چہرے گردن اور ہاتھوں پر اس آمیزے کو اچھی طرح لگائیں۔ چند رہ منٹ بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ کو دھولیں۔

خربوزہ: خربوزے میں فاسفورس، آئرن اور وٹامن سی پایا جاتا ہے۔ خربوزے کے بیج نکال کر اس کے گودے کو اچھی طرح میش کرلیں اور اس میں ایک چائے کا چمچ عرق گلاب ملا کر جلد پر لگالیں۔ چندرہ منٹ بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھولیں۔

تربوز: رسیلے تربوز میں وٹامن اے اور کیلشیم پایا جاتا ہے۔ اس کا گودا میش کرکے اس میں کھیرے کا رس ملائیں اور چہرے اور ہاتھوں پر لگالیں۔ پندرہ منٹ بعد دھولیں، دھوپ سے کملایا ہوا رنگ صاف ہوجائے گا اور نئے سیلز بننے لگیں گے۔

پپیتا: پپیتے میں وٹامن اے کی مقدار اس کی نارنجی رنگت کی بدولت پائی جاتی ہے۔ اس میں ایک papaint ای زائم پایا جاتا ہے، جو جلد کے سیلز کو بہتر بناتا ہے اور اس کا پیسٹ چہرے پر لگانے سے اچھا نتیجہ آتا ہے۔

مرسلہ: شاہانہ سلطان، کراچی

بالکل ٹھیک آبزرویشن دی واقعی اس میں مدر ٹچ بہت ہے...... میری ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو جاتا ہے...... بہت ہی حساس ہے اس دن تم نے کال بیک نہیں کی تو پتا ہے کیا ہوا......؟"

"ماما...... ماما...... پلیز...... نہ کریں......" زین نے اسٹیرنگ سے ہاتھ اٹھا کر علامتی طور پر عرشلہ کے منہ پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی۔

"اچھا چلو نہیں کرتی یہ والی بات...... کوئی اور بات کر لیتے ہیں۔" عرشلہ نے بہت محبت پاش نظروں سے زین کی طرف دیکھا۔

"آنٹی پلیز...... مجھے بھی بات سننی ہے...... بتائیں...... ہاں...... میں نے کال بیک نہیں کی تو اس نے کیا کیا......؟" فری بھی مزہ لے رہی تھی۔

"ابھی یہ ڈرائیو کر رہا ہے...... بعد میں بتاؤں گی......" عرشلہ نے بات بنائی۔

"بعد کبھی نہیں آتا...... آپ ابھی بتائیں......" فری کے اصرار میں بہت دباؤ تھا۔

"میں خود بتاؤں گا...... ماما سے مت سنو......"

"نہیں...... مجھے آنٹی سے سننا ہے...... تم مجھ سے جھوٹ بھی بول سکتے ہو......" چلتی کار میں اچھی خاصی ہلچل مچ گئی تھی۔

"نہیں نہیں...... نہیں......" اب زین نے جان بوجھ کر اسپیڈ بڑھا دی اور سیکنڈ میں کئی گاڑیوں کو اوور ٹیک کر گیا۔ فری کو خود بخود بریک لگ گئے۔

"اسپیڈ کم کرو زین...... تمہیں پتا ہے میں ساٹھ کی اسپیڈ سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی میرا بی پی شوٹ کر جاتا ہے۔" عرشلہ کے انداز میں بدحواسی تھی۔ زین فوراً اسپیڈ کم پر لے آیا۔

www.pklibrary.com

سائیکل معیشت کی دشمن

ایک ملٹی نیشنل بینک کے سی ای او نے معاشی ماہرین کو اس وقت سوچ میں ڈال دیا جب اس نے کہا کہ...... سائیکل ملکی معیشت کے لیے تباہی کا باعث ہے۔ اس لیے کہ سائیکل چلانے والا کار نہیں خریدتا، وہ کار خریدنے کے لیے قرض بھی نہیں لیتا۔ انشورنس نہیں کرواتا، پیٹرول بھی نہیں خریدتا۔ اپنی گاڑی سروس اور مرمت کے لیے نہیں بھیجتا، کار پارکنگ کی فیس ادا نہیں کرتا۔ وہ ٹول پلازوں پر ٹیکس بھی ادا نہیں کرتا۔

سائیکل چلانے کی وجہ سے صحت مند رہتا ہے موٹا نہیں ہوتا۔ صحت مند رہنے کے باعث وہ دوائیں نہیں خریدتا۔ اسپتالوں اور ڈاکٹروں کے پاس نہیں جاتا۔ حتیٰ کہ ملک کے جی ڈی پی میں کچھ بھی شامل نہیں کرتا۔

اس کے برعکس ہر نیا فاسٹ فوڈ آؤٹ لیٹ اپنے ملازمین کے علاوہ کم از کم 30 طرح کے لوگوں کے لیے روزگار کا سبب بنتا ہے۔ جن میں ڈاکٹر، امراض قلب کے ماہر، ماہر معدہ وجگر، ماہر ناک کان گلا، دندان ساز، کینسر اسپیشلسٹ، حکیم اور میڈیکل اسٹور مالکان وغیرہ شامل ہیں۔

چنانچہ یہ بات ثابت ہوئی کہ سائیکل معیشت کی دشمن ہے اور مضبوط معیشت کے لیے صحت مند افراد سخت نقصان دہ ہیں۔

نوٹ: پیدل چلنے والے معیشت کے لیے اور بھی خطرناک ہیں، کیونکہ وہ سائیکل بھی نہیں خریدتے۔

از: نادیہ، راولپنڈی

''تھینک گاڈ......'' عرشلہ نے سکون کی سانس لی۔

''آئی ایم سوری...... فری...... میں پریشان ہوں...... کچھ فوبیاز ہیں جن سے میں بہت ہی زیادہ مشکل اٹھا رہی ہوں......'' عرشلہ نے بھلے طریقے سے موضوع ہی پلٹ دیا تھا۔

''جب تمہیں پتا ہے کہ آنٹی ہائی اسپیڈ سے گھبراتی ہیں تو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔'' اب فری نے زین کی جھاڑ پونچھ شروع کردی۔

''سوری مام......'' زین نے گردن موڑ کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔

اور فری بھی اطمینان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی...... اور مرسڈیز کار کی اندرونی آرائش اور بناوٹ پر توجہ کرنے لگی...... بہت ہی ہلکی آواز کی موسیقی...... اور فرحت بخش خنکی ایک ایسی راحت محسوس ہورہی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ زندگی اسی سفر میں کٹ جائے...... اس پر مستزاد عرشلہ نے جو دنیا کا مہنگا ترین برانڈڈ پرفیوم استعمال کیا تھا اس کی مہک میں ایسا جادو تھا کہ ذہن عرشلہ سے ہٹ کر کسی اور طرف کا رخ ہی نہیں کررہا تھا۔

صراحی دار گردن میں چھوٹے سائز کی موتی سی سونے کی چین...... کانوں میں پانچ قیراط کے دمکتے ڈائمنڈ...... کلائی میں گولڈ پلیٹڈ رسٹ واچ...... فری، زین کی پشت پر بیٹھی عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اور مستقبل میں خود کو ایسا ہی کچھ فرض کررہی تھی۔

مرسڈیز کار، امیر ترین لائف پارٹنر...... اور ہنستی کھیلتی زندگی......

☆☆☆

''attitude کسی کا پبلکس کو ہی show کررہا ہوتا ہے...... ہم اپنی، اپنی جاب کرتے ہیں تو بہت سا وقت بچ

www.pklibrary.com

جاتا ہے......اس بچے ہوئے وقت میں ہم اپنا کوئی کارآمد کام کر سکتے ہیں......ریلیکس ہو سکتے ہیں......انرجی بچا سکتے ہیں۔"

داؤد علوی ہلکی سی تالی بجاتے ہوئے ڈرائنگ روم میں داخل ہوئے تھے۔ واصف کی بات ادھوری رہ گئی......اس نے ہاتھ میں پکڑی نوٹ بک میز پر الٹ کر رکھ دی اور اٹھ کھڑا ہوا......اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا......جو بہت محبت سے تھام لیا گیا......اور گرم جوشی سے دبایا گیا۔

"کسی زمانے میں تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ ہوتی تھی......آج کے سسٹم میں تعلیم تو ہے، پر تربیت گم ہو گئی ہے۔"

"بچے اپنی لیٹ ڈ دیتے ہی تربیت کی کمی کی وجہ سے ہیں......کیونکہ وہ خود کو نہیں پہچانتے......اپنی چھپی ہوئی خاص صلاحیت سے بے خبر ہوتے ہیں۔ حالانکہ ہر انسان کو اللہ نے کوئی نہ کوئی خاص صلاحیت دی ہوئی ہے۔ اس دنیا میں کتنے ہی اسپیشل لوگ ہیں جنھوں نے اپنی صلاحیتوں سے دنیا کو حیران کیا ہے۔ ہاکنز کی بایوگرافی پڑھنے والے کو حیران کر دیتی ہے۔ وہ شخص جو خود حرکت نہیں کر سکتا اس نے کیا کارنامے انجام دیے ہیں۔"

داؤد علوی واصف کے مقابل بیٹھ گئے اور مسکرا کر عالی شان اور عالی جاہ کی طرف دیکھنے لگے جو اچانک "مو" کی آمد سے بہت زیادہ محتاط ہو گئے تھے۔

"جی سر......ہر شخص زندہ رہنے کی ایک قیمت تو بہرحال "pay" کرتا ہے۔" واصف نے بہت اعتماد سے مسکرا کر داؤد علوی کی طرف دیکھا۔

اسی وقت ماحول میں ایک زوردار چھناکے کی آواز گونجی......جیسے کوئی بڑی شے فرش پر گر کر ٹوٹی ہو......فوراً ہی دوسرا چھناکا ہوا جیسے کوئی گلاس ٹوٹا ہو۔ داؤد علوی گھبرا کر اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

عالی شان اور عالی جاہ بھی شرمندہ، شرمندہ سے چوری، چوری ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے......واصف خود بھی برتن ٹوٹنے کی آوازیں سن کر اپنا کام بھول بیٹھا تھا۔ اور بے اختیار سوالیہ نظروں سے داؤد علوی کی طرف دیکھا تھا۔ مگر وہ نظر بچا کر باہر نکل گئے تھے۔

"سوری سر......وہ اماں کو کبھی، کبھی بہت زیادہ غصہ آ جاتا ہے......تو وہ کچھ نہ کچھ توڑ دیتی ہیں......آپ continue کریں......ہمیں تو عادت ہو گئی ہے۔" عالی جاہ کے انداز میں قدرے بیزاری تھی۔

"اماں......؟ یعنی......داؤد سر کی مسز......؟" واصف سنبھل نہیں پا رہا تھا۔

"جی سر......!" عالی شان بھی اپنا غصہ اور بیزاری چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بچوں سے سوال جواب کرتا، واصف کو معیوب سا لگا......وہ ویسے ہی شرمندہ نظر آ رہے تھے......شروع دنوں کے شرارتی بچوں کا تاثر زائل ہو چکا تھا......بیزاری، سنجیدگی، شرمندگی اور جانے کون، کون سے جذبات چہروں سے جھلک رہے تھے۔ سامنے پڑی دو کلو......کی اکاؤنٹس بک کو ہاتھ لگانا ایسا ہو گیا تھا جیسے پہاڑ اٹھانے کی ہمت جمع کر رہا ہو......اسے اندازہ تھا کہ اب داؤد علوی واپس ان کے پاس نہیں آئیں گے۔

☆☆☆

گھر میں ہو کا عالم طاری تھا......ثمینہ دواؤں کے زیرِ اثر زیادہ وقت غنودگی یا گہری نیند میں گزار رہی تھیں......ماریہ کئی مرتبہ جھانک کر جا چکی تھی۔ عرشلہ بتا کر گئی تھیں کہ انھیں چار سے پانچ گھنٹے لگ جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کافی دیر سے واپسی ہو کیونکہ زین کی دوست کو بھی ڈراپ کرنا ہے۔

عرشلہ کو گئے ہوئے ابھی صرف دو گھنٹے ہوئے تھے......وہ خاصی دیر گراؤنڈ فلور پر بے مقصد اِدھر اُدھر ٹہلتی رہی......سرونٹ کوارٹر میں اپنی سوئی ہوئی ماں کو بھی دیکھ کر آ گئی تھی......ماں کے حالات بھی ثمینہ سے مختلف نہ تھے۔ بے مقصد گھومتے، گھومتے وہ فرسٹ فلور پر آ گئی......زینہ چڑھتے ہی سامنے زین کا بیڈ روم تھا حالانکہ گراؤنڈ

www.pklibrary.com

فلور پر ثمینہ اور عرشلہ کے بیڈ روم کے علاوہ مزید تین بیڈ روم بھی تھے مگر جب سے وہ آئی تھی مقفل ہی دیکھے تھے۔

زین کے بیڈ روم کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا...... وہ چھت پر جانے کے خیال سے اوپر آئی تھی مگر چھت پر جانے کے لیے اسے زین کے کمرے کے سامنے سے گزر کر زینہ چڑھنا تھا۔

اس کی یونہی نظر پڑی تو وارڈ روب کے دو پٹ بھی کھلے ہوئے تھے۔ ماریہ کو ذرا حیرت نہ ہوئی کیونکہ اسے شروع ہی میں اندازہ ہو گیا تھا کہ زین حد درجہ بے پروا اور لاابالی ہے...... وہ بے سوچے کمرے میں داخل ہو گئی کہ کم از کم وارڈ روب کے پٹ تو بند کر دے...... اس نے تیسرے نمبر کا پٹ بند کیا چوتھے کو بند کرنے لگی تو شدید حیرت کا جھٹکا لگا سامنے میک اپ کا سامان اور رنگ برنگی چوڑیوں کا ڈھیر نظر آیا۔

''لڑکے کے روم میں ان چیزوں کا کیا کام......!'' فطری سوال ذہن میں ابھرا۔ ''اور یہ برانڈڈ لپ اسٹک'' اس نے لپ اسٹک اٹھا کر اس کا شیڈ چیک کیا۔ کمرے میں تیز خوشبوؤں کی لپٹیں ابھی تک باقی تھیں حالانکہ کمرا کھلا ہوا تھا...... میک اپ کا تقریباً مکمل سامان موجود تھا اور تمام لوازمات کے ساتھ حتیٰ کہ بالکل کونے میں اسے فیشل اسٹیمر بھی نظر آیا۔ ''یہ سب کچھ اس نے کس کے لیے رکھا ہوا ہے......؟ جبکہ ابھی تو un married ہے۔'' ماریہ کی حیرت کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ اسے نظر تو بہت کچھ آ رہا تھا مگر چھوتے ہوئے ڈر رہی تھی۔ لپ اسٹک رکھتے ہوئے الجھ رہی تھی مبادا غلط جگہ رکھ دے...... پھر آہستگی سے دونوں پٹ بند کر دیے...... اور باہر کی طرف قدم بڑھائے مگر فوراً ہی رک گئی۔ ''ہو سکتا ہے زین کو یاد آ جائے کہ وہ تو وارڈ روب کے ڈور کھلے چھوڑ گیا تھا تو پھر بند کس نے کیے؟'' وہ پلٹی اور دوبارہ پٹ کھول دیے...... یوں چوروں کی طرح دبے پاؤں باہر نکلی جیسے دیکھ لیے جانے کا خدشہ ہو۔

☆☆☆

''فری تکلف بالکل نہیں چلے گا...... کچھ اور منگوانا ہے تو بولو......'' عرشلہ نے فش کی ڈش سے ایک ٹکڑا فورک سے پھنساتے ہوئے فری کی طرف دیکھا...... جو پائن ایپل فریش جوس کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

''تھینکس آنٹی...... اتنا کچھ ہے...... میرا تو دیکھ کر پیٹ بھر گیا ہے۔''

''یعنی تم کھانے کے بجائے کھانے کا فوٹو دیکھ کر گزارہ کر سکتی ہو؟'' زین چکن اسٹک سے انصاف کرتے ہوئے برجستہ گویا ہوا۔

''اب ایسا بھی نہیں ہے...... میں نے اسٹک بھی لی ہے اور فش بھی...... بس میں اتنا ہی کھا سکتی ہوں...... کیونکہ مجھے کھانے کے بعد بہت ساری آئس کریم بھی کھانا ہوتی ہے۔ اس لیے گنجائش رکھتی ہوں......'' فری نے اپنے صاف گو انداز میں گویا اگلا مرحلہ بھی بتا دیا۔

''اتنی زیادہ آئس کریم کھاؤ گی تو موٹی ہو جاؤ گی...... آئس کریم میں بہت زیادہ کیلوریز ہوتی ہیں......'' زین نے چھیڑا۔

''بچپن سے کھا رہی ہوں ابھی تک تو موٹی نہیں ہوئی......'' فری نے جوس کا گلاس رکھتے ہوئے شانے اچکائے۔

''کچھ لوگ ہوتے ہیں...... وہ کبھی ویٹ گین نہیں کرتے...... جیسے کہ میں۔'' عرشلہ نے اپنی طرف اشارہ کیا۔

''میری مام کی تو کیا بات ہے...... بڑے آرام سے سیکنڈ میرج کر سکتی ہیں مگر نہیں کرتیں...... حالانکہ نانو کی دلی خواہش ہے۔'' زین بے پروا انداز میں خاص بات عام سے انداز میں کر رہا تھا۔

فری ہکا بکا ہو کر زین کی شکل تکنے لگی...... پھر جیسے آج اسے یقین ہو گیا کہ زین بیوقوفی کی حد تک سیدھا اور بھولا ہے۔

''ممی کی بات تو چھوڑو...... پہلی بھی انہوں نے کرائی تھی...... اور......'' عرشلہ کے سیل پر کال آ رہی تھی......

بات ادھوری رہ گئی۔

''اوہ..... ماریہ کی کال آ رہی ہے.....'' عرشلہ نے جلدی سے فورک پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔

زین نے بھی تشویش بھری نظروں سے عرشلہ کی طرف دیکھا جو کال لے چکی تھیں۔

''جی ماریہ.....؟''

دوسری طرف ماریہ بات کر رہی تھی عرشلہ کے تاثرات متغیر ہو رہے تھے۔

''اوکے..... اوکے..... بس ہم آ رہے ہیں..... تم پریشان مت ہونا..... میں اپنے فیملی فزیشن کو کال کر کے تمہارے پاس بھیجتی ہوں..... ڈونٹ وری.....'' عرشلہ گھبراہٹ کی وجہ سے کانپ رہی تھیں۔ ان کا دھیان اب ہر طرف سے ہٹ چکا تھا جبکہ فری اور زین پلکیں جھپکائے بغیر عرشلہ کو تک رہے تھے۔ عرشلہ اب اپنے فیملی فزیشن کو کال ملا رہی تھیں۔

☆☆☆

''مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے..... تم عرشی کو ہیلپ کرو..... میں نے کچھ سنا ہے..... وہ عرشی کو شوٹ کرنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ جاؤ..... عرشی کو بچاؤ..... وہ عرشی کی دولت کی خاطر اس کی جان لے سکتا ہے..... میں مسلسل اس کی آوازیں سن رہی ہوں..... درندوں کی طرح شاؤٹ کر رہا ہے۔'' ثمینہ نے چلانے کی کوشش کی تو کھانسی کا ٹھسکا لگ گیا۔

''میم..... آپ نے کوئی خواب دیکھا ہے..... عرشلہ میم تو زین کے ساتھ کام سے باہر گئی ہوئی ہیں، میں نے ان کو کال کی ہے..... بس وہ آنے والی ہیں.....'' چوئیشن ایسی تھی کہ اس وقت میڈیسن یا نرسنگ کی ضرورت نہیں تھی۔ ثمینہ گہری نیند سے جاگنے کے بعد اپنی بساط کے مطابق ماحول میں ہلچل مچا رہی تھیں..... روٹین کی میڈیسن تو ان کو دی جا چکی تھیں..... ماریہ بہترین ٹرینڈ نرس ہونے کے باوجود بے بسی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔

''ماریہ.....'' ثمینہ کی سانس پھول رہی تھی..... بمشکل آواز نکل رہی تھی۔

''یس میم.....!'' ماریہ ان پر جھک گئی۔

''یہ جو لڑکا ہمارے گھر میں رہتا ہے..... مجھے اس کے کیریکٹر پر شک ہے..... یہ لڑکا میری بیٹی کا دشمن ہے..... خیال رکھنا..... یہ لڑکا بھی میری بیٹی کی جان لے سکتا ہے..... مجھے اب یہ برداشت نہیں ہوتا.....''

ماریہ کے خاک پلے نہیں پڑا۔

''لڑکا.....؟ کون لڑکا.....؟'' اسے تو زین کے علاوہ کوئی لڑکا اس گھر میں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اور زین تو عرشلہ کا اپنا بیٹا ہے۔

''جی میم..... ڈونٹ وری..... میں عرشلہ میم کا بالکل خیال رکھوں گی.....'' ماریہ ایک ہوش مند نرس تھی وہ ممنی سوالات کر کے اپنے مریض کو مزید نڈھال نہیں کر سکتی تھی..... سو اس نے بحث سمیٹنے کی کوشش کی۔ اسی وقت ماریہ کا سیل فون بجا۔ وہ بجلی کی سی سرعت سے ٹیبل کی طرف گئی۔ جس پر اس کا فون رکھا تھا، دیکھا تو عرشلہ کی کال آ رہی تھی۔ اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

''ہیلو میم.....!''

''نقوی صاحب میرا مطلب ڈاکٹر مظہر نقوی آدھے گھنٹے میں پہنچ جائیں گے۔ وہ ابھی اسپتال سے نکل رہے ہیں..... ہم بھی راستے میں ہیں..... اس لیے پریشان مت ہونا.....''

ائرپیس سے عرشلہ کی آواز مرتعش ہو رہی تھی..... ثمینہ بھی چونک کر دیکھ رہی تھیں..... اور کان لگا رہی تھیں کہ شاید کچھ انہیں سنائی دے جائے۔

www.pklibrary.com

''او کے میم...... لیکن میرا خیال ہے آپ ڈاکٹر کو نہ بھیجیں...... کیونکہ میم کانشس تو ہیں...... لگتا ہے کوئی خواب دیکھ کر ڈر گئی ہیں...... تھوڑی سی ہائیپر بھی ہو رہی ہیں...... آپ فکر نہ کریں...... بس گھر آجائیں۔'' ماریہ نے کچھ اور بھی کہنا چاہا مگر رابطہ منقطع ہو گیا...... اس نے سیل فون رکھ دیا اور پھر ثمینہ کے قریب آ گئی۔

''عرشلہ میم کا فون تھا بس پہنچنے والی ہیں...... آپ ریلیکس کریں......'' ماریہ نے پیشہ ورانہ انداز میں تسلی دی۔

''اسی لڑکے کے ساتھ گئی ہو گی ناں......؟'' ثمینہ کے انداز میں خفگی تھی۔

''لڑکے......؟'' ماریہ کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ثمینہ اپنے نواسے کا نام کیوں نہیں لے رہیں...... ''لڑکا، لڑکا'' کیوں بولے جا رہی ہیں؟

☆☆☆

''اچھا خاصا ٹائم ہو رہا ہے...... فون کر کے پتا کرو فری کب تک آ رہی ہے؟'' سالار صاحب اپنے معمول کے مطابق شاور لینے کے بعد سونے کی تیاری کر رہے تھے۔

''جی...... میں اسے ہی ملا رہی ہوں......'' سارہ اپنی طرف سے رابطے کا آغاز کر چکی تھیں...... انہیں سالار صاحب سے دس گنا زیادہ فکر تھی۔ انہوں نے فری کا نمبر ڈائل کیا تو کال فوراً اٹینڈ ہو گئی۔

''فری اور کتنا ٹائم لگے گا بیٹا......؟'' ہیلو سنتے ہی سارہ شروع ہو گئیں۔

''ماما...... سوری...... ابھی تھوڑا ٹائم اور لگ جائے گا...... زین کی نانو کی ایک دم سے طبیعت خراب ہو گئی ہے...... اب ہم ڈائریکٹ زین کے گھر جا رہے ہیں۔ زین پہلے اپنی مام کو ڈراپ کرے گا اس کے بعد مجھے...... آپ پریشان نہ ہوں سو جائیں...... میں ایک گھنٹے کے اندر اندر گھر پہنچ جاؤں گی۔''

''بیٹا...... ایک گھنٹا تو بہت ہوتا ہے...... ابھی دیکھو کیا ٹائم ہو رہا ہے۔'' سارہ حد درجہ کوفت میں مبتلا ہو گئی تھیں...... اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا۔

''ماما اس ایمرجنسی سچویشن میں زین کو کیسے بولوں کہ وہ پہلے مجھے ڈراپ کرے......؟'' فوراً ہی واٹس ایپ میسج آ گیا تھا۔

سارہ سمجھ گئیں کہ شاید زین کی مام کی موجودگی میں وہ بات نہیں کر پائی اس لیے رابطہ منقطع کر کے میسج ٹائپ کر دیا...... جو کہ انگلش میں تھا...... کیونکہ پریکٹس ہی انگلش کی تھی۔

سالار صاحب بیڈ پر دراز ہو چکے تھے مگر نظریں سارہ پر تھیں۔

''ایک گھنٹے کی بات کر رہی ہے...... وہ ڈنر پر گئی ہے یا شادی کے ڈنر پر جہاں مہمانوں کے جمع ہونے کے انتظار میں مہمانوں کا صبر آزمایا جاتا ہے۔'' سالار صاحب کے لہجے میں کوفت و جھنجلاہٹ کا ملا جلا تاثر تھا۔

''آپ بھی ایک دن بیٹی کی شادی کریں گے...... دیکھتے ہیں آپ کس ٹائم مہمانوں کو کھانا کھلائیں گے۔'' سارہ کا انداز پُرسکون تھا...... فری کے میسج کے بعد حجت تمام ہو گئی تھی۔ سیدھی سی بات تھی کہ کسی کے گھر میں اس طرح کی ایمرجنسی ہو جائے تو ترجیح مریض کو ہی دی جاتی ہے اور خدانخواستہ ایسا کسی کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔

''زین کی نانو کا آپریشن ہوا ہے...... گھر شفٹ ہو چکی ہیں مگر فری کہہ رہی ہے کہ ان کی طبیعت اچانک خراب ہو گئی ہے اس لیے زین پہلے ماں کو گھر ڈراپ کرے گا پھر فری کو......'' سارہ نے مکمل آگاہی دی تاکہ سالار صاحب سکون سے سو جائیں...... انہیں تو بہر حال بیٹی کی راہ دیکھنا ہی تھی۔

''اتنا سیریس پیشنٹ گھر پر ہے تو آؤٹ ڈور پروگرام بنانے کی ضرورت ہی کیا تھی...... عجیب لوگ ہیں...... بچے تو بچے ہیں...... ماں کو تو سوچنا چاہیے تھا۔'' سالار صاحب نے بڑبڑاتے ہوئے کروٹ لی۔

سارہ کے پاس بات بڑھانے کا کوئی جواز نہیں تھا...... انہوں نے AC کی طرف دیکھ کر اندازہ کیا کہ ڈگری مناسب ہے یا کم زیادہ کرنے کی ضرورت ہے؟ پھر چپ چاپ دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

عرشلہ کو ڈراپ کر کے زین نے کار کا رخ موڑا اور انجن بند کر کے اپنے بالوں سے پونی کھینچ کر بال درست کرنے لگا۔

''افوہ...... بعد میں ہیئر اسٹائل بنالینا...... میری ماما میرا ویٹ کر رہی ہیں، فضول میں جاگ رہی ہیں۔''

''تم انہیں میسج کر دو کہ ہم راستے میں ہیں...... وہ آرام سے سو جائیں...... گیٹ تو واچ مین کھولے گا...... ماما نے تو نہیں کھولنا۔'' زین کھلے بالوں کو دائیں بائیں جھٹک رہا تھا۔

''زین کے بچے کار اسٹارٹ کرو تو میں میسج کروں گی...... پتا نہیں تم اپنے بالوں کو کتنا ٹائم دو گے...... پلیز زین جلدی کرو......''

زین نے پونی بنا کر مسکرا کر فری کی طرف دیکھا۔

''نانو نے تو سارا مزہ ہی خراب کر دیا...... اللہ نے ہمیں پیاری سی نانو دی ہی اسی لیے ہیں کہ وہ ہمارے مزے خراب کرتی رہیں...... مزے سے۔'' یہ کہہ کر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور کار کو خاموش روڈ پر دوڑا کر اسپیڈ دی۔

''ماما کو میسج کرو ہم 120 کی اسپیڈ سے آرہے ہیں......'' اس نے شریر نظروں سے فری کی طرف دیکھا۔

فری نے فوراً اپنے کانوں کی لوؤں کو چھوا۔

''توبہ، توبہ...... میں اپنی ماما کو تھرلنگ میسج نہیں کر سکتی......''

''تمہیں مسئلہ کیا ہے...... یہ 5kg کا شولڈر بیگ گود میں لیے بیٹھی ہو...... پیچھے رکھو...... لیدر کی تو اپنی heat ہوتی ہے...... silly......'' اس سے پہلے کہ فری سنبھل کر کوئی ردعمل دیتی زین نے بیگ اٹھا کر بیک سیٹ پر پھینکنے کے انداز میں رکھ دیا۔

فری نے ایک خاص ادا سے زین کی طرف دیکھا۔

''کتنا خیال ہے تمہیں میری گرمی، سردی کا...... نانو کی کوئی فکر نہیں ہے...... آنٹی کی بھی فکر نہیں ہے جو اس وقت نانو کی وجہ سے کتنی پریشان ہوں گی اور تمہارا ویٹ کریں گی...... تمہیں تو مجھ سے جلدی میں ہونا چاہیے...... بڑے آرام سے ہیئر اسٹائل بن رہا ہے...... جیسے کہیں ڈیٹ پر جا رہے ہو......'' زین نے کچھ ایسا کیا تھا کہ کار کو زور سے جھٹکا لگا تھا...... اس نے اسٹیئرنگ کنٹرول کرتے ہوئے لڑکیوں کی طرح شرما کر بڑی ادا سے فری کی طرف دیکھا تھا۔

''let,s see کب کوئی ہمیں اس قابل سمجھتا ہے۔'' فری کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی اسے زین کی طرف سے کبھی کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا تھا...... اس کے اندر حد درجہ مامتا کی سی شفقت محسوس ہوتی تھی۔ بے اندازہ نرم دل تھا۔

اس زین کے فقرے کو قطعی درخور اعتنا نہ جانا...... کیونکہ بہت زیادہ لیٹ ہونے کی وجہ سے وہ پل، پل گن رہی تھی۔

☆☆☆

''مجھے پتا ہے میرا بیٹا ناکردہ جرم کی آگ میں جل رہا ہے...... بددیانتی کا الزام اسے بھول ہی نہیں سکتا...... اس نے کبھی بغیر اجازت ماموں کے گھر میں پانی بھی نہیں پیا ہوگا...... اصل میں زیادتی اب میں کر رہی ہوں......''

جب سے واصف کی بے گناہی کے ثبوت سامنے آئے تھے شمسہ دن رات ایک ذہنی عذاب سے گزر رہی

www.pklibrary.com

تھیں...... واصف کے متوقع ردِعمل سے خوف طاری ہو جاتا تھا۔ مگر آج انہوں نے تہیہ کر لیا تھا کہ جو مرضی ہو وہ واصف کو ضرور بتائیں گی کہ ’’اللہ کا شکر ادا کرو...... اللہ نے غیب سے تمہاری مدد کی ہے۔‘‘

وہ کئی چکر لگا چکی تھیں مگر وہ اپنی پڑھائی میں اتنا منہمک ملا کر اس کا ذہن اِدھر اُدھر کرنا غیر مناسب لگا۔

اب واش روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو انہوں نے سکون کی سانس لی اور اس مہلت کو غنیمت جانا۔

پانچ منٹ بعد وہ بھیگے ہاتھ منہ کے ساتھ باہر آیا تو شمسہ کو منتظر پایا۔

’’خیریت ہے ناں ماں...... کسی خوشخبری کے لیے میرا انتظار ہو رہا ہے۔‘‘ شمسہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور مسکرائیں۔

’’خوشخبری ہی ہے بلکہ بہت بڑی خوشخبری......‘‘ شمسہ بظاہر مسکرا رہی تھیں مگر دل میں دھکڑ پھکڑ بھی چل رہی تھی۔

’’ایک تو خوش خبری ملتی نہیں ہے اب ملی ہے تو اتنا نہ آزمائیں......‘‘ واصف نے ہاتھ بڑھا کر رائٹنگ ٹیبل کے ساتھ لگی چیئر پر پڑا تولیا کھینچا۔

’’وہ جیب کترے پکڑے گئے ہیں...... تمہارے کارڈز وغیرہ کا بھی پتا چل گیا کہ وہ کہاں پھینکے گئے تھے...... ایک کارڈ ملا تھا اسی کی وجہ سے پولیس نے بھائی سے کانٹیکٹ کیا تھا...... بھائی کہہ رہے تھے کہ کارروائی شروع ہو چکی ہے۔ پولیس پیسے بھی برآمد کرائے گی...... یہ تو بھائی جس پوزیشن میں ہیں اس وجہ سے ہو گیا۔ ورنہ عام انسان کو......‘‘

’’بس...... بس...... بس ماں...... بس کریں مجھے اپنے بھائی کی پوزیشن نہ بتائیں۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہوا کہ سچائی سامنے آ گئی۔‘‘ واصف کا لہجہ عجیب سا تھا۔ جو نا قابلِ فہم تھا...... چہرہ بالکل سپاٹ، تولیا اس کے ہاتھ سے فرش پر گر گیا تھا...... وہ پلکیں جھپکائے بغیر دیوار کو گھور رہا تھا۔

ستمبر 2023ء سرگزشت کا ایک اور اہم خاص نمبر

مجنون نمبر

اگلا شمارہ
خاص شمارہ

مشہور و معروف قلمکاروں، اہم شخصیات کی داستانیں جو پاگل پن کا شکار ہوئے

یہ شمارہ مجلد کرا کر محفوظ رکھنے پر آپ مجبور ہو جائیں گے

ہر تحریر خاص تحریر

ابھی نزدیکی بک اسٹال پر شمارہ مختص کرا لیں

www.pklibrary.com

''تمہیں تو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے......'' شمسہ کی جان میں جان آئی تھی۔

''اللہ...... تیرا شکر ہے...... مگر سالار صاحب...... آپ سالار ہیں، میں آپ کو پہ سالار بن کر پوچھوں گا...... میں مر کر بھی یہ بے عزتی نہیں بھول سکتا۔'' اس نے جھک کر تولیا اٹھایا اور بیڈ پر پھینک دیا...... سرد و سپاٹ لہجہ جس کے باعث سرد ی شمسہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کرنے لگی۔

''بری بات ہے بیٹا...... بغض و کینہ پالتے ہیں تو بیمار پڑ جاتے ہیں...... یہ تو تمہارے ماموں کا احسان ہے کہ بتا دیا...... اگر نہ بتاتے تو ہم کیا کر لیتے؟''

''جبکہ ان کو اچھی طرح پتا تھا کہ میں ایسا نہیں ہوں......'' وہ رکا اور شمسہ کو غور سے دیکھا۔

''آپ کو مامی نے بتایا ہوگا ناں......؟'' اس نے ان کی بات کاٹ دی تھی۔

''ہاں، بھابی ہی یہ خوشخبری سنانے آئی تھیں......'' شمسہ نے سادگی سے جواب دیا۔

''اور مامی کو پتا چل جانے کے بعد ماموں یہ خبر چھپا بھی نہیں سکتے تھے۔ خبر بن کر مامی نے کہا ہوگا کہ میں شمسہ کو بتاتی ہوں...... اور ماموں ان کو روک نہیں سکتے تھے...... بندہ بیوی کی نظروں میں ''نہان'' بننا چاہتا ہے۔ میں گارنٹی سے کہتا ہوں کہ اگر مامی کو یہ خبر پتا نہ چلتی تو آپ کے بھائی صاحب کی ہوا بھی نہ لگتے......'' واصف نے بہت اعتماد سے کہا اور آگے بڑھ کر اپنے بالوں پر برش چلانے لگا۔

''اتنی بدگمانی بھی اچھی نہیں ہوتی...... کزن نہیں ہے...... سگا بھائی ہے میرا...... بھول جاؤ بیٹا...... کچھ برا ہوا تھا...... اللہ نے اچھا کر دیا۔''

''مجھے مفت کے مشوروں کی ضرورت نہیں ہے ماں...... ایک سوال کا جواب تو دیں......'' وہ بولتے بولتے رکا۔

شمسہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھنے پر اکتفا کیا۔

''آپ سچ، سچ بتائیں ماں...... آپ کتنا بھول چکی ہیں......؟''

شمسہ نے پہلے نظر چرائی پھر سر جھکا لیا۔

''میں کچھ نہیں بھولوں گا...... سگے بھائی کے گھر میں میری ماں کیسے رہتی ہے؟ آخری سانس تک یاد رکھا جائے گا...... ماں...... جو عدالت عرش والے نے لگائی تھی وہ فرش والے لگا کر بیٹھ گئے ہیں۔'' وہ اب بیڈ پر گرنے کے انداز میں آڑا ترچھا لیٹ گیا۔ گویا خاموشی کی زبان میں کہہ رہا تھا کہ اب آپ لائٹ آف کر دیں اور آرام فرمائیں۔ شمسہ ایسی لاجواب نظر آئیں کہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا دوبھر لگا۔

☆☆☆

''تم اترو...... میں تمہارا بیگ دیتا ہوں...... کار گیٹ کے سامنے کھڑی کرتے ہوئے زین نے فری سے کہا اور آٹومیٹک لاک کھلنے کی آواز ماحول میں گونجی...... ساتھ ہی زین نے ہارن دیا تھا۔

فری عجلت کے انداز میں اپنی طرف کا ڈور کھول کر اتر گئی تھی۔ زین نے پچھلی سیٹ سے فری کا بیگ اٹھایا اور اپنی طرف کی ونڈو نیچے کر کے منتظر کھڑی فری کو پکڑا دیا فری اس سے بیگ لیتے ہی الوداعی انداز میں انگلیوں کو حرکت دیتے ہوئے کھلے گیٹ کی طرف تقریباً بھاگ گئی...... زین نے شیشہ اوپر کیا اور کار ریورس کی۔

☆☆☆

واصف ہارن کی آواز سن کر لاؤنج سے سرعت سے نکل کر ٹیرس پر آیا تھا۔ اور رات گئے فری کو ایک بلیک لگژری کار سے اترتا دیکھ کر سناٹے میں رہ گیا تھا۔ اس نے ونڈو کا شیشہ نیچے ہونے اور بیگ پکڑنے کا منظر بہت توجہ سے دیکھا تھا گیٹ پر روشن لیمپ کی روشنی میں زین کا چہرہ بھی قدرے نمایاں ہوا تھا۔

www.pklibrary.com

''کیا ہوگیا ہے ماموں کو......؟ کہاں لے جا رہے ہیں بچی کو......رات کا ایک بج چکا ہے......خود لمبی تان کر سو چکے ہوں گے......کیا مامی بھی بدتمیز بیٹی کے سامنے ہتھیار ڈال چکی ہیں......؟ خود غلطیاں کرتے ہیں سزائیں بیٹیوں کو ملتی ہیں۔ ماڈرن اور ایلیٹ کہلانے کے شوق میں آنکھیں بند کر کے دوڑنا شروع کر دیتے ہیں......اتنی سی بات سمجھ نہیں آتی۔ عورت غریب ہو یا کوئین......بس عورت ہوتی ہے......فطرت سے جنگ کسی کو راس نہیں آتی......'' اس کے دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے۔

''میں مامی سے ضرور بات کروں گا......''

دو گھنٹے قبل اس کا لڑکھڑاتا ہوا اعتماد اب نئے سرے سے بحال ہو کر مضبوطی سے جم کر کھڑا تھا......اب وہ ملزم تھا نہ مجرم......

☆☆☆

فری اتنا زیادہ تھک چکی تھی کہ اس نے لاؤنج میں منتظر بیٹھی ماں کو بھی صاف کہہ دیا تھا۔

''ماما......میں آ گئی ہوں......ابھی مجھ سے کوئی بات نہ کریں......جو بات بھی کرنی ہے صبح کر لیں......میرے nervs اکڑ رہے ہیں میں بہت تھک گئی ہوں......''

درحقیقت مسلسل بیٹھے بیٹھے اس کی بری حالت ہو گئی تھی اس نے لباس بھی تبدیل نہیں کیا اور AC چلا کر بیڈ پر اوندھی گر گئی تھی......گویا جس کروٹ لیٹی تھی اسی کروٹ نیند ٹوٹی تھی۔

نیند کی دھند صاف ہوتے ہی سب سے پہلے اس نے اپنے حال پر توجہ کی۔

''اوہ......اچھا......میں آتے ہی سو گئی تھی......'' واپسی کے بعد کا منظر آنکھوں کے سامنے دھندلانے لگا......فوراً کے فوراً کچھ ٹھیک سے یاد نہ آیا......اور وہ جو آج کے عہد کے انسان کی عادتِ ثانیہ بن چکی ہے کہ آنکھ کھلتے ہی سیل فون اٹھا کر وقت دیکھنا پھر میسج وغیرہ چیک کرنا......فری نے بھی حسبِ عادت اِدھر اُدھر ہاتھ مار کر اپنا عزیز از جان قیمتی سیل تلاش کیا۔ دستیاب نہ ہونے کی صورت میں معاً اس کے ذہن میں خیال آیا کہ شاید فون تو اس نے بیگ سے نکالا ہی نہیں تھا......بیگ بھی بیڈ کے ایک طرف پڑا تھا اس نے لیٹے، لیٹے آگے کھسک کر ہاتھ بڑھا کر بیگ اپنی طرف کھینچا......اور سیل فون نکالنے کے لیے بیگ میں ہاتھ چلایا......مگر سیل فون ہاتھ نہ آیا اب وہ اٹھ کر بیٹھ گئی......اور عجلت کے انداز میں بیگ الٹا دیا۔ بیگ میں موجود سب چیزیں سامنے تھیں مگر سیل فون نہیں تھا۔

اب تو فری کی بیٹری ایسی چارج ہوئی کہ چودہ طبق روشن ہو گئے۔ اس نے بیڈ سے اتر کر کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی......سیل فون کمرے میں ہوتا تو نظر آتا۔

اس کے کمرے میں لینڈ لائن فون کا ایکس ٹینشن نہیں تھا۔ اپنے فون پر رنگ دینے کے لیے اسے لاؤنج میں جانا تھا......وہاں سارہ سے سامنا ہو سکتا تھا۔ اور فی الحال وہ ان کو یہ سب بتانا نہیں چاہ رہی تھی کیونکہ ابھی اسے امید تھی کہ مل ہی جائے گا......گھر میں نہیں ہے تو زین کی کار میں گر گیا ہوگا......وہ ننگے پاؤں لاؤنج میں آئی اور محتاط انداز میں اِدھر، اُدھر دیکھا۔ سامنے ہی کارڈلیس لگا ہوا تھا اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف ریکارڈنگ شروع ہو گئی۔

the number you 've, dialed is powered off pleass try later

(آپ کا مطلوبہ نمبر اس وقت بند ہے برائے مہربانی تھوڑی دیر بعد کوشش کیجیے......)

فری کو ایک زوردار جھٹکا لگا تھا۔ وہ جدید ترین مہنگا فون جس کی بیٹری چارج ہونے کے بعد کئی دن چل سکتی

www.pklibrary.com

تھی...... گھر سے نکلتے ہوئے اس نے چیک کیا تھا...... بیٹری فل تھی۔

وہ تو چند ثانیے سکتے کی کیفیت میں بیٹھی رہ گئی تھی...... مگر ذہن کسی بڑے حادثے کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ ''شاید میں نے کوئی digit غلط پریس کیا ہو......'' اس نے خود کو تسلی دی اور اب بہت سکون اور احتیاط سے دوبارہ اپنا نمبر ڈائل کیا...... مگر نتیجہ وہی تھا جو سابقہ تھا۔

''اوئو......'' وہ گویا دل پکڑ کر بیٹھ گئی۔ سارہ لان کی طرف سے اندر آ رہی تھیں...... ان کی سیدھی نظر فری پر پڑی تھی۔ فری کی کیفیت ہی چونکانے کے لیے کافی تھی...... وہ خود اپنے تئیں ڈر گئیں۔

''کیا ہوا فری......؟ کس کا فون تھا؟'' حالانکہ لان میں بھی فون کی گھنٹی سنائی دیتی تھی اور انہوں نے کوئی آواز نہیں سنی تھی...... لیکن فری جس انداز میں بیٹھی تھی یہی مغالطہ ہوتا تھا کہ اس نے کوئی کال وصول کی ہے۔

''کچھ نہیں ماما...... کسی کی کال نہیں تھی...... میں اپنے نمبر پر کال کر رہی تھی......'' فری کی فطرت میں بات گھما کر کرنے کا عنصر ہی ودیعت نہیں ہوا تھا۔ اور حادثہ...... ''اتنا بڑا تھا کہ ماں سے چھپایا ہی نہیں جا سکتا تھا۔

''کیا مطلب...... اپنے نمبر پر کال کر رہی تھیں......؟'' واقعتاً سارہ کے خاک پلے نہیں پڑا...... کیونکہ ذہن کسی خبر کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا۔

''شاید زین کی کار میں گر گیا ہوگا...... بیگ ٹھیک سے زپ اَپ نہیں تھا۔'' فری، سارہ کو نہیں گویا خود کو تسلی دے رہی تھی۔

''تو زین کو فون کر کے پتا کرو...... اس کے گھر کے اندر بھی گئی تھیں......؟ گھر میں نوکر بھی ہوں گے اور تم ایک نمبر کی بے پروا......'' سارہ کو مختلف اندیشے ستانے لگے...... وہ غور سے فری کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

''ماما میں اس کے گھر کے اندر گئی ہی نہیں...... اس نے پہلے اپنی مام کو ڈراپ کیا پھر بعد میں مجھے۔''

لمحوں میں فری نچڑ کر رہ گئی تھی۔

''میں زین کو فون کر کے پتا کرتی ہوں......'' وہ فوراً ہی پُرجوش نظر آئی۔ امید کو اس نے دبوچ کر پکڑا ہوا تھا...... مگر ایک دم ڈھیلی پڑ گئی۔

''مجھے تو اس کا نمبر زبانی یاد ہی نہیں......'' وہ رونے والی ہو رہی تھی۔

''یہ حال ہے آج کل کے بچوں کا......'' سارہ نے دانت پیسے۔

''اسلم (ڈرائیور) سودا لے کر آ رہا ہے...... اس کے ساتھ جا کر زین کی کار میں چیک کرو...... لیکن ٹھیک سے یاد کرو تم ریسٹورنٹ کی ٹیبل پر بھی چھوڑ کر آ سکتی ہو......''

''ماما ریسٹورنٹ میں یوز نہیں کیا تھا...... آپ کی کال اور میسج میں نے راستے ہی میں ریسیو کیے تھے......'' وہ اس وقت کوئی چھوٹی سی سہمی ہوئی بچی نظر آ رہی تھی۔

''ہاں تو ٹھیک ہے...... اسلم کے ساتھ جا کر چیک کرو...... ہو سکتا ہے زین کی نظر ہی نہ پڑی ہو ورنہ وہ خود فون کرتے......''

''ماما...... کیا ہو گیا ہے آپ کو جب میرے پاس فون ہی نہیں تو وہ مجھے کیسے کانٹیکٹ کرتا...... وہ تو ابھی پڑا سو رہا ہوگا...... دیر سے ہی اٹھتا ہے۔''

سارہ کو احساس ہوا کہ وہ فری سے زیادہ بدحواس ہو رہی ہیں، فری ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے...... بات سیل فون کی ہی نہیں تھی وہ کسی کا دیا ہوا قیمتی تحفہ تھا اسی وقت باہر گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا۔ غالباً اسلم آ گیا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group ❤❤

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ”دُکھ بدن“ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو — دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں — چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر — بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے — کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو دردوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

قسط 7

کمرے میں ہلکا، ہلکا میوزک سنائی دے رہا تھا۔ زین اپنے نرم ریشمی بال بکھرائے ڈانس کر رہا تھا، انداز نسوانی تھا یعنی کندھے جھٹکتا ہے تو کبھی وجد کے انداز میں بال دائیں بائیں لہراتا، کبھی کولہے مٹکاتا ہے۔ اسی وقت اس کے سیل فون پر اس کے کلاس فیلو معیز کی فوٹو بلنک ہوئی۔ ساتھ ہی فون کی بیل بھی سنائی دی۔

زین نے رک کر ہانپتے ہوئے بڑی بیزار کن نگاہ سیل فون پر ڈالی مگر معیز کی فوٹو پر نظر پڑتے ہی یک دم پُرجوش

نظر آنے لگا اور فون ریسیو کر کے بڑی ادا سے بولا۔
''ہیلو...... کیسے ہو سوئٹ ہارٹ......؟''
''کامریڈ آج پھر چھٹی......؟ are you ok'' دوسری طرف سے معیز اس کی خیریت جاننا چاہتا تھا۔
"I am so fine so happy , absolutly in peace" زین نے لہرا کر بکھرے بال جھٹکے اور چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔
''پھر absent کیوں؟'' معیز حیران تھا۔
''دل نہیں چاہ رہا تھا...... میں خوش ہوں ٹیچرز بور کر دیتے......'' زین نے منہ بنا کر جواب دیا۔
''اتنا زیادہ خوش......؟ کوئی خاص وجہ؟''
''بس میرا دل چاہ رہا ہے خوش ہونے کو...... میرا دل...... میری مرضی......'' زین نے الھڑ دوشیزہ کی طرح اٹھلا کر کہا۔
''تمہیں ٹریٹ منٹ کی ضرورت ہے...... معاملہ ایکسٹریم پر ہے۔'' معیز نے یہ کہہ کر اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔
''ہونہہ...... جیلس......'' زین نے سیل پھینکنے کے انداز میں بیڈ پر ڈال دیا۔
''ظالم guyes اُف...... کسی کی خوشی پر جل، جل کر مر جاتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا اور بلیوٹوتھ اسپیکر ہاتھ میں اٹھا کر سوچ میں پڑ گیا جیسے فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ ڈانس پھر سے شروع کرے یا ملتوی کر دے۔

☆☆☆

عرشلہ ٹھیک سے سو نہیں پائی تھیں رات گھر پہنچ کر ثمینہ سے ملنے کے بعد وہ بہت زیادہ پریشان ہو گئیں، ثمینہ ہوش و حواس میں نظر آئیں تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔ مگر ثمینہ ان سے سخت خفا تھیں کہ وہ انہیں نرس کے حوالے کر کے سیر سپاٹے کرتی پھر رہی ہیں، عرشلہ نے بہت کچھ کہنے کی وضاحت و صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی مگر انہوں نے کوئی بات سنے بغیر ہلکی، پھلکی رضائی میں چہرہ چھپا لیا اور اس سے عرشلہ نے ان کی شدید ناراضی کا اندازہ کر لیا۔ اب الجھن میں بیٹھی تھیں کہ دن چڑھ گیا ہے اور پھر ممی کو face کرنا ہے۔ اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے گھبراہٹ میں ریسیور اٹھایا تھا، دوسری طرف گارڈ تھا۔
''بیگم صاحب...... مہمان آیا ہے......'' بلوچ گارڈ نے اپنے مخصوص لہجے میں مطلع کیا۔
مہمان......؟'' عرشلہ نے چونک کر وال کلاک کی طرف دیکھا۔
''کون ہے...... جس کو مہمان بننے کی اس قدر جلدی تھی......'' انہیں حیرت ہوئی۔
''کون ہے؟ نام پوچھا؟'' عرشلہ متذبذب تھیں۔ ٹوٹو کسی بھی وقت نازل ہو سکتی تھی مگر گارڈ ٹوٹو کو بہت اچھی طرح جانتا، پہچانتا تھا۔
''کوئی مس صاحب ہے...... اپنا نام پاریشہ (فریشہ) بولتا اے......''
''پاریشہ؟'' بالکل، قطعی اجنبی نام جو وہ پہلی بار سن رہی تھی۔
''جی میم صاحب...... زین صاحب کا ہم جماعت ہے...... اور کالج میں پڑھائی کرتا اے...... ابھی مین گیٹ کھولوں؟''
''اوہ...... زین کی کوئی کلاس فیلو ہے......'' عرشلہ نے اب سکون کی سانس لی۔
''زین کی گاڑی کھڑی ہے؟'' عرشلہ کو اندازہ تو تھا کہ آج زین نے چھٹی ضرور کی ہو گی...... نازک مزاج لڑکے نے کل لگ بھگ 100 کلو میٹر سے زیادہ تو ڈرائیو کی تھی۔

''جی بیگم صاحب......''

''اچھا ٹھیک ہے...... مہمان کو اندر بھیج دو...... میں زین کو فون کر کے بتاتی ہوں۔'' عرشلہ، زین کا نمبر ملانے لگیں۔

☆☆☆

فری اندر داخل ہوئی...... محل کے انداز کی تعمیر کا شاہکار گھر...... بلند چھت کے نیچے سب کچھ...... گراؤنڈ فلور، فرسٹ فلور، ٹیرس، بالکونیاں، وسیع رقبے پر پھیلا ہوا گھر...... جس کے دو اطراف سرسبز لان تھا...... زین نے اپنی کوئی پارٹی گھر پر نہیں رکھی تھی' وہ گروپ میں سب سے زیادہ ٹریٹ دیتا تھا مگر ہمیشہ گھر سے باہر...... رات بھی اس نے گھر باہر ہی سے دیکھا تھا جبکہ رات بھی گہری تھی۔

وہ آہستہ، آہستہ خود ہی اندازہ لگا کر آگے بڑھتی جا رہی تھی، کوئی ملازم بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایک عجیب سا خوف اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرسرانے لگا۔ وہ سرخ بجری کی روش طے کرتی ہوئی آگے بڑھی تو بڑا سا پرشکوہ داخلی دروازہ سامنے تھا جس کے دو چوڑے پٹ تھے، لکڑی پر دیدہ زیب نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور دونوں پٹوں پر پیتل کے دو ہینڈلز دل کی شکل میں نصب تھے بوقتِ ضرورانہیں اپنی انگلیوں سے پکڑ کر کھڑکایا بھی جا سکتا تھا یعنی دستک دی جا سکتی تھی۔ اسے اپنے سیدھے ہاتھ پر کال بیل اور انٹر کام بھی نظر آ گیا اس نے ابھی کال بیل بٹن دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازے کا ایک پٹ کھل گیا۔ سامنے زین بکھرے بالوں کے ساتھ حیران پریشان

فری کی طرف دیکھ رہا تھا۔
''فری تم......؟ اچانک......؟ آنے سے پہلے فون تو کر دیتیں......'' وہ ایک طرف ہو کر فری کو اندر آنے کا رستہ دیتے ہوئے کہہ رہا تھا اور ساتھ ہی فری کے تاثرات بھی دیکھ رہا تھا۔
''فون ہوتا تو ضرور کر دیتی......اسی لیے آئی ہوں، رات سیل شاید تمہاری کار ہی میں گر گیا تھا......رات میں جلدی سو گئی تھی فون یوز نہیں کیا تھا، صبح بیگ چیک کیا تو سیل نہیں تھا۔'' وہ بولی۔
''آئی ایم شیور......وہ تمہاری کار ہی میں گرا ہوگا......وہ ماما کا میسج دیکھ کر میں نے جلدی میں رکھ دیا تھا ناں پھر تم نے بیگ بیک سیٹ پر رکھ دیا تھا۔''
''او کے......او کے......'' فری نان اسٹاپ بولتی چلی گئی تو زین نے اسے ٹوک دیا۔
''میں سمجھ گیا......ڈونٹ وری......کار میں گرا ہوگا تو کہیں نہیں گیا، کیونکہ اپنی کار تو میں خود ہی چلاتا ہوں......اور ڈرائیور، مام اور نانو کی کارز ڈرائیو کرتا ہے۔ آؤ اندر آؤ......آرام سے بیٹھو......ریلیکس......میں تمہارے لیے کولڈ ڈرنک لے کر آتا ہوں......'' زین نے صوفے کی طرف اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بہت اطمینان سے کہا تھا۔
''نہیں زین......پلیز......formalities میں ٹائم ضائع نہ کرو......میں بہت ٹینس ہوں......بس جلدی سے اپنی کار چیک کرو......'' فری بے قرار نظر آ رہی تھی۔
''وہ تو میں ابھی تمہیں ساتھ لے جا کر چیک کرتا ہوں......مل جائے گا......کیوں اتنی پریشان ہو رہی ہو......''
زین اپنے بال دونوں ہاتھوں سے پیچھے کرتے ہوئے اسی سابقہ انداز میں سکون سے بات کر رہا تھا۔
''وہ......صرف سیل فون نہیں ہے کسی نے بہت محبت سے گفٹ کیا تھا۔'' بولتے ہوئے فری کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔
''نو......نو......پلیز رونا نہیں......اچھا ٹھیک ہے، پہلے کار چیک کر لیتے ہیں۔ تم بیٹھو میں کی لے کر آتا ہوں......'' یہ کہہ کر وہ دوڑنے کے انداز میں زینے کی طرف گیا اور اس کے جاتے ہی مخالف زینے سے عرشلہ زینہ اترتی نظر آئیں، وہائٹ ریشمی نائٹ گاؤن میں ملبوس سکون سے زینہ اتر رہی تھیں۔ فری پر نظر پڑتے ہی بری طرح چونک پڑیں۔
''ارے......فری......تم......وہ گارڈ تو پتا نہیں کیا نام بتا رہا تھا۔'' پاریشہ......پاریسہ......''
''السلام علیکم آنٹی......جی اس نے میرا نام پوچھا تھا تو میں نے فریشہ بتایا تھا......مگر شاید وہ ٹھیک سے بول نہیں پایا۔''
''اوہ......فریشہ......سو کیوٹ بہت پیارا نام ہے......زین تو بس فری، فری کرتا رہتا ہے......مجھے تو آج تمہارا نام پتا چلا......فری تو بہت کامن ہے......فریدہ، فرخندہ، فرحانہ، فریحہ، فرحین، فرحت، یہ سب ہی ''فری''......ہوتی ہیں......آج سے میں تو تمہیں فریشہ ہی کہوں گی......'' عرشلہ بولتی ہوئی فری کے قریب آ گئیں اور گلے لگا کر پیار کیا۔ ''ٹھیک ہے ناں......؟'' اب وہ فری کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں......چہرے پر روحانی مسرت کی شعاعیں مسکراہٹ کی صورت بکھری ہوئی تھیں۔
''جی......ایز یو وِش......'' فری عجلت کے انداز میں تکلفات نمٹا رہی تھی......کان زین کے قدموں کی آہٹوں کے لیے کھڑے تھے۔
"let,s come"......'' زین زینہ پھلانگتا نیچے آیا مگر عرشلہ کو دیکھ کر جیسے بریک لگ گئے۔
''مام......بس دو منٹ میں آتے ہیں......'' اس نے چٹکی بجا کر فری کو چلنے کا اشارہ بھی کیا اور عرشلہ کے سوال سے پہلے ہی بتا دیا۔

''لیکن کہاں جا رہے ہو...... اپنا حلیہ تو دیکھو...... اتنی جلدی میں کیوں ہو؟ کیا ہوا ہے؟ مجھے بتاؤ تو......''

''اوہ......good God فری کا سیل مسنگ ہے...... کار چیک کر کے بس ابھی آتے ہیں......'' اس سے پیشتر کہ عرشلہ مزید کچھ بولتیں دونوں تیزی سے چلتے ہوئے باہر نکل گئے۔

عرشلہ کے کمزور اعصاب پلک جھپکنے میں تو فیصلہ کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے تھے چند سیکنڈ غور کیا تو بات سمجھ آئی۔ اب وہ بھی بڑی تیزی سے دونوں کے تعاقب میں باہر جا رہی تھیں۔

☆☆☆

سارہ اپنے سیل سے فری کا نمبر ٹرائی کر رہی تھیں۔ ہر بار پاور آف ہونے کی ریکارڈنگ سنائی دے رہی تھی۔ وہ اس موہوم امید کے ساتھ کوشش کر رہی تھیں مبادا فون مل گیا ہو فری نے آن کر لیا ہو یا فری کے ہاتھ آ گیا ہو۔ لیکن اب شدید مایوسی کے بعد انہوں نے اپنا سیل فون ڈھیلے ہاتھ سے سامنے پڑی سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔

''بہت غلط ہوا...... کل کلاں کو اگر رشتے کی بات بن جاتی ہے تو...... یہ بات سامنے تو آ سکتی ہے...... کتنی شرمندگی کی بات ہے...... ہزار دو ہزار کا تحفہ ہوتا تو وقت کے ساتھ معاملہ اِدھر اُدھر ہو جاتا...... لاکھوں کی چیز...... دینے والا بھی یاد رکھتا ہے۔''

دوسری ایک اور بڑی اذیت ناک صورتِ حال سامنے آ رہی تھی فری کو سنبھالنے کے لیے انہیں کیا، کیا پاپڑ بیلنے پڑیں گے...... وہ سیل فون تو فری کا خواب تھا...... جو بس چکنا چور ہو گیا تھا۔

''آج کل کی لڑکیوں کو تو ویسے بھی گولڈ کی جیولری سے زیادہ سیل فون کی خواہش ہوتی ہے۔'' وہ اپنے سیل فون پر نظریں جمائیں اتنی متفکر نظر آ رہی تھیں کہ الفاظ میں ترجمانی ناممکن تھی...... گویا کسی کا عزیز ترین رشتہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں زیرِ علاج ہو اور وہ تسبیح کے دانوں پر اس کی سانسیں گن رہا ہو۔

☆☆☆

فری اب بت کی طرح ساکت کھڑی تھی۔ زین اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی انگلیاں چٹخا رہا تھا۔

''کم آن...... ایسا کیا ہو گیا......؟ مارکیٹ میں اس سے بھی زیادہ اچھے، اچھے سیل فون مل رہے ہیں...... اب دل پر لو گی کیا؟''

فری کی پلکوں میں جنبش ہوئی...... اس نے اپنے وجود کو حرکت دیے بغیر زین کی طرف دیکھا۔

''میں تمہاری طرح rich نہیں ہوں کہ بھاگ کر جاؤں اور تین لاکھ کا سیل فون خرید لوں......'' یہ کہتے کے ساتھ ہی وہ بچوں کے انداز میں بلک، بلک کر رو پڑی...... یعنی چہرہ ہاتھوں میں نہیں چھپایا...... جس انداز میں کھڑی تھی اسی انداز میں کھڑے، کھڑے بلکنے لگی...... ہونٹ دبائے سسکیاں لے رہی تھی...... سسکیاں دبانے کی کوشش بھی نہیں کر رہی تھی...... جیسے چھوٹے بچے بے ساختہ روتے ہیں اور رونے پر شرمندہ بھی نہیں ہوتے۔

''مجھے تمہارے رونے سے بہت تکلیف ہو رہی ہے فری...... پلیز...... نہ روؤ...... میں تمہیں ویسا ہی سیل فون گفٹ کر دوں گا...... مگر پلیز...... یہ نہ کرو......''

''میں تم سے اتنا expensive گفٹ کیوں لوں گی......؟ تم نے میرا بیگ پیچھے کیوں پھینکا تھا...... وہ ٹھیک سے زپ اپ بھی نہیں تھا۔ گھر پہنچ کر تم نے اٹھا کر دیا...... ٹھیک سے نہیں پکڑا ہو گا وہ گیٹ سے باہر گر گیا ہو گا...... کیا ضرورت تھی تمہیں میرا بیگ پیچھے رکھنے کی......؟ وہ شولڈر بیگ ہی تو تھا...... luggage تو نہیں...... سب لڑکیاں اپنا شولڈر بیگ ساتھ ہی رکھتی ہیں...... تم نے کیوں اٹھایا تھا میرا بیگ......'' اب فری پر گویا پاگل پن کا دورہ پڑ گیا تھا۔

"میں تو تمہارا خیال کر رہا تھا...... تاکہ تم ایزی ہو کر بیٹھو......"
"نہیں، تمہاری غلطی ہے...... تم نے بہت برے طریقے سے میرا ایگ بیک سیٹ پر پھینکا تھا۔"
"آئی ای سوری...... فری...... میں تو ہمیشہ ہی تمہیں ایزی فیل کرانے کی کوشش کرتا ہوں......"
"ناؤ تم نے غلطی کی ہے...... تمہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا......" فری اپنے آپے میں نہیں تھی...... اتنے شدید صدمے سے وہ بھی دوچار ہی نہیں ہوئی تھی، پاگلوں کی طرح چلا رہی تھی۔
گارڈ اپنے کیبن میں بیٹھا یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا...... فری کا چیخنا، چلانا سن کر گھبرا گیا اور فوراً انٹرکام پر عرشلہ کو مطلع کیا کہ "جو مہمان لڑکی آئی ہے وہ رو رہی ہے، چلا رہی ہے۔"
"میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہارا احساس کیا...... تمہیں کمفرٹ ایبل فیل کرایا یہ بہت بڑی mistake ہے...... مگر میں پرامس تو کر رہا ہوں ناں کہ تمہیں...... as it is ڈیل فون لا کر......"
"اسٹاپ...... مجھے نہیں چاہیے تم سے...... نہیں چاہیے...... نہیں چاہیے۔" فری پھر پوری طاقت سے چلائی۔
اسی دم عرشلہ گرتی پڑتی پورچ میں داخل ہوئی تھیں ان کی اوڈی کے برابر میں زین کی vits کھڑی تھی اور دونوں کاروں کے درمیان میں زین اور فری کھڑے تھے۔
"کیا ہوا زین...... فری کیوں رو رہی ہے...... کیا بولا ہے تم نے؟" عرشلہ کے نازک اعصاب گلاب کی خشک پتیوں کی طرح بکھرنے، ٹوٹنے لگے...... عرشلہ کو سامنے پا کر فری ایک دم محتاط ہو گئی گویا ہوش میں آگئی تھی۔ اس نے عرشلہ کی طرف دیکھنے کا تکلف بھی نہیں کیا اور فوراً مین گیٹ کی طرف بڑھی جہاں اس کا ڈرائیور اس کے باہر آنے کا منتظر تھا۔
"ایک منٹ فری...... میری بات سنو...... فری...... پلیز...... رکو...... زین اسے روکو...... مجھے اس سے بات کرنی ہے......" عرشلہ بری طرح بدحواس ہو رہی تھیں کیونکہ ان کی سمجھ میں کچھ بھی تو نہیں آرہا تھا۔
زین فری کے پیچھے لپکا۔
"فری...... میری بہن، مام کی بات تو سن لو...... پلیز فری......"
مگر فری نے تو گویا کان لپیٹ لیے تھے...... برق رفتاری سے چلتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور گیٹ کھول کر پلک جھپکتے میں باہر تھی۔ زین اس کے پیچھے، پیچھے گیٹ پار کر گیا تھا۔
فری کو دیکھتے ہی ڈرائیور کار سے باہر آگیا... اور پھرتی سے بیک ڈور کھول دیا، اتنی ہی پھرتی سے فری کار میں بیٹھی تھی۔ زین کی طرف اس نے نگاہِ غلط بھی نہ کی...... ڈور بند ہوا، انجن اسٹارٹ ہوا، کار حرکت میں آگئی مگر فری نے آنکھ اٹھا کر باہر نہ دیکھا۔
زین تو زین عرشلہ بھی کھلے گیٹ کے درمیان کسی تصویر کی طرح فٹ تھیں اور حیران و پریشان کار کو جاتا دیکھ رہی تھیں۔
زین سر جھکائے کھڑا تھا۔
"اب وہاں کیوں کھڑے ہو...... اندر آؤ......" کار منظر سے غائب ہوئی تو عرشلہ کے ذہن نے بھی کام کرنا شروع کیا۔
زین چونکا نہیں مگر آہستہ قدموں سے گیٹ کا رخ کر لیا۔

☆☆☆

"میم...... عرشلہ میم یہیں ہیں......" ماریہ، ثمینہ کو ناشتا کرا کے وائپ سے ان کے ہونٹ صاف کر رہی تھی۔
"کوئی بھروسا نہیں...... میں بیڈ پر ہوں اسے آزادی مل گئی ہے، جب جی چاہتا ہے منہ اٹھا کر چل پڑتی ہے...... ارے میرے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں سب......" ثمینہ نے بری طریقے سے ماریہ کا ہاتھ جھٹک

دیا......اور تیز، تیز سانسیں لینے لگیں۔ ماریہ گھبرا گئی۔

''میم......ریلیکس کریں......بہت مشکل سے آپ کا بی پی کنٹرول ہوا ہے۔'' ماریہ کے انداز میں لجاجت بھی تھی اور منت بھی۔

چار دن میں اسے دن میں تارے نظر آ گئے تھے......ثمینہ تو معمول کے دنوں میں ٹیڑھی کھیر تھیں اور اب تو صاحب فراش تھیں۔ اصول ہے کہ بہت پریکٹیکل لوگ بیڈ پر پڑ جائیں تو دیکھ بھال کرنے والوں کو ناکوں چنے چبوا دیتے ہیں......اپنی بے بسی کی جھنجلاہٹ دوسروں پر ظاہر کرنا اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہیں، یہ تو پھر ثمینہ تھیں جنہوں نے اختیار و اقتدار کی ایک طویل تاریخ رقم کی تھی۔

''عرشی کو بلاؤ......ورنہ میں کوئی میڈیسن نہیں لوں گی......نکلو جاؤ......موت کے فرشتے کی طرح میرے سر پر کھڑی ہے صبح سے......فوراً جاؤ عرشی کو بلاؤ......'' چیخنے کی کوشش میں ثمینہ کی آواز پھٹنے لگی۔ ماریہ تو خوفزدہ ہو کر دوڑتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی۔

جو کچھ اسے اس گھر سے مل رہا تھا......اس نے تو تصور بھی نہیں کیا تھا۔ پرکشش تنخواہ منت کی رہائش، ماں کا میڈیکل، تیار کھانا ضروری کام ہے، باہر جانا ہو تو سواری میسر......وہ تو اس سے زیادہ بھی برداشت کر سکتی تھی......مگر اندیشہ صرف یہ تھا کہ کسی وجہ سے ثمینہ کی طبیعت نہ بگڑ جائے......وہ تو دل و جان سے ان کی خدمت کر رہی تھی۔ اللہ نے ثمینہ کو اس کی روزی اور آسانی کا ذریعہ بنایا تھا۔

☆☆☆

''یہ تو ہمارے لیے شرمندگی کی بات ہے ناں......وہ ہماری گیسٹ تھی اس کا نقصان ہوا ہے......اور اب تو وہ سیدھے سیدھے تمہیں بلیم کر رہی ہے کہ تم نے اس کا بیگ اٹھایا تھا۔'' عرشلہ لاؤنج میں زین کے مقابل کھڑی اس پر برس رہی تھیں۔ ''یہ نقصان تو مجھے پورا کرنا ہے......ورنہ یہ تو میری بہت ہی گریٹ انسلٹ ہے۔''

''یہی تو میں اسے سمجھا رہا تھا مام......مگر وہ سن ہی نہیں رہی تھی۔'' زین نے انگلیاں چٹخاتے ہوئے نظر جھکا کر کہا۔

''ہاں تو کیوں سنے گی۔ ابھی دکھ میں ہے......میں اسے خود فون کر کے سنبھالوں گی......اسے ویسا ہی فون لا کر دوں گی...... you'll see یہ اور بات ممی بینک اسٹیٹمنٹ چیک کریں گی تو ایک نیا ٹرائل شروع ہو جائے گا...... لیکن......'' بولتے، بولتے عرشلہ کی نظر ماریہ پر پڑی جو چہرے پر ہوئے جذبات میں عرشلہ کو ڈھونڈتی ہوئی آئی تھی مگر ماں، بیٹے کو سنجیدگی سے بات چیت کرتا دیکھ کر جہاں تک آئی تھی بس وہیں رک گئی تھی اور انتظار کر رہی تھی۔

''جی ماریہ......کچھ کہنا ہے......؟'' عرشلہ کو ماریہ کے چہرے سے لگتا تھا کہ وہ خاصی پریشان ہے اور...... بے قراری سے عرشلہ کی توجہ کی منتظر ہے۔

''میم آپ کو بلا رہی ہیں......'' ماریہ نے ہچکچاتے ہوئے عرشلہ اور زین کو باری، باری دیکھا......اس کے چہرے کا لکھا عرشلہ پڑھ سکتی تھیں۔

''ممی کو بولو......میں پانچ منٹ میں آتی ہوں......پلیز......'' ماریہ سر جھکا کر چلی گئی۔

عرشلہ نے زین کی طرف دیکھا۔

''وہ اپنے نقصان کا ذمے دار تمہیں سمجھ رہی ہے......یہ تمہارا بہت بڑا نقصان ہے......وہ تمہاری بیسٹ فرینڈ تھی......مگر......شاید آج کے بعد نہیں ہے۔''

''وہ بیسٹ فرینڈ کبھی نہیں تھی ممی......بیسٹ فرینڈ کبھی اپنے فرینڈ کو blame کرتا ہے نہ charge کرتا ہے......میں بہت ہرٹ ہوا ہوں مام، زندہ رہنے کو جی نہیں چاہتا......کیا فائدہ ایسی زندگی کا جب دوست، دوست پر شک کرے......'' زین لڑکیوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر رونے لگا۔

عرشلہ تو اس کے الفاظ سن کر حواس باختہ ہو گئی تھیں...... سوشل میڈیا پر وائرل ہونے والی خبریں ذہن میں سنے سرسے گردش کرنے لگیں۔ فلاں بچے نے فیل ہونے کی وجہ سے خودکشی کر لی...... فلاں نے ماں، باپ کے ڈانٹنے پر......

عرشلہ یک دم زین کی طرف بڑھیں اور اسے گلے سے لگا لیا۔

''ارے...... وہ تمہیں چور تو نہیں کہہ رہی...... مان رہی ہے کہ اس کے بیگ سے گرا ہے...... تم اپنی مرضی سے اس کے غصے کا مطلب نہیں نکالو...... میں کہہ رہی ہوں ناں...... کہ میں اس کا نقصان پورا کروں گی۔ بات دو تین لاکھ کی نہیں میرے بیٹے بلکہ میری بھی عزت کی ہے...... اس کے پیرنٹس ہمارے بارے میں کیا سوچیں گے...... چلو اندر...... غلطی ہوتے ہیں تو غلطی فیل کرتے ہیں...... تم نے کچھ غلط نہیں کیا تو ہرٹ ہونے کی ضرورت ہی نہیں......''

عرشلہ نے زین کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے کی طرف دھکیلا...... زین اپنی آنکھیں پونچھتا ہوا...... عرشلہ کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

☆☆☆

''ابھی تو خیر نہیں...... اگر قسمت میں اس کی شادی افسر کے ساتھ لکھی ہے تو شادی کے وقت اس کو بھی ورجن دلا دیں گے۔'' سالار صاحب بہت متفکر و پریشان نظر آ رہے تھے...... ٹھیک، ٹھاک نقصان کی خبر تھی۔

''ابھی نہیں ہو رہی اس کی شادی وادی...... دیکھ لیا ناں کتنی ذمے دار ہے، ایک قیمتی موبائل سنبھالنے کے لائق نہیں...... گھر سنبھالے گی، وہ بھی سمندر پار...... کہ کسی خاص موقع پر ماں فوراً کے فوراً پہنچ بھی نہ سکے......'' سارہ نے خفا، خفا لہجے میں کہا۔ وہ سالار صاحب سے نظریں چرا رہی تھیں۔ مبادا غصے کی لپیٹیں واضح طور پر ظاہر ہو جائیں۔

''نقصان تو کسی سے بھی ہو سکتا ہے...... اس شہر میں دن رات موبائل چھنتے ہیں، چوری ہوتے ہیں، ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں، نقصان تو کسی سے بھی ہو سکتا ہے، یاد کرو جب تم ڈرائیونگ سیکھ رہی تھیں، ہر ہفتے گاڑی کا ''کلچ پلیٹ'' توڑ دیتی تھیں۔''

''اب بس کر دیں......'' سارہ نے سالار صاحب کو درمیان میں ٹوک دیا اور اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔

''یہ ہوتا ہے نقصان کا اثر...... آپ ابھی تک بائیس سال پہلے کے نقصان دل پر لیے بیٹھے ہیں...... بہانہ مل گیا تو یاد دلا رہے ہیں۔ بس نقصان یاد ہیں...... بیوی کے فائدے بھول گئے......'' سارہ ویسے بھی بھری بیٹھی تھیں۔ بہت عرصے بعد دو بدو ہو رہی تھیں ورنہ وہ ماحول کو پُرسکون رکھنے کے لیے اکثر خود ہی قربانی دیتی تھیں۔ حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑا بڑھانا پسند نہیں کرتی تھیں۔

''دل پر نہیں لیے بیٹھا...... تمہیں ریلیکس کرنے کی کوشش کر رہا ہوں...... کہ جو ہو گیا سو ہو گیا...... اب فری کو ڈانٹنے ڈپٹنے کی ضرورت نہیں، یہ بات دماغ میں بٹھا رہا ہوں کہ نقصان کسی سے بھی ہو سکتا ہے۔'' سالار صاحب یہ کہہ کر جھنجھلاتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئے تھے۔

''اوہ......!'' سارہ کو جیسے سمجھ آ گئی...... گویا یہ پیش بندی کے ضمن میں تھا...... مبادا سارہ ان کی لاڈلی کو...... بے بھاؤ سنانے کے مشن کا آغاز کر دیں۔

''میں کتنی بھی جان کھپاؤں...... انہوں نے میری محنت ضائع کرنے کا ٹھیکا لیا ہوا ہے...... بچوں کو بھی نقصان کا مطلب پتا ہونا چاہیے۔'' بے قراری انتہا کی ہو تو ویسے بھی توانائی ضائع ہو جاتی ہے۔ وہ ویسے ہی نڈھال تھیں...... سارے کام بھولے بیٹھی تھیں۔ فری تو بے سدھ سو رہی تھی حالانکہ دونوں وقت مل رہے تھے۔

☆☆☆

''تمہارے باپ کا مال ہے......؟ ہاتھ ہیں یا چھلنی...... ہر چیز ہاتھ سے گر جاتی ہے۔'' نسوانی دھاڑ نے

ماحول میں تہلکہ مچا دیا تھا۔

عالی شان اور عالی جاہ اپنی جگہ شرمندہ شرمندہ سے نظر آرہے تھے۔

''تمہارا بیڑا غرق ہو......رونے والیاں تمہیں بھی روئیں......تم جیسوں کے زندہ رہنے کا فائدہ کیا ہے......؟''

عالیشان اب پھرتی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ڈرائنگ روم کا کھلا دروازہ بند کر دیا۔

''آئی......ایم......سوری ٹیچر......وہ مما کسی سرونٹ کو ڈانٹ رہی ہیں......''

''ڈونٹ وری......پلیز......یو کیری آن......'' عالی جاہ بھی منمناتے ہوئے بولا۔ دونوں بچے یکلخت بجھ کر رہ گئے تھے......اور واصف سے آنکھ نہیں ملا رہے تھے۔ واصف خود بھٹکنے کی کیفیت میں کتاب پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھا۔

''کبھی، کبھی مما کو بہت غصہ آتا ہے......'' عالی شان واپس اپنی جگہ آکر بیٹھتے ہوئے شرمندہ تاثرات کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

''مما کہتی ہیں کوئی ڈھنگ کا سرونٹ نہیں ملتا...... جو بھی آرہے ہیں انہیں ٹھیک سے کام کرنا نہیں آتا......'' عالی جاہ نے بھی منمناتے ہوئے اندر آنے والی چیخ وپکار کو جائز قرار دینے کی مقدور بھر کوشش کی۔

''اٹس اوکے......'' بالآخر واصف نے خود کو سنبھالتے ہوئے پُرسکون انداز میں کہا......اور بچوں کو باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ ''ٹھیک ہے......پریشان نہ ہوں۔''

''مموتو شاید لیٹ آتے ہوں گے......'' واصف نے کتاب کا صفحہ پلٹتے ہوئے یونہی پوچھ لیا......خود بخود ذہن داؤد علوی کی طرف چلا گیا تھا......تیس کے بجائے چالیس دینے کی شاید یہی وجہ ہو......ہو سکتا ہے اس سے پہلے آنے والا ایسے ''موحولیات'' کی وجہ سے بھاگ کھڑا ہوا ہو......کیونکہ ہوم ٹیوشن صرف ضرورت مند مجبور لوگ نہیں دیتے

ستمبر 2023ء کا شمارہ ایک نظر میں

آخری شام سے پہلے

کبھی حبس کے صحراؤں......کبھی ہجر کے کانٹوں میں......
دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی
داستان **طاہر جاوید مغل** کے قلم کا جادو

انتر انتر داستان

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات **اے آر راجپوت** کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق ومحبت کے سحرانگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور
کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

عیوق بخاری، شاہ سنان، شاہد لطیف، عائشہ نصیر،
نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

کچھ طالب علم اپنا وقت ضائع کرنے کے بجائے آمدنی کا ذریعہ ڈھونڈ کر وقت کو محفوظ کر لیتے ہیں۔

''موکا کوئی فکس ٹائم نہیں ہوتا...... جانے کا نہ آنے کا......'' عالی جاہ نے اپنی نوٹ بک پر ویسے ہی قلم چلانا شروع کر دیا...... پہلی ملاقات والے شریر بچے اس وقت بوڑھے تھے...... لاج رکھنے کے جتن بھی کر رہے تھے اور اندر کے طوفان بھی سنبھال رہے تھے۔

عالی شان کچھ کہنے کی ہچکچاہٹ میں تھا۔

''ٹیچر ایک بات بولوں آپ سے......'' عالی شان کچھ کہنے کی ہچکچاہٹ میں تھا۔

''ہاں، ہاں ضرور پلیز......'' واصف کی روح میں تجسس کروٹیں لے رہا تھا۔

''ہمیں عادت ہو گئی ہے...... آپ بھی ایزی فیل کریں۔''

''ڈونٹ وری ڈیئر، میں continue کر رہا ہوں۔ its non of my business۔'' واصف کو بچوں پر ترس آ رہا تھا...... جو آنا فانا مشکل میں پڑ گئے تھے اس نے کیلکولیٹر اٹھا کر نئے سرے سے numarical حل کرنا شروع کر دیا ساتھ ہی نوٹ بک پر لکھنے لگا۔

واصف کا سر جھکا ہوا تھا...... جبکہ عالی شان اور عالی جاہ نے موقع غنیمت جان کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

''بیٹا نقصان پر نہیں روتے...... زندگی بھر چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں...... انسان کی جان کے نقصان سے بڑا کوئی نقصان نہیں ہوتا...... کیونکہ زندگی ایک بار ملتی ہے...... جسم سے نکلی روح دوبارہ واپس نہیں آتی......'' سالار صاحب نے فری کو گلے سے لگایا ہوا تھا جو بلک، بلک کر رو رہی تھی۔

''پاپا...... میں اب کبھی آئی فون use نہیں کروں گی......'' وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''ارے نہیں بیٹا...... ابھی تمہارا باپ زندہ ہے...... بہت آئی فون مل جائیں گے تمہیں...... میں تمہیں ہر وقت خوش دیکھنا چاہتا ہوں......''

''اسی لیے کہہ رہی ہوں......'' فری نے سالار صاحب کو جملہ مکمل کرنے نہیں دیا۔

''میں واقعی خوش رہنا چاہتی ہوں...... اگر میرے پاس دوسرا آئی فون آ بھی گیا تو مجھے ''فوبیا'' ہو سکتا ہے...... ہر وقت کانشس رہوں گی کہ کہیں یہ بھی گم نہ ہو جائے۔ کانفیڈنس لوز کر دوں گی...... اور مجھے کسی بھی fear (خوف) اور ''فوبیا'' کے ساتھ نہیں جینا......'' سارہ، سالار صاحب کے لیے چائے لے کر آ رہی تھیں...... جہاں تک آئی تھیں وہیں رک گئیں...... حیرت کا زلزلہ بڑی شدت کا تھا۔

''اللہ نہ کرے بیٹا......''

''نہیں پاپا...... نہیں...... مجھے نہیں چاہیے آئی فون...... جو آپ نے لا کر دیا تھا وہ بھی نیا ہے، میں وہی یوز کروں گی...... بس آپ فرنچائز سے نئی سم نکلوا دیں۔'' فری آنسو پونچھتے ہوئے سسکیاں بھر رہی تھی سارہ آگے بڑھیں اور سالار صاحب نے ان کی طرف جتانے والے انداز میں دیکھا تھا۔

گویا کہہ رہے تھے کہ ''یہی چاہتی تھیں تم......؟ پل میں بوڑھی ہو گئی میری بیٹی......'' سارہ نے نظر چرا کر چائے کا کپ ان کے سامنے تپائی پر رکھ دیا۔

''میں لائف ٹائم ایسی کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں رکھوں گی جس کے کھونے کا ڈر ہو۔ مجھے خود کو ایزی فیل کرانا ہے پاپا، میں ہمیشہ خوش رہنا چاہتی ہوں۔ یہ ''نقصان وقصان'' برداشت کرنا میرے بس کی بات نہیں...... میں ہمیشہ خوش رہوں گی...... مجھے بس خوش رہنا ہے۔''

''بیٹا، اللہ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے، آپ اچھی مہنگی چیزیں ضرور استعمال کرو...... زندگی صرف اتنا چاہتی

پر ام ہمیشہ ہماری اپنی اپنی محرومی کو پورا نہیں لیں۔'' سارہ نے آگے بڑھ کر فری کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''نہیں ماما... مجھے اتنا کانشس ہو گئی ہوں... مجھے ہر طرح کی freedome کی فیلنگز چاہیے...... ورنہ میں ڈپریسڈ ہو جاتی ہوں... میرا موڈ آف ہو جاتا ہے اور میں بور ہونے لگتی ہوں...'' فری کا انداز ''ضدی بچے'' کا سا تھا۔

''او کے... آج سے ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے... بس تم ہر وقت خوش نظر آؤ...'' سالار صاحب نے کپ اٹھانے کے لیے جو ہاتھ بڑھایا تھا... اب اپنا کپ اٹھانے کے بجائے فری کے سر پر شفقت سے رکھ دیا۔

دونوں میاں بیوی نے دل ہی دل میں شکرانہ پڑھنا شروع کر دیے تھے۔

☆☆☆

''میں نے ڈرائیور کو کہہ دیا ہے... ڈرائیور کے ہاتھ چیک بھی بھجوا دیا ہے۔ اب تم بھی بیڈ چھوڑو...... اپنا فیس ''فریم'' کرو۔ ''آؤٹ آف فریم'' ہو رہا ہے۔'' عرشلہ نے اوندھے پڑے زین کی پشت پر ایک دھپ رسید کیا۔ زین فوراً سیدھا ہو گیا۔

''آئی فون آ جائے گا... آپ پھر میرے ساتھ فری کے گھر چلیں گی ناں...؟'' زین بہت سکون میں دکھائی دیا۔

''او شیور... یہ کام تو پھر کرنے کا ہے...... وہ تم سے تو لے گی بھی نہیں...... نہ اس کے پیرنٹس accept کریں گے۔''

"bunch of thanks Mom" زین کے وجود میں تو گویا برق دوڑنے لگی...... ایک جھٹکے سے اٹھا اور عرشلہ کا رخسار چوم لیا۔

''my great Mom ... لیکن...... ماما...... اگر نانو کو ہوا بھی لگ گئی ناں...... be careful Mom۔''

''I know very well, dont bother وہ رنگ تو بہت مہنگی پڑی ہے...... میڈیکل millions میں پڑ رہا ہے۔'' عرشلہ بدمزہ ہو کر بڑبڑائیں۔

''آپ نقصان کیوں سوچ رہی ہیں ماما...... فنڈز ٹرانسفر ہو رہا ہے۔ ہسپتال میں پریشان لوگوں کی ٹریٹ منٹ ہوتی ہے۔ employees کی سیلریز نکلتی ہے...... اُن ایمپلائمنٹ (بے روزگاری) کا خاتمہ ہوتا ہے......'' شاید چلتے پھرتے کسی ٹاک شو میں زین نے یہ جملہ سنا ہو گا جو یادداشت کے کسی کونے میں پڑا ہوا تھا ورنہ ڈھنگ کی اردو اور اتنے گہرے جملے بولنے کے تو وہ قابل ہی نہیں تھا۔

ابتدا ہی شہر کے سب سے مہنگے ٹاپ کلاس تعلیمی ادارے سے ہوئی تھی۔ جہاں تین سال کے بچے کو گھر میں انگریزی سکھا کر داخلے کے لیے جانا ہوتا ہے...... تاکہ وہ جلد سے جلد انٹرنیشنل پاسپورٹ کا اہل ہو سکے۔ اور جن کی جائدادیں باہر پڑی ہوں...... ان کی ہر سوچ سمندر پھلانگ کر آگے بڑھتی ہے۔

عرشلہ اب بلا ارادہ مسکرا کر زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''بندہ خوش رہنا چاہے تو رہ سکتا ہے۔ تم نے سیکھ لیا ہے...... چلو اچھا ہے۔''

''پھر بھی اندر سے کچھ تو فیل ہوتا ہو گا ماما...... finance is the greatest reality'' عرشلہ نے چونک کر زین کی طرف دیکھا تھا۔

''کہاں سے سیکھ لی ہیں اتنی بڑی، بڑی باتیں......'' عرشلہ نے جھک کر حیرت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ زین کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

''کچھ فیل نہیں ہوتا۔ تم سے پہلے دو بچے میری گود میں آ کر واپس جنت میں گئے ہیں...... یہ ہوتا ہے گریٹ لاس ''(عظیم نقصان......)'' یہ کہہ کر عرشلہ رکی نہیں...... تیزی سے چلتے ہوئے زین کا کمرا چھوڑ دیا جیسے اپنے تاثرات زین پر

آشکار نہ کرنا چاہتی ہوں۔

زین...... ساکت و جامد چھت پر لٹکے فانوس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اتنی گہری سوچ میں تھا... کوئی پتھر اور سمندر میں گرے تو پتا نہ چلے جانے کہاں پہنچا ہوا تھا۔

☆☆☆

''پہلے تو یہ بات ہے مجھے بہت بڑا شاک لگا تھا...... مگر اللہ جو کرتا ہے...... بہتر کرتا ہے۔'' سارہ تمام کاموں سے فارغ ہو کر شمسہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی تھیں...... اکثر کچھ کہنے کو طبیعت بے چین ہوتی تو شمسہ سے بات چیت کر کے ہلکی پھلکی ہو جاتی تھیں اب شمسہ کو فری کے آئی فون کی ساری روداد بتا رہی تھیں۔ جس کا شروع کا حصہ سن کر تو شمسہ بھی دم بخود رہ گئی تھیں...... مزید تفصیل سنی تو سارہ کی طرح پُرسکون ہو گئیں۔

''یہ دیکھیے ایک سیل فون بہانہ بنا اور فری کی سوچ میں اتنا فرق پڑا۔'' شمسہ ادھر اُدھر بکھرے ٹیسٹ پیپرز سمیٹتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''یقین کرو شمسہ...... میں تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھی کہ سالار تو اسے لے کر فوراً نیا سیل دلا لے لے جائیں گے...... ان کی بیٹی کا تو ایک، ایک آنسو لاکھ کا ہے۔''

''ماشاء اللہ خوش نصیب ہے...... لاڈ اٹھانے والے باپ کا سایہ اللہ پاک ہمیشہ قائم رکھے، آمین......'' شمسہ نے پیپرز ایک وزنی فائل کے نیچے دباتے ہوئے سارہ کی طرف ایک نظر دیکھا۔

''آمین ثم آمین...... میں تو اللہ سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمہارے بھائی کا دل تمہارے لیے نرم کر دے......'' سارہ نے بڑی دل سوزی سے کہا تھا۔ شمسہ کی کوئی سماجی معروفیات نہیں تھیں بس دل بہلانے کے لیے ایک اسکول تھا۔ تمام کولیگز دل سے ان کی عزت کرتی تھیں...... زندگی میں کوئی سیر و تفریح کا عنصر نہیں تھا۔ اسکول، گھر کے کام کاج اور جائے نماز، تسبیح...... سال میں کبھی کبھار کسی کولیگ کی طرف سے منگنی، شادی کا دعوت نامہ آ جاتا تو چلی جاتیں؛ واصف بائیک پر پک اینڈ ڈراپ کر دیتا...... گردش لینے زیادہ تر پیدل جاتیں۔ مہینوں نیا کپڑا نہیں خریدتی تھیں۔ ملازمت پیشہ ہونے کے ناتے کپڑوں کی ضرورت تو رہتی تھیں، زیادہ پرانے ہو جاتے تو دوپٹوں کی شرٹس بنوا کر مختلف لباسوں کی شلوار دوپٹے کے ساتھ ورنہ زیادہ تر سفید شلوار دوپٹے کے ساتھ استعمال کر لیتیں۔ پیسے بچانے کے لیے سلائی بھی خود کرتی تھیں۔ سارہ نے اپنے جہیز کی سنگر ڈسک جیک مشین انہیں سالوں پہلے ہدیہ کر دی تھی جس کو وہ درحقیقت درست استعمال کر رہی تھیں...... سارہ کے گھر کے کپڑے بھی سی دیا کرتی تھیں، سادہ کپڑوں پر بیل بوٹے بھی بنا لیا کرتی تھیں اب شمسہ، سارہ کے پہلو میں آ کر بیٹھ گئی تھیں۔

''بھابی آپ اتنا نہ سوچا کریں...... اس گھر میں میرے دو محرم ہیں...... اللہ کی حفاظت میں ہوں، بھوک لگتی ہے تو اللہ بہترین رزق دیتا ہے، موسم کے پھل کھا لیتی ہوں...... واصف بھی اپنوں کے درمیان رہتا ہے۔ میں کس منہ سے اللہ کا شکر کروں...... بھائی جو ہیں جیسے ہیں میرا خون ہیں...... ان کی وجہ سے عزت کا ٹھکانا میسر ہے...... صرف بھائی ہی نہیں...... میرے محسن بھی ہیں۔ کبھی، کبھی میرا دل چاہتا ہے بھائی کے پاؤں پکڑ کر آنسوؤں کا سمندر...... بہا دوں...... دنیا میں میرے بھائی جیسا کسی کا بھائی نہیں ہوگا۔'' بولتے، بولتے شمسہ کی آواز پر آنسو غالب آ گئے...... پھر رک گئیں۔ سارہ نے ہاتھ بڑھا کر انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

''ہر سانس میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ میرے بھائی کو گرم ہوا بھی نہ چھوئے۔ اللہ مجھے بھائی کا کندھا نصیب کرے۔''

''کیسی باتیں کرتی ہو......؟ یہ تمہاری عمر ہے ایسی باتیں کرنے کی؟'' سارہ نے اپنے دوپٹے سے شمسہ کے ٹپکتے اشک پونچھے اور پیار سے ڈانٹا۔

”واصف کی خوشیاں دیکھوں گی..... اس کے بچوں کی ہزاروں خوشیاں مناؤں گی۔ جی جان سے اس پودے کو درخت بنایا ہے..... اب تو چھاؤں میں بیٹھنے کا وقت آرہا ہے۔“ سارہ نے شمسہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر زور سے دبایا۔

”بھابی اتنا شکرانہ ذرتے لگ گیا ہے کہ واقعی یہ عمر بہت کم لگتی ہے..... شکر کا حق ادا نہیں کر سکتی.....“ اب شمسہ نے سارہ کے شانے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لی تھیں۔

☆☆☆

صبح فری حیرت انگیز طور پر خود بیدار ہوئی تھی..... اسکول کے زمانے کی طرح تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آگئی..... آج سارہ کو اس کے کمرے کا صرف ایک چکر لگانا پڑا..... وہ گئیں تو فری جاگتی ہوئی ملی، وہ شاور لینے کی تیاری کر رہی تھی۔ وہ بنا کچھ بولے واپس آگئی تھیں۔

فری کے آتے ہی سالار صاحب بھی ناشتے کی میز پر آگئے..... فری کو کالج جانے کی تیاری میں دیکھ کر بہت خوش ہوئے..... اور دور ہی سے انگوٹھے سے "like" کا نشان بنایا..... جس پر فری نے زبردستی کے انداز میں مسکرا کر سلام کیا تھا..... نوکر ناشتے کے لوازمات میز پر سجا رہا تھا..... سارہ ہدایت کے لیے کچن میں موجود تھیں۔

”تین چار مہینے کی بات ہے..... ایگزام کے بعد کافی گیپ آئے گا..... ابھی سے پلان کرلو کہ یہ فارغ وقت کیسے فائدہ مند بنانا ہے۔ باہر جانا چاہتی ہو تو اس کی پلاننگ بھی ابھی سے کرنا ہوگی۔“ سالار صاحب خوشگوار موڈ میں فری کی دلچسپی کی باتیں کر رہے تھے ساتھ ہی براؤن بریڈ میں آملیٹ رکھ کر سینڈوچ بھی بنا رہے تھے۔ روز ان کے سامنے دو تین چیزیں رکھ دی جاتی تھیں..... چناؤ وہ خود کرتے تھے۔ پراٹھا، پوری، کبھی، کبھی کھاتے تھے..... زیادہ تر چھوٹی مکھی کا لذیذ شہد سلائس پر لگا کر ناشتا کرتے تھے۔ یہ جلدی کا ناشتا ہوتا تھا..... سینڈوچ بنانے کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں نہیں ہیں..... فری کافی کے ساتھ بٹر بریڈ ہی زیادہ تر لیتی تھی۔ اب بھی اس کے ہاتھ میں سلائس تھا..... وہ خاموشی سے پاپا کی بات سن رہی تھی۔

”میں آپ اور ماما سے دور رہ کر اسٹڈی نہیں کر سکتی پاپا..... اس لیے باہر جا کر اسٹڈی کرنا میری پلاننگ میں کبھی نہیں رہا..... ورنہ میں پہلے ہی آپ سے بہت کچھ شیئر کر لیتی.....“ اس نے یہ کہہ کر کافی کا سپ لیا۔

”اوکے..... پھر تمہیں یہیں یونیورسٹی دیکھنا ہوگی.....“ وہ بولے۔

”Lums میں پڑھنا چاہوگی تو اس کے لیے تمہیں لاہور جانا ہوگا..... اور ہاسٹل میں رہنا ہوگا۔“ سالار صاحب نے کچن سے میز کی طرف آتی سارہ کی طرف دیکھا۔

”مجھے اپنے بیڈروم کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی پاپا..... ہاسٹل میں رہنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتی.....“ فری نے بچا ہوا سلائس پورے کا پورا منہ میں ڈال لیا۔ یعنی کچھ دیر بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

”اوکے ٹھیک ہے، میں سمجھ گیا..... ابھی سے یونیورسٹی search کرنا شروع کردو..... تاکہ آگے آسانی ہو.....“

سارہ نے اپنے لیے چائے بنانا شروع کی اور ایک نظر بیٹی کی طرف دیکھا۔ پہلی بار فری اتنی سنجیدہ نظر آرہی تھی..... اور آج اسے بولنے کی بھی جلدی نہیں تھی..... پہلی بار اتنی اچھی ”سامع“ دکھائی دی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی موجودگی کا یقین تو دلا رہی ہے مگر ذہن میں کچھ اور چل رہا ہے۔“

وہ آئی فون تو گویا کسی انقلاب کا پیش خیمہ تھا۔

☆☆☆

”ہاں تو یہی ہوگا..... یہ رئیسوں کی اولادیں پڑھنے تھوڑا ہی جاتی ہیں، سب اپنے پیرنٹس کے مال کی زکوٰۃ نکلواتی ہیں.....“ واصف گلے میں تولیا لٹکائے کچن کے کاؤنٹر سے لگ کر اپنا ”ایمرجنسی“ ناشتا کر رہا تھا۔

''آہستہ بولو..... بھائی نیچے ناشتا کر رہے ہوں گے.....'' شمسہ نے آواز دبا کر قدرے واصف کی طرف جھک کر تنبیہہ کی۔

''پتا ہے مجھے اسی لیے میں نے لاؤنج کا دروازہ بند کر دیا تھا جب آپ نے آئی فون کی دردناک کہانی سنانا شروع کی۔'' واصف نے ورقی پراٹھا چار حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا..... چائے، پراٹھے کا روایتی ناشتا اس کا فیورٹ تھا۔ اس کا خیال تھا چائے، پراٹھا کھانے کے بعد بندہ لنچ ٹائم تک "easy" فیل کرتا ہے۔

''ماشاء اللہ..... بہت سمجھدار ہوگئے ہو.....'' شمسہ نے اپنی چائے تیار کرتے ہوئے بہت محبت سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

''بات سمجھداری کی نہیں وقت بچانے کی ہے..... ماموں نے کچھ سن لیا تو اوپر آکر اپنے ''سینئرز'' کا بدلہ مجھ سے نکالیں گے..... اور میرے پاس غصہ کرنے کا بھی ٹائم نہیں ہے..... ان کے پاس تو نوکر ہیں..... مجھے تو سب کچھ اپنے ہاتھ پاؤں سے کرنا ہوتا ہے۔ اب بھی دیکھیں بٹی تین لاکھ کا فون پھینک کر آگئی..... اور نیچے کتنا سکون ہے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے چھ لاکھ کا فون لا کر دے دیں گے۔'' یہ کہہ کر واصف نے عجلت کے انداز میں چائے کا گھونٹ بھرا۔

''ہیں..... چھ لاکھ کا بھی موبائل آتا ہے.....؟'' شمسہ کے انداز میں بچوں کی سی حیرت اور معصومیت تھی۔

''گولڈ پلیٹڈ ہو تو دس لاکھ میں بھی آتا ہوگا..... اب مجھے کیا پتا میں نے تو اس عیاش قوم کو ٹارگٹ کرتے ہوئے بول دیا۔'' واصف نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

''اور دلائیں تین، تین لاکھ کے فون.....''

''دلایا نہیں تھا..... بھائی کے دوست نے گفٹ کیا تھا فری کو.....'' شمسہ نے وضاحت کی۔

واصف کو اچھو لگ گیا..... حالانکہ گھونٹ پورا نہیں بھرا تھا۔ بھائی کے دوست نے دوست کو نہیں دوست کی بیٹی کو گفٹ کیا تھا..... وہ بھی پورے تین لاکھ کا آئی فون.....؟ اس کا مطلب ہے دوست نے ماموں سے کم از کم تیس کروڑ کیا تو کوئی چیک سائن کراتا ہوگا..... کوئی سرکاری ٹھیکا ہوگا.....'' وہ تھوڑا سا کھانسنے کے بعد بے ساختہ بولا تھا۔

''یہاں نہیں رہتے..... بھابی بتا رہی تھیں کہ امریکا سے آئے تھے.....''

''اوہ.....'' نہ جانے کیوں ایک فلم سی پل میں آنکھوں کے سامنے جھلکی کی طرح چمکی، گزری ہوئی ایک رات سامنے تھی۔

''ہوں..... تو یہ ''وہی'' دوست ہوں گے..... جن کی خاطر ماموں خلاف عادت دیر تک جاگے تھے۔

اور..... اور..... وہ؟''

واصف کے دل کو کچھ ہوا۔

''وہ..... وہ..... جو..... دبلا..... پتلا..... لمبا..... مٹی کے بجائے..... ''فائن آٹے سے بنا ہوا''

''کیا سوچنے لگے بیٹا..... چھوڑو یہ سب..... میں لیٹ ہو رہی ہوں۔ آج میری وین بھی نہیں آئے گی..... تم مجھے اسکول ڈراپ کرتے ہوئے جانا.....'' شمسہ پر یکلخت عجلت سوار ہونے لگی۔

''نیچے دو کاریں مختلف ڈائرکشن میں روانہ ہوتی ہیں..... کسی میں بھی بیٹھ جائیں.....''

''آج تک بیٹھی ہوں.....؟'' شمسہ آگے بڑھتے، بڑھتے بغیر رکے بولی تھیں۔

''کوئی بھی کام پہلی مرتبہ بھی تو ہوتا ہی ہے..... آج کرلیں..... آرام سے چلی جائیں گی..... ٹھنڈی ٹھار کار

میں......'' وہ کپ رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔
''نہیں...... مجھے اپنے بیٹے کی بائیک پر ہی جانا ہے......'' یہ کہہ کر شمسہ نے اپنے کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کر دیا تھا۔
''ایسے راستے سے گزر کر ماں کا اسکول آتا ہے...... ٹائر پنکچر ہو گیا تو وہیں ساری پڑھائی ہو جائے گی؟'' وہ... بدمزہ ہو چکا تھا...... سارے کام پرانی فائل کی طرح نیچے دبے جا رہے تھے ایک فریش نئی فائل ذہن میں کھل رہی تھی۔
''تین لاکھ کا گفٹ...... ڈالرز والوں کو تو خیر اتنا فرق نہیں پڑتا...... مگر یار پھر بھی حد ہوتی ہے تین لاکھ...... تین لاکھ ہوتے ہیں بھائی......'' اسے صرف شرٹ تبدیل کرنا تھی...... ذہن کی حالت کچھ دیر پہلے والی نہیں تھی۔
''تین لاکھ کا گفٹ دینے والا فری سے جس انداز میں ہاتھ ملا رہا تھا۔ صاف لگ رہا تھا کہ تین لاکھ کی رسید وصول کر رہا ہے...... یہ تو اب پتا چلا۔'' وہ اب تو چنے کھسوٹنے کے انداز میں شرٹ اتار رہا تھا۔

☆☆☆

''عرشی آنٹی بیڈ پر کیا آئیں یار...... تم نے حد کر دی...... بہت اچھے گریڈ لا رہا ہے...... اب اسے تین، چار لاکھ کے آئی فون بھی دلا دو......'' ٹوٹو نے اپنی مصروفیات کے دوران عرشلہ کی جھاڑ جھپاڑ کے لیے بھی وقت نکال ہی لیا تھا۔
''ایکچوئیلی جب تمہاری کال آئی تو میں اس وقت میٹنگ میں تھی ورنہ اسی وقت تمہیں منع کر دیتی...... بری طرح بگڑ جائے گا...... پھر مشکل سے ٹھیک ہوگا......''
''یار...... آنے کے بعد دم تو لے لیا کرو......'' عرشلہ تو ٹوٹو کی ''یلغار'' پر فوراً ہی نڈھال ہو گئی تھیں اور اپنے سر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ عرشلہ کو آج تک اس امر کا اندازہ ہی نہیں ہو پایا تھا کہ ٹوٹو کے کام اتنے زیادہ ہیں کہ وہ پیسہ کم وقت زیادہ بچاتی ہے۔
''آئی فون لینا میرے لیے مسئلہ ہی نہیں...... رات تک دبئی کی فلائٹ سے آجائے گا میری کولیگ کا ہزبینڈ یہی کام کرتا ہے...... لیپ ٹاپ، آئی فون وغیرہ امپورٹ کرتا ہے...... مگر تم زین کو بغیر محنت......''
''پلیز...... پلیز ٹوٹو مجھے زین کے لیے نہیں چاہیے...... کسی کو گفٹ کرنا ہے......'' عرشلہ کو کیونکہ بات سمجھ آگئی تھی اس لیے مزید کچھ سننے کی ضرورت نہیں تھی۔
''کون ہے وہ لکی پرسن......؟'' اب ٹوٹو نے حیرت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ عرشلہ کی طرف دیکھا تھا۔
''ہے کوئی...... بعد میں بتاؤں گی...... may be آنے والے دنوں میں وہ میری بہو بھی بن جائے......'' عرشلہ نے یوں مسکرا کر کہا جیسے لفظ ''بہو'' بول کر کچھ میٹھا کھایا ہو۔
ٹوٹو نے اب آنکھیں پھاڑ کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔
''کیوں خود کو دھوکا دیتی ہو...... کسی کی بیٹی فالتو ہے...... کسی زندہ انسان پر experiment (تجربہ) کرنے کی اجازت تو میں تمہیں کبھی نہیں دوں گی۔''
''ٹوٹو اب تم مجھے ہرٹ کر رہی ہو...... اس کے فزیشن کہتے ہیں 25 کی ایج تک سب کچھ کلیئر ہو جائے گا...... ہو سکتا ہے چھوٹا سا آپریشن ہو اور......''
''عرشی پلیز...... فرض کرنا چھوڑ دو...... حقیقت کو فیس کرو...... آپریشن کے بعد ''gender'' (جنس) بھی تبدیل ہو سکتی ہے...... زین، زینب بھی بن سکتی ہے......'' ٹوٹو عادت سے مجبور تھی...... لگی لپٹی کے بغیر بولی۔
''اوہ...... گاڈ......'' عرشلہ کو پھر دھچکا لگا...... دل پر ہاتھ رکھ کر دل سنبھالا۔ ''تم اتنا نگیٹو کیوں سوچ رہی ہو......؟ ڈاکٹرز بہت پہلے بتا چکے ہیں کہ ہارمونز پروڈکشن کے لحاظ ٹرینڈ تو ''male'' (مرد) کی طرف ہی ہے۔''

عرشلہ کو زندگی میں پہلی بار ٹوٹو کی موجودگی بھاری لگی...... مایوس جو کر رہی تھی۔
''عرشی تم آج بھی بہت childish ہو...... میں تمہارے مائنڈ کرنے کو مائنڈ نہیں کرتی...... اگر میں بھی مائنڈ کرنے لگوں گی تو اس کا مطلب ہے کہ میں تمہیں اکیلا چھوڑ دوں...... ڈارلنگ، آنٹی بیڈ پر ہیں...... مجھے تمہارا پہلے سے زیادہ خیال کرنا چاہیے...... ورنہ تو یوں سمجھو میں نے بیس سال تمہیں دھوکا دیا۔ دوستی کا ماسک لگایا ہوا تھا...... میری جان ہو تم عرشی......'' خلوص و سچائی کی توانائی دل سے پھوٹتی ہے اور اپنی جگہ خود بنا لیتی ہے۔ عرشلہ بھی نمک کی طرح پگھل گئیں۔
''آئی نو...... میں جانتی ہوں...... مگر مجھے آئی فون چاہیے...... اس پر مجھ سے بحث نہ کرو...... واقعی مجھے گفٹ کرنا ہے۔'' عرشلہ کے انداز میں قطعیت تھی۔
''اتنا مہنگا گفٹ......؟''
''اچھا چلو...... یوں سمجھو...... میں ڈیفامیشن ٹرائل ہار گئی ہوں۔ (جرمانہ) فائن...... کرنا ہے......'' عرشلہ کے اعصاب شل ہو رہے تھے۔
''کیا مطلب......؟'' اب چونکنے کی باری ٹوٹو کی تھی۔
''بتاتی ہوں...... بتاتی ہوں...... ویٹ پلیز......'' عرشلہ انگلیوں سے اپنی پیشانی دبانے لگیں۔

☆☆☆

''bunk تو کبھی نہیں کرتا...... چھٹیاں بہت کرنے لگا ہے۔'' معیز نے پاپ کارن کا بڑا سا پیک ماہا کو پکڑا دیا۔
''اسے دیکھو...... زین نہیں آیا تو کتنی اداس ہے......'' زویا نے برابر میں کھڑی فری کو کہنی مارتے ہوئے تنگ کیا۔
''یار وہ اس کا خیال بھی تو سب سے زیادہ کرتا ہے۔'' سمیر نے پاپ کارن پیک میں ہاتھ ڈال کر پوری مٹھی بھری۔
''یار وہ کال بھی تو پک نہیں کر رہا...... دس مرتبہ ٹرائی کر چکا ہوں......'' طلحہ نے جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے سب کو باری، باری دیکھا۔
''فری کال کرے گی...دیکھنا فوراً اٹھائے گا......'' ماہا نے بڑے پُرجوش انداز میں مفت کا مشورہ دیا۔
''میرے پاس فون ہی نہیں ہے۔'' فری نے شانے اچکا کر بے پروائی سے کہا۔
''کیا...... ہیں...... وہاٹ......؟'' کی ملی جلی آوازیں شور بن گئیں۔
''تم کیسے زندہ ہو...... میں تو اپنے فون کے بغیر ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتا۔'' معیز کی حیرت کا گراف سب سے اونچا تھا۔
''مرنا بہت آسان ہے جینا بہت مشکل ہے...... سمجھو میں اب جینے کی پریکٹس کر رہی ہوں...... یہ نہیں ہوگا تو مر جائیں...... وہ نہ ہو تو مر جائیں...... مریں گے تو سب ہی...... زندہ کیسے رہیں؟ اصل ٹارگٹ تو یہ ہوا ناں......'' فری نے یہ کہہ کر کلاس روم کی طرف جانے والے راستے پر قدم بڑھا دیے۔
''یہ فری نہیں ہے...... یہ تو......'' طلحہ واقعی حیران، پریشان نظر آیا۔
''شیور...... یہ فری کا گھوسٹ ہے......'' معیز نے بھی اپنے گروپ میں موجود کلاس فیلوز کو شرارت سے آنکھ ماری۔
''شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے...... ایسے تو اس نے کبھی نہیں کیا۔ اور کل شاید اس نے چھٹی بھی اسی وجہ کی تھی۔'' زویا بولی۔
''بہت ڈپریسڈ نظر آ رہی ہے...... something is worng'' سمیر نے فکرمندی سے آگے بڑھتی ہوئی فری کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

فری نے آخری پیریڈ نہیں لیا تھا...... آفس جا کر فون کر کے گاڑی منگوائی تھی...... اسے خود اپنی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ خوش تھی نہ اداس...... مگر ذہن کا پردہ بالکل سیاہ تھا کوئی تصویر متحرک تھی نہ کسی پُر جوش خیال کی لہر جنبش پیدا کر رہی تھی۔ نہ کسی خیال کو گرفت میں لینے کی چاہ تھی...... نہ کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی جلدی تھی۔

زین مونٹیسوری کلاس سے اس کے ساتھ تھا...... بہت ہی پرانا ساتھ تھا...... پھر اسکول کے بعد کالج بھی ایک ہی رہا۔

شاید پہلی بار وہ اس کے خیالات کا اس انداز میں حصہ نہیں تھا جس انداز میں وہ اس کا معمول بن چکا تھا۔ وہ زین پر چیخی، چلائی اس پر سارا ملبہ ڈالا...... شاید یہ احساس جرم اسے تنگ کر رہا تھا۔

یہ ربط اتنا پرانا اور مضبوط تھا...... کہ وقتی طور پر "انصر"، "امریکا"، فلم کے کسی غیر مؤثر منظر کی طرح ذہن و نگاہ سے اوجھل ہو گئے تھے۔ یا یہ اس شدت کا زلزلہ تھا کہ بحالی کے لیے مدت درکار تھی۔

زلزلے کے بعد منہ زور خواہشات ملبے تلے دب جاتی ہیں...... وہ توانائی جو خواہشات کا ایندھن بنتی ہے وہ تو پھر "بحالی" میں کھپنے لگتی ہے، کوئی اس خاموشی کا راز جاننے کی اہلیت رکھتا تو نعیم قریشی کے اس حوصلے و حرارت کو سلام کرتا جو اس "زلزلے" کی بنیاد تھا۔ اتنا مہنگا تحفہ دے کر انجانے میں ان سے ایک نیکی ہو گئی تھی۔ بے مہار خواہشات کا ایندھن بننے والی توانائی خود کو نئے سرے سے کھڑا کرنے میں صرف ہو رہی تھی...... یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب دو راستوں میں سے ایک راستے کا انتخاب آسان ہو جاتا ہے۔ خیالات کے گرد باد کا بگولہ غائب ہو جاتا ہے۔ یہ حالت سکون کی ایک انمول کیفیت ہوتی ہے...... بقول غالب...... دعا دیتا ہوں راہزن کو......

اصل ملال تو اس دوستی کی غیر متوقع موت تھی جو کبھی وہم و گمان کو چھو کر بھی نہیں گزری تھی۔

زین کی نرم دلی ہی تو اسے اس کے اتنا قریب لے آئی تھی...... ذرا، ذرا سی بات پر لڑکیوں کی طرح اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگتے تھے۔

"کتنی بری طرح چلائی تھی میں اس پر...... کتنا رویا ہوگا وہ اپنے کمرے میں جا کر...... بیگ پیچھے رکھ دیا تھا تو کیا ہوا...... وہ تو ہر کسی کا خیال کرتا ہے...... معیز کے ڈیڈی اس کو بہت محدود پاکٹ منی دینے کے بعد مہینہ ختم ہونے سے پہلے ایک پائی نہیں دیتے...... زین ہمیشہ اس کو اپنے ساتھ لنچ کراتا ہے...... کہیں جانا ہو تو اپنی کار میں پک اینڈ ڈراپ کرتا تا کہ اس کی پاکٹ منی فضول میں خرچ نہ ہو......" فری اسی ملال کی کیفیت میں گھر تک پہنچ گئی تھی...... اس کا دل چاہتا تھا اس وقت کوئی اس سے بات نہیں کرے مگر ماں کا سامنا تو کرنا ہی تھا...... وہ خود کو مرتب و منظم کرنے کی کوشش کرنے لگی...... اس نقصان کی بابت تو وہ کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

عرشلہ نے ٹوٹو کو صاف، صاف کہہ دیا تھا کہ وہ انتظار نہیں کر سکتیں انہیں آج شام تک ہی فون خرید کر پہنچا دے...... ورنہ ان کا بیٹا رو، رو کر جان کھو دے گا۔ ٹوٹو نے جب انہیں قائل کرنے کا بیڑا اٹھایا تو عرشلہ کو لمبی تقریر سے بچنے کے لیے سچ بتانا ہی پڑا تھا جسے سن کر چند ثانیے کے لیے تو وہ بھی بھونچکی رہ گئی تھی۔ پھر بحث چھوڑ کر چپ چاپ سر ڈال دیا تھا۔

مغرب سے کچھ پہلے ٹوٹو نے آئی فون اپنے ڈرائیور کے ہاتھ پہنچا دیا تھا۔ ٹوٹو کی خدمات لینے کی وجہ صرف اتنی تھی کہ ثمینہ کی وجہ سے عرشلہ زیادہ دیر گھر سے باہر نہیں رہ سکتی تھی۔ پہلے فون خریدنے جاتی پھر زین کے ساتھ فری کے گھر جاتی۔

دوپہر سے مغرب تک ثمینہ تین مرتبہ انہیں بلا چکی تھیں شاید وہ یہی دیکھنا چاہتی تھیں کہ عرشلہ گھر سے باہر تو نہیں ہے...... تین پیشیوں کے بعد اب وہ خاصی مطمئن نظر آ رہی تھیں۔

اسی لیے عرشلہ نے زین کو فوراً تیار ہونے کا کہہ دیا تھا اور خود بھی بہت اچھی طرح تیار ہوئی تھیں، رائل بلیو پلین شیفون کی ساڑی فل آستین ہم رنگ بلاؤز، یورپ سے خریدی ہوئی کاسمیٹکس، خوشبویات، کھلے بالوں کو ایک طرف سے سمیٹ کر گلاب کے پھول کی شکل کا کلپ جس میں باریک زرقون لگے ہوئے تھے۔ ریڈ لپ اسٹک۔ پہلی بار وہ زین کی فرینڈ کے گھر جارہی تھیں...... ثمینہ نے ہمیشہ ان کو ٹوکا تھا کہ اپنی لکس پر توجہ دیا کرو...... تمہارے پاس کسی شے کی کمی نہیں۔

ہم رنگ ہیل پہننے کے بعد وہ مزید دراز قامت نظر آرہی تھیں۔ انہوں نے زین کو میسج کردیا تھا کہ وہ تیار ہیں...... زین جیسے اشارے کا منتظر تھا۔ گرتا پڑتا گرائونڈ فلور تک آیا جہاں عرشلہ اس کا انتظار کررہی تھیں۔

''ایکسیلنٹ مام......'' اس نے خوشگوار حیرت کے ساتھ عرشلہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا تھا...... اس وقت وہ بھی بہت خوش اور ہلکا پھلکا نظر آرہا تھا۔

''یو آر گریٹ مام...... آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا ہے...... پیرنٹس ایسا تو کبھی نہیں کرتے بلکہ punish کرتے ہیں۔'' زین کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے...... عرشلہ جیسے تڑپ اٹھیں......

''مجھے کام ہی کیا ہے...... تمہارے سوا میرے پاس کوئی کام ہی نہیں ہے۔'' انہوں نے آگے بڑھ کر زین کو گلے سے لگا کر اس کے سر پر بوسہ دیا...... ''چلو...... جو گم ہوا وہ بھی کسی کی خوشی بنا ہوگا...... ہم خرچہ کررہے ہیں تو تمہاری دوست بھی خوش ہوجائے گی...... ابھی تک تو بس...... خیر چھوڑو، ہم لیٹ ہورہے ہیں، ڈرائیور باہر ریڈی ہے...... lets go میں نے ماریہ کو سمجھا دیا ہے کہ ممی کو ایک گھنٹے تک سنبھالے رکھے۔'' یہ کہہ کر عرشلہ نے ٹیبل سے آئی فون کا شاپر اٹھالیا تھا۔ زین ماں کو شانوں سے تھام کر باہر کی طرف چلا۔

ماریہ، ثمینہ کے کمرے سے آتے، آتے رک گئی تھی...... اس نے عرشلہ کی تمام باتیں سن لی تھیں...... دونوں کے باہر جاتے ہی اس نے پلٹ کر ثمینہ کی طرف دیکھا وہ گہری نیند میں تھیں...... تھوڑا سانس کا مسئلہ بھی چل رہا تھا۔ ماریہ نے آکسیجن ماسک لگا دیا تھا۔

وہ آہستگی سے دروازہ بند کرکے باہر آئی تو اعلیٰ درجے کی مہک نے اس کا استقبال کیا...... یوں لگا گویا عرشلہ آس پاس ہی موجود ہیں۔

☆☆☆

''یہ sim تو باہر ٹیبل پر پڑی ہوئی تھی، تم نے ابھی تک موبائل میں نہیں لگائی۔'' سارہ چھوٹا سا پیک پکڑے حیرت سے فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''لگالوں گی ماما......'' فری اپنی کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے بیٹھی مشینی انداز میں کی بورڈ پر انگلیاں چلارہی تھی نظریں اسکرین پر تھیں۔

''تو وہاں سے اٹھا تو لیتیں......'' سارہ نے پیک اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا اور ایک سوچتی ہوئی گہری نگاہ اس پر دوڑا کر باہر جانے لگیں اسی وقت سرور نے دروازہ بجا کر مہمان آنے کی خبر دی تھی۔

''اس وقت کون آگیا......'' وہ اندازہ لگانے لگیں...... ''صرف مریم (ان کی بہن) ہی بغیر اطلاع دیے کسی بھی وقت آسکتی ہے...... اور مریم کو سب ملازم بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔'' ان کا ذہن پہلے پہل مریم کی طرف ہی گیا تھا۔

''بیگم صاحبہ...... زین صاحب اپنی امی جان کے ساتھ آئے ہیں۔'' اس سے پیشتر کے وہ سوال کرتیں سرور نے فوراً بتا دیا تھا۔

فری اپنی چیئر پر فوراً گھوم گئی...... سارہ نے بھی پلٹ کر فری کی طرف دیکھا تھا...... وہ ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور بری طرح الجھی ہوئی نظر آرہی تھی۔

''زین...... اپنی مام کے ساتھ...... مگر کیوں آیا ہے؟'' اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

''تم اپنا حلیہ ٹھیک کر کے باہر آؤ، میں دیکھتی ہوں...... تمہارے پاپا گھر میں ہی ہیں، وہ بھی آجائیں گے۔'' سارہ عجلت کے انداز میں بولتی ہوئی دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

فری ساکت وصامت اسی طرح اپنی جگہ کھڑی تھی۔

''زین اپنی مام کو لے کر کیوں آیا ہے...... سوری بولنے......؟ لیکن سوری تو مجھے بولنا چاہیے...... میں نے اس کے گھر میں اس کی انسلٹ کی تھی۔'' فری نے اپنا ہاتھ سر پر رکھ لیا تھا جیسے اڑتے خیال کو پکڑ رہی ہو۔

☆☆☆

سارہ، سرور کو یہ کہہ کر کہ وہ اپنے صاحب کو بھی ڈرائنگ روم میں بھیج دے سوچ میں پڑ گئیں۔ کچھ اندیشے ستا رہے تھے وہ چاہتی تھیں جو بھی بات ہو وہ سالار صاحب کے سامنے ہو...... بعد میں کوئی الزام ان کے سر نہ آئے کہ انہوں نے یہ کہا ہوگا...... یا...... یہ بول دیا ہوگا۔

وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئیں تو روح کو نہال کر دینے والی خوشبو نے ان کا استقبال کیا۔

عرشلہ، زین کے اشارے پر سمجھ گئیں کہ یہ فری کی ماں ہیں فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

سارہ تو عرشلہ کو دیکھ کر گویا دم بخود رہ گئی تھیں، جوان بیٹے کی ماں کا رنگ روپ آرائش و زیبائش...... کانوں اور سفید صراحی دار گردن میں نیلم پتھر کی جگمگاہٹیں تھیں...... بڑے، بڑے ٹاپس، نازک سا نیکلس...... ڈرائنگ روم کی چھت پر لگے بڑے سے فانوس نے نیلم کی قدر و قیمت میں اضافہ کر دیا تھا۔ جگمگاتی، مہکتی، مسکراتی ایک حسین جوان عورت۔

''یہ، یہ، زین کی ماں ہے......'' سلام کے الفاظ کے ساتھ ہی یہ حیرت آمیز خیال بھی اپنی جگہ بنا رہا تھا۔

''السلام علیکم......!'' پہل سارہ نے کی تھی...... زین نے ہاتھ لہرا کر ''Hi'' کر دیا تھا...... عرشلہ نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ سارہ قریب ہوئیں تو عرشلہ نے بہت نزاکت سے انہیں تھام کر گلے سے لگایا اور ایک علامتی بوسہ بھی دیا۔

''واؤ...... کتنی سمپل ہیں فری کی مدر......'' عرشلہ نے زین کی طرف دیکھ کر دلی تاثرات کا اظہار کیا۔

''آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی...... زین کو گھر میں سب جانتے ہیں مگر آپ سے ملاقات کا کبھی اتفاق نہیں ہوا...... تشریف رکھیے...... بس فری بھی آرہی ہے۔'' اس سے پیشتر کہ فری کی بابت پوچھا جاتا...... سارہ نے خود ہی بتا دیا۔

''اوکے...... اوکے...... ہم آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لیں گے...... اور سچی بات یہ ہے کہ ہم جان بوجھ کر بغیر انفارم کیے آئے ہیں۔ اگر بتا کر آتے تو پھر آپ ہمیں انٹرٹین کرنے کے تکلفات میں لگ جاتیں...... حالانکہ ممی تو allow ہی نہیں کرتیں...... کہتی ہیں جہاں جانا ہے پہلے وہاں انفارم کرو...... سب کے اپنے، اپنے شیڈول ہوتے ہیں، اب بھی ہم انہیں بتا کر نہیں آئے......''

''ممی......؟'' سارہ قدرے الجھیں۔

"yes my mother" عرشلہ نے اپنی خوب صورت مسکراہٹ جس میں بلا کی سادگی تھی سے سارہ کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔

یوں جیسے کوئی چھوٹی بچی کسی سے اپنی ماں کا ذکر کر رہی ہو۔

''اوکے......'' اب سارہ کو بھی ردِ عمل دینا پڑا کہ بات سمجھ آگئی ہے۔ اسی وقت فری اندر داخل ہوئی تھی۔ حیران اتنی نہیں تھی کہ جتنی پریشان تھی۔

''اوہ مائی ڈارلنگ......'' عرشلہ، فری کو دیکھ کر بازو پھیلا کر جس طرح اٹھ کر آگے بڑھیں...... سارہ تو گویا

سوچ میں پڑ گئیں۔

بڑی ہی انوکھی و نرالی سی لڑکی نما عورت سامنے تھی۔ جس سے ملتی جلتی بھی آج تک نہیں دیکھی تھی...... ایسے انداز تو خواتین کے تب دیکھنے کو ملتے ہیں جب وہ ہونے والی بہو کو انگوٹھی پہنانے جاتی ہیں...... سارہ کے دل کو... جولہ لگوا کچھ ہوا۔

"السلام علیکم آنٹی......Hi زین...... ہاؤ آر یو......؟" فری نے سب کچھ ایک ہی ساتھ ہی کہہ دیا...... کیونکہ حواس ٹھکانے نہیں تھے۔

تھانک...... "زین نے انگوٹھے سے بخیریت ہونے کی علامت بتائی۔

اسی لمحے سالار صاحب کی بھی آمد ہوئی...... وہ بھی ٹھیک ٹھاک الجھن میں پڑے دکھائی دیے۔ پیشانی کو چھو کر انہوں نے عرشلہ کو شائستگی سے سلام کیا اور کھوجتی ہوئی نگاہ بیوی اور بیٹی پر بھی دوڑائی۔

"مام...... فری کے پاپا...... سالار انکل......"

"nice to meet you" عرشلہ نے شاہی آداب کے انداز میں سر کو قدرے جھکا کر اور مسکرا کر کہا۔

سالار صاحب کی حالت بھی سارہ سے مختلف نہیں تھی۔ جوان بیٹے کی اتنی ینگ سنوری حسین و جمیل ماں...... جس کے وجود سے روشنیاں اور خوشبوؤں کی لپٹیں پھوٹ رہی تھیں...... خوشبو بھی ایسی کہ بات کرنے کے بجائے بندہ بس دیکھتا رہ جائے۔

"ہم آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لیں گے......" عرشلہ نے ٹیبل سے آئی فون کا شاپنگ بیگ اٹھایا۔

سارہ، فری، سالار صاحب کی الجھن میں اضافہ ہونے لگا۔

"پہلی بار آپ ہمارے گھر آئی ہیں...... ہم آپ کو ایسے نہیں جانے دیں گے۔ آپ آرام سے بیٹھیے......" سارہ کی نظریں عرشلہ کے ہاتھ پر تھیں...... اور وہ اخلاقیات نبھا رہی تھیں۔

"oh thanks...... پھر کبھی سہی...... بلکہ پہلے میں آپ کو انوائٹ کروں گی...... آج تو بس ضروری کام سے آئے ہیں۔" یہ کہہ کر عرشلہ نے بیگ سے پیک نکالا اور خود چلتی ہوئی فری کے قریب آئیں۔

"فری یہ آنٹی کی طرف سے گفٹ ہے...... یوں سمجھو یہ کوئی due برتھ ڈے گفٹ ہے۔" انہوں نے پیک فری کی طرف بڑھایا جو عرشلہ کے قریبی صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ سارہ اس کے برابر میں بیٹھی تھیں...... جبکہ سالار صاحب ابھی تک کھڑے ہی تھے...... کیونکہ عرشلہ کے انداز میں عجلت تھی۔

"یہ کیا ہے......" سالار صاحب نے آئی فون کا پیک دیکھ کر جان لیا تھا کہ مہمانوں کی آمد کا صرف یہی مقصد ہے اور وہ بہت جلدی میں ہیں۔

"بھائی صاحب پلیز...... میرا بیٹا اتنا زیادہ گلٹی فیل کر رہا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی...... آپ exoept نہیں کریں گے تو میں بہت پرابلم میں آ جاؤں گی...... آل ریڈی میری مدر بیڈ پر ہیں...... اور میں خود بھی میڈیسن پر ہوں...... اسٹریس میرے لیے زہر ہے...... پلیز......" سارہ، سالار صاحب، فری تو چند لمحے کے لیے پتھر کے بت ہی بن کر رہ گئے تھے۔ کچھ سمجھ ہی نہیں آئی کہ بولیں تو کیا بولیں......؟

"آئی ایم سوری آنٹی...... میری وجہ سے آپ نے اتنی زیادہ suffering کی...... بس...... مجھے غصہ آ گیا تھا۔ پتا نہیں کیا، کیا فضول بول گئی تھی...... سوری آنٹی...... بعد میں مجھے بہت گلٹی فیل ہو رہا تھا کہ زین کا کیا قصور ہے...... آپ تو جب چاہیں اسے یہ والا آئی فون دلا سکتی ہیں...... میرے لیے بھی تو لائی ہیں ناں......" فری نے عرشلہ کے شانوں پر اپنا بازو رکھ دیا تھا۔

''میرا اپنا سیل ابھی تک ایکٹو نہیں ورنہ میں زین کو فون کر کے سوری بول دیتی ہو۔''
''تم نے کیا بولا تھا زین کو......؟'' سارہ نے فری کو مزید بولنے سے روک دیا۔ ان کا تو دل بیٹھنے لگا......وہ فری سے کسی بھی حماقت کی توقع کر سکتی تھیں۔
''کچھ نہیں ماما......تھوڑا سا شاؤٹ کر گئی تھی......شاید آنٹی نے سن لیا تھا۔'' فری مجرمانہ انداز میں سر جھکا کر سنائی۔
''لیکن بیٹا...آپ نے زین کو بولا کیا تھا......'' سالار صاحب الگ اپنی جگہ شرمندگی سے گڑے جا رہے تھے بلکہ ڈر رہے تھے کہ جانے کیا کچھ بول کر آ گئی ہے کہ زین کی ماں لاکھوں کی شے لے کر ان کے گھر آ گئی۔
''کچھ نہیں پاپا......بس یہی بولا تھا کہ تم نے میرا بیک بیٹ پر کیوں پھینکا تھا......'' فری اب رونے والی ہو رہی تھی۔
''تو بیٹا......پھینکنے سے فون گرتا تو گاڑی میں گرتا......آپ اپنا سارا غصہ زین پر اتار کر آ گئیں۔ یہ تو پھر زیادتی ہے ناں......پھر تو کوئی بھی ہوگا......گلٹی فیل تو کرے گا۔'' سارہ اور سالار صاحب کی شرمندگی ناقابلِ بیان تھی۔
''آپ دونوں فری کو کچھ نہ بولیں......آج کل کے بچے سیل فون کے لیے کریزی ہوتے ہیں......اس کی جگہ میں بھی ہوتی تو کچھ ٹائم کے لیے میرا دماغ بھی freeze ہو جاتا......میں بہت خوشی سے دے رہی ہوں......فری مجھے بھی عزیز ہے......پلیز......آپ لوگ انکار مت کیجیے گا......'' عرشلہ نے منت کے انداز میں سارہ اور سالار صاحب کی طرف دیکھا تھا۔
''آپ سچ مچ ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں......غلطی فری کی ہے......انسان کو اپنی چیزوں کی حفاظت خود کرنی چاہیے......فری نے زین پر غصہ کیا......غلط کیا۔'' سالار صاحب نے بڑے پُرسکون اور باوقار انداز میں واضح کر دیا کہ وہ یہ قیمتی تحفہ کسی صورت قبول نہیں کریں گے۔
سارہ کی تو گویائی ہی سلب ہو کر رہ گئی......یہ تو خوب ہوا کہ سالار صاحب اس وقت بہت مضبوط اعصاب کے مالک ثابت ہوئے......وہ جس ''اعلیٰ پوسٹ'' پر کام کر رہے تھے اس میں دن رات اعصاب کا امتحان ہوتا تھا۔ چنانچہ صورتِ حال سے بخوبی نمٹ رہے تھے۔ فری کی تو شرمندگی سے بری حالت تھی......ماں، باپ کے سامنے خود کو مجرم تصور کر رہی تھی۔
''میرا بیٹا بہت senstive ہے......آپ انکار کریں گے تو یہ ہمیشہ خود کو گلٹی فیل کرتا رہے گا......آپ بچوں کی خوشی کی خاطر......''
"I am sorry Madame" سالار صاحب کا انداز حتمی اور فیصلہ کُن ہو چلا تھا۔ ''اگر ہم نے یہ گفٹ قبول کر لیا تو ہم زندگی بھر گلٹی فیل کریں گے۔'' سالار صاحب کا انداز بے لچک تھا......ساتھ ہی انہوں نے فری کی طرف قدرے ناراضی سے دیکھا تھا۔
فری گھبرا کر زین کے سامنے جا کھڑی ہوئی اور دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔
I am sorry zain forget it ... بس میں فضول میں ایموشنل ہو گئی تھی......میرا سیل فون تم نے تو نہیں لیا ناں......''
زین نے جلدی سے بلاتاخیر اپنا سر دائیں، بائیں انکار میں ہلایا۔
''اگر یہ آئی فون فری یوز کرے گی تو یقین کریں مجھے بہت خوشی ہوگی۔ اب یہ اتنا بھی expensive نہیں......دو تین لاکھ سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' عرشلہ نے کمال سادگی و معصومیت سے کہا تو سارہ کی تو حیرت سے آنکھیں پھیلنے لگیں......صحیح معنوں میں ہونق ہو کر رہ گئی تھیں۔
''Mam......اب آپ واقعی ہمیں شرمندہ کر رہی ہیں......sorry to say جیسے فری کا غصہ آپ

معاف کرنے کو تیار ہی نہیں......'' سالار صاحب اس سے زیادہ شرمندگی برداشت نہیں کر سکتے تھے نہ بحث و مباحثہ ان کا مزاج تھا۔

عرشلہ تو ان کی آواز کی ٹون پر یوں سہم گئیں جیسے ثمینہ نے ان کی کوئی چوری پکڑ لی ہو اور انہیں بے بھاؤ کی سنا رہی ہوں۔

'' سالار صاحب...... آپ کو نہیں پتا...... یہ اماؤنٹ بینک سے نکل چکی ہے۔ ممی ٹھیک ہونے کے بعد بینک اسٹیٹ منٹ چیک کریں گی تو مجھے ان سے بہت سارے جھوٹ بولنا پڑیں گے...... میں تو بچوں کی خاطر یہ سب کچھ فیس کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی۔ بھلے...... ممی کا اور میرا جوائنٹ اکاؤنٹ ہے...... مگر میں ممی کی پرمیشن کے بغیر بڑے چیک سائن نہیں کرتی try to understand......''

سالار صاحب اور سارہ تو جیسے ہکا بکا ہو کر عرشلہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یوں جیسے سامنے جوان زین کی ماں نہ ہو کوئی بارہ تیرہ سال کی بچی ہو۔

'' جی انکل...... نانو بہت strict ہیں...... سب ڈرتے ہیں ان سے۔'' زین نے بھی جلدی سے اضافہ کیا تاکہ سالار صاحب ان پر رحم کھا کر تحفہ قبول کر لیں۔

'' یہ ابھی پیک ہے...... resale ہو جائے گا...... آپ اسے سیل کر کے واپس اماؤنٹ بینک میں جمع کرا دیں...... کوئی مسئلہ ہی نہیں......''

'' لیکن ممی اسٹیٹ منٹ تو دیکھیں گی ناں......'' عرشلہ کسی صورت فون واپس لے جانے کے لیے آمادہ نہیں تھیں۔

'' اسٹریس تو نہیں لیں گی ناں...... پیسے اکاؤنٹ سے نکلے تھے واپس آ گئے......'' سالار صاحب، عرشلہ کی باتوں سے ہونے والی حیرت کے زیرِ اثر تھے اب یوں بات کر رہے تھے جیسے کوئی سائیکالوجسٹ تھراپی کر رہا ہو...... تحمل، ٹھہراؤ اور گہرا سکون...... مگر فون قبول نہ کرنے کی حتمی مہر بھی ساتھ، ساتھ لگا رہے تھے۔

'' ایک منٹ...... آپ آرام سے بیٹھیے...... پہلے تو میں آپ کے لیے فریش جوس منگواتی ہوں......'' سارہ نے گویا اعلان کیا کہ فون پر اب مزید بات نہیں ہو گی۔

'' سارہ پلیز...... نو فارمیلٹی...... پھر بھی......''

'' آنٹی پلیز...... تھوڑا سا تو چلے گا...... ایسے اچھا تو نہیں لگتا ناں...... زین، آنٹی کو بولو ناں......'' فری کا ذہن بھی اب اصلی حالت پر واپس آ کر کام کر رہا تھا۔

'' میری جان...... سوئیٹ...... کیٹی نرس کو پاگل کر دیں گی...... تمہیں نہیں پتا...... اس وقت گھر میں کیا سچویشن چل رہی ہے۔'' عرشلہ نے فری کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی چوم لی۔

سالار صاحب بہت پُرسکون انداز میں عرشلہ اور زین کو خدا حافظ کہہ کر ڈرائنگ روم سے نکل گئے...... اب ان کی موجودگی کا کوئی جواز بھی نہیں تھا۔

عرشلہ نے ایک نگاہ جاتے ہوئے سالار صاحب پر ڈالی تھی۔

'' سالار صاحب بہت سخت مزاج لگتے ہیں...... میرے ہزبینڈ کی طرح......'' عرشلہ نے مایوسی کی کیفیت میں ٹیبل سے اپنا فینسی پرس اور آئی فون کا شاپر اٹھاتے ہوئے کہا...... وہ یوں مسکرا رہی تھیں جیسے مسکرانے کے لیے بمشکل خود کو تیار کیا ہو۔

'' آپ سمجھیں...... مائنڈ نہ کریں...... اس سارے قصے میں آپ کا تو کوئی قصور ہی نہیں ہے پھر آپ جرمانہ کیوں بھریں...... یہ تو زیادتی ہے ناں......؟'' سارہ نے آگے بڑھ کر عرشلہ کے شانے پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر گویا قائل کرنے کی کوشش کی...... اتنی دیر میں وہ عرشلہ کو اچھا خاصا سمجھ گئی تھیں۔ سادہ مزاج، نازوں میں پلی ہوئی، ماں پر انحصار کرنے والی، اعتماد سے عاری الجھی ہوئی خاتون......

''ہاں، یہ تو ہے...... بچے خوش ہو جاتے تو مجھے بھی خوشی ہوتی...... بہر حال کوئی بات نہیں......'' عرشلہ پھر جبراً مسکرائیں۔
''کسی دن آپ کو اپنے گھر انوائٹ کروں گی...... بس ذرا ممی کی طبیعت سنبھل جائے۔'' عرشلہ نے سارہ کو روایتی انداز میں گلے سے لگا کر بڑی گرم جوشی سے کہا پھر پلٹ کر فری کی طرف دیکھا...... اور دونوں بازو پھیلا کر پاس آنے کا اشارہ کیا۔
فری آگے بڑھ کر گلے لگ گئی...... عرشلہ کے مہکتے وجود میں گویا بہشت کے جھونکے تھے...... زین مسکرا کر فری اور عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا...... آئی فون قبول ہوا یا نہیں اس کا یہ مسئلہ تھا ہی نہیں...... وہ ''گلٹی'' نہیں ہے سب کو...... پتا چل گیا بس کافی ہے۔
فری اور سارہ خدا حافظ کہنے پورچ تک ماں، بیٹے کے ساتھ گئے تھے۔ عرشلہ کی ''اوڈی'' کار پورچ میں ہی کھڑی تھی...... فری نے پہلی بار کسی قیمتی کار کے ماڈل و بناوٹ کا نوٹس نہیں لیا تھا...... سامنے ''اوڈی'' تھی یا 1974ء کی کرولا...... اس کی بلا سے...... ایک آئی فون سے محرومی نے زندگی میں گویا انقلاب برپا کر دیا تھا۔

☆☆☆

رات کو فری کا پہلے والا فون active ہو گیا تھا مگر اس نے سونے سے پہلے آف کر دیا تھا...... خود ہی اپنے وقت پر بیدار ہو گئی تھی۔ اور کالج کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ سالار صاحب ناشتے کی میز پر اس کا انتظار کر رہے تھے...... سارہ انہیں بتا چکی تھیں کہ فری تیار ہو رہی ہے۔ سارہ، سالار صاحب کے ناشتے کے لوازمات ان کے سامنے سجا رہی تھیں۔ ہر طرح کے خدمت گار ہمیشہ سے میسر تھے مگر وہ سالار صاحب کے ذاتی کام خود انجام دیتی تھیں...... کپڑے ڈرائی کلین ہو کر آتے تھے مگر وہ ہاتھ کے ہاتھ ایک ہاتھ استری کا لگا کر دیا کرتی تھیں کہ لٹکے ہوئے کپڑوں پر بھی نشان پڑ جاتے ہیں...... کبھی بہت زیادہ لیٹ ہو رہے ہوتے تو پیروں میں جرابیں بھی پہنا دیا کرتی تھیں اور اس دوران سالار صاحب اپنی بچی ہوئی چائے یا کافی ختم کر لیتے تھے۔
''رات تو آپ فوراً ہی سو گئے تھے......'' سارہ نے چائے تیار کرنا شروع کر دی کیونکہ فری آتی ہوئی دکھائی دی۔
''بس مجھے عجیب سا فیل ہو رہا تھا...... سر بھاری ہو رہا تھا...... میں اس لیے بھی سو گیا تھا کہ تم آؤ گی تو پھر یہی فضول سا ٹاپک لے کر شروع ہو جاؤ گی...... اور میں اس ٹاپک پر آج نہ آئندہ کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتا......'' سالار صاحب نے ٹکا سا جواب دیا تو سارہ حیران ہی ہو گئیں۔
''اور میں بھی......'' فری نے سیٹ پر براجمان ہوتے ہوئے باپ کی ہاں میں ہاں ملائی۔
''سیدھا، سیدھا ''شو'' آف کیس ہے...... بعض لوگوں کو بیماری ہوتی ہے۔ بہانہ ڈھونڈتے ہیں کہ دنیا کو پتا چل جائے کہ ہم کتنے دولت مند ہیں......'' سالار صاحب کا موڈ خراب ہونے لگا۔
''نہیں، نہیں پاپا...... زین لوگ ایسے نہیں ہیں...... اس کی مام تو بہت soft spoken اور loving ہیں...... میں سمجھ گئی کہ زین بہت رویا ہو گا تو اس کی مام نے یہ اسٹیپ لیا...... otherwise......''
''اچھا...... اچھا...... ٹھیک ہے...... دو سال کا بچہ ہے جو بات، بات پر بہت روتا ہے...... نان سینس......'' سالار صاحب نے فری کو مزید بولنے سے روک دیا۔
آفس کی ''فل تیاری'' کے بعد سالار صاحب گھر میں ہی ''افسر'' بن جاتے تھے کیونکہ ذہن تو ان سے پہلے آفس میں پہنچ چکا تھا۔
سارہ نے آنکھوں کے اشارے سے فری کو مزید بات کرنے سے روکا...... فری چپ چاپ سلائس پر مارجرین لگانے لگی۔

☆☆☆

شمسہ آج معمول سے کافی پہلے گھر سے نکل چکی تھیں...... اسکول وین خراب ہوگئی تھی تو متبادل وین جلدی آگئی تھی کیونکہ آؤٹ آف روٹ آنا تھا۔

واصف کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہا تھا۔ ذہن میں مختلف قسم کے خیالات کی بھرمار تھی...... پھر جانے کیا ہوا تیزی سے کچن سے نکلا اور ٹیرس کی طرف بڑھا...... نیچے پورچ میں جھانکا ابھی سب کاریں پورچ میں ہی موجود تھیں...... وہ ایک نظر ڈال کر واپس آگیا اور ناشتے کے بجائے صرف چائے پر اکتفا کیا...... تیار تو تھا چائے ختم کر کے اپنا بریف کیس، والٹ اور بائیک کی چابی اٹھا کر تیزی سے زینہ اترنے لگا...... انداز میں ایسی عجلت تھی جو کسی ضروری کام انجام دینے کی غرض سے ہوتی ہے۔

جیسے ہی پارکنگ ایریا میں آیا...... ٹھیک اس کے اندازے کے مطابق فری بھی اپنا کالج بیگ اٹھائے باہر آتی دکھائی دی۔

واصف یک دم اس کے سامنے آگیا...... فری کے قدم خود بخود رک گئے، اس نے بڑی بدمزگی و ناگواری سے واصف کی طرف دیکھا تھا۔

''کوئی بہت ضروری کام ہے مجھ سے؟'' فری نے ابرو تان کر دیکھا۔

''تم تو اپنے کام کی نہیں ہو...... میرا کیا کام کرو گی...... میں تو صرف تمہیں الرٹ کرنے کے لیے رکا ہوں۔''

''راستہ چھوڑو...... مجھ پر انرجی ویسٹ کرنے کی ضرورت نہیں who are you...nothing۔'' فری آگے بڑھنے کے لیے کترا کر کہتی جا رہی تھی۔

''یہ جو آئے دن کار چوری، سیل چوری کی وارداتیں ہوتی ہیں ناں بڑے، بڑے رئیسوں کی اولادیں گرفتار ہوتی ہیں تو پتا چلتا ہے کہ یہ پیٹ بھرے رئیسوں کے کارنامے ہیں...... یہ الگ بات کہ پولیس کھاپی کر چھوڑ دیتی ہے۔ راتوں کو دو، دو بجے بوائے فرینڈ کے ساتھ روڈوں پر نظر آؤ گی تو گھر میں ایسی ہی خبریں آئیں گی...... بہت غلط جا رہی ہو......'' یہ کہہ کر گویا بھڑاس نکال کر وہ بائیک کی طرف بڑھا تو فضا میں فری کی چیخ نے ارتعاش پیدا کر دیا۔

''پاپا...... یہ باز نہیں آئے گا...... اسے گھر سے نکالیں...... ورنہ میں اسے جان سے مار دوں گی......''

فری کے ہوش و حواس جواب دے رہے تھے...... اس کی آزادی پر قدغن لگا رہا تھا اس پر مستزاد اس کے دوست کو چور، ڈاکو کہہ رہا تھا۔ سالار صاحب نے صورتِ حال سمجھنے کی بھی کوشش نہیں کی...... ان کے لیے فری کا چلانا ہی کافی تھا۔ اپنی کار کی طرف بڑھتے قدم واصف کی طرف مڑ گئے۔

ایک جست میں واصف کو جالیا۔

"who are you"؟ ایک جھٹکے سے اس کا گریبان پکڑا اور ایک زوردار طمانچہ اس کے رخسار پر رسید کیا۔ سالار صاحب چیخے۔

''کون ہو تم...... اپنا نام و نشان پتا ہے تمہیں......'' سالار صاحب بولے۔

''جاہل انسان...... صبح صبح لوگوں کا کام شروع ہوتا ہے تم فساد مچاتے ہو...... احسان فراموش...... فسادی...... عیاش باپ کی اولاد...... بہن کا منہ دیکھ کر بہت برداشت کر لیا۔ یہ میری بیٹی ہے...... اور ابھی میں زندہ ہوں۔''

آفس میں اکھاڑ پچھاڑ چل رہی تھی...... رات عرشلہ بھی ''بخشش'' دینے آگئی تھیں۔

ذہن میں جتنا غبار تھا...... واصف نے باہر نکالنے کا بھرپور موقع فراہم کر دیا تھا...... واقعی جیسے وہ کسی بگولے کی زد میں تھے...... کچھ نہیں سوجھ رہا تھا۔ واصف اپنے گال پر ہاتھ رکھے ششدر کھڑا تھا۔

سارہ اندر سے بھاگتی ہوئی باہر آرہی تھیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو دھڑوں سے [illegible] کے آدم زادوں کی کہانی

قسط 8

"کیا ہوا؟ صبح صبح کیا تماشا ہو رہا ہے؟" سارہ کی آواز پر لرزہ طاری تھا کیونکہ ان کی نظریں واصف پر تھیں جو اپنے گال پر ہاتھ رکھے ابھی تک سکتے کی کیفیت میں تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سالار صاحب کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"آنکھیں نیچی کرو احسان فراموش...... کیا مجھے ثابت نگلو گے......؟" سالار صاحب نے سارہ کا سوال و آمد دونوں نظرانداز کردیے اور بری طرح دھاڑے۔

واصف نے آہستگی سے اپنا گال پر جما ہوا ہاتھ نیچے کرلیا اور فری کی طرف دیکھا جو شاید خود بھی اس انتہا کا سوچ نہیں سکتی تھی...... زنانے دار تھپڑ کی آواز آنے والے زمانوں کی وہ چیخ بن رہی تھی جو موت تک بازگشت بن کر پیچھا کرتی ہے۔

''جس طرح آپ ماں کی ایک غلطی نہیں بھول پارہے اس طرح میں بھی اس تھپڑ کو نہیں بھولوں گا...... جو ماں کی غیر موجودگی میں مجھے پڑا ہے...... بہت کچھ کہنے کے باوجود میں خود کو روک لیتا تھا مگر آج ایک بات کہہ رہا ہوں ماموں...... اپنے خزانے میں جمع کرلیں۔ آپ کی اسی لاڈلی بیٹی کے ذریعے اللہ...... اس تھپڑ کا بدلہ لے گا......''

واصف کی آواز اس ماتمی گیت کی لے کی طرح تھی جو الفاظ کے بغیر کسی ماتم کا سراغ دیتی ہے۔

''بددعائیں دے رہا ہے......'' سالار صاحب کے طیش میں خوفناک اضافہ ہوا تھا۔ اسی طرح دھاڑے تھے۔

''وہ تو میں سجدوں میں بیٹھ کر بھی دے سکتا ہوں...... میں تو پیش گوئی کررہا ہوں...... رہا میرا باپ، وہ کون تھا، کیا کرتا تھا، میں اس کا ذمے دار نہیں ہوں، قیامت والے روز باپ کا حساب بیٹا نہیں دے گا...... مگر آپ اپنی بیٹی کا حساب ضرور دیں گے...... قیامت والے دن نہیں...... اسی دنیا میں......'' یہ کہہ کر واصف اندر جانے کے لیے پلٹ گیا تھا۔

''ناشکرے انسان پناہ دی ہوئی ہے میں نے تمہیں......'' سالار صاحب کے اندر جو آگ دہک رہی تھی واصف مسلسل تیل چھڑک رہا تھا۔

''مجبوری ہے آپ کی...... اپنے سوشل اسٹیٹس کی وجہ سے آپ مجبور ہیں، لوگ کیا کہیں گے کہ سالار صاحب کی سگی چھوٹی بہن......'' واصف رک کر تلخی سے مسکرایا۔

''چپ کر جاؤ بیٹا......'' سارہ نے گھبرا کر اس طرف دیکھا جہاں دو تین ملازم کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔

''آج تو ماموں نے چابی دی ہے مامی...... اب تو گاڑی فراٹے سے چلے گی۔'' یہ کہہ کر وہ برق رفتاری سے آگے بڑھ گیا تھا۔

''زین کو چور، ڈاکو کہہ رہا تھا پاپا...... ایک انوسنٹ بندے کی اتنی انسلٹ اگر اسے پتا چل جائے تو وہ سوسائڈ (خودکشی) کرسکتا ہے...... وہ بہت ایموشنل اور sensitive ہے۔'' فری اب خود کو حق پر ثابت کرنے کے لیے دلائل دینے لگی...... کیونکہ جو کچھ ہوا وہ اس کی توقع سے بہت زیادہ تھا...... واصف کو پڑنے والا تھپڑ اس کی روح میں کہیں گھس کر بیٹھ گیا تھا۔

''جس باپ کی یہ اولاد ہے...... ان کے دماغ میں صرف چور ڈاکو ہی بھرے ہوتے ہیں۔''

''بس کردیں سالار صاحب...... وہ چلا گیا ہے، اب کس کو سنا رہے ہیں؟'' سارہ دکھ سے نڈھال لہجے میں خاصی برہمی سے گویا ہوئیں۔

''تمہاری شہ پر وہ اتنا اچھلتا ہے......'' سالار صاحب نے ان پر چڑھائی کردی تھی۔

''ہاں، اب مجھے سنائیں...... بیوی تو ویسے ہی ''سوفٹ ٹارگٹ'' ہوتی ہے۔'' یہ کہہ کر سارہ رکی نہیں تیزی سے واپس مڑ گئی تھیں۔

''یہ حقیقت ہے، تمہاری ماں اسے فضول فیور کرتی ہے۔'' سالار صاحب کی کیفیت اب بدلنے لگی تھی...... جن ''گدھوں'' کے کان مروڑنے تھے وہ جاچکے تھے...... ابال بیٹھ رہا تھا...... شیطان کی گرفت ڈھیلی پڑتے ہی زیادتی کرنے والا اپنے اندر کے طوفان میں مبتلا ہوجاتا ہے...... اور اس کی انا اس کو درست ثابت کرنے کے لیے ہزاروں وضاحتیں لے کر حملہ آور ہوجاتی ہے۔

فری کے کلیجے میں ٹھنڈک تو پڑ گئی تھی مگر ایک محسوس ہونے والا بوجھ دل یوں اٹھا رہا تھا جیسے کوئی مزدور پیٹھ پر بوجھ لاد کر زینہ چڑھ رہا ہو۔

☆☆☆

''تم کتنے انوسنٹ (معصوم) ہو زین...... پاپا بھی حیران رہ گئے تھے۔'' بریک میں کیفے ٹیریا کی طرف جاتے ہوئے فری بہت ہمدردی سے کہہ رہی تھی۔

''ارے نہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہے...... مجھے تو دکھ اس بات کا ہے کہ تمہارے پاپا نے میرا گفٹ accept نہیں کیا...... میں تو اتنا خوش ہو رہا تھا کہ تم اپنا کھویا ہوا سیل فون پا کر کتنا خوش ہو گی...... سب کچھ بھول جاؤ گی...... ماما بھی کہہ رہی تھیں کہ تین، چار لاکھ کی کوئی بات نہیں بس تمہاری دوست کو خوش ہونا چاہیے۔'' زین نے افسردگی سے گردن جھکا کر کہا۔

''تمہاری ماما بہت گریٹ ہیں...... کیا شاندار پرسنالٹی ہے ان کی...... کوئین لگتی ہیں۔ یار وہ کون سا پرفیوم یوز کرتی ہیں، صبح تک ہمارے گھر میں خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔'' فری نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''ان کے پاس سب ہی برانڈز ہیں...... یہ بھی فرانس ہی سے لائی تھیں...... نام تو مجھے یاد نہیں رہتے...... نانو صرف شینل 22 یوز کرتی تھیں۔ اب پتا نہیں کیا کرتی ہیں۔'' زین نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

''مام کی ساری خاص شاپنگ پونڈز اور ڈالرز میں ہی ہوتی ہے...... پاکستان میں تو شاید ماما والے پرفیومز سیل ہی نہیں ہوتے ہوں گے۔'' زین نے سامنے سے آتے معیز کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''میں بہت گلٹی فیل کر رہی ہوں میری وجہ سے تمہاری مام کو......''

''اسٹاپ...... وہ معیز آ رہا ہے۔'' زین نے فری کی بات کاٹ دی۔

''یعنی 'مفتا' آ رہا ہے۔'' فری نے بھی آتے ہوئے معیز کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا...... اور ہنس پڑی۔

''اوں...... ہوں...... بری بات فری...... یو تو یہ اپنے اسٹیپ فادر (سوتیلے باپ) کے ساتھ رہتا ہے، بیچارے کو پاکٹ منی تھوڑی ہی ملتی ہے...... میں اس کا خیال کروں گا تو مجھے ثواب ملے گا ناں......'' آخری الفاظ زین نے سرگوشی کے انداز میں ادا کیے تھے...... کیونکہ معیز قریب آ چکا تھا۔

''یار باہر سے کچھ آرڈر کیا ہے یا کینٹے ٹیریا کے پاپڑ کھانے پڑیں گے؟'' معیز نے آتے ہی کھانے کی بات کی۔

''پاپڑ......؟'' فری ہونق سی ہو کر معیز کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''یہاں پراٹھا...... پاپڑ جیسا ہی ملتا ہے...... نوالہ توڑتے ہوئے بندہ احتیاط نہ کرے تو دور جا کر گر سکتا ہے...... جیسے رسہ کشی کی ہارنے والی ٹیم rope کھینچتے ہوئے دھڑام سے گرتی ہے۔''

معیز کی بات پر فری اور زین نے قہقہہ بلند کیا تھا...... آس پاس سے گزرتے ہوئے اسٹوڈنٹس نے سخت تعجب سے ان کی طرف دیکھا تھا۔

☆☆☆

''خیریت......؟ آج جلدی آ گئے تھے؟'' شمسہ نے ہینڈ بیگ اور فائل سائڈ ٹیبل پر رکھتے ہوئے واصف کی طرف تعجب بھری نظروں سے دیکھا۔

''کیا ہی نہیں......'' واصف نے اپنی آنکھوں کے تاثرات ماں سے چھپانے کی کوشش کی۔

''میں شروع سے کہتی آ رہی ہوں کہ صرف ایک پیریڈ بھی ہو تو جانا چاہیے۔ جو پڑھانے آیا ہے وہ تیاری کر کے آیا ہے...... اس نے اپنا ٹائم خرچ کیا۔''

''طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' اس نے ماں کو مزید کچھ بولنے سے روک دیا۔ شمسہ چونکیں، گھبراہٹ آنکھوں سے ظاہر ہوئی لپک کر آگے بڑھیں اور واصف کی پیشانی پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ٹمپریچر تو نہیں ہے......'' انہوں نے پیشانی سے ہاتھ اٹھاتے ہوئے الجھن بھری نظروں سے واصف کی طرف دیکھا۔

واصف نے اپنے گال پر انگلی رکھ کر شمسہ کی طرف دیکھا۔

''اِدھر ہاتھ لگا کر دیکھیں...... جل رہا ہے......''

شمسہ نے اس کے گال پر اپنی ہتھیلی رکھ دی...... الجھ رہی تھیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا...... بس ایک لہر سی دل میں اٹھی اور اندیشوں نے سر اٹھایا۔

''کسی سے کوئی بات تو نہیں ہوئی......؟'' لامحالہ ان کا ذہن فری اور سالار صاحب کی طرف ہی جا سکتا تھا...... اور گال کی طرف کیے جانے والے اشارے نے تو گویا جان ہی نکال دی تھی۔

''بات نہیں جنگ ہوئی ہے......'' واصف لاؤنج میں شمسہ کے مخصوص تخت پر لیٹا ہوا تھا اور بہت سکون سے جواب دے رہا تھا۔

شمسہ تو دل پر ہاتھ رکھ کر وہیں تخت کے کنارے پر ٹک گئیں۔

''ماموں سے کوئی بدتمیزی تو نہیں کی؟'' ان کی آواز مرتعش تھی۔

''کی تھی......؟'' واصف نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔
''واصف...... مجھے جینے کا کچھ شوق نہیں...... میں تو تمہاری خاطر جی رہی ہوں رحم کرو مجھ پر......''
''آپ ''رحم کی اپیل'' ماموں کی عدالت میں کیوں نہیں کرتیں...... سب مجرم ہیں...... سزا صرف ایک کے لیے......'' واصف نے بازو آنکھوں سے ہٹا کر خفا، خفا نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔ شمسہ نے فوراً نظریں جھکا لیں۔
''آخر بات کیا ہوئی تھی......؟'' اب الفاظ آنسوؤں سے تر تھے۔
''بیٹی جھوٹ بول کر لیٹ آورز میں بوائے فرینڈ کے ساتھ لانگ ڈرائیو پر جاتی ہے......''
''غلط بات...... فری کے دوست کی مدر بھی ان دونوں کے ساتھ تھیں...... بھابی نے خود بتایا تھا مجھے......''
شمسہ نے بے بسی کی کیفیت میں واصف کی طرف دیکھا۔
''کون سی قسم اٹھاؤں جو آپ کی تسلی ہو...... میں نے رات دو بجے فری کو اس کارٹون کی کار سے اترتے دیکھا ہے...... ان دونوں کے علاوہ کوئی اور کار میں نہیں تھا...... فری فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی...... اور وہ مسخرہ کار ڈرائیو کر رہا تھا۔'' واصف اب جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور اترنے کی نیت سے پاؤں لٹکا لیے۔
''ہو سکتا ہے اس نے پہلے اپنی مدر کو......''
''سارے ایسے الفاظ...... "may be" (ہو سکتا ہے) آپ کے خزانے میں جمع ہیں...... باقی آپ کا سارا خاندان "may be" سے نفرت کرتا ہے...... ان کی ڈکشنری میں یہ الفاظ ہی نہیں ہیں......'' واصف نے سلیپر میں پاؤں پھنسائے اور جھٹکے سے کھڑا ہو گیا۔
''ماں سے صرف ماں کی بات کیا کرو بیٹا...... اب میرا خاندان تو تم ہو......'' شمسہ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں...... سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیسے واصف کو جھوٹا ثابت کریں۔ ان کے پاس تو جو اطلاعات تھیں وہ تو اسی بنیاد پر بات کرنے کی اہل تھیں۔
''پتا ہے ناں بھائی، فری کے خلاف کچھ نہیں سن سکتے...... اندھا اعتبار کرتے ہیں اس پر۔''
''اور وہ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر سب کو اندھا بنا رہی ہے، اس کارٹون کو تو کوئی سینس ایبل لڑکی منہ ہی نہیں لگا سکتی...... اسی لیے وہ فری کو بیوقوف بنا رہا ہے بلکہ فضول کی محنت کر رہا ہے...... وہ تو آسمان سے بیوقوف بن کر نازل ہوئی ہے۔'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔
''بیٹا...... ہم یہ باتیں بھائی سے نہیں کر سکتے......''
''میں کر سکتا ہوں...... آپ نہ کریں......'' واصف نے پلٹ کر شمسہ کی بات کاٹ کر کہا تھا۔
''خبردار...... تم بھی نہیں کرو گے......'' شمسہ بری طرح دہل گئیں۔
''آج تو سارے بیریئر ٹوٹ گئے...... ماں...... ختم...... finish آج تو میں جشن آزادی منا رہا ہوں...... اچھا ہوا ماموں نے فری اور نوکروں کے سامنے مجھے تھپڑ جڑ دیا...... اب زندگی بھر مجھے بولنا ہے اور ماموں نے سننا ہے...... آج سے تو زبردست مقابلہ ہے۔ جس دن وہ آپ کا حصہ دیں گے، میں آپ کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا ابھی تو ہم اپنے ہی گھر میں رہتے ہیں...... کیوں ڈرتی ہو ماں......'' یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے میں داخل ہوا اور آہستگی سے دروازہ بند کر لیا...... بھائی نے جوان بیٹے کو سب کے سامنے تھپڑ مارا......؟ صدمے کی کیفیت میں اتنی شدت تھی کہ یہ توانائی اکٹھی ہو کر کسی مردہ وجود میں منتقل ہو جاتی تو شاید زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا۔

☆☆☆

''فنٹاسٹک مام...... یار تمہاری مام کی تو آج بھی سیکنڈ میرج ہو سکتی ہے۔'' فری نے اسٹرا سے فریش جوس کا سپ لیتے ہوئے زین کی طرف دیکھا...... اب وہ واپس کلاس کی طرف جا رہے تھے۔

زین کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے...... جیسے زین کا چہرہ کسی اور چہرے میں تحلیل ہو گیا ہو۔ اس نے ماربل کے بڑے سے گملے کو زور سے لات ماری۔

''میرے گھر میں میرے اپنے فادر کا ذکر نہیں ہوتا...... ہمارے ہاں کسی اور نئے بندے کی گنجائش ہی نہیں ہے...... اگر مام کبھی یہ اسٹیپ لے بھی لیتی ناں تو میں اس بندے کو شوٹ نہیں کر سکتا تو اس کی چائے، کافی میں پوائزن ضرور ملا دیتا......'' فری کو اچھو لگ گیا...... پوری قوت سے کھانسی تو گویا آنکھیں باہر نکل پڑیں۔ زین ایک دم گھبرا گیا۔

''اوہ...... تمہیں کیا ہوا......؟ شاید یہ بہت زیادہ ٹھنڈا ہے......'' اس نے جوس سے بھرے ڈسپوزیبل گلاس کی طرف اشارہ کیا...... اب دونوں رک گئے تھے...... فری کھانس رہی تھی۔ دائیں بائیں گزرتے اسٹوڈنٹس چند سیکنڈ ٹھٹک کر دیکھتے پھر گزر جاتے۔

''لاؤ...... یہ مجھے دو...... بس بہت ہو گیا...... یہ تمہیں سوٹ نہیں کر رہا۔''

زین نے ہاتھ آگے بڑھایا تو فری نے جوس والا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

''اوں ہوں......'' وہ اب سنبھل رہی تھی۔

''میرے سامنے خود کو ''ڈان'' پورٹریٹ کرو...... لڑکیوں کی طرح روتے ہو......'' فری نے ٹھسکا روکتے ہوئے بمشکل کہا۔

''لڑکیاں بھی مرڈر کر دیتی ہیں......'' زین نے فری کی سنبھلی ہوئی حالت دیکھی تو اپنی پرانی tone میں واپس آ گیا۔

''extreme behaviour تم پر سوٹ ہی نہیں کرتا......'' فری نے قدم اٹھایا۔

''لیواٹ...... ابھی تم مجھے جانتی نہیں ہو...... میرا اپنا باپ بھی ہوتا ناں تو میں اس سے جیلس ہو جاتا...... میں مام کے ساتھ کسی کی بھی شیئرنگ برداشت ہی نہیں کر سکتا۔ this is my weakest point ''

''اوکے، اوکے...... by the way کہہ دیا تھا...... تم تو دل پر ہی لے گئے......'' فری نے اب جان چھڑانے کی کوشش کی۔

''کوئی بھی میری مام سے شادی کرنے کا سوچے گا تو صرف اس وجہ سے کہ ان کے پاس بے تحاشا دولت ہے۔''

''بیوٹی بھی تو ہے......'' فری نے ترنت بات کاٹی۔

''wealth کے سامنے یہ سائڈ بزنس ہو جاتی ہے......'' زین اتنی ذہنی پختگی کا مظاہرہ کر رہا تھا کہ فری کو حیرت ہو رہی تھی۔ یہ وہ زین تو نہیں تھا جو پریپ کلاسز سے کالج تک اس کے ساتھ نظر آیا تھا۔

''تم کسی کا ''ہیومن رائٹ'' کیسے ختم کر سکتے ہو...... اگر تمہاری مام ایسا چاہیں تو...... ?who are you''

"stop... enough is enough ...Fari" زین نے زنانہ انداز میں اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھ لیے۔

''کیوں لڑ رہے ہو تم دونوں......؟'' بزنس لیکچرار جلال پاس سے گزرتے ہوئے رک کر حیرت سے پوچھنے لگے۔

''نو سر، ہم کچھ ڈسکشن کر رہے ہیں......'' فری نے گھبرا کر وضاحت کی۔ سر جلال حیرت سے کندھے اچکا کر آگے بڑھ گئے۔

''اب ہم لڑائی ختم کریں...... کلاس شروع ہونے والی ہے......!'' فری نے زین کی حالت مدنظر رکھتے ہوئے بہت تحمل کا مظاہرہ کیا۔

زین نے یوں سر جھٹک کر منہ کا گولہ بنا کر سانس خارج کی جیسے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا ہو...... فری

کے سامنے آج اس کا نرالا روپ تھا۔

☆☆☆

"یقین کرو شمسہ...... مجھے خود اتنی شرمندگی اور ذہنی تکلیف ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتی......"

سارہ نے روتی سسکتی شمسہ کو اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا......وہ خود چل کر شمسہ کے پاس آئی تھیں...... انہیں اندازہ تھا کہ واصف نے ماں کو ضرور بتایا ہوگا...... بلکہ ماں کے سامنے انگارے چبائے ہوں گے۔

"بھابی...... یہ بے عزتی اس کا پیچھا کرے گی...... اس کی یادداشت کا زخم بن جائے گی۔ میرے بچے کے پاس ہے ہی کیا...... بھائی میرا بدلہ اس سے کیوں لے رہے ہیں...... اس سے تو بہتر تھا کہ ایک ہی بار مجھے گولی مار دیتے...... روز، روز مارنے کے لیے مجھ پر احسان کیا تھا...؟ دنیا میں آنے والے بچے کو کیا پتا ہوتا ہے کہ اس کے وجود کے ذمے دار کون ہیں...... ان کا مذہب کیا ہے...... ان کے گناہ و ثواب کیا ہیں......؟" ایک ہمدرد کو سامنے پا کر شمسہ بکھر، بکھر گئیں...... الفاظ میں ایسے نشتر کی تیزی تھی کہ جو ایک ہی دفعہ میں کام دکھاتا ہے۔

سارہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں...... انہوں نے شمسہ کو اپنے ساتھ لگا کر زور سے بھینچ لیا۔

"جب میری شادی ہوئی تو سالار صاحب ایسے نہیں تھے شمسہ......"

"یعنی آپ یہ کہہ رہی ہیں کہ میرے گناہوں کی نحوست نے بھائی کو بدل دیا...... لیکن آپ غلط بھی نہیں کہہ رہیں......" شمسہ نے آنچل سے آنسو صاف کرتے ہوئے سسکاری لی۔

"ہم کہاں کے متقی پرہیزگار ہیں...... صبح سے رات تک جانے کتنی غلطیاں کرتے ہیں...... یہ راز تو اللہ کی عدالت میں ہی کھلیں گے......" سارہ نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"مامی...... آپ ماموں سے بولیں وہ ماں کا شیئر ماں کے حوالے کر دیں، ہم یہاں سے چلے جائیں گے...... دو بیڈ لاؤنج کا کوئی اپارٹمنٹ لے لیں گے وہ ہمیں کافی ہوگا......" واصف اچانک اپنے کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

شمسہ نے دہل کر آواز کی سمت دیکھا...... واصف کی آنکھوں سے لگا جیسے وہ سوتے، سوتے اٹھ کر باہر آیا ہے۔

"مامی سے بھی یہ بات نہ کرنا واصف...... تمہاری مامی ہم پر احسان کرتی چلی آ رہی ہیں...... اور مامی کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں......" شمسہ نے یہ کہہ کر سارہ کی طرف دیکھا جو نظریں جھکائے دم سادھے بیٹھی تھیں۔

"تو پھر آپ خود بات کریں......" واصف نے آگے بڑھ کر ڈسپنسر سے گلاس اٹھا کر گلاس بھرنا شروع کر دیا۔

"میں کم از کم ایک ہزار مرتبہ سالار صاحب سے یہ بات کر چکی ہوں واصف...... حالانکہ شمسہ نے آج تک کچھ نہیں کہا...... تمہارے ماموں کو یہاں تک کہا ہے کہ کسی شخص کو کتنا ہی غصہ کیوں نہ ہو وہ کسی کا حق ضبط نہیں کر سکتا...... تو وہ کہتے ہیں...... شمسہ کی فائل محفوظ ہے۔ مر جاؤں تو دے دینا۔ زندہ رہا تو اپنی تسلی کر کے دوں گا...... اب میں کیا مزید کہہ سکتی ہوں......" سارہ نے بہت احتیاط سے الفاظ کا چناؤ کیا...... سامنے جوان خون بپھرے ہوئے شیر کی شکل ڈٹا ہوا تھا۔

"مامی...... شاید میں کبھی اس ٹاپک پر آتا ہی نہیں...... بخش دیتا ماموں کو مگر انہوں نے عدالت لگا کر ماں کو پل، پل سزا دی ہے......" وہ بولا۔

"سزا دی ہے...... تو باقی سب بھی دینا پڑے گا...... کیونکہ سزا کاٹنے کے بعد تو بندہ پاک ہو جاتا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک سانس میں گلاس خالی کر دیا۔

"میرے بس میں ہو تو میں وہ فائل ابھی لا کر شمسہ کے حوالے کر دوں......" سارہ نے بے بسی کی کیفیت میں کہا تھا۔

"مامی...... ماں کو فائل دیں...... ماں کو دوزخ سے نکالیں...... کہیں ایسا نہ ہو...... سب ہی......" واصف نے

بات ادھوری چھوڑ کر کمرے کا رخ کر لیا تھا۔ سارہ نے واصف کی بات کا بالکل برا نہیں منایا..... وہ صورت حال کو پوری حقیقت پسندی کے ساتھ قبول کر رہی تھیں۔

البتہ احساس شرمندگی سے شمسہ کی گویائی سلب ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ڈھلتے سورج کی کرنیں دیواروں پر پڑ رہی تھیں جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ شام رات کے تعاقب میں دوڑ پڑی ہے۔

فری اور سالار صاحب لان میں بیڈ منٹن کھیل رہے تھے۔ جس روز سالار صاحب گھر جلدی آجاتے تھے وہ فری کے ساتھ بیڈ منٹن یا لان ٹینس ضرور کھیلتے تھے..... بنیادی مقصد یہی ہوتا تھا کہ بیٹی کو وقت دیں، اس کے ساتھ گپ شپ کر کے کالج کی رپورٹ لیں۔ دوسرے اس کو احساس دلائیں کہ دوست کی صورت میں باپ اس کو بہت اہمیت دیتا ہے..... رفاقت دینے کا موقع ضائع نہیں کرتا۔ فری کو بھی باپ کی کمپنی میں بہت توانائی ملتی تھی..... خود کو بہت پُراعتماد محسوس کرتی تھی۔

''پاپا..... آپ تیسری بار ہارے ہیں.....'' فری نے شٹل کاک گھاس سے اٹھا کر ریکٹ پر رکھ کر اچھالتے ہوئے سالار صاحب کی طرف ذرا کی ذرا دیکھا۔

''تم upہو رہی ہو..... میں downہو رہا ہوں.....'' سالار صاحب اب کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہنس رہے تھے۔

'' اوہ تو ابھی down نہ ہوں پاپا..... انسان بوڑھا نہیں ہوتا اس کے thoughts بوڑھے ہوتے ہیں..... آپ تھاٹس چینج کریں.....'' فری نے بالوں سے ہیئر بینڈ کھینچ کر دوبارہ سر کے بالوں میں لگاتے ہوئے کہا اور دھپ سے سالار صاحب کے مقابل بیٹھ گئی۔

سالار صاحب نے جگ سے گلاس میں پانی انڈیلا اور فری کی طرف دیکھا۔'' آرٹیفیشل انٹیلی جنس میں experience کرتی ہوں..... loadبڑھتا ہے تو سسٹم hangہو جاتا ہے۔ انسانی دماغ بھی جب بہت زیادہ میموریز جمع کر لیتا ہے تو سسٹم پر اثر پڑتا ہے۔''

''وہ نہیں جمع کرنا چاہیے..... پاسٹ تو گیا..... واپس نہیں آئے گا future (مستقبل) کنفرم نہیں ہے..... present is present or gift'' (حال ایک تحفہ یا گفٹ ہے)

''بہت اچھی بات کی ہے..... کاش تمہارے پاپا کو سمجھ آجائے.....'' سارہ کی آواز پر دونوں چونک پڑے تھے۔ سارہ قریب آچکی تھیں..... پیچھے نوکر چائے اور لوازمات سے بھری ٹرے اٹھائے آ رہا تھا۔

''تم فری کو بچہ سمجھتی ہو..... دیکھا کتنی زبردست بات کی ہے..... یہ بات تو بوڑھے لوگوں کو سوچنی چاہیے۔''

سالار صاحب تعریفی نظروں سے بیٹی کی طرف دیکھ رہے تھے..... نوکر ٹیبل پر ٹرے رکھ کر واپس پلٹ رہا تھا۔

''ابھی آپ بوڑھے نہیں ہوئے ہیں..... بوڑھا ہونے سے پہلے ہی سوچ لیں، ماضی اچھا تھا یا برا..... گزر گیا۔ اب اس کے نشانات کا پیچھا کرنا فضول ہے۔ سانپ گزر جانے کے بعد لکیر پیٹنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔''

سارہ کے لہجے میں قدرے تلخی تھی۔

''اُف..... ماما آپ پاپا کی کلاس لینا چھوڑ دیں..... میری بات پاپا کو اور پاپا کی بات مجھے اچھے سے سمجھ آجاتی ہے۔'' فری نے گویا چڑ کر سارہ کو ٹوک دیا۔

''پاپا میں نے نیٹ پر دیپک چوپڑا کی E book اسٹڈی کی ہے.....''

''کیا نام ہے book کا.....؟'' سالار صاحب نے درمیان میں ٹوکا۔

"DNA" فری نے عجلت کے انداز میں کتاب کا نام بتایا کیونکہ اسے اپنی بات کہنے کی جلدی تھی اور دونوں کو سنانا چاہتی تھی۔ اسی لمحے ماحول میں بائیک اسٹارٹ ہونے کی آواز گونجی تھی۔ پورچ میں واصف بائیک اسٹارٹ کررہا تھا۔

فری براہ راست دیکھ رہی تھی، سالار صاحب نے گردن موڑ کر دیکھا...... سارہ نے کوئی جنبش نہیں کی...... بائیک اسٹارٹ ہونے کی آواز خود ہی بتا رہی تھی کہ پورچ میں واصف ہے۔

''تم فری کو بیوقوف سمجھتی ہو...... دیکھو اس کا سلیکشن......'' سالار صاحب نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے سارہ کو مخاطب کیا۔

صبح کا منظر پھر فلم کی طرح چلنا شروع ہوگیا تھا...... اور وہ اس گزرے پل کے سائے سے فری کو بچانا چاہ رہے تھے...... کیونکہ کافی دنوں بعد وہ فیملی کے ساتھ آرام سے بیٹھے تھے اور گپ شپ بھی اچھی چل رہی تھی۔

مگر واصف پر نظر پڑتے ہی فری کا موڈ خراب ہوچکا تھا...... آنکھوں میں شعلے سے بھڑکتے دکھائی دیے...... ایسے شعلے جن میں شدت نہیں ہوتی مگر جگنوؤں کی طرح نظر آتے ہیں...... پہاڑوں کے درمیان اڑتے ہلکے بادلوں کے مثل و مصداق۔

''DNA ایک universal truth (کائناتی سچائی) ہے۔ ویری گڈ سلیکشن......'' سالار صاحب کے لہجے میں جو کچھ تھا وہ سارہ ہی سمجھ سکتی تھیں فری نہیں...... سارہ آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

گارڈ نے گیٹ کھول دیا تھا واصف زن سے گیٹ پار کرگیا تھا۔ ''کدھر چل پڑیں چائے نہیں پیو گی......؟'' سالار صاحب حتی المقدور کوشش کررہے تھے کہ فری کی توجہ واصف کی طرف سے ہٹا کر سابقہ صورت حال پر قائم رہے اور دلچسپ گفتگو جاری رہے...... مگر فری کا ذہن قلابازی کھاچکا تھا۔

آخری شام سے پہلے

کبھی حبس کے صحراؤں...... کبھی ہجر کے کانٹوں میں......
دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی داستان طاہر جاوید مغل کے قلم کا جادو

شعلہ شب گیر

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات ایم آر راجپوت کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اکتوبر 2023ء کا شمارہ ایک نظر میں

مرزا امجد بیگ کی بیانوں کا سحر

عبرق بخاری، زویا صفوان، آصفہ ضیا احمد، عاطر شاہین، خالد شیخ طاہری، علی امجد، شاہ زین رضوان، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''دیکھا کتنے آرام سے تیار ہو کر جا رہا ہے...... میں تو سمجھ رہی تھی کہ آج تو یہ لازمی گھر چھوڑ کر چلا جائے گا۔''
فری کی سانس بے ترتیب ہونے لگی۔
''ڈھیٹ بندہ ہے۔'' سالار صاحب نے بھی دانت پیسے۔
سارہ قدم آگے بڑھا چکی تھیں...... رک گئیں اور سالار صاحب کی طرف دیکھا۔
''خدا کا خوف کریں...... ساری حدیں پار ہو چکیں...... اب تو اس کا پیچھا چھوڑ دیں...... '' یہ کہہ کر وہ غصہ بھری چال چلتی ہوئی آگے بڑھ گئیں۔
''ماما کو پتا نہیں کب سمجھ آئے گی اس ڈفر کی وجہ سے ان کی لائف بھی suffer کر رہی ہے......'' فری نے آف موڈ میں کپ میں چائے انڈیلنا شروع کر دی تھی۔ لیکن مقام حیرت تھا کہ سالار صاحب جواب میں خاموش رہے۔

☆☆☆

''سر...... آج آپ میں بہت change نظر آ رہا ہے۔ ?is everything ok'' عالی شان نے چپ، چپ سے واصف کا خصوصی نوٹس لیا تھا...... اس پر عالی جاہ نے بھی چونک کر واصف کی طرف دیکھا تھا۔
"not feeling well" واصف نے نظریں جھکا کر مختصر ترین جواب دیا تھا۔
''تو سر آپ ریسٹ کرتے......'' عالی شان ہمدردی اور فکر مندی سے دیکھنے لگا۔
''جی سر آج آپ رہنے دیں......'' عالی جاہ نے بھی موقع ضائع نہیں ہونے دیا...... انداز کافی پُر جوش تھا۔
''آخری رن پر سنچری ہونے والی ہو تو سب سے زیادہ انرجی کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ "99" زندگی بھر تنگ کرتا ہے۔'' واصف نے مسکرا کر کتاب کے صفحات الٹ پلٹ کر کیے۔
''جی سر......؟'' دونوں بچے ہونق ہو گئے...... عالی شان کے انداز میں بے ساختگی تھی...... عالی جاہ کا منہ کھلا تھا بس کھلا ہی رہ گیا۔
''مطلب یہ کہ کبھی، کبھی ایسے مقام بھی آتے ہیں کہ لگتا ہے کہ سارے کام رک گئے ہیں۔ مگر یہی وقت ہوتا ہے کہ جب کام تیز ہونا چاہیے...... ورنہ کام کبھی نہیں ہوتا...... آج ایک ایکسیڈنٹ دیکھا...... بہت خوفناک تھا۔ میموری سے اسٹکر کی طرح چپک جانے والا...... مگر میری ول پاور اس حادثے سے زیادہ اسٹرونگ ہے...... doesn't matter''
واصف نے مسکرا کر عالی شان کی طرف دیکھا مگر نظریں عالی شان سے گزر کر دروازے کی سمت تک گئیں۔
سامنے داؤد علوی کریم کلر کے سوٹ اور سرخ ٹائی میں ملبوس بڑی دلچسپی سے واصف کی طرف ہی دیکھ رہے تھے۔ نظریں ملتے ہی انہوں نے آہستہ سے تالی بجائی۔
''I am really proud of my great selection کیا زبردست سبق دیا ہے اس وقت میرے بچوں کو...... ورنہ تو عموماً ٹیچرز بچوں کو تیمور لنگ کی اسٹوری سنا کر ڈیوٹی بھگتا لیتے ہیں......'' داؤد علوی بولتے ہوئے تینوں کے قریب آ کر رک گئے۔
"my pleasure" واصف نے نیاز مندی سے سینے پر ہاتھ رکھا اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔
''بیٹھو...... بیٹھو...... تم جیسے ٹیچر کو تو سر آنکھوں پر بٹھانا چاہیے۔ میں نے ڈسٹرب تو نہیں کیا...... ایکچوئلی کئی دنوں سے آپ سے ملاقات نہیں ہوئی تھی...... ابھی، ابھی گھر واپس آیا ہوں...... بزنس سرکل میں ہائی ٹی تھی...... نکلتے، نکلتے ڈنر ٹائم ہو گیا۔''
''نو پرابلم...... ابھی تو بس شروع ہی کیا تھا۔'' واصف نے رواداری سے کہا۔
''میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گا...... بہت زیادہ تھک چکا ہوں...... شہر کے تاجروں کی کریم موجود تھی...... مگر موسم سے

بات شروع ہو کر profit and loss پر ہی ختم ہوتی ہے..... کچھ زیادہ ہی "energetic" ہوتے ہیں وہ اپنے ماضی کے کارناموں کا ذکر کرتے نہیں تھکتے..... میں تھک جاتا ہوں.....' یہ کہہ کر داؤد دہلوی نے مختصر سا قہقہہ لگایا۔

''ماضی تو سر آپ کا بھی ہوگا..... آپ بھی تو پھر کچھ recall کرتے ہوں گے۔'' واصف نے بیٹھتے ہوئے یونہی برسبیل تذکرہ ایک بات کہی تھی۔

داؤد دہلوی چند ثانیے کے لیے ساکت ہوئے..... ٹھٹک کر واصف کی طرف دیکھا۔ پھر فوراً ہی سنبھلے اور مسکرائے۔

''یادِ ماضی عذاب ہے یارب ...... چھین لے مجھ سے حافظہ میرا''

''ماشاء اللہ شاعری سے بھی دو، دو ہاتھ کر لیتے ہیں.....'' واصف نے مسکرا کر داؤد دہلوی کی طرف دیکھا تھا۔

''انسان بھی عجیب شے ہے..... کبھی آنکھیں چار کرتا ہے..... پھر دو، دو ہاتھ کرتا ہے۔ کبھی تین، پانچ کرتا ہے پھر نو، دو، گیارہ بھی ہو جاتا ہے۔'' داؤد دہلوی کی شخصیت کا ایک دلچسپ پہلو سامنے آرہا تھا۔

''سر آپ کو تو واقعی اردو پر کمانڈ ہے.....'' واصف بہت متاثر ہوا۔

''بڑی پیاری زبان ہے اردو..... جس کا ہم نے ستیاناس مار دیا ہے۔ کیمبرج سسٹم تو ہماری اردو کے پیچھے لٹھ لے کر پڑا ہے..... بچوں کا داخلہ کراتے ہیں تو ہمیں تاکید کی جاتی ہے کہ گھر میں بھی بچوں سے انگریزی بولیں تاکہ تاجِ برطانیہ کے مرحومین کی روح شاد باد ہو..... کولمبس کی روح کو امریکا دریافت کرتے پر فخر محسوس ہو.....'' وہ رک کر ہنسے پھر سنجیدگی سے خاموش بیٹھے بھانجوں کی طرف دیکھا۔

''مجبوری بن گئی ہے ہماری..... سسٹم کو فالو کرنا پڑتا ہے..... ایک ذرا سے فائدے کے لیے بہت سارا "pay" کرنا پڑتا ہے۔ میں ہائی ٹی سے اٹھ کر آرہا ہوں..... یقین کرو تائی پر سنت لوگ صرف انگریزی میں بات کررہے تھے..... حالانکہ آج کوئی فارن گیسٹ نہیں تھا..... جو باہر سے آئے ہوئے تھے وہ بھی پاکستانی تھے۔''

''تو ممو..... آپ کی اردو کس نے لفٹ کرائی ہوگی.....؟'' عالی شان نے شرارت سے گرہ لگائی۔

''ممو بھی انگریزی میں مقابلہ جیت کر آرہے ہیں میری جان..... ممو کیمبرج نہیں پڑھے ہیں..... مگر انگریزوں سے اچھی انگریزی بولتے ہیں..... sis, brc, omg بہت جلدی میں ہے انگریز..... دیکھنا کسی بھی وقت ایٹم بم پھوڑ دے گا..... کہ چلو بس بہت ہو گیا..... اب واپس چلتے ہیں.....'' داؤد دہلوی کے انداز میں اتنی روانی و بے ساختگی تھی کہ واصف، عالی شان اور عالی جاہ کے قہقہے بلند ہو گئے..... ماحول یکسر تبدیل ہو گیا تھا۔ واصف کا وقتی ڈپریشن یا اعصابی تناؤ تو یوں غائب ہوا گویا گدھے کے سر سے سینگ.....

داؤد دہلوی ماحول میں لطیف سا احساسِ مسرت بکھیر کر ہاتھ لہرا کر وہاں سے چلے گئے..... مگر واصف کے وجود میں نئی ترنگیں اسے تدریسی عمل میں یکسو ہونے سے روک رہی تھیں..... بہر کیف اسے اپنی ذمے داری تو ادا کرنا تھی اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔

''سر آپ۔ گیم کھیل رہے ہیں تو پلیز ہمیں بھی allow کریں ہمارے کچھ فرینڈز ابھی آن لائن ہوں گے۔

''شٹ اپ..... میں پریکٹس فارورڈ کر رہا ہوں..... یہ میں نے بہت محنت سے تیار کیے ہیں..... یہ آپ دونوں کا سیکریٹ ہے کسی سے شیئر نہیں کرنا..... یہ hook points ہیں جو آپ کا گریڈ بنائیں گے۔'' واصف اب سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''سر سیل فون تو روم میں ہے.....'' عالی جاہ نے قدرے منمنا کر کہا۔

''روم اسی گھر میں ہے..... پیدل جا سکتے ہیں۔'' واصف نے قدرے رعب سے کہا۔ عالی جاہ منہ بنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرا بھی لے آنا..... کمپیوٹر ٹیبل پر ہوگا.....'' عالی شان نے اٹھتے ہوئے عالی جاہ کو کام بتایا۔

عالی جاہ کے جاتے ہی ایک ایسی خاموشی ماحول پر طاری ہوئی جو غضب کی گفتگو کرتی ہے جو الفاظ کی محتاج نہیں ہوتی...... واصف کو اس گہری خاموشی میں ایک چیخ سنائی دے رہی تھی۔ وہ چیخ جو ایک مرتبہ سننے کے بعد چیخ دوبارہ سنائی نہیں دی تھی مگر اس گھر میں داخل ہوتے ہی گویا سماعتیں منتظر ہو جاتی تھیں۔

اس نے سیل فون رکھ کر دو کلو کی کتاب پھر اٹھالی...... بالکل خاموش ہو گیا۔ گویا، عالی جاہ کا انتظار تھا یا پھر چیخ کا...... جو آج کے طمانچے کی طرح یادگار تھی۔

☆☆☆

''روزانہ کی بنیاد پر فون آ رہا ہے نعیم قریشی کا...... باقاعدہ رشتہ دے چکا ہے اب بولو...... کیا کرنا ہے......؟ کیا جواب دینا ہے؟'' سارہ بیڈروم میں ابھی داخل ہوئی ہی تھیں کہ سالار صاحب نے بلا تمہید مدعا بیان کر دیا...... یوں لگا جیسے وہ خاصے ذہنی دباؤ کے اثر میں ہوں۔

بات سارہ سے کر رہے تھے نظریں کہیں اور تھیں...... چند سیکنڈ میں سیل فون کی دو مرتبہ جگہ تبدیل کی جو اُن کے ذہنی انتشار کی غمازی تھی۔

''شادی کا معاملہ ہے سالار...... انہیں جلدی ہے ہمیں تو نہیں...... صاف کہہ دیں کہ وہ ہمیں کچھ وقت دیں...... کون سا فری کی عمر نکلی جارہی ہے۔'' سارہ چونکہ اس موضوع کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں تھیں پھر صبح سے موڈ بھی خراب تھا...... اب قدرے چڑ کر بولی تھیں۔

''عمر نکلی نہیں جارہی...... مگر انہی طور طریقوں سے عمر نکال دی جاتی ہے کہیں تو...... کبھی تو بیٹی دو گی ناں......''

سالار صاحب ابھی نعیم قریشی کے الفاظ و جذبات کے زیر اثر تھے دیر سے گفتگو چل رہی تھی...... جیسے ہی خدا حافظ کہنے کی رسم پوری ہوئی سارہ بیڈروم میں آ گئی تھیں۔

''سالار صاحب...... سرحد پار کا نہیں سمندر پار کا معاملہ ہے...... ڈالر نہ ہوا...... اللہ کا عذاب ہو گیا...... جسے دیکھو اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے ہماری آمدنی پاکستانی روپے میں ہے لیکن اللہ نے بہت برکت دی ہے...... ساری نعمتیں حاصل ہیں ہمیں......'' سارہ نے جھنجلا کر اپنے بال کیچر سے آزاد کیے۔ شام کو شاور لیا تھا ابھی تک برش کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

''یہ تمہارا peak ہے کیونکہ تمہارا بیک گراؤنڈ ایوریج مڈل کلاس سے ہے مگر فری اس ملک کی vip سٹیزن (شہری) ہے...... وہ اس سے آگے دیکھتی ہے اور اس سے آگے ڈالر، یورو، پونڈز ہیں۔'' سالار صاحب غالباً کچھ زیادہ ہی قائل کر لیے گئے تھے کہ بیگم سے الجھنے کو تیار ہو گئے۔

ان کی بات سن کر سارہ یکلخت ساکت سی ہو گئی تھیں۔

''آپ کو میری کلاس ابھی تک یاد ہے......؟ میرے باپ نے ہاتھ جوڑ کر کہا تھا کہ میری بیٹی سے شادی کرو......؟ میرا تعلق جس کلاس سے بھی ہے...... بے حساب عزت ملی ہے۔ میرے باپ، دادا، نانا...... سب معزز تھے...... مرتے وقت مقروض نہیں تھے...... ہمارے گھروں میں مہمان بہت آتے تھے...... جن کے گھروں میں مہمان بہت آتے ہیں، وہ بہت خوش نصیب اور عزت دار لوگ ہوتے ہیں۔'' صبح سے دماغ غبار سے اٹا ہوا تھا...... سارہ گویا پھٹ پڑی تھیں۔

''تم اپنی بات منوانا چاہتی ہو اس لیے اس ٹون میں بات کر رہی ہو......'' سالار صاحب رات کے اس پہر ''جنگی حالات'' دیکھ کر جھلا سے گئے۔

''ایسا کیا کہہ دیا میں نے کہ تم راشن پانی لے کر چڑھ دوڑیں......'' انہوں نے خفگی ظاہر کرتے ہوئے اپنی

طرف کا لیمپ فوراً آف کر دیا اور سارہ کی طرف سے پیٹھ کر لی حالانکہ سارہ نے برش اٹھانے اسی طرف جانا تھا جہاں سالار صاحب نے چہرہ کیا تھا۔

''میاں بیوی شادی کے بعد برابر ہوتے ہیں...... لونڈی، کنیز کو اس کی جگہ بتائی جاتی ہے۔ میں دشمن ہوں اپنی بیٹی کی......؟''

''او...... تو بھی شادی تو کرنی ہے۔'' سالار صاحب غصے کی انتہا پر بھول گئے کہ انہوں نے تو پیٹھ موڑ کر بات ختم کر دی تھی۔ پھر واپس رخ کر لیا بیگم کی طرف جو ابھی تک بیڈ کے کنارے پر یوں ٹکی تھیں جیسے بس بھاگ کھڑی ہوں گی۔

''ہاں...... شادی کریں گے...... مگر سوچ سمجھ کر کریں گے۔'' سارہ نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''بس تم رہنے دو...... میں بات کرتا ہوں فری سے...... اس کے ساتھ ایک ''سٹنگ'' مطلب میٹنگ تو ضروری ہے...... یہ اس کا رائٹ ہے......'' وہ بولے۔

''بس اب خاموش ہو جاؤ...... سونے دو مجھے......'' سالار صاحب نے پھر کروٹ لے لی تھی۔

''آرام سے سوئیں...... میں گیسٹ روم میں جا رہی ہوں......''

''اصل میں تو میں نے خود دماغ خراب کیا ہے...... ہر وقت جی، جی کر کے...... یہ تو ڈکیٹیٹر ہی بن گئے ہیں......'' یہ جملہ انہوں نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں ادا کیا تھا۔

لپک جھپک کے انداز میں اپنا سیل فون اور ہیر برش اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئیں...... شادی شدہ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ایک چھت تلے الگ، الگ بیڈ روم میں سونے جا رہے تھے۔

☆☆☆

بہت ہی اچھا ہوا...... جان چھوٹی...... کم از کم چونچ تو بند ہو گئی۔ پھپھو کو مظلوم بن کر پتا نہیں کیا، کیا سنایا ہو گا...... خیر مجھے کیا...... بیچاری پھپھو ان کی بھی مجبوری ہے...... بیٹا ہے کیا کریں......'' فری کو نیند نہیں آ رہی تھی بے چینی سے کروٹیں لے رہی تھی...... سارا دن تو کالج میں گزر گیا تھا۔ آ کر تین بجے کے لگ بھگ سو گئی تھی...... شام کو فریش ہو کر سالار صاحب کے ساتھ وقت گزارہ پھر کھانا، اس کے بعد زویا سے ایک گھنٹے کی بے سرو پا گپ شپ...... پھر زین کا فون آ گیا...... آدھا گھنٹا اس نے لے لیا...... ایک گھنٹے تک کل کے ٹیسٹ کی تیاری کی۔

اب جا کر سیدھی ہو کر ٹانگیں پھیلا کر سونے لیٹی تو ذہن ادھر ادھر قلابازی کھانے لگا...... صبح سے اب تک کی فلم چلنے لگی تو صبح کی بدمزگی پھر سے تازہ ہو گئی...... جانی دشمن کا چہرہ سامنے آ گیا تو حلق تک کڑواہٹ پھیل گئی یہی کچھ ڈیز رو کرتا ہے...... ضمیر پر بوجھ تھا یا کیا تھا وہ خود کو سمجھا رہی تھی...... مگر دن بھر کی تمام مصروفیات میں اسی منظر کے رنگ بہت گہرے تھے...... دماغ کی سوئی بار، بار یہیں اٹک جاتی تھی۔

اس نے اپنا سیل فون اٹھا لیا...... شام تک پڑے سوتے رہنے سے پھر رات کو جلدی نیند کہاں آتی ہے۔ (یہ وہی سیل فون تھا جو آئی فون ملنے کے بعد اس نے کچرے کی طرح ایک طرف ڈال دیا تھا۔)

ای میلو، واٹس ایپ وہ چیک کر چکی تھی...... فیس بک کھول کر دیکھنے لگی...... فرینڈز ریکوئسٹ آئی ہوئی تھیں...... یہ وہ ضرور چیک کرتی تھی فرینڈز ریکوئسٹ کی قطار دیکھتے ہوئے اسے زبردست جھٹکا لگا تھا۔ سامنے الفر کی فرینڈ ریکوئسٹ تھی...... بہت خوب صورت فوٹو تھی، آنکھوں پر سن گلاسز چڑھے ہوئے تھے مگر صاف پہچانا جا رہا تھا...... اس نے جلدی سے تفصیلات چیک کیں...... الفر قریشی ہی تھا، نعیم قریشی کا لخت جگر، تعلیم، موجودہ ٹھکانا، سالگرہ کی تاریخ سب کچھ سامنے تھا۔

mutual فرینڈز اس کا باپ یعنی نعیم قریشی بھی شامل تھے...... یہ تو گویا الفر کی شناخت پر حتمی مہر تھی۔

اُسوۂ صحابیات رسول اللہ ﷺ ... ہر دور کے لیے قابلِ تقلید

اللہ کے نبی ﷺ آپ پر لاکھوں درود و سلام اور ہم جیسے ہزاروں بار آپ ﷺ پر قربان آپ ﷺ کا اصل کارنامہ یہ تھا کہ آپ ﷺ خود تو صاحبِ خلقِ عظیم تھے ہی لیکن جو آپ ﷺ سے قریب ہوا اس کی زندگی بھی اخلاقی انقلاب سے دوچار ہوگئی۔ آپ ﷺ نے دنیا کو عظیم انسان تیار کر کے دیے، جنہوں نے تاریخ انسانی میں وہ عظیم انقلاب پیدا کیا جس کی مثال قیامت تک پیش نہیں کی جاسکتی۔ اصحاب رسول ﷺ و صحابیات رسول ﷺ تابعین اور تبع تابعین تاریخ کی کتابوں میں اپنے روشن اسوے کے ساتھ آج بھی زندہ ہیں۔ صحابیات رسول ﷺ کی زندگیوں کے اوراق پلٹیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک طرف وہ عفت و اخلاق کا بہترین نمونہ ہیں تو دوسری طرف جرأت و استقامت کی لازوال مثال...... ایک طرف وہ بہترین خاتونِ خانہ ہیں جنہوں نے صبر و شکر کی ردا اوڑھی ہوئی ہے تو دوسری طرف میدان جہاد میں مردوں کے شانہ بشانہ حق جہاد ادا کر رہی ہیں۔ ایک طرف خود دین کی خاطر ہجرت کی صعوبتیں برداشت کر رہی ہیں تو دوسری طرف اپنے جگر گوشوں کو میدان جہاد کی طرف روانہ کر کے ان کی شہادت کی خبر پا کر سجدۂ شکر ادا کر رہی ہیں۔ ایک طرف راتوں کو اٹھ، اٹھ کر عبادت میں مصروف ہیں تو دوسری طرف سارا مال یتیموں اور بیواؤں پر خرچ کر رہی ہیں اور ”اُم المساکین“ کا لقب پا رہی ہیں۔

آج اکیسویں صدی میں ہماری نسلیں ”رول ماڈل“ کی تلاش میں بھٹک رہی ہیں، ماہرین سماجیات و نفسیات بے بس ہیں کہ بڑھتے ہوئے اخلاقی انحطاط کو کیسے روکا جائے، اس کے آگے بند باندھنے کی سب تدبیریں ناکام ہو رہی ہیں۔ ایسے میں نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اپنی اصل بنیادوں کی طرف پلٹیں۔ اسلامی انقلاب جس نے سیاسی انقلاب کی راہ ہموار کی تھی اور ایک صدی سے بھی کم عرصے میں اسلام دنیا کی سپر پاور بن گیا تھا۔ وہ عظیم شخصیات جو اس انقلاب کی روح رواں تھیں آج بھی اجالوں کی پیامبر ہیں۔ ہمارے غم کے اندھیروں کا علاج اسی روشنی کی طرف رجوع میں مضمر ہے۔

آیئے ازواج مطہرات کی پاکیزہ زندگیوں سے سبق لیں۔ جس ہستی کی تعریف خود نبی پاک ﷺ فرما دیں اس کو پھر کسی تعریف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ سب سے پہلی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آپ ﷺ فرماتے

اس نے اظہر کی فوٹو کو اب زوم کر کے دیکھا...... دل میں خوشگوار سی گدگدیاں ہونے لگیں۔

”واہ...... بڑی جلدی میرا لنک بھی ڈھونڈ لیا...... اور مجھے بھی......“ اس نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ confirm کر دیا...... اور حیرت کی انتہا نہ رہی کہ فوراً ردِعمل آ گیا...... گویا انتظار میں بیٹھا تھا۔ اس نے میسج کھولا۔

"how are you dear?"

"dear!" اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی...... اتنی بے تکلفی...... ایک دم سے ...... "I am very happy...so fine" اس نے فوراً ہی جوابی میسج ارسال کر دیا تھا۔

"why are you happy...?"

سوال مشکل آیا تھا...... وہ سوچ میں پڑ گئی کہ کیا جواب ٹائپ کرے پھر اسے شرارت سوجھی اس نے فون پاور آف کر دیا...... اور سرہانے رکھ دیا...... شریر مسکراہٹ ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

”کل تک میرے reply کا wait کرو...... میں نے تمہیں اگنور کر دیا ہے۔ میں انجوائے کر رہی ہوں...... تم wait کرو......“ وہ کشن بازوؤں میں دبوچ کر نیند کی منت خوشامد کرنے کا موڈ بنانے لگی۔

☆☆☆

گیسٹ روم کے نیم تاریک ماحول میں سیل فون کی رنگ نے گویا طوفان اٹھا دیا تھا...... لاکھ جتن کے بعد تو سارہ کو نیند آئی تھی ابھی تو گہری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ٹوٹ گئی۔

سارہ نے اِدھر اُدھر ہاتھ مار کر سیل تلاش کیا...... جو ہاتھ مارنے کی وجہ سے اور دور ہو گیا تھا...... رنگ مسلسل ہو رہی تھی وہ مندی، مندی آنکھوں کے ساتھ اٹھ بیٹھیں اور سیل فون اٹھا کر اسکرین پر نظر دوڑائی۔ لاہور سے بھابی کی کال آ رہی تھی۔

ہیں۔ ”خدا کی قسم مجھے خدیجہ سے بہتر کوئی بیوی نہیں ملی، وہ اس وقت ایمان لائیں جب ساری قوم کفر میں مبتلا تھی، انہوں نے اس وقت میری تصدیق کی جب سب مجھے جھٹلا رہے تھے۔ انہوں نے اس وقت اپنا مال مجھ پر قربان کیا جب دوسروں نے مجھ سے ہاتھ کھینچ لیا اور اللہ نے ان سے مجھے اولاد عطا فرمائی۔“

آپ ﷺ کی دوسری زوجہ محترمہ حضرت سودہ بنت زمعہؓ جن کو ہجرت مدینہ کا شرف حاصل ہوا، ان کے بارے میں روایات ہیں کہ قیام الّیل میں آپ ﷺ کے ساتھ گھنٹوں کھڑی رہتیں۔ ان کی فیاضی کا یہ عالم تھا کہ جب خلافت راشدہ کے دور میں انہیں بھی دوسرے مسلمانوں کے ساتھ وظائف ملنے لگے تو اس میں سے بیشتر رقم حاجت مندوں میں بانٹ دیتی تھیں۔ خود دستکاری کرتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی اس کو راہ خدا میں خرچ کر دیتیں۔ ان کی زندگی تسلیم و رضا کا مظہر تھی۔

حضرت محمد ﷺ کو جس معاشرے میں مبعوث فرمایا گیا، وہ امیین (ناخواندہ) لوگوں کا معاشرہ تھا۔ لیکن وہاں علم و عرفان کا سورج طلوع ہوا تو مرد تو مرد عورتیں بھی زیور تعلیم سے ایسے آراستہ ہوئیں کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا علمی مقام اسلامی تاریخ کا درخشاں باب ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ میں بڑے، بڑے عالم ان کے سامنے زانوئے تلمذ بچھائے نظر آتے ہیں۔

مسلمان عورتوں کے لیے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے اسوہ مبارکہ میں بہت سے سبق پوشیدہ ہیں۔ آپؓ انتہائی عبادت گزار تھیں۔ سیکھنے، جاننے اور جستجو کا مادہ کوٹ، کوٹ کر بھرا تھا۔ مختلف مواقع پر آپؓ سوال کرتی تھیں، وکیل مانگتی تھیں مختلف احکام کے سلسلے میں جس سے امت مسلمہ کے لیے بہت سے مسائل کی گتھی سلجھی۔ یہ امت قیامت تک سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے احسانات کی شکر گزار رہے گی۔ صحابیات رسول ﷺ کی زندگیوں میں ایک سبق بڑا واضح ہے کہ وہ دنیا کی حقیقت کو سمجھنے اور آخرت کی تیاری میں ہمہ تن معروف رہنے والی ہستیاں تھیں۔ انہیں عرفان ذات نصیب ہوا تھا۔ دین کے لیے انہوں نے سب کچھ تج دیا تھا۔ دنیاوی خوش حالی اور راحت کی زندگی کس کو بری لگتی ہے لیکن وہ اپنے مقام و مرتبہ سے آشنا تھیں اور دنیا کو انہوں نے اپنی زندگی میں وہی مقام دیا جس کی وہ حقدار ہے اور آخرت کی کھیتی کو اسی طرح سینچا جیسا اس کا حق ہے۔ رب کی رضا اول و آخر ان کا مقصود زندگی قرار پائی۔

تحریر: سمیعہ راحیل، مرسلہ: نور بانو، لاہور

”اتنی رات کو بھابی کی کال......؟“ سارہ کا دل بیٹھنے لگا۔ جلدی سے کال ریسیو کی تھی۔

”السلام علیکم بھابی......“ ان کی آواز مرتعش سی تھی...... دوسری طرف سے سمیرا بھابی کی روتی ہوئی آواز نے ہوش اڑا دیے۔

”سارہ...... تمہارے بھائی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے...... کیسے یقین کروں ایک گھنٹہ پہلے تو مجھ سے باتیں کر رہے تھے...... سگریٹ پی رہے تھے اور میں ان سے لڑ رہی تھی کہ سگریٹ کم کریں...... چمنی اسموکر بن رہے ہیں......“ اتنا کہہ کر وہ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگی تھیں۔

سارہ سکتے کی کیفیت میں تھیں...... یہ بھائی تو ان کا میکا تھا...... ماں باپ کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد سارہ کو باپ کی طرح توجہ دی تھی۔

”صبر کریں بھابی...... میں کوشش کرتی ہوں نائٹ کوچ میں سیٹ مل گئی تو صبح، صبح لاہور پہنچ جاؤں گی......“ سارہ کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو گرنے لگے۔

”مریم کو بھی فون کر دو...... میں نے صرف تمہیں فون کیا ہے...... ابھی میں اسپتال میں ہی ہوں......“

”ٹھیک ہے بھابی...... میں مریم کو بتاتی ہوں...... پھر ہم دونوں ساتھ ہی نکلیں گے...... ہوسکتا ہے اس کا میاں بھی ہمارے ساتھ ہو...... آپ فکر نہ کریں...... ان شاء اللہ میں اپنے بھائی کو رخصت کرنے ضرور آؤں گی......“ سارہ روتے ہوئے تسلی دے رہی تھیں۔

”ہاں سارہ...... تم دونوں کے آنے سے مجھے بہت حوصلہ ہوگا...... اولاد تو ہے نہیں اب تو بالکل اکیلی ہو گئی ہوں......“ سمیرا بھابی نے ہچکیوں کے ساتھ یہ الفاظ ادا کیے اور خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔ سارہ نے بے جان

سے ہاتھ کو نیچے کیا۔
افسوسناک خبر کے ساتھ بڑی مشکل ڈیوٹی بھی تفویض ہوئی تھی...... ایک بہن نے دوسری بہن کو بھائی کے بچھڑنے کی دردناک اطلاع پہنچانا تھی۔
وہ خود کو ذہنی طور پر تیار کر رہی تھیں...... کہ بہن کو کن الفاظ کے ساتھ یہ خبر پہنچانی چاہیے...... حالانکہ آنسوؤں سے تر آواز تو مریم نے پہلے پہل سنتا ہی تھی۔
مریم کو فون پر اطلاع دے کر اسے روتا سن کر صبر کی تلقین کر کے وہ عجلت کے انداز میں بیڈ روم میں آئی تھیں...... بھائی کی ناگہانی مرگ کی اطلاع نے اپنا آپ بھلا دیا تھا۔ اس وقت سالار صاحب سے کوئی گلہ شکوہ نہیں تھا...... بس اڑ کر لاہور پہنچنے کی جلدی تھی۔
سالار صاحب چت لیٹے محوِخواب تھے اور ہلکے، ہلکے خراٹے لے رہے تھے۔
''سالار...... سالار...... پلیز اٹھیے......'' ان کی آواز آنسوؤں سے تر تھی۔
''اوں...... ہوں......'' نیند پر ہلکی سی ضرب پڑی تھی...... انہوں نے کسمسا کر کروٹ لے لی...... اور دوبارہ خراٹے شروع ہو گئے۔
''سالار...... پلیز اٹھیے...... خدا کے لیے اٹھیے......'' سارہ گھوم کر اس طرف آئیں جس طرف سالار صاحب نے کروٹ لی تھی...... اور ان کا بازو پکڑ کر زور سے ہلایا۔
''ارے بھئی...... کیا صبح نہیں ہو گی...... ؟ ایسا بھی کیا کہہ دیا ہے میں نے...... ؟ صبح لڑ لینا۔'' وہ گہری نیند ٹوٹنے پر بری طرح جھنجلا گئے۔
''بس ہو گئیں ساری لڑائیاں ختم...... میکا ہی ختم ہو گیا...... جس کے بل بوتے پر سوال جواب کر لیتی تھی، وہ مجھے تنہا کر کے چلا گیا۔'' سارہ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔
اب سالار صاحب کو 440 والٹ کا جھٹکا لگا تھا۔
''کون چلا گیا...... ؟ کیا ہوا...... کس کی بات کر رہی ہو؟'' وہ بدحواس ہو کر اٹھ بیٹھ گئے اور آنکھیں پھاڑ کر سارہ کی طرف گھورنے لگے جو ابھی تک کھڑی ہوئی تھیں۔ بچوں کی طرح بلک رہی تھیں۔
''شبیر بھائی کی ڈیتھ ہو گئی ہے سالار...... سمیرا بھابی کا فون آیا تھا۔'' اب سارہ گرنے کے انداز میں بیٹھ گئی تھیں۔
''اوہ...... اناللہ وانا الیہ راجعون......'' سالار صاحب کے اعصاب پر سے نیند کے غبار چھٹ گئے تھے...... خبر ہی ایسی تھی۔
انہوں نے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا...... اور اپنے ساتھ لگا لیا۔
''صبر کرو سارہ...... جو آیا ہے اسے جانا بھی ہے...... سب اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں...... تم اپنے آپ کو تنہا سمجھتی ہو...... ؟ پچیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہم نے ساتھ گزارہ ہے...... جوان بیٹی نے یہ بندھن پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیا ہے...... سوری یار...... بس غصے میں کچھ کہہ دیتا ہوں...... مگر دل سے تمہاری قدر کرتا ہوں...... تم اتنی جلدی بدگمان ہو جاتی ہو...... میں تو تمہاری گود میں سر رکھ کر جان دینے کی آرزو رکھتا ہوں میری جان......''
سارہ نے گھبرا کر سر اٹھایا...... اور سالار صاحب کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔
''بس...... خاموش ہو جائیں...... ابھی تو اس جانے والے کا آخری دیدار نہیں کیا اور آپ مجھے ہولانے لگے...... میری تو بادشاہت ہی آپ کے دم سے ہے۔'' میاں، بیوی کا رشتہ بھی بہت عجیب ہے، دشمنوں کی طرح لڑ لیتے ہیں، دوستوں کی طرح منا لیتے ہیں...... گلے لگتے ہی جھگڑے مٹ جاتے ہیں...... وجہ بڑی سادہ سی ہے اس

رشتے میں کوئی راز رہتا ہے نہ پردہ...... جو کچھ دنیا سے چھپاتے ہیں وہ ایک دوسرے سے نہیں چھپا سکتے...... جو دل میں ہوتا ہے ظاہر کر دیتے ہیں...... عام حالات میں ظاہر نہ کریں تو غصے میں اندر کی بات زبان پر آجاتی ہے...... غصہ ٹھنڈا ہوتے ہی یادداشت کام کرنے لگتی ہے...... ایک دوسرے کے ساتھ کی گئی بھلائیاں یاد آنے لگتی ہیں...... پھر درگزر سے کام لینا ہی پڑتا ہے۔

''تم تیاری کرو میں P.A سے کہہ کر سیٹ کا پتا کرتا ہوں......'' سالار صاحب اب یوں نظر آرہے تھے جیسے نیند پوری کر کے جاگے ہوں...... قل چاق و چوبند نظر آنے لگے تھے۔

''مریم بھی میرے ساتھ جائے گی......'' سارہ نے آنچل سے آنکھیں صاف کرتے ہوئے کہا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ چل رہا ہوں...... میں تدفین کے بعد واپس آجاؤں گا تم جتنے دن رکنا چاہو...... میرا بھائی کے پاس رک جانا۔'' انہوں نے فون اٹھا کر اپنے PA کا نمبر ملانا شروع کر دیا تھا۔ رات تین بجے ہی رات ختم ہو گئی تھی۔ آخری پہر میں سارے پہر سا گئے تھے...... سارہ کا رخ اب واش روم کی طرف تھا۔

جنت مکانی بھائی نے میاں بیوی میں صلح کروا کر گویا اپنا آخری فریضہ بھی ادا کر دیا تھا۔

☆☆☆

صبح پانچ بجے کی فلائٹ میں صرف دو سیٹیں ہی ملی تھیں ایک سیٹ صبح ساڑھے دس بجے کی فلائٹ میں کنفرم ہوئی تھی طے ہوا کہ مریم اور سارہ صبح پانچ بجے والی فلائٹ سے روانہ ہوں گی اور سالار صاحب ساڑھے دس بجے والی فلائٹ سے جائیں گے اور شام چھ بجے کی فلائٹ سے واپس آجائیں گے کیونکہ تدفین کا وقت ظہر کی نماز کے بعد کا تھا۔

سارہ کو مجبوراً ثمسہ کو جگا کر بتانا پڑا کہ سالار صاحب اور وہ خود گھر پر نہیں ہوں گی تو ثمسہ کو ہی دیکھ بھال کرنا ہوگی...... ثمسہ بھی تین بجے کے بعد تہجد کے لیے تو ویسے بھی اٹھتی تھیں۔ ان کے لیے خاص خلافِ معمول نہ ہوا...... بلکہ یہ خبر سن کر تو ظاہر ہے انہیں بھی صدمہ ہوا تھا۔

''فری نیند میں ہوگی...... اسے کچھ پتا نہیں ہے...... صبح اٹھے گی تو تم آرام سے اسے بتا دینا...... میں تو سالار صاحب کے ساتھ واپس نہیں آؤں گی...... کچھ دن لگ جائیں گے...... بھابی گھر میں اکیلی ہو گئی ہیں...... تعزیت کے لیے آنے والوں کا بھی سلسلہ چل رہا ہوگا......'' سارہ کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے۔

''کوئی بات نہیں بھابی...... آپ گھر کی فکر نہ کریں...... بس خود کو سنبھالیں...... یہ صدمہ بہت بڑا ہے...... بھائی تو بس بھائی ہوتا ہے...... بھائی کی کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا......'' ثمسہ نے سارہ کو بہت محبت سے اپنے ساتھ لگا کر رخسار پر بوسہ دیا۔

''سالار صاحب گاڑی میں میرا انتظار کر رہے ہیں...... میں اب چلتی ہوں...... خدا حافظ......! بس...... فری کا خیال رکھنا......'' سارہ نے جاتے، جاتے پلٹ کر ثمسہ کی طرف دیکھا اور مزید تاکید کے ضمن میں کہا تھا...... وہ زینہ اتر گئیں۔

ثمسہ ساکت و صامت کھڑی تھیں۔

''بھائی...... کتنا انمول رشتہ ہے یہ...... اللہ میرے بھائی کو اپنی امان میں رکھے...... میں تو یہ رشتہ گنوا چکی تھی...... اللہ نے احسان کیا...... زندگی کی کڑی اور تیز دھوپ میں بھائی کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتی ہوں......'' ایک آہ سرد سینے کی قید سے آزاد ہوئی۔

☆☆☆

فری کالج کے لیے تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آئی تو اسے یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ آج سالار صاحب اس سے پہلے موجود نہیں تھے۔

''تمیز الدین...... پاپا ناشتا نہیں کریں گے؟'' فری نے اپنے بنگالی خانساماں سے سوال کیا جو اس کا ناشتا میز

پر لگا رہا تھا۔

"صاحب سو رہے ہیں...... سرور بتا رہا تھا صاحب، بیگم صاحب کو ائرپورٹ لے کر گئے تھے...... واپس آ کر سو گئے......"

خانساماں اپنے معمول کے انداز میں مؤدبانہ عرض کر کے واپس کچن میں چلا گیا۔ اس کی جانے بلا کہ وہ بات کر کے گیا یا بم پھوڑ کر۔

فری تو کرسی دھکیل کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ایک منٹ...... ایک منٹ...... کیا بولے...... پاپا...... ماما کو ائرپورٹ چھوڑنے گئے تھے؟" اس نے جاتے ہوئے خانساماں کو مخاطب کیا۔

"جی، جی...... بیگم صاحب...... ان کے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے سرور بولا تھا ہم کو...... آپ شاید سو رہے تھے...... تم نائٹ نیوز آیا ہوگا......"

"شاید نہیں...... بھی میں سچ سچ سو رہی تھی......" فری کو زبردست قسم کا دھچکا لگ چکا تھا...... ہکا بکا کھڑی خانساماں کو تک رہی تھی۔

"ماموں جان کی ڈیتھ ہو گئی...... ماما چلی بھی گئیں...... اور مجھے کچھ پتا نہیں......" وہ ساکت سی کھڑی سوچ رہی تھی۔

"ماما تو بہت رو رہی ہوں گی......" وہ بڑبڑائی...... اسے اندازہ تھا کہ اس کی ماں اپنے بھائی کو کتنی اہمیت دیتی تھیں...... کتنا پیار کرتی تھیں۔

"ہم تو سو رہے تھے بی بی صاحب...... وہ تو سویرے سے پہلے چلے گئے تھے۔" خانساماں نے مؤدبانہ عرض کی۔

فری نے ناشتے کی میز پر ایک سرسری نگاہ ڈالی۔

"پتا نہیں ماما وہاں پہنچ گئیں یا راستے میں ہیں...... میں چیک کرتی ہوں۔" وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ بڑی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی...... گھر میں اتنا کچھ ہو گیا...... ماں دوسرے شہر پہنچ گئی...... اور اسے کچھ پتا ہی نہیں...... وہ من، من بھر کے قدم اٹھاتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

"بھابی تو صبح چار بجے گھر سے نکل گئی تھیں...... بھائی چھوڑنے گئے تھے۔" ناشتا کرنے کے بعد جب واصف اپنی ضروری چیزیں اکٹھی کرنے لگا تو شمسہ نے واصف کو مطلع کر دیا تھا۔

واصف چند ثانیے حیران پریشان نظر آیا...... چند لمحوں کے لیے گہری سوچ میں گیا پھر گہری سانس لے کر بنا کچھ بولے اپنا لیپ ٹاپ بیگ میں رکھنے لگا۔

"بھائی بھی تھوڑی دیر میں چلے جائیں گے...... شاید دس بجے کی فلائٹ ہے ان کی...... صبح کی فلائٹ میں سیٹ نہیں ملی تھی...... بھابی کو چھوڑ کر واپس آ گئے تھے۔"

"ٹھیک ہے ماں...... میں نکلتا ہوں...... آج یونیورسٹی سے لیٹ نکلوں گا گھر نہیں آؤں گا...... وہیں سے داؤد علوی کے گھر چلا جاؤں گا......" یہ کہہ کر اس نے بائیک کی چابی اور اپنا سیل فون اٹھایا...... اس نے شمسہ کی اطلاعات کے جواب میں اپنی طرف سے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ بیگ اٹھا کر آگے بڑھا اور دروازے پر رک کر شمسہ کی طرف پلٹ کر دیکھا۔

"مامی بہت اچھی ہیں ماں...... مگر آپ مجھے انفارم کرنے کی تکلیف نہ کیا کریں، میرا کوئی کنسرن نہیں ہے۔" اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہا ہو کہ...... "کوئی مرے کوئی جیے ہمیں کیا۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں...... زینہ پھلانگتے ہوئے اترنے لگا...... وہ بخود سی شمسہ نے گہری سانس لی۔
''میرا بیٹا...... اتنا سخت دل ہے؟ یا سخت دل ہوتا جارہا ہے؟ میرا کوئی concern نہیں ہے۔'' کتنی تپش تھی ان الفاظ میں...... گویا پہاڑوں کی تہ میں چھپے ہوئے آتش فشاں کے اثر سے چٹانوں میں حرارت اتر رہی ہو۔
''تمہارا نہیں ہے...... میرا تو ہے...... اللہ میرے بھائی کو سلامت رکھے جو میرا کل خاندان ہے......'' اب آنکھوں میں نمی اتر رہی تھی۔

☆☆☆

''بیٹا آپ تیار ہو گئی تھیں تو کالج چلی جاتیں...... کیوں فضول میں چھٹی کی......'' سالار صاحب ائرپورٹ پہنچنے کی عجلت میں ناشتے کے بجائے صرف چائے پر اکتفا کر رہے تھے...... اور چائے بھی جلدی، جلدی اس طرح پی رہے تھے گویا سر سے بلا اتار رہے ہوں۔
''صبح، صبح اتنی شاکنگ نیوز ملی...... کیا کرتی کالج جا کر اٹینشن تو زیرو ہے۔ ماما کو مجھ سے مل کر جانا چاہیے تھا...... وہ تو مجھے امپورٹینس ہی نہیں دیتیں، اتنی دور ایسے کون جاتا ہے...... مجھے بھی ساتھ لے جاتیں...... وہ کون سا long stay کریں گی......'' فری اب کر رہ گئی تھی اسے خود بھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔
''بیٹا...... گہری نیند سوئے ہوئے بندے کو کسی کی ڈیتھ کی نیوز دینا کوئی آسان کام نہیں ہوتا...... وہ ٹائم بھی ایسا تھا کہ اس وقت نیند بہت گہری ہوتی ہے۔ دوسرے چانس کی سیٹ تھی ائرپورٹ پہنچنے کی بھی جلدی تھی۔ مریم کو بھی پک کرنا تھا......'' سالار صاحب نے آخری گھونٹ لے کر کپ ٹیبل پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔
''خالہ بھی گئی ہیں......؟''
''ظاہر ہے...... خالہ کے بھی بھائی تھے...... سرور یہ بیگ لے جاؤ......'' سالار صاحب نے بلند آواز سے اپنے ڈرائیور کو آواز دی جو پلک جھپکتے میں حاضر ہو گیا تھا۔
''ماما آپ کے ساتھ ہی واپس آئیں گی ناں پاپا......'' فری نے ایک نگاہ سالار صاحب کے سفری بیگ پر دوڑاتے ہوئے پوچھا۔
''ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا...... مگر رات تک میں واپس آجاؤں گا...... ڈونٹ وری......'' انہوں نے آگے بڑھ کر فری کی پیشانی پر بوسہ دیا۔
''کالج چلی جاتیں تو اچھا تھا...... بزی ہو جاتیں...... خیر اب تو ٹائم بھی زیادہ ہو گیا ہے......'' سالار صاحب کے سر پر سفر سوار ہو چکا تھا وہ فری سے بات کر رہے تھے مگر دماغ اڑتے جہاز کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ وہ عجلت کے انداز میں ڈرائیور کے پیچھے چل پڑے تھے۔ فری بھی ان کے پیچھے چل پڑی تھی۔
سرور نے بیک ڈور کھولنے کے لیے قدم بڑھائے مگر اس سے پہلے فری نے لپک کر دروازہ کھول دیا تھا...... سالار صاحب نے کار میں بیٹھنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر فری کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔
گارڈ گیٹ کھول چکا تھا کار بیک ہو رہی تھی...... فری الوداعی انداز میں ہاتھ ہلا رہی تھی...... جواب میں سالار صاحب بھی کھڑکی کا شیشہ نیچے کیے ہاتھ ہلا رہے تھے۔
گیٹ بند ہوتے ہی فری نے چاروں طرف نظر دوڑائی...... اس وقت گھر میں پانچ نوکر اور چھٹی وہ خود تھی...... مگر گھر بالکل خالی، خالی محسوس ہو رہا تھا۔ وہ واپس لاؤنج میں آ کر اپنا سیل فون لے کر صوفے پر دراز ہو گئی۔
کچھ دیر پہلے اس نے سارہ کو ٹرائی کیا تھا مگر پاورڈ آف کی ریکارڈنگ چل رہی تھی۔ اس نے پھر کوشش کی...... ہنوز سیل فون پاورڈ آف تھا۔ بیٹری ختم تھی یا کوئی اور وجہ...... مگر وہ رابطہ نہ ہونے پر بہت بے چین ہو رہی تھی۔
وقت گزاری کے انداز میں فون چیک کرنے لگی...... فیس بک پر اظہر کا میسج آیا ہوا تھا...... چھوٹے سے

دائرے میں الھر کی فوٹو اسکرین پر موجود تھی مگر غیر حاضر دماغی کی وجہ سے اس کی توجہ ہی نہیں گئی تھی۔

اس نے ٹچ کیا تیج اوپن ہو گیا۔

کچھ ٹائپ نہیں تھا بس بہت سارے سرخ گلاب بھیجے تھے...... لمحوں میں ذہن ماحول سے کٹ کر امریکا پہنچ گیا۔

''میرے ماموں جان کی ڈیتھ ہو گئی ہے...... ماما، پاپا لاہور چلے گئے ہیں...... میں بہت اداس ہوں......''

اس نے اپنی کیفیات انگریزی زبان میں ٹائپ کر کے میسج ارسال کر دیا۔

مگر الھر آن لائن نہیں تھا۔

واٹس ایپ گروپ میں زرین اور دوسرے کلاس فیلوز کے پیغامات آئے ہوئے تھے جو اس کی غیر حاضری کی وجہ جاننا چاہتے تھے۔

اس نے بہت سمجھا کہ ایک پوسٹ لگا دے تاکہ سب کو فرداً، فرداً جواب نہ دینا پڑے۔

وہ ٹائپ کرنے لگی۔

☆☆☆

بارہ بجے کے آس پاس فلائٹ علامہ اقبال ائرپورٹ لاہور پہنچ گئی تھی۔ سالار صاحب کو سامان کا انتظار تو نہیں کرنا تھا...... ایک ''ہینڈ کیری'' کے علاوہ کوئی سامان نہیں تھا۔

وہ ''exit'' کے راستے پر بیگ کرول کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ آتے جاتے مسافر...... فرش سے چھت تک چمکتے دمکتے روشن پینا فلیکس، بل بورڈز، گاہے گاہے ابھرتے اعلانات...... اب یہ پرواز تیار ہے اب وہ پرواز پہنچ گئی ہے وغیرہ، وغیرہ......

اسی ہنگام کے بیچ ان کے سیل فون پر رنگ ہوئی...... اندازہ تھا کہ سارہ کا ہوگا یا فری کا...... انہوں نے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر سیل نکالا تو نعیم قریشی کا فوٹو بلنک ہو رہا تھا۔

''یار میں اس بندے کو کیسے سمجھاؤں...... یہی پوچھنے کے لیے فون کر رہا ہوگا کہ گھر میں بات ہوئی یا نہیں؟''

سالار صاحب کا ذہن مرحوم سالے کے گھر میں اٹکا ہوا تھا...... اب اسے نعیم قریشی کی طرف موڑنا تھا۔

بہرحال انہوں نے کال ریسیو کی۔

رسمی سلام دعا کے فوراً بعد جب نعیم قریشی نے تعزیتی کلمات ادا کیے تو سالار صاحب حیرت سے چکرا کر رہ گئے۔

''تمہیں کس نے اطلاع دی......؟'' حیرانی کی حد تھی...... ان کا تو تین دن پہلے تفصیلی مکالمہ ہوا تھا...... اور گزشتہ رات پانچ منٹ کی بات چیت......

''یار مجھے الھر نے ابھی، ابھی بتایا ہے۔''

''بھابی پاس ہیں تو میری بات کرادو...... تعزیت کر لیتا ہوں......'' نعیم قریشی کی آواز سماعت میں اتر رہی تھی اور سالار صاحب کی حیرانی بڑھ رہی تھی۔

''الھر...... الھر...... نے......؟ لیکن الھر کو کس نے بتایا......؟''

''فریشہ ہی بتائے گی...... فرشتے تو نہیں بتائیں گے۔ یار ظاہری بات ہے...... حیرانی کس بات کی ہے......؟''

نعیم قریشی، سالار صاحب کی حیرانی پر حیران ہوئے۔

''فریشہ نے......؟ اوہ...... ہاں...... اچھا، اچھا...... اوکے......'' سالار صاحب بے ربط ہو رہے تھے...... ان کے لیے تو یہ ایک دھماکا تھا۔ میاں، بیوی لڑکر ہلکان ہو چلے...... دوسری طرف دکھ درد ''share'' ہو رہے تھے۔

''اصل میں...... ابھی، ابھی لاہور ائرپورٹ لینڈنگ ہوئی ہے، گھر پہنچ کر سارہ سے بات کرا دوں گا......''

''اوکے، اوکے...... سوری یار مجھے اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ تم اس وقت ٹریول کر رہے ہو...... اللہ حافظ!''

نعیم قریشی کی طرف سے رابطہ منقطع ہوتے ہی سالار صاحب باہر آچکے تھے...... تیز دھوپ چاروں طرف بکھری ہوئی تھی...... سامنے کچھ ڈرائیورز اور دیگر ریسیو کرنے والے ہاتھوں میں نام کے کارڈز اٹھائے کھڑے تھے۔ شبیر مرحوم کا بوڑھا ڈرائیور سب سے آگے ہی نظر آ گیا تھا جو پلے کارڈ اٹھائے ہر مسافر کو گھور رہا تھا۔ سالار صاحب نے شکر ادا کیا کہ تلاشِ بسیار میں وقت ضائع نہیں ہوا...... اس وقت وہ خیالات کی یلغار سے بھی نمٹ رہے تھے اور ڈرائیور سے بات بھی کر رہے تھے۔

”سلام صاحب...... سالوں پہلے آپ کو دیکھا تھا...... پہچان میں نہیں آ رہے اب آپ۔“ ڈرائیور ان کے ہاتھ سے بیگ لیتے ہوئے مؤدبانہ گویا ہوا۔

”گزرتا وقت نشان تو چھوڑتا ہے ناں عبدالرحمٰن...... دیکھو مجھے نام یاد ہے تمہارا۔“ وہ زبردستی کے انداز میں مسکرائے...... ذہن تو نعیم قریشی کی اچانک آنے والی کال میں ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔

”فری...... اظہر کے ساتھ کانٹیکٹ میں ہے......؟ تو اس نے مجھے یا اپنی ماں کو بتایا کیوں نہیں...... کل شام تو وہ میرے ساتھ دو، تین گھنٹے رہی ہے۔ بیڈمنٹن کھیلا...... چائے پی......“ سوال کئی تھے...... جواب ملنے کی کوئی راہ نہیں تھی۔

☆☆☆

گہری رات، ہلکی مدھم روشنیوں میں نمایاں ہوتی ہوئی کوٹھی...... لامحدود سناٹا......

شمسہ مغرب کی نماز کے بعد پیچھے چکر لگا کر چلی گئی تھیں...... فری کمپیوٹر کھولے مصروف نظر آئی تو وہ اس سے کھانے پینے کا پوچھ کر واپس آ گئی تھیں۔ واصف نے میسج کر دیا تھا کہ وہ دیر سے آئے گا...... داؤد دہلوی کے گھر سے اسے کہیں اور انٹرویو کے لیے جانا ہے...... ایک ہی کلاس کے چار بچے ایک ہی بلڈنگ میں مل رہے تھے۔ ”اے لیول کی ہوم ٹیوشن تھی۔ پورے ایک لاکھ روپے کا بندوبست ہو رہا تھا...... یعنی وہ دنوں میں ڈیڑھ لاکھ روپے ماہانہ کمانے والا بن گیا تھا۔ چالیس ہزار داؤد دہلوی دے رہے تھے۔ دس ہزار اسے شمسہ دیتی تھیں۔

یعنی اب وہ branded شرٹس خرید سکتا تھا...... جن کو دیکھتا تو تھا مگر ہاتھ نہیں لگاتا تھا...... اندر ترنگیں جاگ پڑی تھیں۔ فیس بھی ایڈوانس وصول کر رہا تھا...... پہلی فرصت میں ماں کو مطلع کر دیا تھا۔

جس شاپنگ مال سے اسے نئی شرٹس خریدنا تھیں وہیں فوڈ بھی انجوائے کرتا تھا۔ جیب میں پیسہ اور ماموں کی شاندار کوٹھی نما قید خانے سے آزادی کا احساس...... گویا کھل کر سانس لینے کے عمل سے لطف اندوز ہو رہا تھا...... اور ان احساسات کا تاثر اس کے لہجے و الفاظ سے مترشح تھا...... شمسہ نے اس کے بدلے ہوئے لب و لہجے کی ترنگیں محسوس کر کے سکون کی سانس لی تھی...... اس نے ماں کو اپنا سارا پروگرام بتا دیا تھا...... شمسہ نے مسالا بھری بھنڈی بنائی تھی...... مگر وہ بھنڈی کا سن کر گویا KFC کے لیے نکل گیا تھا۔ مسالا بھری بھنڈی اسے بہت پسند تھی مگر جیب میں ایک لاکھ روپیہ پڑا ہو تو بھنڈی بیچاری کے ساتھ بھنڈ ہو جاتا ہے...... جبکہ باہر من پسند کھاجوں کے مواقع قدم، قدم پر میسر آ رہے ہوں۔

سالار صاحب کے بارے میں اطلاع تھی کہ وہ رات کے کسی پہر واپس کراچی پہنچیں گے...... اس لیے اس وقت مکمل حالتِ اطمینان کی کیفیت تھی...... اسکول ٹیسٹ وغیرہ ختم ہو چکے تھے...... اسکول کا کام اسکول ہی میں ختم ہو گیا تھا۔ وہ آمنے سامنے کے دروازے کھول کر اپنے مخصوص تخت پر دراز ہو گئیں اور صوفی ازم پر مبنی ایک کتاب جو سرہانے ہی پڑی رہتی تھی مطالعے کے لیے اٹھائی معاً انہیں محسوس ہوا کہ باہر گیٹ پر کوئی کار آ کر رکی ہو۔

پہلا خیال یہی آیا کہ شاید بھائی گھر واپس آ گئے ہیں۔ کتاب الٹ کر رکھ دی اور پاؤں میں سلیپر پھنسا کر تیزی سے ٹیرس کی طرف گئیں۔ نیچے فری اکیلی تھی اور اوپر وہ خود...... فکر اور احساسِ ذمے داری تو بنتا تھا...... سالار صاحب کی آمد کا مطلب تھا کہ اب نیچے کی ڈیوٹی ختم ہو گئی...... ٹیرس سے سامنے دیکھا تو کار سے زین اتر رہا تھا۔

''یہ اتنی رات کو کیوں آ گیا.....؟ واصف بھی کچھ دیر بعد آ جائے گا..... فری نیچے اکیلی ہے، نوکر کوارٹر میں جا چکے ہوں گے......''

وہ تشویش میں مبتلا ہونے لگیں...... چند ثانیے کچھ سوچا پھر نیچے لاؤنج میں جانے والے زینے کی طرف دوڑنے کے انداز میں گئیں۔

نیچے اتر کر دیکھا تو فری لاؤنج سے باہر جا رہی تھی۔ وہ فری کے تعاقب میں آگے بڑھیں...... فری اپنی دھن میں گمن تھی اسے شمسہ کے پیچھے آنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ دونوں آگے پیچھے لاؤنج سے باہر نکلیں...... گارڈ گیٹ کھول چکا تھا۔ زین اندر آیا تھا۔ اس نے دور ہی سے فری کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا...... فری کے پیچھے شمسہ کو بھی آتا دیکھ چکا تھا۔

''ہائے فری...... گڈ ایوننگ آنٹی......'' فری نے فوراً پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

''اوہ...... پھپھو...... آپ جاگ رہی ہیں......؟'' اسے شمسہ کو بے وقت سامنے دیکھ کر کوفت ہوئی۔

''ہاں لیٹ گئی تھی...... مگر کار کا ہارن سن کر نیچے آ گئی......'' شمسہ نے ناقدانہ نظروں سے زین کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا...... اورنج کٹ سلیوز کی ٹی شرٹ...... ڈارک براؤن شارٹ...... گلے میں سونے کی چین...... کلائی میں سیاہ موتیوں کا بریسلیٹ...... پاؤں میں قیمتی سلیپر...... پاؤں کے دونوں انگوٹھوں کے بڑھے ہوئے ناخنوں پر اورنج کلر کی نیل پالش......

شمسہ نے ٹھنڈی اور گہری سانس لی۔

''بیٹا آپ نے زین کو بتایا نہیں تھا کہ گھر پر کوئی نہیں ہے......'' ان کے منہ سے بے ربط انداز میں نکل گیا تھا۔

''کیا مطلب...... کوئی نہیں......؟ میں اور آپ تو ہیں ناں گھر میں......'' فری کو خاک سمجھ نہیں آئی تھی۔

زین بھی بالوں کی پونی بناتے، بناتے ٹھٹک کر شمسہ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

''میرا مطلب ہے...... یہ ترش تو گھر پر نہیں ہیں......'' شمسہ جز بز ہو کر گویا ہوئیں۔

''why are you worried آنٹی...... اب تو گھر میں ہم تین ہیں......'' زین حیران پریشان نظر آیا۔

''پھپھو...... پلیز آپ ریسٹ کریں...... زین کو میں نے کال کر کے بلایا ہے، ہم کارڈز کھیل رہے ہیں آپ میری فکر نہیں کریں......'' فری نے یہ کہہ کر زین کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا وہ پونی ٹائٹ کرتا ہوا چل پڑا...... شمسہ اپنی جگہ کھڑی تھیں وہ شمسہ کو بے نیازی سے کراس کر گیا۔

شمسہ نے گردن موڑ کر دونوں کو اندر جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ شدید ذہنی اذیت میں مبتلا ہو گئی تھیں۔

فری نے زین کے اندر داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کرنا چاہا تو اس کی نظر شمسہ پر پڑی جو ہنوز اسی جگہ مجسمے کی طرح ایستادہ تھیں۔

''پھپھو...... میں اپنے گھر میں ہوں...... گھر سے باہر نہیں...... آپ آرام سے سو سکتی ہیں...... وہاں کھڑی کیا سوچ رہی ہیں......؟ آ جائیں......'' فری کا انداز ایسا تھا کہ گویا بری طرح چڑ کر بول رہی ہو۔

شمسہ نے من، من بھر کے قدموں کے ساتھ اندر کا رخ کیا۔

''آرام سے کیسے سو سکتی ہوں......؟ میں نے بھی تو لوگوں کی نیندیں ویران کی تھیں۔''

☆☆☆

زین نے اپنی کار گیٹ سے تقریباً لگا کر پارک کی تھی۔

واصف نے اتنی بڑی رکاوٹ سامنے پا کر گویا جل بھن کر اپنی بائیک سے لگاتار ہارن دیا تھا...... بائیک کا ہارن تھا مگر بے تکان دینے کی وجہ سے ماتمی دھن بن گیا تھا...... اونگھتے جھومتے گارڈ نے کیبن سے جھانکا پھر پھرتی سے باہر آ کر گیٹ کھول دیا۔

واصف سیدھا اپنی بائیک اندر لے گیا اور بائیک سے چابی نکالتے ہوئے غصے کی کیفیت میں وہیں سے گارڈ سے مخاطب ہوا۔

''یہ باہر کس گدھے کی گدھا گاڑی کھڑی ہے......؟''

''صاحب ممان (مہمان) آیا ہے......'' گارڈ یہ کہہ کر واپس کیبن میں چلا گیا۔

''مہمان......کون مہمان آ گیا اتنی رات کو......؟'' وہ بڑبڑانے کے انداز میں بولتے ہوئے اپنے شاپنگ بیگز ہینڈل سے اتارنے لگا......زین کی طرف تو اس کا ذہن ہی نہیں گیا......گھر میں داخل ہوتے ہی ''کال'' بجنے لگا تھا۔ "my foot" اس نے خود کو سمجھایا کہ ''بہت ہوگئی ہے اب اِدھر توجہ دینے کی ضرورت نہیں......'' دھڑ، دھڑ کرتا ہوا زینہ چڑھ گیا۔

ثمرہ نے زینے پر دوڑتے قدموں کی آواز سن لی تھی سمجھ گئی تھیں کہ واصف آ گیا ہے۔

بائیک کا لگاتار ہارن سن کر تو یہی سوچا تھا کہ ''رئیس لونڈے لپاڑے'' رات کو شغل میلا کر رہے ہوں گے۔

وہ یوں سہم گئیں جیسے سخت گیر باپ کے گھر آنے پر کھیلتے کودتے بچے سہم کر دُبک جاتے ہیں۔

''السلام علیکم ماں......!'' واصف نے سلام کے ساتھ گہری نظروں سے ماں کا چہرہ ملاحظہ کیا......اور شاپنگ بیگز تخت پر رکھ دیے۔

''وعلیکم السلام......کیا خرید لیا......؟'' ثمرہ نے چابکدستی سے اس کا ذہن اپنی طرف لگانے کی کوشش کی......زبردستی مسکرائیں بھی۔

''کچھ خاص نہیں......صرف ٹی شرٹس......رئیسوں کے گھر آنا جانا شروع ہو گیا ہے......looks بہت میٹر کرتی ہے......ساری ٹی شرٹس پرانی ہو گئی ہیں......جو نئی لی تھیں ان کے کلر بھی فیڈ ہو گئے۔ سستے کپڑوں کا یہی مسئلہ ہے جلدی پرانے ہو جاتے ہیں......'' واصف نے جیب سے موبائل نکالتے ہوئے ثمرہ کی طرف دیکھا۔

''اچھا کیا......شوز بھی دیکھ لیتے......'' ثمرہ اسے باتوں میں لگانے کی کوشش کر رہی تھیں تا کہ اس کا ذہن کسی اور طرف نہ جائے۔''

''وہ سنڈے کو آرام سے دیکھوں گا......ابھی گزارہ ہو رہا ہے......'' یہ کہہ کر وہ پانی پینے کی نیت سے ڈسپنسر کی طرف بڑھا......مگر ٹھٹک کر رک گیا......نیچے سے فری کے چلّانے کی آواز آ رہی تھی۔

''چیٹر ہو چیٹر......تم نے یہ کارڈ پہلے سے چھپایا ہوا تھا......میں ہار نہیں مانوں گی......گیم دوبارہ......''

''میں چیٹر نہیں ہوں، تم جب ہارتی ہو......ایسا ہی شور ڈالتی ہو......معیز بھی ایسا بولتا ہے......''

کھلے دروازے سے فری اور زین کی آوازیں ماحول میں سرگرمی پیدا کرنے لگیں۔ ثمرہ کی تو جان نکل گئی......واصف کا چہرہ دیکھنے کی ہمت بھی نہیں ہو رہی تھی۔

''یعنی باہر جو کار کھڑی ہے وہ اسی کارٹون کی ہے......'' وہ ثمرہ سے مخاطب ہوا۔ ''روز کار بدل کر آ جاتا ہے......موٹر مکینک کی اولاد......'' واصف کی شریانوں میں جوار بھاٹا اٹھنا شروع ہو گیا تھا۔

''ہار مانو یار......ٹریٹ میں دے دوں گا......'' زین کی آواز لوہے کی دہکتی سلاخوں کی طرح کانوں کے آر پار ہو گئی۔

''رات محترمہ کے اکلوتے ماموں کی ڈیتھ ہوئی ہے......اور نیچے ''کسیتو'' چل رہا ہے......کوئی شرم ہوتی ہے......کوئی حیا ہوتی ہے......'' اس نے شاپر اٹھاتے ہوئے ثمرہ کی طرف جتانے والے انداز میں دیکھا۔

''اکیلی پریشان ہو رہی تھی......مجھ سے پوچھ کر بلایا ہے......لاؤنج میں ہی کھیل رہے ہیں......فری اپنے گھر میں ہے......'' ثمرہ نے کمزوری آواز میں دبی زبان میں بمشکل چند الفاظ ادا کیے۔

''آپ سے تو پوچھنا ہی نہیں چاہیے تھا۔''

”ٹھیک ہے ٹریٹ تم دینا...... مگر ایک مرتبہ گیم پھر سے ہوگی......“ فری کی آواز اس مرتبہ قدرے آہستہ تھی...... مگر سمجھ آ رہی تھی کیونکہ لاؤنج کا دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔

واصف نے شاپنگ بیگز تخت سے اٹھا کر تخت پر ہی واپس پھینک دیے...... اس سے قبل کہ شمسہ کو کچھ سمجھ آتی وہ برق رفتاری سے زینہ اتر گیا...... اب شمسہ ننگے پاؤں دوڑیں۔

”واصف...... واصف...... ایک منٹ......“

جیسے ہی وہ آخری زینہ اتریں سامنے ہوش اڑا دینے والا منظر تھا......

واصف نے چھوٹی سی تپائی کو جو زین اور فری کے درمیان رکھی تھی ٹھوکر سے ایک طرف اچھال کر زین کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا تھا...... اور زور سے دو تین جھٹکے دیے تھے۔

”گھر میں روکنے ٹوکنے والے ماں، باپ نہیں ہیں...... یہ گھر ہے جواریوں کا اڈا نہیں...... نکلو ادھر سے......“

”میں نے بلایا تھا اسے......“ فری نے اتنی زور سے زہر افشاں کیا کہ آواز پھٹ گئی تھی...... شمسہ نے تیزی سے آگے بڑھ کر واصف کے ہاتھ سے زین کا گریبان چھڑانے کی کوشش کی۔

”خدا کے لیے واصف...... رحم کرو مجھ پر...... فری کے ماں، باپ گھر پر نہیں ہیں...... بیٹا...... ماں کو اتنا مت آزماؤ......“ وہ گویا گڑگڑانے لگی تھیں۔

”ماں آپ ایک طرف ہو جائیں...... میں اسے اس کی سواری میں بٹھا کر آتا ہوں...... ڈفر...... فارغ...... زمین کے بوجھ......“ فری نے آگے بڑھ کر واصف کو تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا...... ایک مرتبہ پھر اس کے دوست کی انسلٹ ہو رہی تھی۔

واصف نے زین کا گریبان چھوڑ کر فری کا اٹھا ہوا ہاتھ پھرتی سے گرفت میں لے لیا تھا۔ ساتھ ہی اس کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا اور اسے گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھا...... اور صوفے پر پٹخ دیا...... براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”یہیں پڑی رہو...... ہلنا نہیں یہاں سے......“ وہ غرایا۔

زین اپنی شرٹ کھینچ کر درست کر رہا تھا...... شمسہ بے بسی سے رو پڑی تھیں۔ فری پھرتی کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور واصف کا بازو دبوچ کر سختی سے دانت گاڑ دیے تھے...... واصف نے بلبلا کر اس کے بالوں کو پوری قوت سے کھینچا...... اور اپنا بازو اس کے دانتوں کے شکنجے سے آزاد کرا لیا۔ جو دانت گڑنے سے زخمی ہو چکا تھا۔

زین سرپٹ دوڑ گیا تھا۔ ساتھ بولتا جا رہا تھا۔

”اوہ نو...... اوہ...... نو......“ شمسہ نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے تھے۔ اور بچوں کی طرح بلک، بلک کر رو پڑی تھیں، یہ بے بسی کی انتہا تھی۔

فری پر جیسے خون سوار ہو گیا تھا...... وہ بھوکی شیرنی کی طرح واصف پر پل پڑی۔

”تم نے میرے بالوں کو ہاتھ لگایا...... میں نہیں چھوڑوں گی......“

”شکر کرو تھپڑ نہیں لگایا...... لڑکی کا لحاظ کیا ورنہ تمہارے باپ کے تھپڑ کا بدلہ لینے کا اس سے اچھا موقع شاید دوبارہ نہ ملے......“

”پھپھو...... میں اسے جان سے مار دوں گی...... چاہے مجھے ڈیتھ سیل میں جانا پڑے......“ اس نے پھر بازو پکڑنے کی کوشش کی۔ واصف کی آستین خون سے لال ہو رہی تھی...... گویا زخم گہرا تھا۔ شمسہ کو تو گویا چکر آنے لگے تھے...... واصف آگے بڑھا...... فری کا ہاتھ پکڑا اور آستین پر رگڑ کر اسی کے چہرے پر رکھ دیا جیسے مہر لگائی ہو...... اسی آن سرور نے گیٹ پر ہارن دیا تھا جو سالار صاحب کو لینے ائرپورٹ گیا ہوا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے۔۔۔ انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے۔۔۔ انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے۔۔۔ انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے۔۔۔ انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے۔۔۔ انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے۔۔۔ انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین۔۔۔ انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوردیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 9

ہارن کی آواز سن کر شمسہ کو تو یوں لگا گویا روح قفسِ عنصری سے پرواز کر رہی ہو، وحشت زدہ ہو کر وہ واصف کی طرف بڑھیں جو گہری، گہری سانسیں لے کر خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فری ہارن کی آواز سن کر باہر کی طرف بھاگی تھی۔

"جلدی سے اوپر جاؤ...... ماموں آگئے ہیں...... خدا کے لیے واصف منہ بند رکھنا......" شمسہ بدحواسی میں

بے دم ہو رہی تھیں۔

''جان سے مار دیں گے؟ آج خود دیکھ لیں..... میں ان کی عزت کی خاطر خون بہا رہا ہوں..... شاید آنکھوں پر بندھی پٹی اتر جائے.....'' وہ اپنے بازو سے ٹپکنے والا خون انگلیوں سے جھٹک رہا تھا۔

اسی لمحے فری اور سالار صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔ سالار صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ آتے ہی واصف کا گریبان پکڑ لیا۔

''فری کے چہرے پر خون کیسے نظر آ رہا ہے..... جانور..... بتا کیا، کیا ہے تو نے..... ایسا کیا مارا کہ خون نکل گیا، میں تجھے آج زندہ نہیں چھوڑوں گا..... میں نے کبھی اسے پھول سے بھی نہیں چھوا..... اور..... اور.....'' شمسہ نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے تھے۔ واصف نے سالار صاحب کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیے تھے۔

''غور سے دیکھیے..... خون میرے بازو سے نکل رہا ہے..... اس کی شکل پر تو میں نے stamp لگائی ہے۔''

سالار صاحب جو ہاتھ قابو میں کرنے کے عمل سے مزید بھڑک اٹھے تھے۔ ایک دم حواسوں میں آ گئے..... اب ان کی نگاہ کے سامنے واصف کی خون آلود آستین تھی۔

اندر سے تو جھاگ کچھ بیٹھا مگر اتنا اتنی طاقتور تھی کہ جلال کم دکھانا بڑی توہین تھی۔

''پہلے گھر میں عورتوں کو مردوں کی طرح پالتے ہیں پھر انہی عورتوں سے اور ان کی اولادوں سے بدلے لیتے ہیں.....'' واصف سانس لینے کو رکا۔

''بیٹی کو سنبھالیں ماموں..... اگر ایک اور شمسہ تیار ہو گئی تو کیا ہو گا؟ اس بیچاری کا تو کوئی بھائی بھی نہیں ہے.....'' واصف نے بے خوفی اور اعتماد سے بولتے ہوئے ایک طنزیہ نظر روتی ہوئی فری پر ڈالی تھی۔

''بھائی ہم اوپر جا رہے ہیں..... اس کے بازو سے خون بہہ رہا ہے، باقی آپ فری سے پوچھ لیں.....''

''ہاں، پوچھیں اس ظالم سے جو مظلوموں والی شکل بنا کر کھڑی ہے۔'' واصف نے شمسہ کی بات کاٹ دی تھی۔

''بکواس بند کرو..... تم میرے پاپا کی انسلٹ کر رہے ہو..... ابھی تم نے میرے فرینڈز کی انسلٹ کی، اسے گھر سے نکل جانے پر مجبور کیا۔ میں اپنے پیرنٹس سے چھپ کر کوئی کام نہیں کرتی مجھے پتا تھا پاپا آنے والے ہیں..... سرور ائرپورٹ لینے گیا ہوا ہے..... پاپا یہ میرے گھر میں میرے فرینڈ کو فزیکلی ہرٹ کر رہا تھا..... اس لیے میں نے اس کے شولڈر پر کاٹا..... اگر یہ پرسنل نہ ہوتا تو میں کبھی یہ نہ کرتی جو میں نے کیا۔'' وہ اپنی صفائی دے رہی تھی۔

''اسے پاگل خانے پہنچائیں..... ورنہ یہ سب کو پاگل کر دے گا۔'' فری اب اور زیادہ چلا، چلا کر بول رہی تھی۔ باپ کو سامنے پا کر اس میں گویا ساری کائنات کی توانائی سما گئی تھی۔

''تم نے بہت اچھا کیا..... حرام کھا، کھا کر بہت خون جمع کر لیا، تھوڑا سا ضائع ہو گیا تو کوئی بات نہیں..... یہ اسی قابل ہے.....'' فری کی بات سن کر جو موہوم سا احساسِ ندامت سر ابھار رہا ہی چاہتا تھا سالار صاحب نے اسے وہیں دفنا کر غیظ و غضب کی کیفیت میں واصف اور شمسہ کو باری، باری گھورا۔

شمسہ کے کلیجے میں خنجر کے کچوکے لگ رہے تھے، دل پھٹا جا رہا تھا..... مگر بے بسی کے عالم میں الفاظ گم گویائی سلب تھی۔

''دور ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے..... میری بیٹی مجھ سے کچھ نہیں چھپاتی..... ان میں سے نہیں ہے جو رات کے اندھیرے میں باپ کی پشت میں خنجر گھونپتی ہیں.....'' سالار صاحب نے شمسہ کو گھورتے ہوئے طنز کا تیر چلایا۔

''عزت سے شادی کر کے اس گھر سے رخصت ہو گی..... جس کو پسند کرے گی وہی اس کا لائف پارٹنر ہو گا..... دو ٹکے کے جانور تم اپنے کام سے کام رکھو..... خبردار جو آئندہ میرے گھر کے معاملات میں ٹانگ اڑائی۔''

سالار صاحب نے آخری الفاظ دہاڑ کی صورت میں ادا کیے۔

"جو حق بیٹی کو دے رہے ہیں وہی حق بہن کو دیتے تو نقصان آدھا ہوتا...... روز دس ہزار طلاقیں ہوتی ہیں ایک اور ہو جاتی...... میں تو باز نہیں آؤں گا ماموں...... اس لیے کہ میری ماں کو آپ لوگوں نے اس کے تمام حقوق سے محروم رکھا...... اور سزا میں کاٹ رہا ہوں......"

"واصف...... بس کرو...... خدا کے لیے بس کرو......" ثمر نے گھبرا کر واصف کو کندھوں سے تھام کر اوپر جانے کے لیے اس کا رخ موڑنے کی کوشش کی۔

"میں تمہاری ماں کا حق ابھی دے سکتا ہوں...... مگر تم عیاشیاں کر کے ضائع کر دو گے...... جانتا ہوں ناں کس باپ کی اولاد ہو......" سالار صاحب نے دانت پیس کر گھورا تھا۔

فری اب ہونقوں کی طرح ٹکر ٹکر دونوں کو باری باری دیکھ رہی تھی۔ منہ پر واصف کے خون کا چھاپا اسے مزید ہونق بنا رہا تھا۔

"جانتا ہوں کس باپ کی اولاد ہوں...... اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے...... بے نشان نہیں ہوں...... قانونی باپ کا بیٹا ہوں...... ماں کا نکاح نامہ، شادی کی فوٹو...... وہ سرٹیفکیٹ ہیں میرے پاس......"

ثمر نے اب پوری قوت سے واصف کو زینے کی طرف دھکیلا...... خوف کی انتہا نے ان کے اعصاب منجمد

کر دیے تھے۔
"اپنا حق لیے بغیر جان نہیں چھوڑوں گا...... اصولاً تو آپ کو تاوان بھی دینا چاہیے، اس لیے کہ آپ لوگوں کی غلطیوں کی سزا مجھے ملی ہے۔" واصف نے زینہ چڑھتے ہوئے لمحے بھر کو رک کر دونوں باپ، بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔
"دیکھتے ہیں کتنا دم ہے...... لے کے دکھاؤ مجھ سے...؟" سالار صاحب غصے کی شدت سے کانپنے لگے تھے۔ کل کا لڑکا ممنونِ احسان ہونے کے بجائے اکڑ رہا تھا۔
"قرضہ تو شہید کا بھی معاف نہیں...... ویسے اس کی نوبت نہیں آئے گی، آپ ڈرے میں رکھ کر دیں گے...... ان شاء اللہ......" اب وہ مسلسل زینہ چڑھتے ہوئے بولتا جا رہا تھا...... شمسہ کی بے بسی اس انتہا پر تھی جہاں انسان سوچ سکتا ہے نہ ہی خیال و الفاظ ترتیب دے سکتا ہے۔
فری اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی مگر سالار صاحب ہنوز اپنی جگہ کھڑے تھے۔ ان کی نظریں بظاہر چمچماتے ٹائلوں پر نظر آنے والے خون کے قطروں پر جمی تھیں۔ مگر ذہن گھر کی چہار دیواری سے باہر کہیں دور خلاؤں کی گہرائیاں ناپ رہا تھا۔
الفاظ کا ٹکراؤ اتنا شدید تھا کہ چہرہ ہی بدل گیا تھا۔
☆☆☆
زین بہت غیر محتاط ڈرائیونگ کر رہا تھا...... ذہنی لحاظ سے بہت بکھرا ہوا تھا، آٹو میٹک کار چلاتے ہوئے خوف کے باعث عجیب حرکتیں سرزد ہو رہی تھیں۔ وہ ایسا خوفزدہ تھا، واصف پیچھے سے آ کر جیسے اسے دبوچ ہی لے گا۔ اس کی ذہنی رو واصف کے گرد ہی گھوم رہی تھی۔
"کیا وہ پاگل ہے......؟ is he mad یا کوئی سائیکو کیس...... فری کے پیرنٹس کو کچھ نظر نہیں آتا...... اتنا خطرناک بندہ اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے۔" ایسے میں کار یک دم روڈ پر رقص کے انداز میں لہرائی...... زین نے اسی خوف کی حالت میں فوراً بریک لگائے۔ رات کے انتہائی وقت میں روڈ پر ٹریفک بہت کم تھا، زیادہ تر موٹر بائیک ہی گزر رہی تھیں جن میں اکثریت ڈیلیوری بوائز کی تھی۔
زین کی کار روڈ کے بیچوں بیچ رکی تھی اسپیڈ سے آنے والا ٹریفک جھول کھا کر دائیں بائیں ہو جاتا تھا۔ زین نے بیک مرر میں پولیس کی کار دیکھی جس کی چھت پر روشنیاں رقص کر رہی تھیں۔ شاید وہ پیچھے ہی آ رہی تھی۔ خوف ضرب کھا کر دو گنا ہوا تو اس نے حواسوں میں آ کر کار کو ریس دی...... ساتھ بیک مرر میں دیکھتا بھی جا رہا تھا۔
☆☆☆
"تمہیں خدائی فوجدار بننے کی ضرورت ہی کیا ہے؟" شمسہ واصف کی مرہم پٹی کرتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہہ رہی تھیں۔ جبکہ اسے انجکشن کی بھی فوری ضرورت تھی۔
"طعنے مار، مار کر چھلنی کیا ہوا ہے اور اپنے ہی گھر میں وہی کام......" واصف نے ایک لمحے کے لیے نظر اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا۔
"بیٹا...... ہمیں کیا......؟"
"ایکس وائی زی کو کچھ نہیں...... مگر ہاں جو بھی ہے ہمیں ہی ہے...... میرے concerns بنتے ہیں...... آپ کیا سمجھتی ہیں کہ آج کے بعد میں ہار مان لوں گا......؟" وہ رک کر تلخی سے مسکرایا ایک نظر اپنے زخم پر دوڑائی۔
"آج سے تو "آفیشلی" جنگ شروع ہوئی ہے......" شمسہ نے گھبرا کر واصف کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔
"ماں کا ہی خیال کر لو بیٹا......"

"ماں ہی کا خیال کر رہا ہوں...... جس کے بنیادی حقوق ضائع ہوتے ہیں وہ سب کچھ ہر طرح کی جنگ کے لیے allowed ہے۔" واصف کے لہجے میں عزم بھی تھا اور تلخیت بھی......

"جنگ کبھی مسئلے کا حل نہیں ہوتی...... یہ بات سمجھنے کی کوشش کرو......" شمسہ نے مرہم پٹی کا عمل مکمل کر لیا تھا اور سیدھی کھڑی ہوگئی تھیں۔

"یہ وہ لوگ سوچتے ہیں جو جنگ شروع کرتے ہیں......" واصف پر ان کے دلائل کا کوئی اثر نہیں ہوا...... کو یاٹس سے مس نہ ہوا...... حسب سابق شمسہ ہی فرسٹ ایڈ باکس سمیٹ کر ایک طرف چل پڑیں۔

"تھینک یو ماں......" واصف نے جاتی ہوئی شمسہ کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ ایک ایسی مسکراہٹ جس کے ہزار معنی نکالے جا سکتے تھے۔

☆☆☆

عرشلہ پر شدید ڈپریشن کا دورہ پڑا ہوا تھا...... بڑے گھروں کے سناٹے بھی بڑے ہوتے ہیں...... over thinking کا مطلب ہی ماضی میں جینا ہے...... ماضی میں رہنے والا انسان زمانۂ حال میں ایک لاش کے مانند ہوتا ہے۔ جو دیکھنے والوں کو نظر تو آ رہی ہوتی ہے مگر کوئی عمل بجالانے سے قاصر ہوتی ہے، عرشلہ بھی آنکھیں موندے گزرے وقت میں زندہ تھیں...... سابق شوہر کے الفاظ چنگاریوں کی طرح اڑ رہے تھے...... راستے الگ ہونے سے پہلے کی جنگیں نئے سرے سے سلگ اٹھیں۔

"فٹ پاتھیا نہیں ہوں...... بہترین شجرۂ نسب ہے میرا...... جو تمہاری ممی نے magnifying glass لگا کر مقدس کتاب کی طرح بار بار پڑھا تھا۔ میرا خیال ہے اسے فریم کرا کر ڈرائنگ روم میں لگا دینا چاہیے......" عرشلہ کو اپنی چیختی چلاتی آواز سنائی دی۔

"تمہارا کمپلیکس" بتاتا ہے کہ کوئی گڑبڑ ہے...... عورت کا شوہر اس کا سوشل اسٹیٹس ہوتا ہے...... لیکن تمہارا بیوی کی وجہ سے ہے۔"

"تو پھر دعا کرو کہ تم "بیوہ" ہو جاؤ تاکہ تمہیں پتا چلے کہ شوہر ہی بیوی کا سوشل اسٹیٹس ہوتا ہے۔"

"enouhg is enough...... ہینڈسم ہو اور اب مالدار بھی ہو...... یقیناً سیکنڈ میرج کے خواب دیکھ رہے ہو......؟ دوسری عورت سے بچے پیدا کرنا چاہ رہے ہو...... ہے ناں......؟"

"اب اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ اتنی خراب شادی کے بعد پھر رسک لوں...... حالانکہ دو چار مرتبہ یہ جوا کھیل سکتا ہوں...... مگر طبیعت اس طرف نہیں جاتی...... سیر ہو گیا ہوں......"

عرشلہ کے کانوں میں سابقہ شوہر کی تمسخرانہ ہنسی گونجنے لگی۔ وہ وحشت زدہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"زینی...... پلیز...... جلدی آجاؤ...... مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے یہ میری آخری رات ہے...... دم گھٹ رہا ہے۔" وہ خود سے ہی محو گفتگو تھیں۔

"ماریہ بھی کے روم میں سو رہی ہوگی...... اسے اٹھاتی ہوں...... مجھے لگ رہا ہے کہ کچھ ہو کر رہے گا......" وہ پاگلوں کی طرح ثمینہ کے بیڈ روم کی طرف دوڑی تھیں مگر ان کے سیل فون پر ہونے والی رنگ نے ان کے قدموں کو زنجیر پہنا دی تھی...... رکیں، پلٹیں اور خوفزدہ انداز میں اپنے سیل فون کی طرف دیکھا۔ زین کی فوٹو اسکرین پر بلنک ہو رہی تھی۔ انہوں نے جھپٹ کر سیل اٹھایا فوراً کال لی۔

"ہیلو زین...... گھر واپس آنے کے بجائے کال کر رہے ہو...... مر جاؤں گی تب آؤ گے...... ابھی کہاں ہو......؟ کیوں فون کر رہے ہو......؟" وہ بے ترتیب بولتی چلی گئیں۔

''میڈم ..... جسٹ اے منٹ ..... مجھے بھی کچھ بولنے کا موقع دیں.....'' سیل کے ائر پیس سے زین کے بجائے ایک نامانوس مردانہ آواز ان کی سماعت سے ٹکرائی۔

''کون ہیں آپ.....؟ زین کے فون سے بات کیوں کر رہے ہیں..... کیا آپ کو یہ فون راستے میں گرا ہوا ملا ہے.....؟ زین کہاں ہے؟'' وہ پھر روانی سے بولتی جا رہی تھیں۔ گویا پاگل پن کا دورہ پڑا ہوا ہو۔

''میڈم ..... میڈم ..... پلیز میری بات سن لیجیے آپ کے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے مگر گھبرانے کی ضرورت نہیں، وہ ہوش میں ہے، میں ہائی وے پولیس کا انسپکٹر جمشید جمالی بات کر رہا ہوں.....'' عرشیلہ تو ٹکڑے، ٹکڑے ''حنوط'' ہو گئیں۔ جنبش کرنے کے قابل نہ رہیں..... انسپکٹر اسپتال کا نام اور روم نمبر بتا رہا تھا اور جلد پہنچنے کی تاکید بھی کر رہا تھا تسلیاں بھی دے رہا تھا کہ زین کی حالت خطرے سے باہر ہے، کار پولیس کسٹڈی میں..... کار کے کاغذات اور زین کا والٹ بھی پولیس کے پاس ہے وغیرہ، وغیرہ.....

عرشیلہ سب سن رہی تھیں مگر زبان کو جنبش دینا محال تھا..... انسپکٹر ہیلو، ہیلو کر رہا تھا اور اسی اثنا میں وہ جھونک کھا کر گر پڑی تھیں۔

☆☆☆

''تم نے ری ایکٹ کر کے اسے کامیاب اور خوش کر دیا..... وہ ایک پاگل انسان ہے ایسے لوگوں کو avoid کرنا چاہیے..... یہی ان کی سزا ہوتی ہے.....'' سالار صاحب فری کے سر پر ہاتھ رکھے بہت سوچ، سوچ کر بول رہے تھے۔

''پاپا..... کیسی بات کر رہے ہیں آپ..... کوئی آپ کے گھر میں آپ کے دوست کی انسلٹ کرے گا تو کیا آپ برداشت کر لیں گے؟'' فری کو سالار صاحب کی نصیحت قطعاً ہضم نہیں ہوئی۔

''بے بی ہر انسان اپنے اسٹیٹس کے لحاظ سے پوزیشن لیتا ہے..... ایک تھپڑ لگا چکا ہوں ناں..... دس بھی لگا سکتا ہوں..... مگر تم اس کے ساتھ کبھی ڈائریکٹ نہیں ہو گی..... اب وہ اپنے زخم کے ساتھ خود کو مظلوم شو کراتا رہے گا.....'' وہ ذرا دیر رک کر بولے۔

''زخم بگڑ گیا تو ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے گا..... ڈاکٹر کو ساری حقیقت بتانا پڑے گی اور تمہارا نام ڈسکس ہو گا..... یہ میرے لیے بہت بڑا مینٹل ٹارچر ہے کہ جس بندے کو میں consider ہی نہیں کرتا اس کی کہانی میں تمہارا نام شامل ہو.....'' سالار صاحب بہت متفکر و پریشان نظر آ رہے تھے۔

''اب ایسی بھی ''انجری'' نہیں ہے..... آپ سیریس نہ لیں.....'' فری نے تھکے، تھکے انداز میں اپنا سر سالار صاحب کے کندھے سے ٹکا دیا۔

''خون کافی نکلا ہے..... اس کی آستین پر بھی کافی لگا ہوا تھا.....'' سالار صاحب نے اضطراری کیفیت میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنساتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں جواب دیا۔ یوں جیسے ضمیر پر اچانک سے کوئی وزن آ پڑا ہو اور خود کو بہلانے کی کوشش کر رہے ہوں۔

''چھوڑیں پاپا..... آپ جس کو consider ہی نہیں کرتے اس کے بارے میں اتنا زیادہ سوچنے کی ضرورت ہی نہیں..... البتہ پھپھو کو لگ رہا ہو گا کہ میں نے ان کے بیٹے پر بہت ظلم کیا ہے.....'' سالار صاحب نے آہستگی سے فری کو خود سے الگ کیا اور گہری سانس لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑبڑانے والے انداز میں گویا ہوئے۔

''یہی تو مسئلہ ہے..... اس سوسائٹی کے چالاک لوگ ظالم ہونے کے باوجود خود کو مظلوم ثابت کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اکلوتی بیٹی کے بجائے اکلوتا بیٹا ہوتا تو شاید یہ لوگ میری زندگی سے نکل چکے ہوتے

مگر مجھے بیٹی کی عزت کی خاطر بہن کو ساتھ لے کر چلنا پڑ رہا ہے..... کل کو تمہاری شادی ہوگی..... مجھے وہاں تک سوچنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھانے لگے۔

یہ جملہ ہونٹوں پر ہی روک لیا تھا کہ...

"مجھے عزت اچھالنے والوں سے بہت ڈر لگتا ہے..... سیلف میڈ بندے کی متاع پونجی ہی اس کی عزت ہوتی ہے۔"

☆☆☆

"زین میری جان..... یہ کیا، کیا..... ہمیشہ منع کرتی ہوں کہ 80 سے اوپر اسپیڈ نہ کرو..... کار کنٹرول رہتی ہے..... ضرور تم بہت اوور اسپیڈ ڈرائیو کر رہے تھے۔" مرشلہ آنسو بھری آنکھوں سے زین کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں اور بے قراری سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے چوم رہی تھیں۔

"مام..... میری کار اوور اسپیڈ نہیں تھی..... پیچھے سے دو GLI چیز کرتی ہوئی آ رہی تھیں دونوں اوور اسپیڈ تھیں..... ایسا لگا وہ مجھے اڑا کر رکھ دیں گی۔ میں نے فوراً اپنی کار سائڈ کی تو wooden کیبن سے ٹکرا کر الٹ گئی۔" زین سانس لینے کو رکا جیسے اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی ہو۔

مرشلہ بے قرار ہو کر پھر زین کا ہاتھ چومنے لگیں۔

"تھینک گاڈ..... میرے بیٹے کی جان بچ گئی۔ اس طرح کے لیٹ آورز میں لوگ ڈرنک ہو کر بھی ڈرائیو کر رہے ہوتے ہیں یوں سمجھو پاگل روڈ پر موت کا کھیل کھیلتے ہیں..... میں ہمیشہ منع کرتی ہوں کہ رات گیارہ بجے کے بعد گھر سے نکلنے کی ضرورت ہی نہیں....." مرشلہ نے دکھی نظروں سے زین کی دائیں کلائی پر چڑھے پلستر اور پیشانی پر بندھی پٹی کی طرف دیکھا۔

"فری نے کال کر کے بلایا تھا..... اس کے پیرنٹس آؤٹ آف سٹی تھے۔ وہ بہت ڈپریسڈ بھی تھی..... اس کے انکل کی اچانک ڈیتھ ہو گئی ہے۔" زین نے اکھڑی، اکھڑی سانسوں کے ساتھ بہرحال اپنا جواب مکمل کیا۔

"ایکسکیوز می میم..... آپ پیشنٹ کو ریسٹ کرنے دیں..... دس منٹ پہلے تو انہیں ہوش آیا ہے....." نرس کو بالآخر مداخلت کرنا پڑی جو پیشنٹ بولنے سے بار بار منع کر رہا تھا اور اٹینڈنٹ کو صورتِ حال کی سنجیدگی سے کوئی لینا دینا تھا۔

"سوری..... میں بیٹے کی حالت دیکھ کر کچھ ایموشنل ہو گئی....." مرشلہ نے کھڑے ہو کر قدرے شرمندہ انداز میں کہا تھا۔

زین بے حال تھا زبردستی باتیں کر رہا تھا..... وقفہ ملتے ہی وہ نیند میں چلا گیا، آنکھیں بند منہ کھلا ہوا تھا..... رفع درد کے لیے دیے جانے والے انجکشن کا اثر تو بہرحال غالب آتا ہی ہے۔

مرشلہ اٹھ کر روم سے باہر آ گئیں..... تو فون پر باتیں کر کے خود کو ہلکا کرنے کی سوچ آئی تھی مگر رات کے آخری پہر جبکہ تھوڑی دیر بعد صبح دستک دینے والی تھی انہوں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

"اس کی نیند خراب کرنے سے حال بدل تو نہیں جائے گا....." وہ آہستہ قدموں سے لاؤنج کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

"ایک روم میں کی دوسرے روم میں زین..... انہیں آنے والے پاشقت لمحات عفریت بن کر ڈرا رہے تھے۔

"جب جی سکتے ہیں نہ مر سکتے ہیں..... تو کیا کرتے ہیں.....؟" وہ خود سے سوال کر رہی تھیں۔

☆☆☆

"بیٹا، ڈاکٹر کے پاس لازمی جانا ہے..... اسے ہلکا نہ لو..... سنا ہے انسانی دانتوں سے لگا ہوا کٹ بہت خطرناک ہوتا ہے۔" شمسہ بڑی سادگی سے کہہ رہی تھیں..... واصف جاگ چکا تھا مگر بیڈ پر ہی تھا۔ ماں کی بات سن

کر ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیلنے لگی۔
”بعض انسان سانپ سے زیادہ زہریلے ہوتے ہیں ماں..... غائبانہ ڈنک مارتے ہیں اور رگ رگ میں زہر اتار دیتے ہیں.....“ وہ چند ثانیے کو رکا۔
”جیسے غائبانہ نماز جنازہ کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے.....“
”اللہ توبہ..... استغفار.....“ شمسہ نے دہل کر توبہ استغفار کی۔ ”صبح صبح میت..... نماز جنازہ کی باتیں.....“
واصف اپنی دھن میں معمول کے مطابق اٹھنے لگا تو بازو میں ایک شدید درد کی لہر نے اسے دوبارہ سر تکیے پر رکھنے پر مجبور کر دیا۔ شمسہ اس کی ہلکی سی کراہ پر تڑپ کر نڈھال ہو گئیں۔
”ہمت کر کے فریش ہو جاؤ..... ناشتا کر لو..... پھر میں تمہیں اسپتال لے کر چلتی ہوں.....“ انہوں نے جھک کر اس کی پیشانی پر بکھرے بال محبت سے سمیٹے۔
”ماں آپ اسکول جائیں..... میں کوئی چھوٹا سا بچہ ہوں جو آپ پریشان ہو رہی ہیں.....؟“ اب واصف قدرے جھلا کر بولا تھا۔
شمسہ کی شکل ہی ایسی بنی ہوئی تھی گویا وہ اسپتال کی ایمرجنسی میں بیٹھی ہوئی ہوں..... خدانخواستہ.....
”میں e-mail جمع کرا چکی ہوں..... آج چھٹی پر ہوں میری فکر نہ کرو..... میں ہر صورت تمہارا چیک اپ کراؤں گی..... چاہے تم چیخ چلا کر دیواریں گرا دو.....“ شمسہ نے شاید پہلی بار خود کو اتنا مضبوط ظاہر کیا تھا کہ وہ واصف کی کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں تھیں۔
ان کی حالت اس متاثرہ شخص کے جیسی تھی جو اپنی زندگی بھر کی جمع پونجی بچانے کے لیے لٹیروں سے جنگ پر تیار ہو جاتا ہے، وقتی طور پر اس کے سارے خوف اپنی موت مر جاتے ہیں..... وہ جینے کے لیے بھی آزاد ہو جاتا ہے اور مرنے کے لیے بھی..... وہ درد سے نڈھال واصف پر اپنے جذبے کی قوت سے غالب آ گئی تھیں۔ واصف کی ”نہیں“ ماما کی شدت کے سامنے ایسی ہی تھی جیسے طوفان کی زد میں آیا ہوا تنکا.....
”ٹھیک ہے ماں چلتے ہیں..... ایک لاکھ جھوٹ بولنے کے لیے تیاری کر لیں.....“ اس نے کہنی پر دباؤ ڈال کر اٹھنے کی تیاری کی۔
”ایک لاکھ جھوٹ.....؟“ شمسہ نے تعجب سے اس کی شکل دیکھی۔
”کیا بتائیں گی ڈاکٹرز کو..... میری ایک ”فل پاگل“ منگیتر ہے اس نے میرے بیٹے کو کاٹ لیا..... آپ اس زہریلی لڑکی کے کاٹے کا علاج کر دیں.....“
”یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں کہ ڈاکٹرز کو کیا بتائیں گے.....“ شمسہ اٹھتے، اٹھتے بیٹھ گئیں اور بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔ اب چہرے پر بے بسی کے تاثرات نمایاں ہو رہے تھے۔
”سیدھا سیدھا پولیس کیس ہے..... اور پولیس کا آپ کو پتا ہے..... وہ کہے گی لڑکی نے کاٹا ہے..... اس کا مطلب ہے لڑکا ٹھیک نہیں ہے.....“ اس نے آخری الفاظ ماں سے نظر چراتے ہوئے ادا کیے اور فوراً واش روم کی طرف بڑھ گیا۔
”لڑکا ٹھیک نہیں ہے۔“ خاموش بارود کو ماچس کی تیلی دکھا کر واصف واش روم کا دروازہ بند کر چکا تھا..... شمسہ ہق دق بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

سیل فون کی رنگ ٹون سے فری کی نیند ٹوٹی تو یوں لگا جیسے ابھی، ابھی سوئی تھی اور آنکھ کھل گئی اس نے شدید

کوفت کے عالم میں ادھر اُدھر ہاتھ مار کر سیل اٹھانے کی کوشش کی جو اس کے جھنجلا کر ہاتھ مارنے کی وجہ سے اور دور ہو گیا تھا اس نے کروٹ لے کر خود کو سیل سے قریب کیا اور ادھ کھلی حالت میں ہی اٹھا کر اسکرین کو دیکھا۔

''زین......؟ اوہ گاڈ...... یہ سکون سے سوتا کیوں نہیں...... اتنی ڈرائیو کر کے تھکتا نہیں......'' اس نے نیند کے غلبے سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بیچ کر اس کی کال ریسیو کی تھی۔

''ہیلو...... چھٹی کرلو...... سو جاؤ...... مجھے بھی سونے دو......'' اس نے بڑی بے مروتی و بدلحاظی سے جو کہنا تھا کہہ دیا...... مگر فون بند نہیں کیا تھا۔

''ہیلو...... ہیلو...... زین کی مدر بات کررہی ہوں...... زین اسپتال میں ایڈمٹ ہے...... تمہارے گھر سے آتے ہوئے رات اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔'' اگر پیس سے عرشلہ کی نڈھال آواز نکل کر فری کی سماعت سے ٹکرائی تو فری اچھل کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

''اوہ...... سوری آنٹی...... وہ زین کے نمبر سے کال آئی ناں تو میں سمجھی...... آئی ایم ایکسٹریملی سوری آنٹی۔ پلیز مجھے بتائیں اس کی طبیعت کیسی ہے وہ کس اسپتال میں ایڈمٹ ہے...... بس میں تھوڑی دیر میں پہنچ جاؤں گی...... I am shocked آنٹی...... میں خود کو...... کمپوزڈ نہیں کر پا رہی...... زیادہ سیریس بات تو نہیں ہے ناں......'' لفظ ایکسیڈنٹ سن کر تو فری گویا حواس کھو رہی تھی۔ ایک سانس میں بولتی چلی گئی...... جیسے عرشلہ کی کوئی بات سننے سے دلچسپی ہی نہیں تھی۔

''میرا بیٹا بہت اسٹریس لے کر ڈرائیو کر رہا تھا...... تم نے خود کال کر کے اسے اپنے گھر بلایا تھا...... اپنے کزن سے اس کی انسلٹ کروانے کے لیے......'' عرشلہ اپنا ذہنی دباؤ فری کی طرف شفٹ کرنے لگی تھیں۔

آخری شام سے پہلے

کبھی حبس کے صحرا میں...... کبھی ہجر کے کانٹوں میں......
دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی
داستان طاہر جاوید مغل کے قلم کا جادو

شعلہ شب گیر

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات ایم اے راجپوت کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور
کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور وردی والوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اور دیگر عیوق بخاری، محمد ظفر حسین، عائشہ نصیر، محمد تقی، شہباز اکبر الفت، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''آنٹی وہ پاگل ہے......'' فری نے کچھ وضاحت کرنے کی کوشش کی مگر مرشلہ نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔
''پاگل کو پاگل خانے میں رکھتے ہیں...... تم نے گھر میں رکھا ہوا ہے؟ میرے بیٹے کی wrist (کلائی) فریکچر ہوئی ہے...... گریٹ لاس...... ٹھیک ہو جائے گی ...... مگر پہلے جیسی تو نہیں ہوگی...... ٹوٹل ایسٹ (کل اثاثہ) ہے میرا سامنے civilized لوگ ہو تم...... پاگلوں کو گھر میں رکھتے ہو...... ٹریٹمنٹ کراتے ہو نہ پاگل خانے میں جمع کراتے ہو...... اپنے فادر سے بولو...... اپنی بیٹی کا خیال کریں...... پاگلوں کے ساتھ رکھا ہوا ہے۔'' اس کے ساتھ ہی مرشلہ نے اپنی طرف سے فون بند کر دیا تھا۔ فری تو ایک شاندار عورت کا نیا روپ جان کر ہکا بکا سی ہو کر رہ گئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار کسی نے اسے بے بھاؤ کی سنائی تھیں۔
اسے بیڈ سے اتر کر واش روم تک جانا ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ کسی پروجیکٹ پر کام کا آغاز کرنے کی نیت کر رہی ہو۔

☆☆☆

ٹوٹو تو اپنے طور پر خود ہی مرشلہ کے گھر آ گئی تھی۔ یہ اس کے معمولات کا حصہ تھا مگر اب ثمینہ کے سامنے ہکا بکا بیٹھی تھی۔
''ماریہ بتا رہی تھی کہ میم رات دو بجے اسپتال گئی تھیں...... ماریہ تو یہی بتا رہی ہے کہ معمولی سی انجری ہے۔'' ثمینہ بیڈ پر تکیے کے سہارے بیٹھی کمزور و نحیف آواز میں بتا رہی تھیں۔
''معمولی سی انجری ہے تو اب تک تو گھر آ جانا چاہیے تھا...... اس پر سے وہ فون آف کر کے بیٹھی ہوئی ہے......'' ٹوٹو کو طرح طرح کے وہم پریشان کرنے لگے۔ پہلا خیال تو یہی آیا کہ ثمینہ کی حالت کے پیشِ نظر انہیں مکمل معاملات سے محروم ہی رکھا گیا ہوگا...... اللہ جانے کس مشکل میں پھنسی ہوئی ہے اور اتنی بہادر کب سے ہوگئی کہ اکیلے ہی سب کچھ فیس کر رہی ہے...... وہ تو اپائنٹمنٹ نہ ملنے پر بھی ٹوٹو کے سامنے دہائی دیتی ہے۔ خواہش کے سامنے مزاحمت کھڑی ہو تو خود لیٹی ویسی لیٹ جاتی ہے۔
''آپ سے کتنی بار کہا ہے...... مرشلہ کی شادی کر دیں۔ جرنلزم فل ٹائم جاب ہوتا ہے، بزی ہو جائے گی......''
''میں تو خدا سے یہی چاہتی ہوں......'' ثمینہ نے ٹوٹو کی بات کاٹ کر گویا تڑپ کر کہا تھا...... جیسے ٹوٹو نے ان کے دل کی بات کہی ہو۔
''تم سے کہا تو ہے کوئی ڈھنگ کا رشتہ تلاش کرو...... میں کب تک بیٹھی ہوں، تم بھی یورپ جاتی رہتی ہو...... کیا کرے گی یہ میرے بعد......'' ثمینہ متفکرانہ انداز میں ٹوٹو کی طرف دیکھ رہی تھیں۔
''اب تک پانچ بندوں سے اسے ملوا چکی ہوں آنٹی...... ایک بوڑھا بہت تھا، دوسرا ویل ڈریسڈ نہیں تھا...... تیسرا اتفاقی لگ رہا تھا، چوتھا بیچارہ کیمبرج پڑھا ہوا نہیں تھا، دیسی انداز میں انگلش بولتا تھا، کنفشن میں اس کا عالیشان گھر بھی دکھایا تھا۔ پانچویں کی شکل پر کلاس منہیں تھی...... اوپر سے شارٹ ہائٹ کا گیا تھا۔'' بولتے، بولتے ٹوٹو نے گویا تھک کر اپنا سر پکڑ لیا تھا۔
''وہ کرنا ہی نہیں چاہتی...... یہ سب بہانے ہیں۔'' ثمینہ نے ہاتھ میں پکڑے گلاس میں سے مشروب کا ایک گھونٹ حلق سے نیچے اتارا۔
''ہاں تو پھر کیا کریں آنٹی...... ایک کھلونا تو اٹھا لائی تھی۔ بس کھیل رہی ہے۔'' ٹوٹو نے جھنجلا کر کہا...... رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے کسی کام کی نہیں رہی تھی۔ پریشانی اٹھانے کے لیے تو ''اسپتال'' کا نام ہی کافی ہے۔
''بہت بڑی بھول ہوئی ہے مجھ سے...... مگر میں کیا کرتی...... سوچا تھا بچے کی وجہ سے سروائیو کر جائے گی......

پاگل ہونے سے بچ جائے گی۔ جانے کس حسب نسب کا ہے، کیا آگا پیچھا ہے..... میرے باپ دادا، پردادا کی کمائی اس بے نام کے ہاتھوں میں چلی جائے گی.....“ ثمینہ کی آواز بھرّانے لگی۔

”کم آن..... آنٹی..... مال و دولت تو زندہ انسان کو سپورٹ کرتا ہے۔ ہماری کسی بھی چیز سے کسی کا اچھا ہو جائے تو سمجھیں ہم بہت ہی blessed ہیں..... لوگ تو اپنی زندگی میں ہی اپنا سب کچھ ٹرسٹ کر دیتے ہیں..... آپ اس بارے میں اتنا نہ سوچا کریں..... آپ دونوں کی وجہ سے کوئی لاوارث ہونے سے بچ گیا۔ کتنی بڑی نیکی ہے۔“ ٹوٹو اب اپنی جگہ سے اٹھ کر ثمینہ کو بہت پیار سے یوں پچکار رہی تھی جیسے کھلونا ٹوٹنے پر بچے کو سنبھالا جاتا ہے۔

ثمینہ نے کچھ کہنے کے بجائے ہاں میں سر کو جنبش دی۔

”ٹوٹو..... پلیز چیک کرو..... اس کا فون آن ہوا یا نہیں..... کیسی بیٹی ہے..... بیڈ پر پڑی ماں کا احساس نہیں.....“ وہ بمشکل گویا ہوئیں۔ ٹوٹو اپنے دھیان سے چونک کر جلدی سے عرشلہ کا نمبر ملانے لگی۔

اسی لمحے ماریہ کمرے میں داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی ٹرے تھی جس میں فریش جوس کے دو گلاس رکھے ہوئے تھے۔

ٹوٹو ایک خیال کے تحت چونک پڑی تھی۔ اس نے سیل فون پر کارروائی روک کر ماریہ کی طرف دیکھا تھا۔

”ارے..... ماریہ، عرشی نے تمہیں بتایا ہوگا ناں وہ کس اسپتال جا رہی ہے؟“ ثمینہ بھی یکلخت پُرجوش اور پُرامید ہو کر ماریہ کی طرف دیکھنے لگیں۔

”سوری میم..... وہ بہت جلدی میں تھیں..... بس انہوں نے صرف اتنا بتایا کہ زین کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اسپتال جا رہی ہوں..... وہ تو اپنا سیل فون بھی بیڈ روم میں بھول گئی تھیں..... وہ میں نے سنبھال کر رکھ دیا۔“ یہ سن کر تو ٹوٹو نے اپنا سر ہی پیٹ لیا۔

”میں اتنی دیر سے ٹرائی کر رہی ہوں..... مگر اس کا فون تو پاورڈ آف ہے.....؟“ ٹوٹو نے الجھ کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

”جی میم..... ! میم سونے سے پہلے فون آف کر دیتی ہیں..... you know وہ میڈیسن لے کر سوتی ہیں.....“ ماریہ نے ٹوٹو اور ثمینہ کے فکرمند چہروں پر نظر دوڑاتے ہوئے توقف کیا تھا۔

”میم..... آپ زین کے نمبر پر ٹرائی کریں..... اس کا سیل تو شاید میم کے پاس ہی ہوگا.....“

ماریہ کا مشورہ..... گویا بہت کامیابی کے ساتھ ”ہنگامی لینڈنگ“ ہوگئی۔

”اوہ..... تھینک یو ماریہ..... میں تو تمہیں ویسے ہی فرشتہ consider کرتی ہوں..... مگر اس وقت تو تم واقعی فرشتہ بن کر سامنے آئی ہو.....“ ٹوٹو جلدی، جلدی زین کا نمبر سرچ کرنے لگی۔

ثمینہ کے تنے ہوئے اعصاب بھی ڈھیلے پڑ گئے تھے۔ ماریہ نے انہیں جوس پیش کیا تو انہوں نے سکون کے عالم میں گلاس اٹھا لیا تھا۔

”ہیلو..... عرشی..... اس وقت کہاں ہو.....؟“ ٹوٹو کا رابطہ عرشلہ سے ہو چکا تھا۔ وہ بہت پُرجوش آواز میں عرشلہ سے مخاطب تھی۔

”یار حد ہوتی ہے..... کم از کم تمہیں ممی کا تو سوچنا چاہیے..... وہ بیڈ ریسٹ پر ہیں.....“

وہ بولتے، بولتے رک کر عرشلہ کی بات سن رہی تھی۔

”میری بات کراؤ.....“ ثمینہ نے نحیف آواز میں ٹوٹو کو اپنی طرف متوجہ کیا مگر ٹوٹو، عرشلہ کی بات سننے میں گم تھی۔ پھر یکلخت اٹھ کھڑی ہوئی۔

”آنٹی..... میں عرشی کے پاس جا رہی ہوں..... ڈونٹ وری..... سب خیریت ہے..... میں عرشی اور زین

کو لے کر آتی ہوں......'' یہ کہہ کر فوزیہ اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر باہر نکل گئی تھی۔

''تم نے دیکھا فوزیہ کو...... کتنی مضبوط اور باہمت ہے...... ایک میری بیٹی ہے...... جسے آج بھی اسی طرح سنبھالتی ہوں جس طرح ڈلیوری کے بعد گود میں لے کر گھر گئی تھی...... ابھی تک میری گود میں ہے......'' ثمینہ نے تاسف بھرے انداز میں کہہ کر ایک آہ سرد بھری تھی۔

ماریہ کا مقام نہیں تھا ورنہ وہ ضرور بول پڑتی...... کہ......''جب آپ ایک زندہ انسان کو اس کا اپنا دماغ استعمال کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے تو اس سے عظیم الشان امیدیں کیوں جوڑتے ہیں؟'' وہ صرف سوچ سکی۔

''جیسے کہ میں آپ کو یہ سب کہہ دوں جو میں سوچ رہی ہوں تو یقیناً میں نوکری اور گھر دونوں سے نکال دی جاؤں گی......'' وہ ثمینہ کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے سوچ رہی تھی۔

☆☆☆

فری، سالار صاحب کو ساتھ لے کر اسپتال پہنچی تھی، حالانکہ وہ آفس جانے کے لیے کار میں بیٹھ چکے تھے...... لیکن زین کے ایکسیڈنٹ کا سن کر وہ اتنے زیادہ صدمے میں آگئے تھے کہ خود ہی اپنی ساری سرگرمیاں موقوف کر دی تھیں۔ فری نے دراصل اس وقت باپ کو بطور ڈھال ساتھ لیا تھا کہ عرشلہ کی غصے بھری آواز سے وہ اندر سے سہم کر رہ گئی تھی۔

زین گہری نیند میں تھا عرشلہ خود دونوں باپ، بیٹی سے ملنے لاؤنج میں آگئی تھیں۔ موڈ خراب تھا مگر شائستگی کا دامن تھامے رہیں، البتہ جب عرشلہ نے بہت نرم لہجے میں نہایت سخت بات کی کہ اتنا ہائی فائی اسٹیٹس ہے آپ کا اور اتنے غلط فیصلے کرتے ہیں...... پاگل بندے کو اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے...... خوب صورت، جوان بیٹی گھر میں ہے تب تو سالار صاحب گویا گنگ ہو کر رہ گئے تھے۔

اس ملک کی دو فیصد مراعات یافتہ آبادی کی ایک نمائندہ ان کی بیٹی کے سامنے بے عزتی کر رہی تھی۔

''سالار صاحب...... زین کی وجہ سے میں نے اپنا بہت کچھ ہارا ہے...... ایسا کچھ sacrifice کیا ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے...... یہ میرا کل اثاثہ ہے۔'' وہ بہت تیزی کے ساتھ چہرہ ادا کر رہی تھیں۔

''تھینک یو...... آپ لوگ تشریف لائے...... آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ اپنی بیٹی کو روکیں...... یہ فرینڈشپ آج کے بعد continue نہیں ہوگی...... I am sorry سالار صاحب میں اس سے زیادہ آپ کو انٹرٹین نہیں کر سکتی۔'' یہ کہہ کر عرشلہ واپس پلٹ گئی تھیں۔

میں سال سے یس، یس...... یس سر...... اوکے سر...... سننے والے سالار صاحب بیٹی کے سامنے بے عزت ہوئے تھے، کوئی حال تھا......؟ خود کو سنبھالنے کی نیت سے انہوں نے بلیک پلاسٹک کی کرسی کا سہارا لیا تھا۔

ذہنی اذیت کی وجہ کوئی بھی ہو...... یاد بدترین دشمن ہی آتا ہے...... ماضی کے سارے زخم آنکھیں ملتے ہوئے جاگ پڑتے ہیں۔

فری تو گویا سانس روکے کھڑی تھی۔

سالار صاحب فوری قدم اٹھانے کی حالت میں نہیں تھے...... بیٹی سے بھی نظر چرا رہے تھے...... سانس کی ترتیب بھی درست کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

فری باپ کا حال محسوس کر رہی تھی۔

بکی ہوتا ہے ہمالیہ سے اونچی انا چوٹ کھانے کے بعد پینترے بدلنے لگتی ہے فوراً کے فوراً کوئی مسئلہ تخلیق کر کے اپنے دانت تیز کرنے لگتی ہے...... پھر اسے ایک نئی مشکل کے شکار کی ضرورت ہوتی ہے...... جس کی ہڈیاں

مزے لے لے کر چبائے۔

انا ایک ڈائن ہے..... جسے باطنی سکھ سے نفرت ہے..... انسان کے باطن میں دوزخ بھڑکا کر رقص کرتی ہے۔ تماش بینوں کو ہاتھ پکڑ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتی ہے..... تم بھی آؤ..... آؤ..... میں تمہیں بتاتی ہوں جل کر بھسم کیسے ہوتے ہیں..... آؤ میں تمہیں سکھاتی ہوں مسئلے سے نیا مسئلہ کیسے نکالتے ہیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں..... بس اپنے آپ سے بھی نہ ملو..... دوسروں کے عیب پھانکتے رہو..... کیلے کے چھلکے سے پھسل کر گرو اور چھلکا پھینکنے والوں کو کوسو..... بد دعاؤں کی آندھیاں چلا دو..... بس خود بھی نہ سوچو کہ تمہارے پاس بھی تو دو آنکھیں تھیں..... دیکھ کر چل سکتے تھے دماغ کسی دھن میں اٹکا ہوا تھا یا کسی معشوق کے جلوؤں میں.....؟ بس خود سے بے خبر تھے..... اپنا آپ گم کیا ہوا تھا..... تم کس قدر مظلوم ہو کتنے قسمت کے مارے ہوئے ہو..... حاسد نے جادو کر دیا..... ورگرنہ تم تو بہت اچھے ہو..... لگائی بجھائی کرنے والوں نے بدحال کر دیا..... ورنہ تم تو خود اتنے عظیم ہو کر پانی کے بجائے دودھ سے نہاتے ہو۔

سالار صاحب کے ذہن میں کچھ انہونی کر گزرنے کا بے رحم جذبہ سر ابھار رہا تھا۔ اتنی بے عزتی وہ بھی "سرِ عام چوک" پر اس پر مستزاد ایک عورت کے ہاتھوں..... وہ بھی جوان بیٹی کے سامنے جی چاہتا تھا گھر پہنچتے ہی لاکر میں رکھا لائسنس یافتہ پسٹل نکال کر جاہی مچانے والے واصف کا سینہ نشانہ بنا کر پسٹل خالی کر دیں۔

مرد کی انا..... پھر افسر کی انا..... پھر افسروں کے افسر کی انا..... اتنی اناؤں کی بھیڑ میں روح معدوم ہو جاتی ہے..... "دماغ"..... رہ جاتا ہے وہ دماغ جو آدم وحوا کو جنت سے نکلوا کر ہی دم لیتا ہے۔

سالار صاحب کا سر اتنا جھکا ہوا تھا کہ تھوڑی سینے سے جا لگی تھی۔ پہلی نظر میں سوئے ہوئے بندے کا مغالطہ ہوتا تھا۔

"پاپا..... چلیں.....!" فری کو اب سالار صاحب کی حالت دیکھ کر خوف سا محسوس ہونے لگا تھا..... اس نے ہمت کر کے چند الفاظ بمشکل ادا کیے تھے۔

"ہوں..... چلتے ہیں....." وہ گویا چونک کر نیند سے جاگے تھے۔

فری نے باپ کا بازو تھام لیا یوں جیسے انہیں اٹھنے میں مدد دے رہی ہو۔

"سوری پاپا..... مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ آنٹی ہمیں اس طرح ٹریٹ کریں گی۔ extremely sorry پاپا....." فری رونے جیسی ہو گئی۔

سالار صاحب دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں پر وزن ڈال کر کھڑے ہو گئے..... لاؤنج میں آٹھ دس لوگ آ کر بیٹھ چکے تھے..... اور سالار صاحب کے انداز سے انہیں کوئی بیمار شخص ہی سمجھ رہے تھے۔ کسی کی خصوصی توجہ نہیں تھی۔

فری اب مجرموں کی طرح سر جھکائے باپ کا بازو پکڑے باہر کی طرف جا رہی تھی۔

☆☆☆

گھر واپس آ کر فری سیدھی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ اسے بہت رونا آ رہا تھا راستے بھر وہ آنسو پیتی رہی تھی..... سالار صاحب کی گہری خاموشی اسے کھائے جا رہی تھی۔ پندرہ کلومیٹر کے سفر کے دوران سالار صاحب نے ہوں یا چوں بھی نہیں کی تھی..... اس گہری خاموشی کی وجہ سے فری کو انجانا سا خوف بھی محسوس ہو رہا تھا..... اور یقین ہو چلا تھا کہ آج واصف کا اس گھر میں آخری دن ہے۔

باپ بدحال تھا..... ذہنی دوست کی عیادت بھی نہ ہو گی..... کمرے میں پہنچ کر اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا

کرے..... اپنے سیل فون میں خود کو مصروف کرنا چاہا تو یک دم انفر کا خیال آیا۔
یہ فطری عمل ہے سکون کی تلاش میں انسان اپنے کسی قریبی تعلق کی طرف ہی متوجہ ہوتا ہے..... انفر نے اس کی رومانوی حس تو بیدار کر ہی دی تھی۔ اسی کے درمیان سے تقویت پہنچی..... اس نے اسے میسج بیک پر کال کی پہلی کوشش کی..... اور وڈیو کال کی تھی..... چند سیکنڈ کال ریسیو ہونے کا انتظار بھی صدیوں کا سفر لگ رہا تھا..... جاگتی حالت میں گھنٹے بھر کی خاموشی کسی عذاب سے کم نہیں تھی۔
کال ریسیو ہو گئی، انفر کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آ گیا۔
''ہیل.....ل.....و..... کیسی ہو سوئٹ ہارٹ؟'' مسکرا بھی رہا تھا..... اور ہاتھ بھی ہلا رہا تھا..... جیٹ بلیک ٹی شرٹ میں اس کی گلابی رنگت شیشے کی طرح چمک رہی تھی۔
''سوئٹ ہارٹ.....؟'' ایک دم اتنی بے تکلفی..... ابھی باقاعدہ پروپوزل ڈسکس بھی نہیں ہوا۔
سوئٹ ہارٹ کہنے والا..... یہ پہلا نوجوان تھا جو درحقیقت اس کے خوابوں کا شہزادہ تھا..... مگر اس نے تو یہ ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ اس کے خوابوں کا شہزادہ ہے۔
"hi....." اس نے خود کال ملائی تھی..... مسکرا کر جواب تو دینا تھا۔
"I am so fine" اسے مسکراتے ہوئے جھوٹ بولنے کا پہلا تجربہ بھی ہوا..... ویلنٹ کی دبی جمی ہوئی تھی اور so fine کہنا پڑ رہا تھا۔
"I swear میں تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔ وہاں دن چمک رہا ہے..... یہاں رات ہو رہی ہے..... اور رات ہو رہی ہے تو بات ہو رہی ہے..... سوری..... آج تو دن اتنا بزی تھا کہ لنچ کرنا بھول گیا.....'' یہ کہہ کر انفر دھیرے سے ہنس دیا۔
''اچھا..... آپ کو لنچ ڈنر یاد آتا ہے تو کرتے ہیں..... ہمیں تو بھوک لگتی ہے تو یاد آ جاتا ہے کہ کھانا نہیں کھایا.....'' فری نے شگفتگی کا مظاہرہ کر کے سابقہ کیفیت سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔
فری کی بات پر انفر کا قہقہہ بہت جاندار تھا..... فری ایک لمحے کے لیے مبہوت سی رہ گئی۔
چمکتے ہوئے خوب صورت دانت..... بھرپور مردانہ کشش کا حامل قہقہہ جو دھڑکنوں کو بے ترتیب کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔
"baby you are very very innocent" (تم بہت معصوم ہو) وہ بولا۔
''تم اتنی نیچرل ہو کہ تمہیں paint کرنے کو دل چاہتا ہے۔ مگر میری ڈرائنگ کبھی اچھی نہیں رہی اس لیے چاہت کے باوجود تمہیں کبھی پینٹ نہیں کروں گا..... پیار بھرا چینٹ فری کو کیا اور نظر ''کزن میری..... '' آ رہی ہے۔''
انفر بہت پرشوق نگاہوں سے فری کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔
''کزن میری.....؟ یہ کہاں کی کزن ہے.....؟'' فری کچھ الجھ گئی۔
''برٹش ایمپائر کی نشانی ہے..... اتنی موٹی تھی جس تخت پر بیٹھتی تھی ٹوٹ جاتا تھا پھر اللہ میاں نے اسے جلدی واپس بلا لیا تھا کہ کبھی تم کچھ تھیں ہو..... بہت تخت توڑتی ہو..... please come back'' انفر ایک نئے روپ میں کھل کر سامنے تھا..... فری بے اختیار کھلکھلا کر ہنس رہی تھی..... اتنی بے ساختہ ہنسی جو رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔
انفر ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہا تھا۔
''میں تمہیں کہہ رہا تھا کہ تمہاری look بہت نیچرل ہے..... مگر ہنستے ہوئے تو تم سپر نیچرل لگ رہی

ہو......" وہ اپنی مسکراہٹ سے جیسے جادو جگا رہا تھا۔

"ارے آپ کو پتا ہے پیور نیچرل سے لوگ ڈرتے ہیں۔ "پلیز" کو سپر نیچرل کہتے ہیں۔" فری نے بمشکل ہنسی روکی۔

"فری کو "پری" بنا دیں تو سپر نیچرل ہو جائے گی......" انفر کا بیڈ ٹائم تھا۔ سمندر پار بیٹھی کمسن جیسی دوشیزہ نے خود دل کے در پر دستک دی تھی۔ اس کا موڈ پوری جولانی پر تھا۔

"آپ کا بیڈ ٹائم کب شروع ہوتا ہے...... وہاں رات ہو رہی ہے ناں......؟" فری کو اچانک دھیان ہوا کہ کہیں وہ اس کی وجہ سے ڈسٹرب نہ ہوا ہو۔

"رات ہو رہی تھی...... اب تو دن ہو رہا ہے......" انفر کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

فری کی جان پر بن گئی در حقیقت اسے اتنے گرم جوش سواگت کی توقع نہیں تھی۔ چند ثانیے تو اسے کچھ ہی نہیں آئی کہ اس صورت حال سے کیسے نمٹے۔

"بائی دا وے فری...... ایک بات تو بتاؤ......؟" انفر اب قدرے نارمل لہجے میں سوال کر رہا تھا۔

"جی...... بولیں......؟" فری کو انفر کے انداز بدلنے پر قدرے حیرت سی ہوئی۔

"میرے فادر...... یعنی آپ کے قیم انکل روزانہ سالار انکل کو فون کر کے پوچھ رہے ہیں کہ فری کو انگیج منٹ رنگ پہنانے کب آئیں...... انکل برابر جواب ہی نہیں دے رہے...... یہ تو زیادتی ہے ناں سوئٹ ہارٹ اب دیکھو...... تم مجھے فون کر رہی ہو...... اس کا سیدھا سا مطلب ہے کہ انکل تم سے بات کر چکے ہیں تم ایگری ہو...... تب ہی تو مجھے کانٹیکٹ کر رہی ہو...... تو انکل کیوں ٹائم بار کر رہے ہیں......؟ پلیز...... ٹرسٹ کرو...... جو بھی وجہ ہے مجھ سے شیئر کرو......" انفر بول رہا تھا اور فری کا تو یہ حال تھا کہ جیسے دیو نے شہزادی کے سر میں کیل گاڑ کر پتھر کا بنا دیا ہو...... سیل ہاتھ میں پکڑے ٹکر ٹکر انفر کو دیکھے جا رہی تھی۔

"کیا ہوا...... still کیوں ہو گئیں؟ انکل آنٹی نے تم سے بات تو کی ہوگی ناں......؟" انفر اس کی یک دم خاموشی پر الجھنے لگا۔

"وہ...... میں بہت ڈپریسڈ تھی...... کسی سے بات کرنے کو دل چاہ رہا تھا...... سوچا آپ سے باتیں کرلوں...... ماما بھی لاہور گئی ہوئی ہیں ناں...... پاپا ریسٹ کر رہے ہیں......" فری اپنی فطرت کے عین مطابق جو دل میں تھا بولتی چلی گئی...... اب حیران ہو کر چپ ہونے کی باری انفر کی تھی۔

"ڈپریسڈ......؟" وہ سنبھل کر پوچھنے لگا۔

"وہ...... میرے فرینڈ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ ایڈمٹ ہے......"

"کیا مطلب......؟ تمہارا بوائے فرینڈ......" انفر کو گویا دھچکا سا لگا تھا۔

"نو...... نو...... میں اتنی بھی ماڈ نہیں ہوں...... اپنے کلاس فیلو کی بات کر رہی ہوں...... وہ تھوڑا سا اوکھا ہے ہائی برو...... کلاس میں جتنی بھی گرلز ہیں وہ سب کا فرینڈ ہے...... بہت سیدھا سادہ سا...... like angel (فرشتے جیسا)"

انفر گہری نگاہ سے فری کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

ماڈرن سوسائٹی میں عرصہ دراز گزارنے کے بعد وہ معصوم اور چالاک لڑکیوں میں فرق کرنے کے قابل ہو چکا تھا...... آزاد معاشرے میں لڑکیوں سے میل جول نے ہی تو اسے اس قابل بنایا تھا کہ وہ فری جیسی صاف گو اور بے وقوفی کی حد تک سچ بولنے والی لڑکی کو لائف پارٹنر بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

"ویری سیڈ...... یہ نیچرل ہے...... آپ جن لوگوں سے attached ہوتے ہیں ان کا آپ کے موڈ اور

لائف پر لازمی اثر پڑتا ہے..... وہ سیٹ ہو جائے گا "Its a part of life"

اب اظہر فری کو تسلی دے رہا تھا..... یہ اور بات کہ فری نے اس کے اندر بیدار ہونے والی روحانی مسرت کو تباہ کر دیا تھا..... جس طرح اس نے خوش ہو کر فری کی ویڈیو کال ریسیو کی تھی..... خدا حافظ کہتے ہوئے وہ بجھا، بجھا سا تھا۔ فری کی اتنے اہم معاملے سے بے خبری حیران کن تھی۔

جبکہ حال یہ تھا کہ فرصت کے لمحات میں دونوں باپ بیٹا فری کی باتیں کرتے تھے..... شادی کا ایونٹ پلان کر رہے تھے۔

فری سیل فون ہاتھ میں لیے اب گہری سوچ میں تھی۔

"اظہر مجھے پروپوز.... کر چکا ہے تو ماما، پاپا نے مجھ سے ابھی تک بات کیوں نہیں کی.....؟"

☆☆☆

"فری، اظہر کے ساتھ کمٹمنٹ میں ہے..... اسے اپنے ماموں کی ڈیتھ کی اطلاع تک دے چکی ہے..... اور سارہ کے بعد دنیا میں عقل مند عورتیں پیدا نہیں ہوئیں..... حد ہے اس عورت سے..... بیٹی ذمے داری ہوتی ہے..... اسے مردوں کی طرح کیریئر بنانے کے لیے فارغ نہیں رکھا جاتا....." سالار صاحب، عرشلہ کے ہاتھوں ہونے والی توہین کے بعد اردگرد سے بے نیاز اپنی ذات کی گہرائیوں، پہنائیوں میں اترے ہوئے تھے۔

"اس اولاد کی وجہ سے قدم، قدم پر میرے ہاتھ پاؤں بندھ جاتے ہیں۔ مصلحتوں سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر وہ اظہر کے لیے راضی ہے تو میں پہلی فرصت میں شادی کر دوں گا..... یوں بھی عورتوں کے مشوروں پر چلنے والوں کو زندگی میں خوار ہی دیکھا ہے..... اماں بھی بابا سے یہی کہتی رہیں میں شمسہ کی شادی کسی لٹ پونجیے سے نہیں کروں گی..... بھلے بیٹھی رہے ساری زندگی۔ بابا کہتے رہے جوان لڑکی خود شادی کے لیے تیار ہو اسے بٹھائے رکھنا آگ سے کھیلنا ہے..... میں نے اپنے باپ کو ماں کے سامنے بختوں کے بعد ہاتھ جوڑتے دیکھا ہے۔ آرمی میں مشہور ہے بیوی کا رینک شوہر کے رینک سے آگے کا ہوتا ہے۔ شوہر میجر ہو تو بیوی کرنل ہوتی ہے..... شوہر کرنل ہو تو بیوی بریگیڈیر ہوتی ہے۔ میرا باپ میجر تھا..... اور ماں کرنل..... دونوں چلے گئے..... میں بھگت رہا ہوں....."

سالار صاحب اٹھے اور بیڈ روم فریج سے پانی کی ٹھنڈی بوتل نکال کر گلاس بھرنے لگے۔ "سارہ کی بس ہو جائے..... جو مرضی بولے..... فری راضی ہو گئی تو میں جب کہے گا میں اس کی شادی کر دوں گا....." وہ فریج کے پاس پڑی کرسی پر ہی بیٹھ کر پانی پیتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں سوچ رہے تھے۔

"وہ..... جن سے ہمارا کوئی لینا دینا نہیں بنتا..... میں اور میری بیٹی اپنا وقت اور انرجی ان پر ضائع کر رہے ہیں..... یہی تو وہ کلاس فیلوز ہوتے ہیں جو صرف فوٹوز میں رہ جاتے ہیں۔ زندگی کا ایک پورا دن کم بھی ہوا اور ضائع بھی..... مجھے تو وہ عورت ٹوٹل پاگل لگتی ہے..... نمائش پسند، شیخی خور..... تین لاکھ کا آئی فون گفٹ کرنے پہنچ گئی..... ہونہہ..... ایسے لوگوں سے میل جول میری بیٹی کی سائیکالوجی تباہ کر سکتا ہے۔" سالار صاحب کو احساسِ توہین تو ہو رہا تھا مگر یہ خیال نہیں آیا تھا کہ وہ اس "پاگل عورت" کو اپنا قیمتی وقت دے رہے ہیں۔

"آ گئے دونوں باپ، بیٹی ہو ہو کر..... میں نے بھی خوب سنائیں....." عرشلہ، نونو کے ساتھ کاریڈور میں ٹہلتے ہوئے ابھی تک غصے کی کیفیت میں تھیں۔

"ان دونوں نے کیا، کیا ہے جو تم ان پر چڑھ دوڑیں....." نونو کو واقعی کچھ سمجھ نہیں آئی۔

"پاگل کو اپنے گھر میں باندھا ہوا ہے۔" عرشلہ نے پھر دانت پیسے۔

"زین بتا رہا تھا کہ اس کی اتنی انسلٹ ہوئی تھی کہ وہ ڈرائیو نہیں کر پا رہا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ کتنا سینسٹو ہے

وہ۔۔۔۔۔ میں تو اسے ہلکا سا بھی اسٹریس لینے نہیں دیتی۔"

"ٹھیک کا ؤ۔۔۔۔ اس کی جان بچ گئی۔۔۔۔ اب بھول جاؤ سب کچھ۔۔۔۔۔ ورنہ تم خود بیڈ پر لیٹ جاؤ گی۔۔۔۔" نونو نے زچ ہو کر گویا ہاتھ جوڑ دیے تھے کہ عرشلہ غصے سے جان نہیں چھڑا پا رہی تھیں۔

"ہاں تو اگر۔۔۔۔ ڈیل لاس ہو جاتا تو کون میرا نقصان پورا کرتا؟" عرشلہ نے رک کر نونو کو گھورا۔

"جو نہیں ہوا اسے نہیں سوچ۔۔۔۔ جو اچھا ہو گیا اسے یاد رکھتے ہیں۔" نونو نے عرشلہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"اب میں اسے کالج نہیں بھیجوں گی۔۔۔۔ وہ پرائیویٹ ایگزام دے کر بھی اپنا اے لیول کر سکتا ہے۔" عرشلہ نے قطعیت کے ساتھ کہا۔

"اور تم یہ کیوں کرو گی۔۔۔۔ وجہ کیا ہے۔۔۔۔؟" نونو چڑا بھی۔

"ارے زین اس لڑکی کے پیچھے پاگل ہے۔۔۔۔ اس کے گروپ میں آٹھ اسٹوڈنٹس ہیں۔۔۔۔ مگر اسے صرف فری نظر آتی ہے۔۔۔۔" عرشلہ نے ناگواری سے کہا۔

"اگر ایسا ہے تو وہ تمہارا فیصلہ نہیں مانے گا۔۔۔۔ تم کیوں اپنا کام بڑھا رہی ہو۔۔۔۔" نونو نے گویا اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔۔۔ میرا خیال کرے گا۔۔۔۔"

"تمہارا بیٹا نہیں ہے۔۔۔۔ لوگ بازار سے اپنی ضرورت اور پسند کی چیزیں لاتے ہیں۔۔۔۔ تم یہ ہیلک (درد سر) اٹھا کر لائی تھیں۔۔۔۔ اتنا ہینڈسم، loyal لائف پارٹنر تم نے اپنی فضول سی خواہش پر قربان کر دیا۔۔۔۔" نونو نے عرشلہ کی بات کاٹی تو عرشلہ نے بھی اسے مزید بولنے سے روک دیا۔

"اسٹاپ نونو۔۔۔۔ وہ ہینڈسم ضرور تھا مگر وفا دار نہیں تھا۔۔۔۔ تمہیں loyalty کا نہیں پتا۔۔۔۔ یہ conditional (مشروط) نہیں ہوتی loyal ہوتا تو جان دے دیتا۔۔۔۔ مجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔۔۔۔" نونو نے۔۔۔۔ بے ساختگی اور انجانے میں عرشلہ کے اردگرد الاؤ روشن کر دیے تھے اور اسے فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس بھی ہو گیا تھا۔

"اچھا چھوڑو۔۔۔۔ سوری۔۔۔۔ مجھے اس وقت اس بندے کا ذکر نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔۔ میرے لیے تم اہم ہو۔۔۔۔ وہ نہیں۔۔۔۔ ہم سب کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ زین کچھ دنوں میں بالکل فٹ ہو جائے گا۔۔۔۔ تم اپنے روٹین کے کام کرو گی۔۔۔۔" نونو نے عرشلہ کو کندھوں سے تھام لیا۔

"یہ کیفیت اسپتال سے نکل کر ختم ہو جائے گی۔۔۔۔ جب گھر میں ہو گی تو آرام سے سوچنا۔۔۔۔ اس حالت میں تو کوئی بھی درست فیصلے نہیں کر سکتا۔۔۔۔" وہ بہت پیار سے عرشلہ کو سنبھال رہی تھی۔

جو انسان خود ترسی کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہو۔۔۔۔ خود کو مظلوم و بے بس سمجھتا ہو۔۔۔۔ ہر وقت غم گساروں کی ضرورت محسوس کرتا ہو وہ دوسروں کی طرف سے ملنے والے ذہنی دباؤ کو برداشت نہیں کر پاتا۔۔۔۔ اسے ہر انسان اپنی تکلیفوں کا ذمہ دار نظر آتا ہے۔۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اردگرد بہت سے انسان ہر وقت لعن طعن کرتے انگارے چباتے نظر آتے ہیں۔۔۔۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جو دل سے کبھی نہ اللہ کا شکر کرتے ہیں نہ اللہ کے بندوں کا۔۔۔۔ بس ساری کائنات کو اپنا خدمت گار دیکھنا چاہتے ہیں۔

☆☆☆

شمسہ کی کولیگ کی چھوٹی بہن اپنا ذاتی کلینک کرتی تھی۔ اس کولیگ کا اور شمسہ کا ساتھ بہت پرانا تھا۔۔۔۔ ایف ایس سی تک دونوں ایک کالج میں تھیں۔ شمسہ کی شادی ہو گئی تھی اور یہ کولیگ تابندہ بی ایس سی، بی ایڈ کرنے کے بعد

ٹیچنگ لائن میں آ گئی تھی جب شمسہ نے حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہ اسکول جوائن کیا تو تابندہ وہاں پہلے سے موجود تھی۔

شمسہ نے فون پر رابطہ کر کے تابندہ کو اختصار کے ساتھ صورت حال سمجھائی اور مدد طلب کی تو تابندہ نے اپنی ڈاکٹر بہن رخشندہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ رخشندہ ایک جوان لڑکی تھی، کلینک کرتے ہوئے اسے سال بھی نہیں ہوا تھا اس نے مرہم پٹی بھی کی اور رفع درد انجیکشن بھی دیا۔ مگر بہن کی تاکید کے سبب شمسہ اور واصف سے چھان بین والی کوئی بات نہیں کی۔

شمسہ کو قدرے جھوٹ کا سہارا ضرور لینا پڑا تھا مثلاً ان کی بھتیجی کو نفسیاتی مسئلہ ہے..... کبھی، کبھی دورے بھی پڑتے ہیں وغیرہ، وغیرہ..... مگر میڈیکل ٹریٹ منٹ ملنے کے بعد وہ پرسکون ہو گئی تھیں۔ گھر آ کر کئی بار واصف کے کمرے کا دروازہ کھول کر جھانک چکی تھیں۔

pain killer انجیکشن کے بعد وہ اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ بے ہوشی کا گمان ہو رہا تھا۔ اینٹی بائیوٹک کی ڈوز دینے کا وقت سات گھنٹے بعد کا تھا ابھی اسے سوئے ہوئے پانچ گھنٹے ہوئے تھے۔ دو گھنٹے کا ٹائم باقی تھا۔

وہ اس خیال سے کچن کی طرف آئیں کہ واصف کے کھانے کے لیے کچھ ہلکی پھلکی سی غذا تیار کر لیں..... مگر سیل فون پر بجنے والی گھنٹی کی آواز نے ان کے بڑھتے قدم روک دیے۔

پہلا خیال تو یہی آیا کہ اسکول سے فون آیا ہے..... وہ چھٹی پر ہیں تو کوئی مسئلہ ہوا ہوگا..... پرنسپل کو تو ویسے ہی چھٹی کرنے والی ٹیچر پر وہ در گر غصہ آتا تھا..... کیونکہ انہیں پیریڈز manage کرنا ہوتے تھے۔ سیل فون اٹھایا تو دل دھک سے رہ گیا..... سالار صاحب کی کال آ رہی تھی..... شمسہ کے وجود پر تو گویا لرزہ طاری ہو گیا۔

''السلام علیکم بھائی.....'' جلدی سے کال ریسیو کی۔

''ہوں..... کہاں ہو.....؟'' سالار صاحب نے سلام کا جواب دینے کا بھی تکلف نہیں کیا۔

''جی..... اوپر..... گھر میں ہی ہوں۔'' شمسہ کے لہجے میں ارتعاش تھا۔

''نیچے آؤ.....'' حکم صادر ہوا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

''یا اللہ رحم.....!'' انہوں نے خود کو سنبھالنے کے لیے تخت کا سہارا لیا اور کنارے پر ٹک گئیں۔

نیچے تو لازمی جانا تھا..... مگر خود کو سنبھالنا بھی تو تھا۔

سالار صاحب کا نمبر ان کے فون میں محفوظ تو تھا مگر سالوں میں شاید ہی انہوں نے کبھی براہ راست خود سے رابطہ کیا تھا۔

شمسہ تو پلک جھپکنے میں نیچے جانا چاہتی تھیں کہ ''آرڈر'' تھا مگر خود کو سنبھالنے میں وقت لگ رہا تھا۔

پانچ منٹ لگ گئے خود کو تیار کرنے میں..... کھڑے ہوتے ہوئے انہوں نے واصف کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

''شکر ہے سو رہا ہے..... ورنہ میرے ساتھ ہی نیچے جاتا..... اور.....'' اور سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھیں۔

☆☆☆

سالار صاحب اپنے ٹھنڈے ٹھار کمرے میں پشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہے تھے..... اے سی فل Chill کر رہا تھا مگر ساتھ ہی ٹمپر بھی چل رہا تھا۔ گویا ان دیکھی آگ کو بجھانے کی حتی المقدور کاوش تھی۔

بند دروازے پر بہت ہلکی سی دستک ہوئی تھی..... سالار صاحب اپنے دھیان سے چونکے..... پیشانی پر بیزاری کا نشان بننے والی لکیریں گہری ہو گئیں۔

”آ جاؤ۔“ انداز حکمیہ تھا۔

دروازہ کھلا اور دوپٹا اچھی طرح لپیٹے شمسہ اندر داخل ہوئیں اور دروازہ آہستگی سے بند کر دیا۔ ماحول سے یہ اندازہ تو ہو گیا کہ سالار صاحب کا چیخنے چلانے کا کوئی پروگرام نہیں ہے۔ اس احساس سے بھی شمسہ کے دل کو ڈھارس ملی۔

”شمسہ.....!“ سالار صاحب کی آواز بہت دھیمی تھی۔

”جی بھائی.....؟“ شمسہ نے فوراً مؤدبانہ کہا۔

”پانچ سال پہلے میں نے تمہاری نیت کر کے ایک اپارٹمنٹ بک کرایا تھا۔ اس کی چابی ملنے میں ابھی چھ، سات مہینے اور لگیں گے..... اس وقت بھی وہ تین کروڑ کا سیل ہو جائے گا..... تمہارا شیئر تقریباً دو کروڑ بنتا تھا۔ میں نے تمہارا ہی پیسا انویسٹ کر کے اس پر ایک کروڑ کا پرافٹ لیا ہے..... چھ مہینے یا سال بعد یہ اپارٹمنٹ چار کروڑ کا ہو گا کیونکہ یہ ایک پوش ایریا کا پروجیکٹ ہے پانچ سال پہلے ابا کا گھر چھ کروڑ میں سیل کر دیا تھا اور اپنے لیے گھر خرید لیا تھا جو فی الحال کرایے پر دیا ہوا ہے۔“ سالار صاحب دھیمی آواز میں بات کر رہے تھے اور شمسہ حیران پریشان بھائی کی شکل دیکھ رہی تھیں۔

مدتوں بعد بھائی کو بھائی کی طرح بات کرتے دیکھ رہی تھیں مگر ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر تھیں کہ وہ خصوصی طور پر طلب کر کے یہ تمام تفصیلات کیوں بتا رہے ہیں۔ وہ تو یہ سوچ کر لرزتی ہوئی نیچے آئی تھیں کہ جو کچھ رات کو ہوا اسی حساب سے سالار صاحب راشن پانی لے کر بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ سوال تو پیدا ہو رہے تھے..... مگر سوال کرنے کی جرأت نہ تھی۔

”اب یہ ہے کہ میں فی الحال تمہارے لیے دو کمروں کا کوئی اپارٹمنٹ کرایے پر لے لیتا ہوں..... تم دونوں ماں، بیٹا وہاں شفٹ ہو جانا..... رہا تمہارا اپنا اپارٹمنٹ..... اس کے پیپرز تمہارے نام ٹرانسفر کروا کر دس، پندرہ دن میں دے دوں گا۔“

شمسہ کو دلی راحت نے مکمل پُرسکون کر دیا تھا..... بھائی..... بھائی بن کر بات کر رہا تھا..... ذمے دار، شفیق و مہربان.....

”تم میری بہن نہیں بوجھ ہو..... اب مجھ میں یہ بوجھ اٹھانے کی سکت نہیں ہے.....“ ایک نادیدہ بارود کے ڈھیر کو پھر چنگاری لگی تھی۔

شمسہ کے پاؤں تلے زمین کانپ، کانپ گئی..... سکھ کا دورانیہ بہت مختصر تھا۔

”اب تم جاؤ..... اپنا کام کرو..... اپارٹمنٹ کی بات طے ہو چکی ہے۔ خیابان شہباز پر دو بیڈ لاؤنج مل گیا ہے..... بیرا بی اے شام تک چابیاں مجھے دے دے گا..... اب تم اوپر جا کر اپنا سامان سمیٹو۔“ سالار صاحب نے یہ کہہ کر ان کی طرف سے پشت کر لی..... گویا اشارہ تھا کہ فوراً کمرے سے باہر چلی جاؤ۔

شمسہ کچھ بولنے کا یارا نہ رکھتی تھیں..... ہمت بھی ہوتی تو کرنے کو کوئی بات ہی نہ تھی۔

چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

”تم دیکھ رہی ہو ناں ماریہ..... اس اولاد پر میں نے اپنی جوانی لٹا دی..... جب میرے ہزبینڈ کی ڈیتھ ہوئی عرشی بہت چھوٹی تھی..... عدت پوری ہوتے ہی میرے لیے پروپوزل آنا شروع ہو گئے..... بیرا..... آن میرڈ سب اپروچ کر رہے تھے۔ تیس سال کی ایج میں..... میں بیس سال کی لڑکی جیسی لگتی تھی۔ جیسے سوئٹ پر مکھیاں آتی ہیں ایسے پروپوزل آ رہے تھے۔“

پاکیزہ کی تبصرہ نگار فہمیدہ جاوید ملتان کے بیٹے جنید علی جو جاسوسی، سسپنس و سرگزشت کے مستقل قاری و تبصرہ نگار ہیں، ایمرسن یونیورسٹی ملتان کے وائس چانسلر ڈاکٹر محمد رمضان کو ٹیچر ڈے کے موقع پر اپنے ہاتھ سے بنایا ہوا کارڈ دیتے ہوئے۔

"جی میم...... وڈو (بیوہ) دولت مند ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے۔" ماریہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا تھا۔ کیونکہ ثمینہ کی طرف سے پیراگراف لمبا ہو گیا تھا۔ ثمینہ نے غضب ناک نگاہوں سے ماریہ کی طرف دیکھا۔

"wealthy...... کیا مطلب......؟ دولت کے علاوہ میں جوان اور بہت خوب صورت تھی...... مجھے لٹ پو مجھے پروپوز نہیں کر رہے تھے...... وہ سب wealthy (دولت مند) تھے۔"

"دولت مندوں کو ہی تو مزید دولت چاہیے ہوتی ہے تاکہ مرتے دم تک ان کے شاہانہ ٹھاٹ باٹ باقی رہیں۔" ماریہ نے سوچا مگر بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

"آئی ایم سوری...... میم...... میرا مطلب تھا...... خوب صورت عورت اگر wealthy بھی ہو تو......"

"یہ کیا تم wealthy...... wealthy کی رٹ لگا رہی ہو...... میں جوان اور خوب صورت تھی...... اس لیے میرے پروپوزل آ رہے تھے......" ثمینہ نے پھر ڈانٹنے کے انداز میں ٹوک دیا۔

"جی...... جی...... آف کورس...... آپ تو اب بھی بہت خوب صورت ہیں۔" ماریہ نے بمشکل جان بچانے کی کوشش کی۔

"یس...... آف کورس...... ابھی میں نے اسٹک کے ساتھ واک شروع کی ہے۔ دیکھنا...... دو چار دن میں، میں stairs (زینہ) چڑھتی نظر آؤں گی۔"

"ان شاء اللہ......" ماریہ نے جلدی سے کہا۔ مبادا دیر ہو جائے اور غصہ بڑھ جائے۔

"انسان کی اپنی کوئی "will" بھی ہوتی ہے۔" ثمینہ نے سکون سے آنکھیں بند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"جی میم...... آپ نے اپنی will (وصیت) تو تیار کر کے رکھی ہو گی...... جن کے پاس assets (اثاثے) ہوتے ہیں...... وہ اپنی will ضرور ٹائپ کرواتے ہیں۔" ماریہ نے سادگی سے کہہ دیا تھا کیونکہ اس

وقت وہ گھبرائی ہوئی تھی۔ اعتماد کھو رہی تھی۔

''میں ول پاور کی بات کر رہی ہوں جاہل لڑکی...... تم نے میٹرک بھی کیا تھا یا یونہی نرسنگ یونیفارم پہن لیا؟'' وہ غصے سے بولیں۔

''میری ایک ہی بیٹی ہے...... مجھے وصیت لکھوانے کی کیا ضرورت ہے؟ میرے بعد سب کچھ عرشی کا ہی ہے۔''

''جی...... میم...... ایک منٹ میں آپ کے لیے سوپ لاتی ہوں۔'' ماریہ نے راہِ فرار اختیار کرنا چاہی اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ثمینہ کے ''فارغ لمحات'' کو کیسے مرتب کرے...... بات، بات پر تو وہ برہم ہو رہی تھیں...... بحیثیت نرس اس کے لیے یہ امر انتہائی اذیت ناک تھا کہ مریض ذہنی دباؤ میں نظر آ رہا ہو۔

''نہیں...... مجھے سوپ نہیں پینا...... میں نے کون سا واک کی تھی...... ابھی تک ناشتہ ہی میرے سینے میں رکھا ہوا ہے۔'' ثمینہ نے برا مان کر کہا۔

''تو پھر میم تھوڑی سی واک کر لیتے ہیں۔'' ماریہ نے اب خود کو مزید جھاڑ جھپاڑ کے لیے تیار کر لیا تھا۔

وہ سب کچھ برداشت کرنے کو تیار تھی...... مرشلا اس کے لیے بہت بڑی نعمت ثابت ہوئی تھیں۔ اسے پرسکون گھر ملا ہوا تھا۔ مرشلا نے اس کی ماں کا مہنگا ترین علاج کروایا تھا...... آج اس کی ماں اپنے قدموں پر کھڑی گھر کے کام کاج نمٹا رہی تھی...... اس سے پہلے وہ بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھتی رہتی اور ماریہ کی واپسی کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

''او کے...... یہ ٹھیک ہے۔'' حیرت انگیز طور پر ثمینہ نے ماریہ کی بات مان لی۔

''مجھے تنگ نہ کرو...... میں خود اٹھنے کی کوشش کرتی ہوں، آخر مجھے گھر بھی تو دیکھنا ہے...... اتنے دن سے بیڈ پر ہوں...... گھر کا تو حشر ہو رہا ہوگا، بیٹی نے تو مجھے مرا ہوا ہی سمجھ لیا ہے...... ایک کال کر کے میری خیریت پوچھی اور غائب......'' آخری الفاظ بڑبڑاہٹ کے انداز میں ادا ہوئے تھے۔

: ...بے بسی سے صرف دیکھنے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

سینڈی ''انا'' کا مسئلہ بن گیا تھا اب ماریہ کو خود ہی اٹھ کر دکھانا تھا۔

چند منٹ کوشش کر کے وہ بیڈ سے پاؤں لٹکانے میں تو کامیاب ہو گئیں۔ یہ امر ایک نرس کے لیے باعثِ مسرت تھا۔

''you know...... قائداعظم کی اکلوتی بیٹی ''دینا جناح'' کی ناگنی ولس میں ڈیتھ ہوئی تھی...... میں تو ابھی صرف 68 کی ہوں...... مجھے عرشی کی سیکنڈ میرج بھی کرنی ہے ابھی بہت کام باقی ہیں ماریہ......''

''یس میم...... ان شاء اللہ...... آپ اپنی ساری ڈیوٹیز مکمل کر لیں گی۔ آپ نے بہت زیادہ امپروو کیا ہے اور اس کی وجہ بھی ہے کہ آپ کی ایج زیادہ نہیں ہے۔'' ماریہ نے ڈپلومیسی کا اپنا راستہ بنایا...... یہی راستہ سیدھا بھی تھا اور وقت کا تقاضا بھی......

☆☆☆

''تم نے تو مجھے بتایا ہی نہیں کہ تمہاری اظہر سے بات چیت ہوتی ہے!'' سالار صاحب رات کے کھانے پر فری سے بات چیت کر رہے تھے۔ وہ بات جو وہ کسی فرصت میں کرنا چاہتے تھے مگر موقع کل مل کر نہیں دے رہا تھا۔

''جی پاپا...... بس وہ اس دن اظہر کے ساتھ کارڈز کھیلے تھے ناں تو بہت اچھی گپ شپ رہی...... اس کا نمبر تو میں نے نہیں لیا تھا مگر فیس بک پر اس کی ریکویسٹ آئی تو میں نے ایکسیپٹ کر لی۔'' فری نے بغیر ہچکچاہٹ سالار صاحب کو سیدھا سچ بتا دیا۔

''میں آج تمہیں یہی بتانا چاہ رہا ہوں کہ نعیم نے اظہر کے لیے تمہیں پروپوز کیا ہے...... اس بات کو کافی وقت ہو گیا ہے...... یہ دو چار دن پہلے کی بات نہیں ہے...... مگر تمہاری ماما تمہاری جلدی شادی کرنے کے حق میں نہیں

ہیں۔۔۔۔۔ وہ چاہتی ہیں تمہاری ایجوکیشن مکمل ہو جائے تو پھر شادی کریں۔" سالار صاحب آج بہت کچھ سوچ کر بیٹی کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔۔۔۔انہوں نے بغیر ساجے لاجتے سیدھی سیدھی بات کرنا مناسب بھی تا کہ بیٹی کا ذہن دیکھیں۔

"ماما اپنی جگہ ٹھیک سوچ رہی ہیں۔۔۔۔۔ مگر نعیم انکل اور اظفر کو تو پتا ہے کہ میں "A" لیول کا ایگزام دے چاری ہوں وہ پھر بھی مجھے پرپوز کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ اظفر کسی ڈگری ہولڈر لڑکی کو بھی پرپوز کر سکتے ہیں ان کی worth ہے۔۔۔۔۔ پھر بھی وہ مجھے پرپوز کر رہے ہیں پاپا مکمل۔۔۔۔۔ کہ انہیں ڈگری ہولڈر سے نہیں لڑکی سے شادی کرنی ہے۔" سالار صاحب کی ساری جدوجہد یہ رہی تھی کہ ان کی بیٹی حد درجہ خود اعتماد ہو۔ کبھی جھوٹ نہ بولے، ماں، باپ سے سچ بولتے ہوئے اسے کوئی خوف، اندیشہ نہ ہو۔۔۔۔۔ آج اس کا رزلٹ سامنے تھا۔ وہ اپنی شادی کی بات اس طرح کر رہی تھی جیسے باپ کے ساتھ "لیلا ٹرپ" ڈسکس کر رہی ہو۔ سالار صاحب تو کچھ دیر کے لیے سوچنے سمجھنے کے قابل بھی نہ رہے۔ بس حیرت سے فری کی طرف دیکھتے رہ گئے۔

"مجھے اظفر نے رات ہی بتایا ہے کہ اس کی طرف سے میرا پرپوزل آیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ اس کے باوجود میں خود کیوں آپ سے یہ بات کرتی۔۔۔۔۔؟" فری کو باپ کی خاموشی کی وجہ سمجھ نہ آئی تو اپنی طرف سے مزید اضافہ کر دیا۔

"ہوں۔۔۔۔۔ اوں۔۔۔۔۔" سالار صاحب کی طویل ہوں کا مطلب یہ تھا کہ وہ فری کا ذہن لے چکے ہیں۔۔۔۔۔ سوال کا جواب مل چکا ہے۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔۔۔۔۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔۔۔۔۔ تمہاری ماما آ جائیں گی تو ہم نعیم کو اوکے کر دیں گے۔" وہ بولے۔ "اس پرپوزل میں وہ سب کچھ ہے۔۔۔۔۔ جو تم چاہتی ہو۔۔۔۔۔ جو ہم چاہتے ہیں۔" سالار صاحب کو یوں لگا کہ اس کھانے کی میز پر ہی ان کی صدیوں کی تھکن اتر گئی ہو۔۔۔۔۔ یہ امر باعث حیرت تھا کہ وہ خود کو کسی پر کی طرح ہلکا محسوس کر رہے تھے۔

آج کی تاریخ بڑی سعید تھی۔ یمن کو بھی اس کا حصہ اور حصے کی قدر و قیمت بتا چکے تھے اور بیٹی نے بھی ان کی پسند کے مطابق اپنا فیصلہ واضح طور پر دے دیا تھا۔

ان سب امور سے بڑھ کر۔۔۔۔۔ وہ جوان کی یادداشت کا زخم تھا۔ آج اس سے خلاصی کا راستہ بھی نکل آیا تھا۔ پورچ کے کونے میں کھڑی وہ پرانی شکستہ سی بائیک جو گویا ان کو منہ چڑاتی تھی۔۔۔۔۔ جان چھوٹنے کی پورچ کا وہ کونا "پاک صاف" ہونے جا رہا تھا۔

"پاپا میں کیمبرج پڑھ رہی ہوں۔۔۔۔۔ امریکا کی کسی اچھی یونیورسٹی میں مجھے ایڈمیشن مل سکتا ہے۔" فری نے مسکرا کر باپ کی طرف دیکھا۔

سالار صاحب پہلے چونکے پھر فری کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے بولے۔ "یہ میری گڈ لک ہے۔۔۔۔۔ تم یو ایس ایڈمیشن لیتیں میں پاکستانی روپیہ ڈالرز میں کنورٹ کرتا رہتا۔۔۔۔۔ میرا تو کروڑ سے زیادہ پیسہ بچ رہا ہے جو تمہیں ہی ملنا ہے۔"

"یہ "بچت" والی بات آپ ماما سے ضرور شیئر کیجیے گا۔۔۔۔۔ سب سے زیادہ "بچت" کی خوشی ماما کو ہوتی ہے۔۔۔۔۔ دو سو کی بچت پر اتنا خوش ہوتی ہیں۔۔۔۔۔ جب ون ملین (100 لاکھ) کی بچت کا سنیں گی تو سوچیں کتنا خوش ہوں گی۔" فری کی بات پر سالار صاحب کا قہقہہ بے ارادہ و بے ساختہ تھا۔

واصف جو اپنے کمرے سے باہر آ رہا تھا۔۔۔۔۔ قہقہہ سن کر ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ اتنی بڑی قیامت برپا ہونے کے بعد ابھی تک اسے "دربار" میں پیش ہونے کا حکم نہیں ملا تھا۔۔۔۔۔ جس کا وہ شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ بلکہ۔۔۔۔۔ غیظ و غضب و دھاڑوں کے بجائے بلند قہقہہ سننے کو ملا تھا۔ اس نے حیرانی کی انتہا پر کچن میں مصروف شمسہ کی طرف دیکھا جو شاید اس سے بھی زیادہ حیران تھیں مگر واصف کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر جان کر انجان بنی ہوئی تھیں

اور پلٹ کر دیکھنے سے گریزاں تھیں۔

☆☆☆

ماریہ آدھے گھنٹے کا کہہ کر ماں کے پاس اپنے کوارٹر میں گئی تھی۔ ثمینہ کی مرشلہ سے بات بھی کرا دی تھی..... جس نے کل تک ذین کے ڈسچارج ہونے کا عندیہ دیا تھا۔

ثمینہ کے کانوں میں انٹرکام کی گھنٹی نے گویا زہر ڈال دیے تھے جو دو، دو منٹ کے وقفے سے ہو رہی تھی۔

اب ماریہ کو تو یقین دلا چکی تھیں کہ ان کی "will power" بہت مضبوط ہے مگر نازک مزاج یہ تو گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ وہ کام جو نوکروں کے کرنے کا ہے وہ خود کو تھکا کر انجام دیں..... تو نوکروں کو رکھنے اور تنخواہ دینے کا پھر کیا فائدہ؟

لیکن جب انٹرکام کی گھنٹی چوتھی مرتبہ بجی تو ان سے رہا نہ گیا۔ بمشکل خود کو گھسیٹ کر بیڈ سے نیچے اتریں..... انٹرکام لاؤنج میں ان کے بیڈ روم سے باہر چند قدم کے فاصلے پر نصب تھا..... وہ اپنے روم میں نہ فون سیٹ رکھتی تھیں نہ انٹرکام۔

آہنی چھڑی پر وزن ڈالتی باہر آئیں..... ان کے باہر نکلنے تک گھنٹی بند ہو چکی تھی۔ انہوں نے گارڈ سے بات کرنے کے لیے خود بٹن دبایا۔ گارڈ نے فوراً ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"الیو (ہیلو)..... ؟" بڑے اہتمام سے ہیلو کیا گیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے..... پتا بھی ہے کہ گھر میں ابھی کوئی فل ٹائم سرونٹ نہیں..... تم نے گھنٹیاں بجا، بجا کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے..... کتنی مشکل سے میں بیڈ سے اتری ہوں..... جاہل انسان.....!" ثمینہ نے "الیو" سن کر بے بھاؤ کی سنائی تھیں۔

"بیگم صاحب..... ام کو شوک (شوق) نہیں ہے..... ایک جاہل اور اُلو امارا سر پر کھڑا ہے..... اس کو ہاتھ جوڑ کر بولا..... سویرے آنا..... بولتا ابھی بات کرے گا..... تمہارا پاس gun ہے تو امارا پاس بھی پستول ہے..... ابھی ام کیا کرے گا..... اس کا جان لے گا یا امارا جان لے گا..... ابھی آپ حکم کرو....." گارڈ بہت غصے کی کیفیت میں بولا تھا۔

"پ..... پ..... پی..... پستول لے کر آیا ہے؟ رکو ابھی میں پولیس کو فون کرتی ہوں۔" ثمینہ تو حواس باختہ ہو گئیں۔

"بیگم صاحب..... بیگم صاحب..... رکو..... یہ بولتا اسے بات کرا دو..... ام واپس جاتا ہے..... ڈکیت نہیں ہے..... آپ سے بات کرے گا اور جان چوڑے (چھوڑے) گا....." گارڈ نے جلدی سے کہا تو ثمینہ انٹرکام آف کر دیں۔

"بات کرے گا..... ایسی کیا بات کرے گا مجھ سے..... کیا موت پڑی ہے؟ اس رات کی کیا صبح نہیں ہونی..... بات کراؤ..... کون ہے کیا بکواس کرنا چاہتا ہے۔" ثمینہ کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ ساتھ ساتھ کوریڈور بھی دیکھ رہی تھیں جس طرف سے ماریہ کی آمد کا امکان تھا..... مہلت ملتی تو ماریہ کو فون کر کے بلا لیتیں۔

"ہیلو..... بیگم صاحب..... شریف الدین بات کر رہا ہوں..... ذین سے بات کرائیں اس کا نمبر بند مل رہا ہے اس لیے گھر آیا ہوں۔" ایک گمبھیر، بھاری بھرکم آواز ثمینہ کی سماعت سے ٹکرائی۔

"تم شریف ہو یا بدمعاش جو بھی ہو ذین سے بات نہیں ہو سکتی، وہ اسپتال میں ایڈمٹ ہے..... اور تمہیں اس سے بات کیا کرنی ہے؟" ثمینہ کا غصہ حیرت و تعجب میں بدل چکا تھا۔

"میڈم میں بنا چی آنوڑے سے آیا ہوں..... ذین سے حصہ لینا ہے۔" نو وارد کی آواز میں سختی و کرخت پن تھا۔

"کس بات کی حصہ ہے بھائی.....؟" ثمینہ کو اب کھوج ہوئی۔

"بنا چی آنوڑے سے آیا ہوں..... سیدھی سی بات ہے گاڑیوں کا کام کرتا ہوں..... ہوائی جہاز کے پرزے تو نہیں بیچوں گا..... اتنے بڑے گل میں رہتا ہے اور چند ہزار دبا کر بیٹھا ہے..... شرم نہیں آتی لوگوں کو....."

ثمینہ کے کان سے ریسیور لگا تھا..... اب وہ خاموشی سے بق دق کھڑی سن رہی تھیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ''دُکھ بدن'' ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا اتنا عجب لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوردیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر10

''بتادیا ہے ناں، وزین اسپتال میں ایڈمٹ ہے..... آپ کچھ دن بعد تشریف لائیں.....'' ثمینہ نے بہرحال خود کو سنبھال کر اب بڑے وقار و ٹھہراؤ سے بات کی اور انٹرکام کا ریسیور لٹکا دیا۔ گہری سوچ کے ساتھ چنگھاڑتی انٹرکام کی گھنٹی نے پھر بڑھتے قدموں میں زنجیر ڈال دی۔

''کسی کام کا نہیں..... خرچے پر خرچہ.....'' غیظ و غضب کی لہروں سے جنگ لڑتے ہوئے پھر آگے بڑھ کر

ریسیور اٹھالیا اور دوسری طرف کی آواز سنے بغیر شروع ہو گئیں۔

"ہم پہلے ہی بہت پریشان ہیں۔"

"گھر دیکھ لیا ہے ناں......؟ پھر آ جانا......"

"ہم تمہیں جانتے نہیں...... اور پیسے تمہارے ہاتھ پر رکھ دیں......" جواب کا انتظار کیے بغیر کھٹاک سے ریسیور لٹکا بھی دیا تھا...... گھر آنے والا تو وارد بھی کوئی ڈھیٹ ہڈی ہی تھا...... پھر گھنٹی بجانے لگا۔

"یہ باز نہیں آئے گا...... گارڈ کو بولتی ہوں...... اٹھا کر روڈ پر پھینک دے۔" ثمینہ نے طیش کی کیفیت میں ریسیور اٹھایا یہ سوچ کر کہ اس کے بعد وہ "گھنٹیاں" بجانے کی "پوزیشن" میں ہی نہیں رہے گا۔

"ہاں...... شروع کرو اپنی بکواس میں سن رہی ہوں...... اس کے بعد میں تمہاری بے غیرتی کا علاج کرتی ہوں......" ثمینہ نے اب گرج کر بات کی تھی۔

"میڈم معافی چاہتا ہوں...... آپ کو ڈسٹرب" (ڈسٹرب) کرنے پر بہت شرمندہ ہوں...... بس آپ سے گزارش ہے اتنا بتا دیں کہ زین کون سے اسپتال میں داخل ہے؟" شریف الدین نے گھگیا کر کہا تھا۔

"ارے تم انسان ہو یا جلاد......؟ اسپتال میں پڑے زخمی بچے سے قرضہ وصول کرنے جاؤ گے......؟ ماں نے شریف الدین نام رکھا تھا...... نام کی لاج رکھ لو...... تمہارے دو ٹکوں کے لیے ہم گھر بیچ کر نہیں بھاگ جائیں گے۔" یہ کہہ کر پھر ریسیور لٹکا دیا تھا۔

گھر آنے والے کا شاید ذہنی توازن درست نہیں تھا اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا تھا۔ پھر گھنٹی بجا رہا تھا۔

مگر اس مرتبہ ثمینہ نے بھی اس کے دماغ میں رزم ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر آگے بڑھتی گئیں...... بلکہ کسی کو جھاڑ کر لطف اندوز ہو رہی تھیں گویا کلیجے میں ٹھنڈ پڑنے لگی تھی۔ مسلسل گھنٹی بجنے کی وجہ سے ایک طرف سے ماریہ بدحواس ہو کر دوڑتی ہوئی انٹرکام کی طرف جاتی دکھائی دی تو ثمینہ نے ڈانٹ کر روک دیا۔

"کتنی مرتبہ سمجھایا ہے کہ رات کو انٹرکام پر رنگ ہوگی تو میں خود بات کروں گی...... میرے بیڈ کے ساتھ بھی ایکسٹینشن لگا ہوا ہے۔ پہلے عرشی نے پلگ نکالا ہوا تھا مگر میں نے لگا دیا ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے روم میں داخل ہو گئی تھیں اور آہستگی سے دروازہ بند کر لیا تھا۔

ماریہ حیران، پریشان انٹرکام کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"گھنٹی بج رہی ہے تو لازمی ثمینہ میڈم کے بیڈ روم میں بھی بج رہی ہوگی۔ خدانخواستہ اگر بی پی شوٹ کر گیا تو......؟ ابھی تو عرشلہ میم بھی گھر پر نہیں ہیں......" ماریہ وسوسوں کی زد میں آنے لگی پھر چونک کر ادھر اُدھر دیکھا...... اور آگے بڑھ کر انٹرکام کا پلگ نکال دیا۔ اور سکون کی گہری سانس لی۔

"کون آیا تھا......؟ پاگل آیا ہے؟ دبا کے رنگ دے رہا ہے۔ گارڈ کیوں نہیں روک رہا......؟ شاید میم کو خیال نہیں آیا کہ اس کو پلگ نکال کر بھی خاموش کرایا جا سکتا ہے......" ماریہ سوچتے ہوئے لاؤنج میں ہی صوفے پر دراز ہو گئی۔ ثمینہ جاگی ہوئی تھیں...... اب وہ ان کے سونے سے پہلے اپنے کوارٹر میں تو نہیں جا سکتی تھی۔

☆☆☆

"مام...... یہ آپ نے کیا، کیا......؟ فری یا انکل نے تو کبھی میری انسلٹ نہیں کی...... فری میری فیلنگز کبھی ہرٹ نہیں کرتی...... فیلوز taunting کرتے ہیں تو وہ مجھے فیور کرتی ہے...... اٹس ٹو مچ مام...... آپ کو یہ نہیں کرنا چاہیے تھا......" زین تو ساری کہانی سن کر اتنا مضطرب و بے قرار نظر آیا کہ عرشلہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ان کا خیال تھا کہ اذیتیں سہنے والے زین کو یہ سن کر بہت خوشی ہوگی کہ اس کی ماں نے بدلہ لے لیا...... جواب میں بے عزتی

کر کے حساب برابر کر دیا۔

''کیا مطلب......؟ اللہ نے جان بچائی......ورنہ کسر کیا رہ گئی تھی۔ کار کا فرنٹ دیکھو گے تو مل جاؤ گے...... یہاں زندگی اور موت کے سوال کھڑے ہو گئے اور تم اب بھی اس کو فیور کر رہے ہو......؟'' عرشلہ نے غصے کی شدت دباتے ہوئے نارمل انداز میں بات کرنے کی کوشش کی۔

''لیکن ماما......فری نے کچھ نہیں کیا......اگر کبھی میری وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو آئے تو میں اپنے ساتھ کچھ کر لوں گا......'' زین نے بچوں کی طرح مچل کر گویا ایڑیاں رگڑی تھیں۔

عرشلہ چند ثانیے کو ہکا بکا سی رہ گئیں۔ قوتِ گویائی سلب ہو گئی...... وہ ٹکر ٹکر زین کی شکل تک رہی تھیں۔

''بہت اچھی لگتی ہے......؟ شادی کرو گے اس سے......؟'' وہ بمشکل گویا ہوئیں۔

"not,not at all" زین نے دائیں بائیں سر ہلاتے ہوئے فوراً انکار کیا تھا۔

اب تو حیرت کی انتہا ہو گئی۔

''مجھے تمہاری بات سمجھ نہیں آ رہی زین......اب کیا مجھے بالکل ہی پاگل کر دو گے......؟'' وہ آنکھیں بند کر کے بے بسی سے اپنا سر خود ہی دبانے لگیں۔

''ماما......وہ کیوں مجھ سے شادی کرے گی...... بلکہ دنیا کی کوئی بھی لڑکی مجھ سے شادی کرنا پسند نہیں کرے گی تو وہ

بولا۔" آپ میری مام ہیں...... مگر ڈائریکٹ مجھے ہرٹ کرتی ہیں......" زین اب دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا کر ننھے بچے کی طرح بلک، بلک کر رونے لگا...... عرشلہ تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھیں۔

"زین...... میری جان...... تم کیوں اتنے complexed ہو رہے ہو......؟ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا...... اب تو فزیشن سے، تھراپسٹ سے تم خود بات کرتے ہو...... آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا...... تم کیمبرج پڑھ رہے ہو...... MBA کرو گے......" وہ زین کو سنبھالنے کی کوشش میں خود بھی روہانسی ہو رہی تھیں۔ اس کے بالوں میں محبت سے انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"اچھا...... اس طرح مت روؤ...... میں فری کے گھر جا کر سوری کر لوں گی...... مجھے تو اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ انہوں نے ایک پاگل کو اپنے گھر میں فری ہینڈ دیا ہوا ہے۔ صرف اس کی وجہ ہی سے کتنے لوگ suffer کر رہے ہیں...... خدانخواستہ اس سے بڑا نقصان ہو جاتا تو میں تو بالکل خالی ہو جاتی...... میرا بیٹا، میرا ٹوٹل asset (کل اثاثہ) ہے۔" عرشلہ نے جھک کر زین کی پیشانی پر دیوانہ وار بوسے دیے۔

"مام...... جو ہوا ہی نہیں اسے مت سوچیں...... میں بچ گیا اسے celebrate کریں enough thats" زین نے یہ کہہ کر آنکھیں موند لیں جیسے اس نے توانائی کا آخری قطرہ بھی استعمال کر لیا ہو۔

"اچھا تم اسٹریس نہ لو...... میں فری اور اس کے پاپا سے سوری کر لوں گی...... وہ ضرور ریلائز کریں گے۔" عرشلہ نے زین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا تھا۔

☆☆☆

"اگر انہوں نے ہمارے لیے گھر لیا ہوا ہے تو پھر ہمیں کرایے کے اپارٹمنٹ میں کیوں جانے کا کہہ رہے ہیں؟" واصف کو جیسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی...... وہ لیپ ٹاپ چھوڑ کر اپنا ضروری کام بھی بھول گیا تھا۔

"اپارٹمنٹ کا کرایہ بھائی خود دیں گے......"

"اور کسی بات پر بادشاہ سلامت پھر ناراض ہو گئے تو کرایہ دینا بند کر دیں گے اور پھر وہ ہم بھگتائیں گے......" واصف نے ثمرہ کی بات کاٹ دی تھی۔

"وہ ایسا کبھی نہیں کریں گے...... اگر وہ چار سال پہلے میرے دو کروڑ مجھے دیتے تو ہم صرف ایک چھوٹے سے گھر کے مالک ہوتے اور اس میں سے بہت سارا پیسہ خرچ بھی ہو جاتا۔ بھائی نے تو ہمارے پیسے کی ویلیو ہی بڑھائی ہے...... ایک اچھی جگہ کی مہنگی چیز ہمیں دے رہے ہیں۔"

"ڈی کہاں ہے ابھی تو حسین وعدے چل رہے ہیں۔" واصف نے تلخی سے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا جیسے آنکھوں کی زبانی ماں کو کہہ رہا تھا۔

"ماں کتنی سادہ ہو تم...... تمہیں جو ملتا ہے ٹرک کی بتی کے پیچھے لگا دیتا ہے۔"

"وہ کہہ رہے ہیں پیپرز تیار ہونے میں ہفتہ دس دن لگ جائیں گے...... اپارٹمنٹ انہوں نے اپنے نام سے بک کرایا تھا۔ اب اس کی گفٹ ڈیڈ تیار ہو گی کہ یہ بھائی کی طرف سے میرے پاس آیا ہے۔" ثمرہ نے استاد کے انداز میں اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"واہ...... ہماری ہی چیز ہمیں گفٹ کریں گے...... یار ماموں سیاست کیوں نہیں کرتے...... الیکشن لڑیں جیت کر آئیں اور پبلک کو خوب طبیعت سے بے وقوف بنائیں۔"

ثمرہ نے بے بسی سے واصف کی طرف دیکھا...... جیسے کوئی بات کہنا چاہتی ہوں مگر کہہ نہ پا رہی ہوں۔

"ماں...... آپ خوشی سے بھائی پر اعتبار کریں...... میں تو نہیں کرتا......" واصف نے واضح کر دیا۔

"واصف...... بھائی ہم پر احسان کر رہے ہیں......" شمسہ نے بدقت کہا۔

"ہمارا حق دینے کی ابھی صرف بات کر رہے ہیں...... یہ احسان ہے؟" واصف اب بھڑک اٹھا تھا۔

"بابا نے مجھے کچھ نہیں دیا تھا...... سب کچھ بھائی کے نام لکھ دیا تھا۔ یہ تو بھائی، بھابی کی انسانیت ہے کہ وہ مجھے شرعی حق سے محروم نہیں کر رہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ باپ غصے میں بھی شرعی حق روکنے کا اختیار نہیں رکھتا۔" واصف چند ثانیے سر جھکا کر فرش کو تکتا رہا جیسے شمسہ کی بات کا سیاہ سفید جانچ رہا ہو...... وہ اب خاموش ہو کر اسی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے ماں...... دیکھ لیتے ہیں...... مگر اپنی چیز لیے بغیر میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا......" واصف نے بھی حتمی فیصلہ سنا دیا۔

"بری بات ہے واصف...... بھائی نے کچھ نہ دینا ہوتا تو وہ ذکر بھی نہ کرتے...... اور اگر وہ ہمیں کچھ نہ بھی دیں تو ہم ان کا کیا بگاڑ لیں گے...... بیٹا اب بات بڑھاؤ نہیں...... بھائی چابیاں دے دیں گے تو ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ تم بھی سکون سے رہ لو گے...... یہاں ہر وقت کڑھتے ہو...... غصے کے بہانے ڈھونڈتے ہو......"

"مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہہ دیا......" واصف نے مزید کچھ سننے سے گویا انکار کر دیا۔

"ہر کسی کی باتوں پر آنکھیں بند کر کے اعتبار نہیں کرتے...... یہ سبق میں نے اپنی ہی ماں کی زندگی سے سیکھا ہے۔" یہ کہہ کر واصف اپنی وارڈ روب کھول کر کھڑا ہو گیا...... صبح پہننے والے کپڑوں کا انتخاب کر کے استری بھی کرنی تھی۔

"بھائی نے چابیاں بھجوا دیں تو میں کیا کروں گی......؟" شمسہ نے اٹھتے ہوئے بے بس انداز میں کہا تھا۔

"جب تک ماں واپس نہیں آجاتیں...... کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ آپ نے کہا...... میں نے سن لیا...... بس......" شمسہ نے چند ثانیے واصف کی پشت پر نگاہ جما کر کچھ سوچا پھر خاموشی سے اس کا کمرا چھوڑ دیا۔

واصف نے آگے بڑھ کر آہستگی سے دروازہ بند کر دیا۔

"عجیب خواب دکھاتے ہیں نا، خدا ہم کو
فرض ہے کہ سفینہ کنارے جا نہ لگے

میں خواب دیکھنے والی ماں کا پریکٹیکل بیٹا ہوں ماموں......" وہ تلخی سے مسکرا دیا۔

☆☆☆

انعمر سے کافی دیر وڈیو کال پر بات ہوئی تھی مگر ابھی اپنی اور سالار صاحب کی تازہ ترین بات چیت کی اسے ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی۔ سالار صاحب سے بات چیت کے بعد جو امنگیں، ترنگیں، جولانیاں روح میں رقصاں تھیں اس کا اظہار آنکھوں و چہرے سے مترشح تھا...... وہ بات، بات پر کھلکھلا رہی تھی...... انعمر کو اپنی باتوں سے "اپنی، اپنی" لگ رہی تھی۔

اپنی بے ساختگیوں سے انعمر کو حیران کر رہی تھی...... انعمر بھی فری کے فطری انداز سے لطف اندوز ہو رہا تھا...... وہ انداز جن کی وجہ سے اس نے ہزاروں، لاکھوں میں فری کا انتخاب کیا تھا...... زندگی میں اور کلاس فیلوز بھی آئیں...... فیملی فرینڈز میں بہت ملیں...... دوران سفر بھی کچھ پری چہرہ سامنے آئیں...... سیمینارز میں بھی مہ وشوں سے گھنٹوں ملاقاتیں رہیں۔ مگر یہ اپنی نوعیت کی انوکھی لڑکی تھی...... جو دل میں وہ زبان پر...... یہ خوبی صرف فرشتوں جیسے معصوم بچوں ہی میں ہوتی ہے۔ اس کے ملنے والوں میں زیادہ تر لڑکیاں اس پر اپنا امپریشن چھوڑنے کے لیے اتنی محنت کرتی تھیں کہ اپنے اصل سے ہٹ جاتی تھیں۔

بہت سی لڑکیوں نے خود کو انعمر کا ہم خیال ثابت کرنے کے لیے دل لگا کر محنت کی تھی کہ وہ انعمر کو کھول کر پی گئی ہیں اب انعمر کو ان کے ساتھ کبھی کوئی مسئلہ ہو ہی نہیں سکتا...... مناسب ہے کہ وہ جلد انتخاب کر لے کیونکہ وہ ہی درست انتخاب ہیں۔

شریف، خوب صورت، دولت مند لڑکے کی زندگی کے یہ معمولات ہوتے ہیں وہ طرح طرح کے کرب سے گزر گیا۔

مگر فری نے اب اسے آگے بڑھنے اور خود سے گزرنے سے روک دیا تھا۔ آج اس نے فری سے کئی بار پوچھا تھا کہ وہ آج کچھ زیادہ ہی خوش نظر آ رہی ہے کوئی خاص بات ہے تو شیئر کرے......

فری نے صاف، صاف کہہ دیا تھا کہ کوئی خوش نظر آئے تو اس سے وجہ نہیں پوچھنی چاہیے...... اسے ہمیشہ خوش رہنے کی دعا دینی چاہیے...... اظفر کے لیے یہ بہت تھا کہ فری نے اسے لاجواب کر دیا ہے...... جواب میں وہ صرف قہقہہ ہی لگا سکتا تھا۔

سونے سے پہلے کا یہ آخری خوشگوار ''کام'' انجام دے کر وہ حسین سپنوں کی وادیوں میں سیر کناں تھی۔

☆☆☆

''ممی کیا کہہ رہی ہیں......؟'' عرشلہ سہمی ہوئی ہونقوں کی طرح ثمینہ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھیں...... وہ زین کو بتا کر ایک گھنٹے کے لیے گھر آئی تھیں تاکہ فریش ہو کر لباس تبدیل کر لیں اور ماں کا حال احوال بھی لیں...... تو تو نے اپنے گھر سے ہی فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ کچھ دیر کے لیے گھر جانا چاہے تو چلی جائے، وہ آفس جانے کے لیے گھر سے نکلے گی تو کچھ دیر زین کے پاس رک جائے گی۔

''Itss alarming عرشی...... '' ثمینہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو رہی تھیں۔

''اس کا مطلب ہے ہمارے گھر کی ''ریکی'' ہو رہی ہے......'' عرشلہ خوفزدہ نظر آئیں۔

''ممکن ہے...... '' ثمینہ رات سے ایسے ہی واہموں میں کھیل رہی تھیں۔

عرشلہ کے الفاظ نے گویا جلتی پر تیل کا کام کیا...... گویا قہر، قہر کا پیٹ گئی تھیں۔

انسان مال جمع کرتا ہے تاکہ ''فنانشل فری'' اور محفوظ ہو جائے اور مال جمع کرنے کے بعد پتا چلتا ہے کہ وہ عدم تحفظ کا شکار ہو گیا ہے۔ مال ضائع ہو جانے کے خوف نے زندگی کی راحتیں چھین لی ہیں۔

''یعنی کوئی ہے جس کو پتا تھا کہ آپ گھر میں اکیلی ہیں......'' عرشلہ شدید خوف کی حالت میں خود کلامی کر رہی تھیں۔

''وہی تو...... میں سوچ رہی ہوں اتنا کیش تو زین کے پاس ہوتا ہے کہ وہ مکینک کو پے کر سکتا ہے...... اس سے پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا...... لاسٹ ایئر جب تم زین کے ساتھ سوئٹزرلینڈ گئی تھیں...... میں نوکروں کے ساتھ گھر میں اکیلی تھی...... ایسا کچھ بھی نہیں ہوا......'' ثمینہ جیسے کچھ یاد کر رہی تھیں۔

''ممی آپ نے تو ڈرا کر رکھ دیا۔'' عرشلہ بری طرح الجھی ہوئی تھیں۔

''اب تمہیں بتانا تو ضروری تھا ناں...... اب اسپتال جا رہی ہو تو زین سے پوچھنا کہ یہ ہٹا چی آٹوز کا قرضہ اپنے سر پر کیوں لادے ہوئے ہے...... حیلے بہانے سے پیسے بٹورتا رہتا ہے...... پھر بھی لوگ ذلیل کرنے دروازے پر آ رہے ہیں...... !'' ثمینہ برہم نظر آئیں۔

''اُفوہ ممی...... مجھے زین سے بات تو کرنے دیں...... قرضہ ہے بھی یا کوئی ہم پر نظر جما کر بیٹھا ہے...... آپ تو بس......'' عرشلہ قدرے جھلائیں اور اپنے بیڈروم کی طرف چلی گئیں۔

''راستے سے اٹھا کر لائی تھی تو یہ حال ہے...... خود کوئی چڑیا کا بچہ پیدا کر کے پالتی تو ماں کو اولڈ ہاؤس ہی چھوڑ کر آ جاتی...... ارے وہ اگر دو چار کو لے کر بھری دوپہر میں آ گیا اور گارڈ کو قابو کر لیا تو کیا کر لیں گے؟'' ثمینہ پر خوف کا شدید حملہ نئے سرے سے ہوا تھا...... لازمی امر تھا کہ خوف کی لہریں سمندر کے جھاگ کی طرح اٹھتی رہیں گی...... اس وقت تک جب تک ''ہٹا چی آٹوز'' والے کی حقیقت سامنے نہیں آتی۔

☆☆☆

سارہ کی غیر موجودگی میں سالار صاحب کے سامنے ثمرہ کی یہ دوسری ٹوٹی تھی۔
"بھائی...... آپ جو حکم کریں میرے سر آنکھوں پر...... مگر ابھی یہ چابی آپ اپنے پاس رکھیں......"
سالار صاحب ثمرہ کو کرایے کے گھر کی چابی دے رہے تھے۔ ہاتھ جتنا اوپر ہوا تھا وہیں رک گیا۔
چابی لینے کے بجائے ثمرہ سینے پر یوں ہاتھ لپیٹے کھڑی تھیں جیسے ادب کے ساتھ کوئی مناجات پڑھ رہی ہوں۔
"کیا مطلب......؟" سالار صاحب کی پیشانی شکن آلود ہوگئی۔
"بھائی آپ میری ایک بات مان لیں آپ کا مجھ پر ایک اور احسان ہوگا......" ثمرہ کے انداز میں منت سماجت تھی۔
"بولو......" سالار صاحب کا انداز بے مروت و سرد تھا۔
"آپ ایک میٹنگ واصف کے ساتھ کرلیں...... شاید میں اسے ٹھیک سے سمجھا نہیں پا رہی......"
"تم نے اپنے باپ کو سمجھا دیا...... کل کا لڑکا تمہارے کنٹرول میں نہیں آرہا...... اللہ نے ایک کام تمہارے ذمے لگایا تھا...... تم سے وہ بھی نہیں ہوسکا...... مت بٹھانا اسے میرے سامنے...... ورنہ میں کچھ کر گزروں گا......"
سالار صاحب بری طرح بھڑک اٹھے تھے۔
"بھائی آپ مجھے ابھی اسی وقت اپنے گھر سے جانے کا بولیں...... میں چلی جاؤں گی...... مگر میں واصف کے بغیر کیسے نکل جاؤں......؟" ثمرہ بے بسی سے سوال کر رہی تھیں...... آواز بھرا گئی تھی۔
"کیا مطلب وہ یہاں سے نکل کر اپنے انڈی پینڈنٹ گھر میں نہیں جانا چاہتا؟ اس لیے کہ کالج، یونیورسٹی میں شیخیاں بگھارتا ہوگا ناں کہ کلفٹن کے سب سے مہنگے بلاک میں رہتا ہے...... اس کا باپ مڈل ایسٹ میں دس بیس ریٹائرز کا مالک ہے...... وغیرہ، وغیرہ...... اب کسی کی شکل پر تو نہیں لکھا ہوتا کہ وہ تو سرباز کی اولاد ہے۔" سالار صاحب اپنی مہربانیوں کے جواب میں اتنی شدت کی نافرمانی پر جھاگ اڑانے لگے تھے۔
"بھائی اس کے دو تین ہی کلاس فیلوز ہیں جو اسکول سے یونیورسٹی تک اس کے ساتھ ہیں اور ان کو پتا ہے کہ واصف اپنے ماموں کے گھر میں رہتا ہے۔ بات یہ نہیں ہے بھائی......"
"بات "یہ" نہیں ہے تو "وہ" ہوگی......" سالار صاحب نے برہمی سے قطع کلامی کی۔
"اور "وہ" کیا بات ہے تم خود بھی بتا سکتی ہو...... تو میں اسے سامنے بٹھا کر اس کی خو تو بتاؤں......؟"
"آپ بٹھالیں سامنے...... میری بس ہوگئی ہے......" ثمرہ بلک، بلک کر رو پڑیں۔
سالار صاحب کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھنے لگا۔
"میری بس ہوگئی ہے......" بہت بھاری کلمہ تھا...... اس کے بعد تو خاموش بددعاؤں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور پھر تمام دنیاوی قوتیں آخر کار بددعا کے سامنے ہتھیار پھینک دیتی ہیں۔
"ٹھیک ہے...... میں بات کرتا ہوں...... اب تم جاؤ اپنا کام کرو......" اگرچہ وہ اندر سے نرم پڑ گئے تھے مگر ظاہر میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔
ثمرہ خاموشی سے پلٹ گئیں۔
مغرب کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوچکا تھا...... اور پاس کی مساجد سے اذان کی صدائیں اٹھنے لگیں تو ماحول میں سانس لینے کی گنجائش نکلنے لگی۔

☆☆☆

عرشلہ اسپتال میں تو یہی موڈ لے کر داخل ہوئی تھیں کہ اندر پہنچتے ہی زین سے پوچھیں گی کہ یہ "ہٹ اپ آ ٹوز" کا

کیا چکر ہے مگر اندر پہنچتے ہی ان کے اوسان جاتے رہے...... ایک ڈاکٹر تین، چار نرسز بیڈ کو گھیرے کھڑے تھے۔
نرس نے انہیں بتایا کہ زین کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر گیا تھا۔ بات کرتے، کرتے نیند میں چلا گیا تھا۔
زین کو نارمل حالت میں واپس آتے، آتے تین، چار گھنٹے لگے...... اب عرشلہ کی طرف سے "ہنا بچی آٹوز" بھاڑ میں جا چکا تھا۔

زین نارمل ہونے کے باوجود بات نہیں کر پا رہا تھا یوں لگتا تھا کہ جیسے اس کا sound box (آلۂ صوت) کام نہیں کر رہا...... یوں جیسے شدید خوف و ہراس کی کیفیت میں آواز بند ہو جاتی ہے...... باوجود یہ کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا کہ وہ خوفزدہ ہوتا۔

عرشلہ کے لیے تو یہ انتہائی خوفناک صورتِ حال تھی کہ زین اشاروں سے انہیں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا...... گویا بس یہی کسر رہ گئی تھی۔

ڈاکٹرز، نرسز اسے تسلیاں دے رہے تھے کہ یہ وقتی ہے...... ڈراما ہی کی ایک شکل ہے...... مگر عرشلہ کا عقیدہ اس بات پر تھا کہ جتنی کل دنیا کی پریشانیاں ہیں وہ ان کی اکیلی جان سے چمٹی ہوئی ہیں...... ان کی زندگی میں کبھی خوشی بھی آ ہی نہیں سکتی...... یہ شدید اعصابی تناؤ یا deep depression کا سبب سے انتہائی موثر ہوتا ہے۔

"آپ لوگ اسی طرح تسلیاں دیتے رہتے ہیں، پھر "سوری" کہنے میں بھی دیر نہیں لگاتے...... جب میرے قادر کی ڈیتھ ہوئی، میں بہت چھوٹی تھی مگر میں کبھی نہیں بھول سکتی...... ڈاکٹر جی سے کہہ رہا تھا۔ I am sorry ہم نے بہت کوشش کی...... یہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ......" عرشلہ سینئر ڈاکٹر کو گھورتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ڈاکٹر کی انا پر زبردست ضرب پڑی وہ بڑے مغرورانہ انداز میں آگے بڑھ گیا۔ گویا ردِعمل دینا اب اس کی شان کے خلاف تھا۔

جونیئر ڈاکٹرز اور نرسز نئے سرے سے عرشلہ کو تسلیاں دے رہے تھے۔

☆☆☆

واصف، داؤد علوی کے گھر سے نکلتے ہوئے بہت عجلت میں تھا...... اور پورچ میں ایک طرف کھڑی اپنی بائیک کو کِک لگا رہا تھا۔ عین اسی وقت ایک چم، چم کرتی بلیک کار کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوئی۔ واصف نے اپنا کام چھوڑ کر ایک گہری سانس لی کہ ضرور داؤد علوی تشریف لائے ہوں گے، اب دس منٹ تو کہیں نہیں گئے...... اسے اپنی نئی ٹیوشن کی پڑی ہوئی تھی جہاں سے ٹھیک ٹھاک ایڈوانس ملا تھا اور اس میں سے کچھ وہ خرچ بھی کر چکا تھا...... اس وقت بھی کل خریدی ہوئی بلیک برانڈڈ شرٹ زیبِ تن کیے ہوئے تھا۔

مگر اسے ایک زوردار جھٹکا لگا تھا...... ایک دراز قامت ابھرے بدن کی اسمارٹ سی فیشن ایبل خاتون کار سے اتر کر اس کی طرف آ رہی تھی...... اس کے تو اوسان جاتے رہے۔ سیاہی مائل گرے کلر کا لانگ ڈریس پہنے ہوئے...... کانوں میں اتنے بڑے، بڑے رِنگ کہ تھوڑا سا کھینچ کر گلے میں ڈال لو...... ایک فٹ لمبی سیاہ موتیوں کی مالا گلے میں جھول رہی تھی...... قیمتی رسٹ واچ سے روشنیاں پھوٹ رہی تھیں...... بالوں کا رنگ دیکھ کر گھبری یاد آنے لگی۔

واصف نے اپنا اعتماد بحال کر کے جلدی سے سلام کیا...... جیسے گلے سے پکڑے جانے کا اندیشہ ہو۔

سلام کا جواب نہیں ملا۔

"تم بچوں کے ٹیوٹر ہو......؟ میں عالی شان کی مدر ہوں...... پتھر پڑے ہیں داؤد کی عقل پر...... تم تو خود اسٹوڈنٹ لگ رہے ہو...... اگر میرے بچوں کے نمبر اچھے نہیں آئے تو میں داؤد کو معاف نہیں کروں گی...... ان بچوں کا باپ جاہل تھا اسی لیے میں ان کو سائنٹسٹ بنانا چاہتی ہوں یہ بہت intelligent اپنی ماں پر گئے

ہیں..... اس الو کے .... پر پڑ جاتے تو یتیم خانے میں جمع کرا دیتی۔"

واصف کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی تھی۔ ڈرائیور کسی روبوٹ کی طرح کار سے بڑے، بڑے برانڈز کے شاپنگ بیگز نکال رہا تھا۔ درجن کے لگ بھگ شاپنگ بیگ تھے۔

واصف کے کانوں میں سناتا چیرتی چیخیں گونجنے لگیں..... کپڑے، کپڑے، بہت کچھ بجھ گیا۔

"پاگل..... اتنا اچھا سا بھی تیار ہو سکتے ہیں؟ برانڈز کا نقصان ہوتے ہیں؟" واصف کو خیالات پر قدرت نہیں تھی۔ بس یہی کچھ دماغ میں آیا تھا۔

"ڈونٹ وری..... ان شاء اللہ اتنا اچھا رزلٹ آئے گا جو پہلے کبھی نہیں آیا ہوگا....." اپنی دانست میں واصف نے جان بچاتے ہوئے تسلی دی تھی۔

"مجھول کر پار رہے ہو.....؟" خاتون نے جارحانہ انداز میں سوال کیا تھا۔ جی تو چاہا کہ جواب میں صرف "جی" کہہ کر پھوٹ لے..... مگر پانیک نکالنے کے لیے خاتون کا سائڈ ہونا ضروری تھا۔

"علوی صاحب سے معلوم کرلیں وہ الرٹ ہیں..... خود بھی چیک اینڈ بیلنس رکھتے ہیں۔" واصف نے محتاط اور سوؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

"اس کا دماغ بھی ٹھیک سے کام نہیں کرتا..... حالانکہ پورے سات سال چھوٹا ہے مجھ سے۔ میں ففٹی پلس میں ہوں..... تیس سال کی لگتی ہوں..... مین ٹین رکھتی ہوں ناں..... رکھنا پڑتا ہے ورنہ لوگ پاگل سمجھتے ہیں..... حالانکہ لوگ خود پاگل ہیں..... میں پیسہ سوچ سمجھ کر خرچ کرتی ہوں..... ایک دن چار، پانچ گھنٹے ونڈو شاپنگ کرتی ہوں..... پھر ٹیکسٹ ڈے جاتی ہوں پھر اپنی selected چیزیں خریدتی ہوں۔ اب بتائیے...

آخری شام سے پہلے
کبھی حبس کے صحرا میں..... کبھی ہجر کے کانٹوں میں.....
دھنک رنگ موسموں کو تلاش کرنے والے دیوانوں کی
داستان **طاہر جاوید مغل** کے قلم کا جادو
جنگجوئے صف شکن
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات **زویا صفوان** کے قلم کا شاہکار
شہ زور
عشق ومحبت کے سحرانگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور
کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال
جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

دسمبر 2023ء کا شمارہ ایک نظر میں

اس کے علاوہ
عیوق بخاری، صائمہ دانش، عائشہ نصیر، انجم فاروق ساحلی،
سیدہ شلعدہ شاہ، تازیہ کامران کاشف ودیگر کی خوب صورت تحریریں

عقل مندی نہیں ہے کیا......؟ کتنی سمجھدار ہوں میں۔'' خاتون نے فخریہ انداز میں واصف کی طرف دیکھا۔

''جی، جی...... ماشاء اللہ......'' واصف مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق ماشاء اللہ کہنے پر مجبور تھا۔

''میں کسی قابل نہیں ہوں ورنہ آپ کو کوئی میڈل پیش کرتا......'' یہ کلمات بحالت مجبوری ادا کیے تا کہ بائیک کو حرکت دینے کا موقع ملے۔

''تھینک یو ویری مچ...... اپنی مدر کو میرا سلام بولنا...... بہت اچھا بیٹا پیدا کیا ہے۔''

ڈرائیور سامان لے کر اندر جا چکا تھا...... واصف رسٹ واچ پر ٹائم دیکھنا چاہتا تھا مگر جرأت نہیں کر پا رہا تھا...... وہ باڈی بلڈر کو چیلنج کر سکتا تھا کسی پاگل کو نہیں......

''جی تھینک یو......'' واصف کی بے بسی قابلِ دید تھی۔

''آج کے بعد تم میرے لیے بھی ٹائم نکالا کرو......'' خاتون نے اب نرمی سے بات کی۔

''جی......؟'' واصف پر تو گویا کسی نے فائر کھول دیا تھا۔

''ہاں...... اب میں عالی شان اور عالی جاہ کی ڈائریکٹ رپورٹ لیا کروں گی...... داؤد پر بھروسا نہیں کر سکتی......'' یہ کہہ کر خاتون اندر کی جانب چل پڑیں۔ واصف نے سکھ کی گہری سانس لی...... بائیک اسٹارٹ کرنے میں بالکل وقت ضائع نہیں کیا...... مگر دیکھتا کیا ہے کہ خاتون پلٹ کر پھر اس کی طرف آ رہی تھیں۔

واصف کا دم اٹکنے لگا...... اسے پہلی مرتبہ جنات پر رشک آیا۔ کاش وہ انسان کے بجائے جن ہوتا...... ڈائریکٹ ہوا کے دوش پر اڑ کر جان بچا لیتا۔

''جسٹ آ منٹ...... رکو ہوائے......''

واصف رک گیا مگر نظر نہیں اٹھائی مبادا خون اترا ہوا آنکھوں میں اور خاتون دیکھ لیں۔

''ہم دونوں divorcy (طلاق یافتہ) ہیں۔'' پھر بم بلاسٹ ہوا تھا۔

''جی......؟ سوری میری تو ابھی شادی ہی نہیں ہوئی......'' واصف نے بے بسی سے رسٹ واچ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

''اسٹوپڈ...... میں اپنی اور داؤد کی بات کر رہی ہوں...... ہم دونوں بہن، بھائی بہت بدقسمت ہیں...... ایک نمبر کے چیٹر ملے تھے ہم دونوں کو......'' یہ کہہ کر تاکید کرنے کے انداز میں انگلی اٹھائی۔

''کوئی ضرورت نہیں ہے شادی کرنے کی...... خراب شادی سے بندہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اب داؤد کا دماغ ٹھیک تھوڑا ہی ہے...... الٹا مجھے سائیکالوجسٹ کے پاس لے جاتا ہے۔'' یہ کہہ کر اب نارمل انداز میں نہیں بلکہ پاؤں پٹختے اندر جا رہی تھیں۔

گارڈ، ڈرائیور سب سمجھے ہوئے تھے۔ گارڈ واصف کی خاطر اتنا چوکس کھڑا تھا کہ کھیتوں میں پرندوں کو ڈرانے والا پتلا دکھائی پڑ رہا تھا۔

آج تو واصف کو در حقیقت پتا چلا تھا کہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ گھوڑے کو ایڑ لگانے کے مصداق بائیک دوڑائی تھی۔

☆☆☆

''ممی...... ڈین کی حالت ٹھیک نہیں ہے...... اس کی تو آواز ہی بند ہو گئی ہے۔ اب میں اس سے شریف الدین اور ''ہٹاچی آلوز'' کی باتیں کروں...... for God sake ممی...... آپ اسپتال میں یہ والی باتیں کرنے کے لیے فون نہ کیا کریں......'' مرشلہ بری طرح چڑ کر آواز دبا کر بات کر رہی تھیں۔

"صبح نونو کا سرونٹ آپ کا بریک فاسٹ ٹائم سے لے آئے گا...... پلیز اب آپ ریسٹ کریں اور پہلے انٹرکام سوئچ آف کردیں...... میں نے مارییہ سے بات کی تھی...... ابھی آپ کی دو دن کی میڈیسن ہیں...... کل میں آتے ہوئے آپ کی میڈیسن لیتی آؤں گی...... اب آپ سو جائیں۔" یہ کہہ کر انہوں نے رابطہ منقطع کردیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔

"مائی گاڈ...... شریف الدین...... ممی نے تو اسے سر پر سوار کرلیا ہے...... آج بھی آجائے گا تو کیا کرلے گا...... کل آیا تھا تو کیا کرلیا تھا...... کل بھی چلا گیا تھا آج بھی چلا جائے گا...... انٹرکام رات کو آن رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کر زین کے بیڈ کے پاس آئیں وہ گہری نیند سو رہا تھا۔

"کتنا انوسنٹ ہے میرا بیٹا...... ممی نے تو اسے بھی own ہی نہیں کیا...... بس ہر وقت اس کے بارے میں نگیٹو ہی سوچتی رہتی ہیں......"

ممی چاہا جھک کر زین کی پیشانی چوم لیں مگر اس خیال سے رک گئیں مبادا اس کی نیند ٹوٹ جائے۔

☆☆☆

"کیا آپ نے zara,s کی شرٹ پہنی ہوئی ہے......؟" فری اپنے سیل فون کی اسکرین پر نظر جمائے انفر سے مخاطب تھی جو گہرے نیلے رنگ کی فل سلیوز شرٹ پہنے ہوئے تھا اور بہت تر و تازہ نظر آرہا تھا۔

"اتنی ساری باتیں تو کی تھیں...... پھر دوبارہ سے کال کیوں کی......؟" فری نے ناز سے اٹھلا کر سوال کیا تھا...... کچی نیند سے جاگنے کی وجہ سے آنکھوں میں سرخی سی جھلک رہی تھی۔

"اتنی اچھی بچی ہو...... جھٹ سے سو جاتی ہو......" انفر نے مذاق کیا اور ہنس پڑا۔

"میں واقعی بہت بہت اچھی بچی ہوں...... میرے پاپا سے کنفرم کرلیں......"

"مجھے ضرورت نہیں...... مگر میں تمہیں اچھی بچی نہیں کہہ سکتا......" انفر نے صاف گوئی سے جواباً کہا تھا۔

"جب میں اچھی بچی نہیں ہوں تو آپ دوسری بار کال کیوں کررہے ہیں؟" فری نے مصنوعی ناراضی سے منہ بنا کر کہا...... حالانکہ اندر گدگدیاں ہورہی تھیں۔

"وہ اس لیے کہ تم نے مجھ سے ایک اسپیشل نیوز شیئر کیوں نہیں کی......؟" انفر بہت دلچسپی سے فری کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اسپیشل نیوز......؟" فری کیونکہ نیند سے جاگی تھی اس لیے دماغ کو فل آکسیجن نہیں ملی تھی قدرے نیند کا غلبہ تھا...... ورنہ تو فوراً یاد آجاتا کہ اس نے آج واقعی ایک خاص خبر اس کے ساتھ شیئر نہیں کی تھی...... وہ تو آج کی بات چیت کا خاص حصہ ہونا چاہیے تھی...... اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔

"آج انکل نے تم سے میرے پرپوزل کے بارے میں بات چیت کی ہے ناں...... اور تمہیں کوئی اعتراض بھی نہیں......"

"آپ کو کس نے کہہ دیا کہ مجھے کوئی اعتراض نہیں......" فری شرارتاً کھلکھلائی۔

"اعتراض ہے تو اپنے پاپا سے اتنی اچھی، اچھی باتیں کیوں کیں......" انفر ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا گویا شرارت کا پیچ پڑ گیا تھا۔

"میں سمجھ گئی...... انکل کا فون آیا ہوگا پاپا کے پاس کیونکہ مجھے پتا ہے وہ daily فون کرتے ہیں...... پاپا نے ان کو بتا دیا ہوگا......"

"کیا بتا دیا ہوگا......؟" انفر نے اسے آگے بڑھنے سے روک دیا اور برجستہ سوال داغ دیا۔

قیامت خیز سوال اچانک سامنے آ گیا تھا۔ فری کو گویا بریک لگ گئے۔ انفر شریر مسکراہٹ کے ساتھ جواب کا منتظر تھا۔ فری کو اندازہ نہیں تھا کہ فطری حیا خاص لمحوں میں بارش کی نرم پھوار کی طرح برس جاتی ہے۔ وہ طرح دے گئی...... زبردستی موضوع بدل دیا کہ ایک یہی راستہ تھا اپنی کمزوری ظاہر نہ کرنے کا۔

''میں نے آپ سے پوچھا تھا آپ نے zara,s کی شرٹ پہنی ہوئی ہے؟'' وہ کھلکھلائی اسے انفر کی توقع کے مطابق جواب نہ دے کر گدگدیاں ہو رہی تھیں۔

''میں brand کا نشس نہیں ہوں...... 70% فلیٹ سے شرٹ اٹھا کر بھی پہن لیتا ہوں...... ٹین ڈالرز کی شرٹ پہن کر بھی میٹنگ chair کر لیتا ہوں......'' انفر اس کی ادائیں سمجھ گیا تھا کہ جواب نہ دینا بھی تو جواب ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نے ''برانڈ'' پر پورا قاعدہ پڑھ کر سنا دیا۔

''دس ڈالر کی شرٹ بھی ملتی ہے......؟'' فری کی حیرت انتہا کی تھی۔

''اس دنیا میں ڈھونڈنے سے کیا نہیں ملتا...... تم مل گئی ہو ناں...... !''

''آپ نے مجھے ڈھونڈا تو نہیں......؟'' فری نے برجستگی سے جملہ کاٹ دیا تھا۔

''میرے قادر نے ڈھونڈا یا میں نے ایک ہی بات ہے...... میری خاطر ہی تو گئے تھے پاکستان۔''

''آپ کے پاس اتنا ٹائم ہوتا ہے کہ دس ڈالر کی شرٹ ڈھونڈیں......؟'' اگرچہ فری کو انفر کے جواب سے خاصی مایوسی ہوئی تھی پھر بھی چھیڑ چھاڑ کو منطقی انجام تک لے جانا تھا۔

''ڈھونڈتا نہیں ہوں...... فیورٹ کلر ہاتھ میں آ جاتا ہے تو سائز دیکھ کر کاؤنٹر پر چلا جاتا ہوں تو پتا چلتا ہے یہ تو بہت cheep ہے تو حیرت ہوتی ہے پھر بھی لے لیتا ہوں کہ سلیکشن تو میرا ہی تھا۔''

''مائی گاڈ......!'' فری کو جیسے انفر کی سادگی پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''جب ہاتھ میں لیتے ہیں تو اس وقت پرائس نہیں دیکھتے...... tag تو لگا ہوتا ہے۔''

''جب مجھے کچھ اچھا لگے تو میں پرائس نہیں دیکھتا...... لے لیتا ہوں...... اب بس ایک شرٹ نے اتنا وقت لے لیا...... کل زارا ز کی شرٹ پہن کر تم سے بات کروں گا دو تین ہوں گی میرے پاس......'' انفر نے گویا موضوع سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔

''صرف دو تین......؟'' فری باز نہ آئی...... انفر کے انداز اسے گدگدا رہے تھے۔

''میں اس سے اوپر کی برانڈ یوز کرتا ہوں...... بل گیٹس، ایلون مسک، ٹرمپ اور وہ بائیڈن کا اسٹوپڈ سا son مجھے اس کا نام یاد نہیں آ رہا...... جو برانڈ پہنتے ہیں...... وہ میں پہنتا ہوں...... تمہارے لیے کوئین الزبتھ والی برانڈ لیا کروں گا...... ڈونٹ وری......'' آخری الفاظ انفر نے جلا کر کہے تھے۔

''وہ تو مر گئی ہے بے چاری......'' فری کھلکھلائی۔

''برانڈ تو زندہ ہے...... اور وہ بے چاری نہیں تھی کوئین تھی...... جو بے چاری ہوتی ہے وہ کوئین نہیں ہوتی اور جو کوئین ہوتی ہے وہ بے چاری نہیں ہوتی اور جو دونوں نہیں ہوتیں...... وہ پتا نہیں کیا ہوتی ہیں......''

''بس...... بس...... بس کر دیں......'' فری نے اپنے سر پر زور سے ہاتھ مارا۔

''پراس کرو......'' انفر نے اپنی دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ فری کی آنکھوں میں جھانکا۔

''پراس......؟'' فری کا دل زور، زور سے دھڑکنے لگا۔

''آئندہ مجھ سے کبھی برانڈ یا ٹرینڈز پر بات نہیں کرو گی...... یہ چھوٹی، چھوٹی باتیں وہ کرتے ہیں جو wait کر رہے ہوتے ہیں...... ہمارے پاس تو آل ریڈی سب کچھ ہے۔ thank God...my great Lord''

انعمر نے بڑے ادب سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

''چھوٹی چھوٹی باتیں......؟'' فری دم بخود سی رہ گئی تھی۔ مطلب اتنی دیر سے وہ انعمر سے چھوٹی، چھوٹی باتیں کر رہی تھی۔

''اٹس اوکے..... اب مجھے سونے دیں۔ صبح کالج بھی جانا ہے۔'' کھسیاہٹ مٹانے کے لیے اسے نیند کا بہانہ کرنا پڑا۔

''گڈ نائٹ..... ہمارے تو ورکنگ آورز چل رہے ہیں..... have sweet dreams'' یہ کہہ کر انعمر نے رابطہ منقطع کر دیا..... اسکرین بلیک ہو گئی تھی مگر سیل فون ہنوز اس کے ہاتھ میں تھا۔

ذہن تو ''چھوٹی، چھوٹی باتیں'' لے کر بیٹھ گیا تھا وہ یقین کر لینا چاہتی تھی کہ انعمر نے by the way کہہ دیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ اس طرح سیدھے کر دیے جیسے کوئی ایکسرسائز کر رہی ہو۔

''اس وقت تو انعمر کی باتوں سے مجھے ماما یاد آ گئیں..... ایسا ہی کچھ تو وہ بھی کہتی ہیں.....'' وہ سوچتے ہوئے لاشعوری حواس کی دنیا میں داخل ہو رہی تھی۔

☆☆☆

سارہ ہق دق سالار صاحب کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

اتوار کا دن تھا..... بھری دوپہر میں گھر واپس پہنچی تھیں..... فری سو رہی تھی۔ سالار صاحب کئی اخبارات پھیلائے بیٹھے تھے۔ وہ کچن کا سرسری جائزہ لے کر فریش ہو کر سالار صاحب کے پاس آ کر بیٹھیں، دو چار معمول کی باتوں کے بعد انہوں نے سارہ کو سارا قصہ گوش گزار کر دیا..... کیونکہ نعیم قریشی کو پاکستان آنے کے لیے ضروری مراحل سے بھی گزرنا تھا۔ سالار صاحب کے پاس بہت وقت تھا مگر نعیم قریشی بہت بے تاب تھے..... روزانہ کی بنیاد پر آنے والی فون کالز نے سالار صاحب پر بہت دباؤ ڈالا ہوا تھا..... ایک طرح سے بیزار ہی ہو رہے تھے۔ اور سارہ کا شدت سے انتظار کر رہے تھے..... میاں، بیوی کی فون پر تو روزانہ ہی بات ہوتی تھی مگر وہ اتنی اہم بات دور بیٹھی بیوی سے تو نہیں کر سکتے تھے..... اس لیے انہوں نے تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھ دیں اور رات ہونے کا انتظار کیا نہ سارہ کے سستانے کا۔

''اس کا مطلب ہے کہ جس دن سے وہ لوگ ہمارے ہاں سے گئے ہیں اس دن سے فری اور انعمر کانٹیکٹ میں ہیں.....؟''

سارہ خود کو مرتب کرتے ہوئے بمشکل گویا ہوئیں۔

''ہو سکتا ہے..... اب یہ تو میں نے فری سے نہیں پوچھا..... تم پوچھ لینا۔'' سالار صاحب نے کافی مگ سے آخری گھونٹ لے کر مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اب بتاؤ کیا کرنا ہے.....؟'' انہوں نے صوفے کی بیک سے ٹیک لگا کر سارہ کی طرف دیکھا۔

''کچھ بھی نہیں.....'' سارہ گویا ابھی تک سناٹے میں تھیں..... بڑبڑاہٹ کے انداز میں مختصر ترین الفاظ ادا کیے۔

''کیا مطلب..... کچھ بھی نہیں.....؟'' سالار صاحب کو اس مبہم جواب سے سخت کوفت ہوئی۔

''جب بچی کہہ رہی ہے کہ مجھے انعمر سے شادی کرنی ہے..... تو میرے پاس دو تین پروپوزلز نہیں ہیں کہ میں اسے کہوں انہیں بھی دیکھ لو.....'' سارہ نے سر جھکا کر آہستہ سے جواب دیا..... ساری زندگی میں انہوں نے خود کو کبھی اتنا بے بس محسوس نہیں کیا تھا..... آنکھوں کی نمی چھپا رہی تھیں۔

''سمندر پار کی بات ہے سالار..... بچے بہت جذباتی اور جلد باز ہوتے ہیں۔'' سارہ کی آواز پر آنسو غالب

آرہے تھے۔
سالار صاحب نے پہلو میں بیٹھی بیوی کو شانوں سے تھام لیا۔
"والدین کی انتہائی شدید خواہش کیا ہوتی ہے سارہ......؟ یہی ناں کہ اولاد کو خوشیاں ملیں...... وہ ہنستی کھیلتی نظر آئے...... فرض کرو ہم فری کی شادی اسی شہر میں کردیتے ہیں...... چھ، مہینے سال بعد کسی بھی وجہ سے وہ بار بر مود کرجاتی ہے تو کیا ہم اس کے شوہر سے یہ کہیں گے کہ ہماری ایک ہی بیٹی ہے، ہم اسے دور نہیں جانے دیں گے؟"
سارہ نے نم آنکھوں سے شوہر کی طرف دیکھا۔
"آپ کے پاس تو ہر سوال کا جواب ہوتا ہے۔"
"معاملات فطری ہوں تو جواب خود بخود آتے ہیں...... سوچنا نہیں پڑتا......" سالار صاحب نے سارہ کا بازو آہستہ سے دبایا وہ بیوی کی کیفیات سمجھ رہے تھے...... بہت اچھی طرح سمجھ رہے تھے۔
"آتے ہی مجھے بلا کر رکھ دیا آپ نے...... دو چار دن صبر ہی کرلیتے......" سارہ نے گویا شکوہ کیا...... کہ ان کے جذبات کا خیال نہیں کیا گیا۔ ابھی تو وہ سوگ کے گھر سے واپس آئی ہیں۔
"ضرور صبر کرتا...... اگر میرے پاس اس سے زیادہ اہم بات ہوتی...... مگر جتنے دن تم لاہور رہیں...... میں نے تمہاری واپسی کے لیے، ایک، ایک سیکنڈ انتظار کیا......" سالار صاحب نے سارہ کے کندھوں کو دبا کر زور سے ہلایا...... وہ لطیف جذبات کا اظہار کرنے پر مجبور تھے کہ سارہ کو track پر بھی تو لانا تھا۔
"بتایئے...... ابھی تک پڑی سو رہی ہے...... یہ سمندر پار جا کر گھر سنبھالے گی......؟" سارہ نے وال کلاک پر نظریں جما کر گویا اعلان کردیا کہ وہ ہار مان چکی ہیں۔
"بیگم سسرال کا گھر ہے...... آج سے تمہیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں اب "سسرال فوبیا" سے جان چھڑا لو......" سالار صاحب دھیرے سے ہنس دیے۔
"لڑکے کا باپ تو ماشاءاللہ موجود ہے ناں......؟" سارہ ابھی تک الجھ رہی تھیں۔
"سسرال کا مطلب، ساس نندیں، ہوتی ہیں...... سسر تو "بیچارہ" ہوتا ہے۔ سسر کی "say" ہو تو ساس کی مجال نہ ہو......" اب سالار صاحب نے ہلکا پھلکا قہقہہ لگایا تھا۔ اس قہقہے میں بالکل واضح تھا کہ سالار صاحب "ضابطے" کی کارروائی انجام دے رہے تھے ورنہ وہ بیٹی کی خوشی میں خوش رہنے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔
"تم چاہو تو آرام سے فری سے بات کرلینا......" سارہ اٹھنے لگیں تو سالار صاحب نے بیوی کو مان دینے کی کوشش کی۔
"ابھی کوئی بات رہ گئی ہے کیا......؟" انہوں نے کھڑے ہوکر، پلٹ کر شوہر کی طرف دیکھا۔ لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔
تم اعتماد سے سالار صاحب اب لاجواب نظر آئے تھے۔

☆☆☆

فری کی آنکھ خود بخود کھل گئی تھی جیسے کہ سات آٹھ گھنٹے پاؤں پھیلا کر سونے سے خود بخود آنکھ کھل ہی جاتی ہے۔ اور آج کے عہد کے جوانوں کا جو مزاج بن گیا ہے کہ آنکھ کھلتے ہی کلمہ پڑھنے کے بجائے سیل یا موبائل اٹھاتے ہیں...... اس نے پہلا کام یہی کیا، واٹس ایپ پر کچھ میسجز آئے ہوئے تھے۔ اوپن کرتے ہی پہلا میسج زین کا سامنے آیا...... وائس نوٹ کے بجائے ٹیکسٹ تھا۔ دو سطریں تھیں...... پڑھتے ہی فری کے چودہ طبق روشن ہوگئے۔
"آواز بند ہوگئی ہے...... بات نہیں کرسکتا اس لیے ٹائپ کررہا ہوں...... مجھے بہت دکھ ہے کہ ماما نے آپ لوگوں کی انسلٹ کی...... مگر وہ آپ کو سوری بولنا چاہتی ہیں......" فری ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

ایک چبھن سی دل میں تو مسلسل تھی...... کچھ پاپا نے بہلایا تھا، کچھ انعمر نے اس کے خیال کو ایک جگہ ٹکنے نہیں دیا...... مگر مرشلہ کے رونے سے وہ بہت آزردہ ہوئی تھی خاص طور پر یہ کہ اس کے پاپا کی انسلٹ ہوئی تھی۔ اس نے کار میں بیٹھتے ہی پاپا کی دلجوئی کی خاطر کہہ دیا تھا کہ ''اب میں آئندہ زین کو اتنی اہمیت نہیں دوں گی۔ سیشن تک آمنا سامنا رہے گا یہ مجبوری ہے گریجویشن کے بعد میں زین کو کبھی خود سے متوجہ نہیں کروں گی......''

سالار صاحب کے سینے میں بھی بے عزتی کا زخم تو ٹھہر گیا تھا مگر بظاہر انہوں نے بیٹی سے یہ کہہ کر بات ختم کردی تھی کہ ''کوئی بات نہیں...... بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے وہ بہت ڈسٹرب ہیں، ایسا ہو جاتا ہے، اب میرے سامنے اس واقعے کو دُہرانا نہیں......''

یہ پڑھ کر تو گویا فری کی جان میں جان آگئی کہ زین کی ماما اس کے پاپا کو سوری بولنے کی خواہش رکھتی ہیں۔ ایک بوجھ سا گویا سر سے اتر گیا تھا۔ وہ ایک دم بہت ہلکی پھلکی ہوگئی حالانکہ یہ جان کر تو اسے شدید دھچکا لگا تھا کہ زین بات نہیں کر پا رہا۔ یہ بات وہ پاپا کو بتائے گی تو وہ دل سے مرشلہ کو معاف کردیں گے اور واصف...... اس کو تو ہر قیمت پر اس گھر سے نکال دیں گے۔ اس نے نئے سرے سے میسج دوبارہ پڑھا پھر سیل ایک طرف رکھ دیا۔ وال کلاک پر نظر دوڑائی۔

''اب تو ماما کو گھر آجانا چاہیے تھا۔ صبح نو بجے کی فلائٹ تھی...... اب تو تین بج رہے ہیں......'' اس نے پھر فون اٹھایا تاکہ ماں سے رابطہ کرکے صورتِ حال معلوم کرلے...... مگر فوراً سیل واپس رکھ دیا۔

''کیا پتا وہ آچکی ہوں...... میں تو سو رہی تھی۔'' اس نے پاؤں لٹکا کر سلیپر پہنے اور واش روم کا قصد کیا۔ ذہن اب زین کی طرف لگ چکا تھا۔

☆☆☆

واصف اتوار کو معمول سے زیادہ مصروف ہوتا تھا۔ اس کے اپنے اسائنمنٹ ہوتے تھے۔ ٹیوشن پڑھنے والے بچوں کے لیے اگلے دن کے پوائنٹس تیار کرتا تھا۔ پھر ایمازون پر بھی ورکنگ شروع کرچکا تھا۔ دو گھنٹے اس کام پر خرچ ہوجاتے...... چائے ٹھنڈی ہوجاتی، کھانا باسی ہوجاتا تھا۔ ثمرہ ہفتے کی چھٹی میں واشنگ مشین لگاتی تھیں، اتوار کو استری اور اگلے ہفتے کے لیے کچن میں تیاری کرتی تھیں۔ بریانی کا مسالا تیار کرلیا...... پلاؤ کے لیے یخنی بنالی، شامی کباب، کوفتے بنا کر رکھ دیے...... لہسن اور ادرک پیس لیا...... ورکنگ وومن کے لیے یہ سب کرنا اس لیے بھی ضروری ہوتا ہے کہ پھر روزانہ کا ضروری کام ہلکا ہوجاتا ہے، وقت سے سو جاتے ہیں وقت پر اٹھ جاتے ہیں۔

دونوں ماں، بیٹے کی چھٹی کا دن بہت زیادہ مصروفیت کا دن ہوتا تھا۔ اس وقت بھی ثمرہ کچن میں شامی کباب کی ٹکیاں بنارہی تھیں، واصف کمپیوٹر کے سامنے براجمان تھا...... دو افراد موجود تھے مگر گھر میں گہری خاموشی اتری ہوئی تھی۔

اسی لیے جب سالار صاحب اندر داخل ہوئے تو ثمرہ نے قدموں کی چاپ واضح سن لی تھی...... فوراً پلٹ کر دیکھا اور اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ سالار صاحب کبھی فرسٹ فلور پر نہیں آتے تھے۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر دونوں ماں، بیٹے کو گراؤنڈ فلور پر ہی طلب فرمالیا کرتے تھے۔

''السلام علیکم بھائی......'' ثمرہ بدحواس ہورہی تھیں۔

''والسلام......'' گویا طوعاً و کرہاً جواب سے نوازا گیا تھا۔

''صاحبزادے پلنگ توڑ رہے ہیں......'' سالار صاحب نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر اپنے گھر کا جائزہ لیا...... جیسے مالک مکان کرایہ وصول کرنے آیا ہو۔

''نہیں بھائی وہ تو صبح سے اپنے کاموں میں لگا ہوا ہے۔'' ثمرہ نے دھڑکنوں کو قابو کرتے ہوئے مؤدبانہ جواب دیا۔

"میں امی سے بات کرنے آیا ہوں...... سارہ دوپہر کو آ گئی تھی۔ میں اس کے سامنے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا...... سفر سے تھکی ہوئی آئی ہے...... فضول میں الو الو ہوگی تو بات بڑھ جائے گی۔"

"اوہ......" ثمرہ کو بھائی کی آمد کی وجہ سمجھ آ گئی...... گرچہ سارہ کی گھر واپسی کا سن کر عجیب سی ڈھارس بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں یہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوں...... واصف کو بلاؤ...... اور یہ دروازہ بند کر دو۔" انہوں نے داخلی دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ جس سے صرف آنا جانا ہی نہیں ہوتا تھا آوازیں بھی دوڑتی بھاگتی تھیں۔

ثمرہ نے جلدی، جلدی اپنے ہاتھ دھوئے، اندر ایک دھکڑ پکڑ شروع ہو چکی تھی...... ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا...... دو انتہائیں تو تھیں ایک دوسرے سے ٹکرانے کو تیار تھیں...... کسی بھی وقت خوفناک دھماکا متوقع تھا۔

ان کے تو وہم و گمان میں نہیں تھا کہ سالار صاحب خلاف عادت و خلاف توقع خود چل کر فرسٹ فلور پر آ جائیں گے...... وہ بدحواس سی دوپٹے سے ہاتھ پونچھتی ہوئی واصف کے کمرے کا بند دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئیں، اس سے قبل واصف پلٹ کر پیچھے دیکھتا...... فوراً بول پڑیں۔

"واصف...... بھائی آئے ہیں، ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں......"

"بھائی......؟" واصف ذہنی طور پر ایمیزون کی دنیا میں پہنچا ہوا تھا۔ فوراً سے کچھ نہ سمجھ پایا۔

"تمہارے ماموں......" ثمرہ نے یوں پلٹ کر پیچھے دیکھا مبادا بھائی پشت پر ہی آ کھڑے ہوں۔

"تو میں کیا کروں......؟ البتہ حیرت ہے کیسے آ گئے...... آپ ہی کے پاس آئے ہوں گے ناں......" وہ دوبارہ اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"نہیں...... وہ تم سے بات کرنے آئے ہیں......" ثمرہ دبی زبان میں کہہ رہی تھیں۔

"مجھ سے......؟" اب وہ پورا گھوم گیا۔

"ہاں، جلدی جاؤ وہ انتظار کر رہے ہیں......"

"مجھ سے کیا بات کریں گے......؟ خیر آ گئے ہیں تو کر لیتے ہیں بات...... بات کرنے آئے ہیں، گن لوڈ کر کے تو نہیں آئے ہیں ناں......" واصف بولتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"توبہ استغفار...... سوچ سمجھ کر بولا کرو......" ثمرہ تو پہلے ہی سہمی ہوئی تھیں اب دہل کر رہ گئیں۔

واصف نے مزید کچھ بولے بغیر قدم باہر کی طرف بڑھا دیے...... ثمرہ اس کے تعاقب میں چل پڑیں...... واصف بہت اعتماد اور بے خوفی سے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تھا۔ ثمرہ کی ہمت نہیں پڑی باہر ہی رک گئیں۔

"السلام علیکم ماموں......" اس نے حسب عادت مخصوص کلمات ادا کیے۔

"ہوں...... ٹھیک ہے، دو منٹ یہاں بیٹھو مجھے ضروری بات کرنی ہے۔" سالار صاحب نے سلام کے جواب میں اپنا مدعا بیان کیا۔

واصف، سالار صاحب کے سامنے سیٹ پر بیٹھ گیا گویا انتظار کر رہا تھا کہ ماموں بات کریں گے یا پھٹ پڑیں گے کچھ، کچھ اسے اندازہ تو تھا کہ وہ کیا بات کر سکتے ہیں۔

"میں نے تمہارے علیحدہ گھر کا انتظام کر دیا ہے۔ تمہیں ایک دو دن دیتا ہوں اپنا سامان سمیٹ لو...... اور میری جان چھوڑ دو......" یہ کہہ کر سالار صاحب نے اپنے دونوں ہاتھ زوردار آواز کے ساتھ جوڑ دیے۔ جیسے معاف کرنے کی التجا کر رہے ہوں۔

"میں کرایے کے گھر میں نہیں جاؤں گا......" واصف نے ٹکا سا جواب دے دیا۔

''کرایہ میں دے رہا ہوں......''

''جو بھی ہے۔'' واصف نے بے خوفی سے سالار صاحب کی بات کاٹ دی۔

''تم جس گھر میں بیٹھے ہو ناں...... اس کا کرایہ بھی مجھے گورنمنٹ دیتی ہے، یہ میری ملکیت نہیں ہے......'' سالار صاحب اپنی بات منوانے کی نیت کر کے آئے تھے اس لیے غصہ کرنے کے بجائے خون کے گھونٹ پی رہے تھے۔

''مجھے پتا ہے...... مگر جب میری ماں اپنا ذاتی گھر لے سکتی ہے تو آپ اسے اپنی چھت کیوں نہیں دے رہے؟''

''تمہاری ماں کی چیز کی ویلیو بڑھی ہے......''

''ہمیں اپنی چیز چاہیے...... ویلیو وہ چیک کرتے ہیں جنہوں نے اپنی پراپرٹی کسی وقت سیل کرنا ہوتی ہے۔ چھت کا مطلب ہے ہم ایک جگہ اور اپنی جگہ سکون سے بیٹھیں...... ایک چیز سرے سے ہمارے پاس ہے نہیں بس ہم ویلیو بڑھنے کا سن کر خوش ہو جائیں......'' واصف اتنے اعتماد اور بے خوفی سے بات کر رہا تھا کہ ثمرہ باہر کھڑی تھرا کر رہ گئیں۔

''تمہارا خیال ہے، میں تمہاری ماں کا حصہ ہڑپ کر چکا ہوں اور باتوں سے بہلا رہا ہوں......؟'' سالار صاحب کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔ کل کا لڑکا انہیں خائن سمجھ رہا تھا...... یہ خیال نہیں بجز کتا الاؤ تھا۔

''میرا کوئی خیال نہیں...... بس ہم یہاں سے نکل کر اپنے گھر جائیں گے...... اور کہیں نہیں جائیں گے۔''

واصف کا انداز ہنوز وہی تھا۔

''وہ گھر بک گیا تھا۔ چابیاں ملنے میں تھوڑا سا وقت ہے......'' سالار صاحب کو اب اس کی ہٹ دھرمی سے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ جان سے تو مار نہیں سکتے تھے۔ لہٰذا خود کو بمشکل کنٹرول کر کے نیچی آواز میں جواب دیا۔

''یہ تھوڑا سا وقت بھی گزر جائے گا ماموں...... ہم صبر کر رہے ہیں ناں...... اللہ آپ کو بھی صبر دے۔''

''ارے تمہارے باپ کی فاتحہ ہو رہی ہے جو مجھے صبر کرنے کی دعائیں دے رہے ہو......'' آخر کار وہ ہو گیا جو ہونا ہی تھا...... ثمرہ کو چکر آنے لگے۔

''باپ کی فاتحہ ہوتی تو آپ مجھے صبر کی تاکید کرتے...... ماموں! مجھے باپ کے طعنے نہ دیں، میں پیدائشی یتیم ہوں...... جس نے باپ کا پیار دیکھا ہوتا ہے وہ باپ کے طعنے پر بھڑک سکتا ہے...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

''تمہاری وجہ سے پرسوں ایک عورت نے پبلک پلیس میں میری بے عزتی کی...... تم میرے گھر کی خوشیاں، سکون تباہ کر چکے ہو...... میری اکلوتی بیٹی اسٹریس لیتی ہے۔ اس کو ہیلتھ ایشوز آ سکتے ہیں خدانخواستہ...... گھر میں اس کی شادی کی باتیں شروع ہو گئی ہیں...... ہو سکتا ہے میں سال، چھ مہینے میں اس کی شادی بھی کر دوں...... مگر میں ان خوشیوں میں اس گھر کو تمہاری نحوست سے پاک رکھنا چاہتا ہوں...... تمہیں ہر صورت اس گھر سے جانا ہے...... سمجھے۔'' سالار صاحب کی گرج دار آواز سے ثمرہ کے اوسان جاتے رہے...... سنبھلنے کے لیے پاس پڑی کرسی تھام لی۔

''اٹھا کر پھینک دیں مجھے......'' واصف نے بے خوفی سے کہا۔

ثمرہ فوراً اندر آ گئیں۔

''بھائی...... میں اسے لے کر چلی جاؤں گی آپ خود کو سنبھالیں......'' یہ کہہ کر واصف کی طرف پلٹیں۔

''کیوں بدتمیزی کر رہے ہو ماموں سے......؟ اگر میں بھائی کو اپنا حصہ معاف کر دوں تو پھر کیا کرو گے......؟ یہ تو ان کی مہربانی ہے کہ میرے حق کی بات تو کرتے ہیں...... دنیا میں بے شمار بہنیں، بیٹیاں ہیں جن کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا تو کیا وہ مر جاتی ہیں......؟ اپنی لکھی عمر پوری کر کے جاتی ہیں......'' یہ کہہ کر ثمرہ رونے لگیں۔

اب واصف خاموش ہو کر بیٹھ گیا مگر ثمرہ کے الفاظ بڑے جادو اثر تھے۔ آخر خون کا رشتہ تھا۔

حقائق تسلیم کرتی بہن...... احسان مانتی بہن، آنسو بہاتی ہوئی بہن...... سینے میں اکلوتی بیٹی کے لیے تڑپنے والا دل دھڑکتا تھا...... حصہ معاف کرنے کی بات کر رہی تھی بہن...... جبکہ اس کے پاس سر چھپانے کا آسرا بھی نہ تھا...... سالار صاحب کھڑے ہو گئے۔

''مجھ پر تمہارا معاف کیا ہوا حصہ حرام ہے...... تمہارا حق تمہیں ہر صورت ملے گا...... میں نے تو تمہیں اس لیے ساتھ رکھا تھا کہ ساری زندگی میں تمہارا بیٹا ہی تمہارا منافع ہے...... باقی تو ٹوٹل loss...... اگر یہ بھی بگڑ گیا تو میں ایک اور بگاڑ کا بوجھ نہیں اٹھا سکوں گا...... اس لیے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا تھا۔'' سالار صاحب کے جھاگ قدرے بیٹھ رہے تھے۔ واصف اپنی جگہ سے اٹھا اور روتے ہوئے ماں کے پاس سے گزر کر دروازے پر آ گیا۔ اور نگاہ اٹھائے بغیر سالار صاحب سے مخاطب ہوا۔

''بہت اچھے کسٹوڈین ہیں ماموں...... اس سے تو لاکھ درجہ بہتر تھا روڈوں پر پلنے دیتے......'' یہ کہہ کر وہ رکا نہیں...... اور سالار صاحب کی انا نے بہن کے سر پر ہاتھ نہیں رکھنے دیا...... تیزی سے باہر نکل گئے تھے...... یا واصف کے کرنٹ مارتے جملے کی تاب نہیں لا سکے تھے۔ تنہائی پاتے ہی ثمرہ پہلے سے زیادہ شدت سے رونے لگیں۔

☆☆☆

''جب تمہاری انعمر سے بات چیت شروع ہو گئی تھی تو تمہیں بتانا چاہیے تھا ناں......'' سارہ، فری کے روم میں بیڈ پر اس کے برابر بیٹھی ہوئی غور سے اس کے تاثرات جانچ رہی تھیں۔

''وہ لوگ مجھے پرپوز کر چکے تھے تو آپ کو بھی بتانا چاہیے تھا ناں...... آپ کیوں چھپا رہی تھیں مجھ سے...... بائی داوے...... میں نے خود سن لیا تھا۔ آپ اور پاپا باتیں کر رہے تھے۔ لیٹ نائٹ...... میں اس لیے خاموش رہی کہ ظاہری بات ہے اس پروپوزل کا مجھ سے ڈائریکٹ تعلق ہے...... آپ خود ہی مجھ سے شیئر کریں گی......'' فری ماں کو کندھوں سے تھامے بیٹھی تھی اور بہت پُرسکون انداز میں جواب دے رہی تھی۔

''ہاں، شاید یہ بات مکمل کر ہونے لگتی...... مگر بھائی کی اچانک ڈیتھ سے سب کچھ اپنی جگہ رک گیا......'' سارہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی جواب دے رہی تھیں۔

''ویسے ماما آپ مجھ سے کیوں چھپا رہی تھیں......؟'' فری نے دبا ہوا اگلا سوال کی صورت باہر نکال ہی دیا۔

''چھپا نہیں رہی تھی...... ٹائم لے رہی تھی...... دور کا معاملہ ہے...... بہت کچھ دیکھنا، بھگتنا ہوتا ہے۔'' سارہ اس لیے بھی پُرسکون ہو کر بات کر رہی تھیں کہ معاملات اب ان کے ہاتھ میں نہیں رہے تھے...... ایک طرح سے وہ ہر طرح کی مزاحمت ترک کر کے باپ بیٹی کے سامنے ڈھیر ہو چکی تھیں۔

''نعیم انکل ہمیشہ سے باہر نہیں تھے...... پاپا کے ساتھ بہت وقت گزارا ہے۔ ایک دوسرے کو جاننے کے لیے پندرہ، بیس سال بہت ہوتے ہیں ماما......'' سارہ نے اب چونک کر فری کی طرف دیکھا تھا۔

''ایک دم سے اتنی میچور ہو گئی...... ہر بات کا نپا تلا جواب تیار...... جو کچھ انہیں سوچنا چاہیے تھا...... وہ ان سے پہلے سوچ چکی تھی......'' اس کا سیدھا سا مطلب تھا کہ کشتیاں جلا کر محاذ سنبھالنے کا فیصلہ ہو چکا اب انہوں نے گہری سانس لی...... اور فری کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

''بیسٹ آف لک...... ماں کو صرف ایک ہی تسلی چاہیے ہوتی ہے کہ جو بھی فیصلہ ہو اس کی اولاد کے حق میں ہونا چاہیے...... اس کی اولاد کی خوشیوں کی ضمانت ہونا چاہیے۔''

''ماما...... گارنٹی کارڈ تو مہنگی ترین کار کے ساتھ بھی دیا جاتا ہے...... مگر کبھی، کبھی مینوفیکچرنگ فالٹ کار چلانے

کے بعد ہی پتا چلتا ہے......'' فری نے ماں کو بازو کے گھیرے میں لے کر اپنا سر ان کے شانے سے ٹکا دیا تھا۔ سارہ تو جق دق بیٹھی رہ گئیں۔

اظہر نے تو کمال کر دیا...... انہیں ہر طرح کی duties سے ہی فارغ کر دیا۔ ہر بات کا لاابالی پن سے جواب دینے والی فریشہ سالار کو سالوں کا شعوری سفر دنوں میں طے کرا دیا۔ یہ مادی قوت کا کرشمہ تھا یا محبت وچاہے جانے اور منتخب ہونے کا اعزاز ملنے کا معجزہ...... فی الوقت کوئی مستحکم رائے قائم نہیں کی جا سکتی تھی۔

سارہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے...... بہت محبت سے فری کے سر پر بوسہ دیا۔

☆☆☆

زین نے اپنے سیل فون پر عرشلہ کو میسج ٹائپ کر کے سینڈ کر دیا۔ عرشلہ سامنے ہی چیئر پر بیٹھی تھیں اور آنکھیں بند کیے خیالوں میں گم تھیں، نوٹیفکیشن کی ٹون سن کر چونک کر اپنے سیل فون کی طرف دیکھا جو ٹرالی پر رکھا ہوا تھا۔

عرشلہ، زین کی طرف دیکھے بغیر اٹھ کر آگے بڑھیں اور سیل اٹھا کر میسج اوپن کیا۔

"Mom, say to Fari just come,I am waiting" (مام فری کو بولیں فوراً آئے میں انتظار کر رہا ہوں)

عرشلہ نے چونک کر زین کی طرف دیکھا سیل ابھی تک زین کے ہاتھ میں تھا اور وہ عرشلہ کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

''میں تمہارے فون سے اسے کال کرتی ہوں......'' عرشلہ آگے بڑھیں اور زین کا فون ہاتھ میں لے کر بولیں۔

''اس کا lock اوپن کرو......'' عرشلہ نے فون واپس زین کی طرف بڑھایا۔

زین نے ان لاک کرنے کے ساتھ ہی فری کا نمبر ملایا اور فون عرشلہ کی طرف بڑھا دیا۔

''ring پاس ہو رہی ہے تھوڑی دیر بعد ٹرائی کرتی ہوں......'' عرشلہ نے زین کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ زین کی آنکھوں سے چند آنسو ٹپک کر تکیے میں جذب ہو گئے۔

عرشلہ کے کمزور اعصاب شدید اذیت کا بوجھ برداشت نہ کر سکے۔ خود کو سنبھالنے کے لیے انہوں نے دل تھام لیا تھا۔

☆☆☆

''یہ تو بہت افسوس کی بات ہے......زین کو میسج کر دو کہ ہم ان سے بالکل بھی ناراض نہیں ہیں...... انسان کسی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو تو وہ نارمل لوگوں کی طرح ٹریٹ نہیں کر سکتا...... اس سچویشن میں مارجن دینا چاہیے......''

سالار صاحب اور سارہ لان میں چائے پی رہے تھے کہ فری آ کر زین کی بات کرنے لگی۔ صورت حال ہی ایسی تھی کہ اسے ابھی تک باپ سے اس بارے میں بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔

سارہ تمام حالات وواقعات سے بے خبر تھیں اس لیے ٹکر ٹکر باپ، بیٹی کو دیکھے جا رہی تھیں۔

''تو پاپا...... میں سرور کے ساتھ اسپتال چلی جاؤں......؟''

''شیور...... تمہیں ضرور جانا چاہیے......وہ تو اس وقت بدترین سچویشن فیس کر رہا ہے۔ وہ معافی کیوں مانگیں......؟ غلطی تو میری ہے ناں...... ایک ڈنگر جانور چھپر کے بجائے لگژری بنگلے میں باندھا ہوا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے سالار صاحب کا گویا حلق تک کڑوا ہو رہا تھا۔

اس جملے پر تو سارہ کو زوردار جھٹکا لگا تھا......دل انجانے نامعلوم اندیشوں سے سوکھے پتے کی طرح لرزنے لگا۔ حلق یوں خشک ہو گیا جیسے روزہ کھلنے سے کچھ دیر پہلے کی کیفیت ہوتی ہے۔ سوال پیدا ہو رہے تھے...... مگر قوت گویائی سلب ہو چکی تھی۔

''آپ تیاری کرو فری...... میں سرور کو گاڑی تیار کرنے کا کہتا ہوں......'' سالار صاحب نے سیل فون میجل

کرکٹ بائے سٹہ وٹہ

لوگ کہتے ہیں cricket by chance ہوتا ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ کرکٹ بائے سٹہ ہوتا ہے کیونکہ اس کھیل میں ہار، جیت کا انحصار صرف اور صرف سٹے پر ہی ہوتا ہے۔ ویسے میری کیا اوقات کہ میں سٹے کے لیے لب کھولوں لیکن وہ شاید ایک اچھی چیز ہے۔ اس سے محبتیں بڑھتی ہیں۔ جب دو انجان آدمی یکجا ہوں تو سب سے پہلے موسم پر بات چیت ہوتی ہے پھر ملکی سیاست پر تبصرہ شروع ہو جاتا ہے اس کے بعد کھیل کا نمبر آجاتا ہے۔ لیکن کھیلوں میں ہمارا سدا بہار کھیل کرکٹ ہمیشہ سے لوگوں کی گفتگو کا مرکز رہا ہے۔ کرکٹ کے موضوع پر دو انجانے آدمی بیٹھ کر گھنٹوں گپ شپ کرتے ہوئے اپنا قیمتی وقت آرام سے برباد کر سکتے ہیں۔ پہلے کہا جاتا تھا کہ پڑھو گے لکھو گے بنو گے نواب، کھیلو گے کودو گے ہوگے خراب...... لیکن اب معاملہ اس کے بالکل برعکس ہو گیا ہے اب تو دولت اور شہرت دونوں ہی اس کھیل سے وابستہ ہیں۔ عہدِ طفلی میں لڑکوں کی زبانی گیند بلا کھیلنے کا سنا کرتا تھا تو میں کرکٹ اور گیند بلا کھیلنے کو دو مختلف کھیل تصور کرتا تھا لیکن بعد میں مجھے علم ہوا کہ یہ دونوں ایک ہی کھیل کے دو نام ہیں اور اتفاق سے یہ کھیل کرکٹ کے نام سے زیادہ ہی مشہور ہو گیا۔ کرکٹ کھیلا تو کجا میں نے تو آج تک ٹی وی پر بھی کرکٹ میچ نہیں دیکھا لیکن نہ جانے کیوں یا آج میرا موضوعِ سخن بن گیا بلکہ میرے لیے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ میں کرکٹ کے معاملات میں لڑکیوں سے بھی دو چار ہاتھ آگے ہی ہوں...... آج کل تو گرلز کالج میں بھی لڑکیوں کی کرکٹ ٹیم موجود ہوتی ہے میں نے تو عہدِ طفلی میں ہی کپڑے دھونے کے بلے سے کرکٹ کھیلی۔ تو جوانی میں طبیعت کچھ اس کھیل کی طرف مائل نہ ہوئی...... کیونکہ مجھے کرکٹ کا شوق نہیں اسی وجہ سے اس موضوع پر لوگوں سے بات چیت کرتے ہوئے ذرا کتراتا ہوں۔ بہر حال کرکٹ کے متعلق تھوڑی بہت معلومات ضرور ہیں۔ لیکن پھر بھی ناکافی ہیں مثلاً کرکٹ کی ٹیم میں گیارہ کھلاڑی ہوتے ہیں جو پانچ روزہ میچ میں سفید لباس میں ملبوس ہوتے ہیں اور ایک روزہ میچ میں بھی لوگ رنگین لباس فاخرہ زیب تن کیے نظر آتے ہیں۔ بعض اوقات کمنٹری سننے میں محو ہوں تو میں بھی ان کے ساتھ بات چیت کرنے کے بہانے ایک دو سوال کرکٹ کے متعلق کر لیتا ہوں مثلاً بھائی صاحب! کیا اسکور ہوا ہے، جبکہ مجھے تو اکثر یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کون، کون سی ٹیموں کے درمیان میچ کھیلا جا رہا ہے۔

اقتباس از زراقت، تحریر: مرزا عابد عباس...... پسند: فضہ بتول، بہارہ کہو

ہے اٹھانے سے پہلے ہاتھ میں تھاما ہوا چائے کا کپ ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔ فری تو اتنی جلدی میں تھی کہ اشارہ ملتے ہی اندر دوڑ گئی۔

سارہ ابھی تک ہونق بنی ہوئی تھیں...... فری منظر سے غائب ہو گئی تھی۔ اب نظریں سالار صاحب کا طواف کر رہی تھیں جو سرور کو الرٹ کر رہے تھے۔ سرور کو فون کر کے (جو اپنے کوارٹر میں تھا) انہوں نے سیل فون ٹیبل پر رکھ کر اپنا چائے کا کپ اٹھا لیا اور سارہ کی طرف غیر ارادی طور پر دیکھا۔

"کچھ مجھے بھی تو پتا چلے...... ہوا کیا ہے......؟ زین کو کیا ہوا وہ کیوں ایڈمٹ ہے؟ کسی کا اسپتال میں ایڈمٹ ہونا تو زندگی کا ایک حصہ ہے۔ "ڈائیریا" کا مریض بھی اسپتال میں داخل کیا جاتا ہے۔"

اصل خبر یہ تھی کہ لگژری بنگلے "میں ایک "ڈنگر" جانور بندھا ہوا ہے"، یہ وہ خبر تھی جس کی وجہ سے سارہ کا ذہن منجمد ہو رہا تھا۔

"ہم کافی دنوں بعد اچھے ماحول میں چائے پی رہے ہیں...... اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ میں سارے کام چھوڑ کر یونان کا داستان گو بن جاؤں۔ ریلیکس۔ کوئی اور بات کرو...... زین کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے...... لیکن خطرے سے باہر ہے...... الحمدللہ...... ایک دو دن میں ڈسچارج ہو جائے گا......"

"ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟" سارہ الجھن میں بے ربط سی ہو گئیں۔

"یار، کوئی عقل کی بات کرو، سارہ...... ایکسیڈنٹ، ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، کوئی پلان تو نہیں کیا جاتا...... ایک کپ گرم چائے نکالو...... یہ تو بالکل ٹھنڈی ہو گئی......" انہوں نے آدھا کپ بچی ہوئی چائے کا کپ واپس ٹیبل پر رکھ دیا۔

سارہ سمجھ گئیں کہ سالار صاحب اس موضوع پر بات کرنے کے موڈ میں نہیں سو انہوں نے مزید سوال کرنے کا

ارادہ ترک کر دیا۔ وہ بھی یہ سوچ کر کہ خبر لینے کا ایک معتبر ذریعہ ان کے پاس موجود ہے۔ وہ ثمرہ سے سب کچھ آرام سے معلوم کر سکتی تھیں۔

☆☆☆

''اگر بھائی نے میرا حصہ نہ دینا ہوتا تو وہ ذکر ہی کیوں کرتے...؟ کیوں ان سے الجھ رہے ہو؟ میں نے تو کبھی بھائی سے اپنے حق کی بات ہی نہیں کی تھی۔ نہ کر سکتی تھی......'' آخری الفاظ ثمرہ نے منہ ہی منہ میں ادا کیے۔

''اب گھر سے نکالنا بھی تو ہے...... کوئی پاپ تو دینا پڑے گا...'' واصف نے جواب دے کر فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی اسٹینڈ سے خالی گلاس اٹھایا اور ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھ گیا۔ جیسے تسلی سے ٹھنڈا پانی پی کر اندر کی بھڑکتی آگ بجھانا چاہتا ہو۔

''کتنے بدگمان ہو تم...... مگر میں احسان فراموش نہیں ہوں...... جب انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا تم میری گود میں تھے...... شروع میں جب میں جاب نہیں کرتی تھی میرا اور میرے بچے کا پورا خرچہ برداشت کرتے تھے۔'' ثمرہ نے صوفے پر کشن سر کے نیچے رکھا اور نڈھال ہو کر پاؤں پھیلا کر لیٹ گئیں...... جیسے لاحاصل بحث نے تھکا مارا ہو۔

''اب میں تمہاری نہیں سنوں گی...... چلی جاؤں گی یہاں سے...... بھائی کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے...... تم نے انہیں مجبور کیا ہے جو وہ ہمیں جانے کا کہہ رہے ہیں۔'' وہ ویسی گڑگڑاتی آواز میں بول رہی تھیں۔

''میرا جھگڑا صرف ایک بات پر ہے ماں...... قانون ایک نہیں ہے...... میری ماں کے لیے الگ قانون، بیٹی کے لیے الگ...... میری ماں کا فیصلہ غلط تھا یا گج...... اس کی کسی نے نہیں سنی۔''

''ہاں تو ثابت ہو گیا ناں کہ میرا فیصلہ غلط تھا...... سب ٹھیک تھے میں غلط تھی......'' ثمرہ نے واصف کی بات کاٹ دی تھی۔

''اور ان کی بیوقوف بیٹی کو تو غلط، گج ہر طرح کے فیصلے کا اختیار ہے۔ وہ تو کسی کی سنتی نہیں ہے...... راتوں کو سنانے میں کلاس فیلو کے ساتھ روڈوں پر ہوتی ہے۔''

''اس کے ماں باپ زندہ ہیں...... تم ہوتے کون ہو......؟'' ثمرہ گویا پھٹ پڑیں۔ اس جملے پر واصف نے ثمرہ کی طرف چونک کر دیکھا تھا۔ ایک سوچ کا عکس آنکھوں میں لہرایا تھا۔

''ٹھیک ہے ماں...... مسئلہ میری وجہ سے ہے...... آپ سے تو ماموں کو کوئی مسئلہ نہیں...... میں چلا جاتا ہوں......'' اس نے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''اب تم مجھے اس طرح دباؤ میں لاؤ گے......؟'' ثمرہ نے بھیگی آنکھیں چھپانے کے لیے بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

''ایک ایسا انسان جس نے مجھے ہمیشہ موٹر مکینک کا ''چھوٹا'' بنا کر رکھا وہ ایک دم سے اتنا اچھا کیسے ہو گیا کہ بہن کے حق کی باتیں کرنے لگا...... ماں کہتیں تو میں یقین بھی کر لیتا......'' یہ کہہ کر واصف نے ایک سانس میں ہی گلاس خالی کر دیا۔ اب ثمرہ بے بسی کے ایسے مقام پر آ کھڑی ہوئیں جہاں انسان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر خود کو وقت کی لہروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے۔ ہر طرح کی مزاحمت ترک کر دیتا ہے۔

''جو لڑکی ماں، باپ سے ٹکرا کر کسی غیر کو اپنا سمجھتی ہے...... اسے کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا......'' باپ کی گرجدار آواز آج تک پیچھا کر رہی تھی۔

''قسم ہے پیدا کرنے والے کی...... بابا...... آپ نے ٹھیک کہا تھا۔'' وہ سسکیں۔

''سال، چھ مہینے میں بیٹی کی شادی کی بات کر رہے تھے وہ...... مطلب سنبھالی نہیں جا رہی......'' واصف چند گھنٹے پہلے ہونے والی باتوں کی زد میں تھا۔

''سالار صاحب ،فری کی شادی کی بات کر رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کوئی بنیاد ضرور ہے۔''

''ہو جائے شادی...... مجھے کیا......'' اس نے لاشعوری طور پر اپنے بازو پر ہاتھ رکھا جو مرہم پٹی کے بعد آستین میں زخم چھپائے ہوئے تھا۔

درد کی ایک لہر نے سارے وجود میں برقی رو دوڑا دی...... یہ بازو کا زخم تھا یا زخم دل...... جو بھی تھا...... درد کا احساس شدید تھا۔

اس نے ماں کی طرف دیکھا وہ ہنوز بازو آنکھوں پر رکھے لیٹی تھیں۔

☆☆☆

زین کی حالت دیکھ کر فری کی اپنی حالت غیر ہو گئی۔ ایک شدید احساس جرم نے اسے اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا۔

''میں نے اسے بلایا تھا۔ میرے گھر آنے سے پہلے یہ بالکل ٹھیک تھا۔'' وہ زین کے قریب کھڑی تھی۔ عرشلہ چیئر پر بیٹھی تھیں۔

''I am sorry...... زین، تم میری وجہ سے اتنا سفر کر رہے ہو۔''

''ایسے مت بولو۔'' زین نے انگلی کے اشارے سے اسے کہا۔

''فری، ہگٹ انسان کو کہا جاتے ہیں۔ تم نے میرے بیٹے کو نقصان پہنچانے کا کوئی پلان تو نہیں کیا تھا۔ یہ پہلے بھی تمہارے گھر جاتا رہا ہے بلکہ میں تمہارے پاپا کو گھر جا کر سوری بولوں گی۔ وہ بیچارے تو اپنے ضروری کام چھوڑ کر زین کی عیادت کو آئے تھے۔ بس میں زین کو دیکھ کر پاگل ہو گئی تھی۔''

''نو پرابلم آنٹی! پاپا خود بھی سمجھ سکتے ہیں۔ ایسی سچویشن میں انسان کنٹرول کھو سکتا ہے۔'' فری نے کہا۔

''لیکن یہ بول کیوں نہیں رہا؟ جب اسے ہوش آیا تھا تب تو یہ بات کر رہا تھا ناں۔ تب ہی تو اس نے آپ کو میرے ڈاکٹر کزن کے بارے میں بتایا تھا۔'' فری نے پلٹ کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔ زین نے کرب سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

''obviously...... بہت آہستہ آواز میں بات کر رہا تھا مگر بات سمجھ آ رہی تھی۔ بس یہ چین کر کے بعد کافی دیر سو کر جاگا تو اس کی آواز بند تھی۔'' عرشلہ روہانسی ہونے لگیں۔

''ڈاکٹر بھی کچھ بتا رہے ہوں گے؟ کیا کہہ رہے ہیں؟'' فری بہت پریشان تھی۔

''وہ تو تسلی دے رہے ہیں۔ ENT سپیشلسٹ نے جو ٹیسٹ لکھے تھے وہ رپورٹ تو ٹھیک ہے، اب کہہ رہے ہیں یہ نیورولوجی والے بتائیں گے۔ دیکھو شام تک کیا رپورٹ آتی ہے۔'' عرشلہ نے گہری سانس لی۔

''سی ٹی اسکین، ایم آر آئی...... اب تو سب ہی کچھ ہو گا...... اور بھلا تسلی کیا دے رہے ہیں...... یہ تو بل بنا رہے ہیں۔ آپ سے بہت سارا پیسہ لے کر صرف تسلی دے رہے ہیں۔'' فری کے نازک اعصاب اس انتہائی سچویشن کی تاب نہیں لا پا رہے تھے۔

''کہہ رہے ہیں کہ ہو سکتا ہے دماغ کے کسی حصے میں کوئی چوٹ لگی ہو جس سے ساؤنڈ سسٹم وقتی طور پر effect ہوا ہو۔ آہستہ آہستہ بولنے لگے گا۔''

''may Allah the great'' فری نے جذبے کی گہرائی میں ڈوب کر بے ساختہ کہا تھا۔

زین اب فری کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

''دیکھو، تمہیں مل کر کتنا خوش ہوتا ہے۔'' عرشلہ، زین کو مسکراتا دیکھ کر گویا کھل اٹھی تھیں۔

☆☆☆

''اتنا کچھ ہو گیا۔ میں کون سا مینے گزار کر آئی ہوں۔'' سارہ، ثمرہ کے ساتھ باہر ٹیرس میں بیٹھی تھیں اور بہت اذیت میں مبتلا نظر آ رہی تھیں۔

''بس بھابی، شاید سنگل پیرنٹ کے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ بچپن میں ماں سے محروم ہو جائیں یا باپ سے ایک بڑی اہم کمی تو پھر زندگی میں رہتی ہے ناں..... اور پھر ماں نے بھی شرمندہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہو۔'' ثمرہ کی آواز بھرا گئی۔

سارہ چند لمحے گہری سوچ میں ڈوبی رہیں پھر گہری سانس لے کر ثمرہ کی طرف دیکھا۔

''ثمرہ، سالار کی ریٹائرمنٹ قریب آ رہی ہے۔ ایک وقت میں ہمیں بھی یہ گھر چھوڑنا ہوگا۔ سالار نے اپنا گھر بنانے کی کوششیں شروع کر دی ہیں، آہستہ آہستہ کام چل رہا ہے۔ تم واصف کو سمجھاؤ کہ ایک دن یہ گھر تو چھوڑنا ہی ہے۔ ماموں کی بات رکھ لے گا تو تعلق ہمیشہ بنا رہے گا۔''

سارہ کی بات پر ثمرہ نے چونک کر اُن کی طرف دیکھا تھا۔ وہ جو سوچ رہی تھیں، سارہ کا ردِعمل اس کے برعکس تھا۔

''بات یہ ہے ثمرہ، میں تو سرے سے فری کی جلدی شادی کے حق میں نہیں ہوں۔ بہت لاابالی پن ہے، منہ پھٹ بھی ہے گھر گرہستی کی الف ب پتا نہیں مگر سالار کے دوست کو سلیقہ مند بہو کے بجائے ''فری'' چاہیے۔ پیچھے پڑ گئے، لڑکا بہت قابل ہے، شکل صورت اچھی ہے، مسکراتے ہوئے اللہ سے ڈر لگتا ہے۔'' فری کا اس قصے میں کیا کردار ہے۔ سارہ صاف گول کر گئیں اس لیے کہ پھر بات فری کی نہیں، سالار صاحب کی بیٹی پر آتی اور تمام حقائق سے آگاہ سارہ یہ سچ بتانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھیں۔

ثمرہ ایک ٹک حیرت سے بھاوج کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''اچھا، جب ہی بھائی فری کی شادی کی بات کر رہے تھے۔ یعنی رشتہ آیا ہوا ہے۔'' وہ خود کو مرتب کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''ہاں ناں، ابھی تو اس کی ڈگری بھی مکمل نہیں ہے۔ ہم نے کون سا ''ضرورتِ رشتہ'' میں اشتہار دیا تھا۔''

''بھائی، سال چھ مہینے کی بات تو کر رہے تھے۔ میں یہی سمجھی کہ انہوں نے ارادہ کیا ہے۔'' ثمرہ نے سارہ کی آنکھوں میں دیکھا۔ سارہ یک دم نظر چرا کر دوسری طرف دیکھنے لگیں۔

''فی الحال تو دونوں باپ، بیٹا امریکا سے آ رہے ہیں۔ نکاح کر کے واپس چلے جائیں گے۔ نکاح کے بعد ظاہر ہے ڈاکومنٹس تیار ہوں گے، اس میں بھی اچھا خاصا وقت لگ سکتا ہے۔'' سارہ اب اٹھنے کے لیے پر تولنے لگیں۔

''امریکا......؟ اتنی دور......؟ بھابی......!'' ثمرہ کو زوردار جھٹکا لگا تھا۔

''بس قسمت کا لکھا سمجھو لو۔''

''میں تمہارے پاس ہی آ رہی تھی تو یہ نعیم بھائی کے ساتھ فون پر لگے ہوئے تھے، انہیں بھی آج چین پڑ جائے گا۔ روز فون آ رہے تھے ان کے، میں تمہیں کیا بتاؤں۔''

''نعیم بھائی...... وہ جو ڈی ایچ اے فیز ٹو میں رہتے تھے ناں۔ بھائی کی ان سے بہت دوستی تھی، وہ گھر بھی آتے تھے، ان کی مسز بھی کبھی کبھی آتی تھیں۔''

''ہاں وہی۔ بیگم تو بے چاری اب دنیا میں نہیں ہیں۔ بڑا بیٹا فیملی کے ساتھ وہیں امریکا میں دوسری اسٹیٹ میں رہتا ہے۔ دونوں باپ بیٹا نیویارک میں ہیں۔ نکاح بھی کوئی چھوٹا کام نہیں۔ بہت تیاری کرنی ہے مجھے۔'' سارہ اٹھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ ثمرہ شاید پچیس سال پیچھے پہنچی ہوئی تھیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ''دُکھ بدن'' ہے۔
محبت پہاڑ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب ... سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا اسفل سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا عجب اتنا عجب لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو رویوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 11

''کمال لڑکی ہے آپ کے سگے بھائی کی بیٹی...... میں تو سمجھ رہا تھا تاریخ خود کو دُہرائے گی اور یہ نیم پاگل لڑکی اس ڈی لڑکے سے شادی کے لیے ظالم سماج سے ٹکرائے گی۔ خیر، اب جو پھنسا ہے وہ شاید اس ڈی سے زیادہ دولت مند ہوگا۔''
رات گئے جب کھانا کھا کر واصف اپنے بیڈ پر لیٹنے کے بجائے شمر کے تخت پر سیدھا، سیدھا لیٹ کر ماں سے اپنی دن بھر کی مصروفیات کا ذکر کر رہا تھا تو شمر نے اس کا موڈ دیکھ کر بات کرنے کا راستہ بنایا تاکہ اس سے خوش دلی

UUNovels.com
digest Novels Lovers group

اور عزت کے ساتھ یہ گھر چھوڑنے کی بات کریں۔ لائن پر آنے سے پہلے انہوں نے بطور خوشخبری فری کے نکاح کا بھی ذکر کر دیا تھا۔

اس ''خوشخبری'' کو سن کر واصف کو کوئی جھٹکا لگا نہ چونکا، البتہ چند ثانیے کے لیے جسم بے حس و حرکت ضرور ہوا تھا اور آنکھیں شمسہ کے چہرے پر جم گئی تھیں۔ کسی نادیدہ ذی روح نے وقتی طور پر اس کی سانس سلب کر لی تھی جو جلد ہی بحال ہو گئی تھی۔

چھوٹی عمر میں بھاری پتھروں کی چوٹ کھانے والے یا تو ریت کی طرح بکھر جاتے ہیں یا چٹان کی طرح جم جاتے ہیں۔ چٹان کی طرح جمنے کے لیے کوئی عظیم الشان محبت کی قوت درکار ہوتی ہے۔ وہ محبت کی قوت اس کی زندگی کا عظیم حصہ تھی، وہ تھی ماں سے محبت۔ ہوش سنبھالنے کے بعد سے آج تک اس نے اپنی ماں جیسی نفس کشی کرنے والی کوئی دوسری عورت نہیں دیکھی تھی۔ میک اپ نام کی کوئی شے اس کے گھر میں موجود نہیں تھی، ایک قدیم سرمہ دانی تھی جو کبھی چینل کی تھی اب کالی ہو چکی تھی اور خالی بھی تھی، سردیوں کے لوازمات لوشن پیٹرولیم جیلی، سر میں لگانے والے تیل، شیمپو کے علاوہ ''سنگار'' کے نام پر کوئی شے دکھائی نہ دیتی تھی۔

سفید، گرے، براؤن، ہلکے انگوری، کریم کلر یا موتیا کلر کے ملبوسات...... اتنی محتاط تو نئی، نئی بیوہ ہونے والی عورت بھی نہیں ہوتی۔ اس کی فضول بکواس پر صبر، اس کے غصے پر سہہ جانے کا باوقار عمل، شب بیداری، تہجد گزاری، ذکر تلاوت، بامعنی کتب کا مطالعہ اور گھر کے کام کاج، شیر خوار بچے کے ساتھ نفس کشی کی ساری منزلیں طے کرتی آج یہاں تک آ چکی تھیں کہ وہ شیر خوار بچہ پانچ فٹ آٹھ انچ کے صحت مند نوجوان میں تبدیل ہو چکا تھا۔

''میرا خیال ہے ہمیں فری کے نکاح سے پہلے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔'' شمسہ کو اس کی طویل خاموشی نے اصل بات کرنے کا حوصلہ دیا۔

''کمال بات کر رہی ہیں ماں...... تقریب کی وجہ سے ماموں پر بہت ''لوڈ'' آئے گا۔ خالی دیواروں کو اپنا غلام واصف سمجھ کر آوازیں لگائیں گے۔'' اس نے اپنی سانس پر مکمل قابو پا لیا تھا۔ نبض گھڑی کی رفتار کی طرح مرتب تھی۔

''جب انہیں تمہاری مزید غلامی کی ضرورت نہیں تو تمہیں کیوں فکر ہو رہی ہے؟''

''ماں...... ماموں سے بولیں ہم فری کے نکاح کے اگلے ہی دن یہاں سے اپنے "so called" سوئٹ ہوم شفٹ ہو جائیں گے۔'' وہ بالکل جذبات سے عاری لہجے میں آنکھیں بند کیے بات کر رہا تھا۔

شمسہ نے چونک کر واصف کی طرف دیکھا تھا۔

''ہر سیدھی بات میں ضد کا پہلو نکال لیتے ہو، ہمیں شفٹنگ میں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا، بھائی نے بتایا تھا کہ وہ کمپنی سے ٹیم بلالیں گے، وہ سارا کام کرتی ہے۔ شفٹنگ، پیکنگ، لوڈنگ سب وہی کرتے ہیں۔ تم بالکل ڈسٹرب نہیں ہو گے۔ یونیورسٹی کی چھٹی ہو گی نہ تمہاری ٹیوشنز پر اثر پڑے گا۔'' شمسہ گویا مکمل ذہن بنا چکی تھیں یہاں سے فوری جانے کا اور اب واصف کی ذہن سازی کر رہی تھیں۔

''ماشاء اللہ...... کتنے اچھے ہیں ماموں...... کتنا خیال کرتے ہیں ہمارا۔ جب سارے اچھے، اچھے ماموں مر گئے تھے تو میرے یہ ماموں پیدا ہوئے تھے۔'' اب یہ کہتے ہوئے وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا، جیسے تن سازی کی مشق کرتے ہوئے سیدھا لیٹنے کے بعد بغیر زاویہ بدلے اٹھ کر بیٹھتے ہیں۔

''اس میں تو کوئی شک نہیں، بھائی میرا بہت اچھا ہے۔ ناراض سہی، اپنی ذمے داریوں سے نہیں بھاگا۔ اسی کے احسانات ہیں جس کی وجہ سے عزت سے ملازمت کر رہی ہوں، اللہ میرے بھائی کو صحت والی لمبی عمر دے، آمین۔'' شمسہ یہ کہہ کر آگے بڑھیں اور گلاس اٹھا کر ڈسپنسر سے پانی بھرنے لگیں۔ واصف نے اترنے کی نیت سے تخت سے پاؤں لٹکائے۔ وہ گہری اور سوچتی ہوئی نظروں سے ماں کی

پشت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

"کئی بار اسے اسپیشل کہہ چکی ہو، ایسا کیا ہے؟ کیمبرج پڑھ رہا ہے، پاکستان کے دو پرسنٹ میں consider کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی disorder ہے بھی تو یورپ، USA میں ٹریٹ منٹ بھی ہو سکتی ہے۔ اینا کیا مسئلہ ہے مجھے سمجھ نہیں آ رہا۔" انصر خوشگوار لمحات میں زین کے ذکر پر کچھ چڑ سا گیا تھا۔

"perhaps I can't explain" فری قدرے ڈر گئی۔

"آپ یوں سمجھ لیں انصر...... جیسے ہارمونز ڈس آرڈر ہے یا ہارمونز بائی برتھ بیلنس نہیں ہیں، اس کے بات کرنے، چلنے پھرنے میں ہلکی سی لڑکیوں جیسی لگ آتی ہے۔" فری سوچ، سوچ کر بول رہی تھی۔

"کم آن فری...... یہ آج کل فیشن ہے۔ بریسلیٹ، پونی، ائر رنگ، چین، ہیئر بینڈ...... خود بخود لڑکیوں والی لگ بن جاتی ہے۔ اب وہ تھوڑا سا لڑکیوں کے اسٹائل میں بول لیتا ہوگا، تم اسے میڈیکل curse کرنے لگیں، کوئی اور بات کرو ڈیئر۔"

"آئی ایم سوری انصر...... آج میں نے پٹر، پٹر بولنے والے زین کو ٹوٹلی dumb (گونگا) دیکھا ناں تو کافی ڈسٹرب ہوگئی تھی۔ اب دیکھو ناں وہ prep کلاسز سے میرا فیلو ہے، feel تو آتی ہے ناں۔ its so natural" (قدرتی سی بات ہے)

''definitely......اب نکاح ceremony کے لیے آرہا ہوں ناں تو تمہارے ساتھ اس کی عیادت کے لیے جاؤں گا۔ جو کچھ بھی تمہارے نزدیک امپورٹنٹ ہے میرے لیے بھی وہ سیریس میٹر ہے۔ جس شے کو تم importance دو گی، وہ شے میرے لیے most important ہو گی۔ اب ریلیکس کرو سوئٹ ہارٹ۔''
انصر کے انداز بہت ہی دل موہ لینے والے تھے۔
''تھینک یو انصر۔'' وہ تشکرانہ مسکرائی۔
''سو سوئٹ۔'' انصر نے لیٹے، لیٹے پہلو بدلا۔
''فری ٹائم زیادہ نہیں ہے۔ تمہیں برائیڈل ڈریس بھی تیار کرانا ہوگا۔ کل سے شاپنگ شروع کردو۔ پاپا، انکل کے اکاؤنٹ میں فنڈ ٹرانسفر کردیں گے۔'' انصر کی نظروں سے محبت کی روشنیاں پھوٹ رہی تھیں، گویا جان نچھاور کر رہا تھا۔ قدرتی طور پر فری کو حیا سی آگئی۔ اس نے خاص ادا سے نظر چرالی۔ میرون چیک کے شب خوابی کے لباس میں انصر بہت شاندار دکھائی دے رہا تھا۔
امریکا میں آدھی رات ہو رہی تھی اور فری کے کمرے کی کھڑکیوں سے سورج کی کرنیں اجالے بکھیر رہی تھیں۔ اسے گہری نیند سے انصر نے جگایا تھا اور ویڈیو کال اٹینڈ کرنے کے فوراً بعد اس نے ایک ایسا جملہ کہا کہ ساری زندگی جاگتے رہنے کو جی چاہا۔
''مجھے پتا تھا تم سو رہی ہوگی، میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ جب تم گہری نیند سے جاگتی ہو تو کیسی لگتی ہو۔''

☆☆☆

واصف سونا چاہتا تھا اور گہری نیند سونا چاہتا تھا مگر رات بھر پلک نہیں لگی تھی، کروٹیں بھی بدلیں، کھڑکی سے بھی جھانکا، یہاں تک کہ پو پھٹی اور اجالے بکھرنے لگے۔
''چلو آج سے خود کو چیک کرتے ہیں، کتنا جیتے ہیں...... کتنا مر سکتے ہیں...... خواہش کی شدت کو توانائی میں ڈھال کر بہت سارا کام کرتے ہیں کیونکہ زندگی بہت چھوٹی سی ہے اور کام بہت سارے ہیں۔'' اس نے بستر چھوڑنے سے پہلے ورزش کے ہلکے پھلکے اسٹیپس لیے۔
کمال بات یہ تھی کہ عموماً رات بھر جاگنے کی وجہ سے طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے، دماغ کی کارکردگی صفر ہو جاتی ہے مگر اس کا انداز ایسا تھا گویا سورج افق پر طلوع نہیں ہوا، اس کے دماغ میں طلوع ہوا ہے۔

آج ہم نے خود پہ ہنس کے
جینے والوں کی نقل اتاری ہے

☆☆☆

نیویارک میں رات کے نو بجے تھے اور پاکستان میں صبح کے سات، جب انصر نے اسے جگا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ کالج جانے کی وجہ سے جاگ چکی ہوگی۔ عموماً وہ ساڑھے سات بجے اٹھ جاتی تھی اور ساڑھے آٹھ تک کار میں بیٹھ جاتی تھی مگر انصر سے پندرہ منٹ بات کر کے وہ دوبارہ سو گئی تھی۔
سارہ نے جب اسے آٹھ بجے بھی سوتا پایا تو آکر جگا دیا۔
''آج پھر چھٹی کرنے کا پروگرام ہے؟''
''کیا ہے ماما...... ابھی، ابھی تو سوئی تھی۔'' وہ نیند میں بڑبڑائی اور تکیے میں منہ دھنسا دیا۔
''ہیں......؟ کیا مطلب......؟ رات بھر کیا کرتی رہیں؟'' سارہ کی حیرانی بجا تھی۔
''لیٹ سوئی تھی، آج اسائنمنٹ جو submit کرانا ہے، صبح صبح انصر نے جگا دیا۔'' وہ درحقیقت گہری نیند

میں تھی۔اس حالت میں انسان صرف سیدھی،سیدھی بات کرتا ہے۔

سارہ ہق دق سی کھڑی رہ گئیں۔خود کو سنبھالنے میں چند لمحات صرف ہوئے پھر بمشکل گویا ہوئیں۔

''اسائنمنٹ submit کرانا ہے تو اٹھ کر تیار ہونا ہوگا، ناشتا بھی کروگی، کوئی ٹائم ہے تمہارے جانے کا، صرف پڑھائی میں کچھ کردکھا رہی تھیں۔ہاتھی نکل گیا،بس دم رہ گئی اور تم detrack ہو رہی ہو۔'' سارہ نے اب اسے حواسوں میں لانے کی مضبوط نیت کر لی تھی اس لیے اس کی نیند کو خاطر میں نہ لائیں اور جھاڑ پلا دی۔

''کیا ہے ماما...... صبح صبح ہاتھی اور دم...... اتنے بڑے ہاتھی کی سکس انچ کی تو دم ہوتی ہے...... اسے tail تو consider ہی نہیں کیا جانا چاہیے۔'' فری نیند میں چڑچڑی ہونے لگی۔

سارہ نے چند ثانیے خاموش رہ کر اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھا پھر پورے جذبے اور زندگی کی حرارت سے بھرپور ایک گہری سانس کھینچی۔

''تمہارے نکاح کے ڈریس کے لیے بھی جانا ہے۔کالج سے واپس آؤگی تو لے کر جاؤں گی۔نعیم بھائی نے پانچ لاکھ روپے تمہارے پاپا کو ٹرانسفر کر دیے ہیں، ایک دن میں تو ساری شاپنگ نہیں ہو جائے گی۔''

فری نے مندی، مندی آنکھوں سے ماں کی طرف دیکھا اور جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔سارہ کا تیر نشانے پر لگا تھا، خطا ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

''five lac (پانچ لاکھ)......؟ صرف میری شاپنگ کے لیے......؟ یہ تو fun ہو جائے گا ماما...... آپ ریڈی رہیے گا، میں کالج سے آتے ہی آپ کے ساتھ چلوں گی۔'' جوش و خروش ایسا گویا سمندر ابل پڑا۔پانچ لاکھ کی شاپنگ کے احساس نے تو نیند کو ایسا دفع دور کیا کہ انگ، انگ میں بجلیاں دوڑنے لگیں۔چھلانگ مار کر بیڈ سے اتری اور واش روم کی طرف بھاگی۔

''شادی کتنی بڑی ذمے داری ہے...... کیا فری جیسی لڑکی اس بندھن کی سنجیدگی کا احساس کر پائے گی...... کھلونے کے لیے مچلنے والے بچے سے زیادہ فرق نہیں...... دیار غیر میں جب وہ ان دونوں باپ بیٹے کے سامنے ہوگی تو وہ اسے سالار صاحب کی اکلوتی بیٹی کے طور پر نہیں لیں گے...... پھر وہ بیوی اور بہو ہوگی۔''

سارہ کیونکہ ہمیشہ سے ذمے دار بیٹی اور ذمے دار بیوی کے منصب پر فائز رہی تھیں، وہ اپنے تجربات کی پابند تھیں۔جب کچھ بھی واضح نہ ہو تو صرف وسوسے اور اندیشے ہی جال پھینک کر شکار کرتے ہیں۔

☆☆☆

''یہ دو نشانیاں دے کر جا رہی ہو...... یہ مجھے تم سے connecet رکھیں گی۔'' واصف واش روم میں شیو بناتے ہوئے خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے زہر خنداں نظر آیا۔

بازو پر اب بھی پٹی بندھی تھی۔تھپڑ کا نشان جلدی مٹ جایا کرتا ہے مگر سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تھپڑ کے نشان دل پر منتقل ہو جاتے ہیں، اس لیے چہرے سے جلدی غائب ہو جاتے ہیں۔

''وہ جو تمہیں لے جا رہا ہے، شاید اسے تم سے محبت ہو جائے مگر اس کے نصیب میں محبت نہیں ہوگی۔امارت پرست، دولت کے پجاری اپنے آپ سے بھی نہیں ملتے...... اور جو اپنے آپ سے نہیں ملتا، محبت اس کے دل میں کبھی نہیں اترتی۔لیکن مجھے کیا...... دنیا میں بے شمار لوگ ہیں جو حقیقی محبت کا ذائقہ چکھے بغیر مر جاتے ہیں...... انہی میں سے ایک احمق یہ بھی ہے جو تمہیں شریک سفر بنا رہا ہے۔انہی میں سے ایک احمق میں بھی ہوں جو تمہیں کسی پروجیکٹ کی طرح سوچ رہا ہوں۔''

''واصف...... چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے، لیٹ ہو رہے ہو۔میری وین آنے والی ہے، میں بس نکل رہی ہوں۔''

ماں کی آواز خیالات کی یلغار سے نجات کا باعث بن گئی تھی۔

اس نے جلدی، جلدی منہ پر چھینٹے مارنے شروع کر دیے۔ ہوش آ گیا تھا، وہ واقعی لیٹ ہو رہا تھا۔

☆☆☆

''تم نے زین سے معلوم کیا، یہ شریف الدین کون ہے؟'' عرشلہ گھر میں داخل ہوئی نہیں اور ثمینہ نے انہیں آ لیا۔

''کم آن ممی...... میں رات سے rest less ہوں، گھر ریسٹ کرنے آئی ہوں، ٹوٹو بھی آج دو گھنٹے سے زیادہ نہیں رک سکتی۔ اس کی کوئی شیڈول میٹنگ ہے۔'' عرشلہ بولتی ہوئی اپنے بیڈ روم کی طرف جا رہی تھیں، لہجہ تھکن سے چور تھا، چڑ چڑی ہو رہی تھیں۔

''ایک سیریس معاملے کو تم کتنا لائٹ لے رہی ہو۔ تمہیں پہلی فرصت میں پوچھنا چاہیے تھا۔'' ثمینہ بھڑک کر گویا ہوئیں۔

''ممی...... میرا بیٹا سیریس پیشنٹ ہے، میرے۔ لیے اس سے زیادہ سیریس میٹر اور کوئی نہیں ہو سکتا...... اس گھر میں شریف آ رہے ہیں، کمینے، الو کے...... آ رہے ہیں go to hell all of them'' عرشلہ نے کھٹ سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو کر دھڑ سے بند کر دیا۔

ثمینہ چند ثانیے کے لیے ہونق سی ہو کر رہ گئیں۔

''منہ میں گولڈ اسپون (سونے کا چمچہ) لے کر پیدا ہوئی تھی، اس لیے پتا نہیں ہے کہ سونے کا چمچہ کتنی محنت، مشقت کے بعد ہاتھ آیا تھا...... میرے مرنے کی دیر ہے، یہ تو سارے assets (اثاثے) ٹھکانے لگا دے گی۔ میں تو کب سے بیڈ پر ہوں، اکاؤنٹس بھی چیک نہیں کیے...... اس نے تو ویزا کارڈ کو کھل جا سم، سم کی key بنا لیا ہوگا...... ابھی بینک فون کر کے اسٹیٹ منٹ منگواتی ہوں...... پھر لیتی ہوں اس کی خبر۔''

وہ فون کرنے کے ارادے سے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ ہاتھی دانت سے بنی چھڑی جس کا دستہ خالص سونے کا تھا جو اُن کی دادی کی نشانی تھی، آج کل وہ استعمال کر رہی تھیں۔ عجلت کے باعث چھڑی بھی پھسل رہی تھی کیونکہ ایک اور خوف نے آ لیا تھا۔ اچانک یاد آیا تھا کہ ان کا اپنا ذاتی ویزا کارڈ لاپتا ہے...... اور وہ روزانہ تلاش کرنا بھول جاتی ہیں۔

''ہو نہ ہو، عرشلہ کے پاس ہی ہوگا۔'' ساتھ، ساتھ خود کو تسلی بھی دے رہی تھیں۔

''بتا رہی تھی بارہ لاکھ سے زیادہ کا بل بنا تھا...... خیر، وہ تو بینک سے پتا چل جائے گا...... سمجھو تیرہ لاکھ میرے علاج پر لگ گئے...... چار، پانچ لاکھ زین کے سر سے وارے گی...... پانچ لاکھ کی ring گم ہو گئی...... دو تین لاکھ اس نے ویسے ہی ٹھکانے لگا دیے ہوں گے...... ستر لاکھ کے پرافٹ سے پچیس لاکھ کم ہو گئے...... او مائی گاڈ۔'' بیڈ پر بیٹھتے ہی انہیں چکر سے آنے لگے۔

ستر سال کی عمر میں ستر لاکھ کا کھاتا...... ستر لاکھ بھی وہ جو صرف چار مہینوں میں اکاؤنٹ میں آئے تھے، جس میں سے پچیس لاکھ نفی ہو رہے تھے۔

ذہنی دباؤ سے زندگی کے ستر گھنٹے نفی ہو رہے تھے...... یہ بات کون سمجھاتا؟ پلاسٹک کی ٹیوبوں کے سہارے دھڑکنے والا دل اب ستر، بہتر جھٹکے سہنے کے قابل بھی نہیں تھا۔

''پتا نہیں کہاں، کہاں لٹایا ہوگا...... اسٹیٹ منٹ دیکھ کر کہیں دوبارہ اٹیک نہ ہو جائے...... بس میرے مرنے ہی کا انتظار ہو رہا ہے۔''

فون ہاتھ میں لیتے ہی اب نئے طرح کے اندیشے سر اٹھانے لگے تھے۔

☆☆☆

''میرا خیال ہے شمسہ جانے کے لیے تیار ہے۔ شاید واصف اسے مفت ٹائم دے رہا ہے۔''

سارہ، شوہر کو من بھاتا ناشتا کرا رہی تھیں اس لیے سالار صاحب کا موڈ بھی بہت خوشگوار تھا۔ بکرے کا مغز،

دیسی گھی کے تڑکے والا سرسوں کا ساگ اور چپڑی روٹی۔ پراٹھا کھانا عرصہ دراز سے چھوڑ چکے تھے۔
آج آفس جانے کے بجائے انہیں ایک بجے میٹنگ کے لیے آواری ہوٹل جانا تھا اس لیے بھی معمول کی بھاگ دوڑ کے بجائے سکون کا عالم تھا۔
"ہوں...... وہ تو میرے سامنے کبھی اپنی بات نہیں رکھتی، جو کہتا ہوں مان لیتی ہے۔ اصل میں تو یہ لڑکا مسئلے کرتا ہے...... وہ جو کہتے ہیں ناں کہ

باپ پہ پوت نسل پہ گھوڑا
بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا"

بولتے، بولتے سالار صاحب کا لہجہ تیکھا ہو گیا تھا۔ سارہ ڈر گئیں۔ انہیں اندیشہ لاحق ہوا مبادا صبح سے کی گئی محنت اکارت چلی جائے۔ اصل میں تو انہوں نے فری کے لیے کچھ خاص بات کرنا تھی اس لیے ناشتے پر معمول سے زیادہ محنت کی تھی۔
بڑے بوڑھے کہتے تھے بلکہ کہتے ہیں کہ شوہر کے دل میں اترنے کا راستہ معدے سے ہو کر جاتا ہے۔
"پھر آج میں فری کو شاپنگ کے لیے لے جاتی ہوں۔ آرڈر کا تو وقت نہیں ہے، کوئی تیار ڈریس ہو دیکھ لیتی ہوں۔ وہ تو ڈیزائنر سے کم پر راضی نہیں ہو گی۔ اب پتا نہیں وہاں کوئی ریڈی میڈ مل جائے گا یا وہ صرف آرڈرز پر ہی کام کرتے ہیں۔" انہوں نے جلدی سے باتوں کا رخ فری کی طرف کر دیا تھا۔
"اسے کسی معاملے میں فورس مت کرنا۔ ہر لڑکی کی زندگی میں یہ ایونٹ بہت اہم ہوتا ہے۔ نعیم نے ڈالرز بھجوائے ہیں، خرچ کر دو۔ اس نے تو کہا ہے میں کوئی حساب وساب نہیں کروں گا، دے دیے تو بس دے دیے مگر بھئی میں تو رسیدیں اس کے حوالے کروں گا۔ لین دین کے معاملات صاف ستھرے رکھنے چاہئیں۔ تم جو کچھ بھی خرید و رسید ضرور بنوانا۔" سالار صاحب نے چائے کا مگ اٹھا کر ایک سپ لیا۔
"وہ تو ٹھیک ہے۔" سارہ بولتے، بولتے رک گئیں۔
"جب کچھ غلط نہیں ہے تو پھر کیا مسئلہ ہے؟" سالار صاحب نے اب گہری نگاہ سے اُن کے تاثرات جانچے۔
"ابھی صرف نکاح ہے، بیس پچیس لوگوں کی گیدرنگ ہے، لاکھوں کا سوٹ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ پیسہ ان کا ہے مگر انہوں نے بھی محنت سے ہی کمایا ہو گا۔ رخصتی پر وہ جیسا مرضی بنوا لے۔"
"ہاں تو اسے بول دو۔ بات تمہاری ٹھیک ہے۔" حیرت انگیز طور پر سالار صاحب کو بیوی کی بات فوراً سے پیشتر سمجھ آ گئی تھی۔
"میں بول نہیں سکتی، اسے میری بات سمجھ نہیں آتی اسی لیے آپ سے کہہ رہی ہوں، آپ کی بات جلدی مان جاتی ہے۔"
"ہوں، ٹھیک ہے...... مگر مسئلہ یہ ہے کہ کپڑوں کے معاملے پر وہ کمپرومائز کبھی نہیں کرتی۔" سالار صاحب ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گئے۔
"یہ لیجیے، ایک گھنٹے سے آپ کے ساتھ جھک ہی تو مار رہی تھی۔" سارہ بری طرح جھلا گئیں اور اٹھنے لگیں۔
"تمہارے خیال میں نکاح کا ڈریس کتنے تک میں آ جانا چاہیے؟" وہ اس وقت بیوی کی "بہترین خدمت" کے زیر اثر تھے۔ ان کا موڈ کسی صورت خراب کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔
"ستر، اسی ہزار میں بہترین پشواز مل سکتی ہے، ایسی کہ نگاہ ٹک کر رہ جائے۔" سارہ واپس بیٹھ گئیں۔ کیوں نہ بیٹھتیں، شوہر ان کی بات کو سیریس لے رہا تھا۔ ایسے مواقع خال، خال ہی آتے تھے۔
"بھئی ستر، اسی ہزار کی ایک فراک؟ کمال ہے۔" سالار صاحب کو ان معاملات کی کبھی کوئی سن گن نہیں رہی تھی اس لیے بے ساختہ تعجب کا اظہار کیا۔

UrduNovels.com

”اکیلی پشواز نہیں، دس لوازمات ہوتے ہیں۔ میچنگ جیولری، کلچ، سینڈل وغیرہ جو چیزیں اسے سمجھ آئیں گی لاکھوں سے کم نہیں ہوں گی۔“ نوالہ سالار صاحب کے ہاتھ سے پھسلتے پھسلتے رہ گیا۔ حیران ہو کر سارہ کی طرف دیکھا۔
”آرٹیفیشل جیولری......؟“
”جی جناب۔“ سارہ نے بے خبر شوہر کو بڑے انداز سے دیکھا اور مسکرا دیں۔
”یعنی کہ حد ہوگئی۔ جہاں تک میری یادداشت کام کرتی ہے تمہاری شادی پر گولڈ آٹھ ہزار روپے تولہ تھا۔ اماں اچھا خاصا بنا کر چھوڑ گئی تھیں۔ میں نے تمہارے کنگن بنوائے تھے، دس تولے کے چار کنگن، ایک لاکھ سے کم کے ہی بنے تھے۔“ سالار صاحب لفظ ”تمہاری شادی“ اس وقت استعمال کرتے تھے جب موڈ انتہائی خوشگوار ہوتا تھا۔
”توبہ...... پتا نہیں کس زمانے میں پہنچ گئے۔ پیٹرول بھی بارہ، پندرہ روپے لیٹر ملتا تھا شاید۔“ سارہ ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئیں اور ہاٹ پاٹ سے چپاتی نکال کر سالار صاحب کی پلیٹ میں رکھ دی۔
”بھئی یہ تو اب پریوں کی کہانیاں لگنے لگی ہے۔ پاکستان میں پندرہ، بیس روپے پیٹرول ملتا تھا، سو روپے میں بیس کلو آٹا آتا تھا، دھنیا پودینہ مفت ملتا تھا۔“ یہ کہہ کر سالار صاحب نے کھل کر قہقہہ لگایا۔ کیوں نہ لگاتے، بہت خوش تھے بیٹی جو چاہتی تھی وہ اسے ملنے جا رہا تھا۔ آج کل تو وہ قہقہے لگانے کے بہانے ڈھونڈنے لگے تھے۔ سارہ بھی ہنس رہی تھیں۔

☆☆☆

ٹوٹو، زین کو ڈسچارج کرا کر گھر لے آئی تھی۔ فی الحال تو جو رپورٹس آئی تھیں وہ ہوش اڑانے والی تو ہرگز نہیں تھیں کیونکہ ساؤنڈ بکس کا مسئلہ ایکسیڈنٹ کے وقت سے شروع نہیں ہوا تھا۔ دو دن زین نے پھنسی، پھنسی آواز میں باقاعدہ بات کی تھی جس کا سیدھا سا مطلب تھا کہ یہ درست علاج سے کنٹرول ہو جاتا تھا۔ ڈاکٹرز کی تو یہی رائے تھی۔ سائیکالوجسٹ سے بھی پہلا سیشن کرا لیا تھا جس کا خیال تھا کہ بعض اوقات مریض نیند کی حالت میں کوئی بہت ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے اور اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ حقیقت میں اس صورتِ حال سے گزر رہا ہے۔ آنکھ فوراً نہ کھلے اور دیر تک دہشت کی کیفیت رہے تو انسانی جسم کا مدافعتی نظام ڈسٹرب ہو سکتا ہے۔ پہلے سیشن میں اسی نوعیت کے سوال جواب ہوئے تھے۔ تحریری سوالات کا جواب تحریری صورت میں وصول کرنے کے بعد سائیکالوجسٹ نے زین کے لکھے ہوئے جوابات پر ایک سرسری نظر دوڑا کر کاغذ فائل میں لگا دیا اور تین دن بعد کلینک آنے کا کہا۔ اب زین کا اسپتال میں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔ پلاسٹر کھلنے میں ابھی کافی وقت باقی تھا اس لیے ٹوٹو اسے گھر لے آئی تھی۔
عرشلہ کے اسپتال سے روانہ ہونے کے بعد ٹوٹو نے ڈسچارج کرانے کا عمل شروع کر دیا تھا اس لیے جب وہ زین کو لے کر گھر پہنچی تو عرشلہ سو رہی تھیں، ثمینہ البتہ چھڑی کے سہارے ادھر اُدھر چلتی پھرتی نظر آ رہی تھیں۔ ماریہ، ثمینہ کے لیے لنچ تیار کر رہی تھی۔
ثمینہ نے زین کو اچانک سامنے پا کر قدرے تعجب کا اظہار کیا مگر آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھنے کے بجائے صرف اتنا کہا۔
”so good...... اچھا ہوا گھر آ گئے۔ عرشی تو اس بھاگ دوڑ میں ہار گئی، پڑی سو رہی ہے، کوئی ہوش نہیں ہے۔“
ماریہ بھی آوازیں سن کر کچن سے باہر آ گئی تھی اور زین کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔
"thank God, are you feeling well now?" اس نے قریب آ کر بہت اپنائیت سے زین کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پوچھا۔ ٹوٹو حسبِ عادت ”حالتِ ایمرجنسی“ میں تھی۔ ان سب کی ملاقات و باتوں کے دوران وہ مسلسل پیغامات درج کرنے میں لگی رہی تھی۔
”اوکے...... آنٹی...... اب میں چلوں گی، میری میٹنگ ہے۔ عرشلہ کو سونے دیں، اچھا ہے وہ چارجڈ

ہوجائے گی۔‘‘ ٹوٹو نے کہا۔

’’ماریہ...... آپ نے بہت اچھے سے look after کرنا ہے زین کو۔‘‘ مشینی انداز میں ماریہ کو ہدایت دے کر اس نے زین کو گلے سے لگا کر پیار کیا اور الوداعی انداز میں انگلیاں ہلاتی باہر کی طرف چل پڑی۔

’’ایک منٹ ٹوٹو۔‘‘ ثمینہ نے ایک نظر زین پر ڈال کر جاتی ہوئی ٹوٹو کو روکا۔

’’جی آنٹی؟‘‘ وہ رک گئی مگر رسٹ واچ پر ٹائم دیکھنے لگی۔

’’یہ سن تو رہا ہے ناں؟‘‘ ثمینہ کے چہرے کی جھریاں الجھن کے باعث گہری ہو رہی تھیں۔

’’اوہ...... یس...... تھینک گاڈ آنٹی...... آپ نارمل آواز میں بات کریں۔ hearing پرفیکٹ ہے...... ڈونٹ وری۔‘‘ ٹوٹو نے مرتعش ہوتے سیل فون پر نظر ڈالی۔ کسی کی کال آ رہی تھی، وہ اٹینڈ کرتی ہوئی اپنی راہ ہولی۔

’’او کے...... زین تم ریسٹ کرو، عرشی اٹھتی ہے تو میں بتاتی ہوں کہ تم اپنے روم میں ہو۔‘‘ ثمینہ نے اس بار قدرے ہمدردی سے اسے دیکھ کر خاصے نرم لہجے میں بات کی۔ مسکرانا تو گویا بھول ہی چکی تھیں۔ ’’مادی نقصانات‘‘ نے ہنسنے، مسکرانے والے ’’ہارمونز‘‘ کو سخت نقصان پہنچایا تھا۔

ماریہ، زین کو لے کر اس کے بیڈ روم کی طرف جا رہی تھی۔

’’stairs تو آرام سے چڑھ سکتے ہو ناں...؟‘‘ ماریہ نے اس کی پلاسٹر چڑھی کلائی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

ثمینہ جاتے، جاتے رک کر زین کا ردعمل دیکھنے لگیں۔ اصل میں تو وہ عرشلہ کی ’’ڈیوٹیز‘‘ کا اندازہ لگا رہی تھیں کہ زین کیا کر سکتا ہے اور کیا نہیں۔

زین اثبات میں سر ہلا کر ماریہ کو جواب دے رہا تھا۔

ثمینہ اب مسلسل دونوں کو سیڑھیاں چڑھتے دیکھ رہی تھیں یہاں تک کہ وہ موڑ پر اوجھل ہو گئے۔

جنوری 2024ء کا شمارہ ایک نظر میں

وہی راستے وہی منزلیں
پلٹ پلٹ کر گمشدہ راستوں اور منزلوں کو تلاش کرنے والی ایک عاقبت نا اندیش حسینہ کی داستان،
ناہید سلطانہ اختر کے قلم کی روانی

جنگجوئے صف شکن
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات زویا صفوان کے قلم کا شاہکار

شہ زور
عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خون ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ
عیوق بخاری، آصفہ ضیا احمد، عائشہ نصیر، شاہد لطیف، امجد جاوید، نازیہ کامران کاشف و دیگر کی خوب صورت تحریریں

"اب یہ نیا ٹریک شروع ہوگیا۔ ٹریٹمنٹ کتنا expensive (مہنگا) ہو چکا ہے۔" وہ متفکر انداز میں سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆

فری کو ایک پشواز بہت پسند آئی تھی، میرون اور سی گرین رنگ کے فیبرک پر باریک اسٹون ورک تھا مگر وہ اتنی بھاری تھی کہ سارہ نے فکر مند ہو کر سلم و اسمارٹ فری کی طرف دیکھا۔

"اس کا ویٹ تو تمہارے ویٹ سے بھی زیادہ لگ رہا ہے۔" وہ بول پڑیں۔

"اوہ ماما...... میں کون سا اسے ہاتھ میں اٹھا کر کیٹ واک کروں گی۔" فری نے منہ بنایا۔

قیمت بھی وزن کے حساب سے اچھی خاصی وزنی تھی، پونے دو لاکھ...... قیمت سن کر تو سارہ کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس اکیلی پشواز کے ساتھ دس لوازمات ہوں گے...... پھر نتاشا کے پارلر کا بل...!

ستر ہزار والی آتشی گلابی پشواز بھی بہت خوب صورت تھی۔ اس پر اسٹون کم تھے، ریشم کا کام زیادہ تھا۔ بارگیننگ کے بعد ساٹھ سے کچھ اوپر میں مل سکتی تھی مگر فری تو کم قیمت شے کو گردانتی ہی نہیں تھی، وہ تو اڑ گئی۔ بڑے بحث مباحثے کے بعد اس ڈیڑھ لاکھ والی پر بات پہنچی۔

"ایک بار پہنے گی اس کے بعد سالوں ہینگر میں لٹکی رہے گی۔" سارہ کو صرف ایک "پیس" پر بڑی رقم خرچ کرتے بوجھ ہو رہا تھا۔ سالار صاحب نے بیوی کا دل رکھنے کے لیے فون پر اسے رسمی سی تاکید ضرور کی تھی۔ جانتے تھے وہ اپنی "چوائس" پر کسی صورت سمجھوتا تو کرے گی نہیں۔

ڈریس کی خریداری کے بعد اس کے لوازمات تلاش کرتے، خریدتے اندھیرا بڑھنے لگا تو انہوں نے کہا۔

"آج یہ کافی ہو گیا، اب سنڈے کو دیکھیں گے۔" مگر فری تو گویا ایک ہی تاریخ میں پانچ لاکھ ٹھکانے لگانے کے در پے تھی۔

UrduNovels.com

"ماما کیا ہے، کیوں بور کر رہی ہیں؟ میں انجوائے کر رہی ہوں۔ آج گھر جلدی جانے کی فکر چھوڑیں، پاپا کچھ نہیں کہیں گے۔ آج ہم دونوں ڈنر باہر ہی کریں گے۔ میں پاپا کو فون کر دیتی ہوں۔" ایک جیولری شاپ کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس نے رک کر شیشے سے ناک ٹکا کر جیولری کا جائزہ لیتے ہوئے ماں کو خاموش ہی کرا دیا تھا۔

"بیٹا...... کل سے مالز کی ہڑتال تو نہیں ہو رہی۔ ابھی تو کئی چکر لگیں گے۔" بالآخر سارہ زچ ہو گئی تھیں۔

"ہاں تو لگالیں گے، آپ کیوں ٹینشن لے رہی ہیں؟" اس نے پلٹ کر ماں کو دیکھا۔ ان گنت خوشیوں کی چمک اس کے چہرے سے مترشح تھی۔

اس کی خوشی کا عالم دیکھ کر وہ بے بس سی ہو گئیں۔

"اچھا ٹھیک ہے، تم اپنے پاپا کو فون کر دو، لیٹ ہونے پر وہ پریشان ہو جائیں گے...... اور صبح تمہیں کالج نہیں جانا کیا؟" بے فکر ہوتے، ہوتے سارہ کو پھر نئی فکر نے آلیا۔

"کم آن ماما...... چلی جاؤں گی۔ ویسے بھی تو میں لیٹ ہی سوتی ہوں۔ آج تو ویسے بھی میں بہت energetic ہوں، بالکل بھی نہیں تھکوں گی۔"

"گھر جا کر تم نے اور بھی بہت کام کرنے ہیں۔" سارہ نے اسے ٹوک دیا تا کہ وہ بولتے ہوئے سانس بھی لے، لے۔

"کون سے کام؟" فری ان سے ایک قدم آگے چل رہی تھی، پلٹ کر حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔ وہ لفٹ تک جانے کے لیے طویل و عریض کاریڈور سے گزر رہی تھیں کیونکہ ابھی مال کا اوپر کا فلور باقی تھا۔

"یہ ساری شاپنگ انعم کو بھی تو دکھاؤ گی...... صبر ہو گا تم سے؟" سارہ نے وہ بات کی جو ابھی فری کے ذہن میں نہیں آئی تھی مگر وہ اس کے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے درست پیش گوئی کر سکتی تھیں۔

"اوہ...... تو...... یہ سب تو میں نہیں دکھاؤں گی، نئی چیز کسی کو بھی نہیں دکھانی چاہیے، پرانی ہو جاتی ہے۔ انعم تو

بس نکاح والے دن ہی سب کچھ دیکھیں گے۔ اگر بولیں گے تو میں کہہ دوں گی کہ سرپرائز ہوگا، آپ ویٹ کریں۔"
وہ لفٹ کے سامنے پہنچ چکی تھیں۔ وہ غور سے دیکھنے لگی کہ اس وقت لفٹ کون سے فلور پر ہے اور کتنا وقت لگ سکتا ہے۔
فری کے جوش و خروش کے سامنے بند باندھنا ناممکن تھا۔ سارہ آخر ماں تھیں، خوشی مناتی ہوئی بیٹی کا موڈ آف کرنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ "کتنے مزے سے اپنے نکاح کی بات کرنے لگتی ہے۔" انہیں اپنا وقت یاد آیا۔ بھابی کے ساتھ عروسی جوڑا خریدتے ہوئے وہ کتنا شرما رہی تھیں، وقت بہت بدل چکا تھا۔
وہ ٹرنک کال کے زمانے کی تو نہیں تھیں مگر انٹر نیشنل کالز ڈائریکٹ ہو جاتی تھیں اور مطلوبہ شخص دستیاب نہ ہونے کی صورت میں beep کے بعد یاددہانی میسج چھوڑ کر انتظار کرنا ہوتا تھا۔
اب تو فاصلے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ پارلر میں تیار ہونے والی دلہن ہاتھ کے ہاتھ بارات کی تیاری کرتے دولھا سے باتیں بھی کر رہی ہوتی ہے۔ وقت کو کوئی نہیں بدلتا...... وقت خود کو بدلتا ہے۔
لفٹ رکی، اندر والے باہر آئے۔ فری کو آج اتنا انتظار بھی کھل رہا تھا۔ وہ کوفت کے عالم میں باہر آنے والوں کو دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

واصف کو دیکھ کر گارڈ نے بڑی پھرتی سے گیٹ وا کر دیا تھا مگر وہ آج معمول کے مطابق دُرّانہ اندر داخل نہیں ہوا۔ بہت محتاط انداز تھا، اسپیڈ آہستہ تھی کیونکہ اِدھر اُدھر بھی نظر دوڑا کر اپنی تسلی کر رہا تھا۔
عالی شان کی والدہ نے خاص تاکید کی تھی، وہ ان کے لیے بھی ٹائم نکالا کرے کہ وہ بچوں کی رپورٹ ڈائریکٹ لینا چاہتی ہیں اور کیونکہ انہیں اپنے بھائی داؤد پر بھروسا نہیں۔
واصف کا دل گاؤں کی اس نوخیز و الھڑ دوشیزہ کے دل کی طرح لرز رہا تھا جسے سہیلیوں سے خبر ملی ہو کہ اس کا منگیتر شہر سے چھٹی آ رہا ہے اور امکان ہے کہ سیدھا چاچے یعنی ہونے والے سسر کو سلام کرنے پہنچے اور الھڑ دوشیزہ کو دھڑکے لگ گئے ہوں کہ اب آیا کہ تب آیا۔
سارے گھر پر سناٹے کا سائبان تھا۔ اِکّا دُکّا نوکر کے چلنے کی آہٹ سنائی دیتی تھی۔
اس نے یہ اطمینان کرنے کے بعد کہ "سب خیریت ہے" ڈرائنگ روم کے چم، چم کرتے منقش آبنوسی دروازے کا ہینڈل تھاما۔ یہ روز کا معمول تھا۔ گارڈ انٹرکام پر بچوں کو ٹیوٹر کی آمد کی اطلاع دیتا، وہ سیدھا ڈرائنگ روم میں جاتا اور بچے فوراً ہی آجاتے تھے۔
اس نے بھاری ہینڈل نیچے کی طرف دبایا ہی تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے دائیں شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔
یہ ایک برقی جھٹکے کا تجربہ تھا۔
"اوہ تو" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا جیسے "اوہ تو" کا مطلب تھا...... "مارے گئے۔"
وہ تیزی سے پلٹا، سامنے سفید قمیص شلوار میں ملبوس داؤد علوی مسکرا رہے تھے۔
"میں پول کے ساتھ چیئر پر بیٹھا تمہیں واچ کر رہا تھا۔ تم رک، رک کر سوچ، سوچ کر اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔ مجھے feel آئی جیسے تم کچھ پریشان ہو۔ بائیک کھڑی کرنے کے بعد تو تم خاصی دیر کھڑے سوچتے رہے۔ کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے شیئر کرو۔" داؤد علوی اپنی بلی جیسی کنجی سنہری آنکھیں اس کے چہرے پر جمائے بغور دیکھ رہے تھے۔
"نو پرابلم سر...... بس ویسے ہی۔" واصف نے شاید زندگی میں پہلی بار اہتمام سے بات بنانے کی کوشش کی۔
"ڈونٹ مائنڈ واصف...... آج تم کافی پُراسرار دکھائی دیے۔ ڈرائنگ روم کے دروازے تک پہنچنے میں تم نے کافی ٹائم لیا۔" داؤد علوی اپنے اندازے غلط تسلیم کرنے پر قطعی تیار نہیں تھے۔ انداز میں کافی سنجیدگی تھی۔
واصف کے مزاج میں بھی کھینچا تانی نہیں تھی۔ یوں بھی اس عہد کے نوجوان جان چھڑانے والے انداز میں

بات کرتے ہیں۔

"there is no mystery sir-actually...... اس روز میری بائی چانس عالی شان کی مدد سے ملاقات ہوگئی تھی۔ وہ چاہتی ہیں میں بچوں کی رپورٹ ان کو ڈائریکٹ دیا کروں۔ بس مجھے یہی الجھن تھی کیونکہ سر...... میں تو آپ کو رپورٹ کرنے کا پابند ہوں، میری تو ان سے بگ میٹنگ ہی نہیں ہوئی۔" واصف نے صاف، صاف کہہ دیا، البتہ وہ بات کرتے ہوئے داؤد علوی کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا کیونکہ وہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ حیرت و فکر مندی سے ٹکٹکی باندھ کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"اتنا اسٹریس لے کر گھومتے رہے، مجھ سے فون پر کانٹیکٹ کر کے بتا سکتے تھے۔ ابھی میں یہی نوٹ کر رہا تھا کہ تم بہت confused ہو۔" یہ کہہ کر انہوں نے واصف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا اور قدرے جھکا دیا۔

"جنٹل مین...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جیسے پہلے اپنا کام کر رہے تھے، اسی طرح کرتے رہو۔ سالوں سے آپا کو سنبھال رہا ہوں، اب بھی سنبھال لوں گا۔"

واصف نے چونک کر داؤد علوی کی طرف دیکھا۔

"آپا...... آپ کی بڑی بہن ہیں؟" اس نے تعجب سے داؤد علوی کی طرف دیکھا جن کے سفید و کالے بال آپس میں مل کر "کھرے" گلر میں تبدیل ہو چکے تھے اور کنپٹیوں پر قدرے سفید بال ان کی شخصیت کو بہت باوقار بناتے تھے۔ ان کی سبز و سنہری آنکھوں کی پتلیاں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ روح کی ساری توانائی سمٹ کر آنکھوں میں اتر گئی ہے۔

"جی...... میری بڑی بہن ہیں۔ لیٹ میرج ہوئی تھی اور بہت جلدی بریک اپ (علیحدگی) بھی ہوگئی تھی۔ ویسے تو یہ حادثہ سب ہی کے لیے life changing ثابت ہوتا ہے لیکن جو لوگ بہت زیادہ انا پرست ہوتے ہیں وہ نارمل نہیں رہتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں نے انہیں سوسائٹی میں ڈی گریڈ کر دیا ہے اور اس وقت تو اور بھی زیادہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں جب اس کا پارٹنر بہت جلدی نئی لائف پارٹنر شپ بنا لیتا۔" داؤد علوی نے رک کر گہری سانس لی۔

"مختصر سی اسٹوری سے تمہیں ساری بات سمجھ آگئی ہوگی۔" اب داؤد علوی نے دوسرا ہاتھ بھی واصف کے شانے پر رکھ دیا تھا۔

"بائی داوے، کہہ رہا ہوں شادی سوچ سمجھ کر کرنا۔ کتنی بھی خراب شادی ہو خدانخواستہ...... نباہ لینا...... اس لیے کہ بریک اپ انسان کی یادداشت کا زخم بن جاتا ہے۔ علیحدہ ہو کر بھی "زخمی" حالت میں رہتا ہے تو پھر ساتھ رہ کر ہی زخم برداشت کر لیں۔" یہ کہہ کر داؤد علوی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا مگر قہقہے میں جان نہیں تھی۔ گویا حبس کے عالم میں گرم ہوا کا جھونکا گزر رہا ہو۔

"سر...... شادی کی طرح علیحدگی بھی تو باہمی انڈر اسٹینڈنگ سے ہوتی ہے۔" واصف کو اپنے سر پڑی وارداتیں یاد آنے لگی تھیں۔ وہ بھی تو ایک ٹوٹے ہوئے گھر کا مکین رہا تھا۔

"ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا، اکثر مرد منہ سے تین الفاظ نکال کر فارغ کر دیتے ہیں۔ میں یہاں پر آؤٹ آف کنٹرول مرد کو ڈسکس کر رہا ہوں۔ تم بہت سمجھدار ہو واصف، میں دل سے چاہوں گا کہ جب بھی تم شادی کرو وہ ایک بہترین فیصلہ ثابت ہو۔" داؤد علوی نے بڑی اپنائیت سے اسے گلے لگا کر کہا۔ زخم کھائی یادداشت کی کراہیں ان کے لہجے سے مترشح تھیں۔ ایک محسوس ہونے والا کرب یوں جھلک رہا تھا جیسے نئے دن کے سورج کی کرنیں بند دروازے کے کسی روزن سے اندر داخل ہو کر سورج کی آمد کی دلیل ہوتی ہیں۔

"تھینک یو سر...... for your best wishes"

اس نے بھی داؤد علوی کا ہاتھ تھام کر گویا یقین دلایا کہ وہ معاملہ سمجھ گیا ہے۔

اسی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر عالی جاہ نے جھانکا۔

''اوہ سر...... آپ ممو سے بات کر رہے ہیں؟ گارڈ نے تو تھوڑی دیر پہلے بتایا تھا کہ آپ کے ٹیچر آ گئے ہیں۔''
عالی جاہ، داؤد علوی کو واصف کے ساتھ دیکھ کر قدرے سٹپٹا گیا تھا۔ عموماً بچوں کو فوراً فکر ہوتی ہے کہ ان کے کسٹوڈین کو کوئی شکایت تو نہیں پہنچائی جا رہی۔
''any how...... پھر ان شاء اللہ کسی فری ٹائم میں بات چیت ہو گی۔'' داؤد علوی کا انداز الوداعی تھا۔
''لیکن ممو...... یہ فری ٹائم تو نہیں تھا۔ ہم اندر سر کا ویٹ کر رہے تھے۔ اب یہ منٹس مائنس ہوں گے۔ ہم ایکسٹرا ٹائم نہیں دیں گے۔'' عالی جاہ نے فوراً موقع شناس ہونے کا ثبوت دیا۔
داؤد علوی نے مسکرا کر واصف کی طرف دیکھا۔
''یار...... ان بندھے ہوئے بکروں کو دس منٹ پہلے چھوڑ دینا کیونکہ انہوں نے گھاس بھی چرنا ہوتی ہے۔''
اپنی بات پر وہ خود ہی ہنس دیے۔ واصف مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔
ڈرائنگ روم کا بند دروازہ دیکھتے ہوئے عارف علوی سوچ رہے تھے...... ''مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں''

☆☆☆

''اب تو گھر آ گیا ہے۔ پوچھو اس سے کہ شریف الدین کون ہے؟ اس گھر سے لوگ ڈونیشن لے کر جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے ہم مقروض consider ہو رہے ہیں۔'' ثمینہ چھڑی ٹکاتی ہوئی عرشلہ کے سر پر آ کھڑی ہوئی تھیں جو کافی دنوں بعد اپنے بیڈ روم کے باہر گیلری میں کین کی کرسی پر آرام دہ حالت میں بیٹھی سکون سے کافی انجوائے کر رہی تھیں۔
''فار گاڈ سیک ممی...... میرا بیٹا اس وقت کتنے مینٹلی ٹارچر سے گزر رہا ہے اور آپ کو شریف، بدمعاش یاد آ رہے ہیں۔ may God peace upon you...... ٹھیک ہے ایسا کچھ ہوا ہو گا، اس کو کسی کا کچھ دینا ہو گا۔ میں اب گھر میں ہوں ناں، فیس کر لوں گی۔ اگر کچھ دینا ہے تو دے دوں گی...... again آپ اس ٹاپک پر بات نہ کریں۔ مجھے اسٹریس دیں گی تو آپ خود suffer کریں گی...... پلیز...... پلیز ممی۔'' عرشلہ اس وقت صرف اور صرف زین کے بارے میں سوچ رہی تھیں۔ ڈاکٹرز نے انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔ وہ امیدوں سے توانائی لینے کی مشق کر رہی تھیں اور ثمینہ نے سارا ماحول تہ و بالا کر کے رکھ دیا تھا۔
''ہونہہ...... دے دوں گی...... باپ، دادا کا مال اجاڑنے کے لیے گود لیا تھا ناں اسے...... اپنا گھر خراب کیا تھا...... لاٹری نہیں نکلی تھی...... گھر سے بے گھر، وطن سے بے وطن ہوئے تھے تو یہ سب کچھ تمہیں وراثت میں ملا۔''
ثمینہ کو تو اب ''دینے'' کے نام سے ہی غصہ آنے لگا تھا۔
''ہاں تو میں تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے نہیں کہا تھا کہ میرے لیے assets (اثاثے) بنائیں، اپنا گھر چھوڑیں۔ آٹھ سے پانچ والی جاب کرتے، گھر میں رہتے۔'' عرشلہ نے جل بھن کر جواب دیا۔
''اور یہ جو تم سپر لگژری لائف انجوائے کر رہی ہو...... اگر وہ جان نہ کھپاتے......''
''ممی...... پلیز ممی۔'' عرشلہ نے ماں کو بیچ میں ہی ٹوک دیا۔
''مزدور کے ہاں مزدور پیدا ہوتا ہے تو بڑا ہو کر suicide (خودکشی) نہیں کرتا، مزدوری ہی کرتا ہے۔ میں جاب والوں کے ہاں پیدا ہوتی تو اسی ماحول کی عادی ہوتی۔ ہم اس ملک کے دو فیصد میں ہیں ناں...... باقی اسّی فیصد جی رہے ہیں ناں...... مہنگائی پر پروٹیسٹ کرتے ہیں پھر اپنے گھر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں...... ویٹس آل۔'' عرشلہ مزید بحث سے بچنے کے لیے ثمینہ سے پہلے اٹھ کر واپس اپنے کمرے میں آ گئیں۔ سر میں درد کی ٹیسیں شروع ہو گئی تھیں...... ماں بھی مریضہ تھیں، وہ مزید الجھنے کی نیت نہیں رکھتی تھیں۔ اب خود کو قابو میں رکھنے کی مشق کر رہی تھیں۔
ثمینہ ان کی طرف گھورتی جا رہی تھیں۔

''عیش و آرام کی عادی ہو، سہولتوں کے بغیر اب گزارہ نہیں کر سکتیں، پیسہ بچاؤ گی تو تمہارے ہی کام آئے گا۔'' وہ بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولتی ہوئی کمرے سے باہر جا رہی تھیں۔

''عیش و آرام......؟ مجھے نہیں پتا اسے عیش و آرام کہتے ہیں...... کانٹوں کے بستر پر سوتی ہوں...... من پسند چیز بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتی۔''

وہ ماں کی پشت پر نظر جمائے سوچ رہی تھیں۔ آدھی سے زیادہ بچی ہوئی کافی اب ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

☆☆☆

فری اپنی تمام شاپنگ کا ازسرِنو جائزہ لے کر یک دم پاؤں پھیلا کر چت لیٹ گئی۔ آج اس نے پیروں کا صحیح استعمال کیا تھا۔ جگمگ کرتے مال میں اور ٹھنڈی سمندری ہواؤں کے جھونکوں نے پل بھر کے لیے بھی تھکن کا احساس نہیں ہونے دیا، اب پُرسکون ہو کر بستر پر دراز ہوئی تو لگا چول، چول ہلی ہوئی ہے۔

''مائی گاڈ...... صبح کالج بھی جانا ہے۔'' کالج جانے کے خیال سے تو تھکن کا احساس دُگنا ہو گیا۔

''چھٹی ہو گئی تو ماما کہیں گی کہ میں پہلے ہی کہہ رہی تھی کہ تھک جاؤ گی تو چھٹی کرو گی، وقت سے نہیں اٹھو گی۔''

اب اسے شدید کوفت نے آلیا تھا مگر واٹس ایپ کی نوٹیفکیشن ٹون پر چونک پڑی۔

''شاید...... اظہر......!''

اس نے ہاتھ بڑھا کر سیل فون اٹھا لیا، آپریٹ کیا، سامنے زین کا ٹیکسٹ تھا۔ اس نے جلدی سے اوپن کیا۔

''پلیز فری، تھوڑی دیر کے لیے آجاؤ...... کارڈز کھیلیں گے...... مجھے صبح تک نیند نہیں آتی...... اسپتال میں تو ٹرنکولائزر دیتے تھے تو مجھے نیند آہی جاتی تھی۔ اتنی خاموشی ہے، میں پاگل ہو جاؤں گا...... پلیز فری۔''

فری کا دل دھک سے رہ گیا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ وہ کیسے جا سکتی تھی، پہلے جیسی بات ہوتی تو وہ اس سے کچھ دیر بات کر لیتی۔ ٹائپنگ کی ہمت نہیں تھی، نہ بولنے کی...... اس کے میسج کے جواب میں وہ اسے وائس نوٹ بھیج سکتی تھی کہ وہ بول نہیں پا رہا، سن تو سکتا ہے مگر اس وقت تو زبان ہلانا بھی پہاڑ اٹھانے جیسا تھا...... حتیٰ کہ اظہر سے بھی کبھی بات کرنے کا موڈ نہیں بن پایا تھا۔

''زین نے دیکھ لیا ہوگا کہ اس کا میسج ''seen'' ہو گیا ہے۔ وہ جواب کا منتظر ہوگا، اب اُسے کیا جواب دوں؟''

وہ بری طرح الجھنے لگی اس لیے کہ زین کی خواہش پوری کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ماما تو ماما، اسے تو باپ سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں تھی...... اور سب سے بڑھ کر وہ جو خوش کن خیالات کے ساتھ گہری نیند میں اترنے کی نیت کر چکی تھی اب اس حسین جہاں سے پلٹ کر کسی مریض کی دل جوئی کرنے کا بندوبست کرنا گویا جوئے شیر نکالنے کے مثل تھا۔

وہ چند منٹ تک کوئی مناسب حل ڈھونڈتی رہی پھر ایک جھوٹ، بہت حقیقی اور مؤثر لگا۔ اس نے فوراً وائس نوٹ ریکارڈ کر دیا۔

''گیسٹ آئے ہوئے ہیں، ان کے سامنے اتنی رات کو نکلنا بہت آکورڈ لگے گا۔'' میسج سینڈ کر کے اس نے سیل فون ہی آف کر دیا۔

دل کو کچھ ہوا تو...... اتنا بڑا گھر، خاموشی اور گونگا پن...... گونگے تو پھر بھی باقاعدہ آواز نکال سکتے ہیں...... اس کی تو آواز ہی گم ہو چکی تھی۔

''صبح ماما سے پرمیشن لے لوں گی اور کالج سے ڈائریکٹ زین کے گھر چلی جاؤں گی۔'' اس نے خود کو تسلی دی۔

سیل فون اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ ''آج اظہر کو مایوسی تو ہوگی مگر وہ زین کی طرح ''بیچارے'' تو نہیں ہیں۔ کل اظہر کو سچ، سچ بتا دوں گی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اظہر سے کبھی جھوٹ نہ بولوں...... جیسے کہ میں ماما، پاپا سے بھی جھوٹ نہیں

بولتی۔ جھوٹ تو ایک ”لیبر“ ہے جو مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتی۔ too much agony.....very hard work“
(شدید روحانی اذیت)
وہ کشن دبوچ کر کروٹ سے لیٹ گئی۔ کل کی متوقع مشقت خود بخود اسے سونے پر مجبور کر رہی تھی۔

☆☆☆

”ماں...... شادی تو بہت خوفناک شے ہے۔ پتا نہیں لوگ خوشی خوشی کیوں کر لیتے ہیں۔“ واصف رات گئے ماں کے تخت پر پاؤں پھیلا کر لیٹا ہوا کسی خیال میں کھو کر بات کر رہا تھا۔
شمسہ نے ٹیسٹ پیپرز کا بنڈل اٹھا کر بیگ میں رکھتے ہوئے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ان کا ذہن فوراً فری کی متوقع شادی کی طرف چلا گیا تھا۔
”بڑے بوڑھے کہتے ہیں شادی کرتے نہیں ہیں...... شادی ہو جاتی ہے۔“ انہوں نے قدرے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا اور دل ہی دل میں ڈر گئی تھیں کہ کہیں وہ اُن کی شادی کو ہی موضوع نہ بنالے۔
”یہ کیا بات ہوئی...... شادی تو ”فل پلاننگ“ ہوتی ہے۔“ واصف نے جان بچاتی، آگے بڑھتی ماں کی طرف بڑے تعجب سے دیکھا۔
”جا کر سو جاؤ...... صبح جانا نہیں ہے؟ یہ آدھی رات کو تمہیں شادی بیاہ کیوں یاد آنے لگے؟“ وہ سائڈ ٹیبل پر بیگ رکھتے ہوئے پوچھنے لگیں۔
”اس لیے کہ سوائے ماموں، مامی کے کوئی شادی بھی اچھی شادی نظر نہیں آ رہی...... جسے دیکھو لائف پارٹنر سے چوٹ کھایا ہوا ہے۔“
واصف یوں جھٹکے سے اٹھا جیسے ورزش کر رہا ہو۔ شمسہ کا دل سوکھے پتے کی طرح کانپنے لگا۔
”آج کہیں کوئی خاص بات ہوئی ہے......؟ ورنہ آج سے پہلے تو تم نے کبھی اس طرح کی باتیں نہیں کیں۔“ شمسہ نے ہچکچاتے ہوئے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔
”ایک اور بریک اپ دیکھ اور سن کر آ رہا ہوں...... اپنے جیسے زندہ باپ کے یتیم بچے......“ واصف نے یہ کہتے ہوئے پاؤں نیچے لٹکا کر سلیپرز میں پھنسائے۔
شمسہ تو گویا گونگی ہی ہو گئیں۔ کچھ بولنے کا یارا نہ تھا مگر منتظر تھیں کہ وہ خود ہی بات مکمل کرے...... اور ان کی جان چھوٹے۔
”عالی شان اور عالی جاہ کا باپ یو ایس اے میں دوسری بیگم کے ساتھ موج اُڑا رہا ہے...... اور اپنے بچوں کی ماں کو پاگل خانے کی ممبر شپ دلوا دی ہے۔ ماں...... یقین کریں آج مجھے ان بچوں پر بڑا ترس آیا...... میری طرح زندہ باپ کی یتیم اولاد...... اگر داؤد علوی جیسا ماموں نہ ہوتا تو اتنے ذہین بچوں کا تو بیڑا غرق ہو گیا تھا...... مجھے تو داؤد علوی کا معاملہ بھی گڑبڑ لگتا ہے۔ بہن، بھانجے اور خود پچاس سال کا بندہ بیوی، بچوں کے بغیر۔“
واصف نے ماں کی طرف دیکھا۔ شمسہ پر کڑی گزر گئی، وہ نظریں چرا گئیں۔
”کچھ لوگ خود ہی شادی نہیں کرتے۔“ وہ کچن کی طرف بڑھیں۔ گویا اس موضوع سے بچنے کی شعوری کوشش کر رہی تھیں۔
”مجھے تو لگتا ہے ان کا بھی بریک اپ (علیحدگی) ہوا ہے۔“
”کیوں فضول کے اندازے لگا رہے ہو؟ اور پھر تمہیں کیا؟“ شمسہ نے کچن میں پناہ لے کر اپنی سانس بحال کی اور خود کو واصف کی نظروں سے بچانے کے لیے اوٹ میں کر لیا۔
”مجھے تو بہت کچھ ہونا چاہیے...... ہماری کیمسٹری میچ کر رہی ہے...... زندہ باپ کی یتیم اولادیں......

واہ!'' واصف کے لہجے میں خود بخود زہر اتر آیا تھا۔ شمسہ کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر زور سے دبایا۔

''ایک بات تو بہت مزے کی ہے...... وہ تو میں آپ کو بتانا ہی بھول گیا۔'' واصف اپنے کمرے میں جاتے، جاتے رک کر کچن کی طرف پلٹا۔ شمسہ خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے دھلے ہوئے برتن ٹھکانے لگانے لگی تھیں۔

''داؤد علوی نے سوچ سمجھ کر مجھے شادی کرنے کا مشورہ دیا ہے...... اور کہہ رہے تھے کتنی بھی خراب شادی ہو نباہ لینا۔''

''اللہ نہ کرے۔'' شمسہ تڑپ کر پلٹیں اور آگے بڑھ کر واصف کو گلے سے لگا لیا۔

''اللہ نہ کرے تمہاری زندگی میں ایسی کوئی آزمائش آئے۔ تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔ اللہ میرے بیٹے کی زندگی میں بہاریں لائے۔ میں مرنے سے پہلے اپنے واصف کا ہرا بھرا گھر دیکھوں۔'' شمسہ کی آواز آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی۔

''اُف...... ماں...... آپ کو تو بس آنسو بہانے کا بہانا چاہیے۔ میں تو کمپیئر کر رہا تھا کہ کس کی بات درست ہے۔ علوی صاحب کہہ رہے ہیں کہ سوچ سمجھ کر شادی کرنا اور آپ کے بڑے بوڑھے کہتے تھے شادی کرتے نہیں ہیں...... شادی ہوتی ہے۔'' وہ دھیرے سے ہنس پڑا۔ شمسہ کی جان میں جان آئی۔

''بڑے بوڑھوں کی باتیں ٹھیک ہوتی ہیں۔ اب دیکھو فری کی شادی کی تو دور، دور تک پلاننگ نہیں تھی۔ بھابی تو اس موضوع سے ہی چڑتی تھیں۔ ماں کی خواہش نہیں تھی مگر اس کی شادی ہو رہی ہے۔''

شمسہ نے ماحول کا بوجھل پن دور کرنے کی نیت سے ہلکی پھلکی بات کی تھی مگر ان کی ہلکی پھلکی بات ایک ''چٹانی تودے'' کی طرح تھی جو معمولی سے زلزلے کے جھٹکے سے لڑھکتا ہوا آیا اور واصف کے سر پر آ پڑا...... یکبارگی زمین کی گردش تھمی تھی یا وہ سانس لینا بھول گیا تھا...... اتنی دیر سے وہ اپنا ذہن ادھر ادھر کرنے کی نیت سے تو ماں کے ساتھ دن بھر کی روداد شیئر کر رہا تھا۔

''ماں...... ماموں نے فلیٹ کی keys تو آپ کو دے دی ہیں ناں۔ کل جا کر دیکھتے ہیں وہاں شفٹ ہونے سے پہلے کیا ضروری کام کرانا ہوں گے۔''

واصف نے صفحہ نہیں پلٹا تھا بلکہ کتاب ہی دوسری اٹھالی تھی۔ شمسہ نے سکون کی گہری سانس لی۔ یہی تو وہ چاہتی تھیں کہ اب وہ بحث و مباحثہ کیے بغیر ہجرت کی نیت کر لے۔ وہ اب سالار صاحب کا سامنا کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتی تھیں۔

''ہاں چابیاں تو میرے پاس ہیں...... بس صبح بھائی کو بتانا ہوگا اور وہاں ہمیں کوئی کام نہیں کرانا...... بھائی نے کہا ہے کہ گھر فرنشڈ ہے...... مطلب پردے، چادریں وغیرہ بھی ہیں۔ صرف کپڑے، اپنا ضروری سامان اور کچن کے برتن لے کر جانے ہیں۔ وہاں سارا فرنیچر نیا ہے، یہاں سے فرنیچر نہیں لے کر جانا...... ویسے بھی یہ سارا سامان تو بھائی کا ہی ہے...... ہاں بس میں اپنا یہ تخت ضرور لے جاؤں گی۔ مجھے اسی پر نیند آتی ہے۔'' اب وہ نہایت پُرسکون نظر آ رہی تھیں جبکہ واصف کے پاؤں تلے اس جملے کے زلزلے کی آہٹیں تھیں۔

''اب دیکھو ناں...... فری کی شادی کی تو دور، دور تک پلاننگ نہیں تھی۔''

دل جیسے خالی گنبد تھا...... شمسہ کے الفاظ بازگشت کی طرح گونج رہے تھے۔ کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے قدم من، من بھر کے ہو رہے تھے۔

اب دیکھو ناں...... فری کی شادی......

فری کی شادی......

فری کی شادی......

جھیل میں کنکر نہیں پتھر گرا تھا...... دائرے جھیل کے کناروں سے آگے جاتے محسوس ہو رہے تھے۔

☆☆☆

''ماما.....آج میں کالج سے زین کے گھر جاؤں گی۔ وہ بیچارہ بہت ڈپریسڈ ہے۔'' فری نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی اعلان کر دیا تھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو.....تمہارے جانے سے اس کا ڈپریشن ختم ہو جائے گا۔'' سارہ کچن سے باہر آتے ہوئے حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ خالص گھریلو خواتین کے انداز میں آنچل سے ہاتھ پونچھ رہی تھیں۔

''یس.....آف کورس.....وہ تو مجھے رات کو بلا رہا تھا.....وہ تو میں بہت تھکی ہوئی تھی بس۔'' فری نے سلائس پر مارجرین لگاتے ہوئے بے پرواسے انداز میں کہا اور فوراً ہی ایک bite بھی لے لیا۔

''کیا مطلب.....اگر تھکی ہوئی نہ ہوتیں تو اٹھ کر چل پڑتیں؟'' سارہ نے سامنے بیٹھ کر فری کے لیے چائے بنانا شروع کر دی تھی اور بہت تعجب سے بیٹی کی شکل دیکھی تھی۔

فری کے منہ میں نوالہ تھا.....جواب دینے کی عجلت میں جیسے نوالہ نگلنے لگی۔

''وہ تو آپ کو بتا رہی ہوں میں.....کہ اسے میری کمپنی کی ضرورت تھی.....پیشنٹ نارمل تو نہیں ہوتا ناں..... آپ کیوں مائنڈ کر رہی ہیں۔ آل ریڈی مجھے پتا ہے کہ آپ مجھے بھی allow نہ کرتیں مگر اب دن میں تو جا سکتی ہوں ناں؟'' فری نے یہ کہہ کر دوسرا bite لیا۔

سارہ نے چائے کا کپ اس کے سامنے رکھا۔

''شکر ہے تم اتنا بھی سوچ لیتی ہو.....چلی جانا۔ میں منع نہیں کر رہی۔ بس اب ایک بات کا خیال کرنا.....کچھ دن جاتے ہیں کہ تم married کہلاؤ گی اور میرڈ لڑکی کو بہت احتیاط کرنا ہوتی ہے۔ اس کے تمام معاملات میں لائف پارٹنر کی شیئرنگ ہوتی ہے۔''

''اچھا، اچھا.....بس رہنے دیں.....میں سمجھ گئی آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ ماما.....انصر کا brought up یو ایس اے میں ہوا ہے۔ وہ بہت براڈ مائنڈڈ ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ کو ایجوکیشن میں فیلوز بھی ہوتے ہیں اور فرینڈز بھی۔ آپ ان کی فکر چھوڑیں.....ویسے بھی میں نے زین کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ he knows very well.....'' فری نے بے پروائی سے کہتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر سپ لیا۔

''اچھی بات ہے کہ تم نے انصر سے شیئر کیا ہے.....مگر بیٹا ایک بات ذہن میں رکھنا.....مرد مختلف ہوتے ہیں پر سب ہزبینڈز کی پروفائل ملتی جلتی ہوتی ہے۔ شادی سے پہلے.....خود کو بہت لبرل و براڈ مائنڈڈ ظاہر کرتے ہیں..... شادی کے بعد ہی پتا چل سکتا ہے کہ بندہ کتنا براڈ مائنڈڈ ہے۔''

سارہ نے نرمی و محبت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

''ماما.....انصر بہت different ہیں.....ورنہ تو میں انہیں لفٹ ہی نہ کراتی۔'' فری نے سابقہ انداز میں جواب دیا۔

سارہ نے اب گہری سانس لے کر کرسی کی بیک سے پشت ٹکالی۔

''بیٹا، سب کچھ اچھا لگتا ہے تب ہی تو شادی ہوتی ہے.....وہ بات جو ماں سمجھائے گی وہ کوئی اور کبھی نہیں سمجھا سکتا.....اس لیے کہ دنیا میں ماں کو ہی سب سے زیادہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے بچے ہمیشہ خوش اور پرسکون نظر آئیں۔''

''او کے ماما.....اب تو میں آپ کی ہر بات نوٹس کرتی ہوں.....ڈونٹ وری.....اور کل تو آپ دنیا کی سب سے اچھی ماما لگ رہی تھیں.....ہر چیز میری پسند کی دلائی ہے.....I am so happy'' فری شرارت سے کھلکھلائی۔

سارہ بھی خوش دلی سے مسکرا دیں۔

''جب تمہاری رخصتی کا وقت آئے گا تو تم روزانہ میرے ساتھ شاپنگ پر جاؤ گی۔ جیولری کا تو مسئلہ نہیں، میرا جیولر گھر آ کر تم سے ڈیزائن پسند کروا کر آرڈر لے جائے گا۔''

''اوہ ماما...... مجھے گولڈ کی جیولری سے کوئی دلچسپی نہیں، اس سے تو اچھا ہے آپ مجھے اسپورٹس کار دلا دیں۔ آرٹیفیشل جیولری اتنی زبردست ملتی ہے...... ایک سے ایک ڈیزائن...... خیر، ابھی تو یہ باتیں چھوڑیں، میں لیٹ ہو جاؤں گی۔'' بولتے، بولتے یکلخت فری پر عجلت سوار ہوگئی، جلدی، جلدی چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

''پاپا آج آفس نہیں جائیں گے؟'' وہ کپ رکھ کر کھڑی ہوئی تو اچانک اسے ناشتے کی میز پر باپ کی عدم موجودگی کا دھیان ہوا۔

''کوئی اہم میٹنگ چل رہی ہے آج کل، ایک بجے کے قریب آفس کے بجائے آواری ہوٹل جاتے ہیں۔''

''اوکے۔'' فری نے بڑے انداز سے ''اوکے'' کہا اور صوفے کی طرف بڑھی جہاں اس کا کالج بیگ اور فائل رکھی تھی۔

☆☆☆

''اب crew کمپلیٹ ہو گیا ہے۔ یہ ship چلتے رہنا چاہیے۔ جو گارڈ اب تمہارے ہاں ڈیوٹی دے رہا ہے ناں، یہ تو پیدا ہی گارڈ ہوا تھا۔'' ٹوٹو نے رک کر چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔ عرشلہ بھی مسکرانے لگیں، ٹوٹو آفس جاتے ہوئے زین سے ملنے آ گئی تھی۔ دونوں لاؤنج میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔

''کتنی خوفناک مونچھیں ہیں...... اور نام دیکھو...... ''پھول خان''۔'' عرشلہ نے بناوٹی انداز میں جھرجھری لے کر کہا۔

''ہنی...... کہتے ہیں یہ تو مونچھوں سے بندہ پہنچ سکتا ہے۔'' ٹوٹو نے حسب عادت اپنی بات کہہ کر قہقہہ لگایا۔ ''ہنی'' کا مطلب وہ اپنے شوہر کی بات کر رہی تھی۔ آج کی الٹرا ماڈرن دنیا میں شوہر کو نام سے کم ''ہنی'' اور جان...... جانی کہہ کر زیادہ بلایا جاتا ہے۔ یہ اور بات کہ ''ہنی'' کتنا ہنی ہے اور جان...... جانی...... کتنے ''جان لیوا''۔

''اچھا...... اب تم زین کی طرف سے hopeful رہا کرو۔ کچھ نیگیٹو سوچنے کی یا اوور تھنکنگ کی ضرورت نہیں۔ آج میں تمہارے لیے ایک گڈ نیوز لائی ہوں۔'' ٹوٹو نے چائے کا کپ ہینڈل کے بجائے دونوں ہاتھوں میں یوں پکڑا ہوا تھا گویا کپ کے پھسل کر گرنے کا اندیشہ ہو اور اسی انداز میں پکڑے، پکڑے چائے پی رہی تھی۔

''جلدی سے سناؤ...... کوئی گڈ نیوز ہی سننے کو نہیں ملتی۔'' عرشلہ مشتاق نظر آئیں اور کپ ٹیبل پر رکھ دیا۔

''میرا اسکینڈ کزن عامر آج رات پاکستان پہنچ رہا ہے۔ میری آنٹی نے بھی مسلم انڈین سے شادی کی تھی مگر بیچاری کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔ عامر بہت چھوٹا تھا مگر میرے انکل نے سیکنڈ میرج نہیں کی۔ ممی اپنے بہن کی نشانی سے ہمیشہ کانٹیکٹ میں رہیں۔ ویکیشن پر اسے اپنے گھر لائی تھیں۔ بہت نائس بندہ ہے، believe me۔'' ٹوٹو شریر انداز میں عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''لیکن یہ گڈ نیوز تو تمہارے لیے ہے، میرا کیا کنسرن ہے؟'' عرشلہ نے حیرت و سنجیدگی کی آمیزش سے ملے جلے تاثرات ظاہر کیے۔

''ارے وہ خاص مشن پر آ رہا ہے...... یہاں شادی کرنا چاہتا ہے۔'' ٹوٹو کی شریر مسکراہٹ سے عرشلہ قدرے کھٹک تو گئی تھیں مگر کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے پوری بات سننا تھی۔

''تو کرا دینا اس کی شادی۔'' عرشلہ نے الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔

''تم سے کرانا چاہتی ہوں۔'' ٹوٹو کھلکھلائی۔

"what's a nonsense?" عرشلہ برا مان گئیں۔

''شادی بنانا نانسینس ہوتا ہے؟'' ٹوٹو نے گھور کر دیکھا۔

''سیکنڈ کرنا تو بیچ نانسینس ہوتا ہے۔ فرسٹ ٹرم میں تو بندہ بیوقوف بن ہی جاتا ہے۔'' عرشلہ نے قدرے خفگی سے جواب دیا۔

”یہ اس لیے کہہ رہی ہو کہ ابھی تمہاری عامر سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔ بہت لوگوں سے ملی ہو مگر ابھی تک عامر سے نہیں ملیں۔“ ٹوٹو بہت ہی پُراعتماد نظر آرہی تھی۔

”ایسی کیا خاص ہے...... چاند پر رہتا ہے...... شادی کرنے زمین پر آیا ہے؟“ عرشلہ نے قطعاً دلچسپی ظاہر نہیں کی۔

”وہ گریٹ مین ہے...... جیوپیٹر (مشتری) پر رہتا ہے...... چاند تو چھوٹا ہوتا ہے۔“ ٹوٹو پھر ہنس پڑی۔ عرشلہ کی کیفیات سے لطف اندوز ہورہی تھی مگر عرشلہ یک دم گہری سنجیدگی میں اتر گئیں۔

”تمہارے ساتھ تھوڑا ہنس بھی رہی ہوں مگر میرا دل ہنسنے کو نہیں چاہتا۔ میں زین کی طرف سے بہت فکرمند ہوں۔ جب تک اس کے منہ سے ماما نہیں سنوں گی...... مجھے دنیا کے کسی بندے کی آواز سنائی نہیں دے گی۔ ساری رات جاگا ہے میرا بیٹا...... آج سے تو وہ میرے روم میں ہی سوئے گا۔ اگر وہ اسی طرح راتوں کو جاگتا رہا اکیلے میں تو......“ بولتے، بولتے عرشلہ کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

ٹوٹو تڑپ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور عرشلہ کا سر اپنے سینے سے لگالیا۔

”کم آن عرشی...... زین بائی برتھ تو dumb نہیں ہے میری جان...... آہستہ، آہستہ سب سیٹ ہوجائے گا...... hope کو نہ جانے دو، یہی تو ہمارا asset (اثاثہ) ہوتی ہے۔“

”sorry to say...... ٹوٹو...... تمہیں اس وقت تو کم از کم یہ بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ سوچو ذرا اس وقت ماں پر کیا گزر رہی ہے۔“ عرشلہ کو ٹوٹو کی اس ”گڈ نیوز“ سے دلی صدمہ ہوا تھا۔ ان کے احساسات مجروح ہوئے تھے۔

”میں تمہیں بتاتی نہیں ہوں...... ثمینہ آنٹی ہر دو دن بعد مجھے فون کرکے یاد دلاتی ہیں۔ انہیں تمہاری بہت فکر ہے۔ یہی کہتی رہتی ہیں کہ میرے بعد عرشی کا کیا ہوگا؟ وہ تو کوئی اسٹیپ لینے کی ہمت ہی نہیں کرسکتی۔ میرا سب کچھ میری ایک بچی ہے...... وغیرہ وغیرہ۔“

”میں سمجھتی ہوں...... ممی...... ماں ہیں...... انہیں ضرور میری فکر ہوگی مگر میں بھی تو ماں ہوں۔“ عرشلہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

”آنٹی نے تمہیں جنم دیتے وقت pain لیے تھے۔ وہ pain تم نے زین کے لیے نہیں لیے...... فرق ہے عرشی۔“ ٹوٹو مخلص بھی تھی اور حقیقت پسند بھی۔ اسے یہ سخت الفاظ ادا کرنا پڑے۔

عرشلہ اب اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بچوں کی طرح پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔

”زین کے لیے pain نہیں لیے مگر وہ جو میری گود میں آتے ہی چلے گئے تھے...... ان کے لیے تو pain لیے تھے ناں...... دو مرتبہ کی میری eighteen months (اٹھارہ مہینے) کی لیبر consider نہیں کرتیں...... مستقل چیک اپ ہوتا تھا...... ویٹ کیا جاتا تھا۔ پانچ مہینے بعد میری فزکس چینج ہوجاتی تھی بلکہ کیمسٹری بھی...... شاپنگ کرتی تھی...... بے بی کے روم میں ٹوائز سجاتی تھی۔ بولو ٹوٹو...... اب بھی یہی کہوگی کہ مجھ میں mother hood (ممتا) نہیں ہے؟“ عرشلہ کے خوابیدہ روحانی زخموں کے ٹانکے اُدھڑ گئے تھے ان کی ہچکیوں میں کرب ہی کرب تھا۔

”اور وہ ظالم جو اس ساری لیبر میں مجھ سے شیئر کرتا تھا، کیسے بائے، بائے کرکے چلا گیا۔“

ٹوٹو نے بلکتی ہوئی عرشلہ کو اٹھ کر گلے سے لگالیا۔

”مائی ڈیئر عرشی...... سو سوری...... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ عامر کی نیچر کو میں بہت اچھے سے جانتی ہوں۔ وہ بہت ہمدرد اور حقیقت پسند ہے۔ وہ خوابوں کی باتیں نہیں کرتا...... اسے کسی سادہ سی ینگ لیڈی سے شادی کرنی ہے۔ وہ خود بہت امیر ہے، اسے بیس سال چھوٹی عمر کی بیوی بھی مل سکتی ہے کیونکہ ہینڈسم ہے...... امیر ہے...... چین اسموکر نہیں ہے...... بزنس میٹنگز میں سگار ضرور پیتا ہے...... کافی تو بالکل نہیں پیتا۔ اپنی ہیلتھ کے معاملے میں بہت کانشس ہے۔ میں نے اسے تمہارے بارے میں سب کچھ سچ، سچ بتایا ہے...... زین کا بھی بتایا

ہے۔اس سے کچھ نہیں چھپایا۔تمہاری pics بھی دکھائیں۔میں اور آنٹی تمہیں تنہائی کے عذاب سے نکالنا چاہتے ہیں۔میڈیسن سے تمہاری جان چھڑانا چاہتے ہیں...... دیکھو، میں اپنے ہزبینڈ کے ساتھ آئیڈیل لائف گزار رہی ہوں۔وہ ہزبینڈ نہیں، میرا دوست ہے۔اس کی ٹائی کی ناٹ خود بناتی ہوں۔اس کو سوکس، شوز، کوٹ خود پہناتی ہوں...... اسے یہ سب بہت اچھا لگتا ہے۔وہ مجھے ریٹرن کرتا ہے...... میں سوتی ہوں تو وہ ڈسٹرب نہیں کرتا۔صبح جلدی اٹھتا ہے تو میرے لیے بھی چائے بناتا ہے...... میں تمہارے لیے بھی ایسی ہی خوب صورت زندگی کے خواب دیکھتی ہوں۔'' ٹوٹو جذباتی انداز میں بولتی چلی گئی۔اس کی نیت تھی کہ عرشلہ کے آنسو تھم جائیں۔ٹوٹو کی ازدواجی زندگی کی حسین جھلکیاں بہت پُرتاثیر تھیں۔عرشلہ کے حواسوں پر بھی گویا پھوار برس پڑی۔

ٹوٹو کے جذبات اتنے تنومند و توانا تھے کہ عرشلہ کی الجھی ہوئی شخصیت گویا ڈھیر ہوگئی۔

''ممی مجھ سے بھی اس ٹاپک پر بات کرتی رہتی ہیں مگر بہت سارے خوف میری جان نہیں چھوڑتے۔''

''میموریز پر تو یونیورس ڈیپینڈ نہیں کرتی...... ہر نئے دن کے ساتھ کچھ نیا سامنے آتا ہے...... خوف صرف کاغذ کے بھوت ہوتے ہیں۔ان کی roots (جڑیں) نہیں ہوتیں ڈارلنگ...... میں تمہاری خوشیوں کے لیے کتنی willing ہوں...... تمہارے آنسوؤں سے بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑا...... میری بات اپنی جگہ ہے۔تم مجھے ہنڈریڈ ٹائم رو کر دکھاؤ...... زین...... زین کرتی رہو...... مجھے فرق نہیں پڑنے والا۔'' ٹوٹو نے اپنی اولوالعزمی کا مظاہرہ کیا پھر چپت لگاتے کے انداز میں عرشلہ کے رخسار کو بھی چھوا۔

عرشلہ چند ثانیے گہری سوچ میں ڈوبی رہیں۔ٹوٹو کو ٹکٹکی باندھ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''سپوز (فرض کرو) میرا لائف پارٹنر مجھے بہت کچھ دے سکتا ہے مگر اسے دینے کے لیے میرے پاس کیا ہے؟'' عرشلہ پھر مایوس نظر آئیں۔

ٹوٹو نے انگلی سے عرشلہ کی ٹھوڑی کو چھو کر ان کا چہرہ اونچا کیا۔

''اتنی سلم، اسمارٹ، خوب صورت، معصوم اور محبت بھرا دل رکھنے والی عرشلہ جو منافق، جھوٹی، لالچی، خودغرض نہیں ہے...... بالکل بھی نہیں ہے...... کسی کی لائف پارٹنر ہو تو اسے اور کیا چاہیے؟''

عرشلہ نے اب لاجواب ہو کر بڑی بے بسی سے ٹوٹو کی طرف دیکھا۔

''تم زین کی وجہ سے پریشان ہو ناں؟ عامر کے پاس یو ایس اے کی نیشنلٹی ہے۔بہت آرام سے امریکا جا کر اس کا علاج بھی ہو سکتا ہے...... میں نے عامر کو بتایا ہے کہ زین، عرشلہ کے ساتھ پلس (plus) ہے...... کبھی مائنس نہیں ہوگا۔''

ٹوٹو پر اب واپسی کی عجلت سوار ہوگئی تھی۔وہ رسٹ واچ پر ٹائم دیکھتے ہوئے اپنا شولڈر بیگ اٹھا رہی تھی۔

عرشلہ پھر غائب دماغی کی کیفیت میں مبتلا تھیں۔

☆☆☆

دو بجے کے قریب شمسہ اپارٹمنٹ میں پہنچ گئیں۔واصف بھی یونیورسٹی سے وہیں آگیا تھا۔

دو بیڈ روم، لاؤنج اور ڈرائنگ روم پر مشتمل اپارٹمنٹ جو نہ تو بہت چھوٹا تھا نہ بڑا...... کچن تیار تھا، نیا ہوب تاب بھی لگا ہوا تھا...... اور تربو بھی۔نیا پروجیکٹ تھا اس لیے آئل پینٹ اور ڈسٹیمپر کی ملی جلی خوشبو ماحول میں رچی ہوئی تھی۔اپارٹمنٹ چھٹی منزل پر تھا۔ڈائیوو کمپنی کی چمچماتی نئی لفٹ جس کے اندرونی حصے میں بڑا سا آئینہ بھی لگا ہوا تھا۔نہ پسند آنے والی کوئی بات نہ تھی۔شمسہ کے روم میں کوئن سائز بیڈ اور واصف کے کمرے میں ڈبل بیڈ تھا، کھڑکیوں پر پردوں کے بجائے جدید بلائنڈز لگے ہوئے تھے۔واش رومز میں بھی آرائشی اشیا نظر آرہی تھیں مثلاً منی پلانٹ، کشتی کی شکل کی صابن دانیاں، دروازے کے بالکل ساتھ سائے میں پھلنے پھولنے والا سرسبز پودا۔

''یہ ہمارا حصہ دیا ہے ماموں نے؟'' واصف نے پلٹ کر ماں کی طرف دیکھا۔

”جان چھڑائی ہے...... بیوقوف بنایا ہے ہمیں۔“ لہجے میں غضب کی کڑواہٹ تھی۔

”شکر کرو...... نہ دیتے یہ بھی تو ہم کیا کر لیتے۔ اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ہے کہ آج ہمارے پاس اپنی چھت ہے...... اچھے صاف ستھرے علاقے میں اللہ نے اپنا ٹھکانا دیا ہے۔“ شمسہ نے واصف کو فوراً ٹوک دیا تھا اور شکر کے کلمات یوں ادا کیے تھے گویا اسے سبق یاد کرا رہی ہوں۔

”فری کی شادی بھی تو قریب آ رہی ہے۔ گھر میں مہمان داری ہوگی، رکنے والے مہمان آئیں گے۔ شادی کے گھر میں تو جگہ کم پڑ جاتی ہے۔“

شمسہ پُرشوق انداز میں نئے نویلے کچن کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی دُھن میں بول پڑی تھیں۔

لاؤنج کی ونڈو سے ہلا سنڈز دیکھتا واصف آن کی آن میں ساکت سا ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا۔

”فری کی شادی!“ کتنے اجنبی، نامانوس سے الفاظ لگے تھے۔ ابھی تک وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ”فری کی شادی“ جیسے الفاظ بھی معمول کا حصہ بنتے جا رہے ہیں۔ سنگل run بھی نہیں بن رہے تھے...... ایک دم چھکا لگ گیا۔ واصف کے دل پر ایک ایسا بوجھ آ پڑا جو اس کی انا بوجھ ماننے ہی سے انکاری تھی۔ بے اختیاری کیفیت میں اس نے اپنا دایاں ہاتھ گال پر رکھ لیا تھا۔

”یہ کام تم نے بہت غلط کیا...... کبھی، کبھی تھپڑ بددعا بن کر پیچھا کرتا ہے...... میں اپنے آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا...... ویسے بھی میں پاگل ہوں اور پاگل جھوٹ نہیں بولتے۔ مجھے تمہاری خوشی سے ہمیشہ تکلیف ہوگی...... میں تو چاہتا ہوں درد کے سفر میں تم میری پارٹنر بنو۔“ وہ سوچ رہا تھا۔

”اس میں بھی ماموں کی سیاست ہے ماں...... وہ فری کی شادی سے پہلے ہمیں اس گھر سے آؤٹ کرنا چاہتے ہیں۔ شاید وہ اپنے معزز مہمانوں سے چھپانا چاہتے ہیں کہ ان کی کوئی بہن بھی ہے۔“

ذہنی دباؤ شدید ہو تو زبان نشانے سیدھے لینے لگتی ہے...... بات ”کی“ جاتی ہے ”بنائی“ نہیں جاتی۔

”اتنا کچھ تو کر دیا ہے میرے بھائی نے...... اب معاف کر دو انہیں۔ تمہیں کیا پتا واصف...... میرا بھائی نہ ہوتا تو آج میں کہاں ہوتی۔“ آخری الفاظ یوں ادا ہوئے گویا خود کلامی کر رہی ہوں۔

”میں صرف ایک رشتہ پہچانتا ہوں اور وہ ہے ماں کا رشتہ...... خیر، اس بات پر تو میں کسی وقت ان کا شکریہ ضرور ادا کروں گا کہ انہوں نے بڑے ثواب کا کام کیا...... غلام آزاد کر دیا۔“ واصف نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ ماں کی طرف دیکھا۔

”سچ کہوں واصف...... مجھے اس گھر میں داخل ہو کر یوں لگا جیسے میں آج ہی پیدا ہوئی ہوں...... کھل کر سانس لے رہی ہوں...... خود کو پھول کی پتی کی طرح ہلکا محسوس کر رہی ہوں۔ یہ تو بہت ہی اچھا ہوا...... ہم فری کی شادی سے پہلے یہاں شفٹ ہو جائیں گے۔ شادی کے گھر میں بہت کام ہوتے ہیں اور اب تمہارے پاس ٹائم نہیں ہوتا، فائنل سمسٹر ہے...... ٹیوشنز ہیں۔“ شمسہ اپنی دُھن میں بڑی سادگی سے بولتی چلی گئیں۔

واصف نے کچن میں آ کر فریج کا ڈور کھول کر اندر کا جائزہ لیا۔

”مانتی ہو ناں ماں...... آپ کا بیٹا غلامی کر رہا تھا۔“ اس نے بات کرتے ہوئے شمسہ کی طرف سے پشت کر لی۔

”پھر بھی تم وہاں سے نکلنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ میں نے ہاتھ جوڑے تو تم نے ماں کی سنی۔“ شمسہ نے اس کا بازو تھام کر اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔ واصف نظر بچا گیا۔

”یقین نہیں ہے ماموں پر...... ہمارا ہی مال ہمیں خیرات کی طرح دے رہے ہیں۔“

”نہیں نہیں واصف...... ان کے احسانات ضائع نہ کرو...... بھائی، باپ کا کہنا مانتے تو مجھے دھیلا بھی نہ ملتا۔ میں مرتے دم تک بھائی کا احسان مانوں گی۔ تم میرے بھائی کی غلامی کرتے تھے، تمہاری انسلٹ کی جاتی تھی، مجھے بہت

تکلیف ہوتی تھی...... پھر میں ان کے احسانات یاد کر کے خود کو بہلایا کرتی تھی۔'' شمسہ کے لہجے میں رقت اترنے لگی۔

''ٹھیک ہے ماں...... میں بحث نہیں کروں گا اب لیکن ایک بات آپ کو صاف، صاف کہہ رہا ہوں، اس گھر میں شفٹ ہونے کے بعد میں اور آپ سالار صاحب کے گھر کبھی نہیں جائیں گے...... کوئی انتہا بھی ہو جائے تب بھی نہیں...... اس گھر سے نکلیں گے تو پلٹ کر نہیں دیکھیں گے...... آپ کو میری یہ بات ماننا ہوگی...... یا یوں سمجھ لیں کہ اس گھر سے نکلنے کے لیے یہ میری شرط ہے...... ورنہ میں یہاں نہیں رہوں گا۔''

واصف نے ماں کی نم آنکھوں کی طرف دیکھ کر دوٹوک انداز میں کہا۔

شمسہ حیران، پریشان اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

digest Novels Lovers group

☆☆☆

عرشلہ، زین کو نیچے فلور پر لاؤنج میں لے آئی تھیں تاکہ اسے فری کے ساتھ خوش دیکھ کر ان کے ذہنی دباؤ میں کچھ کمی واقع ہو۔

فری اور زین کارڈز کھیل رہے تھے، درحقیقت زین بہت دنوں بعد خوش نظر آ رہا تھا۔ دونوں بڑے سے دیوان پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ پاس ہی چھوٹی سی گول میز رکھی تھی جس پر نوکر وقفے، وقفے سے کھانے پینے کی چیزیں لا کر رکھ رہا تھا۔

''زین...تم اپنی ول پاور سے وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو امپاسبل نظر آتا ہے law of attraction کو فالو کرو...... اس سے تمہیں انرجی ملے گی۔ تمہارا faith ڈیویلپ ہوگا کہ تم بہت جلد پہلے سے زیادہ اچھی طرح بات کر سکو گے...... ڈبیٹ میں حصہ لو گے win بھی کرو گے۔'' کھیلتے ہوئے فری زین کی ''بیٹری'' بھی چارج کر رہی تھی۔

عرشلہ نے آگے بڑھ کر فری کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''سو، سویٹ، تم کتنی loyal ہو زین کے ساتھ...... تم اسی طرح زین کو encourage کرتی رہیں تو یہ بہت جلدی نارمل اور فٹ ہو جائے گا۔ میں تو تمہیں بہت immature سمجھتی تھی...... تمہارے سامنے تو میں خود کو اسٹوپڈ فیل کر رہی ہوں۔'' عرشلہ نے فری کو اپنے ساتھ لگا کر گرمجوشی سے دبایا۔

"great." وہ پیار بھری نظروں سے فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''تھینک یو آنٹی!'' فری قدرے شرما گئی۔

''اب تو میں تمہیں روز کار بھیج کر بلوایا کروں گی۔ میرا دل کہتا ہے اگر زین تمہاری کمپنی میں کچھ وقت گزارے گا تو بغیر میڈیسن کے ٹھیک ہو جائے گا اور......''

عرشلہ کا جوشِ خطابت دم توڑ گیا کیونکہ فری کے سیل پر سارہ کی کال آ رہی تھی۔ فری نے دوسرے ہاتھ میں کارڈز منتقل کیے اور سیل فون اٹھا کر کال وصول کی۔

''جی ماما......؟'' اس نے کوفت بھرے انداز میں ''جی ماما'' بولا تھا کہ ابھی تو کھیل شروع کیا ہے اور سارہ کو اس کی واپسی کی فکر ہو گئی۔

''فری...... زیادہ دیر نہ کرنا...... انصر اور نعیم بھائی کراچی پہنچ گئے ہیں۔ وہ دو دن سے دبئی میں تھے، دبئی سے فلائٹ لے کر آدھا گھنٹا پہلے یہاں پہنچے ہیں اور شام کی چائے پر ہمارے ساتھ ہوں گے۔''

فری کے کان سے سیل فون لگا تھا۔ اس سرپرائز پر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا...... آنکھوں میں خوشی و حیرت کی چمک تھی۔ زین اور عرشلہ غور سے اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ”دُکھ بدن“ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوردیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

قسط نمبر 12

”رئیلی ماما.... آپ ویسے ہی تو نہیں بول رہیں کہ میں جلدی آجاؤں......؟“ فری ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھی۔ خوشی کی انتہا پر تو گویا یقین زندہ پکڑی ہوئی مچھلی کی طرح ہاتھ سے پھسل رہا ہوتا ہے۔
”دماغ خراب نہیں ہے میرا...... میرے پاس بلاوجہ فون کرنے کے لیے فضول ٹائم نہیں ہوتا۔“ سارہ نے جھاڑ پلادی۔

''بس جلدی سے نکل پڑو...... بہت بری بات ہوگی اگر تم ان کے آنے کے بعد پہنچو گی۔'' سارہ نے اب نارمل انداز اور سمجھانے کے طریقے پر مزید تاکید کے ضمن میں کہا۔

''او کے......'' اس نے اپنے الفاظ زور لگا کر ادا کیے تھے۔ عرشلہ اور زین ہنوز ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ فری کے چہرے پر زندگی کے سارے رنگ کھل اٹھے تھے۔ جیسے بھادوں کی جھڑی کے بعد افق پر قوسِ قزح چمکتی ہے۔

''خیریت ہے ناں فری......؟ بہت ایکسائٹڈ (پُرجوش) نظر آرہی ہو......؟'' عرشلہ سے اب رہا نہ گیا۔ وہ بے ساختہ بول پڑیں۔

''آنٹی کچھ اسپیشل گیسٹ اچانک آرہے ہیں فارن سے......'' فری کی روشن آنکھیں بہت کچھ بول رہی تھیں مگر دونوں ماں، بیٹا کچھ بھی اندازہ لگانے کے قابل نہیں تھے۔ اتنا خوش اور پُرجوش تو عرشلہ نے کبھی فری کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ تو کسی پرندے کی طرح بس اڑنے کے لیے بے تاب نظر آرہی تھی۔

''آئی ایم سوری زین...... میں جلد ہی تمہیں جوائن کروں گی ہم بہت دیر تک کارڈز کھیلیں گے...... بلکہ میں انصر کو ساتھ لے کر آؤں گی، آنٹی کو ملا کر پارٹنر شپ میں کھیلیں گے تو اور مزہ آئے گا......'' وہ تیز، تیز بولتے ہوئے سیل فون اٹھا کر سرور کا نمبر بھی ڈائل کر رہی تھی۔

''ان......ن......صر......؟'' عرشلہ اور زین تو انصر پر اٹک گئے تھے جبکہ فری، انصر کا نام لے کر بجز پور رفتار سے آگے نکل چکی تھی۔

عرشلہ بول پڑیں...... زین کا دم گھٹنے لگا۔

''جی...... آنٹی...... سوری...... میں نے آپ کو انصر کے بارے میں پہلے نہیں بتایا۔ میرا مطلب زین کو...... ایک منٹ میں ذرا ڈرائیور کو گیٹ پر آنے کا بول دوں۔'' فری نے کہا۔

''ہاں...... سرور...... پلیز پانچ منٹ میں گاڑی گیٹ پر لے آؤ...... زیادہ دور تو نہیں ہو......؟ بس فٹافٹ آجاؤ...... ماما ویٹ کر رہی ہیں۔'' وہ ڈرائیور سے بات کر رہی تھی۔ اس دوران زین میسج ٹائپ کرنے لگا تھا۔ فری نے رابطہ منقطع کیا تو واٹس ایپ کی میسج الرٹ ٹون ٹن کے انداز میں سنائی دی۔

''اوہ...... ماما ہی کا میسج ہوگا......'' فری نے زچ ہو کر میسج کھولتے ہوئے کہا۔ پھر چونک کر زین کی طرف دیکھا۔

زین نے سامنے بیٹھ کر پیغام ارسال کیا تھا۔

"who is ansar?" (انصر کون ہے) فری نے زین کی طرف مسکرا کر دیکھا...... پھر عرشلہ کی طرف۔

''ابھی تو صرف فیملی فرینڈ ہیں...... انہوں نے مجھے پروپوز کیا ہے......'' جانے ایسا کیا تھا کہ فری کھل کر نہیں بتا پا رہی تھی...... حالانکہ اس کے حساب سے اس کا اور زین کا تعلق صرف ایک کلاس فیلو اور ایک ہمدرد بہترین دوست کا تھا۔ زین نے اس کے ساتھ مستقبل کے حوالے سے کبھی کوئی بات نہیں کی تھی۔

زین نے تو تعارف سن کر سر ڈال دیا تھا۔ مگر عرشلہ بری طرح بدحواس نظر آنے لگیں۔ بے قرار ہو کر زین کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا لیا تھا...... اسی وقت فری کے سیل فون پر سرور کی مسڈ کال آئی جس کا مطلب تھا وہ گیٹ پر آچکا ہے...... فری کو بتا کر کسی ڈھابے پر دودھ پتی پینے گیا تھا...... اللہ جانے چائے پی یا فری کی افراتفری والی کال پر پیالی پٹخ کر دوڑا تھا۔

''او کے...... زین...... we'll meet again'' اس نے دم بخود بیٹھے زین کی کیفیت سے صرف نظر کیا...... اس کے خیال میں تو گیم ادھورا رہ جانے کی وجہ سے زین شاکڈ تھا۔ اسی بنا پر تسلی کے دو بول بول دیے تھے۔

''او کے فری......'' عرشلہ، زین سے نظر چرا کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔

digest novels lovers group

”آل دا بیسٹ......“ عرشلہ نے فری کو اپنے ساتھ لگا کر اس کے رخسار پہ علامتی بوسہ دیا...... یہ رکھ رکھاؤ سے زیادہ خود کو سنبھالنے کا عمل تھا۔

زین نے بیٹھے، بیٹھے روبوٹ کی طرح الوداعی انداز میں اپنا دایاں ہاتھ اوپر کر کے حرکت دی۔

فری کے پاس تو تکلفات کی مد میں دو پل بھی نہیں تھے۔ نئے سرے سے ماں، بیٹے کی طرف خاک دیکھتی...... پل بھر میں جھونکے کی طرح منظر سے گزر گئی۔ عرشلہ کی سانسیں ہنوز بے ترتیب تھیں۔ فری جا چکی تھی مگر عرشلہ ابھی تک اسی طرف دیکھ رہی تھیں جس طرف فری کا وجود اوجھل ہوا تھا۔

زین نے ہاتھ بڑھا کر عرشلہ کے گاؤن کی کھلی آستین پکڑ کر کھینچی تو وہ چونکیں اور ڈرتے، ڈرتے زین کی طرف دیکھا۔

”ہم دونوں کھیلتے ہیں۔“ زین نے عرشلہ اور اپنی طرف باری، باری اشارہ کیا...... عرشلہ کی جان میں جان آ گئی۔ انہوں نے گویا دیر بعد کھل کر سانس لی۔

وہ زین سے چھیڑ چھاڑ کے انداز میں اس کی شادی کی بات ضرور کرتی تھیں مگر دل سے چاہتی تھیں کہ اگر کبھی ایسا ہو بھی تو جلدی نہیں ہونا چاہیے۔ پہلی وجہ تو زین کے disorders تھے۔ عرصہ دراز سے فزیشن ناشتے، کھانے کی طرح زندگی کا حصہ بن چکا تھا۔ بچپن کے مقابلے میں بہتری کی جانب گامزن نظر آتا تھا شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ اب شعور بڑھ رہا تھا اور قوت ارادی کی توانائی بھی کام کر رہی تھی۔ زین کی فزیشن کے ساتھ تنہائی میں بیٹھک

ہوتی تھی۔ عرشلہ کو جو پوچھنا ہوتا تھا وہ فریشن سے علیحدگی میں پوچھتی تھیں۔ زین سے براہ راست سوال جواب نہیں کرتی تھیں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ کم عمری کی شادی سے خوفزدہ تھیں...... شادی شدہ عملی زندگی کا تجربہ مکمل ذہنی تشدد تھا۔ کہاں ایک شاندار اسٹوڈنٹ لائف...... فیلوز، کالج، اپنی مرضی سے جب چاہے سو جانا...... جب بھوک لگے کھا لینا۔ جم جانا...... spa انجوائے کرنا...... اچھے بھلے بالوں کا کلر تبدیل کر لینا...... کبھی ایجوکیشنل ٹور پر جانا کبھی ثمینہ کے ساتھ یورپی ملک میں چھٹیاں منانا۔

کہاں شادی شدہ زندگی...... شادی کے بعد ہنی مون پیریڈ تو بڑا یادگار تھا مگر اس کے بعد تو انہیں اپنا شوہر یکسر ''جاہل'' لگنے لگا اتنی بھی تمیز نہیں تھی کہ بیوی گہری نیند سو رہی ہو تو اسے نہیں جگاتے...... پھر جگانے کی جہالت کے علاوہ...... ''تھکی ہاری'' بیوی کو صبح آٹھ بجے پھر جگا دینا۔

''یار...... میری گرے ٹائی کہاں رکھی ہے؟ یا میرے براؤن موزے لاپتا ہیں...... یا...... یار ہینڈ ٹی تم بناؤ...... یہ تمہارا نیا بٹلر تو کسی کام کا نہیں۔'' شروع شروع میں تو وہ ماں کے سامنے بہت طبیعت سے رویا کرتی تھی۔

''شادی کو پریکٹیکل لائف کہتے ہیں...... سب ہزبینڈ ایک جیسے ہوتے ہیں۔'' ثمینہ اسے سمجھا کر قابو کرنے کی کوشش کرتیں۔

''نہیں...... یہ مڈل کلاس سے ہے ناں...... اس لیے اس کی کیمسٹری damaged (شکستہ) ہے۔'' وہ الٹا ماں کو قائل کرنے کی کوشش کرتی۔

''تمہارے فادر تو ایلیٹ کلاس سے تھے عرشی...... مجھے اپنی فیورٹ ساڑی پہننے نہیں دیتے تھے، کہتے تھے کہ اورنج کلر میں تم monk (بھکشو) کی مدر لگتی ہو......'' اس طرح کے مضبوط ترین دلائل بھی عرشلہ کو قائل نہ کرسکے...... وہ اس خیال پر مضبوط تھی کہ کلاس کا فرق ساری ''بے آرامی'' کی جڑ ہے۔

''گریس کیلی'' کی طلاق کی خبر سن کر اس نے ثمینہ کو جتایا تھا کہ ذہنی صحیح ہے ممی غلط ہیں...... ڈھیر سارے بچے پیدا کرکے بھی گریس کیلی نے شادی نہیں چلائی۔ ڈھیر سارے بچوں کی وجہ بھی بتادی کہ ''اتنا ذہنی تشدد (مینٹل ٹارچر) ہوگا تو پھر شادی تو ٹوٹے گی ہی۔''

اب وہ زین کو اتنی جلدی میٹھے خوابوں سے جگانے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھیں۔ ''خواہ وہ سو سرد ماروں'' کے برابر ہو جائے۔

ذہن قدرے پُرسکون ہوا تو ان پر یکلخت منکشف ہوا...... فری کے علاوہ زین نے کسی ''لڑکی'' سے دوستی کو سیریس نہیں لیا تھا۔

''اچھا ہے فری کی شادی کل کی ہوتی آج ہو جائے...... کچھ دن ''ہجر'' منائے گا پھر واپس معمولات کی طرف آئے گا......'' اب عرشلہ خود کو بہلا رہی تھیں کہ یہ ''کہنی کی چوٹ'' ہے۔

عشق نے سیکھ ہی لی وقت کی تقسیم کہ اب
وہ مجھے یاد تو آتا ہے مگر کام کے بعد

جان سب کو پیاری ہوتی ہے...... کون غالب کی طرح دل کو روئے جگر کو پیٹے جیسے کہ انہوں نے جان کہنے والے سے جان چھڑائی تھی۔

حیرت انگیز طور پر ان کی رگ و پے میں توانائی دوڑنے لگی...... گویا کوئی ناگوار قسم کا خواب دیکھتے ہوئے گھبرا کر آنکھ کھلی ہو...... اور پُرآسائش خواب گاہ میں خود کو پا کر سکون کی سانس لی ہو۔

زین کو فی الوقت عرشلہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ دم بخود سا سر ڈالے بیٹھا تھا۔ عرشلہ نے بے اختیار آگے بڑھ

کر اسے اپنے گلے سے لگالیا۔
زین نے کوئی مزاحمت نہیں کی گویا اس وقت کسی اپنے کے لمس سے اس نے حیات کی حرارت کشید کرنا تھی...... اپنے ''ہونے'' کو محسوس کرنا تھا۔
''چلولان میں چلتے ہیں...... پہلے ٹینس کھیلیں گے...... پھر مزے سے کافی پئیں گے۔'' انہوں نے زین کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا...... لہجے میں حقیقی ممتا کی حلاوت گھلی ہوئی تھی۔
اندھیری کوکھ سے اندھیری قبر کا سیدھا راستہ طے کرنے والی روحوں نے جدائی کے زخم کے ساتھ، ساتھ ممتا کا شعور بھی تو بخشا تھا۔ جو اب زین کا اثاثہ تھی جس کی وجہ سے ماں سے لڑ پڑتی تھی۔

☆☆☆

سارہ پر تو گویا وقت پڑ گیا تھا...... پہلے ہائی ٹی پھر ڈنر کا اہتمام...... ایک خانساماں اور ایک میڈ کے ساتھ انہیں سارے کام نپٹانا تھے...... سالار صاحب کو صرف مہمانوں کا انتظار کرنا تھا۔
''نعیم بھائی کا ٹھہرا سرپرائز اور مجھے مل گیا کام......'' سارہ نے کمرے میں داخل ہو کر نہ چاہتے ہوئے بھی دل کی بات منہ سے نکال دی۔
سالار صاحب فون پر مصروف تھے...... گلاسز کے اوپر سے جھانک کر بیگم کی طرف دیکھا اور پھر خوشگواری سے مسکرا دیے۔
''ڈنر کی تیاری کرلو...... چائے کے لیے باہر سے کچھ منگا لو...... تمہیں تو بس خود کو تھکانے کا شوق ہے۔''
''بھئی وہ لوگ اتنے چوزی ہیں کہ کچھ آگے رکھتے ہوئے ڈر ہی لگتا ہے۔ اس میں مرچ زیادہ ہے، یہ heavy ہو جائے گا۔ چیز کیک دو دن تک ہضم نہیں ہوگا...... پکوڑے acidity پیدا کرتے ہیں، حلیم میں بہت کیلوریز ہوتی ہیں...... یہ اور وہ......'' سارہ اپنے پہننے والے ڈریس کا انتخاب کرنے عجلت کے انداز میں کمرے میں آئی تھیں مگر غائب دماغی کی کیفیت میں کام بھول کر بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔
''ہائیں...... یہ سب باتیں تم سے نعیم نے کب کیں، میرے سامنے تو اس نے کبھی ایسے قیمتی خیالات کا اظہار نہیں کیا......'' سالار صاحب واقعی حیرت زدہ نظر آرہے تھے۔
''انہوں نے مجھے بھی کوئی مینیو نہیں تھمایا...... میری گھر کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف کرتے ہوئے یہ سب کہہ بیٹھتے تھے اور میں نے پلو سے باندھ لیا۔ وہ جو کہتے ہیں ناں عقل مند کو اشارہ ہی کافی......'' یہ کہہ کر سارہ بڑبڑا کر اٹھ کھڑی ہوئیں...... یاد آگیا تھا کہ وہ کس کام سے کمرے میں آئی تھیں۔
''ایک تو تمہیں عقل مند کہلوانے کا بہت شوق ہے......'' سالار صاحب بیٹی کے خواب کی تعبیر بن رہے تھے...... ان کے اپنے دل کی کلیاں کھلی پڑ رہی تھیں...... سارہ کو چھیڑتے ہوئے بغور دیکھ بھی رہے تھے۔
''آپ بیوقوف کہتے رہیں...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا......'' سارہ بھی مسکرائیں اور وارڈ روب کا پٹ کھول کر لٹکے ہوئے کپڑوں کا جائزہ لینے لگیں۔
''اللہ کرے فری لیٹ نہ ہو...... اس کی تیاری بھی دیکھنی ہے...... پتا نہیں کیا الٹا سیدھا پہن کر بیٹھ جائے......''
وہ خود کلامی کے انداز میں وارڈ روب میں سر دیے بڑبڑانے لگیں...... سالار صاحب فری کو فون ملانے لگے۔
کیونکہ وہ سارہ کی اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ اس سے کچھ بعید بھی نہیں تھا کہ ٹریک سوٹ پر اسکارف اوڑھ کر مہمانوں کی خاطر تواضع کرنا شروع کردے۔
کال تو گئی تھی مگر فری کی طرف سے منقطع کردی گئی تھی۔ مگر فوراً ہی میسج آگیا تھا کہ پانچ منٹ میں پہنچ رہی ہوں۔
''بس آنے والی ہے...... تم اپنے کام دیکھو...... میں فری کی تیاری دیکھ لوں گا......'' سالار صاحب اس وقت

تعاون کرنے والے شوہروں میں پہلا انعام جیتنے کے موڈ میں نظر آئے۔

''بس رہنے دیں...... وہ آپ کو یہ کہہ کر چپ کرا دے گی کہ پاپا یہ فیشن ہے...... اور آپ بڑے فخر سے سوچیں گے کہ میری بیٹی سے زیادہ فیشن کا کس کو پتا ہوگا!'' سارہ کے انداز میں بے ساختگی تھی تو دوسری طرف سالار صاحب کا قہقہہ بھی بے ساختہ تھا۔

☆☆☆

فری کے جانے کے بعد زین سر جھکا کر اپنے بیڈ روم میں چلا گیا تھا۔ عرشلہ، ثمینہ کے ساتھ چائے پینے لان میں آ گئیں...... ثمینہ کا موڈ حسبِ سابق آف تھا کیونکہ عرشلہ نے ابھی تک زین سے شریف الدین کے بارے میں پتا نہیں کیا تھا۔

دونوں کے سیل فون آمنے سامنے میز پر رکھے تھے اور دونوں خاموش تھیں جیسے اس وقت کرنے کو کوئی بات ہی نہیں سوجھ رہی ہو۔

اسی وقت عرشلہ کے سیل فون کی اسکرین روشن ہوئی اور میسج الرٹ ٹون فضا میں مرتعش ہوئی۔ عرشلہ نے یوں لپک کر سیل فون اٹھایا جیسے واقعی وہ کسی میسج کا انتظار کر رہی تھیں۔

سامنے زین کا میسج دیکھا...... آج کل وہ اپنی ہر بات میسج کے ذریعے ہی کر رہا تھا۔ عرشلہ کے نزدیک یہ معمول کا عمل تھا اس لیے اس نے آرام سے میسج کھولا۔

''مام...... اب فری سے پتا کریں کہ اظہر کے پروپوزل پر وہ کیا فیصلہ کرنے جا رہی ہے؟ اگر اس نے کسی تھرڈ پرسن کو میرے اور اپنے بیچ انوالو کیا تو میں خود کو مار ڈالوں گا۔''

''اوہ...... تو......'' عرشلہ نے بدحواس ہو کر ثمینہ کی طرف دیکھا تھا جو بیزار کن تاثرات چہرے پر سجائے کیاریوں کی طرف دیکھ رہی تھیں...... عرشلہ کے بے اختیار انداز میں ''oh no'' کہنے پر چونکی تھیں۔

''کیا ہوا...... کون ہے......؟'' ان کا ذہن تو اس پراسرار شریف الدین کے علاوہ کہیں جا کر نکلتا ہی نہیں تھا جسے عرشلہ نے ابھی تک سنجیدہ نہیں لیا تھا۔

''کچھ نہیں ممی...... بس...... ویسے ہی۔'' عرشلہ نے بات بنانے کی کوشش کی...... جو کہ بن نہیں سکتی تھی۔ کیونکہ ثمینہ بیٹی کو کھلی کتاب کی طرح پڑھتی تھیں۔

''کس کا میسج ہے......؟ کیا چھپا رہی ہو مجھ سے؟ اسی ڈفر نے تو تم سے کانٹیکٹ نہیں کیا...... وہ کیا تھا......؟'' وہ ذہن پر زور ڈال کر نام یاد کرنے لگیں۔

''ہاں...... وہ سو کالڈ شریف ایک نمبر کا غنڈا بدمعاش، یہ موٹر مکینک بھانت، بھانت کے لوگوں سے بھڑتے ہیں...... مسلح ہوتے ہیں...... گھر کا راستہ دکھا دیا ہے ناں......''

''ممی...... پلیز...... اسٹاپ...... کسی شریف، ذلیل کا میسج نہیں ہے۔ زین کا میسج ہے...... میں بہت پریشان ہوں...... وہ deep depression میں جا سکتا ہے...... فری کے لیے سیریس ہو رہا ہے۔''

''لو...... بس یہی کسر رہ گئی تھی۔ تین میں نہ تیرہ میں...... اب گدھا کرکٹ کھیل کر رن بنائے گا۔'' ثمینہ کی کمال برجستگی تھی۔

سیلابی ریلے کی طرح عرشلہ کی زبان چل رہی تھی جسے ثمینہ نے مہارت سے قابو کر لیا تھا۔

"He is my son, not gadha" زین سے پہلے عرشلہ ڈپریشن میں جاتی دکھائی دے رہی تھیں...... ماں کے الفاظ پر بری طرح بھڑک اٹھی تھیں۔

''کب تک اس فینٹسی میں رہو گی......؟ کیوں خود کو دھوکا دیتی ہو؟ اور وہ بے نام و نشان، جس کا DNA ٹیسٹ

کرانے کی بھی ہمیں ضرورت نہیں، فیوچر میں شادی پلان کر رہا ہے...... لائف پارٹنر چوز کر رہا ہے؟ ہوش میں تو ہو تم...... اتنا سر چڑھا لیا ہے تم نے اسے کہ وہ شریف خاندانوں میں تباہی پھیرنے کا سوچنے لگا ہے۔ عرشی...... یہ کرائم ہے...... میں تمہاری شادی کے لیے سیریس ہوں اور تم اس اسٹوپڈ کی حماقتوں میں اس کا ساتھ دے رہی ہو......؟‘‘

ثمینہ کا بی پی شوٹ کرنے لگا تھا...... اور عرشلہ کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔ ماں کی حالت کا وہ اندازہ کرنے کے قابل ہی نہیں تھیں...... زین کی انسلٹ ان سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔

’’نہیں کرنی مجھے شادی وادی...... جس سے بھی کروں گی وہ آپ سے زیادہ زین کو ہرٹ کرے گا...... آپ ماں ہو کر مجھے ہرٹ کرتی ہیں وہ تو زین کا خون ہی پی جائے گا۔ ممی، کبھی تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ پاپا کی سیکنڈ وائف تھیں اور میری اسٹیپ مدر (سوتیلی ماں)‘‘ عرشلہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

’’میں تمہاری خوشیوں کے لیے ترس رہی ہوں عرشی...... تمہیں خوابوں سے جگا کر کہتی ہوں...... حقیقت کو فیس کرو...... اپنے حصے کی خوشیاں حاصل کرنے کے لیے میرا ساتھ دو......‘‘ ثمینہ ماں تھیں۔ حقیقی خوشیوں سے محروم بیٹی کے آنسوؤں نے تڑپا کر رکھ دیا۔

’’ممی...... اسپیشلسٹ مجھے مایوس نہیں کر رہا مگر آپ مجھے صرف ڈارک سائڈ پر فوکس کرنے کو بولتی ہیں...... جیسے کہ آپ چاہتی ہی نہیں ہیں کہ زین ایک پرفیکٹ لائف گزارے...... اگر اس نے فری کو سیریس لیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کے اندر "spark" ہے۔ وہ ہوپ فل آگے بڑھ رہا ہے اگر ایسا ہے تو آپ کو کیا مسئلہ ہے......؟‘‘ عرشلہ روتے ہوئے بولتی جا رہی تھیں۔

’’مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے...... دولت مندوں کے ڈاکٹرز، فزیشن، کنسلٹنٹ سب ہوپ فل ہوتے ہیں...... بھاری فیس ان کو ’’سوری‘‘ کہنے سے روکتی ہے...... روزی لگی ہوتی ہے ان لوگوں کی۔‘‘ ثمینہ نے زندگی کے تجربات کا گویا نچوڑ پیش کیا تھا۔

’’آپ کو تو بس یہی ٹینشن رہتی ہے کہ ساری دنیا آپ کی دولت پر نظر جما کر بیٹھی ہوئی ہے۔‘‘

’’یہ ایک بے رحم حقیقت ہے......‘‘ ثمینہ نے فوراً عرشلہ کو مزید بولنے سے روک دیا۔

’’غریب کے دروازے سے گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں دیکھ نہ لے کچھ مانگ نہ لے...... اور دولت مند کا حد تا ... حسد کرنے والوں سے بھی بنا کر رکھتے ہیں...... رشتے داری جتاتے ہیں۔ یہ تمہارے اسپیشلسٹ باہر نوکر بٹھا کر رکھتے ہیں جو آنے والے کو پہلے فیس بتاتا ہے تاکہ آنے والا سوچ لے کہ اندر جانا چاہیے یا واپس پلٹ جانا چاہیے۔ میری ایک دور پار کی خالہ تھیں انہوں نے سب جگہ مشہور کر دیا تھا کہ وہ میری سگی خالہ ہیں تاکہ میں دینا دلانا رکھوں ورنہ لوگ ... کہیں گے کہ سگی خالہ کا خیال نہیں رکھتی۔‘‘ ثمینہ کو ماضی کی کسی جھلکی نے ستایا تو لہجہ کڑوا کسیلا ہونے لگا۔

’’ہاں تو اگر دور کی بھی رشتے داری ہے تو ... تو رکھنا چاہیے...... یہ کیا بات ہوئی کہ کسی کی دولت تو بڑھتی جا رہی ہو اور کسی کو دو وقت کے کھانے کی ٹینشن ہے...... جس کے پاس صرف جمع ہو رہا ہے اسے غریبوں کا ویسے ہی خیال کرنا چاہیے۔‘‘ عرشلہ نے تنک کر گرہ لگائی۔

ثمینہ نے گھور کر بیٹی کی طرف دیکھا...... اور غصے سے کانپتے ہوئے بولیں۔

’’ایسے آنکھیں بند کر کے چیریٹی نہیں کی جاتی...... چھان بین کیے بغیر لگا ہاتھ پر نہیں رکھنا میرے بعد...... سمجھیں...... ایک سے ایک کلاکار رہتا ہے یہاں......‘‘

’’آپ تو فوراً غصہ کرنے لگتی ہیں...... میں تو صرف آپ کو یہ بتانا چاہ رہی تھی کہ زین اس وقت بہت مشکل وقت سے گزر رہا ہے...... کالج بھی نہیں جا سکتا، بولنے کی کوشش کرتا ہے تو آنکھوں سے آنسو آجاتے ہیں۔ یو نو ممی...... گھر میں بس وہی تو بولتا تھا...... ایک کے بعد ایک مشکل فیس کر رہا ہے...... پہلے ایکسیڈنٹ ہوا...... پھر آواز

بند ہوگئی اور آج فری ایک شوشا چھوڑ کر اسے مزید ڈپریسڈ کر گئی۔'' عرشلہ کی آواز بھرانے لگی۔

''بس...... enough is enough'' ثمینہ نے پُرجلال انداز میں ہاتھ اٹھا کر عرشلہ کو بولنے سے روکا۔

عرشلہ آنسو بھری آنکھوں سے حیرت زدہ سی ثمینہ کی طرف دیکھنے لگیں۔

''وہ ایک بیوٹی فل، پرفیکٹ لڑکی ہے..... بہترین لائف پارٹنر ڈیزرو کرتی ہے...... اس کو کیا مصیبت آئی ہے کہ ایک بیوقوف کی خاطر خود کو ''بلی'' چڑھادے۔ very good and happy news for me ایک لڑکی کو رائٹ ٹائم پر اچھا پروپوزل مل رہا...... میں اسے ضرور congrats بولوں گی...... تم بھی اسے وِش کرنا۔'' بولتے، بولتے ثمینہ کی نظر ماریہ پر پڑی جو چائے کی ٹرے اٹھائے آرہی تھی۔

''میں بولتی ہوں تو تمہیں برا لگتا ہے..... مگر اس کے دماغ میں عقل کی بات بٹھانا تمہارا کام ہے۔'' ثمینہ نے قطعی حتمی اور سخت لہجے میں تاکید کی۔

عرشلہ نے گہری سانس لے کر قریب آتی ماریہ کی طرف دیکھا۔

''لوگوں کے خواب بھی ہوتے ہیں اور خواہشات بھی...... جو پورے بھی ہوتے ہیں۔ زین بھی انسان ہے ناں......'' عرشلہ کی جذباتیت ہنوز اسی طرح اپنی جگہ تھی جیسے بارہ سال بعد نلکی سے نکالی ہوئی ''کتے کی دم'' جو نلکی سے باہر آتے ہی ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔

ثمینہ پیچ و تاب کھاتی رہ گئیں کیونکہ اب ماریہ جھک کر میز پر ٹرے رکھ رہی تھی۔

☆☆☆

اس وقت رنگ و نور کی برسات تھی...... جو صرف دل کی آنکھ دیکھ سکتی تھی۔ خوشی کا وہ عالم کہ پاؤں رکھے کہیں تو پڑے کہیں۔

آسمانی رنگ کی نیٹ کی پوری آستینوں کی فراک جس کے نیچے سیاہ چمکدار کپڑے کی لائننگ تھی...... آسمانی نیٹ کا ہی بڑا سا دوپٹا سیاہ چوڑی دار پاجامہ...... یہ ڈریس وہ کچھ دن پہلے ہی لائی تھی اپنی برتھ ڈے پر پہننے کے لیے...... یونہی گزرتے ہوئے بھا گیا تھا۔ اتنا کہ کئی بار مڑ، مڑ کر دیکھا پھر خرید ہی لیا...... اس وقت گمان تک نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس لباس کو اپنی زندگی کے یادگار ترین موقع پر استعمال کرے گی...... تب یہ حال ہوگا کہ کسی آنے والے کے انتظار کا ایک پل ایک صدی کے برابر لگے گا...... بے قراری ایسی ہو کہ آنے والے کو دیر ہو رہی ہو تو زمین سے دعا کرے اور خود ہی بچھ جائے۔ ایسی تڑپ...... وہ بے قراری جب روح میں سنسناہٹ دوڑتی ہے۔ دماغ ایک پیغام وصول کرنے کے علاوہ تمام پیغامات وصول کرنے سے معذرت کر لیتا ہے سارا عقلی نظام "link down" ہو جاتا ہے۔

وہ برش ہاتھ میں لیے ہانپتی ہوئی زینہ پھلانگتی شمسہ کے پاس اوپر پہنچی تھی۔

''پھپھو! آپ اوپن اسٹائل جوڑا بہت اچھا بناتی ہیں...... جلدی سے بنادیں......'' اس نے یہ دیکھے جانے بغیر کہ شمسہ کی کیا مصروفیات ہیں اندر داخل ہوتے ہی بولنا شروع کر دیا تھا۔

واصف ابھی گیلے بال تولیے سے رگڑتا بالکنی تک ہی پہنچا تھا...... فری کی جوشیلی آواز سن کر پلٹا اور دروازے کے فریم میں آ کھڑا ہوا۔

فری کا مکمل مشرقی روپ اور جگمگاتی آنکھیں...... چمکتا چہرہ دیکھ کر ایک ثانیے کو تو جیسے ٹھٹک کر رہ گیا تھا۔

فری بھی غیر متوقع طور پر اسے سامنے پاکر گڑبڑا گئی تھی...... کیونکہ وہ تو کافی دنوں سے لیٹ نائٹ ہی گھر آتا تھا۔

''میری ماں نے کوئی سیلون نہیں کھولا ہوا ہے۔''

"shame on" واصف کے کاندھوں پر گیلا تولیا تھا اس نے ایک طرف سے تھوڑا سا تولیا ہٹا کر اپنا

زخمی بازو اس کے سامنے کیا جس پر ابھی تک پٹی بندھی تھی۔

"یہ زخم میری ماں کے دل پر لگا ہے جس سے تم ہیئر اسٹائل بنوانے آئی ہو، نکلو ادھر سے...... جا رہے ہیں ہم تمہارے اس سرکاری بنگلے سے......" وہ دبی آواز میں پھنکارا تھا اور شمسہ بیگم سمیت اپنے کمرے سے نکل آئی تھیں...... حواس باختہ، ہولتی ہوئی سی ہوئی۔

لمحاتی تاثر کے تحت واصف کا زخمی بازو دیکھ کر واقعی فری کی بولتی بند ہوگئی تھی۔ مگر شمسہ کو سامنے پا کر ساری توانائیاں لوٹ آئیں۔

digest novels lovers group

"بند کرو ڈراما...... ابھی تک تمہارا زخم ٹھیک ہی نہیں ہوا...... پھپو کو ایموشنلی بلیک میل کرتے ہو۔" فری نے بھی خون آلود نظروں سے واصف کی طرف گھورا تھا۔

"تمہارے اندر اتنا زہر ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تم اتنی زہریلی ہو کہ میرا بازو ابھی تک زہر سے پاک نہیں ہوا۔"

"بس کر دو...... ختم بھی کرو اس قصے کو......" شمسہ نے واصف کی طرف دیکھ کر دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔ پھر فری کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"تم میرے کمرے میں آجاؤ...... کہاں جا رہی ہو......؟ بڑی زبردست تیاری ہے۔" انہوں نے گویا پھونکیں مار کر دھواں اڑانے کی کوشش کی تاکہ واصف اپنے کام سے لگے۔

"انعمر آرہے ہیں ناں......" نہ چاہتے ہوئے بھی فری نے واصف کی طرف دیکھا تھا جو اب واپس بالکنی میں تولیا لٹکانے جا رہا تھا۔

"انعمر......؟" شمسہ کو الجھن میں گھرے ذہن نے فوری کچھ نہ سجھایا۔

وہی راستے وہی منزلیں
پلٹ پلٹ کر گمشدہ راستوں اور منزلوں کو تلاش کرنے والی ایک عاقبت نااندیش حسینہ کی داستان،
ناہید سلطانہ اختر کے قلم کی روانی

جنگجوئے صف شکن

اور عبرت آمیز واقعات زوبیا صفوان کے قلم کا شاہکار

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ
اے آر راجپوت، عیوق بخاری، عائشہ تحسین، آصفہ ضیا احمد، صائمہ دانش، غوثیہ شبیر، عاطر شاہین و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''پھپھو...... الفر...... جن کے ساتھ میرا نکاح ہو رہا ہے...... وہ نکاح کے لیے ہی آئے ہیں یو ایس اے سے...... دراصل وہ میرے لیے شاپنگ کرنے پہلے دبئی چلے گئے تھے۔ اب دبئی سے یہاں آرہے ہیں۔'' فری ایک، ایک لفظ یوں تول، تول کر بول رہی تھی گویا سنار سونا تول رہا ہو کہ ایک ذرہ اِدھر سے اُدھر نہ ہو جائے۔ یہ واصف کی جان جلانے کی ایک شعوری کوشش تھی جو خاصی کامیاب بھی تھی۔
کیونکہ واصف کو دور افق پر ڈوبتے سورج کی سرخی یوں دکھائی پڑ رہی تھی۔ گویا افق پر شعلے بھڑک اٹھے ہوں۔ ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بس شعلے ہی شعلے...... یا تو سورج زمین سے آملا یا زمین، سورج میں جا پڑی۔

☆☆☆

''عامر آج بہت بزی رہا...... ورنہ ہم شام کو فون کر کے آجاتے......'' عرشلہ کے کان سے سیل فون لگا تھا۔ وہ زین کے روم میں جانے کے لیے چم، چم کرتی لکڑی کی ریلنگ تھام کر آہستہ، آہستہ زینہ چڑھ رہی تھیں...... اور ٹوٹو کی بات سن رہی تھیں۔
''آج تو رہنے ہی دو ٹوٹو...... ایسی کوئی ایمرجنسی تو نہیں ہے......'' انہوں نے آگے بڑھتے ہوئے تذبذب کی کیفیت میں کہا تھا۔
''آج کیا ہے......؟ رہی ایمرجنسی والی بات تو تم تو آل ریڈی لیٹ ہو چکی ہو......'' ٹوٹو کا موڈ خراب ہونے لگا...... برسوں سے وہ عرشلہ کو انگلی پکڑ کر چلا رہی تھی۔
''ویسے ہی طبیعت ڈل سی ہو رہی ہے...... ذہن کو اس طرف مولڈ کرنا مشکل ہوگا...... میری بات سمجھنے کی کوشش کرو......''
اب عرشلہ کو زین کے بیڈروم کا بند دروازہ نظر آنے لگا تھا...... دو تین قدم اٹھانے کے بعد وہ فرسٹ فلور پر تھیں۔
''مجھے نہیں پتا...... میں آنٹی کو فون کرتی ہوں...... تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' ایک طرح سے ٹوٹو نے عرشلہ کو دھمکی دی تھی جو کارگر ثابت ہوئی۔
ماما کا تصور کرتے ہی دماغ کے تمام سوئے ہوئے خلیات متحرک، ہو گئے۔
''نہیں...... تمہیں ممی کو فون مت کرنا...... پلیز...... وہ ریسٹ لیس ہو جائیں گی فوراً میری وارڈ روب کھول کر میرے لیے ڈریس سلیکٹ کرنے کھڑی ہو جائیں گی۔ ویسے ہی تھوڑی دیر پہلے میں نے ان کا موڈ خراب کر دیا تھا...... بہت آف موڈ میں چائے پی کر اپنے روم میں گئی ہیں۔''
اب وہ زین کے بیڈروم کے سامنے ہی کھڑی تھی۔
''تمہیں تو اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں آتا...... ماشاء اللہ آنٹی بہت اسٹرونگ ہیں...... بولڈ اینڈ بریو...... وہ تو میں بعد میں پوچھ لوں گی کہ تم نے کس وجہ سے آنٹی کا موڈ خراب کیا تھا...... فی الحال تو تمہیں یہ بتا کر فون بند کر رہی ہوں کہ میں عامر کے ساتھ آٹھ ساڑھے آٹھ تک پہنچ جاؤں گی...... اچھا سا تیار ہونا۔''
''پلیز ٹوٹو میری بات تو سنو......'' عرشلہ نے ٹوٹو کو فون بند کرنے سے روکا۔
''رات کا مطلب ہے کہ ہم ڈنر پر ساتھ ہوں گے......؟'' عرشلہ کے نازک اعصاب آگے کی تیاری کے خیال سے بوجھل ہونے لگے۔
''ظاہر ہے...... جو بنا ہوگا ساتھ بیٹھ کر کھالیں گے...... پورے تین گھنٹے ہیں...... اتنا اچھا کک تمہیں دیا ہے...... تین گھنٹے میں پچاس بندوں کے لیے کھانا تیار کر سکتا ہے۔'' ٹوٹو نے اب عجلت کے انداز میں جواب دیا تھا۔
ضرور اسے ساتھ ہی لو بی اسے اگلا کام یاد آ گیا تھا۔
''لیکن تم آج کی میٹنگ میں فوراً شادی کی بات کرنے نہ بیٹھ جانا۔ میں عامر سے ملنے کے بعد سوچنے کے لیے ٹائم لوں گی...... میں نہیں چاہتی کہ فوراً کے فوراً انہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا کروں...... میری پہلی شادی کا فیصلہ بھی

نے کیا تھا لیکن اب یہ ٹوٹلی میرا فیصلہ ہوگا۔'' عرشلہ نے جواب دیتے ہوئے دروازے پر دستک بھی دی تھی۔ حیرت انگیز طور پر دروازہ ایک پل میں کھلا تھا گویا زین دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ہی منتظر کھڑا تھا..... عرشلہ ایک دم گڑبڑا گئی تھیں۔

''اوکے..... ٹوٹو..... ٹیک کیئر.....'' انہوں نے جواب سنے بغیر عجلت کے انداز میں رابطہ منقطع کردیا تھا۔

''میں تمہارے پاس ہی آرہی تھی کہ ٹوٹو کی کال آگئی..... رات کو ہمارے ساتھ ڈنر پر ہوگی۔''

زین بہت الجھا ہوا نظر آرہا تھا اور خالی، خالی نظروں سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عرشلہ نے اس کا بازو تھام کر گلے سے لگالیا۔

''تم لائف کو ابھی سے اتنا سیریس نہ بناؤ..... یہ تو لائف انجوائے کرنے ہائر اسٹڈیز کے ٹارگٹ اچیو کرنے کا ٹائم ہے..... میں تو تمہیں CA کرانا چاہتی ہوں تاکہ تمہارا اپنا بزنس سیٹ اپ ہو..... جہاں سارے فیصلے تمہارے ہوں گے میں تو بس نام کی ہی چیئر پرسن ہوں گی۔ بس تمہاری کامیابیوں کو celebrate کیا کروں گی۔''

زین نے بڑی بے دلی و بے رخی سے خود کو عرشلہ سے الگ کرلیا..... اور سر جھکا کر بیڈ کی طرف بڑھا اور سیل اٹھا کر ٹائپ کرنے لگا۔

عرشلہ کے سیل پر میسج الرٹ کی بپ سنائی دی..... زین نے اسے میسج میں لکھا تھا۔

"I am not child nor foolish, I have dream of family life,my life partner,my kids. I want fulfilment otherwise why should I earn more money?"

(میں بچہ نہیں ہوں اور نہ ہی بیوقوف ہوں، میں ایک خاندانی زندگی کا خواب دیکھتا ہوں، میرا شریک سفر، میرے بچے، اگر یہ سب میری زندگی میں نہیں ہے تو مجھے زیادہ پیسہ کیوں کمانا چاہیے؟)

عرشلہ نے چونک کر زین کی طرف دیکھا وہ پھر کچھ ٹائپ کر رہا تھا اور میسج عرشلہ کے لیے ہی تھا..... عرشلہ کے سیل کی اسکرین روشن ہوئی۔

"I am suffering more then, please leave me alone" (میں پہلے سے زیادہ تکلیف میں ہوں، براہ مہربانی مجھے اکیلا چھوڑ دیں) عرشلہ تڑپ کر رہ گئیں اور آگے بڑھ کر اسے شانوں سے تھام لیا۔

''یہ پرابلم باقی برتھ نہیں ہے..... ڈاکٹرز کو 100٪ امید ہے کہ تم ایک مہینے کے اندر، اندر پھر سے بولنے لگو گے..... سارا سسٹم آہستہ، آہستہ ری اسٹور ہوجائے گا..... ان شاء اللہ.....'' عرشلہ نے ماتا سے چور لہجے میں بولتے ہوئے زین کی پیشانی چوم لی۔

''اوکے..... تم ریسٹ کرو..... چاہو تو اپنے کلاس فیلوز کو بلالو..... میں ان کے لیے کچھ بنوالوں گی.....!''

عرشلہ نے محبت پاش نظروں سے زین کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی، وہ ڈر کے مارے فری کو موضوع نہیں بنا رہی تھیں کہ زین مزید بوجھل نہ ہوجائے۔ یہی غنیمت تھا کہ اس نے خود سے فری کی کوئی بات ہی شروع نہیں کی تھی..... مگر وہ کچھ دیر پہلے شاید اتنا مایوس، دل برداشتہ، چڑچڑا نظر نہیں آیا تھا جتنا اس وقت نظر آرہا تھا۔ چہرے پر اتنی مایوسی و شکستگی تھی گویا پردیس میں آکر راستے میں لٹ جانے والا مسافر عرشلہ کے مقابل کھڑا تھا۔

عرشلہ تو فری کے حوالے سے اسے سمجھانے بجھانے آئی تھیں..... مگر جب زین ہی اس موضوع پر خاموش تھا تو وہ ہوائی فائر کیوں کرتیں..... وہ یوں پلٹ آئیں جیسے کوئی جان بچا کر بھاگتا ہے..... یہ الگ بات کہ زینہ اترتے ہوئے انہیں اپنی پشت پر ایک نادیدہ سا بوجھ محسوس ہورہا تھا۔ ایسا بوجھ جس سے پشت دہری ہوئی جاتی ہو..... ٹوٹو نے الرٹ نہ کیا ہوتا تو شاید وہ بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرتیں۔

☆☆☆

سیاہ شلوار قمیص میں ملبوس انفر ایک نئے روپ میں سامنے آیا تھا۔ چاہنے اور چاہے جانے کے عمل میں ایسا ہی ہوتا ہے...... ہمہ وقت محبوب کی آنکھیں تعاقب کرتی محسوس ہوتی ہیں...... آئینہ دیکھنے کے عمل میں بھی یہی دو آنکھیں فیصلہ کن رائے دیتی ہیں...... خود کو محبوب کی نگاہ سے دیکھنے کا تجربہ بہت نشاط انگیز ہوتا ہے...... انفر بھی روپ بدل کر سامنے آیا تھا کہ فری اس کا مشرقی پہناوا دیکھ کر کتنی حیران اور خوش ہوگی اس کی بے ساختگی اور برجستگی پھر لائق دید ہوگی...... اور وہ کتنی خوب صورت نظر آئے گی۔ احساسات زندگی کے حقیقی لطف سے روشناس کرا رہے تھے۔

اور فری واقعی اس کا یہ روپ دیکھ کر دم بخود رہ گئی تھی۔ نکھرا نکھرا خوش باش آنے والے خوشیوں بھرے لمحات کا احساس سرخ و سفید رنگت کو نورانی سا عکس دے رہا تھا۔

سارہ، سالار صاحب اور فری گھر کے داخلی حصے میں دونوں باپ بیٹے کو خوش آمدید کہنے کے لیے موجود تھے۔

نعیم قریشی نے کچھ کھانے پینے کی سوغات سارہ کو پیش کیں اور انفر نے ایک بڑا سا تازہ پھولوں کا گلدستہ فری کو تھمایا جس میں بہترین نسل کے خوشبودار پھول آراستہ تھے جن کی مہک سے ماحول پُرفسوں ہو چلا تھا۔ فری نے جھک کر پھولوں کو سونگھا۔

"awesome کتنا شاندار لگ رہا ہے پاپا ہم لوگ جو فلاورز لیتے رہتے ہیں ان میں تو اتنی خوشبو نہیں ہوتی حالانکہ فریش ہی ہوتے ہیں۔" فری نے اپنی فطری بے ساختگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ماحول میں ملے جلے قہقہے ابھرے تھے البتہ سارہ قدرے خجل سی بھی نظر آئی تھیں اور خجالت کو ہلکی سی ہنسی کے پردے میں چھپالیا تھا۔

"بیٹا...... یہ فلاورز بڑی اسپیشل جگہ سے منگوائے گئے ہیں۔" نعیم قریشی نے بے پایاں مسرت کے ساتھ فری کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

"کیا جنت سے منگائے ہیں انکل۔" فری کب باز رہنے والی تھی۔ ایک مرتبہ پھر ماحول قہقہوں سے گونج اٹھا۔

بے حساب و بے پایاں خوشیوں کے لمحات میں کسی کی توجہ بائیک کی طرف جاتے واصف پر نہیں پڑی جو حال ہی میں خریدے ہوئے مہنگے ملبوس میں اپنی پسندیدہ خوشبو لگائے بائیک میں چابی لگا رہا تھا اور وہ پانچوں قہقہے لگاتے اندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس نے داخلی دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے بائیک کو کک لگائی۔ آسمانی جالی کا بڑا سا آنچل چار سو لہرا رہا تھا۔

"بہت اچھے سے ٹیسٹ کیے جا رہے ہیں ہم۔ اس بہانے یہ تو پتا چلا کہ بہت حوصلہ ہے، اتنی آسانی سے مرنے والے نہیں ہیں۔ زندگی باقی ہے تو بہت کچھ جاننا، دیکھنا بھی باقی ہے۔"

گارڈ نے بائیک اسٹارٹ ہونے کی آواز پر معمول کے انداز میں گیٹ وا کردیا تھا۔

☆☆☆

"تم اپنی تیاری کرو، ڈنر پر کیا ہونا چاہیے میں دیکھ لوں گی، کُک کو مینیو بتادوں گی اور کہہ دوں گی نو بجے کھانا لگادے۔ تم کیوں اتنی کنفیوزڈ ہو رہی ہو؟ جاؤ، جا کر شاور لو۔" ثمینہ تو یوں نظر آ رہی تھیں گویا انہوں نے زندگی بھر صحت کا کوئی مسئلہ ہی نہیں دیکھا۔ ٹوٹو کے فون کا سنتے ہی رگ و پے میں بجلیاں دوڑنے لگی تھیں۔

برسوں سے بیٹی کا گلہ سن رہی تھیں کہ "آپ نے میری شادی کا فیصلہ کیوں کیا تھا؟ مجھے تو کوئی عقل سمجھ نہیں تھی۔ میری ایجوکیشن تو مکمل ہونے دیتیں۔ آپ نے "مس سلیکشن" کیا تھا۔ آپ نے صرف اس کی "look" دیکھی تھی۔ آپ نے یہ کیا...... آپ نے وہ کیا......" وغیرہ وغیرہ۔

لاشعوری طور پر ایک "احساسِ جرم" ان کی روح میں پنجے گاڑ چکا تھا۔ جس طرح مریض شفایابی کے لیے...... بے تاب ہوتا ہے، وہ بھی اس "احساسِ جرم" کے عفریت سے نجات چاہتی تھیں۔ دل کی گہرائیوں سے عرشیہ کو خاندانی

زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں۔

”دیکھو، عمران کے سامنے......“

”ممی، حامر نام ہے ان کا۔“ عرشلہ کمرے سے نکلتے، نکلتے پلٹیں اور ماں کو درمیان میں ٹوک دیا۔

”او......یس، گڈ نیم......!“ ثمینہ غلط نام لینے پر قدرے خجل نظر آئیں۔

عرشلہ نے بڑی ادا سے ماں کی طرف دیکھا جیسے کچھ جتا رہی ہو۔

”ہونہہ......آپ کو تو ”اس“ کا نام بھی ”وری گڈ“ لگا تھا۔“ اس نے سوچا ضرور مگر بولی نہیں، خاموشی سے باہر نکل گئی اور آہستگی سے دروازہ بھی بند کر دیا۔ ثمینہ اٹھ کر وارڈ روب تک گئیں اور پٹ کھول کر اپنے لیے کوئی بہت منفرد اور قیمتی ساڑی منتخب کرنے لگیں۔

”اللہ کرے بات بن جائے۔ یہ اپنے پارٹنر کے ساتھ ہنستی کھیلتی نظر آئے۔“ دعا کرتے، کرتے ساڑیاں بھی الٹ پلٹ کرتی جارہی تھیں۔

ہلکے سرمئی کلر کی سلک کی ساڑی جس پر copper کے رنگ کی بوٹیاں پڑی ہوئی تھیں اور گہرے سرمئی کلر کا بارڈر تھا۔ یہ بہت مہنگی ساڑی تھی جو انہوں نے دبئی کے ایک مہنگے ترین مال سے خریدی تھی اور بیس سال پہلے ایک نیو ائر ڈنر میں پہنی تھی جو آج دوسری مرتبہ استعمال ہونے جارہی تھی۔

”لڑکی دیکھنے والے اگر سمجھدار ہوں تو لڑکی سے زیادہ اس کی ماں کو غور سے دیکھتے ہیں۔“ اپنی ماں کی کچھ تاکیدیں، نصیحتیں آج بھی ان کے پلو سے بندھی رہتی تھیں۔

”ٹوٹو نے اتنی تعریفیں کی ہے، کچھ تو ہوگا ناں۔“ وہ سوچ رہی تھیں۔ چاروں طرف امید کے دیے جگمگا رہے تھے۔

☆☆☆

”چڑھتا چاند......؟ .... you mean.... rising moon....“

انصر نے بڑی سادگی و حیرانی سے پلکیں جھپکا کر سارہ کی طرف دیکھا۔

”جی بیٹا، اپنے بڑوں سے سنا ہے خوشی کی تقریب کے لیے چاند کی شروع کی تاریخیں اچھی ہوتی ہیں۔“

”آنٹی، کیا آپ کے ایلڈرز (بڑے) آسٹرولوجرز تھے؟“ انصر کے سوال میں اتنی بے ساختگی تھی کہ نعیم قریشی اور سالار صاحب قہقہہ لگائے بغیر نہ رہ سکے۔ فری کو ماں کی باتیں دقیانوسی لگ رہی تھیں۔ وہ خاصی شرمندگی محسوس کررہی تھی کہ ”ماڈرن دنیا“ کا باسی ماں کے بارے میں کیا سوچے گا۔ کہیں شادی کے بعد اس کا مذاق نہ بنائے۔

”نہیں بیٹا، اس کا آسٹرولوجی سے کوئی لینا دینا نہیں۔ پرانے لوگوں کے اپنے تجربات تھے، بس یہی کہہ سکتے ہیں۔“

”بھابی، آپ بتائیے، جو ڈیٹ آپ بتائیں گی اسی دن نکاح ہوگا۔“ نعیم قریشی نے سارہ کو مکمل اختیار دے دیا۔

”کم آن سارہ، چھوڑو یہ چاند سورج کی باتیں۔ بس یہ سوچو کہ دور کے مسافر ہیں، اپنے کام چھوڑ کر یہاں بیٹھے ہیں، ان کی سہولت دیکھو۔“ سالار صاحب نے کوفت چھپا کر قدرے نرمی سے سارہ کو ٹوکا۔

”آپ تو بس رہنے دیں۔ جب نعیم بھائی کو مسئلہ نہیں تو آپ کیوں نمبر بنا رہے ہیں۔“

آج سے پہلے شاید سارہ کو بھی یہ ادراک نہیں تھا کہ وہ دیگر ماؤں کی طرح اچھی خاصی وہمی ہیں۔

فری اپنے سیل پر انگلیاں چلاتے، چلاتے فوراً بولی۔

”انصر، ہم لوگ پرسوں نکاح کرلیں؟ میں نے مون کی ڈیٹ چیک کرلی ہے تاکہ ماما اوور تھنکنگ سے بچ جائیں۔“ فری نے اتنی سادگی سے براہ راست انصر کو مخاطب کیا تھا کہ سارہ پر تو گھڑوں پانی پڑ گیا مگر نعیم قریشی اور سالار صاحب بہت لطف اندوز ہوئے۔

''بیٹا، آپ دونوں کورٹ میرج کرنے نہیں جا رہے، آپ کے بڑے آپ دونوں کو ''اچھے سے'' باندھ رہے ہیں۔''

نعیم قریشی تو فری کی سادگی پر گویا لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ الفر نے اپنے تاثرات چھپانے کے لیے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبالیا۔ فری حیرت سے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی۔

''کیا میں نے کچھ غلط بول دیا؟'' اس نے سارہ کی طرف فکرمندی سے دیکھا کیونکہ ''غلط بولنے'' پر ''کلاس'' تو ماں ہی نے لینا تھی۔

''نہیں بیٹا، کوئی غلط بات نہیں کی۔ پرسوں نکاح کر لیتے ہیں۔ اچھی بات ہے۔ آپ نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا۔'' نعیم قریشی نے برابر میں بیٹھی فری کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ الفر، سارہ کے ساتھ تھا۔ نعیم قریشی کے دائیں بائیں فری اور سالار صاحب بیٹھے تھے۔

''نعیم بھائی، پلیز آپ اپنی بات کیجیے، یہ تو بس ایسے ہی......!'' سارہ جز بز ہو رہی تھیں۔

''کوئی بات نہیں بھابی، کوئی مسئلہ نہیں بلکہ میں تو ابھی فری کے ذمے ایک اور کام لگا رہا ہوں۔''

نعیم قریشی کی بات پر سب ان کی طرف الجھن بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

''نکاح کے بعد ڈاکومینٹیشن پراسس شروع ہو جائے گا۔ جیسے ہی تمام پراسس مکمل ہو، فوراً ہمیں رخصتی کی ڈیٹ نکال کر دینا۔'' نعیم قریشی نے بہت شفقت بھری نگاہوں سے فری کی طرف دیکھا۔

''ڈونٹ وری...... یہ کام تو......''

''فری بس کر جاؤ......'' سارہ کو مجبوراً ٹوکنا پڑا۔

''آنٹی...... آپ اس کو نہ ٹوکا کریں...... یہ تو اس کی پرسنالٹی ہے......'' الفر نے فوراً فری کو شرمندہ ہونے سے بچالیا تھا۔

''ڈن ہو گیا...... بیس پچیس لوگوں کو آواری میں ڈنر پر انوائٹ کرتے ہیں اور ان کا نکاح پڑھوا دیتے ہیں۔''

''آواری میں انکل...... میں تو......'' فری نے کچھ کہنا چاہا۔

سارہ نے فوراً آگے جھک کر سالار صاحب کے ہاتھ سے خالی گلاس لیا اور کھڑی ہو کر بولیں۔

''میں کھانا لگوا رہی ہوں...... باقی باتیں کھانے کی ٹیبل پر......'' ان کی مداخلت ایک اشارہ تھی...... فری نے خود ہی اپنی بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اور چوری، چوری ماں کی طرف دیکھا تھا۔

الفر اور نعیم قریشی ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

☆☆☆

ثمینہ، ٹوٹو اور ٹوٹو کا کزن عامر ڈرائنگ روم میں عرشلہ کا انتظار کر رہے تھے حالانکہ ٹوٹو نے میسج بھی کیا تھا کہ عرشلہ تیار ہو کر انہیں ویلکم کرے...... مگر عرشلہ بہت زیادہ تذبذب کا شکار تھیں...... مسلسل دو حصوں میں منقسم تھیں...... آدھا ذہن زین کی طرف اور آدھا عامر کی طرف تھا۔

عامر نے کئی مرتبہ رسٹ واچ پر نظر دوڑا کر ٹوٹو کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ ثمینہ بھی کوفت کے عالم میں بار، بار اپنی ساڑی کا آنچل سنبھال رہی تھیں۔ عامر پہلی ہی نظر میں قابلِ قبول لگا تھا۔ تھری پیس سیاہ رنگ کا سوٹ، سیاہ سرخ چیک کی ٹائی...... کوٹ کی اوپری جیب میں الٹا سرخ رومال جو صرف اتنا نظر آ رہا تھا کہ گویا افق سے طلوع ہوتا نیا سورج...... ٹائی پن کے ڈائمنڈ ڈرائنگ روم کے فانوس کی روشنیوں میں اس طرح منعکس ہو رہے تھے کہ آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں۔

پچاس، پچپن کا سن تھا...... کنپٹیاں سفید اور بال گر رہے تھے...... اس کا صاف مطلب تھا کہ وہ بال رنگنے کے تکلفات سے مبرا ہے...... گندمی رنگت جو کبھی سانولی رہی ہوگی لیکن پرتعیش زندگی نے ایسی چمک دمک عطا کی تھی کہ

چہرہ اچھی خوراک اور خوشحالی کا آئینہ بن چکا تھا۔
''میں دیکھتی ہوں یہ کر کیا رہی ہے......'' عجلت پسند ٹوٹو اب مزید انتظار نہ کر سکی اور ایک جھٹکے سے تنتناتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی...... مگر ایک قدم بھی نہیں اٹھایا تھا کہ عرشلہ اندر داخل ہوئیں۔
بے بی پنک یا پیازی رنگ کے لانگ ڈریس میں ملبوس دوپٹے کے بغیر...... تراشیدہ بالوں کی سادہ سی پونی بنائے...... بال سمٹنے کی وجہ سے چہرہ بہت نمایاں تھا...... اسکن پالش سے دمکتا چہرہ، پیازی چمکدار لپ اسٹک...... مسکارے سے بوجھل پلکیں...... مگر آنکھوں میں سرمہ، کاجل نام کی کوئی لکیر نہیں تھی۔
وہ اس وقت یورپ کے کسی مال میں شوکیس میں سجی گڑیا کی طرح نظر آرہی تھی...... چالیس بیالیس سال کی پختہ عمر عورت ہونے کے باوجود اٹھائیس، تیس سال کی غیر شادی شدہ لڑکی محسوس ہو رہی تھی۔
یہی وجہ تھی کہ عامر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رہ گیا تھا۔ کیونکہ وہ تو ٹوٹو کے کرائے گئے تعارف کے تاثر میں عرشلہ کا تصور بنا کر بیٹھا تھا۔
''السلام علیکم...... ایوری باڈی......'' عرشلہ نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنی جان لیوا مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا۔
عرشلہ کی تیاری اور ظاہری حالت دیکھ کر ثمینہ نے گویا سکھ کی سانس لی تھی۔ اور بڑے فخریہ انداز میں عامر کی طرف دیکھا گویا کہہ رہی ہوں کہ محترم تمہاری لاٹری نکلنے جا رہی ہے۔
عامر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور عرشلہ کی طرف قدرے جھک کر مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔
اب عرشلہ نے ہاتھ تھامنے سے پہلے ہاتھ بڑھانے والے کی طرف غور سے دیکھا تھا۔ ثمینہ اور ٹوٹو یہ دلفریب نظارہ بہت دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔ عرشلہ نے عامر کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا اس نے دیکھا عرشلہ نے اسکن کلر دستانے پہنے ہوئے تھے...... حالانکہ کووڈ کا طوفان گزر چکا تھا۔
ٹوٹو نے بھی خاص طور پر یہ بات نوٹ کی تھی کیونکہ اس نے تو سردیوں میں بھی عرشلہ کو دستانے پہنے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔
عامر کو ہاتھ کی نرمی سے زیادہ اچھی کوالٹی کے دستانے نے گویا متاثر کیا تھا...... بہر حال دستانے پہنی ہوئی لڑکی نما خاتون پہلی نظر میں دل میں اتر گئی تھی۔ گھاٹ، گھاٹ کا پانی پینے والا مرد پہلی نظر میں عورت کو جانچ لیتا ہے...... گھبراہٹ میں پلکیں جھپکاتی بار، بار ماں کی طرف دیکھتی...... باوقار ملبوس برائے نام میک اپ...... ایک دو بار عامر کی طرف دیکھ کر مسکرائی بھی تھی تا کہ عامر کو یقین آجائے کہ وہ بہت خود اعتماد یا پُر اعتماد ہے۔
حقیقت یہ تھی کہ عامر کو یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ خاتون شادی شدہ زندگی گزار چکی ہیں اور دو تین مرتبہ ماں بننے کے مراحل سے بھی گزر چکی ہیں۔
''ایکچوئیلی آنٹی...... میں ٹائم ویسٹ کیے بغیر آپ سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں عرشلہ سے ملے بغیر ہی انہیں قبول کر چکا ہوں۔'' عامر کی آواز بہت بھاری، جاذب اور مردانگی کا مظہر تھی...... عامر کی بات سن کر ٹوٹو تو بس مسکرا کر رہ گئی مگر ثمینہ اور عرشلہ کے لیے تو یہ جملہ ایک دھماکا تھا۔
ثمینہ خوشی اور حیرت سے ساکت تھیں تو عرشلہ حیرت کی انتہا پر شک کے دریا میں غوطہ زن ہو چکی تھیں۔
''میں بتاتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے...... ٹوٹو اور میں ایک دوسرے کو بہت اچھے سے جانتے، سمجھتے ہیں...... ہم بہت عرصہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔ پھر یہ پاکستان میں سیٹل ہو گئی اور میں اسپین چلا گیا۔ مگر ہم فاصلوں کے باوجود بہت اچھے دوست ہیں...... بہن، بھائی یا کزن بھی ہیں مگر دوستی کا کوئی مول نہیں...... اس نے عرشلہ کی بات کی میں نے کہا اوکے ڈن......''

عرشلہ تو یہ سب سن کر اچھی خاصی بدحواس ہو چکی تھیں۔
''اس نے سب کچھ بتا دیا ہے آپ کو......؟ آپ نے ایسے کیسے ڈن کر دیا؟'' عرشلہ کے منہ سے گھبراہٹ میں سیدھی بچی بات ہی نکل سکتی تھی۔
''اب ثمینہ بھی خاصی الجھی، الجھی نظر آ رہی تھیں...... شک بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔
''اوہ یس...... ٹوٹو نے سب بتایا ہے۔ شادی کے وقت آپ کی عمر انیس سال تھی۔ آپ کا پہلا بے بی پری میچور تھا...... سیکنڈ abort ہو گیا تھا تھرڈ بے بی پیدا ہونے کے کچھ دن تک زندہ رہا۔ اس کی فزیکل کنڈیشن ایبنارمل تھی...... ایک بے بی اڈاپٹ کرنے کے بعد آپ کو ڈائیورس ہو گئی۔ آپ کی شادی کی ڈیٹ، آپ کی ایجوکیشن...... ٹوٹو نے سب بتا دیا ہے۔'' عامر اتنی روانی سے بولا کہ ثمینہ نے سکون کی گہری سانس لی اور خود کو یوں ہلکا پھلکا محسوس کیا گویا نرم پروں کے ساتھ بسیط فضاؤں میں اڑ رہی ہوں۔ اب انہوں نے نئے سرے سے عامر کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیا...... نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ عامر اب ان کا ''اثاثہ'' ہے...... وہ اس خیال پر مستحکم تھیں کہ ہر وہ شے جو انہیں سہارا اور قوت دیتی ہے وہ ان کا اثاثہ ہے۔
عرشلہ تو اتنی مبہوت تھیں کہ بات کرنے کے قابل ہی نہیں رہی تھیں۔
''دیکھو...... عرشی...... عامر کی طرف سے سب کچھ کلیئر ہے۔ اب تم پر ہے اگر تم او کے کرتی ہو تو پھر شادی میں بلاوجہ کی دیر نہیں ہونی چاہیے...... عامر کو واپس واشنگٹن جانا ہے...... تمہارے پاس بھی انٹرنیشنل پاسپورٹ ہے تم ساتھ جا سکتی ہو ورٹ ویزا پر باقی پراسس ہوتا رہے گا...... تم آتی جاتی رہنا...... آنٹی بھی تمہارے ساتھ جا سکتی ہیں...... وہاں آنٹی اپنا میڈیکل چیک اپ بھی کرا سکتی ہیں...... عامر تمہیں فل سپورٹ کرے گا۔''
''اور زین......؟'' عرشلہ نے ہچکچاتے ہوئے بچوں کی طرح پلکیں جھپکائیں...... اور ایک لمحے کے لیے ماحول پر سناٹا طاری ہو گیا۔
ثمینہ نے کسمسا کر پہلو بدلا...... آنچل ڈھلکایا...... پھر کاندھے پر جمایا۔ ٹوٹو کی حاضر دماغی بھی وقتی طور پر متاثر ہوئی۔
ثمینہ اپنی ناگواری چھپانے کی خاطر اپنی چھڑی کو فرش پر ٹکا کر گھما رہی تھیں۔
''افوہ...... زین اپنے گھر میں ہے...... ہم تو ابھی مون پیریڈ ڈسکس کر رہے ہیں...... پھر اس کی ایجوکیشن ہے...... لنکس ہیں۔ ڈونٹ وری، یہ بھی دیکھ لیں گے...... ابھی صرف شادی کی بات ہو رہی ہے......'' ٹوٹو نے صورتِ حال پر فوراً ہی قابو پا لیا تھا۔
''کیا میں اس وقت زین سے مل سکتا ہوں......؟'' عامر کی طرف سے غیر متوقع فرمائش ہوئی تھی...... ثمینہ اور عرشلہ نے گھبرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔
''اس وقت پاسیبل نہیں ہے عامر...... وہ فی الحال بیڈ ریسٹ پر ہے اس کی ٹریٹ منٹ ہو رہی ہے۔'' ٹوٹو نے پھر مشکل آسان کی...... کیونکہ وہ تو عرشلہ کی شادی کرانے کی صرف خواہش مند ہی نہیں تھی باقاعدہ تلی ہوئی تھی۔
''پلیز...... آپ لوگ مجھے تھوڑا سا ٹائم دیں...... پلیز...... اس لیے کہ میں زین کو کانفیڈنس میں لیے بغیر کوئی اسٹیپ نہیں لے سکتی۔'' اتنی دیر میں پہلی بار عرشلہ نے بہت مضبوطی و اعتماد سے بات کی تھی اور یہ قوت محبت کی قوت تھی...... جو بپھرے ہوئے دریا کی طرح آگے بڑھتی ہے۔
ثمینہ کا تو حلق تک کڑوا ہو گیا تھا...... غصہ دبانا ایک مرحلہ بن رہا تھا۔ سیدھی، سیدھی بات میں کیل کانٹے پھنسا دیے تھے۔
''یس...... آف کورس...... میں اپنی حد تک فیصلہ کن بات کر رہا ہوں عرشلہ، آپ جتنا ٹائم لینا چاہتی ہیں لیجیے...... یہ آپ کا رائٹ ہے۔'' عامر نے بہت باوقار انداز میں عرشلہ کو مطمئن کیا تھا۔

"تم بس یہی کیا کرو...... میں تو خوش ہو رہی تھی کہ آج میں expected couple کے ساتھ ڈنر کروں گی۔" ٹوٹو نے منہ بنا کر ثمینہ کی طرف دیکھا جو بہت کوشش کر کے خود پر قابو پا رہی تھیں۔

"تمہیں اپنے خیالات بدلنے کی ضرورت نہیں ہے ٹوٹو...... میں عامر سے مل کر بہت خوش ہوں اور پُرسکون بھی......" ثمینہ اسی طرح خود پر قابو پا سکتی تھیں کہ اپنی طرف سے فیصلہ کُن اعلان کر دیں...... ٹوٹو خوشی سے کھل پڑ رہی تھی۔

یہ سن کر عامر آگے بڑھا اور ثمینہ کا ہاتھ احترام سے اپنے ہاتھ میں لے کر ہاتھ کی پشت پر نرمی سے ایک بوسہ ثبت کیا۔

"تھینک یو ویری مچ آنٹی......"

عرشلہ یوں دیکھ رہی تھیں گویا انہیں کچھ بھائی نہ دے رہا ہو۔

☆☆☆

عالی شان و عالی جاہ کی منت کے انداز میں درخواست آئی تھی کہ وہ پندرہ منٹ پہلے چھٹی دے دیں ان کے بیسٹ فرینڈ کی برتھ ڈے ہے ٹائم سے پہنچنا ہے...... پہلے تو واصف قدرے متذبذب ہوا کہ بچوں نے براہ راست درخواست کی تھی بجائے اس کے کہ داؤد علوی اس سے فون پر رابطہ کرتے۔

مگر آج ویسے بھی اس نے صرف پوائنٹس لکھوانے تھے...... اگلے ہفتے کے لیے نوٹس رات ای میل کے ذریعے ارسال کر دیے تھے اور تین دن کا وقت دیا تھا تیاری کے لیے جیسے کہ وہ معمول کے انداز میں کرتا تھا۔ نوٹس کے بعد وہ ٹیسٹ لے کر چیک کرتا تھا بچوں کے ڈرائنگ روم سے جانے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ ان معصوموں نے تو گویا آج اس پر احسان ہی کیا تھا...... کسی بھی کام پر توجہ دیر تک مبذول نہیں ہو پا رہی تھی بار، بار ایک سراپا...... سائے کی طرح یہاں وہاں متحرک دکھائی دیتا۔

شور، سناٹا، سکوت و چیخ و پکار...... روشنی، تاریکی، پورا چاند یا مکمل گرہن سوا نیزے کا سورج یا بھادوں کی نہ تھمنے والی گھٹائیں، شہنائی، ماتم، شرف و نحس...... جیسے بیماری زبان ذائقے کا احساس کھو دیتی ہے۔ اس وقت کوئی شے تقابلی احساس نہیں دے سکتی تھی...... ایک سا وقت ایک [illegible] [illegible] رنگ، ایک ہی کیفیت...... نہ خیال کی تبدیلی، نہ تبدیلی کی تمنا، خون بے [illegible] کرتا ہوا دوڑتا...... ماضی و مستقبل کے جھگڑوں سے آزاد دماغ......

آج اس نے زندگی کو بالکل نئے روپ میں پایا تھا۔ ماں کی دعا لگی تھی اکھاڑ پچھاڑ، توانائی کے زیاں سے بچ گیا تھا۔ بھاری فیس ایڈوانس کی مد میں نہ لے چکا ہوتا تو شاید احساسِ ذمے داری کی زنجیر اتنی مضبوط نہ ہوتی...... اور آج کی رات شاید ساحل کنارے بیٹھ کر جانے کب تک لہروں کا شور سنتا...... آتے ہوئے بحری جہازوں کی ٹمٹماتی روشنیاں دیکھتا......

مگر بغیر محنت کام سے پہلے لی گئی ایڈوانس فیس جس میں سے اچھی خاصی رقم وہ کپڑوں کی شاپنگ پر خرچ بھی کر چکا تھا۔

اس نے اپنی دونوں رانوں پر مضبوطی سے ہاتھ جما کر اٹھنے کی کوشش کی تھی کہ تیز خوشبوؤں کی لپیٹیں ڈرائنگ روم کے اندرونی دروازے سے اندر داخل ہوئیں...... واصف یوں چونکا...... گویا اس سے پہلے وہ بے ہوش تھا۔

برقی سرعت کے ساتھ اس کا ذہن داؤد علوی کی بہن کی طرف ہی جا سکتا تھا۔ حالت غیر ہونے لگی جی چاہا...... سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاؤں...... اور اس نے یہ کیا بھی...... دو لمبے ڈگ بھرے اور دروازے تک جا پہنچا...... ہینڈل پر ہاتھ دھرا ہی تھا کہ عقب سے خوشبوؤں نے اس کے وجود کو گھیرا اور جکڑا اور ساتھ ہی آواز آئی۔

"ہیلو ٹیچر، کہاں چل دیے بھئی......؟ have a seat please" اُف...... کتنی فارغ و فضول زندگی!

تھی...... اب ایک دم سے اتنا سارا کام مل گیا ہے صدقے ہی جاؤں سوہنے رب کے...... حالتِ بے بسی میں رب ہی یاد آتا ہے۔ پلٹ کر دیکھنا ایسا ہی تھا جیسے قاف کے جنگل میں مڑ کر دیکھنا...... اور پتھر کا بن جانا۔

''بچے تیار ہو رہے ہیں، میں نے سوچا کہ کچھ دیر تم سے گپ شپ کر لیتی ہوں...... تمہارے بیک گراؤنڈ کا تو مجھے بالکل بھی نہیں پتا...... داؤد تو مجھ سے کچھ بھی شیئر نہیں کرتا...... بس اسے تو ہر وقت میری میڈیسن کی فکر پڑی رہتی ہے...... میں تو ساری میڈیسن فلش کر دیتی ہوں...... کیا پاگل ہوں جو ہر وقت ٹیبلٹ پھانکتی رہوں......''

موصوفہ نے واصف کے پلٹ کر دیکھنے کا بھی انتظار نہیں کیا اور شروع ہو گئیں۔

''ایکچوئلی میم...... میرے کافی اسٹوڈنٹس میرا ویٹ کر رہے ہیں ورنہ میں آپ کو ضرور ٹائم دیتا۔ کوئی بات نہیں...... کل ان شاء اللہ......''

''جہنم میں جائے کل...... آج کی ابھی کی بات کیا کرو مجھ سے...... اب بیٹھ جاؤ آرام سے۔''

بیٹھنے کا حکم صادر ہوا اور وہ بھی ''آرام سے'' بیٹھنے کا...... مگر وہ بھی ماں کا اکلوتا لاڈلا بیٹا تھا...... تر نوالہ نہیں تھا۔

''ایکسٹریملی سوری میم...... میں لیٹ ہو رہا ہوں...... ان شاء اللہ......!''

''پانچ منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... ایک، ایک گھنٹا ٹریفک میں بھی تو پھنس جاتے ہیں۔ سٹ ڈاؤن پلیز۔'' واصف کی بات کاٹ کر حکم جاری ہوا۔

''مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں...... کل تک بھول جاؤں گی......'' موصوفہ نے پُرزور اصرار کیا تو واصف کو اندازہ ہوا کہ ہاں، نہیں کے چکر میں ویسے بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ بہتر ہے کہ محترمہ کو پانچ دس منٹ دے کر جان چھڑائے۔

digest novels lovers lovers group 🩶🩶

وہ مؤدبانہ انداز میں سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

''میرا نام جانتے ہو......؟'' محترمہ میرون شیفون کی ساڑی میں غضب ڈھا رہی تھیں۔ واصف نے چونک کر سر اٹھایا...... اسے یقین تھا کہ نام نہیں جانتا ایک لمحے کو بس یاد کرنے کی کوشش کی تھی کہ پہلی ملاقات میں محترمہ نام [illegible] بیٹھی تھیں، اور وہ بھول گیا ہو...... اور کہیں بھولنے کی وجہ سے بھاؤ کی نہ سننے کو ملے۔

[illegible]

''جی...... مسز......'' اس نے ذرا ہوشیاری سے کام لیتے [illegible] جیسے کہ ان کو بولنے کی جلدی ہوتی ہے۔

''مسز......؟ بائٹ مسز...... مر گیا وہ جس کی میں مسز تھی اور وہ سب جو مجھ سے شادی کے خواب دیکھیں......'' موصوفہ یک دم گرجنے لگیں۔

''مہ لقا نام ہے میرا...... اور میرے نام کا مطلب ہے چاند کا ٹکڑا...... مگر تم مجھے مس علوی کہہ سکتے ہو......'' پہاڑ سے چٹانی پتھر لڑھکنے لگے۔ دور، دور تک دھول کے بگولے اڑنے لگے...... مناظر اوجھل ہونے لگے۔ دو جوان بچوں کی ماں...... خود کو ''مس'' کہلوانے پر مُصر تھی۔

''لیکن مجھے آپ کو نام سے بلانے کی ضرورت ہی کیا ہے...... آپ کو میم کہتا ہوں...... یہ کافی ہے۔'' واصف نے دروازے کی طرف یوں دیکھا جیسے اسپرنٹر دوڑ شروع ہونے سے پہلے پاؤں کے نیچے نشان کو دیکھتا ہے اور سیٹی کی آواز پر بگٹٹ بھاگتا ہے اور وہ بھی کسی سیٹی کی میٹھی آواز کا منتظر تھا۔

''شاہانہ اور گلو آپا کہتی ہیں کہ داؤد کا گھر میری وجہ سے خراب ہوا ہے۔ اس لیے اللہ نے مجھے سزا دی ہے جو وہ...... (گالی) دوسری شادی انجوائے کر رہا ہے۔ میری طرف دیکھو...... کیا میں ایسی لگتی ہوں کہ لوگوں کی طلاقیں کرواتی پھروں؟''

''آپ دل پر نہ لیں...... لوگوں کا کیا ہے...... لوگ تو فضول باتیں کرتے رہتے ہیں۔'' واصف کی جانتی تھی بلا

کہ شاہانہ اور گلوآپا کس براعظم میں پائی جاتی ہیں...... اسی وقت ڈرائنگ روم کا دروازہ جھٹکے سے کھلا گھر کی بوڑھی پارسی میڈ نے اندر سر کر کے جھانکا۔

''بابا لوگ تیار ہے۔''

واصف نے خدا حافظ بولنے کا تکلف بھی نہیں کیا...... تیر کی طرح دروازے کی طرف لپکا۔ پھرتی اس کمال کی تھی کہ مہ لقا بیگم پھڑپھڑا کر رہ گئی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے جس وقت میڈ کی طرف دیکھا اسی وقت واصف نے دوڑ لگائی تھی۔ مہ لقا کچھ کہنے کے لیے لفظ ہی ڈھونڈتی رہ گئیں۔

بائیک کو کک لگاتے ہوئے بھی اندیشہ مند تھا کہ پیچھے سے آ کر نہ دبوچ لیں...... میرون ساڑی سلیوز لیس بلاؤز، بڑی، بڑی جھمکیاں، ایک فٹ لمبا موتیوں کا ہار...... سر پر ایک کلو کا مصنوعی بالوں کا جوڑا......

بائیک چلاتے ہوئے چاروں طرف بہروپ بھرتی کوئی آسیبی مخلوق نظر آ رہی تھی۔

''ماں سے بولوں گا آج تو دو تین سپارے پڑھ کر مجھ پر دم کریں۔''

داؤد دہلوی کے گھر سے باہر آتے ہی یوں لگا گویا انتہائی نازک صورتِ حال سے گزرنے کے بعد نئی زندگی ملی ہو...... ''میڈیسن فلش کر دی جائیں گی تو پھر یہی ہوگا...... اس طرح کے لوگ گھر میں رکھے جاتے ہیں پھر انوائٹ بھی کیے جاتے ہیں؟'' حیرانی کا پارہ چڑھتا ہی جا رہا تھا۔

☆☆☆

''بھابی...... شارٹ نوٹس پر آپ کا ڈنر لاجواب ہوتا ہے۔'' کھانے کی میز سے اٹھتے ہوئے نعیم قریشی نے سارہ کا مان بڑھایا۔

''ایسا بھی کچھ خاص اہتمام نہیں ہوا...... مگر آپ دل رکھتے ہیں...... بہت شکریہ۔''

''ماما...... کیا بولیں آپ...... دل کیسے رکھتے ہیں؟''

ڈائننگ سے ملحق لاؤنج میں ٹو سیٹر پر فری، الفر کے ساتھ بیٹھی ہوئی سوئٹ ڈش سے لطف اندوز ہو رہی تھی جبکہ الفر آئس کریم کھا رہا تھا۔ دونوں سوئٹ لے کر لاؤنج میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

''بیچ میں مت بولو...... تمہیں یہ کام نہیں آتا۔'' سارہ نے ہلکے پھلکے انداز میں بیٹی کو جواب دیا تھا جس پر سالار صاحب اور نعیم قریشی ہنس دیے تھے اور الفر نے معنی خیز انداز میں فری کی طرف دیکھا تھا۔

''دل کیسے رکھتے ہیں...... یہ بھی مجھے سکھانا پڑے گا؟'' الفر کی آہستہ آواز سرگوشی کے مثل تھی۔

''آپ کا تو رکھ لیا ہے سنبھال کر...... آپ ٹینشن نہ لیں۔'' فری نے بھی دبی آواز میں برجستہ جواب دیا تھا۔

''دل رکھنا مذاق نہیں ہوتا...... سنبھالنا بھی ہوتا ہے......'' الفر نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی۔

''صرف ایک ہی دل سنبھالنا ہے ناں...... کام زیادہ نہ ہو تو میں اچھے سے کر لیتی ہوں...... don't bother'' اس نے جواباً شرارت کی۔

نعیم قریشی اور سالار صاحب دونوں کو خوش باش باتوں میں مگن دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے...... اور ڈرائنگ روم میں کافی ٹیبل پر باقی کی گپ شپ کے ارادے سے قدم بڑھا دیے تھے...... اپنے حساب سے بچوں کو آپس میں بات چیت کا موقع بھی دے رہے تھے۔

''تیاری تو مکمل ہے ناں فری...... عین وقت پر تو کچھ یاد نہیں آئے گا......؟'' اچانک الفر کے فطری احساسِ ذمے داری نے فری کے بے پروا مزاج کی طرف متوجہ کیا۔

''100٪ اور تیاری بھی ایسی کہ بس...... آپ بھی کیا یاد کریں گے۔'' فری نے الفاظ کے ساتھ انگوٹھے سے پرفیکٹ ہونے کا اشارہ بھی کیا تھا۔ اسی آن اوپر سے کسی شیشے کے برتن ٹوٹنے کا چھناکا ہوا تھا۔

فری اور انفر چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگے تھے۔
''اوہو.....لگتا ہے شمسہ کے ہاتھ سے کوئی گلاس گر گیا.....'' کچن کی طرف جاتی ہوئی سارہ نے غیر ارادی طور پر یہ الفاظ ادا کیے تھے۔
''شمسہ.....؟'' انفر نے فری کی طرف دیکھا۔
''میری پھپھو ہیں۔'' فری نے جانے کیوں نظریں چرائی تھیں۔
''آپ کی پھپھو آئی ہوئی ہیں.....؟'' انفر نے اپنا خالی باؤل ٹیبل پر رکھ کر ٹشو پیپر کھینچا۔
''ہمارے ساتھ ہی رہتی ہیں، شروع سے۔'' فری کو نہ بات بنانا آتی تھی نہ جھوٹ بولنا۔
''گڈ.....ساتھ رہتی ہیں تو ہم لوگوں سے ملی کیوں نہیں.....؟'' انفر کو قدرے الجھن سی ہوئی کہ گھر کے ایک فیملی ممبر سے ابھی تک ان کا تعارف نہیں ہوا۔
''ایکچوئیلی.....ان کا اپنا سیٹ اپ ہے، میرا خیال ہے انکل کو تو پتا ہے اپنے بیٹے کے ساتھ رہتی ہیں لیکن اب اپنے گھر میں شفٹ ہو رہی ہیں.....شاید ایک دو، تین دن میں شفٹنگ شروع ہو جائے گی۔''
''فری، آپ کی پھپھو آپ کے ساتھ رہتی ہیں، فیملی ممبر ہیں مجھے ان کو سلام تو کرنا چاہیے ناں۔'' انفر کو سسرالیات کی نئی، نئی سمجھ آ رہی تھی.....اخلاقیات کے دورے پڑنا فطری عمل تھا۔
''ایک منٹ.....ماما سے پوچھ کر چلتے ہیں.....'' فری قدرے جز بز نظر آ رہی تھی۔
''اوپر ہی تو جانا ہے.....اس کے لیے پرمیشن چاہیے.....'' انفر نے لاؤنج کے ایک سرے سے اطالوی طرز کے زینے کی طرف دیکھا جو گراؤنڈ کو فرسٹ فلور سے ملا رہا تھا.....انداز میں قدرے حیرت بھی تھی۔
''اوکے.....چلتے ہیں دو منٹ کے لیے۔'' فری بغیر سوچے اب کھڑی ہوگئی۔
''ماما، میں انفر کے ساتھ پھپھو کے پاس جا رہی ہوں.....'' اس کی آواز اتنی واضح تھی کہ کچن میں سارہ کے ساتھ، ساتھ ڈرائنگ روم میں کافی کا انتظار کرتے سالار صاحب نے بھی سنی۔
سارہ متفکر ہوئیں.....پھر یہ سوچ کر پُرسکون ہوگئیں کہ اس وقت واصف تو گھر پر نہیں ہوتا، شمسہ اکیلی ہی ہوگی۔ ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہی تھیں کہ ضرور فری نے انفر کو پھپھو سے ملانے کی پیشکش کی ہوگی۔
مگر سالار صاحب کی ساری خوشگواری ہوا ہونے لگی تھی۔ وہ نعیم قریشی سے نگاہ بچا رہے تھے۔
''یہ انفر کو لے کر اوپر کیوں جا رہی ہے.....؟'' سخت کوفت نے آ گھیرا تھا۔

☆☆☆

شمسہ ٹوٹے ہوئے گلاس کے ٹکڑے سمیٹ کر کچن کے ڈسٹ بن میں الٹ رہی تھیں۔ برش اور ڈسٹ پین ہاتھوں میں پکڑے پلٹیں تو محسوس ہوا کوئی زینے سے اوپر آیا ہے۔
''نیچے تو ''مہمانداری'' ہو رہی ہے.....'' کافی دیر سے باتوں، قہقہوں اور برتنوں کے کھڑکنے کی آوازیں سن رہی تھیں.....ابھی سوچ ہی رہی تھیں کہ شاید واصف جلدی آگیا ہے کہ فری سامنے آ کھڑی ہوئی.....خوشی بلکہ فرطِ مسرت سے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ۔
''آج یقیناً میرے سر کی بلاؤں نے دوڑ لگائی ہے.....بائی دا وے کیا ٹوٹا پھپھو.....؟'' گھر کی کسی نوکرانی سے کبھی کوئی پلیٹ ٹوٹی تھی تو اس نے ماں سے سنا تھا کہ کوئی بات نہیں شیشے کی شے ٹوٹنے سے آئی بلا ٹلتی ہے۔ خوشی کے عالم میں تو ویسے ہی انسان جذباتی ہو کر کچھ زیادہ ہی بول جاتا ہے۔ سو فری بھی مذاق کر رہی تھی۔
''ارے.....گلاس ٹوٹ گیا.....وہ واصف جلدی میں کنارے پر ہی لگا گیا ہوگا..... میں نے دوپٹا پیچھے کیا تو نیچے آ گیا۔ خیر تم خیریت سے آئیں.....مہمان چلے گئے؟'' شمسہ نے محبت پاش نظروں سے فری کو سرتا پا دیکھا۔

''آپ کے گھر ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں۔'' فری نے مخصوص لاابالی پن کے انداز میں یوں کہا جیسے کوئی خاص بات نہ ہو..... مگر شمسہ سن کر بدحواس ہو گئی تھیں..... مہمان کو لے کر آئی ہے وہ بھی خاص مہمانوں کو اور نخری باتیں بنا رہی ہے..... گھبراہٹ چھپانے کے لیے اپنا دوپٹا درست کرنے لگیں۔ مارے احتیاط کے مزید کوئی سوال نہ کیا اور کچن سے باہر آ گئیں۔ باہر آتے ہی نظر انفر پر پڑی جو بیٹھنے کے بجائے ابھی تک ڈرائنگ روم کے دروازے ہی میں کھڑا تھا اور چاروں طرف نظریں دوڑا کر جائزہ لے رہا تھا۔

شمسہ اور فری پر نظر پڑتے ہی چوکس ہو گیا۔

''السلام علیکم.....'' مؤدبانہ سلام عرض کیا گیا۔

شمسہ تو شائستگی سے سلام کرنے والے انفر کو دیکھ کر گویا نہال ہی ہو گئیں۔

''وعلیکم السلام بیٹا..... پلیز تشریف رکھیے.....'' شمسہ اخلاقیات نباہ رہی تھیں مگر ذہن قلابازیاں کھا رہا تھا۔

''بھائی نے کیسے دونوں کو اوپر آنے کی اجازت دے دی..... اور مجھ سے ملنے کی ایسی کیا ضرورت پیش آ گئی۔''

''وہ جی..... آنٹی..... مجھے تو ابھی، ابھی فری نے بتایا کہ آپ فری کے ساتھ رہتی ہیں اور اتنی close relation ship ہے۔ ایک طرح سے فیملی ممبر ہیں آپ..... میں نے فری سے کہا چلو پھپھو کو سلام کرتے ہیں.....''

انفر بہت سادگی سے بول رہا تھا اور شمسہ حیرت سے سیدھے سادے امیر زادے کو دیکھ رہی تھیں۔

''بہت شکریہ بیٹا..... کہ آپ رشتوں کو اتنی اہمیت دیتے ہیں۔''

''آپ کے obediant (فرمانبردار) بیٹے کی وجہ سے یہ سین ہوا..... گلاس ٹوٹتا نہ انفر کو پتا چلتا.....'' فری عادت سے مجبور تھی جو وجہ تھی سیدھے سادے طریقے سے بیان کر دی یہ احساس کیے بغیر کہ یہ سب سن کر شمسہ کے کیا احساسات ہوں گے..... وہ تو یہ سوچ کر خوش ہو رہی تھیں کہ فری خاص لمحات میں پھپھو کو نہیں بھولی اور منگیتر کو ملانے چلی آئی۔

''حالانکہ گلاس ٹوٹنے سے پہلے مجھے آپ کے بارے میں پتا ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ آپ فیملی ممبر ہیں۔'' انفر نے فری کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

''وہ..... اصل میں پھپھو جاب کرتی ہیں ناں تو ان کا بڑا ٹائٹ شیڈول ہوتا ہے..... اتنے بجے کھانا کھائیں گی..... اتنے بجے نماز پڑھیں گی، اتنے بجے سونے کے لیے لیٹ جائیں گی..... پھر پھپھو کو تہجد کے لیے بھی تو اٹھنا ہوتا ہے ناں۔'' فری کی زبان پٹر، پٹر چل رہی تھی..... اپنی دانست میں صفائی پیش کر رہی تھی۔ شیڈول سن کر تو انفر گویا عقیدت سے دُہرا ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک عبادت گزار خاتون بیٹھی تھیں۔

''سوری آنٹی..... اس کا مطلب ہے اس وقت آپ کو ڈسٹرب کیا ہے۔ بس میں تو آپ کو سلام کرنے کے لیے آیا تھا..... چلو فری چلتے ہیں۔'' انفر خاصا شرمندہ نظر آ رہا تھا۔

''نہیں، نہیں بیٹا..... ملنا ملانا بھی تو زندگی کا حصہ ہے..... آپ آئے مجھے بہت خوشی ہوئی..... میں آپ کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں.....'' شمسہ اٹھنے لگیں تو برابر میں بیٹھی ہوئی فری نے فوراً ہاتھ تھام لیا۔

''رہنے دیں پھپھو..... کھانا بھی کھا لیا ہے سوئٹ بھی..... کافی کے لیے انفر نے منع کر دیا تھا کہ آئس کریم کے فوراً بعد کافی کا میچ نہیں بنتا.....'' یہ کہتے ہوئے اس نے انفر کو اٹھنے کا اشارہ بھی کیا..... انفر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

''تھوڑی دیر تو بیٹھو ناں بیٹا..... فروٹ چاٹ بنائی تھی..... وہ.....'' اسی وقت سائرہ کی آواز زینہ پھلانگ کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

''فری..... آجاؤ بیٹا..... پاپا بلا رہے ہیں.....''

غالباً وہ زینے سے لگ کر صدا دے رہی تھیں۔

''او کے..... آنٹی..... نائس ٹو میٹ یو..... ان شاء اللہ..... پرسوں نکاح ceremony میں آپ سے پھر ملاقات ہوگی.....'' افسر نے دایاں ہاتھ دل پر رکھ کر سر کو مؤدبانہ انداز میں خم دیا۔

شمسہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا..... ''پرسوں بھتیجی کا نکاح ہو رہا ہے۔ خبر ہونے والے داماد سے مل رہی ہے.....'' ایک آہِ سرد ابھرنے سے پہلے ہی انہوں نے غم سے لبالب بھرے کسی نہاں خانے میں پوشیدہ خزانے میں جمع کرا دی۔ فری نے شمسہ کے رخسار پر بوسہ دیا اور مورنی کی چال چلتی آگے بڑھ گئی۔

افسر اس سے پہلے قدم بڑھا چکا تھا۔

جو لمحات فری کو ٹرے میں سجا کر پیش کیے جا رہے تھے انہوں نے چھین کر لینے کی کوشش کی تھی۔

عطا ہونے اور چھین لینے میں اتنا ہی فرق ہے جتنا اندھیرے اور اجالے میں۔

☆☆☆

''میرا خیال ہے ہمیں کوئی بڑی، بڑی تیاریاں نہیں کرنی ہیں، کل کا دن چھوڑ دیتے ہیں پرسوں چار پانچ کلوز فرینڈز کو انوائٹ کر کے مغرب تک نکاح کر دیتے ہیں۔'' ثمینہ بولتے ہوئے ٹوٹو اور عامر کی طرف تائید طلب نظروں سے جائزہ بھی لے رہی تھیں۔ عرشلہ کی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں دستانوں میں نمی محسوس ہونے لگی وہ بڑی بے بسی سے ٹوٹو کی طرف دیکھنے لگیں تا کہ ٹوٹو ثمینہ کو اس جلد بازی سے روکے..... مگر ٹوٹو نظر بچا کر طرح دے گئی..... وہ تو خوش تھی مشن ''ٹریل ون'' اپنے انجام کو پہنچ رہا ہے۔

''وہ..... ممی آپ کچھ زیادہ ہی جلدی میں.....''

''اچھا..... بس تم رہنے دو..... آنٹی ہمیشہ سے decision maker رہی ہیں اور تم ہر وقت ڈبل مائنڈڈ رہتی ہو.....'' ٹوٹو نے عرشلہ کو بولنے سے روک دیا۔

''آنٹی ہمیں کچھ دیر کے لیے عامر اور عرشلہ کو اکیلے میں بات چیت کا موقع دینا چاہیے..... اگر بات چیت کے بعد عامر مطمئن ہوتے ہیں کہ عرشلہ کو قائل کر لیا ہے تو پھر آپ کی تجویز پر عمل ہوگا۔'' یہ بات ٹوٹو نے فراٹے کی انگریزی بولتے ہوئے کی تھی۔ کیونکہ وہ قائل کرنے کے لیے اچھی اردو بولنے سے قاصر تھی۔

ٹوٹو، عرشلہ کی دل و جان سے خیر خواہ تھی مگر انسانی حقوق کا تحفظ کرنے والے ایک ادارے کو بھی بین الاقوامی سطح پر چلا رہی تھی..... اپنی فطرت سے ہٹ کر وہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے اپنے دل کی آواز سننے کی پکی عادی ہو چکی تھی۔ ٹوٹو کی بات سن کر عامر تو بہت پُرسکون ہوا مگر ثمینہ کی کرسی میں اچانک کانٹے اُگ آئے.....''

نہ جانے عرشلہ کوئی ایسی بات کر جائے کہ یہ ساری محنت ہی اکارت چلی جائے۔

''ٹوٹو ایک منٹ میری بات سنو.....'' وہ بے قراری سے کچھ کہنے لگیں۔

''آنٹی چلیں، ہم لاؤنج میں بیٹھتے ہیں۔''

ٹوٹو، ثمینہ کے تردد سے بہت کچھ سمجھ گئی تھی اس نے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا اور ثمینہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھانے لگی۔

☆☆☆

''فری تو ناسمجھ ہے..... تم تو اوپر جانے سے روک سکتی تھیں۔'' سالار صاحب نے دیر سے دبے ہوئے ناگواری کے تاثرات مہمانوں کے رخصت ہوتے ہی ظاہر کر دیے۔ جیسے پریشر ککر پر رکھا ہوا ویٹ ایک خاص نقطے پر پہنچ کر رقص کرنے لگتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اندر پریشر سہنے کی گنجائش نہیں رہی۔

خوشی کے لمحات میں خوب کرکری ہوئی تھی اس لیے شامت تو سارہ کی آنا تھی..... سارہ خود بھی افسر کے اوپر جانے کے حق میں نہیں تھیں اور اس کی وجہ صرف اور صرف واصف تھا مبادا یہ دونوں اوپر ہوں اور وہ اچانک آ کر کچھ

اول فول بول دے۔

"وہ تو فوراً ہی اسے نئے گراؤ پر چلی گئی..... میری طرف دیکھتی تو میں اشارے سے منع کر دیتی..... پھر آواز دے کر میں نے ہی تو اسے واپس بلایا تھا..... سب کچھ اچھا ہو رہا ہے..... اب آپ خواہ مخواہ ماحول خراب نہ کریں۔" سارہ بھی چڑچڑی ہونے لگیں۔ گھٹنوں سے ایک ٹانگ پر دوڑ رہی تھیں۔

"پتا نہیں یہ لوگ کیوں نہیں جارہے..... جاپیاں بھی دے چکا ہوں۔" سالار صاحب بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولتے ہوئے اپنا سیل فون ٹیبل سے اٹھانے کے لیے آگے بڑھے۔

"یہ لوگ نہیں ہیں..... کوئی مسئلہ نہیں نعیم بھائی کو سب پتا ہے کہ آپ کتنے بہن بھائی ہیں..... آپ کی کیا ذمے داریاں رہی ہیں۔ بات ختم کریں..... چینج کریں اور جا کر سو جائیں۔" سارہ بولتی ہوئی کرسٹل کا گلدان ایک سائڈ ٹیبل سے اٹھا کر ڈائننگ ٹیبل پر رکھنے لگیں جو برتنوں کے رش کی وجہ سے وقتی طور پر ہٹا دیا گیا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے اس نے جان بوجھ کر کچھ توڑا تھا۔" سالار صاحب دبی آواز میں کہتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

digest novels lovers group 🖤🖤

سارہ نے فوراً تعوذ اور لاحول پڑھی۔

خون کے رشتوں میں جذبات منفی ہوں یا مثبت شدت نقطۂ عروج پر ہوتی ہے۔

☆☆☆

عامر مغربی معاشرے کا پروردہ تھا..... رمضان، عید الفطر، عید الاضحیٰ کے خصوصی ایام نے اسے ہمیشہ مسلمان ہونے کا احساس دیا تھا..... باقی انداز وہی تھے جن کو دنیا "لبرل ازم" کہتی ہے۔

تنہائی ملتے ہی وہ اٹھ کر عرشلہ کے پہلو میں آ بیٹھا تھا۔ اس کے انداز میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں تھی کیونکہ عرشلہ اس کی متوقع بیوی تھی اور اس رشتے کے درمیان میں صرف ایک دن کا پردہ حائل تھا.....

اس نے عرشلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور دونوں ہاتھوں سے دبایا۔ دستانوں کی بندش کے باوجود عرشلہ نے اپنے وجود میں سنسناہٹ محسوس کی..... عامر کسی ندیدے، ہلکے مرد کی طرح عرشلہ کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اس کی نظریں چھچھاتی ٹانگوں پر تھیں۔

"عرشلہ..... آپ بہت لکی ہیں well wishers کے درمیان رہتی ہیں، آپ بہت سادہ ہیں..... یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ میں کبھی خود غرض پارٹنر کی صورت میں آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔ میں مصنوعی مسکراہٹوں سے عاجز آ چکا ہوں، تنہائی اب مجھے پاگل کر دیتی ہے..... مجھے صرف اور صرف پارٹنر شپ کی ضرورت ہے۔" عامر کی بھاری آواز بہت آہستہ ہونے کی وجہ سے بہت متاثر کن ہو رہی تھی۔ عرشلہ نے مدتوں بعد ایک بھرپور مرد کی قربت کو محسوس کیا تھا۔ اندھیرے میں جلتی شمع کی طرح قطرہ، قطرہ پگھلنے لگی۔

"مجھے آپ کی دولت و اثاثوں سے بھی دلچسپی نہیں..... آپ نکاح سے پہلے چاہے کسی ٹرسٹ کے نام لکھ دیں..... میرے پاس اتنا کچھ ہے کہ آپ ایک بہترین زندگی گزار سکیں۔" وہ بولتے، بولتے رکا اور ایک نگاہ کی۔

"یہ ہماری پہلی ملاقات ہے..... مگر مجھے تو ایک لمحے کے لیے نہیں لگا کہ ہم پہلی بار ملے ہیں۔"

اب عرشلہ نے اتنی دیر میں پہلی بار قریب سے عامر کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیات کا جوہر جگمگا رہا تھا پھر اس نے دیکھا کہ عامر اچانک چونک کر دروازے کی سمت دیکھ رہا ہے۔ اس نے بھی اسی سمت میں دیکھا..... سامنے زین کھڑا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر 13

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest novels lovers group 🩶🩶

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کر لوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دور دکھوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

زین کی آنکھوں کی تحریر عرشلہ پڑھ سکتی تھیں.... مہمان صرف اس کا دیکھنا ملاحظہ کر سکتا تھا۔ عامر نے زین کی طرف دیکھنے کے بعد عرشلہ کی طرف دیکھا تھا..... عرشلہ کے تاثرات معنی خیز تھے مگر ایسے معنی جو کسی نئی زبان کو سیکھنے کے بعد کچھ، کچھ سمجھ آتے ہوں۔

"آؤ زین..... وہاں کیوں کھڑے ہو؟ مہمان سے نہیں ملو گے......؟" عرشلہ نے خفت مٹانے کی کوشش میں

آخر کچھ تو بولنا ہی تھا۔
زین نے پھر باری، باری دونوں کی طرف دیکھا اور عرشلہ پر ایک جتانے والی نظر دوڑا کر واپس پلٹ گیا......
عرشلہ پر تو گویا گھڑوں پانی پڑ گیا تھا..... ساتھ ہی یہ خوف لاحق ہوا کہ ثمینہ کو اس کے ''برے سلوک'' کی بھنک بھی پڑ گئی تو سمجھو کئی دن کے راشن پانی کا بندوبست ہو گیا۔
''ایکچوئلی...... ایکسیڈنٹ کے بعد سے ابھی تک سنبھلا نہیں۔'' عرشلہ نے پہلے کھنکھار کر گلا صاف کیا یعنی عامر کی توجہ کا رخ موڑا تھا۔
''ہاں، ٹوٹو نے مجھے سب کچھ بتایا ہے..... اور یہ بھی بتایا ہے کہ اچانک اس کو ایک نئی پرابلم شروع ہو گئی ہے، وہ بول نہیں پا رہا..... منہ سے آواز نہیں نکل رہی.....'' عامر نے تو گویا گرداب میں چکراتی عرشلہ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔
عرشلہ کی جان میں جان آئی اور ٹوٹو پر ٹوٹ کر پیار آیا..... عموماً باتونی لوگ بات چیت میں مبالغہ کر جاتے ہیں مگر ٹوٹو تو ایسی خاص مٹی سے بنی تھی کہ نشانہ سیدھا رکھتی تھی..... فائر خطا نہیں ہوتا تھا، شاید وہ باتونی نہیں تھی، ایک ساتھ کئی کام شیڈول کرنے کی وجہ سے عجلت میں ہوتی تھی..... تاثر یہ ملتا تھا کہ اسے بولنے کا بہت شوق ہے..... جبکہ اسے ''کیس'' نمٹانے کی جلدی ہوتی تھی۔
''شاید آپ نے اسے ہمارے آنے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اس وجہ سے وہ ''سرپرائزڈ'' نظر آ رہا تھا۔''
عامر نے دوبارہ عرشلہ کا دستانے میں چھپا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مگر اس مرتبہ عرشلہ نے بہت آہستگی و نرمی سے ہاتھ چھڑا لیا تھا اور یوں دستانہ اوپر کھینچنے لگی جیسے اسی مقصد کے لیے ہاتھ چھڑایا ہو جبکہ اب احتیاط انتہا کی تھی۔
''میں نکاح کے بعد آپ کے ہاتھ دیکھنا چاہوں گا..... مجھے یقین ہے آپ کے ہاتھ بہت خوب صورت ہوں گے...... ابھی آپ "gloves" نہیں اتاریں۔'' عامر کی خوش گمانی تھی کہ شاید عرشلہ ہاتھ دستانوں سے آزاد کر رہی ہے۔ عرشلہ کے سکون میں خاطر خواہ اضافہ ہو چلا تھا..... بات خود بخود بنتی جا رہی تھی۔ مگر مہمانداری تو نبھ رہی تھی، آگے زین کے ساتھ معاملات سلجھانا ''کام'' لگ رہا تھا۔
عامر کے سیل پر کوئی کال آ رہی تھی۔ وہ سیل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

☆☆☆

''خاندانی رکھ رکھاؤ والا بچہ ہے..... فری کو لے کر سلام کرنے آ گیا..... لاڈ پیار، نعمتوں، آسائشوں میں پلنے والے بچے تو......''
''بس کر دیں ماں...... وہ کتنا گریٹ ہے..... کتنا cheap ہے..... مجھے کیوں سنا رہی ہیں......؟'' واصف نے ثمسہ کو ٹوک دیا۔
انجانے میں ماں نے اس کے کھانے میں زہر گھول دیا تھا۔ اس نے نوالہ توڑتے، توڑتے رک کر ثمسہ کو مزید بولنے سے روک دیا تھا۔
ثمسہ نے چونک کر واصف کی طرف دیکھا..... لہجے میں ایسا کچھ نیا، نیا تھا جس کا تجربہ وہ پہلی بار کر رہی تھیں۔
''ہم یہاں سے جا رہے ہیں..... اس کا مطلب ہے کہ ہم محبت کے ساتھ نکالے جا رہے ہیں..... جو ہم سے جان چھڑا رہے ہیں..... ہمیں واقعی ان کی جان چھوڑ دینی چاہیے۔ یہاں سے نکل کر ہمارا کوئی واسطہ تعلق یہاں کے لوگوں سے نہیں رہے گا۔ اگر پیچھے مڑ کر دیکھیں گے تو پتھر کے بن جائیں گے۔'' واصف نے مزید کہا گویا ثمسہ کی خاموشی اسے دل کی بات کہنے کا راستہ دے رہی تھی۔
ثمسہ ٹکر ٹکر اس کی طرف تکنے لگیں۔
''ناخن سے بھی کبھی ماس جدا ہوا ہے......؟ سگا بھائی ہے..... زندگی ہی میں کیسے چھوڑ دوں گی......؟'' ثمسہ

نے گہری سانس لے کر تخت سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ایک وقت تھا ناخن اور ماس جدا ہو چکے تھے...... اب پتا نہیں اصل مہربانی کس کی تھی...... کہ جادو کے زور سے سرجری ہوئی اور ناخن اور ماس پھر جڑ گئے......" واصف نے پانی کا گلاس اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر جما کر فرش کی طرف گھورنے لگا۔

یہ جملہ...... تازیانہ بھی تھا اور طعنہ بھی...... شمسہ کا دل گویا کسی نے مٹھی میں دبوچ کر زور سے دبایا۔ نگاہیں ملانے کے قابل نہ رہیں۔

"جب تم بھلانے کو تیار نہیں ہو تو دنیا سے کیا امید باندھوں؟" یہ کہہ کر وہ کچن کی طرف بڑھنے لگیں۔

"میں زندہ باپ کا یتیم بیٹا ہوں...... یہ کوئی بھولنے والی بات ہے ماں......؟"

شمسہ کے سامنے خاموشی کے سوا کوئی راہِ نجات نہ تھی۔

ایک خاص عمر کے تقاضے ہوتے ہیں...... ایک طلسمی دنیا ہوتی ہے...... وقتی نشہ ہوتا ہے۔ جس کا دورانیہ بہت مختصر ہوتا ہے...... وہ اس عہد سے گزر آئی تھیں...... ندامت کے بوجھ تلے پُرلطف یادداشتیں پاتال میں دفن کر دی تھیں۔ دن، رات بس قرض اتارنے کی مشقت تھی، ورنہ وہ شاید واصف کی موجودہ کیفیت کا ادراک کرنے کی اہل ہوتیں...... کہ وہ کھانا کھاتے ہوئے دل کی کرچیاں بھی سمیٹ رہا ہے...... اس کی انا تو اسے دوڑائے جا رہی تھی کہ چند دنوں کی بات

ہے...... وہ ماموں پر ثابت کرے گا کہ وہ کتنا کامیاب ہے...... اور کامیابی الفاظ سے ظاہر نہیں ہوتی...... کامیاب انسان کے تمام کام دنیا کو بتا دیتے ہیں کہ اس نے زندگی کے اعلیٰ معیار تک رسائی حاصل کرلی ہے۔

اس کے بعد وہ ''بگڑے ہوؤں کی اصلاح'' کا مشن اپنے سر لے گا...... کسی کو غلط فیصلے کر کے زندگی اجیرن بنانے سے روکے گا...... تاکہ تاریخ خود کو نہ دُہرائے۔

مگر...... لوگوں کو تو ''خلائی شٹل'' میں بیٹھ کر چاند تک پہنچنے کی بہت جلدی تھی...... اور اس وقت بھی وہ اسی حالت یقین کی کیفیت میں تھا کہ دولت کی بنیاد پر بڑی جلدی میں فیصلے ہوئے ہیں۔

اس نے کھانا ختم کیا اور برتن اٹھا کر کچن کاؤنٹر پر رکھ دیئے...... ثمرہ اس کی طرف سے پشت کیے کھڑی تھیں۔

دونوں خاموش تھے...... خیالات کی گرفت میں تھے مگر دونوں کے خیالات میں ہزاروں نوری سالوں کا فاصلہ تھا۔

☆☆☆

''میں نے آج تک ایسا سین نہیں دیکھا...... آؤٹ ڈور نہ ان ڈور ایک un known (انجان) پرسن کے ساتھ......''

زین اوندھا بستر پر پڑا تھا اور عرشلہ اس کے سر پر کھڑی اس کا ٹائپ کیا میسج پڑھ رہی تھیں۔

''وہ un known پرسن نہیں ہے زین...... ممی ان کے ساتھ میری شادی کرنا چاہتی ہیں...... وہ بہت ڈیسنٹ بندہ ہے...... بہت realistic (حقیقت پسند) انہوں نے تمہیں بھی بہت خوشی سے قبول کیا ہے۔'' عرشلہ کی یہ خاص کمزوری تھی کہ وہ زیادہ وقت اعصابی دباؤ کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھیں...... دل کی بات یوں کہہ جاتی تھیں جیسے بپھرا ہوا دریا بند توڑ کر اپنا راستہ لیتا ہے۔ نئے خواب انہیں توانائی دے رہے تھے پرانے حادثوں پر مٹی پڑ رہی تھی اور نئی کشمکش شروع ہوگئی تھی۔

زین نے اب بھی پلٹ کر ان کی طرف رخ نہیں کیا...... اسی طرح پڑے، پڑے میسج ٹائپ کرنے لگا۔

نوٹیفکیشن ٹون پر عرشلہ نے میسج کھولا۔

''شادی آپ نے کرنی ہے یا نانو نے......؟ آپ کی شادی کا فیصلہ کرنے والی وہ کون ہوتی ہیں؟ یہ تو ٹوٹلی پرسنل میٹر ہوتا ہے...... آپ چاہتی ہیں تو وہ الگ بات ہے۔'' عرشلہ نے میسج پڑھ کر زین کی پشت کی طرف دیکھا۔

''ہاں...... میں چاہتی ہوں...... مجھے آج پہلے سے زیادہ سنسیئر پارٹنر شپ کی ضرورت ہے اور میں اس لیے اس پروپوزل کو سیریس لے رہی ہوں کہ عامر میرے ساتھ، ساتھ تمہیں خوشی سے own کر رہے ہیں۔'' اب وہ بولتے ہوئے بیڈ پر اس انداز میں بیٹھی گویا تھک گئی ہوں کھڑا ہونا محال ہو...... کیونکہ ابھی انہیں زین کے جواب کا انتظار کرنا تھا۔ جو اس وقت عرشلہ کی شکل سے بھی بیزار محسوس ہو رہا تھا اور پہلو بدلنے پر بھی تیار نہ تھا۔ ٹون سنتے ہی عرشلہ نے جلدی سے میسج دیکھا۔ انہیں جواب دیکھ کر حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ کیونکہ زین نے دس مرتبہ صرف دو الفاظ لکھے تھے۔

"good luck, good luck"

عرشلہ نے آہستگی سے اپنا ہاتھ زین کے شانے پر رکھ دیا...... آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

''میں اپنی لائف تمہارے بغیر نہیں دیکھتی زین...... تم میری سب سے بڑی ذمے داری ہو...... جو کچھ بھی ہے وہ تمہارے بعد ہے...... تمہارا کسی سے مقابلہ نہیں ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں شاید مزید کچھ کہتیں...... کہ بند دروازے پر آہستگی سے دستک ہوئی۔

''یس۔'' عرشلہ نے پلٹ کر بند دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ کھلا اور ماریہ اندر داخل ہوئی۔

''میم...... ثمینہ میم آپ کو بلا رہی ہیں۔'' ماریہ نے سوچتی ہوئی نظروں سے ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے پیغام پہنچایا۔

''اوکے۔'' عرشلہ اٹھ کھڑی ہوئیں اور ایک نگاہ زین پر ڈالی..... وہ سابقہ انداز میں ہی لیٹا ہوا تھا..... ماریہ کی آمد و پیغام سے اس کی حالت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا..... ماریہ پیغام پہنچا کر فوراً ہی الٹے پاؤں واپس چل پڑی تھی..... عرشلہ کمرے کا دروازہ بند کر کے پلٹیں تو ماریہ کے زینہ اترنے کی آہٹیں ماحول میں سنائی دے رہی تھیں..... وہ بوجھل دل کے ساتھ زینے کی طرف بڑھنے لگیں۔

☆☆☆

پہاڑوں کے اس پار
کسی قاف کے گھنے جنگل میں.....
ایک دیو کی قید میں سسکتی شہزادی.....
ایک چھوٹے سے سبز پرندے کے روپ میں
سر میں گڑی ایک کیل نکلنے کے انتظار میں
ہر صبح نئے سورج کو نکلتا دیکھتی تھی.....
رات گئی روشن دن نکلا.....
شاید کہ شام کا بھٹکا کوئی شہزادہ..... اس کی اور آتا ہو
شاید کہ پرند کا سبز رنگ اس کو بھاتا ہو
شاید کہ اس راہ سے گزر کر کوئی رستہ اس کی منزل کو جاتا ہو
شاید کہ وہ اسے پا جائے.....
ہاتھوں کے پیالے میں لے کر سہلائے
سر میں گڑی کیل کا بھید پا جائے.....
دل کا کانٹا ہو کہ سر میں گڑی کیل
کھلتا گلاب ہو یا جوہڑ میں پڑا کنول نیل
اِک آس کی ڈور سے بندھے رہتے ہیں
اور اسی کو جیون بھوگنا کہتے ہیں

رات تین بجے کے لگ بھگ ثمرہ کی نیند ٹوٹی تھی..... نیند کے خمار کے ساتھ ہی دل پر کچھ دباؤ سا محسوس ہوا تھا..... جیسے کسی نے سرہانے کھڑے ہو کر جگایا ہو۔ معمول تھا کہ وہ چار بجے سے کچھ پہلے خود بخود اٹھ جاتی تھیں۔

وہ بے چین سی ہو کر اٹھ بیٹھیں تو واصف کے کمرے کے بند دروازے کے نیچے سے تیز روشنی جھانکتی دکھائی پڑی۔

''یہ..... ابھی تک جاگ رہا ہے.....؟'' نیند کا خمار بے فیض ہلکے بادل کی طرح اُڑ گیا۔ اب تقریباً پندرہ، بیس منٹ سے وہ دم بخود کیفیت میں بیٹھی تھیں۔

''کیوں جاگ رہا ہے.....؟ ابھی تو سمسٹر شروع ہونے میں بھی کافی وقت ہے۔'' وہ اس بے چینی سے حواس باختہ تھیں جس کی توانائی نے انہیں گہری نیند سے جگا دیا تھا اور ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ دروازے تک جائیں جاگنے کا سبب پوچھیں۔

اسی آن واصف جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر آیا تھا..... مگر ثمرہ کو جاگتا پا کر لمحے بھر کے لیے ٹھٹکا گیا۔

''آپ تو بڑی گہری نیند سو رہی تھیں ماں..... ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟'' وہ فکرمند نظر آنے لگا۔

''تم کیوں جاگ رہے ہو..... صبح جانا نہیں ہے؟'' ثمرہ نے دبی آواز میں پوچھا تھا۔

''وہ مجھے ضروری نوٹس بنانا تھے..... عالی جاہ اور عالی شان کے ٹیسٹ شروع ہونے والے ہیں..... اب وہاں

ایک نہیں دو، دو میرا احساب کتاب کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔'' وہ یہ کہتے ہوئے ڈسپنسر کی طرف بڑھا جس سے گمان ہوا کہ وہ پانی پینے کرے سے باہر آیا ہو۔

''دو، دو......؟'' شمسہ کو سمجھ نہ آئی تو متفکر ہونے لگیں۔

''جی...... بچوں کی والدہ محترمہ...... میٹرک میں بھی یقیناً کمپارٹمنٹ آئی ہو گی، ہا تیں ایسی کرتی ہیں جیسے آکسفورڈ یونیورسٹی کی چانسلر ہوں......'' یہ کہہ کر واصف گلاس میں پانی بھرنے لگا۔

''بری بات ہے، پتا نہیں بیچاری کیا کچھ بھگتا کر بیٹھی ہو...... بھائی کے در پر پڑے رہنا کوئی چھوٹی بات نہیں۔'' شمسہ کے منہ سے بلاارادہ نکل گیا تھا۔ واصف نے پلٹ کر دیکھا ایک تلخ مسکراہٹ ابھرتے ہی معدوم ہو گئی۔ شمسہ لاجواب سی ہو کر ادھر اُدھر دیکھنے لگیں پھر پاؤں سلیپر میں پھنسا کر تخت چھوڑ دیا۔

''یہ اتنی تیز لائٹ کیوں جلائی ہوئی ہے، کیا ٹیبل لیمپ خراب ہے؟'' آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے واصف کے کمرے کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔ وہ پانی پی کر وضو کرنے کی نیت سے آگے بڑھی تھیں۔

مگر ان کی نظر کمپیوٹر کے مانیٹر پر پڑی تو وہاں کوئی ایکشن مووی کا سین رکا ہوا تھا۔ ایک اداکار نے مقابل کھڑے کردار کی پیشانی پر پستول ٹکایا ہوا تھا...... آنکھوں میں وحشت و بربریت تھی۔

شمسہ نے پلٹ کر واصف کی طرف دیکھا جو تخت کے کنارے پر ٹکا پانی پی رہا تھا۔

''یہ تم نوٹس بنا رہے تھے......؟ سچ بتاؤ...... کیوں جاگ رہے ہو؟'' واصف نے شرمندہ ہونے کے بجائے گلاس ہونٹوں سے الگ کر کے گہری سانس لی۔

''مجھے خود نہیں پتا...... بس نیند نہیں آ رہی تھی۔'' واصف نے شمسہ کی طرف دیکھنے سے گریز کیا۔

''وہ میرے بیٹے کے قابل نہیں تھی...... اچھا ہوا اس پر کسی کا دل آ گیا...... بازو کا زخم تو برداشت کر لیا میں نے...... دل کا زخم برداشت نہیں ہوتا تھا، وہ میرا خون نہیں مگر میرا بیٹا میری کل کمائی ہے۔'' درد کی شدت سے...... بے اختیار ہو کر وہ واصف کے سامنے آشکارا ہونے پر مجبور ہو گئی تھیں۔

واصف کو حیرت کا جھٹکا بڑی شدت سے لگا تھا...... دم بخود رہ گیا تھا۔

''ماں......!'' اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

''ناک سے نہیں کھاتی...... سب کی طرح منہ سے کھاتی ہوں...... مجھے گہری نیند سے جگایا ہے تم نے......'' شمسہ کی آواز بڑبڑاہٹ کی طرح محسوس ہوئی۔

''ماں...... میں نے...... میں نے جگایا ہے آپ کو......؟'' حیرت سے واصف پلکیں جھپکنا بھول گیا۔

''اتنا وزن ڈالا تم نے میرے دل پر...... جان بچانے کے لیے جاگنا پڑا مجھے......'' شمسہ کی آواز پر آنسو غالب آنے لگے۔

پہلی بار واصف کو لگا بلکہ یقین ہوا کہ ماں جب چاہے اولاد کو لاجواب کر سکتی ہے۔

وہ سر جھکا کر کمرے میں چلا گیا اور تیز روشنی گل کر کے اندھیرا ہی کر دیا...... مگر دروازہ بند نہیں کیا۔

شمسہ کو بہت سارا پانی پینے کی خواہش تھی۔ وہ اسٹول پر بیٹھ کر گلاس بھرنے لگیں۔

اب گہرے سناٹے میں ماں بیٹا پوری قوت سے ہم کلام تھے...... الفاظ و آواز سے ماورا...... توجہ کے مطالبے سے بے نیاز......

☆☆☆

خواجہ سرا ستارہ اپنے گرو چنبیلی کے سر میں تیل سے مساج کر رہا تھا۔ ساتھ ہی کوئی بات سنا کر خود ہی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔

”ارے تیری ساس مرے...... آہستہ...... کیا کھوپڑی کا ڈھکن کھولے گی؟“ چنبیلی نے ستارہ کے تیز تیز حرکت کرتے ہاتھ سختی سے پکڑ لیے۔

”گرو جی میری ساس تو پیدا ہی نہیں ہوئی...... مرتا تو وہ ہے جو پیدا ہوتا ہے۔“ ستارہ نے ”ہے۔ ہے“ کر کے دانت نکوسے۔

”ست خصمی...... کیسی پٹر، پٹر زبان چلے ہے...... تجھے تو اللہ سائیں نے اپنے برتن میں رکھا...... کسی کی بہو بنتی تو خوب آگ لگاتی...... چونڈا اکھیڑ دیا، ہاتھ ہیں کہ کدال......“ چنبیلی نے اب دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر ستارہ سے جان بچائی۔

”گرو جی، ساس بہو کی باتیں کر کے جان جلاؤ گی تو خون جوش کھائے گا۔ ہم تو تین میں نہ تیرہ میں...... جنگل میں مور ناچا...... کس نے دیکھا...... مگر مور تو ناچے، ناچے اپنے پیر دیکھ کر روتا ہے ناں......؟“

”میری سوکن...... باتیں نہ بنا...... آرام سے ”چندیا“ کو سہلا...... پتا نہیں میرے راج دلارے زین کا کیا حال ہے؟ گرو قربان جائے اپنے شہزادے کے......“ چنبیلی نے آنکھیں بند کر کے ٹھنڈی سانس بھری۔

”چھوڑ دو اس کا پیچھا گرو جی...... بڑھیا نہیں مرنے کی...... ملکہ کی ماں کی طرح سو برس جیے گی۔“ ستارہ نے اب ہتھیلی سے چنبیلی کا سر سہلایا تھا۔

”تیرے منہ میں خاک...... ہمارا بچہ اغوا کر کے لے گئی تھی۔ کم بخت نے فوٹو کھنچوانے کے لیے گھر میں سجایا ہوا ہے۔“ چنبیلی کو اب سر کی مالش سے سرور آ رہا تھا، آنکھیں مندی پڑتی تھیں۔

”گلا بو“ کو دفناتے، دفناتے رات بیت گئی۔ اب میں لمبی تان کر سوؤں گی بس کر...... دکان بڑھا...... دفع ہو......“ چنبیلی کو بیچ بیچ نیند کے جھونکے آنے لگے تھے۔

”گھنٹا بھر محنت کی گرو جی...... شکریہ تو بولا کرو۔“ ستارہ نے منہ بنا کر تیل کی بوتل کا ڈھکن کسا۔

”شکریہ تیرے ماں، باپ دادا دادی، نانا...... نانی، تائے، چاچے، مامے کا غرق ہو...... چار سوکنوں کی شکل دیکھے جا......“ چنبیلی نیند کی شدت سے بے حال ہو کر کشن سر کے نیچے رکھ کر کارپٹ پر دراز ہو گئی۔ چھ فٹ سے اونچا قد...... نوے کلو کا وزن...... خراٹے لینے کی وجہ سے گوشت میں لرزش محسوس ہو رہی تھی۔ گویا انسانوں کی بستی میں ڈائنا سور زمین پر ڈھیر قیامت کو آواز دینے والی سانسیں لے رہا تھا۔

☆☆☆

”ممی اتنی جلدی کیا ہے...... ابھی تک بھی گزر رہی تھی ناں...... ایک ہفتے میں شادی...... زندگی ہے یا کوئی مذاق......“ ناشتے کی میز پر دونوں ماں، بیٹی پھر بھڑ گئی تھیں۔

”ہم نے کون سا ایک ہزار گیسٹ کا انتظام کرنا ہے...... آٹھ دس لوگ گھر آ جائیں گے اور بس......“ ثمینہ نے بوائل انڈے کا ٹکڑا فورک میں پھنساتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”تو میں بھی آپ سے کوئی مہندی، مایوں کے فنکشن کی فرمائش نہیں کر رہی...... زین کے اندر کوئی امپروومنٹ نظر آنا شروع ہو گئی تو......“

”بس عرشی... enough is enough......“ ثمینہ نے ہاتھ بلند کر کے عرشلہ کی طرف گھورتے ہوئے انہیں بولنے سے روکا۔

”ہمارے پاس غم نہیں تھے...... اس لیے ہم نے گھر میں ”بکری“ باندھ لی۔ خبردار جو تم نے اب اس کے ساتھ اپنا کوئی پروگرام relate کیا۔ تم ایک لے پالک کے لیے اتنی بے چین ہو...... میری طرف دیکھو...... میں نے تمہیں نو مہینے اپنے خون سے سینچا ہے۔ جتنا خون میرے جسم میں بنتا تھا اس میں تمہارا حصہ ہوتا تھا۔ تم ٹیسٹ ٹیوب

بے بی نہیں ہو۔ میری بے بی ہو۔'' ثمینہ نے شدید جذباتی کیفیت میں اپنے سینے پر شہادت کی انگلی گاڑ دی۔ سچائی اور طاقتور جذبے.... سیلابی ریلے کی طرح زور آور ہوتے ہیں اپنا رستہ بناتے ہیں، اپنا مقام خود طے کرتے ہیں۔

عرشلہ بھی ماں کے جذبے کی شدت نظر انداز نہیں کر سکتی تھیں۔ بس مبہوت سی رہ گئیں اور سر جھکا کر اپنے چائے کے مگ کی طرف گھورنے لگیں۔

''اس محل سے اٹھنے کے بعد صرف تمہاری بات ہوگی، زین گھر میں ہے دنیا زمانے کا عیش و آرام اس کے پاس ہے، ہم اسے گھر سے نہیں نکال رہے، ٹریٹ منٹ چل رہا ہے..... ٹھیک بھی ہو جائے گا۔'' ثمینہ نے فلاسک سے گرم دودھ اپنے مگ میں انڈیلنا شروع کر دیا۔ فی الحال چائے کافی وہ ناشتے میں نہیں لے رہی تھیں۔

عرشلہ اب بھی کچھ نہیں بولیں..... آہستہ، آہستہ چائے کے گھونٹ بھرنے لگیں۔

''میں ٹونو اور عامر سے کانٹیکٹ میں ہوں، رات تک نکاح کی ڈیٹ فائنل کر لیں گے..... اگر برائیڈل ڈریس کے لیے عامر تمہیں لے جانا چاہے تو چلی جانا مجھ سے پرمیشن لینے کی بھی ضرورت نہیں۔'' ثمینہ نے دودھ میں کینڈرل ملاتے ہوئے حکمیہ و حتمی لہجے میں کہا۔

عرشلہ اب بھی خاموش رہیں۔

''منہ سے بولو..... ماں ہوں تمہاری..... attitude کیوں دے رہی ہو؟'' ثمینہ نے ڈپٹ کر یوں کہا جیسے پانچ سال کی بچی سے مخاطب ہوں۔

''اوکے ممی..... چلی جاؤں گی..... پلیز..... کام ڈاؤن.....'' عرشلہ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ وہ ماں سے خفا نہیں ہیں، آملیٹ کی پلیٹ اٹھا کر ان کے سامنے رکھی۔

☆☆☆

ہاؤس شفٹنگ سروس یعنی movers and packers کی ٹیم بڑی پھرتی و مہارت سے اپنا کام کر رہی تھی۔

وو وڈ کرنے نے چھوٹی چھوٹی آئٹم یا سیٹ دیا کہ شمسہ لب بستہ کھڑی رہ گئیں۔ انتہائی نفاست سے صاف ستھرے کارٹنز میں سامان پیک ہو گیا تھا۔

شمسہ تو درحقیقت صبح ہی سے دم بخود و لب بستہ تھیں جب واصف نے انہیں بتایا کہ ''شفٹنگ سروس والے پہنچ رہے ہیں آپ اپنی قیمتی چیزیں خود سنبھال لیں..... ہمیں آج اور آج ہی یہاں سے جانا ہے۔''

وہ کچھ نہ بولیں البتہ بلا ارادہ اتنا ضرور منہ سے نکل گیا کہ ''رات بھر جاگتے رہے، اتوار کو یہ سب ہو سکتا تھا۔''

''آپ کیا چاہتی ہیں میں سنڈے تک جاگتا رہوں؟'' وہ یہ کہہ کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

اس کے بعد تو شمسہ بس گونگی ہی بن کر رہ گئی تھیں..... اور ٹیرس میں جا کر ایک کرسی پر بیٹھ کر کارروائی ملاحظہ کر رہی تھیں۔

اتنی سہولت و آسانی کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں بلکہ سوچ، سوچ کر ہولتی جاتی تھیں کہ سالوں کا پھیلاوا پیک کرتے، کرتے جانے کتنے دن لگ جائیں گے۔

گہری نیلی ٹی شرٹس، بلیک جینز اور گہری نیلی کیپس پہنے اسمارٹ نوجوان روبوٹ کی طرح اپنا کام کر رہے تھے۔

''ماشاء اللہ کھاتے پیتے بچے لگ رہے ہیں..... اس کا مطلب ہے سروس چارجز بھی بہت ہوں گے.....'' مگر واصف سے اس طرح کا سوال کرنے کا فی الحال حوصلہ نہ تھا۔

اسی وقت لاؤنج کے داخلی دروازے سے سارہ ہانپتی کانپتی آتی دکھائی دیں۔ شمسہ چونکہ سامنے ہی بیٹھی نظر آ گئی تھیں چنانچہ وہ اک پل میں گویا شمسہ تک پہنچ گئی تھیں۔

"شمسہ...... باہر لوڈر کھڑا ہے...... تم نے مجھے بتانا بھی پسند نہیں کیا۔" شمسہ نے نظروں ہی نظروں میں جائزہ لیا کہ کوئی آس پاس تو نہیں کھڑا پھر دبی آواز میں گویا ہوئیں۔

"صبح فجر تک تو مجھے خود بھی نہیں پتا تھا بھابی...... واصف نے کہہ دیا ہوگا مگر رات کو دیر سے آیا تھا شاید بتانا بھول گیا۔"

digest novels lovers group 🩶🩶

"اس کا مطلب ہے...... آج تم لوگ شفٹ ہو جاؤ گے...... سالار صاحب گیارہ بجے تک نکلیں گے...... پیچھے آکر بھائی کو تو بتا دو......" سارہ بھی دبی آواز میں بات کر رہی تھیں...... کیونکہ ورکرز اِدھر اُدھر آتے جاتے کارٹن گھسیٹتے، اٹھاتے نظر آ رہے تھے۔

"جی ضرور...... ظاہر سی بات ہے...... بھائی کا شکریہ ادا کر کے ہی جاؤں گی ابھی یہی سوچ رہی تھی کہ آپ آگئیں۔"

"اچھا تو آؤ میرے ساتھ...... ویسے بھی تم کیا کام کر رہی ہو...... کرنے والے اپنا کام کر رہے ہیں۔" شمسہ اپنی دانست میں گویا نگرانی کر رہی تھیں۔ سارہ کی بات سن کر قدرے ہچکچائیں۔

"آپ چلیے، میں واصف کو بتا کر آتی ہوں وہ اپنے کمرے کا سامان پیک کروا رہا ہے۔" شمسہ بڑے بوجھل دل کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بس وہ ناشتے کے لیے بیٹھ گئے ہوں گے...... تم آجاؤ...... وہیں سلام دعا کرلو۔" سالار صاحب کے ناشتے کا خیال آتے ہی سارہ پر عجلت سوار ہوگئی اور وہ بلا تاخیر زینے کی طرف بڑھیں۔

شمسہ بھی آہستہ قدموں سے آگے بڑھیں۔

"میم فانوس اور لائٹ بھی پیک ہوں گے؟" ایک ٹیم ورکر نے پیشہ ورانہ روبوٹ انداز میں شمسہ کو آگے

دل کی وہی تنہائی
دل کے بہکاوے میں آکر راستے اور رشتے
بدلنے والے ایک عاشق کی بے کل زندگی کی داستان
احمد سلیم سلیمی کے قلم کی روانی

خانۂ طلسمات
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات ایم اے راجپوت کے قلم کا شاہکار

شہ زور
عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور
کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دل دوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

مارچ 2024ء کا شمارہ ایک نظر میں
خوبصورت کہانیوں کا مجموعہ
ماہنامہ سسپنس ڈائجسٹ

مزید
خطوط کی محفل
محفل شعر و سخن
اور
ملک صفدر حیات کی تفتیش

افسانے
نفیسہ سعید، عیوق بخاری، عائشہ نصیر، افتخار حسین جعفری،
عائزہ احمد، صائمہ دانش، خلیل انجم، علی امجد و دیگر کی خوب صورت تحریریں

بڑھنے سے روکا۔

"نہیں...... لائٹس، فانوس، پنکھے، اے سی...... کچھ نہیں اترے گا...... یہ سب چیزیں owner کی ہیں۔"

"اوہ...... تھینک یو میم......" وہ یہ کہہ کر واصف کے کمرے کی طرف چل پڑا اور شمسہ بڑا سا ہینڈ بیگ لاڈلے بچے کی طرح گود میں اٹھائے آگے بڑھنے لگیں اس بیگ میں انہوں نے جمع پونجی اکٹھی کر لی تھی۔

کچھ نقد رقم تھی۔ ہلکا پھلکا سونے کا زیور تھا، اسکول میں ڈالی ہوئی کمیٹیوں سے حاصل ہونے والی رقم سے دو کنگن اور ایک انگوٹھی بہو کے لیے بنوائی تھی جس کی بھنک تک واصف کو نہیں پڑنے دی تھی۔

☆☆☆

عرشلہ جانے کیوں زین کے کمرے میں جانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھیں۔ ناشتے کے بعد اپنے کمرے میں بھاری پردے گرا کر دروازہ مقفل کر کے بیڈ پر چت لیٹ گئی تھیں، نگاہیں چھت کی آرائش پر جمی تھیں مگر ذہن کمرے سے باہر سیر کناں تھا۔

"لے پالک ہے تو کیا ہوا...... ذمے داری تو ہے ناں میری...... میں اسے اداس چھوڑ کر خوشیاں تو نہیں منا سکتی...... میں دل و جان سے اسے کونس کروں گی...... اتنا کچھ سہہ کر یہاں تک لے آئی ہوں، ساری محنت تو ضائع نہیں کروں گی، وہ تو پہلے ہی صحت کے معاملات بھگت رہا تھا، اب تو بول بھی نہیں پا رہا۔ میں نے تو ممی سے بہت کچھ چھپایا ہے...... ورنہ ممی تو اسے آرفن ہاؤس (یتیم خانے) پہنچا دیتیں۔" عرشلہ کی نگاہوں کے سامنے گویا ایک اسکرین تھی جس پر ان کی نظریں جمی تھیں۔

☆☆☆

عرشلہ، دس سالہ زین کے ساتھ ایک وسیع پارک میں زین کو بچوں کے ساتھ فٹ بال کھیلتا دیکھ کر بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ زین بھی فٹ بال کو ایک زوردار ہٹ لگا کر تعریف وصول کرنے کی نیت سے ماں کو دیکھتا تھا۔

کچھ فاصلے پر ایک تخیم شحیم خواجہ سرا بینچ پر بڑے اطمینان سے بیٹھا ہاتھ سے بنے ہوئے بٹوے سے پان کی گلوری نکال کر کھا رہا تھا۔

ایک مرتبہ عرشلہ کی نظر اتفاقاً اس پر پڑی تھی، اس کا پہناوا...... دونوں کلائیوں میں دو، دو درجن رنگ برنگ چوڑیاں...... کرن گوٹے لگا دوپٹا جو اس نے پیشانی تک منڈھا ہوا تھا۔ موٹے، موٹے ہونٹوں پر سرخ لپ اسٹک، گالوں پر تیز بلش، پپوٹوں پر گرین آئی شیڈ پھر ان پر چپکے ہوئے ننھے، ننھے ستارے...... ڈبل ڈیکر کاجل کا حصار ایک نظر میں ہی عرشلہ کی رگ و پے میں کوفت کا زہر اترنے لگا تھا "اس طرح کے لوگوں کو بھی فیملی پارکس میں آنے کی اجازت...... ہوتی ہے؟" اتنا ضرور عرشلہ نے سوچا تھا اور دوبارہ زین کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

اچانک زین فٹ بال کا تعاقب کرتے ہوئے گر پڑا تھا۔ چند سیکنڈ تو عرشلہ نے اس کے کھڑے ہونے کا انتظار کیا مگر جب زین کو ادھر اُدھر لوٹ لگاتے دیکھا تو بھاگ کر اس کے قریب پہنچیں اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے اٹھانے لگیں۔

"کیا ہوا...... زین...... چوٹ لگی ہے...... مگر یہاں تو بڑی thick (گھنی) grass ہے۔"

زین کے چہرے پر کھنچی ہوئی کرب کی لکیروں نے انہیں حواس باختہ بھی کیا اور حیران بھی۔

"مام...... بیک میں pain ہو رہا ہے۔" زین نے درد سے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں صدقے، میں واری...... پھول کے مافک نازک (نازک) ہے۔ کریا لچک جاوے...... باغ کا پھول...... بانس کے جنگل میں پڑا ہے۔" عرشلہ کے عقب سے موٹی مردانہ آواز ابھری تو گویا سر پر آسمان ٹوٹ

پڑا۔ اس نے سر اٹھا کر متوحش نظروں سے دیکھا تھا۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو رہی تھی۔ ایک نظر میں تو وہ انہیں جنات کے قبیلے کا باشندہ محسوس ہوا۔

"کون ہو تم...... کیا مسئلہ ہے تمہیں؟" عرشلہ اندر سے سہی ہوئی تھیں مگر اوپر سے خود کو "جی دار" ظاہر کر رہی تھیں۔

"مجھے میرے مرحوم شوہر میرے جانِ جگر کی قسم...... رانی جی...... دیکھو تو کیسے پریوں جیسے نازک نین نقش ہیں۔" خواجہ سرا بڑی ادا سے شرما کر مسکرایا اور اپنا ایک ہاتھ اپنے گال پر رکھ لیا۔

اب تو عرشلہ کی ساری احتیاطیں، خوف ہوا میں اڑ گئے۔

"دفع ہو جاؤ، بڑی آئی شوہر والی...... تمہیں یہاں پارک میں آنے کس نے دیا؟ ابھی سیکیورٹی والوں کو بلاتی ہوں۔" عرشلہ زور سے چلائیں اور کھینچ کر زین کو اٹھانے لگیں۔

"رانی جی...... غصہ کیوں کھاتی ہو...... چھاپا ڈال دیا ہے کیا میں نے؟" خواجہ سرا نے شرما کر چار انگلیاں اپنے ہونٹوں پر رکھ لیں۔

digest novels lovers group 🩶🩶

اب کچھ لوگ بینچوں سے اٹھ کر ان کی طرف بڑھ رہے تھے۔ بچے الگ گھیرا ڈال کر کھڑے ہو چکے تھے۔

گارڈ کی سیٹی کی آواز بھی ماحول میں گونجنے لگی۔

"ابھی اریسٹ کرواتی ہوں تمہیں...... عورت بن کر پارک میں گھستے ہو۔" عرشلہ نے زین کو گود میں بھر کر حاضرین کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا تھا۔

"گارڈ کو بلاؤ......" ایک نوجوان جو کسی بچے کا انکل دکھائی پڑتا تھا۔ اس نے عرشلہ کی مدد کرنے میں پہل کی۔

"میری "جوتی" سے۔ کس تھانے میں رپٹ لکھواؤ گے جانِ من...... وہ تو سب میرے سسرال والے ہیں۔" یہ کہہ کر خواجہ سرا نے ہلکی سی تالی بجائی۔ دوپٹا سر پر درست کیا اور لہراتا بل کھاتا انٹری گیٹ کی طرف چل پڑا۔

"یہ گارڈ اندھے ہیں یا بھنگ پی رکھی ہے......" ایک بڑی عمر کی لمبی چوڑی عورت طیش میں بولتی ہوئی گارڈ کی طرف بڑھ رہی تھی جو بالکل بھی پریشان نظر نہیں آ رہا تھا۔

"جتنا میرا قد کاٹھ ہے اس سے لمبے میرے ہاتھ ہیں...... تمہیں کیا خبر میں کس، کس کی جانِ من ہوں......"

خواجہ سرا نے پلٹ کر تمسخرانہ انداز میں اپنی پشت پر آئی ہوئی عمر رسیدہ خاتون کو للکارا تھا۔

مدد کو آنے والا نوجوان زین کو بازوؤں میں اٹھا چکا تھا۔

"میم آپ کی کار کہاں ہے؟ یا آپ آس پاس ہی رہتی ہیں؟" نوجوان تیز، تیز چلتے ہوئے مڑ کر عرشلہ سے مخاطب ہوا جو اپنے حساب سے چل نہیں رہی تھیں بلکہ ہانپتی کانپتی دوڑ رہی تھیں۔

"وہ سامنے ہی پارکڈ ہے...... بلیک کلر کی۔" ساتھ ہوں نے کار کا نمبر بھی بتا دیا۔ دونوں آگے پیچھے چلتے ہوئے کار تک پہنچ گئے تھے۔ عرشلہ نے دور ہی سے ریموٹ سے الیکٹرک لاک کھول دیے تھے۔ نوجوان نے بیک ڈور کھول کر زین کو سیٹ پر احتیاط سے لٹا دیا تھا۔

"بنڈل آف تھینکس......" عرشلہ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر نوجوان کا شکریہ ادا کیا۔ اور ادھر اُدھر سہی ہوئی نظروں سے دیکھتی ہوئی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئیں۔ انہیں حیرت ہو رہی تھی کہ وہ جنات کا سردار آناً فاناً کہاں اوجھل ہو گیا۔ عرشلہ نے بیک ویو مرر میں زین کو دیکھا۔

"pain زیادہ تو نہیں ہو رہا؟"

"ماما...... بہت زیادہ ہو رہا ہے......" زین نے درد برداشت کرتے ہوئے بمشکل جواب دیا تھا۔ یہ سن کر تو عرشلہ کے ہاتھ پاؤں مزید پھول گئے۔

☆☆☆

"یہ تو بہت خوشی اور سکون کی بات ہے کہ تم اپنے جوان بیٹے کے ساتھ اب اپنے گھر میں رہو گی...... واصف بھی خود کو بہت خود اعتماد محسوس کرے گا جس سے اسے آگے بڑھنے کے لیے بہت پوزیٹو انرجی ملے گی۔" سالار صاحب نے ٹشو پیپر سے ناک صاف کرتے ہوئے مشفقانہ انداز میں چند کلمات ارشاد فرمائے۔
"یہ تو آپ کی مہربانی ہے بھائی...... آپ نے میرے ساتھ بھلائی کی، وہ حق جو میں کبھی آپ سے نہ مانگتی آپ نے اپنی خوشی سے دیا۔" شمسہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔
"تم نے اتنے برس میرے ساتھ گزار کر خود کو ثابت کیا۔ پھر میرا خون کا رشتہ ہے جو قبروں میں سو رہے ہیں ان کا حال اللہ جانے...... مگر میں کوشش کے باوجود ذلتوں کے زخم بھلا نہیں پایا...... شاید کوئی معجزہ ہو جائے اور میں سب کچھ بھلا دوں۔" سالار صاحب کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
"آپ نے تو مجھ پر بہت احسان کیے ہیں بھائی...... میں تو نہیں بھلا سکتی......"
"کوئی احسان نہیں کیا شمسہ...... تم نے مجھے ہمیشہ کے لیے خوف زدہ کر دیا تھا اور شاید مزید کسی ذلت سے بچنے کے لیے میں نے تمہارے سر پر چادر ڈالی اور اپنی بچت کرنے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے ماں، باپ کا وہ چہرہ دیکھا ہے جو تم نے نہیں دیکھا۔" یہ کہہ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔
شمسہ جو بھائی کے نرم الوداعی انداز پر ایک گہرا سکون محسوس کر رہی تھیں وہ پھر رخصت ہو گیا تھا۔
"بھائی نے حق دے دیا...... مگر سر پر ہاتھ رکھا نہ گلے سے لگایا۔" چند آنسو رخساروں پر لڑھکنے لگے...... سارہ جو اوٹ میں کھڑی دونوں کی باتیں سن رہی تھیں...... دل گرفتہ سی ہو کر شمسہ کے سامنے آ گئیں۔
"سالار بہت اچھے ہیں شمسہ...... یقیناً بہن سے محبت بھی ہو گی...... مگر مرد ہیں ناں...... کچھ مرد قرضہ معاف کر دیتے ہیں...... بے عزتی نہیں بھولتے...... مگر تم پریشان نہ ہو...... ہم جب تک زندہ ہیں، تمہارے ساتھ ہیں...... تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ تم نے اپنے بھائی کی انا تو دیکھ لی ناں...... انہوں نے یہ تک نہیں پوچھا کہ اچانک صبح صبح شفٹنگ کیوں شروع کر دی؟" سارہ نے شمسہ کو گلے سے لگا لیا تھا۔
"وہ بہت سکون محسوس کر رہے ہیں...... واصف انہیں بہت پریشان کرتا تھا ناں۔" شمسہ کی آواز پر آنسو غالب آنے لگے۔
اب سارہ کے پاس الفاظ ختم ہو گئے تھے...... شمسہ کے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرنے لگیں۔
"ماں...... کیا کر رہی ہیں آپ...... آپ کو keys لے کر پہلے جانا ہے...... کون سی چیز کہاں رکھنی ہے...... تو آپ ہی بتائیں گی ناں۔" واصف زینے سے بالکل قریب کھڑا تھا اور لاؤنج کے کونے، کونے میں اس کی آواز پہنچ رہی تھی۔
شمسہ حواس باختہ ہو کر زینے کی طرف لپکیں۔
"اکیلی کیسے جاؤ گی......؟" سارہ کو کچھ سمجھ نہ آئی۔
"وہ آن لائن ٹیکسی بک کرائی ہے واصف نے۔" وہ رک کر پلٹیں جیسے احساس ہوا ہو کہ یہ الوداعی ملاقات کا طریقہ نہیں ہے۔ سارہ کے قریب آ کر انہیں گلے سے لگایا...... رخسار پر بوسہ دیا۔
"بھابی میں سو سال بھی جیوں تو آپ کے قرض نہیں اتار سکتی۔" اب چند آنسو سارہ کی آنکھوں سے بھی ٹپکے تھے۔

☆☆☆

عرشلہ بہت ہمت کر کے زین کے کمرے میں آئی تھیں۔ مگر سامنے بیڈ خالی تھا۔ تکیے، کشن، quilt بے ترتیب اِدھر اُدھر پڑے تھے۔ واش روم کا دروازہ ادھ کھلا تھا، تیز لائٹ آن تھی۔ عرشلہ پہلے ششدر سی چار

طرف نظر دوڑاتی رہیں پھر واش روم کی طرف منہ کر کے زین کو آواز دینے لگیں۔

''زین...... زین......'' مگر جواب میں خاموشی کا سامنا تھا۔

اب گویا دل بیٹھ رہا تھا، قدم بڑھا کر واش روم کے دروازے کے قریب آ کر پھر آواز دی۔ ''زی...... زین......'' اس کے ساتھ ہی دروازہ پورا کھول دیا۔ واش روم خالی تھا۔ چھت کی لائٹ بھی روشن تھی اور آئینے کے اوپر لگی ہوئی لائٹ بھی جگمگا رہی تھی۔ کھڑکی کے شیشوں سے دن کی روشنی بھی اندر آ رہی تھی۔ اتنی روشنی تھی کہ گرے ہوئے پانی کے قطرے بھی چمک رہے تھے۔

''کہاں چلا گیا؟ لاؤنج اور ڈائننگ میں بھی نہیں تھا۔ میں وہیں سے تو آ رہی ہوں۔'' عرشلہ کے وجود میں انجانے اندیشے سر اٹھانے لگے۔ ہاتھ پاؤں میں لرزش ہونے لگی۔

بمشکل بیڈ تک آئیں اور بیڈ کے کنارے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھ گئیں۔

زین تو رات گئے بھی اکیلا کارلے کر نکل جاتا تھا۔ اب تو دن روشن تھا مگر پریشانی کی وجہ اس کی حالت...... اور گھر میں ہونے والے نئے واقعات تھے۔ وجود پر ہلکی، ہلکی لرزش طاری تھی فی الحال وہ اس جگہ سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑی ہونے کے قابل نہ تھیں۔ فون بھی چارجنگ پر لگا تھا جو بھول کر اوپر آ گئی تھیں۔ ورنہ اب تو زین کے پاس آتے ہوئے انہیں لازمی فون بھی ساتھ رکھنا ہوتا تھا۔

وہ بڑی بے بسی سے کھلے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ شاید زین آ جائے...... یا ماریہ کسی کام سے یا انہیں تلاش کرتی ہوئی اوپر آ جائے۔

digest novels lovers group 🩶🩶

☆☆☆

اپارٹمنٹ تو کسی حد تک فرنشڈ تھا۔ صرف ایک لوڈر کی ضرورت تھی، جس میں سوٹ کیس، رائٹنگ ٹیبل، کمپیوٹر کا سامان، ایک ڈیپ فریزر، پور ٹیبل اور اسٹینڈ والے پنکھے، شمسہ کا عزیز از جان تخت، ٹیرس میں پڑا ٹیبل کرسی کا سیٹ...... برتنوں کے کارٹن وغیرہ آئے تھے۔

سامان پہنچنے کے بعد دونوں ماں بیٹا دروازہ لاک کر کے آمنے سامنے بیٹھے توانائی بحال کر رہے تھے۔ دونوں کے مابین ایک گہری خاموشی کی دیوار تھی۔ نیا، اجنبی مگر خوب صورت صاف ستھرا گھر...... کوئی دیکھنے والا دیکھتا تو یوں لگتا دونوں کسی کے گھر مہمان آئے ہوئے ہیں اور میزبان کا انتظار کر رہے ہیں۔

''مامی کو دور سے خدا حافظ کہہ دیا، پاس جا کر پیار تو کر لیتے۔ دو چار دنوں کا نہیں برسوں کا ساتھ تھا۔ کیا سوچتی ہوں گی۔''

شمسہ اپنے نئے اور جدید کچن پر نگاہیں جما کر کسی خیال میں گم کہہ رہی تھیں۔

''ماں، اوور تھنکنگ سے بچا کریں، انرجی ضائع ہوتی ہے۔ اس معاشرے میں انسانوں کا سب سے فیورٹ کام بس یہی رہ گیا ہے کہ وہ کیا سوچ رہا ہوگا...... یہ کیا سوچ رہا ہوگا...... ہر انسان کا اپنا دماغ ہے، سوچتا رہے، ہمارے اپنے کام کیا کم ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھا، کچن کی طرف بڑھا اور گرے کلر کا الماری کی شکل کا دو پٹ والا فریج کھول کر کولنگ چیک کرنے لگا۔

''ٹھیک ٹھاک کولنگ ہو گئی ہے۔ آپ چاہیں تو فریج میں چیزیں رکھ دیں، فروزن آئٹم خراب نہ ہو جائیں۔''

شمسہ بھائی کے گھر سے نہیں نکل پا رہی تھیں۔ وہ ''مصروف'' ہو گیا تھا۔ فری کا نام تو انہوں نے غلطی سے بھی منہ سے نہیں نکالا۔ جو رات گزری تھی وہ بہت کچھ سمجھانے اور یاد رکھنے کے لیے کافی تھی۔ وہ فری سے ملنا چاہ رہی تھیں مگر وہ آج جلدی کالج چلی گئی تھی۔ کالج میں کوئی ایونٹ شروع ہونے والا تھا جس کی تیاریاں شروع ہو چکی

تھیں۔ سارہ نے بتایا کہ آج وہ آٹھ بجے سے پہلے ہی چلی گئی تھی۔

شمسہ کے دل پر ایک بوجھ تو تھا کہ ہمیشہ کے لیے وہ گھر چھوڑتے ہوئے بھتیجی سے ملاقات نہ ہو سکی۔

واصف اب اپنے روم میں جا کر وارڈ روب کے پٹ کھولے جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے دونوں سوٹ کیس اور دو تین بیگ بیڈ پر رکھے تھے۔

''واصف بیٹا، شام کو تمہیں ٹیوشن کے لیے بھی جانا ہے۔ کچھ دیر آرام کر لو، رات سے جاگ رہے ہو۔'' شمسہ نے اپنی جگہ بیٹھے، بیٹھے قدرے اونچی آواز میں مخاطب کیا۔

''آپ میری فکر نہ کریں ماں، بس کچھ کھانے کو دے دیں۔'' واصف نے ایک سوٹ کیس کھولتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا، ٹھیک ہے۔ فی الحال تمہیں کباب اور نگٹس دے دیتی ہوں چائے کے ساتھ، کھانا بنانے کے لیے تو بہت کچھ دیکھنا پڑے گا۔''

وہ جواب دیتی ہوئی کچن میں آ گئی تھیں۔ چم چم کرتے کچن میں ہاتھ دھرتے ہوئے عجیب سی ہچکچاہٹ تھی، گویا میلا کرنے کا جرم کرنے جا رہی ہو۔

ایک رات:......کیا قیامت کی رات تھی...... انقلاب ہی آ گیا تھا۔

☆☆☆

''اگر ایسا کچھ تھا تو پھپھو نے مجھے رات کو کیوں نہیں بتایا؟ یہ ایسی بات تو نہیں تھی کہ انفر کے سامنے بتانے سے کوئی مسئلہ ہوتا۔'' فری کو حیرت کا جھٹکا اتنی شدت سے لگا تھا کہ چند سیکنڈ دم بخود رہنے کے بعد منہ سے بے اختیار چند الفاظ نکلے اور پھر ماں کی طرف ٹکر ٹکر دیکھنے لگی۔

''مجھے نہیں پتا کہ بیک گراؤنڈ کیا ہے۔ وہ تو میں نے تمہارے جانے کے بعد دیکھا کہ باہر لوڈر کھڑا ہے تو میں خود اوپر گئی۔''

سارہ خود صبح سے الجھی ہوئی تھیں پھر حقائق سے بھی لاعلم تھیں تو فری کے سوال کا جواب بھی دے سکتی تھیں۔

''مجھ سے مل کر بھی نہیں گئیں، ایسی بھی کیا جلدی تھی۔'' فری کو پھپھو سے اتنی محبت و توجہ ملی تھی کہ وہ ان کے اس طرح چلے جانے کو ہضم نہیں کر پا رہی تھی۔

''پاپا سے ملی تھیں؟'' فری اس خبر کو سننے کے بعد وقتی طور پر اپنے سارے کام، معاملات بھلا بیٹھی تھی۔

''ہاں، وہ بھی میں نے ہی اسے یاد دلایا تھا کہ سالار صاحب گھر پر ہیں۔ ان سے مل کر جانا۔'' سارہ نے صوفے پر پڑے کچھ غیر سلائی شدہ کپڑے تہ کرنا شروع کر دیے جیسے اب ان کے پاس کہنے کو مزید کچھ نہ ہو۔

''پھپھو ایسی نہیں ہیں۔ اس ڈفر نے ان کو فیڈ کیا ہوگا۔ وہ تو پاپا سے ملنے بھی نہیں آیا ہوگا؟'' فری نے صوفے سے اٹھتے ہوئے پھر سوال کر دیا۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' سارہ کے انداز میں اب اداسی تھی۔

''پھپھو تو بہت نائس ہیں۔ میں نے اپنی پھپھو جیسی پرسنالٹی آج تک نہیں دیکھی۔ وہ بہت اسٹرانگ اور گریٹ ہیں۔ کوئی بات نہیں، میں خود ان سے ملنے چلی جاؤں گی۔'' وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے کہتی ہوئی جا رہی تھی۔

سارہ جو فری کے الفاظ سنتے ہوئے ایک نامعلوم سی اذیت سے دوچار تھیں، ایک دم چونک پڑیں۔

''نہیں...... ہرگز نہیں...... تم اپنے پاپا کی اجازت کے بغیر وہاں نہیں جاؤ گی۔''

''میری پھپھو ہیں، پاپا کی ریئل سسٹر ہیں، اس میں پرمیشن کی کیا ضرورت ہے؟'' فری نے پلٹ کر حیرت سے

ماں کی طرف دیکھا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔مگر تم پاپا سے پوچھے بغیر وہاں نہیں جاؤ گی۔ایک بار میں سن لیا کرو۔'' آخری الفاظ سارہ نے جھلا کر کہے تھے۔

فری نے چند ثانیے کچھ سوچا پھر شانے اچکا کر آگے بڑھ گئی۔

''جو اپنی غلطی نہیں دُہراتا اس کی توبہ تو توبۃ النصوح ہوتی ہے مگر اس معاشرے میں تو ہر پل فطرت کے قانون سے جنگ چل رہی ہے۔کچھ لوگ اللہ کو مسجد میں چھوڑ کر آ جاتے ہیں، کچھ لوگ مسجد و گھر کے درمیان چھوڑ دیتے ہیں۔''

سارہ کے ہونٹوں پر بکھرنے والی مسکراہٹ میں ہزار معنی پوشیدہ تھے۔

☆☆☆

''خصماں نوں کھا...... جوانی میں بیوہ ہوگئی تھی کیا؟ میری سوکن...... رونے والیاں تجھے بھی رو لیں۔'' خواجہ سرا چنبیلی سینے پر دونوں ہاتھ مار، مار کر سامنے کھڑے خواجہ سرا نیلم پری کو بے حساب کوس رہا تھا۔

''صاحب جی تو موڑ سے ہی نہیں اترے گروجی۔ہارن دے کر پاس بلایا اور یہ لفافہ پکڑا کر واپس چلے گئے۔''

''ارے میرے جگر کا ٹکڑا نصیبوں سے آج آیا تو ادھر میری زندہ لاش پڑی تھی...... اور تو پڑی میری میت کو روتی۔'' بین چین نہیں لینے دے رہے تھے۔

''ارے تیرا خصم ریل کی پٹڑی پر جان دے...... تیری سسرال والے تجھے دھکے مار کر نکالیں...... تیری تندیں تیرا سارا زیور چرا لیں...... تو کل کی ہوتی آج بیوہ ہو۔'' چنبیلی نے پھر آنچل پھیلا کر کوسا۔

''نصیب میں شوہر، سسرال ہوتے تو گروجی آپ سے کیوں ہڈیاں تڑواتے۔'' نیلم پری خواجہ سرا بلک بلک کر پہلے سے رو پڑا۔اس کا خیال تھا گروجی اسے روئی کی طرح دھنکنے والے ہیں۔

''تجھے گھر کا گارڈ بنایا...... بیٹھے، بیٹھے قورمہ، بریانی ملتا ہے۔پچاس ہزار کا موبائل دلایا۔دبئی سے میک اپ کٹ منگوا کر دی۔شیلا سہاگن، سیٹھ کے گھر میں زہر کھا کر مرگئی تھی۔اس کی ایک، ایک ساڑی لاکھ، لاکھ کی تھی۔وہ ساری کی ساری تجھے لا کر دیں، ناشکری...... احسان فراموش۔''

''چھوڑو گروجی، اب مارنا نہیں۔زبان سے بہت ماردیا۔صاحب جی آئے تھے، کچھ دے کر گئے ہیں۔سیدھا سا مطلب (مطلب) کر پھر آئیں گے۔آج بھی ہم نے کون سا کارٹ (کارڈ) بھیج کو بلوایا تھا۔'' ستارہ نے مداخلت کر کے نیلم پری کی جان بچائی۔

''وہ لکشمی ہے میری...... لکشمی کا دیدار نہ کرنے سے نحوست پڑتی ہے۔''

''ہاں تو بس پڑگئی نحوست...... کوس لیا ناں تم نے جی بھر کے۔اب تسلی سے لفافہ کھول کر دیکھو، گنتی کرنے سے بھی نشہ ہوتا ہے۔ہی...... ہی...... ہی۔'' ستارہ نے دانت نکوس کر بڑی مہارت سے چنبیلی کا ذہن موڑا۔

آخر ستارہ ''نورتنوں'' کا سردار تھا اور شاید اینا وفادار اور ''صاحب الرائے'' نورتن تو ظلِ الٰہی شہنشاہ اکبر کو بھی نصیب نہیں ہوا تھا۔

پھر کیوں نہ ہوتا تگڑا ناشتا، عظیم الشان ظہرانہ اور رات گئے من و سلویٰ لے کر اترنے والے فرشتے (ڈلیوری بوائز)۔

چنبیلی نے تکیے پر رکھا ہوا لفافہ اٹھا کر نیلم پری کی طرف دیکھا۔

''اب تو ریس ہو۔اب صاحب جی آویں تو پہلے مجھے بتا پھر ان کی سُن...... سمجھی؟''

''جی...... گروجی...... سمجھ گیا۔'' نیلم پری نے بدحواس ہو کر سر ہلایا۔

''سمجھ گیا......؟ نیلم پری تیرا نام ہے، تو سمجھتی نہیں...... سمجھتا ہے؟ ارے میری سوتن مرے...... ابھی تک نذیر گٹھلی والا بنا ہوا ہے۔سوا لاکھ کے سوا لاکھ ختم پڑھ لیے تیرے باپ دادا کی گٹھلیوں پر...... تیرا مغز پھر بھی کام نہیں کرتا۔''

''گرو جی...... سمجھ گئی۔'' نیلم پری نے اتنا کہا اور رفو چکر ہو گیا۔

چنبیلی نے لفافہ چیر پھاڑ کر نوٹ نکالے اور ناک کے قریب لے جا کر گہری سانس کھینچی۔

''تو لوگ گنتی کرتے نشہ ہووے...... ارے انہیں تو سونگھنے سے نشہ ہووے۔''

''ہی ہی...... ہی ہی۔'' ستارہ خوشامدی ہنسی اور بھوکی نظروں کے ساتھ گرو کو نوٹ سونگھتے دیکھ رہا تھا۔

''اس باری میں نے پکا ارادہ کرلیا ہے...... ''حج'' کرنے جاؤں گی۔'' چنبیلی نے بہت پیار سے نوٹ گالوں سے چھو کر اپنا نیک ارادہ ظاہر کیا۔

''جو پیدا ہی نیک ہوئے ان کو تو حج کرنے کا موقع دو۔'' ستارہ نے قدرے منمنا کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔

''بڑی آئی نیک پروین...... اپنے کو بغیر حج کی حاجن سمجھے ہے۔'' چنبیلی نے ستارہ کو گھورا۔

''پچھواڑے بندھی پڑوسن کی بات کروں میں تو گرو جی۔''

''شرمیلی کی بات کرے ہے جی؟'' چنبیلی نے ماتھے پر بل ڈالے۔

''ہور کیں تو کیا؟'' ستارہ اٹھلائی۔

''ہائیں بنجر گائے باندھی ہے میں نے...... اب اسے حج پر بھی بھیجوں؟ بھاگ اِدھر سے جا کر اپنی سوکن کو رو۔'' چنبیلی نے جھاڑ پلائی۔

''تم کتنے بھی مُنہ لگالو، وہ شرمیلی بنی نہیں دکھتی۔'' ستارہ تالی بجا کر دانت نکوس کر چلتی بنی۔

''کالی زبان...... کالے نصیب۔'' چنبیلی نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا بلکہ مقفل کیا اور بیڈ کی تہ میں بنے نمبر سے کھلنے والے لاکر کو کھولنے لگی۔

digest novels lovers group

☆☆☆

''کہاں چلے گئے تھے میری جان؟ بتانے سے فرق پڑتا ہے...... کیا میں تمہیں باہر جانے سے روکتی ہوں بیٹا!'' عرشلہ اسے سامنے پا کر جیسے دیوانی سی ہو رہی تھیں۔ جانے کون، کون سے اندیشے تھے جو اُن پر حملہ آور نہیں ہوئے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں، آپ ریلیکس کریں۔'' زین نے گونگوں کی طرح اشارے سے جواب دیا اور کمرے کی راہ لی۔

''ایک منٹ زین، رکو تو سہی، میری بات سنو۔''

''ارے تم کیا اس کے پیچھے پڑی رہتی ہو۔ ٹھیک ہو گیا ہے، کب تک اسے گھر میں قید رکھو گی؟'' ثمینہ کی آواز پشت سے آئی، انداز ڈانٹنے ڈپٹنے والا تھا۔

''میں تو کچھ بھی نہیں کہہ رہی ممی، بس یہی تو کہہ رہی ہوں کہ کہیں جانا تھا تو بتا کر جاتے۔'' عرشلہ نے دبی آواز میں جواب دیا۔

''کہیں گیا تھا، واپس آ گیا ہے۔ اب سکون کی سانس لو اور جا کر تیاری کرو۔ اچھی طرح ڈریس اپ ہونا۔ جیولری ''پرل'' کی پہننا۔ پرل سے میچ کرتا کوئی ڈریس چوز کرو۔ ہری اپ، عامر ایک گھنٹے میں تمہیں پک کرے گا...... بائنڈ اٹ۔'' یہ کہہ کر ثمینہ اسی طرح آف موڈ میں پلٹ گئیں۔ بڑبڑاتی جا رہی تھیں۔

''کسی لائق ہوتا تو بھی صبر آ جاتا۔''

عرشلہ نے بڑی بے بسی سے ماں کی طرف دیکھا۔

☆☆☆

''یہ اتنی ساری چابیاں یہاں کیوں رکھی ہیں؟'' سالار صاحب آفس سے جلدی آ گئے تھے۔ اگلے دن نکاح کی تقریب تھی۔ بہت سے ضروری کام نمٹانا تھے۔ اگرچہ نعیم قریشی نے انہیں بہت ہلکا پھلکا رکھا ہوا تھا۔ وہ تو ہوٹل

میں ایڈوانس بھی دے چکے تھے مگر سالار صاحب نے پوری مزاحمت کی اور ہوٹل کا بل اپنے ذمے لیا کہ روایات کے مطابق وہ میزبان ہیں۔ انہیں اپنے فرائض ادا کرنے دیں۔ گزرے دنوں میں یہ تو ثابت ہو چکا تھا کہ نعیم قریشی کھلے دل اور کھلے ہاتھ سے خرچ کرنے والوں میں سے تھے مگر حقیقت یہ ہے اللہ مال بہت لوگوں کو دیتا ہے مگر خرچ کرنے کا حوصلہ و دل کسی، کسی کو ملتا ہے۔

''وہ...... شمسہ کے جانے کے بعد میں اوپر گئی تھی، یہ چابیاں کچن کے کاؤنٹر پر رکھی تھیں۔ شاید وہ جانے کی جلدی میں مجھے دینا بھول گئی۔''

''اتنا کام ہے سر پر...... اوپر کا راؤنڈ لگانے کی اتنی آفت کیا تھی؟'' سالار صاحب نے آفس کی مغز ماریوں کا ردِ عمل بیوی کی طرف ''شفٹ'' کیا جو عام طور پر شوہر حضرات کرتے ہی ہیں۔

''توبہ ہے سالار، تقریب کل ہے اور آپ ابھی سے اسٹریس لے رہے ہیں۔ ابھی تو مہمان بھی کتنے چھے ہیں۔'' سارہ نے جلدی سے چابیاں اٹھانا شروع کر دیں۔ کئی کی رنگز کی وجہ سے اصل میں پھیلاوا زیادہ لگ رہا تھا اور رکھی بھی وہاں تھیں جہاں آفس سے آکر سالار صاحب اپنے دو عدد سیل فون، والٹ، رومال وغیرہ رکھا کرتے تھے۔

''اچھا، اچھا...... اب نصیحتیں، نصیحتیں نہ شروع کر دینا۔ اٹھتے، اٹھتے دو تین بہلول بظلول بھگتا کر آ رہا ہوں...... فری کیا کر رہی ہے...... آج تو جلدی گئی تھی...... سو رہی ہوگی۔'' خود ہی سوال، خود ہی جواب کے مصداق بولتے ہوئے ڈریسنگ کی طرف بڑھنے لگے۔

''کاشی'' گئی ہوئی ہے۔'' سارہ اپنے معمول کے انداز میں بولتی ہوئی باہر جانے لگیں۔

''یہ کیا ہوتا ہے؟'' سالار صاحب جاتے، جاتے رکے اور حیرت سے سوال کیا۔

''میرا مطلب ہے...... اس کی اپائنٹمنٹ تھی، سیلون گئی ہے۔''

''حد ہو گئی، سیلون کو کاشی کہنے لگے۔'' سالار صاحب بڑبڑائے اور آگے بڑھے۔

''بھئی سیلون کا نام ہے...... آپ کی بیوی نے آپ کے یہ والے خرچے کرائے ہوتے تو آپ کو سارے مشہور سیلون کے نام یاد ہوتے۔'' سارہ کو سچ مچ گدگدیاں ہونے لگی تھیں۔

''اچھا بھئی، شکریہ آپ کا...... آپ کا کون، کون سا احسان اتاریں بھئی۔'' اب سالار صاحب نے قدرے خوشگوار تاثرات کے ساتھ جواب دیا۔ شاید یاد آ گیا تھا کہ ان کی بیوی فطرتاً کفایت شعار ہے۔

سارہ بھی مسکراتی ہوئی باہر نکل گئیں اور دل ہی دل میں شکر ادا کرنے لگیں کہ ان کی غلطی کی وجہ سے کوئی اور بکھیڑے نہیں پھیلے۔

غلطی یہ تھی کہ چابیاں سالار صاحب کی سائڈ ٹیبل پر رکھ چھوڑی تھیں۔ آج ہی ماں بیٹا رخصت ہوئے تھے۔ سالار صاحب کا کوئی زخم پھر سے ہرا ہو سکتا تھا، اللہ نے بچا لیا، حالانکہ کل رات سے سوچ رہی تھیں کہ شوہر سے پوچھیں کہ شمسہ کو انوائٹ کرنا ہے یا نہیں بلکہ انہیں اس بات کا دکھ تھا کہ سالار صاحب نے خود سے یہ بات کیوں نہیں کی۔

اب انہیں انتظار کرنا تھا کہ وہ تھکن اتاریں، کچھ ریسٹ کریں تو وہ اجازت لیں۔ معاملہ ہی اتنا حساس تھا کہ وہ خوشی کے موقع پر شوہر کے ساتھ کسی قسم کا بحث و مباحثہ نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

☆☆☆

عرشلہ نے نکاح کے لیے غرارہ، شرارہ، پشواز، فراک، کرتا پہننے سے انکار کر دیا تھا اس لیے عامر انہیں بہت مہنگے بوتیک میں جہاں صرف ہاتھ سے بنے ہوئے کام کے ملبوسات تیار ہوتے تھے، لے گیا تھا جہاں عرشلہ کو ایک گولڈن کپڑے پر بنی ساڑی دل و جان سے پسند آ گئی تھی جس پر انگوری و ہلکے گلابی ریشم سے بہت نفیس کام بنا ہوا تھا۔

ساڑی بہت مہنگی تھی اس لیے بوتیک میں سروس دینے والے دونوں کے آگے بچھے جا رہے تھے اور میچنگ کی

جیولری بھی لا، لاکر دکھا رہے تھے اور رات بارہ بجے تک مطلوبہ فٹنگ کا بلاؤز تیار کر کے دینے کا وعدہ بھی کر لیا تھا۔
عامر کو ایک جیولری سیٹ، بہت پسند آیا تھا مگر عرشلہ نے یہ کہہ کر بڑے معصومانہ انداز میں انکار کر دیا تھا کہ ''ممی، آرٹیفیشل جیولری نہیں پہننے دیتیں۔''
جس پر عامر نے بڑی خوشگوار حیرت کے ساتھ عرشلہ کی طرف دیکھا تھا اور بوتیک اسٹاف بڑے رشک سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔
''تو پھر یہاں سے نکل کر جیولر شاپ چلتے ہیں۔'' عامر نے فوراً اپنی رسٹ واچ کی طرف دیکھا۔
''اوہ..... نو، مجھے جیولری نہیں چاہیے عامر، ممی کے پاس بہت جیولری ہے۔ کیا کروں گی میں اتنی ڈھیر ساری جیولری کا؟ جیولری سنبھالنا تو خود ایک ''گریٹ جاب'' ہے۔'' عرشلہ نے اتنی سادگی و بے ساختگی سے انکار کیا تھا کہ عامر نے تہِ دل سے ٹوٹو کا شکریہ ادا کیا۔ اس ''ماڈرن ایج'' میں اتنی حسین اور سادہ مزاج عورت...... ورنہ سننے میں تو یہی آتا ہے کہ زیورات عورت کی کمزوری ہوتے ہیں، حاصل کرنے کا موقع ملتا رہے تو ''بس'' نہیں کرتی۔
کچھ، سینڈل لینے کے بعد عامر نے عرشلہ کے ساتھ فائیو اسٹار ہوٹل کے ریسٹورنٹ میں ڈنر کیا اور انہیں گھر ڈراپ کر دیا۔ وہ ماڈرن دنیا کا باسی تھا مگر اتنی دیر ساتھ رہنے کے دوران وہ بہت باوقار ثابت ہوا۔ اس یقین کے باوجود کہ وہ اس کی ہونے والی دلہن ہے، کوئی بے تکلفی کا عمل نہیں کیا سوائے اس کے کہ کار سے اترتی ہوئی عرشلہ کا ہاتھ نرمی و گرمجوشی سے دبا دیا تھا جس پر عرشلہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی تھیں کیونکہ یہ غیر متوقع عمل تھا۔
گارڈ نے کار سے شاپنگ بیگز نکالے اور سیلوٹ کے انداز میں عامر کو سلام کیا۔ عامر کی کار روانہ ہونے تک عرشلہ گھر کے اندر نہیں گئیں۔

digest novels lovers group 🩶🩶

موڑ پر انڈی کیٹر کی لائٹ نے جھپکیاں لیں تو وہ گیٹ کے اندر داخل ہوئیں اور گھر میں داخل ہوتے ہی گویا طلسم ٹوٹ گیا۔
فوراً زین کا خیال آیا کہ یقیناً وہ ان کا انتظار کر رہا ہوگا، نکلنے سے پہلے انہوں نے زین کو میسج کر دیا تھا کہ وہ ضروری کام سے گھر سے باہر جا رہی ہیں۔ شاپنگ کا لفظ جان بوجھ کر استعمال نہیں کیا تھا اور نہ ہی یہ بتایا تھا کہ وہ عامر کے ساتھ جا رہی ہیں۔
لاؤنج میں پہنچتے ہی انہوں نے ماریہ کو کال کی تاکہ بیڈروم میں جانے سے پہلے ماریہ سے ''اپ ڈیٹ'' لے لیں۔ ثمینہ کا ڈنر، میڈیسن، زین کی نقل و حرکت کے بارے میں کوئی خبر۔
ماریہ گویا انہی کا انتظار کر رہی تھی۔ دو منٹ میں ہی بالوں میں کچر پھنساتی حاضر ہو گئی۔ گارڈ شاپنگ بیگز لاؤنج کی ٹیبل پر رکھ کر چلا گیا تھا جن پر ماریہ نے ایک پُرشوق نگاہ دوڑائی۔
''ممی سو گئی ہیں ماریہ، یا میرا ویٹ کر رہی ہیں؟'' عرشلہ کو یہی فکر تھی کہ ثمینہ انتظار کی تکلیف نہ اٹھا رہی ہوں۔
''میم سو گئی ہیں۔ میں نے بتا دیا تھا کہ آپ ڈنر عامر صاحب کے ساتھ کریں گی تو خود ہی کہنے لگیں کہ پھر تو وہ لیٹ ہو جائے گی، مجھے ویٹ نہیں کرنا چاہیے۔''
''تھینک گاڈ! اچھا اب تم مجھے ٹھنڈا پانی پلا دو، فش کھانے کے بعد تو بہت پیاس لگتی ہے۔''
''ابھی لاتی ہوں، ویسے شاپنگ ہو گئی یا کچھ باقی ہے؟'' ماریہ نے ٹیبل پر پڑے ہوئے شاپنگ بیگز کی طرف دیکھا جس سے لگا کہ اسے عرشلہ کا عروسی جوڑا دیکھنے کا شوق ہو رہا ہے۔
''ہو گئی..... تھینک گاڈ!'' عرشلہ نے صوفے کی بیک سے سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔
گھر سے باہر کی دنیا میں عرشلہ کو یوں لگ رہا تھا کہ زندگی کا ایک نیا اور خوب صورت دور شروع ہو رہا ہے۔ ان کی زندگی میں بھی قوسِ قزح بکھرنے جا رہی ہے مگر گھر کے اندر داخل ہوتے ہی یوں لگا جیسے کسی آسیب زدہ

ماحول میں آ بیٹھی ہوں۔

بڑا سا گھر، بڑے، بڑے ستون، بڑے، بڑے کمرے، لاؤنج...... دو طرفہ منقش ریلنگ والے زینے۔ مدھم روشنیاں، سناٹا، گویا ہُو کا عالم...... پھر زین کی طرف سے فکر و تشویش۔

کیا وہ اس خوشی کی حق دار ہیں؟

کیا وہ یہ شادی نباہ سکیں گی؟

کیا وہ عامر کو خوش رکھ سکیں گی؟

زین انہیں خوش رہنے دے گا؟

زین، عامر سے جیلس تو نہیں ہوگا؟

آناً فاناً غائب دماغی کی کیفیت اتنی غالب آ گئی کہ انہیں ماریہ کے قریب کھڑے ہونے کا احساس تک نہ ہو سکا جو "میم" کہہ کر حیرت سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میم، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ماریہ نے عرشلہ کو بند آنکھوں کے ساتھ سر دائیں بائیں گھماتے دیکھا تو پریشان ہو گئی۔ عرشلہ نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوں...... ڈونٹ وری، پلیز یہ شاپنگ بیگز میرے روم میں رکھ کر تم ریسٹ کرو۔" عرشلہ نے پانی کا گلاس تھامتے ہوئے ٹیبل کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ تو بس شوز بیگ وغیرہ ہیں، برائیڈل ڈریس نہیں لیا آپ نے؟" ماریہ نے ہلکے پھلکے شاپرز اٹھا کر حیرت سے عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"وہ بلاؤز اور ساڑی کی بیلٹ وغیرہ کا کام تھا کچھ، ہوم ڈلیوری ہو جائے گی۔"

"اوہ، آپ نے ساڑی چوز کی ہے؟ میرا خیال تھا کوئی ہیوی ڈریس ہوگا۔" ماریہ نے مسکرا کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"oh good God...... اتنی ہیوی لائف گزارنے کے بعد اب مجھ سے ہیوی ڈریس برداشت نہیں ہوگا۔" یہ کہہ کر عرشلہ دھیرے سے ہنس پڑیں۔

ماریہ کو جانے کیوں عرشلہ پر ٹوٹ کر پیار آ گیا۔ وہ آخر اس کی مہربان و محسن تھیں اور وہ اب زندگی کی ایک بڑی خوشی سے ہمکنار ہونے جا رہی تھیں۔

وہ آگے بڑھی اور عرشلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہاتھ کی پشت پر بہت محبت سے بوسہ دیا۔

"گڈ لک میم...... آپ اس گھر کی طرف سے بالکل بے فکر رہیں۔ یہ میرا بھی سوئٹ ہوم ہے اور یہ فیلنگ آپ نے مجھے دی ہیں، میں ساری زندگی بھی آپ کو serve (خدمت) کروں تو آپ کا احسان نہیں اتار سکتی۔" ماریہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔

"ایسا مت سوچا کرو ماریہ، تم اتنا ڈھیر سارا کام کر کے ہم سے کچھ لیتی ہو، ہم کون سا تمہیں بخشش دیتے ہیں؟"

"چیزوں سے کیا بات بنتی ہے میم، اصل بات تو فیلنگز کی ہے۔ کوالٹی آف لائف تو آپ نے دیا ہی ہے مگر اس سے بڑھ کر وہ پیار و عزت ہے جو آپ نے مجھے دی ہے۔" ماریہ نے اب جھک کر عرشلہ کا رخسار چوم لیا۔

"تم خود بہت شاندار ہو ماریہ، اس لیے اللہ نے تمہاری مدد کی ہے۔" عرشلہ کو ماریہ سے گفتگو کر کے وحشتوں کو پچھاڑنے کا موقع مل گیا تھا۔

"بس تم ممی اور زین کا بہت خیال رکھنا ماریہ، ویسے تو عامر کمیٹڈ ہیں کہ ہم جہاں ہوں گے، ممی اور زین ہمارے ساتھ ہوں گے مگر ہم دنیا میں کہیں بھی ہوں، تم اسی گھر میں رہو گی۔"

عرشلہ کی بات سن کر ماریہ کو محسوس ہوا گویا یہ محل نما گھر اسی کا ہو۔ ماریہ آگے بڑھی تو عرشلہ بھی اٹھنے لگیں مگر اٹھتے،

اٹھتے پھر بیٹھ گئیں۔ زین زینے کے پہلے قدم پر ریلنگ پکڑے، بہت گہری سوچ میں عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔
نظر ملتے ہی واپس مڑ گیا۔
عرشلہ پھر مٹی کی طرح ڈھیر ہو گئیں۔
عرصہ دراز سے دلی مسرت تو میسر ہی نہیں تھی...... اب میسر آتے ہی آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔

☆☆☆

"I am so tired"

فری نے کروٹ لی اور اوندھی ہو گئی۔ سیل فون پر انفر بہت فریش نظر آ رہا تھا۔

"ارے، ایسا کیا ہو گیا جو کل سے پہلے ہی تھک گئیں؟" انفر بہت محبت بھری نظروں سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

digest novels lovers group 🩶🩶

"آج صبح صبح کالج جانا تھا، یعنی روٹین سے ایک گھنٹا پہلے...... پھر سیلون میں اپائنٹمنٹ تھی۔ ٹھیک سے لنچ بھی نہیں کیا اور سیلون چلی گئی۔"

"ار...... رے...... رے...... یہ سیلون کیوں گئیں؟ برائڈ کو ایک دن پہلے ہی جانا ہوتا ہے کیا؟" انفر کی آنکھوں میں سچ مچ حیرانی جھلک رہی تھی۔

"بھئی سروس کے لیے جانا ہوتا ہے ناں۔" فری، انفر کی لاعلمی پر جھلائی۔

"سروس تو کار کی ہوتی ہے تا کہ تسلی رہے اور دلہن کو گھر لاتے ہوئے کار راستے میں خراب نہ ہو جائے...... انجن آئل، بریک آئل، بیٹری، بریک، کچھ چیک کرانا ضروری ہوتا ہے۔" انفر سمجھ تو گیا تھا مگر اب فری سے چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔

"اچھا بس رہنے دیں۔ برائڈ کے لیے یہ سب ضروری ہوتا ہے۔" فری نے بڑی ادا سے منہ بنا کر کہا۔

"لیکن میں نے تو سروس کے بغیر ہی تمہیں پسند کیا تھا۔ سروس کے بعد مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" انفر نے اب غور سے فری کا چہرہ دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

"پتا ہے مجھے مگر فوٹو سیشن کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے۔ اس طرح کے ایونٹس بار، بار تو نہیں ہوتے۔ البم ایک خوب صورت یاد بن جاتی ہے۔ جب بھی دیکھتے ہیں گڈ فیلنگز ہوتی ہیں، لائف ٹائم کے لیے ہوتا ہے یہ سب۔ آئی ہوپ، اب اچھے سے سمجھ آ گئی ہو گی۔" یہ کہہ کر فری کھلکھلائی۔ اتنی دلکش ہنسی، انفر مبہوت سا ہو کر دیکھنے لگا۔

"خاموش کیوں ہو گئے؟" فری کو انفر کی یک دم کی خاموشی بہت محسوس ہوئی۔

"بہت کیوٹ لگ رہی ہو۔" انفر نے بے ساختہ کہا۔

"آج سروس جو ہوئی ہے۔ ٹھیک ٹھاک expenses ہوتے ہیں۔" فری نے اٹھلا کر جواب دیا۔

"سروس تمہارے فیس یا باڈی کی ہوئی ہو گی smile (مسکراہٹ) کی تو نہیں یا اس کی بھی ہوتی ہے؟" انفر نے شریر مسکراہٹ کے ساتھ چھیڑا۔

"oh thank you...... میں سمجھ گئی۔"

"تم کبھی، کبھی واقعی سمجھدار لگتی ہو...... مگر ہو نہیں۔" انفر آنے والے کل کے احساس سے بہت خوش اور مطمئن تھا۔ ایک، ایک لفظ اس کے احساسات کا ترجمان تھا۔

"اس کا سیدھا سا مطلب پتا ہے کیا ہے؟" فری نے سنجیدہ شکل بنا کر سوال کیا۔

"کیا ہے......؟ جلدی سے بتاؤ؟" انفر نے بے تابی سے سوال کیا۔

''یہی کہ آپ کو بس کوئی ہیو توف ہی پسند کر سکتا ہے......like me''

جواب میں اظہر کا قہقہہ بے حد جاندار تھا...... بھرپور مردانہ قہقہہ۔ وہ سلم و اسمارٹ تو جوان تھا مگر آواز میں مردانہ بھاری پن تھا۔فون پر پہلی بار آواز سننے والے کے تصور میں ایک بھاری بھرکم وجود ابھرتا تھا۔

وہ اس کی مسکراہٹ پر فدا تھا اور فری کو اس کے قہقہے نے مسخر کر دیا تھا۔ وہ جب بھی دل سے قہقہہ لگاتا تھا، فری کی یہی کیفیت ہوتی تھی۔

''کیا سوچنے لگیں؟'' اب اظہر کو اس کی خاموشی کھلی۔

''کچھ نہیں۔'' اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔

''کچھ تو ہے...... یہ ''کچھ'' مجھے نہیں بتاؤ گی؟'' اظہر نے غور سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''یہی کہ میں تھکی ہوئی ہوں اور آپ فریش نظر آ رہے ہیں۔'' فری کو یہی جواب سوجھا تھا۔

''او کے......لیکن ایک بات میری غور سے سنو۔'' اظہر نے تاکیدی انداز میں کہا۔

''جی...... بولیں۔'' فری ہمہ تن گوش ہو گئی۔

''ابھی انکل کے گھر میں ہو تو یہ تھکنے وکنے کی باتیں چلیں گی لیکن میری کمپنی میں یہ words (الفاظ) یوز نہ کرنا۔ میں بہت energatic (توانائی سے بھرپور) ہوں، تھکنا نہیں چاہتا۔ مجھے یہ لفظ ''تھکن'' بہت irritate کرتا ہے۔ یار، زندگی جینے کے لیے ملی ہے...... تھکنے کے لیے نہیں اور ہماری کوئی عمر ہے تھکنے کی...... 60 کی age میں ''تھکنے'' کا کانسیپٹ انگریز نے صرف sub continent کے لوگوں کے لیے کری ایٹ کیا ہے۔ خود 80 سال کے ہو کر الیکشن لڑتے ہیں...... پتا چلا رزلٹ آنے سے پہلے لڑھک گئے...... اب Queen's Mother کو دیکھ لو...... حد ہو گئی یار، ایک سنچری سے اوپر ہو کر روانہ ہوئی ہیں۔ لوگ funeral ceremony (جنازہ) کا ویٹ کرتے، کرتے خود مر گئے...... یار وہ تھک ہی نہیں رہی تھیں۔''

فری جو بہت سنجیدگی و توجہ سے اظہر کی بات سن رہی تھی آخری الفاظ پر جو اظہر نے بہت دلچسپ انداز میں ادا کیے تھے...... کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ ایک حساب سے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

لاشعوری طور پر اظہر گویا فری کو ایندھن فراہم کر رہا تھا۔ ذہن سازی کر رہا تھا۔

☆☆☆

زین کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ فری اس کے میسجز نہیں دیکھ رہی تھی جس سے وہ دل گرفتہ نظر آ رہا تھا۔

ٹہلتے، ٹہلتے اس نے سیل پھینکنے کے انداز میں بیڈ پر ڈال دیا تھا اور خود کمپیوٹر ٹیبل کے سامنے پڑی چیئر پر گویا ڈھیر ہو گیا تھا۔

اس کی آنکھیں بند تھیں جیسے بیٹھتے ہی نیند آ گئی ہو حالانکہ وہ جاگ رہا تھا۔ فری کی آواز سن رہا تھا، کچھ یاد آ رہا تھا۔

"for God sake please don't cry Zain" (خدا کے لیے مت روؤ زین) ''مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔''

''مجھ سے پرامس کرو...... تم کبھی مجھ سے ناراض نہیں ہو گی۔''

''زین، میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہو سکتی۔ بس اب یہ رونا بند کرو۔ اتنا ایموشنل نہیں ہونا چاہیے...... مارجن رکھتے ہیں، extremist نہیں بنتے۔ ہو سکتا ہے میں شادی کے بعد abroad چلی جاؤں۔''

''ش...... ش...... شادی......؟'' زین شاکڈ ہوا۔

''ابھی فی الحال تو ایسا کچھ نہیں ہے مگر ایسا ہو بھی سکتا ہے۔ کبھی نہ کبھی شادی تو ہونا ہوتی ہے۔'' فری نے استانی

بن کر سمجھانے کی کوشش کی۔
"او کے، پھر میں تمہارے بزرگوں سے کہوں گا کہ وہ ہماری فرینڈ شپ اسی طرح رہنے دے۔ آئی ہوپ، وہ تمہاری طرح بہت اچھا ہوگا۔ میں اس کو بھی love کروں گا۔"
"اوہ..... تھینک یو زین۔"
"اچھا یہ بتاؤ، تمہارا کوئی آئیڈیل ہے؟" زین نے پُرشوق انداز میں سوال کیا۔
"oh, yes, very hi-fi." فری کا انداز برجستہ و بے ساختہ تھا۔
"پلیز، مجھ سے شیئر کرو ناں۔" زین کا شوق بڑھنے لگا۔
"آئیڈیل شیئر کرنے سے کیا ہوتا ہے، جب سامنے آئے گا تو دیکھ لینا۔" فری کے انداز میں شانِ بے نیازی جھلک رہی تھی۔
digest novels lovers group 🩶🩶
"تم کتنی کانفیڈنٹ ہو فری۔ are you sure کہ تمہیں تمہارا آئیڈیل ملے گا؟" زین کی حیرانی سوا تھی۔
"200%!" فری نے بڑے وثوق سے جواب دیا۔
"اوہ..... گریٹ!"
زین کے پاس اب کہنے کے لیے یہی دو الفاظ بچے تھے۔
مضبوط خیالات کا حصار بالآخر ٹوٹ گیا۔ چیئر سے اٹھ کر بیڈ پر آگیا۔
مراقبے کی کیفیت گہری نیند کی طرف لے گئی تھی۔ وہ آڑا ترچھا بیڈ پر دراز ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو چکا تھا۔
☆☆☆
بیانو کے انداز میں کال بیل کی آواز ماحول میں مرتعش ہوئی تو شمسہ چونک کر اٹھ بیٹھیں۔ فجر کی نماز پڑھ کر وہ دوبارہ سو گئی تھیں۔ اتوار کو اکثر ایسا ہی ہوتا تھا کیونکہ واصف بھی گھر پر ہوتا تھا۔
"کون ہو سکتا ہے۔ ابھی تو یہاں کسی سے سلام دعا بھی نہیں ہوئی۔" وہ سوچتی ہوئی دروازے تک آئیں۔
"کون؟"
"میں ہوں شمسہ۔" دروازے کے پار سے سارہ کی آواز اندر داخل ہوئی۔ شمسہ نے گھبرا کر دروازہ کھولا۔ گھبراہٹ ان کی آمد پر نہیں تھی بلکہ صبح کے سات بجے آنا حیران کن تھا۔
سارہ نے اندر آ کر شمسہ کو گلے لگایا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔
"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ گھر میں ابھی سب سو رہے تھے۔ کسی کو پتا نہیں کہ میں گھر سے باہر ہوں۔"
"آپ بیٹھیں تو سہی۔" ابھی تک شمسہ پر سارہ کی اچانک آمد کا بھید نہیں کھلا تھا مگر آدابِ میزبانی تو نہیں بھولی تھیں۔
"نہیں..... نہیں..... شمسہ..... بس میں پانچ منٹ کے لیے تمہارے پاس آئی ہوں۔ ایکچوئلی کل میں تمہیں انویٹیشن دینا بھول گئی تھی۔ آج شام تمہیں فری کے نکاح میں آنا ہے۔" سارہ نے عجلت کے انداز میں شولڈر بیگ سے ایک چھوٹا سا کارڈ نکال کر شمسہ کو تھمایا۔
"کوئی بڑی گیدرنگ نہیں ہے۔ بیس پچیس لوگ انوائٹڈ ہیں تم دونوں کو ملا کر۔"
"ہم دونوں..... یعنی..... میں اور واصف؟"
"کیا ہو گیا ہے شمسہ؟ واصف تمہارا بیٹا ہے۔ ہمارا بھی کچھ لگتا ہے۔ تمہیں بلائیں گے تو اس کا مطلب تم دونوں ہی بنتا ہے۔"
"السلام علیکم مامی!" واصف اچانک اپنے بیڈ روم کا دروازہ کھول کر سامنے آ گیا تھا۔
(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر 14

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ''دُکھ بدن'' ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
digest novels lovers group
محبت [illegible]
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کراوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو رویوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

''وعلیکم السلام...... بیٹا ٹھیک ہو۔ ماشاء اللہ لگ ہی نہیں رہا کہ کل شفٹنگ کی ہے...... سب کچھ اپنی جگہ سیٹ ہے۔ اللہ اس گھر کو برکتوں سے بھر دے، آمین!''

''آمین!'' شمسہ کے منہ سے بھی بے ساختہ آمین نکل گیا...... دعا ہی ایسی تھی۔

''میں ٹھیک ہوں مامی...... ماموں کا احسان ہے۔ گھر تو آل ریڈی فرنشڈ تھا...... بس تھوڑا بہت سامان جو

ساتھ لائے تھے وہ سروس والوں نے سیٹ کر دیا۔ کپڑے اور اسٹور کا سامان ٹھکانے لگا دیا...... اور کام ختم......''
واصف صبح صبح مامی کو گھر میں دیکھ کر وقتی طور پر سب کچھ بھلا بیٹھا۔ یہ مامی ہی تھیں جنہوں نے اپنے گھر میں اسے کبھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ اپنے گھر میں نہیں رہتا۔ سارہ پر بھی اس کے مہذب اور پر تواضع رویے نے خوشگوار تاثر چھوڑا۔ بلکہ انہیں حوصلہ سا ہوا۔ آگے بڑھ کر واصف کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بہت شفقت سے کہنے لگیں۔
''آج آواری میں فری کا نکاح ہے...... ڈنر بھی ہے، ماں کو لے کر ضرور آنا۔ کل اصل میں گھر کے اندر بھی بھاگ دوڑ تھی پھر تم نے صبح صبح شفٹنگ شروع کر دی۔ میں کہنا ہی بھول گئی۔ وہاں تو میں کارڈ نہ دیتی...... اوپرا کر بتا دیتی...... مگر اب نئے گھر میں کارڈ کے ساتھ آئی ہوں...... ساری تفصیل کارڈ میں ہے۔'' سارہ کے سر پر بہت سے کام سوار تھے اس لیے انداز میں عُجلت تھی۔ اپنی بات کہہ کر واصف کو دیکھے بغیر وہ شمسہ کی طرف مڑ گئیں۔
شمسہ کارڈ یوں سینے سے لگائے کھڑی تھیں جیسے کوئی مقدس صحیفہ اٹھائے ہوں واصف پر خیالات نے زبردست حملہ کیا تھا...... مگر وہ سارہ کے احترام میں خود کو کنٹرول کرنے کی مشق کرنے لگا۔ جی تو چاہ رہا تھا کہ فوراً بولے۔ ''ماموں دو، چار لگا کر ہال سے تو نہیں نکال دیں گے؟'' حالانکہ نکاح میں شرکت کرنے کی نیت تھی نہ ارادہ...... البتہ ایک لاشعوری گلہ جو مامی سے تھا کہ اس خاص موقع پر ''ماں'' کو پوچھا نہیں، وہ جاتا رہا۔
''ماں...... مامی کو چائے، کافی تو پلائیں۔''
''ارے نہیں...... تھینک یو...... واصف...... سرور کو لے آئی ہوں...... دیر ہو گئی تو اُدھر سارے کام رک جائیں گے...... میں پھر آؤں گی...... چائے، کافی نہیں بلکہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گی۔'' سارہ نے جی بھر کر اظہارِ محبت کیا۔ وہ اچھے حال میں اچھے موڈ میں تھا، وہ چاہتی تھیں کہ شام کو وہ ماں کو لے آئے...... اور اتنا انہیں یقین تھا کہ سالار صاحب اتنے مخبوط الحواس نہیں ہیں کہ اتنے خاص موقع پر سگی بہن کو شرمندہ کریں۔
''ٹھیک ہے بھابی...... میں سمجھ رہی ہوں۔ جب آپ کو وقت ملے ضرور آئیں۔'' شمسہ نے صورتِ حال کو سمجھتے ہوئے اصرار مناسب نہیں سمجھا۔
سارہ، شمسہ کو گلے لگانے کے بعد رخصت ہو گئیں۔ ان کے جانے کے بعد شمسہ نے کارڈ لفافے سے نکالتے ہوئے ایک نظر واصف کی طرف دیکھا، واصف نظر بچا کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔
چھوٹا سا کارڈ تھا...... کارنیشن کے پھولوں کے دائروں میں آمنے سامنے فری اور انفر کی فوٹوز تھیں...... نیچے شیڈول اور مقام کا ایڈریس تھا۔
اس لحاظ سے منفرد کارڈ تھا کہ ''اطلاع'' نہیں تھی، شرکت کی خاص الفاظ میں درخواست نہیں تھی۔ دولہا، دلہن کی فوٹوز کے نیچے پروگرام میں لفظ نکاح کا استعمال کیا گیا تھا۔ لفافے کے اوپر دلہن کے مہندی رچے ہاتھ میں قلم تھا۔ گویا دلہن نکاح نامے پر دستخط کر رہی تھی...... جس کو کارڈ پہنچے وہ خود سمجھ جائے۔
فوٹوز کے نیچے سنہری حروف میں فریشہ سالار اور انفر قریشی لکھا ہوا تھا۔ شمسہ بہت پیار سے فریشہ کی فوٹو دیکھ رہی تھیں، ہنستی ہوئی فری کا فطری پوز تھا۔ انفر کی ہنستے ہوئے آنکھیں بند تھیں۔ اپنی نوعیت کا نرالا کارڈ تھا...... یقیناً اس کام میں فری کا حصہ ہوگا...... اسے سب سے الگ کچھ کرنے کا بہت شوق تھا۔ وہ سوچنے لگیں۔ کچھ انسانوں کی انا ایک پل چین سے بیٹھنے نہیں دیتی۔ ہر پل، ہر آن لوگوں کی توجہ کی درخواست کرتی نظر آتی ہے۔ جو لوگ خود پر بہت وقت، پیسہ و مال خرچ کر کے تیار ہوتے ہیں، وہ اکثر تقریبات میں لیٹ آتے ہیں تاکہ ان سے پہلے زیادہ سے زیادہ لوگ اکٹھے ہو چکے ہوں اور جب وہ قدم رنجہ فرمائیں تو ایک ساتھ بہت سارے حاضرین ان کا ''جلوہ'' ملاحظہ فرمائیں، خوشی کے موقع پر آرائش کرنا سب کی فطری خواہش ہوتی ہے۔ ''تیاری'' سے خوشی منانے کا بھرپور تاثر

سامنے آتا ہے مگر خوشی منانا اور صرف خودنمائی کا خاموش اصرار کرنا...... دو مختلف احساسات ہیں اور فری کی تو نفسیات ہی یہ تھی کہ جہاں وہ موجود ہو کوئی اس کی ٹکر کا نہ ہو۔

''اللہ میری بچی کو یہ خوشیاں مبارک کرے، آمین!'' شمسہ کے دل سے دعا نکلی۔

''بہت کم عمر ہے، بالکل بھی میچور نہیں ہے۔ اللہ اس کی نگہبانی کرے، آمین ثم آمین!'' شمسہ کے دل سے نکلتی دعائیں مظہر تھیں کہ بھائی کے اس واحد اثاثے کی ان کے نزدیک کتنی قدر و قیمت ہے اور وہ بھائی کے سکھ دیکھنے کی دل و جان سے خواہاں ہیں۔ کارڈ رکھ کر انہوں نے واصف کے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ مسکراہٹ معنی خیز تھی۔

''وقت سکھادے گا بیٹا کہ انسان مقدر لکھنے والے سے جنگ نہیں کر سکتا۔''

☆☆☆

''آج میرا اپائنٹمنٹ ہے مام...... مگر شاید آپ اپنی شادی کی خوشی میں بھول گئیں۔'' نیند سے بیدار ہونے اور مکمل حواسوں میں آنے کے بعد عرشلہ نے اپنا سیل اٹھا کر جائزہ لیا۔ دو پیغامات ایسے تھے جنہوں نے فوراً ان کی توجہ کھینچ لی۔ ایک عامر کا جس نے دل میں سجا کر گلاب کے پھول بھیجے تھے اور دوسرا زین کا۔ زین کا میسج پڑھ کر انہیں اتنی زور کا جھٹکا لگا کہ گلاب کے پھول دل سے اچھل کر بکھر گئے۔ یاددہانی بھی تھی اور طنز بھی۔ وہ خواہ مخواہ ایک احساسِ

جرم میں مبتلا ہونے لگیں۔

"شاید زین اس "change" کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہے۔" عرشلہ نے وقت پر توجہ کی۔ ابھی اپائنمنٹ کے وقت میں خاصا وقت تھا اور وہ بھولی بھی نہیں تھیں مگر زین نے اپنے اندر کی بے چینی نکالنے میں قدرے جلدی کی تھی۔ آج اس کا ٹیسٹ تھا کیونکہ میڈیسن سے بس اتنا فرق ضرور ہوا تھا کہ بولنے کی کوشش کرتے ہوئے الفاظ کے ساتھ خرخراہٹ محسوس ہوتی تھی مگر بات سمجھ نہیں آتی تھی، اسی وجہ سے عرشلہ اور ٹوٹو کو امید تھی کہ آہستہ آہستہ ہی سہی مگر مثبت رزلٹ آئے گا۔ فالو اپ چیک اپ تو مسلسل ہو رہا تھا۔ وہ بڑی ذمے داری سے اسے لے کر جاتیں۔ اس کے باوجود وہ ان کی دل آزاری کر رہا تھا۔

"شادی کی خوشی" تو واقعی خوشی ہوتی ہے...... مگر وہ اس خوشی کو اپنا غم بتا رہا تھا۔ طنزیہ اشارے میں ہی سہی۔ مسئلہ یہ تھا کہ یہ سب وہ ماں سے کہہ سکتی تھیں نہ ٹوٹو سے شیئر کر سکتی تھیں اگر یہ غلطی کر بیٹھتیں تو دونوں سے جان چھڑانا مشکل ہو جاتا۔ وہ دل گرفتہ انداز میں بیڈ سے اتریں...... بال سمیٹ کر کیچر لگانے لگیں تو اسی آن دروازے پر دستک ہوئی۔

"یس!" عرشلہ کا دھیان ماریہ کی طرف گیا تھا...... مگر دروازہ کھلنے کے بعد ثمینہ اپنی قیمتی چھڑی زمین پر ٹکاتی اندر داخل ہوئیں اور نظریں گھما کر بیڈ روم کا جائزہ لیا۔

"تمہارے لیے مجھے ایک honest (ایماندار) پارٹنر چاہیے تھا...... جو سچ مچ جینٹل مین ہو۔ جس کے گھر میں "بار روم" (شراب خانہ) نہ ہو۔ جسے "کسینو" جانے کا شوق نہ ہو...... اس طرح کے لوگ دولت ضائع کر دیتے ہیں۔ تھینک گاڈ، عامر بہت سمجھدار ہے وہ لائف انجوائے کرنا چاہتا ہے اسے health اپنی wealth سے زیادہ عزیز ہے۔" اس جملے پر عرشلہ کی زبان میں کچھ کھجلی ہوئی...... مگر وہ خاموش رہیں۔ کیونکہ وہ اپنی خوش باش ماں کا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"I am in Peace right now, you are lucky"۔ ثمینہ نے رک کر گہری سانس لی پھر عرشلہ کا ہاتھ تھام کر پشت پر مدت بعد ممتا بھرا بوسہ دیا۔

"congrats...... مائی ڈارلنگ......" یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گئیں۔ گویا بس یہی کچھ کہنے آئی تھیں۔

عرشلہ کو یہ بتانا ایک مرحلہ لگ رہا تھا کہ انہیں زین کو چیک اپ کے لیے بھی لے کر جانا ہے۔

"عرشی......!" ثمینہ دروازہ کھلنے کے بعد رکیں اور پلٹ کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"جی ممی......!" عرشلہ کا دل دھک دھک کرنے لگا کہ اب کیا کہنے لگی ہیں۔

"تمہاری بیوٹیشن available ہے......؟ اسے کانٹیکٹ کیا......؟"

"ڈونٹ وری ممی...... وہ میرے لیے ہر وقت available (دستیاب) ہوتی ہے۔" عرشلہ نے کھل کر سانس لی۔

"گڈ...... گھر آنے کا اتنا زیادہ چارج کرتی ہے available کیوں نہیں ہو گی۔" ثمینہ بڑبڑائیں مگر عرشلہ نے صاف سن لیا تھا۔

"ممی...... ہماری طرح سب کو پیسہ چاہیے...... purchasing power ہے...... ہماری طرح سب کو جینا ہے۔" وہ یہ سب سوچ کر رہ گئیں۔ زبان پر اس وقت مکمل کنٹرول حاصل تھا۔ آج وہ مدت بعد مکمل "جاگی" ہوئی تھیں۔ آج آنکھ کھلتے ہی انہیں میڈیسن کا نہیں عامر کا خیال آیا تھا۔ ہتھیلی کی پشت پر اب بھی کسی کے ہونٹوں کی حرارت وابستگی کا گہرا احساس دے رہی تھی۔

☆☆☆

''مینوں رکھ لے کلینز نال (مجھے کلینرز کے ساتھ رکھ لے)
جی کرداچلاں میں تیرے نال (دل چاہتا ہے تیرے ساتھ چلوں)
لمیاں روٹاں تے'' (لمبے راستوں پر)

ستارہ ایک خاص انداز میں گھوم، گھوم کر رقص کرتا ہوا گھر کے وسیع احاطے میں داخل ہوا تھا۔ بلکہ ملکہ ترنم کی روح کو تڑپا رہا تھا۔ پیچھے دو تین جوان مرد جو حلیے سے مزدور دکھائی دے رہے تھے۔ بڑی سی چادر میں بڑی سی دیگ اٹھائے داخل ہوئے تھے۔

digest novels lovers group 🩶🩶

خواجہ سرا ستارہ کی رقص و سرور کی کیفیت کی وجہ اس بڑی دیگ میں پوشیدہ تھی۔

''گرو جی توں ساڈا اسلام آکھیں آپاں جی......'' دیگ رکھنے والوں میں سے ایک نے ٹھمکے لگاتے ستارہ کی طرف دیکھا۔ انداز سلیوٹ پیش کرنے جیسا تھا۔

''آپاں جی ہوگی...... تیری ماں جی......'' ستارہ نے سندھی جھومر ڈانس شروع کیا۔

''میں تیری ''بھابی'' آں......'' اس نے اوپر نیچے ہاتھ کر کے دو مرتبہ تالی بجائی۔

''تونے سنا نہیں......؟'' بڑی ادا سے اپنی لٹوں کو پھونک مارتے ہوئے غصے سے گھورا۔

''غریب کی جورو سب کی بھابی......'' ستارہ نے پھر رقص کا ایک اسٹیپ لیا۔

''اتنے بڑے گھر میں رہنے والے کو غریب بولے ہیں......؟'' دوسرا مزدور قدرے شرما کر منمنایا۔

''اب تو نظر لگا کر جا ہمارے ''بیڑے'' کو......'' ستارہ نے آگے بڑھ کر مزدور کی پشت پر دو جتر جمائے۔

غریب تاب نہ لا سکا ڈہرا ہو گیا۔

''نیلم پری، پہاڑی بکری، ملتان والی...... گرم، گرم بریانی آئی ہے انڈے والے سیٹھ کے گھر سے...... گرو جی پڑے سوتے ہیں جگا دو......'' انداز اعلان کا تھا یہ کہہ کر ستارہ نے پھر رقص کے کچھ اسٹیپ لیے۔

''جی کرداچلاں میں تیرے نال......'' گنگناتے ہوئے لہرا کر وہ چل رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے...... چاروں کونوں سے خواجہ سرا کچھ دیہاتی سے نوجوان، بوڑھے پھونس خواجہ سرا...... طبلہ نواز، سارنگی نواز، ڈھول بجانے والوں کا ''بیڑے'' میں ہجوم سا لگ گیا۔ ہر آنے والے کے ہاتھ میں بڑی سی پلیٹ یا تھال تھا اور وہ ندیدوں کی طرح دیگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسی وقت لکڑی کا بڑا سا پھاٹک نما گیٹ کسی نے وا کیا اور پھڑ پھڑ کرتا آٹو رکشا گیٹ میں داخل ہوا۔

نیلم پری نے رکشا اندر آتے دیکھ کر زور سے گھوم کر ٹھمکا لگایا۔

''دانے، دانے پہ لکھا ہے کھانے والے کا نام...... لو شریف الدین بھی آ گیا...... بلی کی طرح چاند پر جا کر بھی سونگھ لیتا ہے کہ کدھر سے بریانی کی خشبو (خوشبو) آ رہی ہے۔''

''چپکی ہو جا میری سوکن...... میں نے بلایا ہے اسے......'' اچانک ماحول میں گرو جی کی آواز نے تھرتھلی برپا کر دی تھی۔

سب نے سہم کر اپنی، اپنی پلیٹ، تھال سینے سے لگائی اور گویا دم سادھ کر بیٹھ گئے۔

چنبیلی نے فیروزی ریشم کا لاچہ اور اورنج بھاری کام کا کرتا پہنا ہوا تھا، سر پر سفید نگینوں کا تاج بھی سجایا ہوا تھا۔ کانوں میں بڑی، بڑی جھمکیاں گلے میں تین منزلہ رانی ہار...... ہونٹوں پر آتشی گلابی لپ اسٹک، ہاتھ میں چھوٹا سا حقہ جس کا پائپ منہ میں دبا تھا۔

''کیا خبر لایا ہے شریف الدین...... خبر سنائے گا یا پہلے نیاز کھائے گا؟'' خواجہ سرا چنبیلی بڑی سی تخت نما نگین

کرسی پر براجمان ہو چکا تھا۔
سب حاضرین بے بسی سے دیگ کی طرف دیکھ رہے تھے۔
''گرو جی...... سب کے سامنے خبر سنیں گے......؟'' شریف الدین قدرے ہچکچاتے ہوئے بولا۔
''ارے...... یہ کوئی ''جنے'' ہیں (مطلب انسان ہیں) یہ راشن کے دشمن جناور (جانور) ہیں...... تو اپنی بول......'' چنبیلی نے گرج کر حکم دیا۔
''گرو جی...... صاحب جی آج اسپتال جائیں گے اپنی ماں کے ساتھ...... آج کل سخت پہرہ ہے...... کچھ دن صبر سے کام لو......'' شریف الدین نے کسی عاجز درباری کے انداز میں اطلاع فراہم کی۔
''ماں......؟ ہونہہ...... بڑی آئی ماں...... کسی جنم میں چڑیا کا بچہ نہ جنا...... خیر دیکھ لیتے ہیں...... یاد رکھ تو نے کچھ آگے پیچھے کیا تو تیری خیر نہیں۔ تیری ''بتاچی آٹونز'' کی پول کھول دوں گی......'' یہ کہہ کر چنبیلی نے زور سے تالی بجائی۔
''اب تو اٹھ سب کو بریانی بانٹ...... پہلے تھال میں مجھے دے...... ورنہ یہ ''جنے'' سب بوٹیاں چٹ کر جاویں گے......''
''آسرا رکھو گرو جی...... بڑی دیگ ہے...... سیٹھ انڈے والا، بڑے دل والا ہے۔ دو، دو کلو کی نیاز نہیں بانٹتا...... اس دیگ میں ساٹھ سے اوپر بندے پیٹ بھر کر کھا سکتے ہیں۔'' شریف الدین نے جیب سے جالی کی ٹوپی نکالی اور جھٹک کر سر پر جماتے ہوئے چنبیلی کو تسلی دی۔
''یہ بھوکے، ندیدے، پلیٹوں میں نہ ہی کھاویں...... پیٹ سے بڑی تھال لے کے بیٹھیں۔'' چنبیلی نے حاضرین پر قہر آلود نظر دوڑاتے ہوئے خود ندیدوں کی طرح دیگ کی طرف دیکھا۔ شریف الدین نے دیگ کا ڈھکن ہٹایا اور بھاپ کے مرغولے اٹھتے دکھائی دیے۔ مسالوں اور کیوڑے کی خوشبو نے سارا احاطہ اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔
نپا تلا کھانا کھانے والوں کی بھوک امتحان بن گئی۔ ایسی سرعت سے دیگ کی طرف دوڑے گویا سیدھے دیگ میں جا پڑیں گے۔
''ارے انسان کے بچے بنو...... پہلی دفعہ بریانی دیکھو...... کل جمعرات ہے...... منے حلوائی کے واں (یہاں) سے حلوا پوری کی نیاز آئے گی...... انڈے والا تو مہینے میں ایک باری دیگ بھیجے...... منا حلوائی تو جمعرات کے جمعرات نیاز بانٹیں...... مگر تمہارے دوزخ نہیں بھرتے۔'' چنبیلی انتظار کی اذیت کو جھاڑ، جھپاڑ سے ٹہلا رہا تھا۔
شریف الدین کو اچھی طرح اندازہ تھا اس نے اسٹیل کی تھال میں بریانی بھر کر نیلم پری کو تھمائی اور آہستہ سے بولا۔
''بھاگ گرو جی کو پکڑا...... نہیں تو جلے کو جلوس (جلوس) بنا دیں گے۔'' نیلم پری دانت نکوس کر ہی، ہی کرتا بھاگا۔
نیلم پری نے تھال تھماتے ہوئے گویا چٹکی بھری...... بریانی کی تھال ہاتھ میں ہی ہوتی تو نیلم پری کی ٹھکائی ہو جاتی۔ مگر وہ انتقام کی آگ بجھا کر چٹکی کاٹ کر دوڑ پڑا تھا۔
''حرام خور...... میری ناشکری سوکن......'' چنبیلی نے گرم، گرم بڑی سی بوٹی یوں دانتوں سے بھنبوڑی گویا نیلم پری کی ہڈیاں چبا رہی ہو۔
''صاحب جی بیمار پڑے ہیں...... بینک کو تالے پڑے ہیں۔'' چنبیلی کے دل سے آہ اور منہ سے بھاپ نکل رہی تھی۔

☆☆☆

عرشلہ چیک اپ کے لیے زین کو لے کر نکلی تھیں۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ دونوں بیک سیٹ پر تھے۔ زین نے عرشلہ سے کوئی خاص بات بذریعہ میسج نہیں کی تھی بس کار میں بیٹھتے ہی سیٹ کی بیک سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔

عرشلہ کے پاس عامر کے دو، تین شریر سے میسج آئے ہوئے تھے۔ وہ ریپلائی کرنے میں مصروف ہو گئیں اور سلسلہ چل پڑا۔ عامر نے عرشلہ کو آن لائن پا کر گویا اپنی بوریت دور کرنے کی کوشش کی۔ تقریب کے لیے رات نو بجے کا وقت مقرر تھا اور ابھی نو بجنے میں بہت وقت تھا۔ چیک اپ سے فارغ ہو کر اسے خود بھی تیار ہونا تھا۔ بیوٹیشن کو عرشلہ نے چھ بجے بلایا تھا۔ عامر سے رابطے کے دوران انہوں نے کئی مرتبہ زین کی طرف دیکھا تھا وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ ایک نظر میں گہری نیند سونے ..... کا شائبہ ہوتا تھا۔ عرشلہ کے ہونٹوں پر ہلکی، ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ زندگی میں اچانک جیسے رنگ اترنے لگے تھے۔

زین کی طرف سے دل کو تسلی تھی۔ شہر کا بہترین فزیشن یقین دلا چکا تھا کہ بتدریج زین کی آواز بحال ہو جائے گی مگر یک دم سیل فون ان کے ہاتھ سے پھسل کر پیروں میں جا گرا کیونکہ زین مٹی کے ڈھیر کی طرح ان کی طرف لڑھک آیا تھا۔

''گل شیر...... گاڑی سائڈ میں لگاؤ...... یہ...... زین کو کیا ہوا......؟'' عرشلہ بدحواس ہو کر چیخ پڑیں۔ گل شیر ساٹھ سال سے اوپر کا مضبوط اعصاب کا افغانی النسل جی دار پٹھان تھا۔ اس نے بیک ویو مرر میں پیچھے سیٹ کا جائزہ لیتے ہوئے اور انڈی کیٹر دیتے ہوئے سکون سے کار سائڈ میں روک دی۔

اس دوران عرشلہ پاگلوں کی طرح کبھی زین کی نبض دیکھتیں اور کبھی اس کے سینے پر ہاتھ جما کر دھڑکن کا اندازہ کرتی رہیں۔

digest novels lovers group 🩶🩶

''پریشانی کا کوئی بات نہیں اے میم صاب...... آپ حوصلہ رکھو...... اسپتال ای جاتا اے ناں...... ایمرجنسی میں لے جائے گا...... ابھی کمزور اے...... خون کا کمی اے...... مریض کو بھی چکرا آتا اے...... بے ہوش ہوتا اے......'' گل شیر ...... نے سر پر جمی یونیفارم کیپ اتاری۔ پھونک مار کر دوبارہ پہن لی۔ اسے کیپ پہننے سے بہت الجھن ہوتی تھی مگر ثمینہ کا حکم تھا۔ ''فل یونیفارم میں ڈیوٹی کیا کرو۔ ہمارے ساتھ لوڈر کا ڈرائیور بن کر کار نہ چلایا کرو۔''

''تم کتنے آرام سے بول رہے ہو...... یہ بیٹھے، بیٹھے بے ہوش ہوا ہے...... تم پریشان ہی نہیں ہوئے۔ اتر کر چھو کر تو دیکھو...... مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی......'' بوکھلاہٹ میں عرشلہ یہی کر سکتی تھیں کہ ماتحت کو دو چار سنا دیں۔

''میم صاحب...... سب کا پریشان ہونے سے آفت نہیں ٹلتا...... اور روڈ پر میں کیوں ''ٹیم'' ضائع کروں...... جبکہ ام تو اسپتال ای جاتا اے...... میرے چھونے سے علاج نہیں ہوتا...... علاج ڈاکٹر کرے گا...... ابھی...... چلیں......؟'' معقل مند، کھلا کھایا ڈرائیور کار رکنے کی وجہ سے اور اسپتال پہنچنے میں تاخیر کی وجہ سے کوفت میں مبتلا ہو رہا تھا۔

''اسی واسطے امارا مذہب میں دو عورت کا گواہی اے...... عورت پریشانی میں اپنا بھی اور دوسروں کا بھی مت مارتا اے۔'' وہ سوچ رہا تھا۔ گل شیر نے عرشلہ کا جواب یا اثبات سے بغیر کار اسٹارٹ کی اور ریس دی۔

''گل شیر...... تم تو پانچ وقت نماز پڑھتے ہو...... تہجد بھی پڑھتے ہو...... دعا کرو...... زین کو کچھ نہ ہو...... میرے بیٹے پر ایک کے بعد ایک مصیبت آ رہی ہے۔'' عرشلہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے وہ زین کو اپنے ساتھ لگائے اس کے سر پر بوسے دے رہی تھیں۔

''اللہ کا مخلوق کا مدد کرو میم صاب...... خیرات نکالو۔ جب مال گنتی سے زیادہ ہوتا اے تو زکوٰۃ میں گڑبڑ ہوتا اے...... زکوٰۃ کا نیت کرو...... ساتھ خیرات نکالو......'' ڈرائیور نے اپنے مطلب کی بات کرنے کا بہترین موقع ضائع نہیں کیا۔

''جو دینا ہے تمہیں ہی دے دیتی ہوں۔'' عرشلہ نے معصومیت سے اپنا ہینڈ بیگ کھولنے کی نیت سے سنبھالا۔

”ام غریب نہیں اے میم صاحب...... آپ ام کو اچھا تنخواہ دیتا ہے، رہنے کو کوارٹر اے...... ناشتا، روٹی مفت ملتی اے...... ام کو زکوٰۃ خیرات حلال نئیں اے......“ گل شیر نے تو اس نازک صورتِ حال میں بھی عرشلہ کو حیران کر دیا، وہ تو یہی گمان کر رہی تھی کہ گل شیر نازک وقت کا فائدہ لینے کی کوشش کر رہا ہے۔

”پھر کہاں دوں......؟ یہ سب کام تو ممی کرتی ہیں؟ ڈونیشن وغیرہ۔“ عرشلہ نے پھر گھبراہٹ میں زین کو اپنے ساتھ لگا کر زور سے دباتے ہوئے کہا۔

”اسپتال میں غریب کی مدد کے واسطے ڈبا ہوتا اے میم صاحب، اس میں دس بیس ہزار ڈال دو...... اور ڈال کر سوچنا مت...... بھول جانا۔“ پرانا ڈرائیور تھا، بکین کھلتے ملتے نہیں تھے مگر وہ نبض تو پہچانتا تھا...... اس دنیا کی یہ ٹھوس حقیقت ہے کہ انسان جو تعلق بھی بناتے ہیں وہ تعلق ایک دوسرے کے خیالات کے ذریعے باہم جوڑ بھی دیتا ہے اور الفاظ سے زیادہ احساسات باہم ربط بناتے ہیں۔

”تھینک یو ویری مچ...... گل شیر...... واقعی اس وقت تو میرا دماغ بالکل کام نہیں کر رہا۔“ عرشلہ کو گل شیر کا مشورہ کسی نعمت کی طرح محسوس ہوا...... اور گھبراہٹ میں قدرے کمی واقع ہونے لگی۔ اب وہ بہت محبت سے اپنا ہاتھ زین کی پشت پر پھیر رہی تھیں۔ سامنے اسپتال قریب آنے کی نشانیاں بھی ظاہر ہو رہی تھیں...... اب انہیں کار سے اتر کر اسپتال میں داخل ہونے کی جلدی تھی۔

زین مٹی کے ڈھیر کی طرح ان پر سارا وزن ڈالے ہوئے تھا۔

☆☆☆

”مامی صبح صبح خود آ کر انوی ٹیشن دے کر گئی ہیں...... ورنہ میں آپ کو بھی نہیں جانے دیتا۔“ واصف عجلت کے انداز میں ٹیوشن جانے کی تیاری کر رہا تھا...... ہاتھ میں ڈرائیر تھا جسے چند سیکنڈز آف کر کے اس نے حیران پریشان کھڑی شمسہ کو جواب دیا تھا جو اس سے تصدیق کرنے آئی تھیں کہ وہ ان کے ساتھ نکاح کی تقریب میں جا رہا ہے یا نہیں...... قدرے خوش گمانی سی تھی کہ شاید مامی کے خود آ کر مدعو کرنے سے اس کے دل میں کوئی نرم گوشہ پیدا ہوا ہو۔

”میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم نکاح میں جانے کی تیاری کر رہے ہو۔“ وہ سادگی سے گویا ہوئی تھیں۔

”واہ، کیا بات ہے، آپ کی سمجھ کی...... میں نے کل شفٹنگ کی وجہ سے چھٹی کی تھی۔ یعنی میرا اسنڈے کل تھا۔ آج میرا Monday ہے ماں...... اسٹوڈنٹس کے سمسٹر قریب ہیں، گارڈین مجھے ہینڈسم اماؤنٹ بچوں کے شاندار رزلٹ کے لیے پے کرتے ہیں......“

”یہ تو مجھے بھی پتا ہے، میں تو تمہاری اس مصروفیت پر بہت خوش ہوں۔ تم پہلے سے زیادہ وقت کی قدر کرنے والے اور بہت کانفیڈنٹ نظر آتے ہو، اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں...... مگر......“

”اس مگر کو آپ سنبھال کر رکھیں پھر کسی وقت کام آ جائے گا...... میں لیٹ ہو جاؤں گا۔“ وہ بولا۔

”اچھا آپ تیار ہونے سے آدھا گھنٹا پہلے مجھے فون کر دیجیے گا۔ میں ان ڈرائیو یا کریم بھجوا دوں گا۔ بڑی کار بھجواؤں گا...... شان سے جائیے گا۔“ یہ کہہ کر اس نے ڈرائیر آن کر دیا۔ اب شور کی وجہ سے شمسہ کو کئی باتیں دل میں رکھ کر کمرے سے باہر آنا ہی پڑا۔

ڈرائیر کا شور اس وقت واصف کے لیے نجات و پناہ کا استعارہ تھا۔ اس کے اپنے وجود میں خیال کی طوفانی موجوں نے حشر برپا کیا ہوا تھا۔ وہ ناکامی، نامرادی سب سے بڑھ کر کم مائیگی و ذلت کے شدید ترین احساس سے وہ قوت کشید کر رہا تھا۔ جو اسے سو سال تک زندہ سلامت رہنے اور زمین پر فولاد کی طرح گڑ جانے کا جذبہ مہیا کر سکتی تھی۔ شاید شمسہ نے تخلیق کے عمل سے گزرنے کے دوران جو زندگی کا قیامت خیز دھچکا برداشت کیا تھا اس دھوکے،

دھچکے میں اتنی توانائی تھی اس قدر کی شدت تھی کہ وہ ساری توانائی پیدا ہونے والے بچے کے ارادے میں ڈھل گئی تھی۔
وہ بوجھل دل کے ساتھ اپنے کمرے میں چلی آئیں تاکہ تقریب میں پہننے کے لیے لباس کا چناؤ کر لیں۔ خود کو پابند کر رہی تھیں کہ اب وہ اس موضوع پر واصف سے کوئی بات نہیں کریں گی۔ دل اپنی بولی میں کہہ رہا تھا۔ ''اپنے جگر گوشے کی انجانے میں دل آزاری کر رہی ہو۔'' وہ دل کی بولی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

digest novels lovers group 🩶🩶

''بھئی آج کا سنڈے تو Monday لگ رہا ہے۔'' داؤد علوی ہنستے ہوئے پورچ کی طرف سے لان میں آ رہے تھے۔ گولف کلب سے واپس آئے تھے اور ایک خاص انداز کا ڈریس پہنے ہوئے سن گلاسز کے ساتھ بہت شاندار نظر آ رہے تھے۔ واصف، عالی جاہ اور عالی شان کے ساتھ گرین اور اورنج چھتری نما شیڈ کے نیچے بیٹھا تھا۔ وہائٹ لان چیئر کے سیٹ کی مربع نما میز پر کتابیں، کیلکولیٹر، سیل فون پڑے ہوئے تھے۔
''lots of thanks sir۔ آپ نے کل مجھے فیور دیا اور میرا بڑن ختم ہوا۔'' واصف نے کھڑے ہو کر داؤد علوی سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ جسے داؤد علوی نے بڑی گرم جوشی سے تھام لیا۔
''نو پرابلم جینٹل مین، اتنا تو کرنا چاہیے۔ میرے لیے یہی بہت ہے کہ میں اپنے سلیکشن پر مطمئن ہوں...... تم اتنے ڈیوٹی فل ہو کہ سنڈے کو بھی اپنی ڈیوٹی پے کر رہے ہو...... اور مجھے کیا چاہیے۔''
''sorry to say...... ممّوا بھی ہم چھوٹے بچے ہیں...... سنڈے بہت میٹر کرتا ہے...... جو ویسے ہی بہت مشکل سے آتا ہے۔'' عالی جاہ کا موڈ خاصا آف تھا...... ایک تو اسے صبح دس بجے سے پہلے اٹھنا پڑا تھا جبکہ وہ اتوار کو دوپہر تین بجے سے پہلے نہیں اٹھتا تھا۔

دوسرا آدمی
چاہتوں کی چاشنی اور رشتوں کی تلخیوں کے درمیان جینے والے ایک خوبصورت تعلق کی خاطرداریوں کی داستان
ناہید سلطانہ اختر کے قلم کی روانی

عشق نارسا
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات **ایم آر راجپوت** کے قلم کا شاہکار

شہ زور
عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال

جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

مزید
اور
مرزا امجد بیگ کی دلیلوں کا سحر

سید احتشام، عیرق بخاری، عائشہ نصیر، شاہد لطیف
صائمہ دانش، شاہ زین رضوان و دیگر کی خوب صورت تحریریں

داؤد علوی اور واصف کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔
''ذرا دیکھو تو اس چھوٹے سے بچے کو..... میرے شولڈر سے شولڈر ملاتا ہے 65kg کا چھوٹا سا بچہ.....'' داؤد علوی نے اپنے صحت مند بھانجے کو ہلکی سی چپت رسید کی۔
''ویٹ..... ہائٹ سے کیا ہوتا ہے ممو..... age تو ہماری کم ہے ناں!'' عالی شان بھی منمنایا۔ 'سنڈے' ضائع ہونے کا دکھ اُدھر بھی کم نہیں تھا۔
اس سے پہلے کہ داؤد علوی اس کی بھی خبر لیتے مہ لقا تیز قدموں سے پورچ میں کھڑی اپنی سیاہ مرسڈیز کی طرف جاتی دکھائی دیں۔
داؤد علوی کے چہرے سے یکلخت مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ انہوں نے چوری، چوری ایک نگاہ واصف پر ڈالی اور "carry on" کہہ کر پورچ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ انداز ایسا تھا گویا فکر لاحق ہوگئی ہو۔
مہ لقا کی نظر کار کا دروازہ کھولتے ہوئے لان کی طرف گئی تھی اور فوراً ہی داؤد علوی کو اپنی طرف آتا دیکھ کر چلانے کے انداز میں گویا ہوئیں۔
''داؤد میں اوشین مال جا رہی ہوں..... بڑی زبردست فلیٹ ہے، آج فرسٹ ڈے ہے..... لیٹ ہو جاؤں گی تو کچرا ملے گا..... بائے ایوری باڈی۔'' یہ کہہ کر ڈور کھولا، ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گیٹ کھولنے کے لیے گارڈ کو متوجہ کیا..... گویا ہارن پہ ہارن دیا۔ شاید گمان تھا کہ گارڈ بہرا ہے۔ داؤد علوی تو لاجواب سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔
گیٹ کھلا..... کار بیک کے رخ باہر نکل رہی تھی۔
داؤد علوی کی آنکھوں میں بے بسی کی وہ کیفیت تھی جو صرف ان کے اور اللہ کے درمیان راز تھی۔
اس دنیا میں بے شمار ایسے انسان بستے ہیں جن کے 'لائف اسٹائل' پر ایک عالم رشک کرتا ہے مگر وہ خود روحانی مسرت کے ایک لمحے کے انتظار میں ساری عمر گنوا دیتے ہیں۔
واصف زیادہ دیر اُن کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ فوراً بچوں کی طرف متوجہ ہوا جن کے چہروں پر ایک محسوس ہونے والی شرمندگی واضح تھی۔

☆☆☆

بطور میزبان سالار صاحب اور سارہ کو مہمانوں کی آمد سے پہلے ہوٹل پہنچنا تھا۔ سالار صاحب پر تو احساسِ ذمے داری کی وجہ سے بڑا دباؤ پڑ رہا تھا۔ وقت سے کافی پہلے ہی تیار نظر آ رہے تھے اور سارہ کی جان کھا رہے تھے۔
''سارہ..... بس بھی کرو یار..... دیکھو چھ تو بج گئے ہیں۔ راستے میں جیم ٹریفک ملا تو مسئلہ ہو جائے گا۔''
''اوفوہ..... سالار مجھے سکون سے تیار تو ہونے دیں۔ ہاتھ پاؤں پھلائے دے رہے ہیں۔ میرا بروچ بھی پتا نہیں کہاں گر گیا.....'' سارہ رنگین ٹائلوں کے فرش پر نظر دوڑاتے ہوئے جھنجلا کر بول رہی تھیں۔
''اوہ تو بھئی..... کوئی دوسرا بروچ نہیں ہے تمہارے پاس..... اب بریلی کے بازار میں جھمکا ڈھونڈنے لگو گی.....'' سالار صاحب نے بے قراری سے شرٹ کی آستین اوپر کر کے پھر ریسٹ واچ پر نظر دوڑائی۔
اس تناؤ والے ماحول میں بھی سارہ کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔
''بڑے جھمکے وکمے یاد ہیں بھئی.....'' وہ نظر دوڑاتی ڈریسنگ کی طرف جا رہی تھیں۔
''کام چور..... نکما..... ڈفر.....'' سالار صاحب دونوں ہاتھ پشت پر باندھ کر ٹہلتے ہوئے بڑبڑانے لگے۔
''ہیں.....؟ کس کو بے بھاؤ کی سنا رہے ہیں.....؟'' سارہ نے چونک کر دیکھا اور تعجب سے گویا ہوئیں۔
''باپ کی طرح ایک نمبر کا ڈرامے باز.....'' سالار صاحب کو اپنی جھنجلاہٹ نکالنے کے لیے کوئی دستیاب نہ ہوا تو

دشمن جان، بھانجا یاد آ گیا کہ اس کے ہوتے کتنی سہولتیں حاصل تھیں اور نہیں تو مشکل اوقات میں تختۂ مشق تو میسر تھا۔

''جب جانے کا بولا...... تب نہیں گیا...... جیسے ہی پتا چلا کہ گھر میں کام بڑھ رہا ہے تو سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا...... ایک دن اور رک جاتا کم از کم ہوٹل پہنچ کر سپروژن تو کر لیتا...... اب سب کچھ منیجر پر چھوڑ کر بیٹھا ہوں۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی...... سالار...... بےحسی کی کوئی حد ہوتی ہے۔'' سارہ نے سالار صاحب کو مزید گل افشانی سے روک دیا تھا۔

''وہ اسی دن جا سکتا تھا...... اگر چلا جاتا تو آپ بہت خوش ہوتے کہ اس نے آپ کی بات بلکہ آپ کا حکم مان لیا......''

''دیکھو بھئی...... آج کا دن چھوڑ دو...... آج اپنی آنکھ کے تارے کی حمایت کرنے سے باز رہو...... میری بیٹی کی خوشی کا دن ہے۔''

''مجھے نہیں پتا...... وہ آپ کو کیوں یاد آیا...... میں نے تو اس کا نام تک نہیں لیا۔'' یہ کہہ کر سارہ جھپاک سے ڈریسنگ میں چلی گئیں اور جھٹکے سے ریشمی پردہ برابر کر دیا۔ ابھی فری کو بھی فون کرنا تھا جو تین بجے سیلون چلی گئی تھی۔ سالار صاحب کا دل مچلا ضرور تھا۔ کچھ ''فرمانے'' کی تڑپ جاگی تھی مگر چند ثانیے سوچنے کے بعد کمرے سے باہر چلے گئے۔

☆☆☆

''مائی گاڈ...... عرشی......'' ٹوٹو اپنی لمبی، لمبی پلکیں جلدی، جلدی جھپکتے ہوئے جیسے خود کو یقین دلا رہی تھی کہ وہ جو کچھ سن رہی ہے وہ بقائمی ہوش و حواس میں سن رہی ہے۔

"did he attempt suicide?" (کیا اس نے خودکشی کی کوشش کی۔)

''مجھے نہیں پتا...... ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ اس نے ٹرنکولائزر اوور ڈوز لی ہے۔'' عرشلہ یہ کہہ کر بچوں کے انداز میں آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگیں۔

''پتا نہیں وہ جانے والا تمہیں کس منحوس وقت میں بددعا دے کر گیا تھا خود چل کر یہ عذاب اپنے لیے خرید کر لائی ہو۔'' ٹوٹو کے تو گویا ہوش و حواس جاتے رہے تھے۔ شام ہو چکی تھی۔ عامر تیاری کر رہا تھا۔ ثمینہ کے فون پر فون آ رہے تھے اور اندر زین کو دوسری ڈرپ لگائی جا چکی تھی۔

''ٹوٹو...... ادھر دیکھو...... یہ دونوں ہاتھ جوڑ رہی ہوں تمہارے سامنے پلیز ممی کو تو ہوا نہ لگے...... وہ برداشت نہیں کر سکیں گی...... پلیز ٹوٹو......''

''اچھا ریلیکس کرو...... میرا دماغ خراب ہے جو آنٹی کو بتاؤں گی...... اگر انہیں کچھ شک بھی ہوا ناں تو وہ تمہارے لاڈلے کو گھر سے نکال دیں گی۔'' ٹوٹو خود بھی بہت پریشان تھی۔ فی الحال تو اس کی ڈیوٹی یہ تھی کہ وہ عرشلہ کو پُرسکون رکھے۔

عامر کتنا پُرجوش تھا۔ ایک طویل انتظار کے بعد گویا وہ فطری مسرت سے نہال تھا۔ عرشلہ کے حسن سے زیادہ اس کی سادگی و معصومیت نے اس کا دل موہ لیا تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں مچیور عمر کی اس قدر حسین و جمیل دولت مند خاتون وہ بھی جو کہ بنتِ رئیس ہو...... مگر سادگی ایسی کہ خاک نشیں کو رشک آئے...... نہیں دیکھی۔

مہنگی اور قیمتی اشیا استعمال کرتے ہوئے اس کے احساسات بالکل قابو میں ہوتے تھے۔ وہ اسے زندگی کا معمول جانتی تھی یہ نہیں کہ اسے معاشرے میں امتیاز حاصل ہے۔ جیسے کہ ایک دولت مند بچے نے ''غریب آدمی'' پر مضمون لکھا تھا۔ ''اس غریب آدمی کے گھر میں جتنے بھی نوکر تھے وہ سب غریب تھے۔''

ٹوٹو، اس خیال سے پریشان ہو رہی تھی کہ عامر سے اصل بات بھی چھپانی ہے (مطلب زین کی خودکشی کی کوشش والی) اور تقریب ملتوی کرنے کی خبر بھی دینی ہے...... ٹوٹو کو زندگی میں شاید ہی کوئی کام مشکل لگا ہو...... مگر اس

وقت گویا جوئے شیر لانے جیسا یہ کام سر پر آ پڑا تھا۔
"مجھے تو لگتا ہے اس نے یہ حرکت صرف اس لیے کی ہے کہ تمہاری شادی نہ ہو...... بہت ہی سیلفش ہے...... پتا نہیں کس نسل، خاندان سے ہے...... اس کے لیے عیاشی کی زندگی میں بس کوئی hurdle نہیں آنا چاہیے۔"
ٹوٹو شاید پہلی بار زین پر وہ بھی عرشلہ کے منہ پر طبیعت سے برس رہی تھی۔ اسے تو اپنی ساری محنت اکارت جاتی لگ رہی تھی۔ دو چار روز میں عامر نے واپس جانا تھا...... اس نے تو عرشلہ کے ضروری کاغذات بھی ٹوٹو سے لے لیے تھے تاکہ نکاح کے فوراً بعد عرشلہ کی روانگی کا بندوبست شروع ہو جائے۔
"نہیں، نہیں...... اس کا کیا قصور ہے ٹوٹو...... وہ اپنی مرضی سے تو میرے گھر نہیں آیا تھا۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ میں اس کی مدد کروں ......" عرشلہ کی بولتے، بولتے آواز بھرانے لگی۔ وہ چند ثانیے کو رکی اور خود پر قابو پانے لگی۔
"وہ بہت حساس ہے...... بہت کمزور دل ہے اس کا...... بہت انوسنٹ (معصوم) ہے...... پلیز اسے کچھ نہ کہو......" عرشلہ نے درخواست کی۔

digest novels lovers group 🩶🩶

"ٹوٹو...... عامر بہت اچھے ہیں انہیں تو کوئی بھی اپنا سکتا ہے۔"
"شٹ اپ...... پلیز...... یہ کوئی مذاق ہے۔ ثمینہ آنٹی یہ برداشت نہیں کر سکیں گی، زین adopted (لے پالک) ہے...... ماں تو سگی ہے ناں تمہاری...... انہیں تمہاری کتنی فکر ہے...... تمہیں ماں کا خیال نہیں......؟" ٹوٹو کا ذہن بہت پراگندہ ہو رہا تھا۔ اس وقت بس وہ چڑھائی کرنے کے موڈ میں تھی۔
"رات تک یہ ہوش میں آجائے گا اور عامر کے جانے سے پہلے تمہارا نکاح ہر صورت ہوگا۔ صرف یہی ایک بات آنٹی کو کنٹرول کر سکتی ہے۔ وہ دو تین دن صبر کر لیں گی۔ facts (حقائق) کو تو مانیں گی ناں......" یہ کہہ کر ٹوٹو نے خفا، خفا انداز میں جانے کو پر تولے اور شولڈر بیگ اپنے کندھے پر لٹکا کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔
"زین کو بولنا...... ٹوٹو آنٹی اسے get well soon نہیں بولیں گی۔ اس نے بہت غلط حرکت کی ہے۔ اب تم اسے لک آفٹر کرو...... میں سیل پر تم سے کونٹیکٹ میں ہوں۔" ٹوٹو اس کی طرف دیکھے بغیر آگے بڑھ گئی۔
عرشلہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے جاتا ہوا دیکھنے لگیں۔
"کسی کا بھی کوئی قصور نہیں...... ممی کا، نہ زین کا...... نہ ٹوٹو کا...... میری hard luck (بدقسمتی) کی وجہ سے اتنے لوگ suffer کر رہے ہیں...... کہیں میری وجہ سے عامر کو بھی......" وہ اپنے ہی خیال سے خوف زدہ ہو کر جیسے رک گئیں۔ اس سے آگے سوچتے ہوئے ان کے پر جلنے لگے تھے۔ یہ فطری عمل تھا۔ کسی بھی انسان کی زندگی میں خوشی جھلک دکھا کر اوٹ میں ہو جاتی ہو تو یاسیت و قنوطی پن فطری عمل ہوتا ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار، کوئی ہمیں ستائے کیوں......!

☆☆☆

جب سالار صاحب اور سارہ ہال میں داخل ہوئے تو فری کا فوٹو شوٹ چل رہا تھا۔ نظر پڑتے ہی سارہ نے ماشاءاللہ کہا اور نظر سے بچنے کی دعا پڑھی اور آگے بڑھ کر بیٹی کو گلے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔
سالار صاحب بھی بیٹی کی شاہانہ تیاری دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔ دور ہی سے ہاتھ اونچا کر کے "ویل ڈن" کا اشارہ کیا۔
میرون اور سی گرین پشواز...... سی گرین بارڈر والا میرون دوپٹا سی گرین چوڑی دار پاجامہ...... میک اپ بہت فطری تھا۔ دور سے رنگ و روغن کے لشکارے نہیں تھے۔ میک اپ سے زیادہ روحانی مسرت کی چمک نے

اسے جادو اثر جمال بخش دیا تھا۔ سارہ نے اسے آرٹیفیشل جیولری پہننے سے منع کیا تھا۔

''جب تمہارے پاس اللہ کی دی ہوئی بہترین نعمت موجود ہے تو اسے خاص موقع پر استعمال کرو...... پھر تمہاری ڈریسنگ سے بھی میچ ہو رہی ہے۔'' انہوں نے جب گولڈ کا گرین فیروزے سے آراستہ سیٹ اس کو دکھایا تو وہ گویا فدا ہی ہوگئی۔

''ہائے ماما...... یہ آپ نے کہاں چھپا کر رکھا ہوا تھا؟'' اتنا خوب صورت مکمل سیٹ تھا کہ آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ مکمل سیٹ جو چار جڑاؤ کنگن کے ساتھ تھا۔

''یہ تمہاری پیدائش پر تمہارے پاپا نے مجھے گفٹ کیا تھا۔ اور میں نے تمہارے لیے سنبھال کر رکھ دیا تھا۔ سنگاپور سے لے کر آئے تھے۔''

''پاپا...... دی گریٹ...... دیکھا، میرے پاپا کا دل کتنا بڑا ہے۔'' فری کی خوشی دیدنی تھی۔ فری نے گلوبند ہاتھ میں لے کر اس کا ڈیزائن غور سے ملاحظہ کیا تھا۔ گلوبند، بڑی، بڑی جھمکیاں، کنگن...... پہن کر تو وہ کسی ریاست کی نوخیز شہزادی ہی دکھائی دے رہی تھی۔

پہلے مہمان جوڑے کی آمد کے بعد سارہ نے فری کو اشارہ کیا کہ اب بس کرے اور برائیڈل روم میں جا کر بیٹھ جائے اور ریسٹ کرے۔

''میں نہیں بیٹھ رہی ماما...... اس چھوٹے سے روم میں...... یہاں اچھا لگ رہا ہے۔'' فری فوراً ہی بول پڑی تھی۔

''ٹھیک تو ہے...... بیٹھنے دو اسے یہیں صوفے پر......'' سالار صاحب کو بھی سارہ کی تاکید غیر ضروری لگی۔

''اوفوہ...... نکاح ہے...... اب دلہن، دولھا کو اٹھ کر ویلکم کہے گی؟ اظفر کو بٹھانے کے بعد ہی اسے لے کر آئیں گے۔'' سارہ نے دونوں باپ، بیٹی کو روایتی ادب و آداب بتائے۔

''او کے...... ماما...... میں تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤں گی...... لیکن ایک منٹ اظفر کو فون کر کے پتا تو کرلوں وہ لوگ کتنی دیر میں آئیں گے۔'' اس نے صوفے کے سامنے میز پر پڑا کلچ اٹھاتے ہوئے کہا۔

پہلا مہمان کپل جو سالار صاحب کے جونیئر اور کولیگ تھے اپنی بیگم اور سالار صاحب کے بے ساختہ قہقہے میں شریک ہوئے تو سارہ خجل سی ہو کر رہ گئیں۔

''آرام سے بیٹھ جاؤ، یہ ہمارا کام ہے...... آج تم اظفر کو کوئی کال نہیں کرو گی...... تمہارے پاپا کی بات ہوگئی ہے۔ آدھے گھنٹے تک پہنچ جائیں گے۔'' سارہ نے مہمان جوڑے کی طرف دیکھ کر خفت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ فری کو ٹوکا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں برائیڈل روم میں جانے کا اشارہ کیا تھا۔

''چھوٹی عمر ہے...... اے لیول کی اسٹوڈنٹ ہے...... بس قسمت کی بات ہے اچانک ہی سلسلہ شروع ہو گیا۔'' سالار صاحب نے گویا بیٹی کی بے ساختگیوں پر صفائی پیش کی تھی۔

''جی ہاں...... یہ ٹھیک ہے مگر ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ شادی کرتے نہیں ہیں۔ شادی ہوتی ہے...... بس کسی بھی وقت یہ خوب صورت واقعہ وقوع پزیر ہو جاتا ہے۔'' مہمان خاتون نے رنگ و نور سے جگمگاتے ماحول پر نظر دوڑاتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''یہ حقیقت ہے۔'' سارہ نے آداب میزبانی نبھاتے ہوئے بہت اخلاق سے کہا۔ مہمان خاتون جن سے سارہ کی تقریبات میں ہی ملاقات ہوتی تھی۔ سالار صاحب کے سرکاری ڈنر وغیرہ میں۔

''یقین کریں بھابی تین سال میں میرے دس بارہ پروپوزلز آئے۔ سب کے سب اچھے تھے...... مگر حیران کن

بات یہ ہوتی تھی کہ ایسا کچھ اچانک ہو جاتا تھا کہ سب کچھ او کے ہونے کے بعد بات آگے نہیں بڑھتی تھی۔ میں نے گھر والوں کو کہہ دیا تھا کہ اب میں کسی کے سامنے نہیں جاؤں گی اور لڑکے سے تو بالکل بات نہیں کروں گی۔ ڈپریشن میں جا رہی تھی میں کہ یہ کیا تماشا ہے ہر وقت کا۔ اور دیکھیں...... پھر کیا ہوا...... یہ آئرلینڈ سے چھٹیوں پر آئے اور ہماری ایک ہفتے کے اندر، اندر شادی بھی ہو گئی جبکہ کوئی ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔'' مہمان خاتون نے محبت بھری نظر شوہر پر ڈال کر گئے ہاتھوں آپ بیتی سنا دی۔

''بھئی...... میری شامت آئی تھی۔ حالانکہ میں تو چھٹیاں ہانگ کانگ میں گزارنے کا پلان کر رہا تھا اور پھر ہم یہیں کے اور انہی کے ہو کر رہ گئے۔'' شوہر نامدار نے گرہ لگائی اور سارہ و سالار صاحب کے قہقہے نے دلفریب منظر کو مزید پُراثر بنا دیا۔ آنے والے مہمانوں کے لیے یہ قہقہے ایک گرم جوش ''خوش آمدید'' کے معنوں میں تھے۔ ساتھ ہی فری کی کالج کی دو تین کلاس فیلوز بھی گفٹ بیگ اٹھائے اندر داخل ہو رہی تھیں۔ اب سارہ اور سالار صاحب مہمانوں کے استقبال کو تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

☆☆☆

''آنٹی...... ریلیکس کریں پلیز...... لائف میں ایسا ہو جاتا ہے...... اب اس کے ساتھ ہیلتھ ایشوز تو چل ہی رہے ہیں۔''

''مجھے صحیح بتاؤ، آخر ہوا کیا ہے......؟'' ثمینہ کی صحت و عمر اس طرح کی ''بریکنگ نیوز'' کی متحمل نہیں تھی۔ ان کا وجود لرز رہا تھا اور وہ پھٹی، پھٹی آنکھوں سے جو ماضی میں کبھی ''غزالی'' رہی تھیں۔ اب باریک، باریک جھریوں میں مقید ہو کر بمشکل پوری کھل پاتی تھیں۔ ٹوٹو کو دیکھ رہی تھیں۔

''آنٹی...... اسی کو زندگی کہتے ہیں...... اگلے پل میں کیا ہو جائے کوئی بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔'' ٹوٹو نے ثمینہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بہت پیار سے دبایا۔ وہ اسپتال سے سیدھی ثمینہ کے پاس پہنچی تھی جو اتنی زیادہ پریشان تھیں۔ اگر وہ کچھ لیٹ ہو جاتی تو ادھر بھی ایمرجنسی ڈکلیئر ہو سکتی تھی۔

''وہ...... ٹوٹو...... عامر......'' ثمینہ کی ذہنی حالت ایسی ہو رہی تھی کہ وہ عام سے الفاظ بھی مرتب نہیں کر پا رہی تھیں۔

''عامر کی تو آپ بالکل فکر نہ کریں۔ ہم کون سا huge فنکشن کرنے جا رہے تھے۔ سب کچھ گھر میں ہونا تھا۔ وہ کل، پرسوں ہو جائے گا۔ عامر کو تو الٹا آپ لوگوں کی فکر ہو رہی ہے وہ تو اسپتال آ رہا تھا۔ میں نے روک دیا کہ اب ایسی بھی کوئی سیریس سچویشن نہیں ہے۔'' ٹوٹو نے ایک مرتبہ پھر ثمینہ کا ہاتھ نرمی سے دبایا۔

ٹوٹو کے اعتماد اور تسلی دینے کے عمل سے ان کی حالت سنبھلنے لگی۔

''اچھا کیا...... ہم اسے اپنی مصیبتوں میں ابھی سے کیوں انوالو کریں، کیا سوچے گا وہ......'' ثمینہ کچھ کہتے، کہتے رک گئیں۔

''کچھ نہیں سوچے گا۔ البتہ آپ بہت اوور تھنکنگ کرتی ہیں۔ اوائڈ کیا کریں...... اسٹریس آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔ آپ تو خود پیشنٹ ہیں۔ فل ٹائم نرسنگ ہو رہی ہے۔'' ٹوٹو نے اب اٹھ کر ان کی پشت پر جا کر ان کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

''آنٹی...... پرامس کریں آپ پریشان نہیں ہوں گی۔ سکون سے ڈنر کریں گی ٹائم سے میڈیسن لیں گی۔ trust upon Allmighty'' (اللہ پر بھروسا رکھیں)

ٹوٹو کا انداز اتنا پیار بھرا اور اپنائیت کا مظہر تھا کہ ثمینہ پر جادو سا ہو گیا۔ معصوم بچوں کی طرح انہوں نے ٹوٹو کے ایک، ایک لفظ کا یقین کر لیا۔

''ٹوٹو...... مائی ڈارلنگ...... تم تو میرے لیے ایک فرشتہ ہو...... then let, see......آپ کتنی blessed ہیں۔ اللہ میاں نے آپ کو فرشتے دیے ہیں۔ عرشی تو مجھ سے بھی زیادہ کیوٹ فرشتہ ہے۔'' ٹوٹو، ثمینہ کو پرسکون کرنے کے لیے جان توڑ کوشش کر رہی تھی اور کامیاب بھی تھی۔ یہ الگ بات کہ اس کا ذہن پریشان حال عرشلہ کی طرف تھا۔ ٹوٹو اب گھوم کر ثمینہ کے سامنے سرو قد کھڑی ہو گئی تھی۔ ثمینہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اس نے سکھ کی سانس لی کہ ''مشن 123'' مکمل ہوا۔

''اب میں دوبارہ اسپتال جاؤں گی۔''

''ہاں، ہاں...... تمہیں وہاں ضرور جانا چاہیے۔'' ثمینہ نے بے صبری سے قطع کلامی کی تھی۔ اپنی بیٹی کی پریشانی یاد آ گئی۔

''ہو سکے تو اپنے ہزبینڈ کو میری طرف سے ریکویسٹ کرو...... اور آج رات تم عرشی کے ساتھ ہی رکو۔'' ثمینہ کو اپنی ''بیوقوف اور تنہا'' بیٹی پر آئی پریشانی نئے سرے سے تنگ کرنے لگی۔

''فکر ہی نہ کریں...... وہ تو آج خود بھی لیٹ آئیں گے۔ آنٹی آپ اتنے تکلف سے کام نہ لیا کریں...... میں بھی آپ کی بیٹی ہوں۔'' ٹوٹو نے جھک کر ان کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ جواباً ثمینہ نے بھی اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر پیشانی چوم لی۔

''تم بیٹی نہیں ہو...... بیٹا ہو میرا...... کتنا حوصلہ دیتی ہیں تمہاری باتیں۔ ورنہ تو یہ اتنا بڑا گھر ہمارا مزار ہی بن جاتا۔'' افسردگی سے بولتے، بولتے ایک دم ان میں تبدیلی واقع ہوئی تھی۔ آنکھوں میں وحشت سی ابھر رہی تھی۔

''کاش اس وقت میں عرشی کو allow نہیں کرتی۔ میں نے یہ عذاب اپنے ہاتھوں سے خریدا ہے۔ بظاہر بیٹا ہے مگر اس نے کون سا میرا خاندان بڑھانا ہے۔ یہ ہمارا DNA تو نہیں ہے۔ ایسی انویسٹ منٹ جس میں کوئی پرافٹ نہیں۔''

جانے کے لیے پر تولتی ٹوٹو کو اپنی محنت ٹھکانے لگتی محسوس ہوئی۔

''اوہ آنٹی پلیز...... ریورس گیئر کیوں لگانے لگتی ہیں۔ اچھا ہے ایک انسان کو آپ کی وجہ سے فائدہ ہوا۔ عزت کی زندگی نصیب ہوئی، انجانے میں تو آپ سے یہ ایک نیکی کا کام ہوا ہے۔ جو کچھ ہم انجوائے کر رہے ہیں، یہ ہمارے ساتھ نہیں جائے گا نا، کوئی اچھا کام کریں گے تو اللہ کے ہاں اس کا weight بھی ہوگا اور ویلیو بھی۔'' ٹوٹو اب اپنے انداز میں دین پھیلانے لگی کہ اب آخری راستہ یہی نظر آ رہا تھا۔

''ماریہ...... پلیز ادھر آ جاؤ...... میں لیٹ ہو رہی ہوں۔'' اس نے صدا لگائی تاکہ ثمینہ کو یقین آ جائے کہ وہ انہیں ماریہ کے حوالے کر کے واقعی جا رہی ہے اور وہ ''اچھے بچوں'' کی طرح خاموش ہو جائیں۔

☆☆☆

نکاح کے بعد مبارک باد کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ سالار صاحب، سارہ اور نعیم قریشی ادھر اُدھر آتے جاتے مہمانوں سے مبارک باد وصول کرتے نظر آ رہے تھے۔ سالار صاحب کی خوشی کا یہ عالم تھا کہ بات، بات پر قہقہے لگاتے تھے۔ شمسہ...... دلہن کی خصوصی نشست کے عین سامنے صوفے پر بیٹھی تھیں۔ جس وقت ہال میں داخل ہوئیں نکاح ہو چکا تھا۔ سالار صاحب، نعیم قریشی کے ساتھ مہمانوں کی بھیڑ میں گھرے ہوئے تھے۔

وہ سارہ کو تلاش کرتی ادھر اُدھر متوجہ ہوئے بغیر آگے بڑھی تھیں مگر بھابی انہیں فوراً دکھائی نہیں دی تھیں۔ البتہ فری اور انصر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیے خود چل کر مہمانوں سے ملتے مبارک باد وصول کرتے دکھائی دیے تھے۔ شمسہ تیزی سے فری کی طرف یوں بڑھی تھیں جیسے کسی جنگل میں بھٹکنے والے کو باہر نکلنے کا راستہ سوجھ گیا ہو۔

فری بھی پھپھو کو دیکھ کر وارفتگی سے خود آگے بڑھی تھی اور ان کے گلے لگ گئی تھی اور دیر سے آنے کا شکوہ بھی کیا تھا۔
''پھپھو...... آپ نے کون سا پارلر میں تیار ہونا تھا پھر بھی لیٹ آئی ہیں، نکاح کے ٹائم تو آپ کو میرے برابر میں بیٹھنا چاہیے تھا۔''
''سوری بیٹا! اصل میں واصف نے in drive بک کرائی تھی، وہ کسی وجہ سے کینسل ہو گئی پھر دوبارہ کوشش کی تو آدھا گھنٹہ ضائع ہو گیا۔'' شمسہ نے فری کی طرف پیار سے دیکھا تھا۔ نظر بلائیں لے رہی تھیں۔
''لیکن آپ تو واصف کے ساتھ بائیک پر آرام سے آ جاتی ہیں۔'' فری کی بات جو اس کی فطرت سے عین مطابقت رکھتی تھی سن کر شمسہ نئے نویلے داماد کی طرف دیکھ کر قدرے مجوب سی نظر آئیں اور انصر حیرانی کی انتہا پر......
''ارے...... آپ لوگ پھپھو کو اپنے ساتھ لے آتے، اکیلا چھوڑ کر کیوں آ گئے تھے؟ آنٹی آپ کا بیٹا کہاں ہے؟ ابھی تک اس سے ملاقات نہیں ہوئی۔ شیور، آج تو آیا ہے ناں......؟'' انصر اپنے مخصوص سادہ انداز میں شمسہ سے زیادہ فری کی طرف متوجہ تھا۔ فری کو اپنے تاثرات چھپانا عذاب ہو گیا۔ اس نے مدد طلب نظروں سے شمسہ کی طرف دیکھا تھا۔

digest novels lovers group 🩶🩶

''بیٹا، اس کی کلاسز تھیں۔ وہ کافی لیٹ ہو رہا تھا۔ اس لیے میں اکیلی آ گئی...... مگر...... ان شاء اللہ وہ رخصتی کی تقریب میں ضرور شرکت کرے گا۔'' شمسہ نے بات سنبھالی۔ فری نے سکون کی سانس لی۔
اتنی دیر میں سارہ کی نظر شمسہ پر پڑ چکی تھی۔ وہ انہی کی طرف آ رہی تھیں۔
''ٹھیک ہے فری...... بھابی آ رہی ہیں...... آپ دونوں اپنے مہمانوں سے ملیں۔''
''پھپھو...... پرسوں ہماری طرف سے فری کی فیملی ڈنر پر انوائٹڈ ہے آپ واصف کے ساتھ ضرور آیئے گا۔''
ابھی شمسہ نے ایک قدم اٹھایا ہی تھا کہ انصر نے انہیں مخاطب کر کے دعوت بھی دے ڈالی۔ فری کی تو جان پر بن گئی مگر سارہ نے بھی سن لیا تھا کہ انصر شمسہ اور واصف کو مدعو کر رہا تھا۔
کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے...... بے حساب خوشی کی برسات کے دوران کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو بظاہر ''کچھ'' بھی نہیں ہوتا...... مگر ایک ایسی سوچ دماغ میں اٹک جاتی ہے کہ پھر خوشی کا سارا دورانیہ اس سوچ کے ساتھ ہی تمام ہوتا ہے۔
سارہ نے شمسہ سے واصف کی بابت کوئی بات نہیں کی تھی۔ اتنی حاضر دماغ اور سمجھدار تو تھیں کہ نہ کیے جانے والے سوال کے جواب سے آگاہ تھیں۔
''چلو آؤ...... اپنے بھائی کو مبارک باد دے دو۔ ڈنر بھی شروع ہونے والا ہے پھر وہ بہت مشکل سے ہاتھ آئیں گے۔'' سارہ، شمسہ کا ہاتھ تھام کر آگے بڑھیں مگر شمسہ کی چال میں ہچکچاہٹ تھی۔ بدقت تمام گویا ہوئیں۔
''بھابی...... رہنے دیں...... کہیں الٹا نہ پڑ جائے۔ اللہ نظر سے بچائے بھائی بہت خوش ہیں۔''
''کیسی باتیں کر رہی ہو شمسہ......! کوئی حد ہوتی ہے۔ تم سگی بہن ہو، اپنے گھر میں برکت چاہیے تو تمہاری مبارک باد لینا ہو گی۔'' سارہ نے شمسہ کا ہاتھ بہت اپنائیت سے دباتے ہوئے بہت دھیمی آواز میں ٹوکا۔ جب سالار صاحب کے قریب پہنچیں تو شمسہ کو اتنا شدید اختلاج و گھبراہٹ لاحق ہوئی کہ انہوں نے سارہ کے ہاتھ سے زبردستی اپنا ہاتھ چھڑا لیا تھا۔
''بھائی اپنے دوستوں سے بات کر رہے ہیں بھابی...... میں وہاں نہیں جا رہی، انجانے لوگوں کے سامنے نہیں کھڑی ہوں گی۔ میں اِدھر بیٹھتی ہوں۔'' شمسہ نے ایک صوفے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
''بھائی نظر آئیں گے تو میں خود اٹھ کر مبارک باد دے دوں گی۔ آپ مہمانوں کو دیکھیے۔''
''اندازِ غلامی'' کی خوگر شمسہ کا انکار بہت واضح تھا۔ وہ انکار کرتی ہوئی بہت مضبوط اور فیصلہ ساز محسوس

ہوئیں۔ چوبیس سال پہلے والی ثمینہ جس نے جواریوں کی طرح ایک بے خوف فیصلہ کیا تھا۔
رنگ ونور کی بارش، آوازوں کا ہنگام اپنی جگہ تھا مگر سارہ نے ثمینہ کے جواب و انداز کو بہت گہرائی سے محسوس کیا تھا اور ایک گہری نظر سے دیکھتے ہوئے بہت اختصار سے گویا ہوئیں۔
''ہاں ٹھیک ہے...... مگر بھائی سے ملے بغیر نہیں جانا ہے...... امید ہے میری بات رکھو گی۔'' یہ کہہ کر وہ ایک خاتون کی طرف بڑھیں جو غالباً انہی کو تلاش کرتی ہوئی آرہی تھیں اور اپنا کلچ والا ہاتھ بلند کر کے انہیں متوجہ کر رہی تھیں اور شاید لیٹ آنے والے مہمانوں میں شامل تھیں۔
''آپ ہی کی بات تو رکھنی ہے بھابی...... بات رکھوں گی تو بات بنی رہے گی۔'' ثمینہ نے گہری سانس لے کر اطراف میں نظر دوڑائی۔
فری اپنی کلاس فیلوز کے جلو میں کھڑی نظر آئی جو اظہر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں مصروف تھیں۔ اسی لمحے انہوں نے دیکھا کہ فری کے تین چار کلاس فیلوز (لڑکے) ایک بڑا سا گفٹ باکس اٹھائے فری کے پاس آگئے۔ باکس اتنا بڑا تھا کہ اس میں صوفہ سیٹ کا سنگل پیس پیک کیا جا سکتا تھا جس پر چمک دار پیپر سے پیکنگ کی گئی تھی۔
سب ہی لوگ نوجوانوں کی شرارت کی طرف متوجہ ہو رہے تھے۔
''اتنے بڑے box میں کیا اٹھا کر لے آئے ہو تم لوگ......؟'' فری حیرت و خوشی سے اونچی آواز میں بول رہی تھی۔
ثمینہ بھی سب کچھ بھول بھال کر شرارتی نوجوانوں کی طرف متوجہ ہو گئیں...... جن کی وجہ سے تقریب اپنے جوبن کو چھونے لگی تھی۔
اظہر کے تاثرات ایسے تھے کہ ہنسنے کے لیے کوئی لطیفہ سنانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس کے لیے تو یہ واقعہ بہت ہی حیرت انگیز و دلچسپ تھا۔
''بہت ہیوی لگ رہا ہے...... کیا ہے بھئی اس میں......؟'' سارہ بھی سب کچھ چھوڑ، چھاڑ قریب آ کر بڑے شوق سے نظارہ کرنے لگیں۔
''آنٹی...... گفٹ اس طرح سب کے سامنے نہیں کھولتے گھر جا کر آرام سے دیکھیے گا۔'' زویا نے اپنے فیلوز کی طرف چپکے سے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔
''اچھا تو بھئی...... اس کو کہیں رکھوا دو...... کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے، تم لوگ آؤ کھانا کھاؤ۔'' سارہ ایک دم حواسوں میں آگئیں۔
سالار صاحب پہلے ہی مہمانوں کو کھانے کے لیے کہہ چکے تھے۔ لوگ اپنی، اپنی ٹیبل سے اٹھ کر بوفے کی میزوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔
ثمینہ نے دیکھا سارہ، اظہر اور فری کو اس خاص میز کی طرف لے جا رہی تھیں جہاں بارات میں آنے والے مہمان تشریف فرما تھے۔
غالباً فری کے کہنے پر ہی اس کے کلاس فیلوز باکس اٹھا کر برائیڈل روم میں رکھنے جا رہے تھے۔ یہ ایسا پُراسرار box تھا کہ کھانا سامنے ہونے کے باوجود بہت سے مہمانوں کا ذہن اس میں اٹکا ہوا تھا۔ گویا ''بچوں'' نے اتنا بڑا گفٹ پیش کر کے اچھے، اچھوں کو احساسِ کمتری میں مبتلا کر دیا تھا۔
ثمینہ اب دیکھ تو چاروں طرف رہی تھیں مگر ذہن محفل میں حاضر نہیں تھا۔ جانے ماضی کے کون، کون سے مناظر ذہن کی اسکرین پر چل پڑے تھے۔

’’یہ تو ابھی ادھوری اور نامکمل تقریب ہے تو اتنی ٹش پٹش ہے...... ابھی تو رخصتی کا موقع سامنے ہے...... وہ بڑے پیمانے کی تقریب ہوگی۔ اس وقت کیا نظارے ہوں گے۔ یہ ہوتی ہے شادی...... یہ بھی پسند کی شادی ہے...... وہ بھی پسند کی شادی تھی......‘‘

’’تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو شمسہ......؟‘‘

شمسہ کو 440 وولٹ کا جھٹکا لگا تھا۔

سالار صاحب کی آواز انتہائی قریب سے ابھری تھی۔ گھبرا کر کھڑی ہو گئیں۔ یعنی کھڑی پہلے ہوئیں...... دیکھا بعد میں......

سالار صاحب ان کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ آس پاس کوئی مہمان نہیں تھا۔ سب ’’شادی کے کھانے‘‘ کے علاوہ اور کچھ دیکھنے کو تیار نہ تھے۔

’’السلام علیکم بھائی......‘‘ اب انہوں نے سانسیں مرتب کیں۔

’’والسلام...... چلو...... پہلے کھانا کھا لو...... بہت عجیب لگ رہا ہے سب کھانا کھا رہے ہیں اور تم اکیلی بیٹھی دیکھ رہی ہو۔‘‘

مبارک باد کے الفاظ منہ میں مقید رہ گئے۔ سالار صاحب آگے بڑھ چکے تھے۔ شمسہ کو یہ خوش فہمی تو نہیں تھی کہ بھائی ان کے بیٹے کی غیر حاضری پر توجہ فرمائیں گے مگر ایک چھوٹی سی آس تھی کہ شاید دنیاداری کی وجہ سے ہی سہی وہ ایک دو منٹ تو انہیں دیں گے۔

وہ بوجھل دل سے آگے بڑھیں...... خصوصی میز کی طرف خود بخود نگاہ اٹھ گئی تھی۔

افسر کچھ پلیٹ میں ڈال کر فری کی طرف بڑھا رہا تھا۔

فری، نعیم قریشی کے پہلو میں اور افسر اس کے مقابل بیٹھا ہوا تھا۔

’’یہ ہوتی ہے شادی...... اسے کہتے ہیں شادی...... اللہ میری بچی کی خوشیوں کو بری نظر سے بچائے۔ ہمیشہ باغ و بہار رہے۔‘‘ اپنی اداس کیفیت سے خود ہی وہ گھبرا گئیں اور جلدی سے فری کو دعائیں دینے لگیں۔

☆☆☆

’’عامر...... آ...... آپ......؟‘‘ عرشلہ حیران پریشان عامر کی طرف دیکھ رہی تھی۔ عامر لائٹ گرے ٹی شرٹ اور بلیک جینز میں ملبوس اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

’’دنیا کا حسین ترین بندھن صرف چند گھنٹوں کی دوری پر تھا۔ یہ گھنٹے خیریت سے گزر جاتے تو میں اس وقت اپنی لائف پارٹنر سے بات کر رہا ہوتا۔‘‘ عامر نے بڑی اپنائیت سے عرشلہ کا لرزتا ہوا ہاتھ تھام لیا۔

عرشلہ نے گھبرا کر ادھر اُدھر نظر دوڑائی۔ مختلف کاؤنٹرز پر کام ہو رہا تھا۔ مریضوں کا آنا جانا بھی ہو رہا تھا۔ ایڈمٹ مریضوں کے لواحقین...... کچھ ضروری چیزیں مثلاً دوائیں وغیرہ، کپڑے، تیمار دار کے لیے کھانے، پینے کی چیزیں بھی لے کر آ رہے تھے۔

’’آپ نے کیوں اتنی زحمت کی......؟ بلاوجہ کی پریشانی اٹھائی۔ میں نے تو تو کو منع بھی کیا تھا۔‘‘ عرشلہ نے آہستگی سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔

’’آپ کا کیا خیال ہے میں ’’منع‘‘ ہو جانے والا بندہ ہوں......؟ ویسے آپ کی اردو بھی بہت کمال ہے...... مجھے حیرت ہوئی کہ آپ اتنی اچھی اردو بول لیتی ہیں...... یعنی زحمت، رحمت وغیرہ......‘‘ عامر نے یوں بات کی گویا وہ کسی گوشۂ تنہائی میں مل رہے ہوں۔

''اپنی نانی امی کی وجہ سے اتنی اچھی اردو ہے۔ وہ بالکل بھی انگلش نہیں بولتی تھیں۔ ان کی تو اردو بھی بہت مشکل تھی۔ ممی کو تو میری وجہ سے انگلش بولنا ہی تھی۔ بچے کیمبرج پڑھتے ہیں تو پیرنٹس کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے بچوں سے گھر میں انگلش میں بات چیت کیا کریں......'' عرشلہ بڑی سادگی سے بولتی چلی گئی۔ اصل میں تو وہ اپنی گھبراہٹ چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ عامر کو اچانک سامنے دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

''اتنی سی تعریف بھی برداشت نہیں کر سکتیں......؟ تھینک یو کہہ کر جان چھڑا سکتی تھیں......بس آپ کی یہی باتیں تو ہیں......جو اس وقت یہاں اسپتال میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔''

مرد، عورت سے جب اس حال میں ملتا ہے کہ اس کی نظر اپنے تمام استحقاق کی ترجمانی کر رہی ہو......پھر کوئی راہِ فرار بھی نہ ہو تو بڑی پُراعتماد عورت بھی ان نازک لمحات میں صرف ''عورت'' ہی رہ جاتی ہے۔ مرد کے غلبے کو تسلیم کرنے والی۔ انحصار کرنے والی......اس کی مردانگی سے روحانی مسرت کشید کرنے والی......اپنے ازلی عورت پن کو اوڑھنے والی......جس کو نظر اٹھانا محال لگتا ہے۔ نظر بچانا جرم......اور نظر ملانا مشقت لگتا ہے عرشلہ لاجواب سی ہو کر فرش کی طرف گھورنے لگیں۔

''زین سے ملاقات ہو سکتی ہے......؟'' عامر بری طرح گھائل ہو کر حوصلے سے مسکرایا اور بات کا رخ موڑ دیا۔ ورنہ عرشلہ کے انداز ایسے تھے کہ وہ دیر تک اس سے باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اتنے بڑے دھچکے سے گزرا تھا آخر۔ لاکھ مرد کا بچہ تھا......مگر بدمزگی بھی تو انتہا کی تھی۔

دو گھنٹے تو اسے سنبھلنے میں لگے تھے۔ اوسان بحال ہوئے تو دو چار مدعو کیے ہوئے احباب کو تقریب ملتوی کرنے کی خبر دی۔ پھر ٹوٹو کو فون پر لے کر بیٹھا جو زین کے موضوع پر ٹک کر نہیں دے رہی تھی۔ آئیں بائیں شائیں قسم کے جواب دے رہی تھی مگر عامر اس سے اسپتال کا نام اور روم نمبر اگلوانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ٹوٹو نے انتہائی تاکید کے ضمن میں کہا تھا کہ عرشلہ بہت تھکی ہوئی ہے اسٹریس بہت لیا ہے اس لیے جلدی سو جائے گی۔ یہ پیش بندی عامر کو اسپتال جانے سے روکنے کے لیے تھی۔ کیونکہ اسے خدشہ تھا کہ عرشلہ اپنی فطرت بموجب......سب کچھ بتا کر فارغ نہ ہو جائے۔ خودکشی کی کوشش کی اطلاع عامر کو دینے کا مطلب یہ تھا کہ اسے نئے سرے سے اپنے فیصلے کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔ زین کوئی چھوٹا سا بچہ نہیں تھا۔ پلا پلایا جوان بچہ تھا۔ اور زین جس طرح کا رویہ ظاہر کر چکا تھا۔ مہمان سے سلام دعا کیے بغیر پلٹ گیا تھا۔ اس کے بعد تو حقائق ظاہر کرنے کا مطلب ہی یہ تھا کہ وہ آنے والے دنوں کا سکون سے حساب کرلے، نتائج پر غور کرلے۔

''وہ سو چکا ہے......اور......عامر میں بھی اب سونا چاہ رہی ہوں پلیز ڈونٹ مائنڈ پیشنٹ کے ساتھ رات کو بھی کئی بار اٹھنا ہوتا ہے......'' عرشلہ کو بات بنانا بہت دشوار لگ رہا تھا مگر اس وقت اسے یہ دشوار کام کرنا تھا۔

زین تقریباً حواسوں میں آچکا تھا مگر عامر کو سامنے دیکھ کر وہ ایسا ردِعمل بھی دے سکتا تھا جو اگلے مراحل طے کرنے میں رکاوٹ بنتا۔

''اوکے، میں تو آپ سے ملنے اس لیے آیا تھا کہ ایسے کریٹیکل ٹائم میں لائف پارٹنر کی وجہ سے بہت حوصلہ ملتا ہے۔ مشکل کام آسان لگتے ہیں۔'' عرشلہ کی معذرت کی وجہ جان کر عامر کو قدرے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی کہ اس نے عرشلہ کے آرام میں خلل ڈال کر گویا اخلاقی جرم کیا ہے۔

''میں کل دن میں آؤں گا......زین سے ملنا......بات چیت کرنا بہت ضروری ہے......ابھی تک میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔'' عامر اپنی ریسٹ واچ پر وقت دیکھتے ہوئے ہم کلام تھا۔

''may be......کل صبح تک وہ ڈسچارج ہو جائے۔'' عرشلہ بے سوچے سمجھے بول پڑی۔

’’یہ تو بہت اچھا ہوگا...... میں گھر آ کر ملوں گا۔‘‘ یہ کہہ کر وہ پلٹا۔ خالی کرسی پر رکھا تازہ پھولوں کا گلدستہ اٹھایا...... اور مڑ کر عرشلہ کی طرف متوجہ ہوا۔

’’یہ میری طرف سے زین کے لیے...... get well soon...... ان شاء اللہ۔‘‘ عرشلہ تو گلدستہ تھامتے ہوئے بدحواس ہو گئیں۔

digest novels lovers group 🩶🩶

وہ تو ابھی زین کے سامنے عامر کی کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی کجا کہ گلدستہ اس کے سرہانے رکھ کر اسے مطلع کرتیں کہ یہ تمہارے لیے ’’عامر انکل‘‘ لائے ہیں۔

’’تھینک یو عامر......‘‘ اسے یہ تو کہنا ہی تھا۔

"all the best Arshi" عامر نے عرشلہ کے بجائے اسے عرشی کہا تو عرشلہ کے دل کے چھالے جیسے پھٹنے لگے۔ ماں کے بعد بہت پہلے...... کوئی اسے ’’عرشی‘‘ کہتا تھا۔ آج ایک زمانے کے بعد اس کے کانوں نے یہ لفظ سنا تھا۔ اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ وہ پلکیں جھپک، جھپک... کر آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر عامر نے اس کی بھری ہوئی آنکھیں دیکھ لی تھیں۔

وہ قدرے عرشلہ کی طرف جھکا اور بہت دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ ’’آپ اکیلی نہیں ہو عرشی...... زین بہت جلدی فٹ ہو جائے گا۔‘‘ یہ کہہ کر عامر نے عرشلہ کے رخسار پر پھسل کر آنے والا آنسو اپنی انگلی میں جذب کر لیا۔

عرشلہ کا جی چاہا...... وہیں کھڑے، کھڑے عامر کے مضبوط بازوؤں کے گھیرے میں قید ہو کر جان دے دے۔ اس دنیا میں بے شمار لوگوں کی روحیں مادے کے بوجھ تلے دبی سسک رہی ہوتی ہیں۔

وہ ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہہ کر پلٹ گئی۔ حالانکہ اسے اخلاقاً عامر کے ساتھ چار قدم چل کر باہر تک جانا چاہیے تھا...... مگر اس وقت...... وہ گرفت میں آئی خوشی کو یوں پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی گویا جال میں آئی مچھلی کو پکڑ کر ٹوکری میں ڈالنے کا مرحلہ تھا جو ہاتھ سے پھسلی جاتی ہے۔

☆☆☆

’’یہ ہرا بھرا پودا نہیں ہے...... امر بیل ہے جو جس ہریالی پر پڑ جائے اس کی زندگی کا سارا رس چوس لیتی ہے......‘‘

ثمینہ اپنی چھڑی پر زور ڈال کر کمرے میں بے قراری سے ٹہل رہی تھیں۔

ماریہ کسی مجسمے کی طرح کرسی پر براجمان ٹکٹکی باندھ کر ثمینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ منہ کھولتے ہوئے خوف آ رہا تھا کہ جانے منہ سے کیا نکل جائے اور ’’نئی کلاس‘‘ شروع ہو جائے۔

’’سن رہی ہو......؟ میں کیا کہہ رہی ہوں؟‘‘ ثمینہ گھر کی تنہائی اور سناٹے کے زیر اثر خود بھی حواس باختہ تھیں۔

خوشی کی آہٹیں...... کسی آسیب کی پُر اسرار چاپ میں تبدیل ہو چکی تھیں۔

وسیع و عریض گھر میں جدید انداز کی مدھم روشنیوں کے انتظام نے عجیب پُر اسراریت پھیلائی ہوئی تھی۔

ایک محل نما گھر کسی مغل بادشاہ کے مقبرے کی طرح خاموشی اوڑھے ہوئے تھا۔ کبھی کبھی تو ماریہ کو ثمینہ کے کمرے سے نکل کر اپنے کوارٹر میں جاتے ہوئے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو اور وہ بھاگتی ہوئی کوارٹر میں داخل ہوتی تھی۔ ماں اگر جاگ رہی ہوتی تو پریشان ہو جاتی کہ اس کا انداز ہی اتنا چونکا دینے والا ہوتا تھا۔

ماں کان سے زیادہ دل سے سنتی ہے۔ پوچھتی تھی کہ تم پریشان کیوں ہو...... بڑی میم نے کیا بہت ڈانٹا ہے...... ماریہ ٹالنے کے لیے کچھ بھی کہہ دیتی تھی مگر ماں سے کبھی ثمینہ کی غیبت نہیں کرتی تھی۔

’’کسی رات کو اچانک آنکھ کھلتی ہے...... عرشی کے ڈیڈی...... اس چیئر پر بیٹھے ہوتے ہیں۔‘‘ ثمینہ نے اس کرسی کی طرف اشارہ کیا جس پر ماریہ بیٹھی تھی۔

ماریہ خوف زدہ ہو کر پلک جھپکتے میں اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"seated this chair ?" ماریہ نے گھگیاتے ہوئے بے ساختہ سوال کر دیا تھا۔ ہتھیلیوں اور ماتھے پر پسینہ اتر آیا تھا۔

"ہاں...... ناراض ہیں مجھ سے...... کہتے ہیں تم سے میری ایک اولاد نہیں سنبھالی گئی۔ اس سے تو اچھا تھا تم...... بے اولاد ہی رہتیں...... ایک رات انہوں نے مجھ پر شاؤٹ بھی کیا...... پتا ہے کیا کہہ رہے تھے؟"

"تو...... تو تو میم......"

ماریہ کی حالت غیر ہونے لگی۔ اتنے دنوں میں یہ پہلا انوکھا واقعہ تھا۔

"وہ زور سے چلائے"۔ ثمینہ کی اب سانس پھولنے لگی تھی۔

"I hate you!"

ماریہ تیزی سے آگے بڑھ کر ثمینہ کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی۔ بیس، بائیس سال کی نوجوان لڑکی تھی۔ کھیلے کھائے وقت سے ابھی نہیں گزری تھی۔ دھڑکنیں...... دل کے دروازے پر ہتھوڑے برسا رہی تھیں۔

"میں نے ان کو سوری بولا...... مگر وہ نہیں مانے...... میں نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کی ایک، ایک چیز کی ایمانداری سے حفاظت کی ہے۔ تو وہ اور ناراض ہو گئے کہنے لگے...... تم نے کچھ نہیں کیا...... کوئی کریڈٹ نہیں دوں گا...... میری جوان بیٹی ہر وقت روتی ہے...... میں نے ایک بدنصیب عورت سے شادی کی تھی۔" یہ کہہ کر ثمینہ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔

"میم...... آپ کا وہم ہوگا۔ یہ کیسے پاسیبل ہے کہ وہ جو دنیا سے جا چکا ہے وہ اس چیئر پر بیٹھ کر آپ سے باتیں کرے......" ماریہ کے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے۔ بڑی مشکل سے کچھ الفاظ کہہ پائی تھی۔

"ہاں تو شاید پھر میں نے خواب میں دیکھا ہوگا۔" ماریہ کے سامنے پہلی بار وہ "اختلاف" پر بھڑکی نہیں تھیں اور شک کا فائدہ دے دیا تھا۔ ماریہ کی جان میں جان آئی ورنہ توقع تو یہ تھی کہ وہ پھٹ پڑیں گی اور کہیں گی، تم مجھے پاگل سمجھتی ہو...... مجھے نہیں پتا خواب کیا ہوتا ہے۔"

ماریہ نے بڑی نرمی سے اپنی انگلیوں کی پوروں سے ثمینہ کے آنسو صاف کیے۔

"صرف آج رات کی بات ہے میم...... ان شاء اللہ کل عرشلہ میم اور زین بابا گھر آ جائیں گے...... آپ سو جائیں گی تو رات بھی گزر جائے گی۔" ماریہ نے ثمینہ کو سو جانے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کی۔

"میں آپ کو ٹیبلیٹ دیتی ہوں...... دس منٹ میں آپ کو گہری نیند آ جائے گی۔" ماریہ میڈیسن باکس کی طرف بڑھی۔

"ہاں...... یہ ضروری ہے...... مجھے لگتا ہے بیٹی کی اداسی نے مجھے بھی سائیکو بنا دیا ہے۔" ثمینہ نے چھڑی نکا کر بستر پر لیٹنے کے لیے زاویہ مرتب کیا۔

"کبھی خواب نہیں آئے مگر کانوں میں آوازیں آتی ہیں...... جواب دنیا میں نہیں ہیں وہ میرے کانوں میں جانے کیا، کیا بول جاتے ہیں۔ آنکھ کھلتی ہے تو کچھ یاد نہیں آتا۔" ثمینہ کا لہجہ نڈھال ہو چلا۔ ماریہ گلاس اور ٹیبلیٹ لے کر قریب آئی اور ٹیبلیٹ ان کی ہتھیلی پر رکھ کر منہ میں ڈالنے کا انتظار کرنے لگی۔

"میں اور ممی ہمیشہ آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر سوتے ہیں...... ہمیں کبھی برے اور ڈراؤنے خواب نہیں آتے میم......" ماریہ کو آج موقع مل گیا تھا...... ثمینہ اس وقت اس کے بس میں تھیں سو اس نے موقع ضائع نہیں کیا۔

اکثر ایلیٹ کلاس مسلمان جو عیدالفطر پر مہنگی شاپنگ اور عیدالاضحیٰ پر تین دن چھ، سات بکروں کی قربانی دے کر اپنے اسلام پر سالانہ مہر لگاتے ہیں...... اور کسی کی مجال نہیں ہوتی کہ وہ انہیں مسنون دعاؤں کی طرف متوجہ کرے...... لاکھوں روپے ذہنی امراض کے ماہرین کے اکاؤنٹس میں منتقل کر دیتے ہیں...... مگر فطرت کی دعوت پر توجہ نہیں کرتے۔ ماریہ کی بات پر ثمینہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

”تم کتنی اچھی مسلم ہو ماریہ...... مسلم تو ہم بھی ہیں...... مگر ہمیں ایسا ماحول نہیں ملا کہ ہم اچھے مسلم بنتے۔ جوانی میں بہت زیادہ کیلوریز لینے والے بچے...... آرام طلب اور شاید ڈفر ہوتے ہیں۔“ یہ کہہ کر ثمینہ نے ٹیبلیٹ منہ میں ڈالی۔ ماریہ نے گلاس تھمایا۔

انہوں نے چند گھونٹ پانی سے ٹیبلیٹ نگل لی اور گلاس واپس ماریہ کو تھما دیا۔

”God bless you...... تم فرشتہ ہو ماریہ...... تم بہت لکی بھی ہو تمہاری ممی نے تمہیں آیت الکرسی سکھائی ہے...... میری ممی تو سوتی ہی صبح کو تھیں...... ہماری جرمن میڈ ہمیں آٹھ بجے سلا دیتی تھی...... کوئی اسٹوری سناتی تھی اور ہم سو جاتے تھے۔“ ثمینہ یہ کہہ کر دراز ہو گئیں اور آنکھیں موند لیں۔

ماریہ نے ترحم آمیز نظروں سے ان کی طرف دیکھا تھا۔ کوئی بھی انسان اپنے طور پر نہیں ڈھلتا...... ایک روح کے پیچھے کتنی روحوں کے دن رات ہوتے ہیں۔ کوئی سراغ لگانے پر قدرت رکھتا ہے کون کہاں فطرت سے جنگ پر آمادہ ہوا اور جنگ نسلوں تک پھیل گئی؟

☆☆☆

شمسہ کو گھر آتے، آتے رات کے ساڑھے گیارہ بج گئے تھے۔ سارہ نے تو کہا تھا کہ وہ انہیں ڈراپ کروا دیں گی مگر انہوں نے واصف کی وجہ سے ان کی پیشکش قبول نہیں کی کہ تپ جائے گا۔

واصف نے آن لائن ٹیکسی بھجوا دی تھی۔ سارہ نے البتہ آج شمسہ کا بہت مان رکھا تھا کہ ان کو اندازہ تھا شمسہ نے خانہ پُری کی ہو گی۔ کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا ہو گا دوسرے واصف کی طرف دھیان تھا۔ تین چار سفید پلاسٹک کے مضبوط ڈبوں میں انہوں نے کھانے، پینے کی اشیا پیک کروا کر انہیں چپکے سے تھما دی تھیں۔

شمسہ نے آتے ہی سب سے پہلے کھانا فریج میں رکھا گویا لاشعوری طور پر وہ یہ کھانا واصف سے چھپا رہی تھیں۔

اس کے بعد وہ واصف کے کمرے کی طرف بڑھیں۔ دروازہ مقفل نہیں تھا نیم وا تھا۔ پنکھا فل اسپیڈ میں چل رہا تھا۔ ہوا ادھ کھلے دروازے سے باہر آ رہی تھی۔ کمرے میں تاریکی تھی۔ بند و بست بتا رہے تھے کہ وہ سو چکا ہے۔ حالانکہ وہ دیر تک جاگنے کا عادی تھا جیسے کہ زمانۂ طالب علمی میں نوجوان راتوں کو جاگ کر پڑھتے ہیں۔

شمسہ نے دل کے کانوں سے سنا جو کہہ رہا تھا کہ وہ سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے آواز نہ دو......

وہ آہستہ قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

”فری کتنی خوش نظر آ رہی تھی...... آج تو اس کی ہنسی...... ہلکے، ہلکے قہقہے تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ اللہ...... بری نظر اور حاسدوں و شر سے بچائے۔ میرا خون ہے۔ میرے بھی جگر کا ٹکڑا ہے۔ احسان کرنے والے بھائی کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔“ شمسہ نے بیڈ پر دراز ہو کر دل سے دعا دی فوراً لباس تبدیل کرنے کی طرف ذہن نہیں جا رہا تھا۔ ان کا ویسے بھی لباس ایسا زرق برق نہیں تھا گویا آج تو بیٹھے، بیٹھے تھک گئی تھیں۔ ”جو کچھ درپیش ہے اس سے تو گزرنا ہو گا۔ ضد کریں گے تو زبردستی گزار دیے جائیں گے۔ بہتر ہے کہ ضد نہ کریں...... ضد کے انجام بھی اچھے نہیں ہوتے بیٹا۔ ایک ماں کو اس وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ اس کی اولاد کیوں اداس ہے؟“

☆☆☆

عرشلہ کی آنکھ لگی تو وہ بہت جلد گہری نیند میں ڈوب گئی تھیں۔ نازک مزاج...... سہولتوں میں پروان چڑھی ذات کہاں اتنی مشقت سہہ سکتی ہے۔ وہ اٹینڈنٹ بیڈ پر بغیر تکیے کے ربڑ کی گڑیا کی طرح ہاتھ پاؤں پھیلائے سو رہی تھیں۔

جب زین نے ان کا شانہ جھنجوڑ کر جگایا تو پہلے پہل تو سمجھ ہی نہیں آئی کہ وہ کہاں ہیں اور وقت دوپہر کیا ہے۔

زین انہیں اٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا اور پورا زور لگا کر حلق سے آواز نکالنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر 15

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سرور ہے... انا "دکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا عجب اتنا لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوروںیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

چہرے لیے خالی الذہن ہو کر، بکر دیکھنے کے بعد مرفلہ بیں حواسوں میں آئیں گویا اب قیامت تک سونے کی جسارت نہیں کریں گی اور ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔

"کیا ہوا زین... ڈونٹ وری، میں ابھی اسٹاف کو کال کرتی ہوں۔" مرفلہ برق رفتاری سے بیڈ سے اتر کر زین کے سرہانے لگے گھنٹی کے بٹن کی طرف لپکیں مگر زین نے انہیں پیچھے سے جا لیا بلکہ اپنے بازوؤں میں دبوچ

تھا جیسے اسٹاف کو کال کرنے سے سختی سے روک رہا ہو۔
عرشلہ بدحواس ہو کر چیخیں اور پوری قوت سے زین کی گرفت سے خود کو آزاد کرایا۔
"کیا مطلب — اسٹاف کو نہیں بلاؤں؟" انہوں نے تعجب کی انتہا پر زین کی طرف دیکھا۔
زین نے انکار میں گردن کو دائیں بائیں گھمایا۔
"مائی گاڈ — مجھے بتاؤ میں کیا کروں پھر؟" عرشلہ نے بے بسی سے زین کی طرف دیکھا۔
زین نے پوری قوت سے آواز نکالنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ وہ سرسراہٹ کے انداز میں کچھ کہتا نظر آیا۔
عرشلہ نے مسرت آمیز حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور بڑے جذباتی انداز میں اپنا کان زین کے ہونٹوں سے لگا دیا۔
"تھینک گاڈ — ہاں — ہاں — بولو — ٹرائی کرو — مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن پھر سے تمہاری آواز سنوں گی۔ زین — میری جان — بولو — کچھ بھی بولو — ٹرائی کرو — میں سن رہی ہوں۔" وہ زین کے ہونٹوں سے کان لگائے پُرجوش انداز میں بولتی جا رہی تھیں۔
"مام — آپ صرف میری ہیں —" زین کی گھٹی گھٹی آواز سرگوشی سے مماثلت رکھتی تھی۔
عرشلہ نے اب خوشی کے بجائے ہول کر — دہل کر زین کی طرف دیکھا۔
"یس، آف کورس — میں تمہاری مدر ہوں اور تمہاری ہوں۔ تم کیوں اتنا ٹینس ہو رہے ہو؟"
"who is Aamir?" (عامر کون ہے)۔ زین کے حلق سے پھر پھنسی، پھنسی سرگوشی برآمد ہوئی جیسے کسی کا گلا کٹ کر حلق بیٹھا ہوا ہو۔ عرشلہ نے سہم کر زین کی طرف دیکھا۔
"تمہیں یہ سب قبول نہیں تھا تو مجھے صاف کر کے بتا دیتے، اپنی جان لینے کی کوشش کی — خود بھی suffer کیا، مجھے بھی کرایا — مگر میں پھر بھی خوش ہوں کہ جذبات کی شدت سے تم survive کرنے لگے۔ مجھے اور کیا چاہیے، بس یہی ناں کہ میرا بیٹا صحت مند، پرفیکٹ healthy ہے۔" عرشلہ نے ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیوں کو سمیٹنے کا کام آہستہ روی پہ اختیار کیا اور جذباتی انداز میں زین کو گلے سے لگایا۔
"تم مجھ سے دل کی ہر بات کر سکتے ہو — پھر کیوں نہیں کی؟ گزر رہی تھی ناں، باقی بھی گزر جائے گی۔ خدانخواستہ تم نہ رہتے تو مجھے دنیا کی کوئی خوشی بہلا نہیں سکے گی۔"
زین نے خود کو عرشلہ کی گرفت سے آزاد کر کے ان سے قدرے فاصلہ کیا اور عرشلہ کی طرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کیا پھر وہی انگلی اپنے سینے پر رکھ کر کئی مرتبہ ضربیں لگائیں اور وہ بولنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔
"یعنی آپ صرف اور صرف میری ہو ......"
اب زین کی آنکھوں سے تواتر سے آنسو بھی گر رہے تھے۔
عرشلہ جیسی نازوں کی پلی پر ہمیشہ الفاظ سے زیادہ آنسو پوری قوت سے اثر انداز ہوتے تھے کیونکہ ان کے نازک اعصاب کچھ بھی زیادہ دیر برداشت نہیں کرتے تھے، نہ خوشی کی شدت نہ دکھ کی انتہائی کیفیت — وہ کسی بھی وقت غیر یقینی صورتِ حال تخلیق کر سکتی تھیں، یعنی بے ہوش ہو کر اپنی جان چھڑا سکتی تھیں۔ وہ تو زین کی آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشاریں گرتی دیکھ کر تڑپ اٹھیں۔
"یعنی اگر میں نے عامر سے شادی کر لی تو یہ تنہائیوں میں اسی طرح روتا رہے گا۔ not at all ...... یہ نہیں ہو سکتا، کسی کو اپنی خوشی کی فکر ہے تو مجھے اپنے بیٹے کی۔"
عرشلہ بظاہر سحر سے چند قدم دور کھڑی ہو کر یوں خیال کر رہی تھیں گویا اب ثمینہ کے کسی فیصلے کی ان کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں۔

☆☆☆

"تم نے نوٹ کیا ماریہ، یہ لڑکا میری بیٹی کی جان کا دشمن ہے۔ اگر اس لڑکے نے یہ ڈراما نہ کیا ہوتا تو آج مرشلہ کتنی خوش نظر آ رہی ہوتی، اپنے پارٹنر کے ساتھ کچھ کہہ سن لیتی تو آج کی صبح وہ کھلتے گلاب کی طرح تر و تازہ نظر آتی اور اسے خوش دیکھ کر مجھے کتنی ٹھنڈک ملتی۔" ثمینہ حیرت انگیز طور پر چھڑی کے سہارے چلتی ہوئی انیکسی تک چلی آئی تھیں۔

انیکسی کا بڑا سا برآمدہ جس کی چھت کو چار ستون سہارا دیے ہوئے تھے، کوئی دیوار نہیں تھی، کسی جامع مسجد کے کھلے صحن ہی کا تاثر دیتا تھا۔

ثمینہ اپنے ہی گھر کا ایک وسیع حصہ عرصہ دراز بعد دیکھ رہی تھیں ورنہ ماریہ ان سے صرف ایک کال ہی کی دوری پر رہا کرتی تھی۔

ثمینہ آہستہ آہستہ چھڑی کے سہارے آگے بڑھ رہی تھیں، سامنے بڑا سا آہنی دروازہ تھا جس کے ذریعے ہی اندرونی حصے میں رسائی ہوتی تھی۔ اس بڑے دروازے سے گزر کر ایک وسیع راہداری آتی تھی جس کے ایک طرف تین بڑے بیڈروم بنے ہوئے تھے اور کمروں کے سامنے اوپن ایریا تھا جہاں پھول پودے قطار در قطار لگے نظر آتے تھے اور پھلواری کے پیچھے ایک دیوار حائل تھی جو انیکسی اور کوٹھی کو فرق کرتی تھی۔

ثمینہ نے دروازے کے قریب پہنچ کر پیتل کے چمک دار جھولتے ہوئے ہینڈل سے دروازے پر دستک دی کیونکہ اس طرف ڈور بیل کا کوئی نظام نہ تھا۔
پہلی دستک کے ردعمل میں صرف گمبھیر خاموشی تھی، دوسری دستک پھر اس انداز میں ہوئی گویا شیشے پر پتھر دے مارا ہو۔ چند سیکنڈ کے وقفے کے بعد اندر سے ماریہ کی سہمی ہوئی آواز لہراتی ہوئی سماعت سے ٹکرائی۔
"کون؟"
"ماریہ، دروازہ کھولو، اس سے پہلے کہ میری ڈیڈ باڈی دیکھو۔" ثمینہ کی اپنی آواز یوں کپکپا رہی تھی گویا وہ برفانی طوفان کی زد میں ہوں۔
پلک جھپکنے کے وقفے میں دروازہ وا ہو گیا۔ سامنے ماریہ ششدر کھڑی ثمینہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ چار خانے والے نائٹ ڈریس میں تھی جس میں سیاہ رنگ نمایاں تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھوں سے لگتا تھا کہ بہت گہری نیند سے جاگی ہے۔
"مسز... آ... آپ؟ آ... آپ مجھے فون کر دیتیں، اتنی دور واک کر کے آئی ہیں... اگر کہیں گر جاتیں تو کسی کو پتا بھی نہ چلتا۔" ماریہ نے بے اختیاری کیفیت میں ثمینہ کو شانوں سے تھام لیا۔
"مجھے لیٹے، لیٹے محسوس ہوا کہ میں زندہ نہیں ہوں، قبر میں آنکھ کھلی ہے... میں اتنی خوفزدہ ہوئی کہ خود کو یقین دلانے کے لیے کہ میں زندہ ہوں، واک شروع کر دی۔ چلتے، چلتے انیکسی تک آ گئی۔" بولتے، بولتے ثمینہ کی سانس اکھڑنے لگی۔
ماریہ نے گھبرا کر کسی چھوٹے بچے کی طرح ثمینہ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔
"اوہ مائی گاڈ، آیئے میں آپ کو بیڈ تک لے کر جاتی ہوں۔" ماریہ نے تھوڑا سا دباؤ ڈال کر ثمینہ کو آگے قدم رکھنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔
"میں آگے کیسے پاؤں رکھوں، مجھے تو محسوس ہو رہا ہے میری ٹانگیں بے جان ہو چکی ہیں... دیکھو، مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔"
یہ سن کر تو ماریہ کے اوسان جاتے رہے، ساڑھے پانچ فٹ کی نازک اندام لڑکی کے سامنے پورے قد کی 70-75 کلوگرام وزن رکھنے والی بوڑھی عورت تھی جو اس وقت اپنے وزن پر کھڑی بھی نہیں ہو پا رہی تھی لیکن زندگی بچانے کے لیے کسی بھی انسان کے اندر جو جذبہ اپنی پوری قوت سے ابھرتا ہے اس کی شدت سے لوہا بھی موڑا جا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ خیال کی شدت میں کوئی بھی ملاوٹ نہ آنے پائے۔ اسی تکنیک سے جوڈو کراٹے میں بلاکس توڑے جاتے ہیں۔
ماریہ کا ذہن صرف ایک نکتے پر مرکوز ہو گیا کہ ثمینہ کو بیڈ تک لے جانا ہے۔ اس نے ثمینہ کو اپنے زور پر کھینچنا شروع کیا، اسے خود پتا نہیں تھا کہ اس کے اندر کیسی جن کی توانائی حلول کر گئی تھی۔ وہ ثمینہ کو اپنے زور پر کھینچ رہی تھی۔ ثمینہ کو یہ سب کچھ کسی معجزے سے کم نہیں لگ رہا تھا مگر ماریہ کی شدت کے سامنے وہ زبان کو حرکت نہیں دے پا رہی تھی۔
ماریہ ایک پہاڑ کاٹ کر لاؤنج تک پہنچ گئی تو ثمینہ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کر کے اسے رک جانے کا اشارہ کیا اور صوفے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر صوفے پر خود کو گرا لیا۔
"ماریہ، میرے بعد تم نے مرشی کو سنبھالنا ہے، اس لڑکے کا بیک گراؤنڈ بہت کمزور ہے، اس کا باپ بیٹی کی پیدائش سے نفرت کرتا تھا، اس نے اپنی پہلی بیٹی بھی کسی بے اولاد کو دے دی تھی، دوسری بچی اس کی ماں نے اسپتال میں ہی چھوڑ دی تھی۔ زین کی ولادت میں نہ بیٹی تھی نہ بیٹا، ڈاکٹر نے کہہ دیا تھا کہ چودہ سال کی عمر تک شاید اس کا آپریشن ہوگا اور اس کی gender (جنس) کنفرم ہوگی مگر رجحان male کی طرف ہی ہے۔ ماریہ، ہم اندھیرے میں لٹ گئے، میری معصوم بیٹی ایک جال میں قید ہو چکی ہے، زین اس کی خوشیوں کا دشمن ہے۔ مجھے مرنے سے ڈر نہیں لگتا، جو

ڈرتے ہیں، وہ کیا مرتے نہیں ہیں؟" ثمینہ ہذیانی انداز میں بولتی جا رہی تھیں۔ منہ سے تھوک اچھلنے لگا تھا اور ماریہ کا یہ حال تھا کہ کھڑے، کھڑے بے وزن ہو رہی تھی۔ وجود پہلے کی فولادی قوت کسی نادیدہ ہاتھ سے ایک دم چھن کر بہہ گئی تھی۔ اس کے جسم پر ہلکی، ہلکی کپکپی طاری تھی، ہاتھ رعشے کے مریض کی طرح لرز رہے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے بس ثمینہ کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ پو پھٹنے سے پہلے کی صبح کاذب کی دودھیا روشنی پھر کسی سرمئی پہاڑوں کے سلسلے کے عقب میں جا چھپی تھی، گھر میں روشن بجلی دیے کی طرح کی ٹمٹماتی روشنیاں ذہن میں پھیلی تاریکی کے سامنے ناچار کمزور وجود کھو رہی تھیں۔ وہ بولنے کی کوشش کر رہی تھی مگر زبان میں کوئی کیل گڑ گئی تھی۔

"ماریہ، ماں بہت خودغرض ہوتی ہے، اولاد کی خوشیوں پر کمپرومائز نہیں کرتی۔ میں نے عرشی کے بزنس پارٹنر کو گیٹ آؤٹ کہہ دیا تھا اس لیے کہ وہ میری بیٹی کی کم عمری اور ناسمجھی کو exploit کر رہا تھا، بہت زیادہ "شوہر" بن رہا تھا۔"

"م... مم... میں..." ماریہ بولنے کی کوشش میں ہکلانے لگی۔

"ماریہ، یہ لڑکا میری بیٹی کا خون پی رہا ہے۔ کیا تم اسے کھانے میں زہر دے سکتی ہو؟"

ماریہ کو یوں لگا جیسے وہ تختہ دار پر کھڑی تھی، گلے میں پھندا تھا، جلاد نے لیور گھمایا، پاؤں تلے سے تختے ہٹ گئے اور اس کا جسم پھندے کے ساتھ جھولنے لگا۔

محل جیسے بڑے، بڑے گھروں میں کتنی خاموشی سے آسیب پلنے لگتے ہیں۔ ایک دوسرے کی خواب گاہوں کے بیچ آسیب پلتے ہیں، ایک دوسرے سے ملنے کے لیے پہلے ان سے گزرنا ہوتا ہے، ملاقات سے پہلے حال بدل جاتے ہیں، ہزاروں گز کے رقبے پر پھیلا یہ محل نما گھر جس میں معصوم خوابوں کے دفینے تھے، نامرادیوں کے ماتم تھے، ہیرے جواہرات، پونڈز، ڈالرز، یورو، ریال، درہم کے سانپ بچھو تھے۔ اس پرتعیش گھر میں سب ہی کچھ تھا جہاں کسی شہزادے شہزادی کی میزبانی بھی کی جا سکتی تھی، اگر نہیں تھا تو روحانی سکون نہیں تھا، بے ساختگی سے ہمکنار مسرتیں نہیں تھیں۔

دور کسی مسجد میں فجر کی پہلی اذان شروع ہوئی تو ماریہ چونکی۔ کھڑے، کھڑے سارا وقت گزر گیا۔

ثمینہ کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔

"فجر کی اذان شروع ہو گئی... میم صبح ہو گئی۔" اس نے بدقت چند الفاظ ادا کیے۔

ثمینہ کی بند آنکھوں کے پپوٹوں میں جنبش ہوئی۔

"نماز پڑھو گی؟"

"جی میم، میں اور مائی روزانہ اسی ٹائم اٹھ جاتے ہیں۔ پہلے میں امی کو وضو کراتی ہوں پھر خود نماز پڑھتی ہوں۔"

ماریہ اب سنبھل رہی تھی، اذان کی آواز کی مقناطیسیت نے اس کی روح کو نئے سرے سے توانائی دینا شروع کر دی تھی۔ اذان کے ساتھ دوسری مساجد سے بھی اذانیں شروع ہو گئیں۔ اب کئی مسجدوں کی ملی جلی اذانیں گونجنے لگیں۔ کبھی اللہ اکبر، کبھی حی علی الصلاۃ، کبھی حی علی الفلاح، کبھی الصلاۃ خیر من النوم آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے مگر اس کا اثر یہ تھا کہ پچھلے پہر کی وحشتوں سے نجات مل گئی تھی۔

"میرے ہزبینڈ نے تو کبھی مجھے جائے نماز پر کھڑا نہیں کیا کیونکہ ان کا تو زیادہ وقت غیر مسلم بزنس پارٹنرز کے ساتھ گزرتا تھا۔ پارسی، یہودی، عیسائی، سکھ، ہندو، کمیونسٹ، یہ ہمارا سرکل تھا مگر میں نے نماز شروع کی۔ جب عرشی پاگل ہونے کے قریب تھی، میں ساری رات اس کے بیڈ کے ساتھ جائے نماز بچھا کر اللہ سے باتیں کرتی تھی پھر پتا نہیں کیا ہوا، میں نے اللہ سے باتیں کرنا چھوڑ دیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے مجھے پسند نہیں کیا کیونکہ میں نے سنا ہے کچھ لوگ پیدائشی دوزخی ہوتے ہیں۔"

ثمینہ نے آخری الفاظ سرگوشی کے انداز میں ادا کیے تھے۔ ماریہ تو یہ سن کر کھڑے، کھڑے بچوں کی طرح بلک، بلک کر رونے لگی۔

’’تو ۔۔۔ سیم ۔۔۔ تو ۔۔۔ اللہ کا دوسرا نام محبت ہے۔ اللہ کے پیار کے سہارے تو ہمارا وقت گزر رہا ہے، اسے بخرائیں دینے کی کوئی جلدی نہیں ہوتی۔ میں اتنی مشکل زندگی گزار رہی تھی سیم کہ حد نہیں مگر اللہ سے دعا کرتی رہتی تھی۔ دیکھیں پھر اللہ نے مرتضیٰ سیم سے ملا دیا، ہر طرح کی آسانی دے دی، میں تو رات سونے سے پہلے شکرانے کے دو نفل لازمی پڑھتی ہوں۔ اللہ کو gratitude (شکر گزاری) بہت پسند ہے ناں۔‘‘

اب ماریہ فرش پر دوزانو بیٹھ گئی اور ثمینہ کا ہاتھ تھام لیا اور پیار سے دبانے لگی۔

’’اس کا مطلب ہے کہ ہم کچھ تو اچھے ہیں ناں، ہماری وجہ سے ماریہ کمفرٹ ایبل فیل کرتی ہے۔‘‘ ثمینہ کے انداز میں اس بچے کی سی بے ساختگی تھی جس کو مایوسی کی انتہا پر اچانک من پسند کھلونا مل گیا ہو۔

’’آپ لوگ تو بہت گریٹ ہیں سیم، آپ دوبارہ سے اللہ سے باتیں کرنا شروع کر دیں پھر کبھی بھی آپ تنہائی میں نہیں ڈریں گی۔‘‘

’’اچھا ۔۔۔ پھر تو شاید مسرا بز بینڈ بھی ڈسٹرب نہیں کرے گا، اکثر وہ آ کر مجھ سے باتیں کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اب جو چلا گیا، وہ چلا گیا، اب اسے نہ بزنس سرکل میں موو کرنے کی ضرورت ہے نہ لوگوں کو ڈنر پر انوائٹ کرنے کی۔ اس نے پورا سیٹ اپ لگایا ہوا تھا پارٹی کیوکا، کسی وقت بھی فون کر کے کہتا تھا دس بارہ لوگوں کے لیے پارٹی کچھ لگوا دینا، اب مجھے اپنے بھی بہت کام ہوتے تھے، سب کچھ بھول کر کام میں لگ جاتی تھی۔ بہت تھکا مارتا تھا، اب ٹھیک سے سونے نہیں دیتا، اب میں اللہ سے کہوں گی پلیز، اسے آپ ریسٹ دیں تاکہ میں بھی کچھ ریسٹ کروں۔‘‘ بولتے، بولتے نیند کے شدید غلبے نے آ لیا تھا۔ ثمینہ کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

اب یہ نیا کام ماریہ کے سر آن پڑا تھا۔ بندہ ہوش میں ہو تو کھینچنا، گھسیٹنا پھر بھی آسان ہوتا ہے، جب انسان خود وارفتگی کی کیفیت سے باہر ہو تو اس کا وزن لینا ایک نازک اندام لڑکی کے بس کی بات تو ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ماریہ کو فجر کی نماز بھی ادا کرنا تھی، اس سے پہلے وضو بھی کرنا تھا۔ وہ چند ثانیے بے بسی کی کیفیت میں ثمینہ کی طرف دیکھتی رہی پھر تھوڑی مشقت اٹھا کر انہیں صوفے پر سیدھا لٹانے میں بہرحال کامیاب ہو گئی۔

☆☆☆

’’پاپا، رات الفر کہہ رہے تھے کہ ان کے پاس صرف دو دن ہیں۔ آج وہ مجھے ڈنر پر لے جانے کا بول رہے ہیں، میں نے کہہ دیا تھا کہ ماما، پاپا سے پوچھ کر کنفرم کر دوں گی۔ بولیں، میں ان کو کیا کہوں؟‘‘

فری ناشتے کی میز پر سالار صاحب سے مخاطب تھی۔ سارہ کچن میں سالار صاحب کے لیے ان کی خاص کافی تیار کرتے ہوئے سب کچھ سن رہی تھیں، فری کی بات پر وہ خاصی بے چینی محسوس کرنے لگیں، وہیں سے کچھ کہنے کا ارادہ کیا مگر پہلو میں کھڑے شیف کی طرف دیکھ کر خود کو روک لیا اور تندہی سے کریم کافی مگ میں ڈال کر کافی تیار کرنے میں جت گئیں۔ سالار صاحب بھی، کبھی ناشتے میں کافی لیتے تھے، خاص طور پر جب رات کو دیر سے سوتے تھے اور نیند پوری نہیں ہوتی تھی۔

’’آج وہ آفس تو نہیں جا رہے تھے مگر کسی ہوٹل میں ایک خاص میٹنگ بھگتانا تھی اس لیے آج صبح آٹھ بجے کے بجائے دن کے گیارہ بجے ناشتا ہو رہا تھا۔ فری کو یوں تو کالج سے چھٹی کرنے کے بعد دیر تک سونے کی عادت تھی مگر آج وہ کسی کے جگانے سے پیشتر خود ہی اٹھ کر اور تیار ہو کر ناشتے کی میز پر آ گئی تھی۔ شہر میں الفر کی موجودگی کا اثر تھا یا غالباً دیرینہ خوابوں کی تکمیل کی سرخوشی نے بستر چھوڑنے پر مجبور کیا تھا۔ الفر کی خوب صورت باتیں جو نکاح کے بندھن میں بندھنے کے بعد کوئی بھی نیا نویلا دولہا اپنی دلہن سے کر سکتا ہے اس کے کانوں میں ہنوز امرت پھوار رہی تھیں۔ نوجوان دوشیزہ جو کسی شہزادے کے سپنے کے ساتھ سونے جاگنے لگتی ہے، جب عملاً ایسی باتیں سننا شروع کر دے جو ذات کو معطر کر دیتی ہوں تو احساسات اتنے نرم اور رومانوی ہو جاتے ہیں کہ اسی سحر میں کھو کر زندگی کو

ابدی بنانے کے جذبات سر اٹھانے لگتے ہیں۔

"وہ بھی اب وہ تمہارا پارٹنر ہے، اس کی خوشی کا خیال کرنا تمہاری ڈیوٹی میں شامل ہے۔" سالار صاحب نے بے پروا انداز میں سالاس کا نوالہ منہ میں دباتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں، ابھی رخصتی نہیں ہوئی۔ جب یہ ان کے گھر میں جائے گی تو اس کی ڈیوٹیز شروع ہوں گی، ابھی یہ ہمارے گھر میں ہے اور فری ہماری ذمّے داری ہے۔" سارہ نے بلیک کلاسیکل مگ کے ساتھ نمودار ہو کر مداخلت کی۔ فری ہکا بکا سی ہو کر ماں کی طرف دیکھنے لگی۔

سالار صاحب نے بھی الجھی نظروں سے بیگم کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"جب تک نکاح نہیں ہوا تھا ذمّے داری بھی بنتی تھی مگر اب بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ آج کل کے لڑکے بہت شارپ اور aware ہیں، چھوٹی، چھوٹی باتوں سے قائل بنا لیتے ہیں...... اور تم کبھی بھی وقت جو دل میں آتا ہے بول پڑتی ہو۔"

فری نے رد عمل میں باپ کی طرف شاکی نظروں سے دیکھا۔

"الفر سے میں نے گھنٹوں باتیں کی ہیں پاپا، نکاح تو کل ہوا ہے، انہوں نے کل سے پہلے "قائل" نہیں بنائی ہوگی۔ ماما کو تو بس......" کوفت کی شدت کے سبب فری نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

سالار صاحب کو سارہ کی بات میں بہت وزن محسوس ہوا تھا۔ نکاح کے بعد تو ان کی ذمّے داری زیادہ ہو گئی تھی۔ ایک نئے مضبوط رشتے کا اعلان ہو چکا تھا۔ ساری دنیا کو پتا چل چکا تھا کہ سالار صاحب کی بیٹی بس کچھ وقت کے لیے الفر کی امانت کے طور پر اب باپ کے گھر میں ہے۔

"بحث نہیں کرتے بیٹا، ان شاء اللہ اب ساری زندگی تم الفر کے ساتھ ہی گزارو گی۔" سارہ نے بہت پیار سے فری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ آنے والے دنوں میں بیٹی جدا ہو کر بہت دور جانے والی تھی۔ آخر ماں تھیں، بیٹی سے جدائی کا دکھ تو اب سانسوں میں طول ہو رہا تھا۔

"لیکن سارہ، ہم الفر کو انکار تو نہیں کر سکتے، وہ اپنی انسلٹ فیل کرے گا۔"

"اور نہیں تو کیا، پاپا بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" فری نے بے صبری سے سالار صاحب کی بات کاٹ کر تائید کی، بیا انتظار کیے بغیر کہ شاید وہ اس سے آگے بھی کچھ کہنے جا رہے ہوں۔

"آپ کی بات بالکل ٹھیک ہے، میرا مطلب بھی یہی ہے کہ فری کو ہم منع نہیں کر رہے مگر میں فری کو کچھ دیر ساتھ لے کر بیٹھوں گی...... اور یہ بات کرنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ فری کو احساس دلایا جائے کہ بات سیدھی سادی نہیں رہی، ذمّے داری بڑھ گئی ہے۔" سارہ نے بہت متانت سے کہا۔

"بات بالکل ٹھیک ہے، ایسے موقع پر ماں کی کونسلنگ بہت ضروری ہوتی ہے، تم ڈنر پر ضرور جاؤ مگر اس سے پہلے ماں کی ایڈوائز کو سیریس لو۔" سالار صاحب بیوی سے غیر فطری اختلاف نہیں کر سکے۔

فری نے ایک گونہ سکون کی سانس لی ورنہ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ سارہ اسے ڈنر پر جانے سے روکنے کے لیے پوری زور آزمائی کریں گی۔

"اوکے، مجھے تو ڈنر پر جانا ہے، ماما دو گھنٹے کونسلنگ کریں...... آئی ایم ریڈی ماما۔" فری اب کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"تمہاری ماما کی ڈیوٹی بہت سخت ہے بیٹا، اسے تمہارے باپ کو بھی سنبھالنا ہے، تمہیں بھی سنبھالنا ہے، تمہارے میاں کو بھی سنبھالنا ہے۔ بیٹی کو صرف ماں ہی سنبھالتی ہے، خدانخواستہ بیٹی کہیں کچھ loose کر جائے تو بیٹی کا باپ سب سے پہلے اپنی بیوی کو یعنی بیٹی کی ماں کو ہی کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے اس لیے آج سے یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لو کہ آج کی ڈیٹ سے میں تمہاری ماں کے against نہیں جاؤں گا۔" سالار

صاحب نے بھی شگفتہ مزاجی کا مظاہرہ کیا جس پر سارہ نے گہری طمانیت محسوس کی۔
فری کی اب بلا سے کہ ماں، باپ کیا، کیا باتیں کریں گے، وہ تو پنکھ لگا کر فضاؤں میں اُڑ رہی تھی، ایک شاندار خوابناک ماحول والا عشائیہ اس کا منتظر تھا۔

☆☆☆

"مجھے پہلے ہی پتا تھا، یہ لڑکا سارا ڈراما ہی اس لیے کر رہا تھا۔ میں ابھی تو تو کو کال کر کے بلاتی ہوں۔" ثمینہ غیظ و غضب کی کیفیت میں جھاگ اڑا رہی تھیں۔
"ممی وہ جسے آپ "یہ لڑکا"، "وہ لڑکا" کہتی ہیں وہ ہمارے گھر میں زبردستی نہیں آیا، ہم اسے بہت پیار سے لے کر آئے تھے۔ میری لائف میں اس کی "yes" اور "No" کی بہت امپورٹنس ہے۔" عرشلہ شاید زندگی میں پہلی بار "حالتِ سکینتی" سے باہر آ کر بہت اعتماد سے بات کر رہی تھیں جبکہ ان کے حوصلے و اعتماد کی بنیاد اعلیٰ درجے کا احساسِ کمتری ہی تھا۔ یعنی عامر جب شریکِ سفر کے روپ میں ہمراہ ہوگا تو وہ کیا، کیا کچھ اس سے چھپائیں گی، کیا کچھ کھولنا چاہیں گی، کہیں کچھ چھپانے، پوشیدہ رکھنے کی کوشش ہی میں کوئی ناکردہ جرم ثابت ہو جائے۔ پھر زرین کی طرف سے آنے والے مختلف مسائل وہ کب تک عامر سے شیئر کرتی رہیں۔
زرین کی وجہ سے "پہلا" چھوڑ گیا، زرین ہی کی وجہ سے "دوسرا" بھی نہ چھوڑ جائے۔
خوف، اندیشے، گمان، خیالی پلاؤ... یہ ساری کیفیات انسانی جبلت ہیں، عین فطرت ہے، یہ اور بات کہ سب جانتے ہیں کہ یہ منفی رویے، منفی جذبات و کیفیات ہیں مگر انسانی فطرت پھر بھی کھیلنے سے باز نہیں آتی اور یہی متضاد کیفیات انسان کو نجومیوں، ستارہ شناسوں، مستقبل کے احوال و اسرار بتانے والوں کے پاس لے جاتی ہے، تاکہ مستقبل کی کوئی "سند" دستیاب ہو تو اندازوں سے کھیلنے کا عذاب ختم ہو۔
مستقبل کا حال جاننے کی تڑپ اتنا بے چین و مضطرب کر دیتی ہے کہ انسان اس دوران زندگی کی سب سے بڑی حقیقت یعنی "موت" کو فراموش کر دیتا ہے۔
مستقبل میں من چاہی مرادیں پوری ہو رہی ہیں یا نہیں مگر ایک امر تو تصدیق شدہ ہے کہ "موت" ہر ذی روح کا آنے والا لمحہ یا مستقبل ہے اور وجدان کہتا ہے موت بھی زندگی کا مستقبل نہیں ہے۔ اس مرحلے سے آگے بھی روح مسلسل سفر میں ہے۔
"پڑاؤ" کو منزل سمجھ لینا، سمجھنے والے کی کوتاہ علمی یا خود فریبی ہے، یہ کسی دوسرے کی ذمے داری کبھی بھی نہیں ہو سکتی، گویا اندیشے ماضی کے خوفناک تجربے کے ہاتھوں رہن تھے۔
ماضی ایک یاد اور تجربے کے علاوہ اور کچھ نہیں مگر انسان اکثر یہی غلطی دُہراتے چلے آ رہے ہیں کہ ایک "جز" کو زندگی کا "کل" بنا کر رکھ دیتے ہیں اور فکر کرتے، کرتے اپنا وقت پورا کر جاتے ہیں۔
عرشلہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ٹھہرا تھا۔ عامر کی محبت بھری سرگوشی "ماضی" کی کسی خوفناک "دھاڑ" میں تحلیل کر جاتی تھی۔
عرشلہ نے ماں سے لمبی چوڑی بحث نہیں کی، بس ماں کو اپنا حتمی فیصلہ سنا کر جگہ چھوڑ دی تھی، بالفاظِ دیگر (دوسرے لفظوں میں) ثمینہ کو بال نوچنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ ان کے گمان و اندیشے اتنے مضبوط تھے کہ امیدیں منہ چھپا کر بھاگنے پر مجبور تھیں۔ اس پر کمال یہ تھا گمان پرستی "عین الیقین" کی خود ساختہ مہر تھی۔
عرشلہ نے بیڈروم کا دروازہ بند کرتے ہوئے ثمینہ کی بلند آوازیں جو ماریہ کو اس طرح آوازیں دے رہی تھیں گویا انہیں ساتوں آسمان سے زمین پر آنا تھا۔

☆☆☆

ماں جی اور میں

آج کل پیپے نے بیٹے سے دن تھے، کچھ ٹھنڈے کچھ گرم۔ ہماری اسکول سے تشریف آوری ہوئی۔ چھابے سے روٹی اپنی چھابی میں رکھی ماں جی جان سے پوچھا۔ "کاہدے نال لا کے کھاواں۔۔۔" مکھن، دہی، سالن سب کچھ تھا۔ ماں کچھ مصروف تھیں دوسری بار پوچھنے پر چڑ کے بولیں۔ "میرے سر نال لا کے کھالا۔" اور ہم نے روٹی کے نوالے ماں کے بازو سے رگڑ کے کھانے شروع کر دیے۔ ماں نے ایک رکھی۔ پھر بولیں۔ "ایہہ فرسٹ ہونی آ آ پوری لالا اوں عقل والی بماری نہیں۔" اور پھر نہیں کول میں مکھن کے اوپر شکر ڈال کے دی۔ ماں تھیں ناں۔۔۔ کہ اللہ کے بعد ماں باپ ہی تو ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کو تنہا نہیں چھوڑتے خواہ قبر میں ہی آرام فرما ہو چکے ہوں۔۔۔ وہ ہمیشہ ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ کبھی ادب کی صورت، کبھی دعا کی صورت، کبھی نصیحت کے لہجے میں، کبھی مسکراہٹ کے لبادے میں۔ یا اللہ میرے والدین کو جنت الفردوس میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں جگہ عطا فرما، آمین!

از: عدیشہ اختر، بہاول پور

غزل

ان کی آنکھوں کے تیور کو بدلتے دیکھا
ہم نے دنیا میں کیا کیا نہ بدلتے دیکھا
روح کچل کر کسی کی اپنے لفظوں سے
خود فقط اُف سے ہر لفظ بچتے دیکھا
کسی کی راہ روک کر وقت کھوٹی کرکے
ہم نے لوگوں کو قسمت سے الجھتے دیکھا
چہروں کو سنوارتے ٹھیس سے بچاتے دیکھا
ہم نے کانچ سے ہیروں کو ٹوٹتے دیکھا
وہ جب چاہیں جیسے دیکھ کر ان دیکھا کر دیں
اور اپنی دفعہ ان کی بات بھی بگڑتے دیکھا
کسی کے ہاتھ سے چھین کے روٹی جاتے ہیں گر
ہم نے لوگوں کے احساس کو مرتے دیکھا
دھوپ میں اوروں کو جلانے والوں کو
ہم نے ہر گھڑی بارش کی تمنا کرتے دیکھا
بچ ہونے کا کوئی وقت طے ہے زندگی میں
ہم نے بن بادل بھی برسات کو برستے دیکھا

از: وردہ بخاری، کراچی

شمسہ فریج کھولے قدرے پریشانی کی کیفیت میں جائزہ لے رہی تھیں۔ سارہ نے صاف ستھرے ڈبوں میں کھانا پیک کروا دیا تھا جو ابھی تک جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔ رات گھر واپس آ گئیں تو واصف سوتا ہوا ملا تھا، صبح وہ چائے اور ایک کپ کیک کا ناشتا کر کے یوں گھر سے نکلا تھا جیسے کسی تعاقب کرنے والے سے جان بچا کر بھاگ رہا ہو۔ شمسہ نے بھی اس کے انداز دیکھ کر اپنی طرف سے کوئی بات شروع نہیں کی تھی۔ کچھ دیر پہلے واپس آیا تو یہ کہہ کر شاور لینے چلا گیا کہ اس نے کینٹے ٹیریا میں بڑا ہیوی قسم کا برگر کھا لیا تھا اس لیے اسے بھوک نہیں ہے۔

شمسہ نے ایک ڈبے سے تھوڑا سا مٹن کڑاہی نکال کر گرم کر کے اپنا کام تو کر لیا تھا، اب یہ سوچ رہی تھیں کہ اتنا اچھا کھانا فریز کر دیں یا ماسی کو دے دیں جو سہ پہر تین بجے کے قریب آ کر گھر صاف کرتی تھی۔ شمسہ کے ہاں شروع سے ماسی کا یہی وقت مقرر تھا کیونکہ وہ خود دو بجے تک گھر آتی تھیں، کھانا کھا کر عصر پڑھتی تھیں، اس کے بعد ماسی آ جاتی تو اس سے گھر صاف کرواتی تھیں۔ گھر میں دو جانیں ہوتی تھیں، گھر تو چوبیس گھنٹے ہی صاف رہتا تھا مگر گرد مٹی صاف کرنے کا کام تو اپنی جگہ رہتا تھا۔

"یہ بیف بریانی بہت مزے کی بنی ہوئی ہے، تمہارے رات کے کھانے کے لیے گرم کر دوں گی یا کچھ اور کھانا چاہتے ہو تو بتا کر جانا، اتنا کھانا رکھا ہوا ہے، اپنے لیے تو میں کچھ نہیں بناؤں گی۔" شمسہ نے ادھ کھلے دروازے سے واصف کو شرٹ پہنتے دیکھ کر موقع سے فائدہ اٹھایا۔

"صبح میں نے فریج میں بہت سارے ڈبے دیکھے تھے ماں، آپ فریز کر دیں اور فری کی رخصتی کا کھانا آنے تک کھاتی رہیں۔" واصف نے شرٹ نیچے کی طرف کھینچتے ہوئے ادھ کھلے دروازے سے جھانک کر ماں کو سرد لہجے میں جواب دیا۔

شمسہ کو لہجے سے ہی فیصلہ کرنا آسان ہو گیا کہ اس وقت جواب نہ دینا ہی مکمل جواب ہے۔ وہ بنا کچھ بولے

فریج کا دروازہ بند کر کے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

''میں تو خود یہ سب ساتھ لانا نہیں چاہتی تھی مگر بھابی کو منع کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی۔'' وہ آہستگی سے دروازہ بند کرتے ہوئے خود ہی سوچ رہی تھیں۔ مگر وہ اصف کو کسی قسم کی لفظی صفائی دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔

☆☆☆

''یعنی تم نے ایک جنٹل مین کو تماشا بنا کر رکھ دیا اور پروا بھی نہیں کی۔'' ٹوٹو نے عرشلہ کے کمرے میں گھستے ہی راشن پانی لے کر عرشلہ پر چڑھائی کر دی تھی۔

''پلیز ٹوٹو، اموشنل ہونے کی ضرورت نہیں، عامر بالکل پرفیکٹ ہیں۔ وہ جس سے بھی شادی کریں گے وہ لکی ہوگی، انہیں لائف پارٹنر بہت آسانی سے مل جائے گا لیکن زین کو کچھ ہوا تو میں خود کو بھی معاف نہیں کر سکوں گی۔'' بولتے بولتے عرشلہ کی آنکھیں نم ہونے لگیں، آواز بھرا گئی۔

ٹوٹو پر عرشلہ کی بے بسی کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ وہ خود بخود نرم پڑ گئی اور آگے بڑھ کر عرشلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

''ڈارلنگ، زین ٹھیک ہے، اسے بس کونسلنگ کی ضرورت ہے۔ شاید وہ تمہارے دور ہونے کے خیال سے خوفزدہ ہو گیا ہے، اسے کونسل کریں گے تو وہ ٹھیک ہو جائے گا، مجھے پتا ہے تم بہت جلد خوف میں مبتلا ہو جاتی ہو۔ لائف میں ہر چیز بغیر struggle (کوشش) کے نہیں ملتی، بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔'' ٹوٹو اب بہت محبت سے سمجھا رہی تھی۔

''تو... تو وہ بہت اموشنل ہے۔ ایک غلط کام کر کے اسپتال پہنچ گیا، اب میں کوئی رسک نہیں لوں گی۔ ابھی تک بھی تو گزر رہی تھی ناں۔'' عرشلہ پر ٹوٹو کے دلائل بالکل بے اثر نظر آئے، بغیر وقفے کے الٹا سا جواب دے دیا تھا۔ ٹوٹو کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑنے لگی اور عرشلہ کا ہاتھ ان کی اپنی گود میں یوں جا گرا جیسے ساحل کی ریت ہاتھوں سے پھسلتی ہے۔

''ہاں تو ٹھیک ہے، اس کو لے کر بیٹھے ہیں، دو چار سال بعد وہ خود شادی کر کے اپنی دنیا میں گم ہو جائے گا اور تم اکیلی بیٹھی اس کو فرصت ملنے کا wait کیا کرو گی۔'' ٹوٹو بھلا ہار ماننے والی تھی؟ اسے تو نشانے پر لگا، بھگا کر ریس دوڑنے کی عادت تھی۔

''کوئی شیورٹی نہیں ہے۔ دو سال پہلے اس کا بہت پرفیکٹ چیک اپ ہوا تھا مگر اس نے آپریشن کا سنتے ہی مجھے کہا کہ ماما، میں کوئی رسک نہیں لوں گا، ابھی میں ٹھیک ہوں، خوش ہوں، اگر آپریشن کے بعد مجھے disappointment ہوئی تو میں خود کو شوٹ کر لوں گا۔ ٹوٹو، میں نے یہ بات تم سے بھی شیئر نہیں کی اور سب سے بھی چھپائی۔ کی تو شاید پھر اسے اس گھر میں رہنے ہی نہ دیتیں۔ let see ٹوٹو، زین اڈوپٹڈ ہے، وہ زبردستی کر کے ہمارے گھر میں نہیں آیا، مجھے اپنی گود میں ایک ہنستا کھیلتا infant (شیر خوار) چاہیے تھا، ہم جلدی میں تھے کیونکہ ہم عیش اور آرام کے عادی لوگ ہیں، محنت سے بھاگتے ہیں، روٹین کا آرام نہ ملے تو نوکروں پر غصہ اتارتے ہیں۔ ہم زین کو لے کر آ گئے تھے، ہم نے اسے کہا کہ تم ہماری اولاد ہو۔ اس ہمارے قصے میں اس کا قصور کیا ہے؟ اب ہم اسے گلٹی ٹارچر کر کے کیا اس کی جان لے لیں؟ وہ تو پہلے ہی نامکمل ہونے کی وجہ سے دکھی ہے۔''

عرشلہ جذباتی انداز میں بس ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئیں۔ وہ تو شاید ابھی مزید بولتیں مگر اب ان کی بس ہو گئی، اب چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھیں۔

ایک مشہور اور قابل بھروسا این جی او کی ہیڈ ہونے کے ناتے ٹوٹو دکھی انسانیت کے آنسو پونچھتے پونچھتے عمر کے اس حصے میں آ گئی تھی جہاں سے ہر فیصلے سے پہلے رکنے، وقت لینے کی پریکٹس شروع ہو جاتی ہے۔

"ٹھیک ہے نو پرابلم... فی الحال میں عامر کو کچھ کہہ کر روکتی ہوں نہ اسے بالکل منع کرتی ہوں اس لیے کہ عامر جیسا بندہ شاید تمہاری زندگی میں دوبارہ نہ آئے۔" توتو نے گہری سانس لے کر یہ الفاظ منہ سے نکالے۔

"کیوں اس بحث میں اپنا ٹائم ضائع کر رہی ہو؟ اور رہی یہ بات کہ عامر جیسا بندہ شاید دوبارہ نہ ملے تو ایسا ہی خیال اس وقت بھی تھا جب میری پہلی شادی ہوئی تھی۔" مرشلہ نے انگلی کی پوروں سے اشک جھٹکتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ہوں... اوں..." توتو نے ایک طویل "ہوں" کی آواز منہ سے نکالی۔

"جب تک یہ خوف تمہاری جان نہیں چھوڑیں گے تمہاری لائف میں کچھ چینج نہیں آسکتا۔" توتو اب دل گرفتہ نظر آئی۔ "کب سے کہہ رہی ہوں براین ٹریسی کی بیسٹ سیلر بک پڑھو change your thinking change your life کتاب واقعی ایک راستہ ہے کسی کے خیالات تک پہنچنے کا۔ ورڈز ورتھ اور شیلے کی پوئٹری (شاعری) پڑھ پڑھ کر جانے پر چڑھی بیٹھی ہو ذہن پر اترنے کا نام ہی نہیں لے رہی ہیں۔"

توتو مایوس نہیں تھی، وہ جانتی تھی کہ ایک جیتی جاگتی زندہ حسین عورت اپنے خیالات کی گرفت سے خود ہی باہر آنا نہیں چاہتی۔ اس کے خوف، اس کے عقائد بن چکے ہیں۔ وہ دوستی نبھانے والی انسان دوست عورت تھی، ہار نہیں مانتی تھی، دوست کے اتفاق نہ کرنے پر اسے چھوڑنے کا خیال اسے کبھی چھوتا بھی نہیں تھا۔ شاید انسانیت کی... بےلوث، بےغرض خدمت کرنے کا یہ انعام تھا کہ وہ ہمیشہ توانائی سے بھرپور رہتی تھی۔ اس کی صحت قابلِ رشک تھی کیونکہ وہ دعاؤں کی توانائی کھاتی پیتی تھی، اس کی آنکھیں روحانی مسرت سے دمکتی رہتی تھیں لہٰذا اس نے "فی الحال" کے ضمن میں مرشلہ کو تنہا چھوڑنے کا دانش مندانہ فیصلہ کیا اور اگلی منزل عامر کا ٹھکانا ٹھہری۔

☆☆☆

"آج میں نے دونوں بچوں کو فری کر دیا ہے کیونکہ مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

مرلقا گولڈن پھلواری سے آراستہ سیاہ لانگ ڈریس میں واصف کے سامنے بیٹھی تھی۔ بال سٹ کر کے پیچھے مقید تھے، میک اپ اتنا بھرپور تھا جو عموماً ان باراتی خواتین کے چہرے پر نظر آتا ہے جن کو بارات کا فقید المثال استقبال ہونے کا کامل یقین ہوتا ہے۔ واصف کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے اسے اناڑی جاننے کے باوجود موت کے کنویں میں موٹر سائیکل چلانے پر مجبور کر دیا ہو۔ حلق یوں بند تھا گویا کسی گلیشیئر نے لڑھک کر چٹان کا منہ بند کر دیا ہو جو شاید صدیوں سے اسی گلیشیئر کے انتظار میں منہ پھاڑے ہوئے تھی۔

"ارے، میں ہی بولے جا رہی ہوں، تم بولتے کیوں نہیں؟" مرلقا نے واصف کے ہونٹوں پر کوئی نادیدہ "ٹیپ" دیکھ لی تھی۔

"جی... میں... میں سن رہا ہوں۔" واصف نے بدقت تمام حلق سے آواز نکالی۔

"میں جانتی ہوں تم اچھے سامع ہو مگر کچھ تو بولو۔" مرلقا کا انداز جارحانہ تھا۔

"جی... میں پہلے آپ کو سنوں گا پھر کچھ بولوں گا کیونکہ آپ نے باتیں کرنے کے لیے بچوں کو فارغ کیا ہے۔" واصف کے اندر بے بسی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ بچوں کو پڑھاتے ہوئے دو گھنٹے گزرنے کا پتا نہیں چلتا تھا اور اس وقت یہ عالم تھا کہ کائنات نے سانس روک کر گھڑیال جام کر دیے تھے۔

"ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ داؤد کا گھر میں نے خراب نہیں کیا، اس نے خود اپنی بیوی کو غصے میں طلاق دی تھی۔"

"جی، طلاق غصے ہی میں دی جاتی ہے، محبت کی وجہ سے تو بندہ شادی کرتا ہے۔" واصف کے منہ سے بلا ارادہ وہ بے ساختہ نکل گیا جبکہ لب کشائی پر پچھتاوے کا عمل بھی ساتھ ساتھ شروع ہو چکا تھا۔

"یہ بات... ارے، تم تو واقعی جینئس ہو۔" مرلقا کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگیں۔

کتنی آسانی سے جینئس ہونے کا سرٹیفکیٹ مل رہا تھا۔ واصف کو لگا کہ اس دنیا کے اگلے پچھلے سارے جینئس سر پکڑ کر رو رہے ہوں۔

''بالکل ٹھیک، اب اگر داؤد کو غصہ آ گیا تھا تو اپنی بیوی کی کسی جہالت کی وجہ سے آیا ہوگا مگر میرے دشمن کہتے ہیں کہ تم اپنی دولت مند بھابی سے حسد کرتی تھیں، تم نے داؤد کا دل خراب کیا ہوا تھا، طلاق یافتہ نند ہمیشہ بھائی کا گھر خراب کرتی ہے۔''

''آپ کے دشمن کہاں رہتے ہیں؟ اس گھر میں تو آپ صرف چار فیملی ممبرز ہی ہیں، جہاں تک مجھے معلوم ہے۔'' واصف کو مجبوراً گرہ لگانا پڑ رہی تھی کہ کہیں اس کی خاموشی اس نیم پاگل عورت کے چیخنے چلانے کا بہانہ نہ بن جائے اور گھر کے نوکر جذبات میں آ کر خود اس کی ٹھکائی نہ کر دیں۔

''ارے دشمن تو پہلے گھر میں ہی رہتے تھے، دفعان ہو گئے سب۔'' مہ لقا نے یوں شکل بنائی جیسے نیم کے پتے چبا رہی ہو۔

''صدف بتا رہی تھی داؤد کی بیوی کالا جادو کرانے سادتھ افریقا گئی تھی۔ وہاں کوئی بڑا مشہور Monk (بدھ راہب) ہے وہ اپنے دماغ کی لہروں سے کالا جادو کرتا ہے۔'' مہ لقا پُر یقین لہجے میں بڑے جوش و خروش سے بول رہی تھی۔

''سوری تو ہے..... میم، Monk تو بہت religious ہوتے ہیں، عیش و آرام کی زندگی چھوڑ کر انسانیت کی خدمت کرنا پسند کرتے ہیں، چیونٹی کو مارنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔'' واصف اس صریح غلط بیانی پر بلبلا اٹھا۔ ''جادوگر ہونے کے لیے کہیں سے بھی بندہ دستیاب ہو سکتا ہے، بیچارے بدھ راہب نے کسی کا کیا بگاڑا ہوتا ہے۔''

''ہاں تو اس نے گیٹ اپ کیا ہوا ہوگا، صدف جھوٹ نہیں بول سکتی۔'' مہ لقا اختلاف پر بھڑک اٹھی جس پر واصف نے بنیادی سوال بڑی ہمت کر کے کر ہی ڈالا۔

''وہ.....میم.....یہ صدف کون ہیں؟''

''ہیں.....؟'' مہ لقا کو حیرت کا زوردار جھٹکا لگا جیسے واصف نے یہ کہا ہو کہ میم ''چاند'' کیا ہوتا ہے؟ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

''تم صدف کو نہیں جانتے؟ اس شہر کی نمبر ون ''کٹنی''.....کوئی ایجنسی والے اس کو ہائر کر لیں تو اس سے بڑا جاسوس دنیا کو نہیں مل سکتا۔''

واصف بھی کوئی سڑک پر نہیں پلا تھا، ماں نے ہر طرح کا سکھ آرام مہیا کیا تھا۔ اب اس کی بس ہو گئی تھی، اس نے میز پر پڑا ہوا اپنا سیل فون اٹھایا اور کھڑے ہو کر جینز کی پچھلی پاکٹ میں ٹھونسا۔

مہ لقا اب حیران، پریشان واصف کی طرف دیکھ رہی تھی۔ واصف نے تکلفاً بھی خدا حافظ نہیں کہا اور سیدھا باہر کا رستہ لیا۔

''ار.....رے.....رے، یہ تم کہاں جا رہے ہو؟ ابھی تو میں نے بات شروع کی ہے۔'' مہ لقا، واصف کے پیچھے دوڑی۔

واصف سیدھا اس طرف جا رہا تھا جہاں وہ اپنی بائیک کھڑی کرتا تھا۔ مہ لقا اس کے پیچھے آوازیں لگاتی آ رہی تھی۔

''ہیلو ٹیچر..... ایکسکیوز می ٹیچر..... listen..... ٹیچر۔'' گھر کا نوجوان ملازم پالتو شیشن بلی کو کیمبر کر گھر کے اندر لے جا رہا تھا، وہ بھی کام بھول کر ٹکٹک کر دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔

واصف نے پلک جھپکنے میں بائیک اسٹارٹ کی۔ مہ لقا اس کے سر پر پہنچ چکی تھی مگر عین وقت پر غیبی مدد آن موجود ہوئی۔ مین گیٹ کھلا اور داؤد طوی کی بلیک فورچونر اندر داخل ہوئی۔

واصف اپنی بائیک کی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے داؤد طوی کی گاڑی بھی دیکھ لی تھی مگر اس نے دوسری نظر

بھی گاڑی پر نہیں ڈالی اور بائیک کو اسپیڈ دے کر ریس ہو گیا۔ اچانک کھلنے والے گیٹ سے اسے بروقت مدد پہنچی تھی۔ مہ لقا اپنی جگہ ہکا بکا کھڑی تھی۔

داؤد علوی کی اپنے دماغ کی چولیں ہل چکی تھیں۔ سامنے بڑی بہن کھڑی تھی اور واصف ان کی گاڑی دیکھ کر بھی نہیں رکا۔ بچوں کی طرف ان کا ذہن اس لیے نہیں گیا کہ وہ تو آف ہوتے ہی اپنے اپنے روم میں بھاگ گئے ہوں گے۔

مہ لقا ابھی تک خود کو سنبھال نہیں پائی تھیں، بھائی کی اچانک آمد اور واصف کا ریس ہونا وہ بھی اس انداز میں جیسے اسے پیچھے سے دبوچ لیے جانے کا اندیشہ ہو۔

داؤد علوی گہری سوچ میں ڈوبے آہستہ خرامی سے مہ لقا کی طرف بڑھ رہے تھے۔

”میں نے اسے کچھ نہیں کہا داؤد، وہ ٹائم بہت ضائع کرتا ہے، دونوں بچے موبائل میں لگے ہوتے ہیں اور وہ خود اپنا سیل لیے بیٹھا ہوتا ہے۔ ہم اسے ایک ہینڈسم اماؤنٹ pay کرتے ہیں، ہمارا رائٹ ہے......“

”پلیز آپا، مجھے آپ سے کوئی justification (وضاحت) نہیں چاہیے، آپ ریسٹ کریں، مجھے کچھ پوچھنا ہوگا تو بچوں سے پوچھ لوں گا۔ وہ جس طرح مجھ سے ملے بغیر گیا ہے اس سے یہ تو کنفرم ہو گیا ہے کہ وہ اب یہاں نہیں آئے گا۔“ یہ کہہ کر داؤد علوی مہ لقا کے قریب سے گزر کر اندر کی طرف بڑھ گئے۔

مہ لقا ہونقوں کی طرح کبھی مین گیٹ کو کبھی گھر کے داخلی دروازے کو دیکھنے لگی تھی جسے وا کر کے داؤد علوی منظر سے اوجھل ہو چکے تھے۔

☆☆☆

ہیلمٹ کچن کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے واصف نے اپنے ”لاڈلے تخت“ پر بیٹھی ماں کی طرف دیکھا جو غیرت کا پیالہ قرینے سے سجا رہی تھیں۔

”ماں، بہت زور کی بھوک لگی ہے، یوں سمجھیں زخمی گھوڑا گھسیٹ کر لایا ہوں۔ میں گھوڑے پر سوار نہیں تھا، گھوڑا مجھ پر سوار تھا۔“ یہ کہہ کر وہ آڑا ترچھا ہو کر ان کے پہلو میں دراز ہو گیا اور دونوں ہاتھ تکیہ بنا کر سر کے نیچے رکھ لیے۔

شمسہ کے تو اوسان جاتے رہے۔

”کیا گھوڑا، گھوڑا لگا رکھی ہے؟ بائیک کہاں ہے؟“ شمسہ حیران پریشان بیٹے کی شکل دیکھنے لگیں جو آنکھیں بند کیے پرسکون ہونے کے لیے گہری سانس لینے کی مشق کر رہا تھا۔

”یہ بائیک ہی میرا old horse (بوڑھا گھوڑا) ہے ماں۔ CD-70 گھس کر CD-35 ہو چکی ہے اور میں اسے 125 کی طرح گھسیٹ کر لایا ہوں۔“ یہ کہہ کر اس نے دونوں کانوں کو چھو کر گویا توبہ استغفار کی۔

شمسہ کی حیرانی گہرے تفکرات میں بدلنے لگی۔ جب سے واصف نے بائیک چلانا شروع کی تھی آج پہلی بار وہ اس حال میں داخل ہوا تھا کہ اپنے آپ میں دکھائی نہیں پڑ رہا تھا، جو اس کا نظام بے ترتیب تھا۔

”پہلے میں تمہارے لیے کھانا گرم کرتی ہوں پھر پوچھتی ہوں کہ آخر مسئلہ کیا ہے؟“ شمسہ نے تخت سے اترتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں کہا۔

”میں بچا کھچا کھانا نہیں کھاؤں گا، اگر کچھ نہیں بنایا تو دو کباب فرائی کر کے سینڈوچ بنا دیں، اتنی دیر میں، میں شاور لے کر فریش ہوتا ہوں۔ اور ہاں......“ وہ ایک جھٹکے سے اٹھتے ہوئے شمسہ سے مخاطب ہوا۔

شمسہ پلٹ کر سوالیہ نظروں سے بیٹے کی شکل دیکھنے لگیں۔

”آج کے بعد میں ”ماموں“ کے گھر نہیں جاؤں گا...... جان چھوٹی میری۔“ یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا اور ہاتھوں کو حرکت دے کر ”جم“ والی مشق کرنے لگا۔

”کوئی نئی بات کرو، یہ تم مجھے پہلے بھی کہہ چکے ہو۔“ شمسہ نے آف موڈ میں اور قدرے اداس ہو کر جواب دیا۔

"میں سالار ماموں کی بات نہیں کر رہا ہوں ماں، عالی شان کے "ممو" کی بات کر رہا ہوں، میں وہی تو نہیں ہوں مگر یہ "ماموں لوگ" مجھے راس نہیں آتے۔ شاید کوئی تایا، چچا ہوتا تو ستارے سے بچ کر جاتے مگر وہ تو تعیب میں ہی نہیں تھے۔" واصف ماں کو سوچوں میں الجھا کر اپنے کمرے تک بولتا چلا گیا۔

اب شمسہ کو واضح محسوس ہو رہا تھا کہ اس وقت واصف کی ذہنی حالت متوازن نہیں ہے اور جب اس نے عالی شان کے "ممو" کی بات کی تو وہ اعتراض لگانے کے لیے آزاد ہو گئیں کہ ضرور وہاں کچھ ہوا ہے مگر بے چینی کی انتہا پر انہیں صبر سے کام لینا تھا۔ ویسے بھی "شریف بھوکے" کو آزمانے سے منع کیا گیا ہے۔

وہ فریزر کا دروازہ کھول کر اقصر وہ نظروں سے شادی کے کھانے کے ڈبے دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے کباب نکالنے لگیں۔

☆☆☆

فری کو تو یوں لگ رہا تھا کہ افقر کے ساتھ گزارے ہوئے تین گھنٹے تین پل کی طرح گزر گئے۔ بے حد رومانوی ماحول میں کیا جانے والا ڈنر ایک سنہری یاد کی طرح محفوظ ہو چکا تھا۔ آج افقر نے اسے شریک سفر ہونے کا بہت مضبوط احساس دیا تھا۔ اس کی تیاری کو بے حد سراہا تھا۔

رائل بلیو فراک جس پر فیروزی ریشم اور سلیکوئنس کا کام بنا ہوا تھا اس پر بہت اٹھ رہی تھی۔ اس پر فیروزی رائل بلیو بارڈر والا بڑا سا دوپٹا جو وہ بمشکل سنبھال پا رہی تھی بہت کمال لگ رہا تھا۔ نیلم اسٹون لاکٹ، ٹاپس سیٹ نے زینت میں چار چاند لگا دیے تھے۔ سارہ کی سخت ہدایات کے زیر اثر اس نے افقر سے بہت محتاط بات چیت کی تھی۔ افقر اس احتیاط کو تعلقات کا نیا موڑ تصور کر رہا تھا۔

"ارے ـــ ہمارے گھر تو گیسٹ آئے ہیں۔" فری نے اپنے گھر کے گیٹ سے باہر فور وہیلرز سے داؤد علوی کو اترتا دیکھ کر بے ساختہ انداز میں کہا۔

افقر نے بھی فور وہیلرز کے پیچھے اپنی کار روکتے ہوئے داؤد علوی کی طرف دیکھا۔

"obviously انکل سے ہی کوئی ملنے آیا ہوگا، لیٹ آورز میں کوئی "ایمرجنسی" ہوگئی ہے شاید، انکل کی seat ہی ایسی ہے، وہ کسی کو بھی اچانک سے یاد آ سکتے ہیں۔" افقر نے ہنستے ہوئے چابی گھما کر انجن بند کیا۔ فری نے گاڑی سے اترتے، اترتے پلٹ کر اور مسکرا کر افقر کی طرف دیکھا۔

"ابھی آپ رکیں، میں گیسٹ سے پتا کروں کس سے ملنے آئے ہیں کیونکہ میں ان کو پہلی بار دیکھ رہی ہوں۔"

"بندہ بڑا شاندار ہے، ویری ہینڈسم۔" افقر نے ونڈ اسکرین کے پار داؤد علوی کی طرف دیکھ کر سراہنے کے انداز میں کہا۔

فری اتر کر داؤد علوی کی طرف بڑھی جو کیبن کی کھڑکی کی طرف جھکے گارڈ سے بات کر رہے تھے۔

"ایکسکیوز می سر، آپ پاپا سے ملنے آئے ہیں؟ میرا خیال ہے پاپا سو چکے ہوں گے، وہ زیادہ سے زیادہ دس بجے بیڈ پر چلے جاتے ہیں۔"

داؤد علوی نے پشت سے آتی کھنکتی ہوئی نسوانی آواز سنی تو بری طرح چونک کر پلٹے۔

"بی بی صاحب، میمان (مہمان) واصف صاحب سے ملنے کو بولتا ہے۔" گارڈ نے کھڑکی سے گردن نکال کر فری کو مخاطب کیا۔ داؤد علوی کو کچھ بولنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔

"اوہ۔" اب فری نے از سر نو داؤد علوی کا سرتاپا جائزہ لیا۔ سیاہ ڈنر سوٹ، میرون و سیاہ چیک کی ٹائی، دمکتی ہوئی ٹائی پن، ہلکی روشنیوں میں جگمگاتی قیمتی رسٹ گھڑی۔

"یہ فور وہیلرز میں بیٹھ کر آنے والا شاندار سا بندہ اس "بیچارے سے" واصف سے ملنے آیا ہے؟ کہیں اس بندے

نے بھی واصف سے "صدقے کے بکرے" تو نہیں منگائے تھے اور ایک بار پھر واصف کی پاکٹ کٹ گئی ہو ــــ اور یہ اپنی رقم وصول کرنے پاپا کے پاس آیا ہو۔" اس نے سوچا۔

"سر، آپ کو شاید پتا نہیں، واصف یہاں سے شفٹ ہو گئے ہیں۔ اب وہ یہاں نہیں رہتے۔" فری نے بڑی شائستگی سے اطلاع بہم پہنچائی۔

"اوہ، سوری۔ واقعی مجھے پتا نہیں تھا، وہ ــــ اصل میں واصف کی CNIC کی کاپی میرے پاس تھی، اس میں کرنٹ ایڈریس یہی لکھا ہوا ہے۔" داؤد علوی خاصے خجل سے نظر آئے اور فری سے معذرت کی۔

"تو پرابلم، وہ recently ہی شفٹ ہوئے ہیں ورنہ وہ ہمیشہ سے ہمارے ساتھ ہی رہ رہے تھے۔"

لفظ "ہمیشہ سے" پر داؤد علوی کو فری پر توجہ دینے کی ضرورت پیش آ گئی۔ اسی وقت اظفر بھی کار سے اتر کر ان کے قریب آ چکا تھا۔

"یہ آپ کا گھر ہے؟" داؤد علوی نے مصافحے کی نیت سے اظفر کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے سوال کیا۔ اصولاً جب مرد، عورت پہلو بہ پہلو کھڑے ہوں تو مخاطب مرد ہی کو کرنا بنتا ہے۔

"جی، یہ میرا گھر ہے، یہ میرے بزبینڈ ہیں اظفر، یہ تو USA میں ہوتے ہیں۔" فری نے اپنی فطرت کے بموجب جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا۔

سوال تو پیدا ہوا تھا کہ یہ لڑکی کا گھر ہے اور وہ اس وقت اپنے بزبینڈ کے ساتھ ہے جو امریکا میں رہتا ہے مگر داؤد علوی نے بات اختتام کی طرف لے جانا چاہی اور فری سے مخاطب ہوئے۔

"کیا آپ مجھے واصف کا نیا ایڈریس دے سکتی ہیں؟ اصل میں ان کا نمبر بند جا رہا ہے ورنہ میں انہیں کال کر کے ایڈریس لے لیتا۔"

"مجھے تو خود بھی نہیں پتا، پھپھو کا نیا ہاؤس میں نے ابھی تک نہیں دیکھا۔" فری کو اب اندر جانے کی عجلت تھی اس کے حساب سے وہ باہر سڑک پر کھڑی کسی اجنبی سے فضول قسم کی بات کر رہی تھی۔

"ایک بندہ یہاں رہتا تھا اب نہیں رہتا ــــ بات ختم۔"

"تو آنٹی کو تو پتا ہو گا، آنٹی سے پتا کر لو۔" اظفر نے ایک "جنٹل مین" کو خوار دیکھا تو انسانی ہمدردی کے تحت فری کو راستہ بتایا۔

"اوکے، میں ماما سے پتا کر کے آپ کو بھیجتی ہوں۔ اگر ماما کو پتا ہو گا تو وہ پتا لکھ کر سرونٹ کو دے دیں گی، وہ آپ کو دے دے گا۔"

گارڈ اب کیبن سے نکل کر چھوٹا گیٹ کھول کر فری کے اندر آنے کی راہ دیکھ رہا تھا۔

"تھینک یو ویری مچ۔" داؤد علوی نے تشکرانہ کہا اور اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھول کر کر انتظار کرنے لگے۔

"اب آپ یہاں تک آ گئے ہیں تو ماما سے تو مل لیں، کیا پتا پاپا بھی جاگ رہے ہوں۔" فری نے اظفر کو بازو سے تھام لیا۔

"میں کل آؤں گا فری اور کافی ٹائم انکل، آنٹی کے ساتھ spend کروں گا، ابھی تو کافی لیٹ ہو گیا۔ آنٹی تو اور ملیریا میں پڑ جائیں گی، کل ملتے ہیں، گڈ نائٹ۔" اظفر نے ماحول کے پیش نظر فری کو چھونے کے بجائے صرف ہاتھ لہرانے پر اکتفا کیا۔

دونوں کو اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ایک پریشان حال شریف آدمی واصف کے ایڈریس کے انتظار میں ایک، ایک پل گن رہا ہے۔

داؤد علوی دیکھ رہے تھے کہ فری شرماتی، شرماتی اندر جارہی تھی اور انفر مڑ مڑ کر دیکھ رہا تھا۔

''نیا شادی شدہ کپل لگ رہا ہے۔'' وہ سوچ رہے تھے۔

☆☆☆

''ہیں...... انفر کو اندر آنے کے لیے نہیں بولا؟'' سارہ جو لاؤنج میں فری کے انتظار میں کلاک پر نظر جمائے بیٹھی تھیں، اسے تنہا اندر آتے دیکھ کر حیران ہوئیں۔

''وہ کل آئیں گے، کہہ رہے تھے کہ آنٹی اور انکل کا بیڈ ٹائم ہے، کل آ کر ان کے ساتھ کوالٹی ٹائم spend کروں گا۔''

''چلو خیر ٹھیک ہے، وہ خود بھی تھکا ہوا ہوگا اور......'' اس سے پیشتر وہ مزید کچھ کہتیں، فری نے ٹوک دیا۔

''ایک منٹ......ایک منٹ...... باہر کوئی اس وقت سے ملنے آیا ہے، ان کے پاس پھپھو کے new house کا ایڈریس نہیں ہے، ذرا آپ انہیں سمجھا دیں، پتا نہیں کیا مسئلہ ہے، ایک جنگل میں اتنی رات کو پریشان پھر رہا ہے۔ اس کا تو کام ہی ہے فضول میں لوگوں کو پریشان کرنا ہے۔'' فری نے اپنا کلچ صوفے پر دے مارا اور پاؤں سینڈل سے آزاد کرنے لگی۔

سارہ حیران پریشان فری کی شکل تک رہی تھیں۔

''تو کیا وہ صاحب ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہیں؟'' وہ متفکر انداز میں اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئیں۔

''میرا دماغ خراب ہے کہ ایک stranger (اجنبی) کو ڈرائنگ روم میں لا کر بٹھا دوں؟'' فری چڑ کر کہہ رہی تھی۔ ایک خواب پرور ملاقات عجیب سی بدمزگی پر تمام ہوئی تھی۔

''باہر اپنی لگژری گاڑی میں بیٹھ کر wait کر رہے ہوں گے۔''

''خود ہی تو کہہ رہی ہو کہ کوئی شریف آدمی ہے، واصف سے ملنے آیا ہے تو ہمارا ہی گیسٹ ہوا نا۔'' سارہ اب عجلت کے انداز میں آگے بڑھتے ہوئے بولتی جارہی تھیں۔

''فضول میں ہمارا گیسٹ ہو گیا، جان نہ پہچان چھوٹی ہماری، اب ہم اس کے گیسٹ بھی بھگتائیں۔'' وہ بڑبڑائی تھی مگر اتنی دیر میں سارہ لاؤنج سے باہر نکل چکی تھیں۔ رات اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی اور کوئی واصف کو ڈھونڈتا پھر رہا تھا، پریشانی کی بات تو تھی۔

فری نے تھکے تھکے انداز میں ہاتھ بڑھا کر اپنا کلچ اٹھایا تاکہ اپنا سیل فون نکال کر میسج وغیرہ چیک کرے، ساتھ ہی وہ داخلی رستے کی طرف بھی آف موڈ میں دیکھ رہی تھی کیونکہ اس ''ڈفر'' نے اس کی ماں کو کام سے لگا دیا تھا۔

☆☆☆

داؤد علوی بڑی بے چینی سے بار بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ رہے تھے۔ ''کہیں وہ لڑکی اندر جا کر بھول تو نہیں گئی؟'' انتظار کی شدت کا خاصہ ہے کہ اچھے بھلے انسان کو وہموں میں الجھا دیتی ہے۔ مگر ان کی جان میں جان آئی اور گیٹ کا ذیلی دروازہ کھلا اور انہوں نے ایک نفیس، طرح دار خاتون کو گیٹ سے باہر سر نکال کر جھانکتے پایا۔

اب ان پر لازم تھا کہ اخلاقی طور پر خاتون کو مزید مشقت سے بچائیں۔ یہ بھی ان کی بڑی مہربانی تھی کہ کسی نوکر کو پیغام رسانی پر مقرر نہ کرکے ان...کا وقت بچا رہی تھیں ورنہ تو بیگمات اس طرح کا رسک لیتی ہی نہیں ہیں۔ اجنبی ملاقاتی تو اکثر بے توقیر ہو جاتے ہیں۔

وہ بڑی سرعت سے اپنی شاندار گاڑی کا دروازہ کھول کر سارہ کی طرف لپکے اور پہلے سلام کیا۔

''بہت معذرت بیگم صاحبہ، میں نے آپ کو بہت زحمت دی مگر واصف سے بہت ضروری کام پڑ گیا ہے، اس سے ملے بغیر تو سمجھیں میرے سارے کام اب رکے ہوئے ہیں۔ آئی ایم سوری، مجھے پہلے اپنا تعارف کرانا چاہیے،

بس اس وقت ذہنی کیفیت اس طرح کی ہے کہ بیان نہیں کر سکتا۔ میرا نام داؤد علوی ہے، واصف میرے گھر میرے بھانجوں کو ٹیوشن دیتے ہیں۔ تقریباً روز ہی میرے گھر آتے ہیں بلکہ کبھی، کبھی تو سنڈے کو بھی چھٹی نہیں کرتے۔''

رات کی پھیلتی گہری سیاہی میں سارہ کا دل جیسے ڈوبنے لگا۔

''اس...... اس سے کوئی غلطی ہوگئی ہے؟'' سارہ کی آواز اندیشوں کے اثر سے لرزنے لگی، وقت اور ماحول ہی ایسا تھا۔

''ارے نہیں، غلطی تو شاید ہم سے ہوئی ہے، وہ تو بہت مہذب نوجوان ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں ماں نے بہت اچھی تربیت کی ہے۔ میں اس سے بہت خوش ہوں۔'' داؤد علوی نے فوراً وضاحت کی بلکہ الٹے شرمندہ ہوگئے کہ آپا کی جذباتیت نے اس وقت کیسے شریف لوگوں پر وقت ڈال دیا ہے۔

''پھر؟'' سارہ کو بے ساختگی ہے کی گئی وضاحت نے پُرسکون کر دیا، دل کے کسی گوشے سے مدھم سی صدا ابھری۔

''کاش اس وقت سالار بھی مہمان کے یہ کلمات سنتے، شاید بگڑتے الاؤ دھیمے پڑ جاتے۔''

''میں آپ کی پریشانی دیکھ کر اس بات پر حیران ہوں کہ آج کے دور میں آپ ہر کسی سے ایک کال کی دوری پر ہوتے ہیں، آپ نے اپنے بیٹے سے کانٹیکٹ کیوں نہیں کیا؟''

''اس کا سیل آف ہے، آپ کے آنے سے پہلے بھی میں نے چیک کیا تھا۔'' داؤد علوی نے بڑی شائستگی سے جواب دیا۔

''اوہ، میں آپ کو اس کی مدر کا کانٹیکٹ نمبر دے سکتی ہوں۔''

''جو میں آپ سے ہرگز نہیں لوں گا۔'' داؤد علوی کا جواب برجستہ تھا۔

چند ثانیے کے لیے سارہ ٹھٹک سی گئیں پھر فوراً ہی راہ سوجھ گئی۔

''میں بات کرتی ہوں، وہ واصف سے آپ کی بات کرا دیں گی۔''

''یا تو میں ڈائریکٹ اس کے گھر جاؤں گا یا ڈائریکٹ فون پر بات کروں گا۔ بہت معذرت میم، میں اس وقت صرف اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کو کوئی شک ہے تو میں آپ کو اپنا وزیٹنگ کارڈ دے رہا ہوں۔'' داؤد علوی کوٹ کی جیب سے اپنا والٹ نکالنے لگے۔

''اوہ پلیز، مجھے شرمندہ نہ کریں...... بلکہ مزید شرمندہ نہ کریں۔ آپ کو تکلفاً بھی اندر تشریف لانے کے لیے نہیں کہا...... کیونکہ...... مجھے لگا آپ بہت جلدی میں ہیں۔ آپ مجھے اپنا وزیٹنگ کارڈ ضرور دیجیے، میں اندر جا کر آپ کو واصف کے گھر کی لوکیشن send کرتی ہوں۔''

سارہ بہت محتاط انداز میں بات کر رہی تھیں، گارڈ بھی اپنی گن کاندھے پر لٹکائے سارہ اور داؤد علوی کے اریب قریب ہی ٹہل رہا تھا بلکہ کسی تفتیشی افسر کی طرح وقفے، وقفے سے ٹکٹکی باندھ کر داؤد علوی کو گھورنے لگتا تھا کیونکہ داؤد علوی گھر کے مکینوں کے لیے ہی نہیں، گارڈ کے لیے بھی سو فیصد اجنبی تھے۔ داؤد علوی نے اپنا منفرد سا فائل نما چھوٹا سا کارڈ سارہ کی طرف بڑھایا۔

''میں واصف کی ماں ہوں۔'' سارہ نے کارڈ لیتے ہوئے چھوٹا سا تعارف بھی کرا دیا۔

''جی، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کیونکہ آپ کی صاحبزادی واصف کی مدر کو پھپھو کہہ رہی تھیں۔''

''اس نے کھڑے، کھڑے اتنی ساری باتیں کر لیں؟'' سارہ نے سوچا مگر کچھ بولے بغیر شائستگی سے ہاتھ کے اشارے سے خدا حافظ کہہ کر گھر کے اندر چلی گئیں۔

داؤد علوی اپنی شاندار گاڑی میں بیٹھ کر متردد نظر آئے کہ ''کیا اس وقت واصف کے گھر جانا مناسب ہوگا؟''

''ہاں، بعض اوقات پانچ منٹ کی تاخیر کی وجہ سے آپ کے بنتے کام بھی ہو جاتے ہیں اور سیکا ولی تحسین یکی

سوچتے رہ جاتے ہیں کہ صرف پانچ منٹ کی تاخیر ہی تو ہوئی تھی۔ وہ ایک عذاب اپنے سر پہ لاد کر میرے گھر سے نکلا ہے، جان بچانے کے مرحلے ہوں تو دن رات کی بحث نہیں چھیڑی جاتی۔"

انہوں نے سیل فون سامنے رکھ دیا تاکہ میسج نوٹیفکیشن ملتے ہی راستہ سیدھا کریں۔ اندر کی بے قراری سے نجات پانے کے لیے پرانی غزلیں play کر دیں۔ فریدہ خانم کی آواز کے جھرنے بہنے لگے جس کا آخری شعر واؤ دطلوی کی ساری زندگی سمیٹ لیتا تھا۔

اِک اور دریا کا سامنا تھا منیرؔ مجھ کو
میں ایک دریا کے پار اترا تو میں نے دیکھا

اسی لمحے موبائل کی اسکرین روشن ہوئی، انہوں نے جلدی سے فون اٹھا کر دیکھا۔ سارہ نے لوکیشن بھیج دی تھی اور یہ منزل کا سنگ میل تھی۔

لوکیشن سے انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اس وقت وہ صاف روڈ پر ڈرائیو کریں گے۔

☆☆☆

"کوئی خوشی راس ہی نہیں آتی ماں، لاسٹ سنڈے کو طوی صاحب کہہ رہے تھے کہ میں تم سے بہت خوش ہوں، مجھے لگ رہا ہے کہ میں تمہاری محنت کا پورا حق ادا نہیں کر رہا، آئندہ سے تمہیں تیس نہیں چالیس ہزار pay کروں گا۔ ماں، اتنا حوصلہ کوئی، کوئی کرتا ہے، لوگوں کا تو بس نہیں چلتا کہ ٹیوٹر کو صرف بائیک میں پیٹرول ڈلوانے کے پیسے دیں۔ دس گھر دیکھے ہیں میں نے، level بڑھ جانے والے ٹیوٹر کو کہتے ہیں کہ ایک ٹکٹ کے پانچ ہزار بہت ہوتے ہیں، میں انکار کر کے آ جاتا تھا۔" کھانا کھا کر واصف نے جی بھر کر بھڑاس نکالی۔ مرتضیٰ نے تو پانچ منٹ میں اس کے سر کی دہی جماری تھی، بیس منٹ بعد تو اسے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کا اپنا ذہنی توازن بگڑنے کا خطرہ ہے پھر تو وہ بگٹٹ بھاگا۔

"تم کہہ رہے ہو بہت بن ٹھن کر رہتی ہے، حلیے سے بیگم صاحب لگتی ہے مگر باتیں پاگلوں والی کرتی ہے۔" شمسہ بھی بہت الجھ رہی تھیں اس لیے کہ واصف بہت بے سکون تھا۔

"بالکونی عورتیں پاگل ہی لگتی ہیں، بس میڈم کو بولنے کا بہت شوق ہے۔ اب ایک ٹیوٹر کا کیا لینا دینا ہے کہ کس کی طلاق ہوئی، کس کا نکاح ہوا۔ "صدف کٹی" کون ہے؟" واصف نے اٹھ کر تیز روشنی گل کر دی اور پھر ماں کے تخت پر دراز ہو گیا۔

شمسہ ہکا بکا واصف کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"صدف کٹی......؟"

اس قسم کے الفاظ تو نہ کبھی شمسہ نے واصف کے سامنے بولے تھے نہ سارہ نے کبھی غلطی سے منہ سے نکالے تھے۔

واصف کے منہ سے لفظ "کٹی" سن کر ایسا ہی لگا گویا کوئی تین سال کا توتلا بچہ پراٹھے کو "تاتا" بول رہا ہو۔

"یہ ایلیٹ کلاس کی عورتیں بھی "کٹنیوں" کو اتنی اہمیت دیتی ہیں؟ تعجب ہے۔" آخری الفاظ بڑبڑاہٹ میں ڈھل گئے۔ بے اختیار اپنا ہاتھ واصف کے بازو پر رکھ دیا۔

"ماں، عورت بس عورت ہوتی ہے، یہ کلاس والاس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ ذرا سیٹ پر جا کر اپنی مرحومہ سسر کی ہسٹری چیک کریں۔" واصف نے جھلا کر جواب دیا۔

"ہم...... میری مرحومہ بہن؟" شمسہ تو ایک طرح سے خوفزدہ سی ہو کر واصف کی طرف دیکھ رہی تھیں کہ لگتا ہے اس عورت کے پاگل پن کا کچھ زیادہ ہی اثر لے لیا ہے۔

"پرنسس ڈیانا کی بات کر رہا ہوں، انگوٹی تو اس سے جیلس تھی، ساس کو اس کی ہر بات پر اعتراض تھا، ساس۔

کی ماں نے تو اسے گل چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔" واصف نے اب ثمر کی طرف سے کروٹ لے لی تھی۔
ثمر نے اس کی کمر پر ایک دھپ رسید کیا۔
"تو تم بیٹ پر یہ پنچایتیں دیکھتے ہو، اتنا ٹائم مل جاتا ہے؟"
"ہاں، آپ کے پاس بھی سیل فون ہے ناں، آن کرنے کی دیر ہے، پتا نہیں کون، کون اپنا سودا بیچنے آ جاتا ہے۔ ایک ہی پر بزنس، اس کے لیے چار ہیٹ کرنے کی ضرورت نہیں۔"
یہ ایک سیاہ و سفید صورت حال تھی، ثمر کو لاجواب ہونا پڑا۔ اس سے پیشتر کہ وہ اسے سمجھا بجھا کر صبح کے کام یاد دلا کر سونے کے لیے کہتیں ڈور بیل نے ماحول کا تاثر ہی یکلخت تبدیل کر کے رکھ دیا۔
"میں دیکھتی ہوں، میرے خیال میں نائٹ شفٹ والا کھانا لینے آیا ہوگا۔ دوپہر کو میں نے عبدالقادر سے کہا تھا کہ رات والے گارڈ کو کھانا لینے بھیج دینا، تم نے تو پکھا ہی نہیں، ویسے کا ویسا ہی رکھا ہوا ہے۔"
تخت سے داخلی دروازے تک پہنچے، پہنچتے ان کی بات مکمل ہو چکی تھی پھر بھی احتیاط کے ضمن میں وہ آنے والے کی شناخت کرنا ضروری سمجھ رہی تھیں۔
"کون ہے؟"
"بیگم صاحب، نیچے ریسیپشن میں آپ کا مہمان (مہمان) ہے، بولتا ہے واصف صاحب کو ملنے آیا ہے۔" دروازے کے عقب سے رات کے گارڈ دلاور کی آواز لاؤنج میں گونجی تو واصف ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ثمر نے بھی الجھی نظروں سے پلٹ کر واصف کی طرف دیکھا۔
"نام نہیں پوچھا مہمان کا؟" ثمر اب تھوڑا دروازہ کھول کر گارڈ سے مخاطب تھیں۔
"علوی نام بولتا ہے۔" گارڈ نے گویا دھماکا کیا۔
واصف ایک جست میں دروازے تک پہنچا۔
"ایک منٹ ماں، راستہ دیں، میں علوی صاحب کو اوپر لے کر آتا ہوں۔"
ثمر چند پل تو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے ہی فارغ ہو گئیں، حیران پریشان بس ادھ کھلے دروازے کی طرف ہی تکتی جا رہی تھیں جہاں سے واصف پلک جھپکتے میں اوجھل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

"اُفوہ..... بتا تو دیا، فری نے بتایا تھا کہ کوئی بندہ اکیلا ہے، واصف سے ملنے آیا ہے۔" سارہ قدرے جھلا کر کہہ رہی تھیں۔
"یہ کوئی وقت ہے، گھر سے باہر جا کر کھڑی ہو گئیں۔ پتا بھی ہے آج کل لوگ کن حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔" سالار صاحب پر نیند اور تھکاوٹ کا غلبہ تھا۔ وہ فری کے انتظار میں زبردستی جاگ رہے تھے، یہ سوچ کر کہ کسی بھی وقت سارہ آ کر بتائیں گی کہ فری آ گئی ہے اور وہ کروٹ لے کر سو جائیں گے۔
مگر سارہ نے جب یہ بتایا کہ فری تو پندرہ بیس منٹ پہلے آ گئی تھی، وہ تو کسی اجنبی مہمان کو آسانیاں فراہم کر رہی تھیں۔ حالات خواہ کچھ ہوتے وہ یہ بات تو لازمی سالار صاحب کو بتانے کی پابند تھیں کہ واصف کے حوالے سے کوئی خبر بھی سالار صاحب سے نہیں چھپائی جا سکے جبکہ آنے والا اجنبی مہمان ایک اچھی حیثیت کا مالک تھا۔
"کوئی کام ڈال کر آ گیا ہوگا کسی شریف آدمی کے سر..... ورنہ اس کی اپنی کیا حیثیت ہے جو لوگ اسے راتوں کو ملنے آ گئیں۔" سالار صاحب نے پھر جھنجھلاہٹ کے انداز میں سوال کیا، یوں بھی موڈ خراب کرنے کے لیے واصف کا نام ہی کافی تھا۔
"لگتا ہے آپ سچ مچ نیند میں ہیں، میں نے شروع ہی میں یہ بتا دیا تھا کہ واصف ان کے بچوں کو ٹیوشن دیتا

ہے۔" سارہ بھی بے حد تھکی ہوئی تھیں، نہ چاہتے ہوئے بھی جھلا کر جواب دے رہی تھیں۔

"ہاں تو کام ڈھنگ سے نہیں کیا ہوگا، بچوں کا رزلٹ خراب آیا ہوگا اس لیے اسے کھری، کھری سنانے آئے ہوں گے موصوف۔"

سارہ کے اندر کچھ کہنے کا جذبہ تو بجڑ کا مگر یہ سوچ کر خاموش رہیں کہ اس وقت سالار صاحب حالتِ غیظ میں زہر اگل رہے ہیں، چپ چاپ شب خوابی کا لباس بدلنے ڈریسنگ کی طرف بڑھ گئیں۔

"یہ ساری دنیا سالار صاحب تو نہیں ہے جو واصف کو کھری، کھری سنانے کے بہانے ڈھونڈتی رہے۔" وہ سوچ رہی تھیں۔

☆☆☆

"علوی صاحب، آپ معافی مانگ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔" واصف عجیب طرح کی صورت حال سے دوچار تھا۔ دوبارہ اس گھر میں نہ جانے کا قطعی وحتمی فیصلہ بھی کر چکا تھا اور داؤد علوی کے رویے کے سامنے بے بسی بھی محسوس کر رہا تھا۔

شمسہ کافی اور کچھ ڈرائی فروٹ بھی لے آئی تھیں حالانکہ موسم سرد نہیں تھا مگر انہیں خالی کافی سے مہمان کی تواضع کرتے ہوئے شرمندگی سی محسوس ہو رہی تھی۔ کئی دنوں سے گروسری بھی نہیں لی تھی جس کے ساتھ بسکٹ، نمکو وغیرہ بھی آجاتے تھے۔

داؤد علوی تو چائے، کافی کا بھی منع کر رہے تھے مگر واصف کے بے حد اصرار پر انہوں نے کافی پینے کی ہامی بھر لی تھی۔

"میم، میں آپ سے بھی بہت شرمندہ ہوں۔ میری سسٹر کی وجہ سے آپ دونوں کو تکلیف پہنچی اور میں نے آپ کو بے وقت ڈسٹرب کیا۔۔۔ مگر واصف جس انداز میں گھر سے نکلا تھا مجھے یقین ہو گیا تھا کہ آج نہ میں ٹھیک سے سو سکوں گا اور نہ واصف۔" داؤد علوی کی پلکیں شرمندگی کے بوجھ سے بوجھل ہو رہی تھیں۔

"آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں سر؟ پلیز مائنڈ مت کیجیے گا۔" واصف نے قدرے ہچکچاتے ہوئے پہلے داؤد علوی کی طرف پھر شمسہ کی طرف دیکھا، شمسہ نے نظر بچا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ دیا کیونکہ انہیں خود اندازہ نہیں تھا کہ واصف کیا سوال کر سکتا ہے۔

"سر، آپ ان کی proper ٹریٹمنٹ کیوں نہیں کراتے؟ آخر یہ ان کا right ہے۔"

واصف کے سوال پر ایک اداس سی مسکراہٹ داؤد علوی کے ہونٹوں پر پھیلنے لگی۔

"جب وہ اپنے شوہر کے گھر میں تھیں، ٹریٹمنٹ تو وہیں شروع ہو گئی تھی۔ اصل میں۔۔۔ غیرت مند انسان کو شادی ہی نہیں کرنی چاہیے۔" یہ کہہ کر داؤد علوی نے کافی کا مگ اٹھا کر گہری سانس لی۔ ماں، بیٹا اب خاموش سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"میری آپا بہت خوب صورت اور ویل ایجوکیٹڈ تھیں، ایسے میں عورت خود پسند بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن عورت کا شوہر اگر معمولی اور عام سی خواتین کو اس پر فوقیت دے تو وہ شدید انسلٹ محسوس کرتی ہے، بس دولت کی زیادتی میرے بہنوئی کو ان راستوں پر لے گئی تھی جہاں منزلوں پر قافلے لٹ جاتے ہیں۔" داؤد علوی نے بڑا فلسفیانہ جواب دیا تھا۔

شمسہ نے بلا ارادہ داؤد علوی کی طرف دیکھا۔

"اوہ۔۔۔ یہاں ایک ہے۔۔۔ وہاں دو ہیں۔" انہوں نے نظر بچا کر واصف کی طرف دیکھا۔

"کوئی بھائی یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس کی بہن کو "طلاق یافتہ" کے ٹائٹل سے یاد کریں اسی لیے میں نے خود ان کی ٹریٹمنٹ کی ذمے داری اٹھائی کیونکہ ان کے شوہر نے علاج پر خرچ کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ یہ میری لاکھوں روپے کی کراکری اور پلازمہ اسکرین توڑ چکی ہے، اس نے پورا ایک پیکٹ ڈالرز کا برنر پر رکھ کر جلایا ہے، کار کی ونڈ اسکرین بچوں کے bat سے توڑی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے مجھے کئی بار شکر ادا کرنے کا کہا کہ شکر کرو میں نے اتنا

نقصان برداشت کیا اور تمہاری بہن کو خوش نہیں کیا۔ طلاق تو بہت چھوٹی بات ہے۔"
یہاں داؤد علوی رک کر ایک عجیب سی اداسی سے اور کانپ لینے لگے۔
"تو آپ نے ان سے یہ نہیں کہا کہ غور کریں، یہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ شادی کے وقت ٹھیک تھیں جب ہی تو شادی ہوئی تھی۔"
ثمر کو اپنا بہت کچھ یاد آنے لگا، لاشعوری طور پر ایک ان دیکھی عورت کے لیے بے پناہ دکھ محسوس کیا۔
"گھر ٹوٹنے سے پہلے بہت باتیں ہوئی تھیں بیٹی جن کو اب دہرانا فضول ہے۔" داؤد علوی نے گہری سانس لے کر بہت زور سے اپنی آنکھیں بند کر کے کھول دیں۔ وہ ثمر کے سامنے بہت محتاط گفتگو کر رہے تھے، ان کے سامنے ایک سادہ سی خاتون جو حجاب کے انداز میں بڑا سادہ دوپٹا لیے بیٹھی تھی ان کو نگاہ نیچی رکھ کر بات کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ اتنی دیر میں انہوں نے ایک بار بھی ثمر کی نظروں میں نہیں جھانکا تھا۔
"میں بہت کچھ سمجھ گئی ہوں اور واصف کی طرف سے وعدہ کرتی ہوں کہ واصف اپنی کمٹمنٹ پوری کرے گا، بچوں کے فائنل ایگزام تک ان کے ساتھ ہے، بس آپ ماحول provide کریں۔" ثمر کو اندازہ تھا کہ واصف اس وقت فیصلہ سازی کے تقاضوں سے بہت دور ہے اور رات کے اس پہر بات کو سمیٹنے کا راستہ اختیار کرنا چاہیے جبکہ ثمر کی بات پر واصف نے الجھی ہوئی نظروں سے ماں کی طرف دیکھا بھی تھا۔
"تھینک یو ویری مچ...... لیکن مجھے اور آپ کو واصف پر پریشر نہیں ڈالنا چاہیے۔"
"جی...... سر...... میں تھوڑا سا سوچ کر جواب دوں گا۔ پلیز، آپ مجھے تھوڑا سا وقت دیں۔" گویا واصف نے ایک طرح سے ثمر کی بات کو غیر موثر بنا دیا تھا جس پر ثمر نے اچھی خاصی بے چینی و شرمندگی محسوس کی تھی۔
"میں سمجھ رہا ہوں، مگر میں ایک solution ساتھ لایا ہوں، وہ آپ پر ہے کہ آپ اتفاق کریں یا انکار کر دیں۔"
ثمر اور واصف قدرے متفکر دکھائی دیے مگر خاموش رہے اور داؤد علوی کے بولنے کا انتظار کرنے لگے۔
"اگر آپ کی روٹین ڈسٹرب نہ ہو تو عالی شان اور عالی جاہ آپ کے گھر آ سکتے ہیں، ان کے پاس کار بھی ہے اور ڈرائیور بھی۔"
تجویز معقول تھی مگر گھر میں وقت کا تعین کرنا بھی ایک کام تھا کیونکہ ثمر کے اپنے لگے بندھے معمولات تھے۔ وہ واصف کی طرف دیکھنے لگیں جو خود بھی تردد میں پڑ گیا تھا۔
"ٹھیک ہے، آئیڈیا تو اچھا ہے، مجھے غور بھی کرنا ہے لیکن میں کل ہی آپ کو حتمی بتا سکتا ہوں۔"
"اوکے جنٹل مین، اب مجھے اجازت...... اب آپ بھی سکون سے سوئیں اور میں بھی فل ریسٹ کروں گا۔" داؤد علوی نے یکلخت سیٹ چھوڑ دی۔
"یار، گھر بدلا تھا تو کم از کم مجھے تو بتا دیتے، میری وجہ سے بلاوجہ کچھ شریف لوگ ڈسٹرب ہوئے۔" داؤد علوی نے مصافحہ کرتے ہوئے بایاں ہاتھ بڑی اپنائیت سے واصف کے دائیں شانے پر رکھ کر دبایا۔
"آپ وہاں کس سے ملے؟" واصف کی آنکھوں کے تاثرات بدلنے لگے۔
"بھئی وہ تمہاری نئی شادی شدہ...... کزن اپنے ہزبینڈ کے ساتھ واپس اپنے گھر آئی تھی، اسٹائل سے تو یہی لگ رہا تھا کہ......"
"اوکے...... رائٹ سر...... چلیے...... میں آپ کے ساتھ نیچے چلتا ہوں۔" شاید پہلی بار واصف نے داؤد علوی کو بڑی جرأت سے جملہ مکمل کرنے سے روک دیا۔ پلک جھپکنے کے دورانیے سے بھی کم عرصے کے لیے داؤد علوی نے واصف کی طرف دیکھا پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر مؤدبانہ انداز میں ثمر کو گویا خدا حافظ کہا اور آگے بڑھ گئے۔
واصف نے پیروی کی۔

ثمر خالی، خالی آنکھوں سے کافی مگ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی جو کچھ دیر پہلے داکر ظفری کے ہاتھوں میں تھا۔

”یمن کی تو شادی — یہ شریف آدمی خود بھی تو اکیلا ہے۔“

☆☆☆

”میرے پیا گئے رنگون
کیا ہے وہاں سے ٹیلی فون
تمہاری یاد ستاتی ہے
جیا میں آگ لگاتی ہے“

چنبیلی خواجہ سرا اپنے مردانہ ہاتھوں سے تالیاں بجا کر اپنی بیٹھے بانس جیسی آواز میں اپنی دانست میں گنگنا رہا تھا، ساتھ ہی ساتھ کھانا حد بھی گزر گزر رہا تھا، بہت خوشگوار موڈ میں دکھائی دے رہا تھا۔

”گرو جی! آپ تو خود دس نزاکتوں کے پیا لگتے ہو، کسی ماں کے لعل میں ہمت ہے جو آپ کا پیمانہ گردکھائے۔“ ستارہ نے شیشے کی رکابی میں رکھا پان کا بیڑا چنبیلی کو پیش کرتے ہوئے جان کی امان چاہی۔

”کمبخت تجھے اپنے برتن میں رکھا، ایک دم سیدھ میں ہاتا تو نواب نظام دین گوز ہیرے کر ان کی دو ہوا (بیوہ) سے نکاح پڑھا لیتا۔ ایک ذرا سا ثریا کی یاد میں گانے بیٹھی، نمک حرام نے ٹوک لگا دی۔ تیری منحوس ہانے نے میرے بچے کا گلا گھونٹ دیا۔ شریف الدین کی بوری نظر ہے۔ معصوم کل ساری رات اسپتال میں اپنی کملی موم بتی کے ساتھ رہا۔“ چنبیلی نے پہلے ستارہ کی خاطر خواہ تواضع کی پھر زین کو یاد کرنے لگی۔

”موم بتی — یہ تو تم ٹھیک بولے گرو جی۔“

”نہ ای جی — نہ اماں — نہ ای جان — مو — و — م —“ ستارہ خواجہ سرا حلق سے ”قیں، قیں“ کی آوازیں نکال کر ہنس رہا تھا۔

”بہت بڑے انگریزی اسکول میں پڑھتا ہے میرا شہزادہ۔“ چنبیلی کے لہجے میں محبت کی حلاوت تھی۔

”گرو جی! ابھی، کبھی میں سوچتی ہوں —“

”قینچی کی طرح تیری زبان چلتی ہے، تجھے سوچنے کا ٹیم مل جاوے؟“ چنبیلی نے ڈانٹتے ہوئے حقہ گڑگڑایا اور ستارہ اپنا سا منہ لے کر چل دیا۔

”روز کہتے ہیں اللہ کو پیارے ہو دیں، اس ٹیس بڑھی کو بھی اپنا پیار اپنا لے میرے سوہنے اللہ — جان چھوڑنے میرے منے کی بوڑھی نے کی دیگ پر اڑو دہا بن کر بیٹھی ہے۔“ چنبیلی اب اس تواتر سے حقہ گڑگڑا رہا تھا گویا کسی اسٹیشن سے دھواں دیتے جنگلوں میں ٹرین طوفانی رفتار سے گزر رہی ہو۔

☆☆☆

قمری مذین سے ملنے بلکہ اپنے نکاح کی مٹھائی دینے آئی تھی۔

”اس لڑکی کو اب روکو، کیا کرنے آئی ہے؟ میرے گھر میں اب اس سے کوئی ملنے نہیں آئے گا، کالج کی دو چھٹیاں کالج تک دیکھیں۔“ ثمینہ نے مرشلہ کے بیڈروم کے دروازے کے بیچوں بیچ کھڑے ہو کر ایک بادشاہی فرمان جاری کیا۔

”ممی مذین کے فرینڈز کے آنے سے آپ کو کیا فرق پڑ رہا ہے؟“ مرشلہ ہکا بکا ثمینہ کی شکل دیکھ رہی تھی۔

”اور قمری تو بس کچھ دنوں کی مہمان ہے پھر تو وہ USA چلی جائے گی، نکاح ہو گیا ہے، کسی وقت رخصتی بھی ہو جائے گی۔“

مرشلہ کو در حقیقت ثمینہ کے اس اعتراض کی وجہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ حقیقت یہ تھی کہ زونوں نے ثمینہ کو کال کر کے بتایا تھا

کہ عرشی نے اپنا سیل آف کیا ہوا ہے، عامر نے بار نہیں مانی ہے، وہ عرشلہ کے ساتھ ایک میٹنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس کال کے بعد تو ثمینہ کا بلڈ پریشر کنٹرول ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"اب میں تمہیں بتاؤں کہ ہمارے ساتھ کیا ہوا ہے یا ہم نے اپنے ساتھ کیا، کیا ہے۔ پرانے وقتوں میں جب کسی کو کوئی غم، پریشانی نہیں ہوتی تھی وہ "بکری" باندھ لیتا تھا گھر میں، ہم نے اس کے الٹ کیا۔ ہم غم سے چھوٹے تھے اور ہم نے ایک "بکری" باندھ لی۔ تم اس کے پیچھے چلو گی، یہ تمہاری منزل بتائے گا، یہ تمہارے فیصلے کرے گا؟ ہاں مر گئی ہے تمہاری؟" ثمینہ بری طرح پھٹ پڑیں۔

"ممی، پلیز آہستہ بولیں، گھر میں فری موجود ہے۔" عرشلہ نے فوراً اٹھ کر ثمینہ کو شانوں سے تھام لیا تاکہ بہلا کے ساتھ انہیں بیڈروم تک چھوڑ آئیں یا ان کے کمرے میں ہی ان سے بے بھاؤ کی سن لیں۔

"تم نے سیل فون کیوں آف کیا ہوا ہے؟ کس سے ڈر رہی ہو۔۔۔۔ اس بے نام و نشان سے؟ کیا اوقات ہے اس کی۔۔۔۔ میں اپنی اس غلطی کی وجہ سے تمہارے مرحوم باپ سے شرمندہ ہوں، وہ شاید اس "پیوند کاری" پر مجھے کبھی معاف نہ کرے۔" ثمینہ نے برافروختگی کے عالم میں عرشلہ کا بازو اپنے کاندھے سے ہٹا دیا۔

"پھر وہی بات۔۔۔۔ اس کی جو بھی اوقات ہے اس نے خود سے بدلنے کی کوشش نہیں کی تھی، اس کا اسٹیٹس ہم نے سیٹ کیا ہے ممی، میں اپنی خوشیوں کے لیے اس کی جان نہیں لے سکتی۔ آپ بھی realistic ہو کر سچویشن کو own کریں۔ انسان گھر میں Pets بھی پالتا ہے تو ان سے محبت ہو جاتی ہے، وہ تو پھر انسان کا بچہ ہے۔"

عرشلہ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ایک دہکتی ہوئی بھٹی کی آگ ایک گلاس پانی سے بجھانے کی کوشش کر رہی ہیں اس لیے انہوں نے مناسب جانا کہ وہ خود منظر سے ہٹ جائے، یہ کہہ کر وہ ایک پل کے لیے نہیں رکیں اور تیز رفتاری سے آگے بڑھ گئیں گویا سیٹی کی آواز کے ساتھ ٹرین نے حرکت کی اور باہر کھڑے مسافر دوڑ پڑے سامان کے چلنے کا انداز کچھ ایسا ہی تھا۔

"میرے بعد تمہارا کیا ہوگا عرشی؟ تم یہ سب سنبھالنے کی اہلیت نہیں رکھتیں، یہ لڑکا سب تباہ کر دے گا۔"

ثمینہ کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔ بڑبڑاتی ہوئی قدم بڑھا رہی تھیں، چھڑی پر ٹکا ہوا ہاتھ کا پنجہ بھی لرز رہا تھا۔

☆☆☆

"شکر ہے کہ تم بات کرنے کی کوشش تو کر رہے ہو۔ کچھ تو sound effects آنا شروع ہوا۔" فری بہت ہمدردی سے زرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"ناٹو، ماما کی شادی کر رہی ہیں فری، تم بھی چلی جاؤ گی۔۔۔۔ ماما بھی انکل کی پرابلم بن جائیں گی۔۔۔۔ پھر میں مر جاؤں گا۔" زرین اپنی پوری قوت جمع کر کے فری کے کان میں کہہ رہا تھا۔ پھٹی پھٹی آواز جیسے سرگوشی کے عالم کی ہو۔

"نہیں زرین، ایسا نہیں ہوگا، گھر تمہارا گھر ہے۔۔۔۔ نانو آنٹی تو تم سے اتنا پیار کرتی ہیں کہ تمہیں کبھی اگنور نہیں کر سکتیں، انہوں نے مجھے کال کی، مجھ سے پیار سے ریکویسٹ کی کہ فری پلیز، کچھ وقت زرین کو دو، وہ بہت ڈپریسڈ ہے حالانکہ ابھی خاصی امپرووڈ نظر آ رہی ہے۔" فری نے نظر بچا کر چپکے سے سیل فون کی اسکرین کی طرف بھی دیکھا۔ عمر کے میسج کا نوٹیفکیشن تھا۔

"کوئی امپرووڈ نہیں ہے، رات میں بہت زور سے چیخا تھا۔۔۔۔ اتنی زور سے کہ مجھے لگا میری باڈی پھٹ جائے گی۔" زرین نے فری کے کان سے تقریباً اپنے ہونٹ چھو کر پھٹی پھٹی آواز میں سرگوشی کی۔ فری ہونقوں کی طرح زرین کی شکل تکنے لگی۔

"بہت زور سے چیخے تھے؟"

"ہاں، ہو سکتا ہے، انرجی میرے ساؤنڈ باکس میں آ گئی تھی۔۔۔۔ مگر پھر اتنی ہی آواز نکلی جیسے اب نکل رہی ہے۔" زرین نے بڑی شکستگی سے کہا، اس طرح کہ پہلے جیسی سرگوشی بھی نہیں تھی، بس ہونٹ ہلتے ہوئے سرسراہٹ سی تھی۔

"یہ تو بہت hopefull ہے، اس کا مطلب ہے تم اپنی will سے اور زیادہ بھی امپروو کر سکتے ہو۔ دیکھو زرین،

آنٹی سنگل پیرنٹ ہیں، تمہیں تو خود اپنی مام کو کونس کرنا چاہیے کہ وہ شادی کر لیں۔۔۔۔ وہ تو اب بالکل young نظر آتی ہیں، تمہارے گھر کے فیملی ممبرز بڑھیں گے، آنٹی اور تا تو کسی فضول سے بندے کو تو اپنا فیملی ممبر نہیں بنائیں گی ناں۔۔۔ تمہیں بھی فادر سپورٹ ملے گی۔" فری بڑی سادگی سے بولتی جا رہی تھی۔ زرین آنکھیں پھاڑ کر فری کو دیکھ رہا تھا پھر وہ صوفے سے اٹھا، بیڈ پر پڑا اپنا سیل اٹھایا اور میسج ٹائپ کرنے لگا۔

فری کے سیل پر نوٹیفکیشن ring ہوئی تو اس نے زرین سے نظریں ہٹا کر اپنے سیل فون کی طرف دیکھا۔ زرین کا میسج دیکھ کر پہلے اس نے حیرت سے زرین کی طرف دیکھا پھر میسج open کیا۔

"اب تم جا سکتی ہو۔۔۔ I can't bear more۔" (میں اور زیادہ برداشت نہیں کر سکتا)

"زرین۔۔۔!" فری نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر زرین نے ہاتھ اونچا کر کے اسے روک دیا۔

☆☆☆

انصر اور نعیم قریشی واپس امریکا جا رہے تھے۔ دو چار دن کی بھاگ دوڑ سے فری کی امریکا روانگی کے ضمن میں ابتدائی کاغذی کارروائی کا آغاز تو ہو گیا تھا جس پر فری نے خود کو تصور میں امریکا کے گھر میں دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ زرین کے برے رویے کو اس نے زیادہ سنجیدگی سے نہیں لیا تھا، یہ سوچ کر کہ بزنس پرسنز پر اس طرح کے فیز آتے رہتے ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی کہ انصر کے ساتھ کاغذی کارروائی کے سلسلے میں اسے تو ادھر سے آنا جانا لگا رہا کہ باقی تمام معاملات خود بخود غیر اہم ہو گئے تھے۔

ائیر کینیڈا کی فلائٹ تھی، بہت طویل سفر تھا۔ نعیم قریشی سفر کی طوالت کا بار بار ذکر کرتے ہوئے فری سے چھیڑ چھاڑ کر رہے تھے۔

"میں نے اسے کہا تھا (انصر کی طرف اشارہ کر کے) کہ یار، باپ بیچارہ، چوبیس گھنٹے والی فلائٹس برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا، stay کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں مگر یہ نہیں مانا، مگر تم اس کے ساتھ دو تین کنٹری پلان کر کے امریکا پہنچنا۔"

"تو کیا انکل، آپ میری رخصتی پر نہیں آئیں گے۔۔۔ انصر اکیلے آئیں گے مجھے لینے؟" فری نے اپنی فطری بے ساختگی سے جس طرح کہا تھا، پاس کھڑی سارہ پر گویا گھڑوں پانی پڑ گیا۔ پیچھے سے سالار صاحب کی طرف بھی دیکھ لیا جو نعیم قریشی کے ساتھ ہم رکاب ہو کر بے ساختہ قہقہہ لگا رہے تھے۔

"ڈونٹ وری بیٹا، آخری بار ہمت ضرور کروں گا۔۔۔ پھر تمہارے باپ کی دوڑیں لگوا دوں گا ان شاء اللہ۔"

چمکتے ائیر پورٹ پر موجود فضا کی ملی جلی آوازیں، ساتھ وقفے وقفے سے ہونے والے اعلانات کہ فلاں پرواز تیار، فلاں پہنچ چکی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایسا جادوئی شور ہوتا ہے کہ ہر طرح کی بات چیت چل رہی ہوتی ہے مگر متعلقین کو اپنے مخاطب کے علاوہ کسی کی بات نہ سنائی دیتی ہے نہ سمجھ آتی ہے۔

انصر نے بہت پیار سے فری کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے چلتے ہوئے اسے اپنے باپ اور انکل، آنٹی سے قدرے فاصلے پر لے آیا تھا۔

"I am most lucky۔" انصر نے کہا۔

"تم کو دیکھتے ہی دل نے کہا تھا۔۔۔ یہ تو میری ہے۔۔۔" انصر الوداعیہ ماحول میں فری کو خوشگوار یادیں دے کر روانہ ہونا چاہتا تھا اس لیے اپنائیت بھری باتیں شروع کر دیں۔

مگر اچانک اس نے اپنا دایاں ہاتھ بالکل پیٹ کے مرکز پر رکھ کر دبایا اور منہ سے ہلکی سی "سی" کی آواز نکلی۔ لیکن پھر بھی بائیں ہاتھ سے فری کا دایاں ہاتھ تھامے ہوئے تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر 16

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digestlibrary.com

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

نعیم قریشی نے تو اپنے خیریت سے گھر پہنچنے کی اطلاع بذریعہ فون دے دی تھی مگر فری کے لیے یہ بڑی اچنبھے کی بات تھی کہ انصر کی پہنچنے کے بعد کال نہیں آئی تھی۔ فری نے خود سے رابطہ کیا تو کئی کالز مسڈ ہوگئیں۔ پھر انصر نے معمول کے خلاف ویڈیو کال کے بجائے وائس کال کی تھی اور وجہ یہ بتائی تھی کہ اس کا فون ٹھیک سے کام نہیں کر رہا۔ ائرپورٹ پر گر گیا تھا، اسکرین پر اسکریچز آگئے ہیں، وہ ٹائم ملتے ہی سیل تبدیل کرے گا۔ اس کا خیال تھا کہ ایک

Watermarkly

مرتبہ سیل ''زخمی'' ہو جائے تو پھر بہانے، بہانے سے تنگ کرنا شروع کر دیتا ہے اور آج کل تو اسمارٹ فون کے بغیر بزنس ہی نہیں ہے۔

نکاح کے بعد اتنی دور بیٹھ کر اس نے خاصی مختصر کال کی تھی۔ فری کو تو گویا اس نے ''سوچ'' پر لگا دیا تھا۔ اسے تو یہ ''بے اعتنائی'' سے کم کی بات ہی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ تو بڑے حسین سپنوں میں گم تھی کہ انفر نیویارک پہنچ کر گھر روانہ ہونے سے پہلے ائر پورٹ پر قدم رکھتے ہی "miss you" والی کال کرے گا۔

مگر سب کچھ سوچ کے برخلاف تھا۔ اس سے تو ہضم ہی نہیں ہو رہا تھا مگر حال یہ تھا کہ خود سے کال کرنے سے زیادہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔

آناً فاناً چہار سو دل ہلا دینے والے سناٹے اتر آئے تھے، سارا جہاں بے رونق ہو رہا تھا، دل کی دنیا آسیب زدہ ہو کر رہ گئی تھی۔

جب کوئی تعلق نہیں تھا تو اتنا قریب اور زندگی کی متاع بن کر اتنا دور......؟ اس کی تو بھوک پیاس ہی اڑ گئی۔

نازونعم میں پلنے والی نے کبھی گھر میں ذہنی دباؤ ہی نہیں دیکھا تھا، حتیٰ کہ سگے ماموں کی وفات پر بھی کسی نے اسے نیند سے بیدار کر کے فوتگی کی اطلاع نہیں دی۔ صبح خود سے جاگی تو حقیقتِ احوال معلوم ہوا کہ ماں باپ گھر سے جا چکے تھے۔

تصوراتی دنیا کے باسیوں کے لیے عملی دنیا ہمیشہ بہت بدصورت و بھیانک ہوتی ہے۔ اس کے کان انفر کی امرت ٹپکاتی آواز سننے کو ترس رہے تھے، اسے یہ جاننے کی بے تابی تھی کہ انفر اپنے لائف پارٹنر کو کتنا miss کر رہا ہے۔ وہ سننا چاہتی تھی انفر اب فوراً رخصتی چاہتا ہے، فری کے بغیر اس سے ایک پل نہیں کٹ رہا، آفس میں کام میں دل نہیں لگ رہا وغیرہ، وغیرہ۔ مگر ایک دن کی بات ہوتی تو ہضم ہو جاتی۔ تین دن انفر کی کال نہیں آئی تو فری سے برداشت نہ ہوا۔ اب اس کا دل چاہ رہا تھا کہ پھٹ پڑے۔ اس نے پھر خود سے انفر کو فون کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ اسے جی بھر کر ناراض ہو کر بھی دکھا دے۔

مگر اس کا نمبر آف ملا۔ کئی مرتبہ کی کوشش کے باوجود بھی جب نمبر آف ملا تو وہ اپنی مخصوص بے ساختگی کے ساتھ بھاگتی ہوئی ماں کے پاس چلی آئی۔

''ماما، کیا پاپا کی نعیم انکل سے کوئی بات وات ہوئی؟ انفر کا نمبر تو آف جا رہا ہے، انہوں نے خود سے ٹرائی بھی نہیں کی۔'' وہ ایک سانس میں بولتی چلی گئی۔

''بیٹا، اتنے دن اپنے کاموں سے دور رہے اب ان کو سانس تو لینے دو۔ سالار سے بات ہوئی تھی نعیم بھائی کی کہ وہ خیریت سے واپس پہنچ گئے ہیں۔ سفر کے دوران ان کو کوئی مشکل نہیں ہوئی، سیل آف ہے، اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ بیچارہ اپنی تھکن اتار رہا ہوگا، یہاں تو وہ بھاگتا دوڑتا ہی نظر آ رہا تھا۔'' سارہ نے نرمی سے فری کا گال چھو کر اسے تسلی دی۔

''کچھ بھی ہو، انہیں مجھ سے پہلے کی طرح بات کرنی چاہیے بلکہ اب تو خاص طور پر مجھ سے کانٹیکٹ کرنا چاہیے۔ پہلے تو فیانسی تھے اب تو اسٹرونگ ریلیشن شپ میں ہو رہی ہے۔ ابھی سے ان کا یہ حال ہے، امریکا میں میرے ساتھ کیا کریں گے؟'' فری نے بے ڈھب طریقے سے خیالات کا اظہار کیا اور منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

''اللہ نہ کرے، یہ تم ابھی سے کیا کچھ اندازے لگانے بیٹھ گئیں۔ انسان کو اتنا اموشنل بھی نہیں ہونا چاہیے، زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ بیٹا، تمہیں اکثر کہتی ہوں ناں شادی کو پریکٹیکل لائف کہتے ہیں۔ انسان فینٹسی سے نکل کر پریکٹیکل ہو جاتا ہے، مصنوعی رویئے کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے، میاں، بیوی ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپا پاتے،

digestlibrary.com

نہ کوئی بات نہ real feelings...... اسی لیے اکثر hurt بھی ہوتے ہیں۔'' سارہ، فری کی پریشانی دیکھ کر بڑے صبر و تحمل سے سمجھا رہی تھیں۔

''لیکن ماما، پریکٹیکل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں انسان love کو اہمیت نہ دے۔'' فری کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی ہوئی تھی۔

''محبت کی قوت ہی تو انسان کو پریکٹیکل و ذمے دار بناتی ہے، انسان محبت کی خاطر ہی تو اپنی توانائی خرچ کرتا ہے ورنہ پڑا رہے آرام سے۔'' سارہ نے اب اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے دبایا۔

''میں بالکل بھی کونس نہیں ہوئی۔ انفر کو ایسا نہیں کرنا چاہیے، میں ان کی گرل فرینڈ نہیں لائف پارٹنر ہوں...... اور ماما، میں آپ کو یہ بتا رہی ہوں کہ اگر انفر وہ نہیں جو میں انہیں سمجھی ہوں تو میں امریکا نہیں جاؤں گی، وہاں جانے سے پہلے مجھے کمفرٹیبل فیل کرنا چاہیے، مجھے لانگ ٹائم فینٹسی میں رہنا ہے، ابھی سے ماما، پاپا جیسا نہیں بننا۔'' یہ کہہ کر فری ایک جھٹکے سے اٹھی، اس نے سارہ کا جواب سننے کا تکلف بھی نہیں کیا اور آف موڈ میں وہاں سے چلی گئی۔

سارہ ہکا بکا بس بیٹھی اسے جاتا ہوا دیکھنے لگیں۔

''شروع سے میں کہہ رہی ہوں کہ ابھی اسے شادی کا مطلب ہی نہیں پتا، ابھی یہ پریکٹیکل لائف کے لیے fit ہی نہیں ہے...... مگر سالار صاحب تو میری بات سننے کے لیے اپنا ذہن ہی نہیں بناتے۔''

ایک عجیب سی کوفت کی لہریں دل کا طواف کرنے لگیں، بے نام سے اندیشے سر اٹھا رہے تھے۔

"اللہ کرے انصر کا فون آ جائے ورنہ ماحول تو بہت بوجھل ہو رہا ہے۔" انہوں نے بیٹی کی اداسی کا توڑ دعا سے نکالا اور گھٹنوں پر ہاتھوں کا دباؤ ڈال کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگیں، گویا کوئی بوجھ ڈھونے جا رہی ہوں۔

☆☆☆

"ایک بات جو برسوں پہلے میں تمہاری محبت میں بھول گئی تھی اب بار، بار re call ہو رہی ہے عرشی...... اس پوائنٹ پر میری انرجی collapse کر گئی ہے۔" ثمینہ کی آواز آہستہ و لرزاں تھی۔

عرشلہ نے گھبرا کر ماں کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ ثمینہ سرہانہ اونچا کیے دراز تھیں اور عرشلہ ان کے بالکل قریب کھڑی تھیں۔

"ممی...... ممی...... پلیز...... یوں نہ کہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے...... کک...... کک...... کون سی بات آپ کو re call ہو رہی ہے؟" عرشلہ گرنے کے انداز میں بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔

"listen عرشی، جو خاندانی لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے DNA کو دولت سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ تم دنیا کے تمام خاندانی لوگوں کو observe کرو، وہ اپنے بچوں پر بہت توجہ دیتے ہیں، ایجوکیشن سے محروم کرتے ہیں، ہیلتھ اور ایجوکیشن پر کمپرومائز نہیں کرتے، اپنا بچہ آرفن ہاؤس (یتیم خانہ) میں نہیں دیتے، کسی بے اولاد کی گود میں نہیں ڈالتے۔" بولتے، بولتے ثمینہ کی سانس پھولنے لگی جو ہارٹ پیشنٹ کے لیے بہت خطرناک بھی جاتی ہے۔

"کیوں اتنا سارا بول رہی ہیں، point پر آئیں، مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی...... ممی پلیز......" عرشلہ نے ثمینہ کے ہاتھ اونچے کیے اور پیار بھرا بوسہ دیا۔

"یہ لڑکا احسان فراموش اور خود غرض ہے۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو جائے تو یہ پروا بھی نہیں کرے گا، بس اس کے والٹ میں پیسے ہونے چاہئیں۔ اگر اسے تم سے ذرا سا بھی لگاؤ ہوتا تو وہ تمہارا ہمدرد ہوتا، تمہاری تنہائی کا احساس کرتا بلکہ تمہیں خوش دیکھنے کے لیے بھاگتا، دوڑتا نظر آتا۔" ثمینہ یکلخت خاموش ہو کر الفاظ و توانائی دونوں مجتمع کرنے لگیں۔

عرشلہ بے بسی سے ماں کو دیکھنے لگیں۔ وہ کوئی جواب دینا نہیں چاہتی تھیں کیونکہ ان کا جواب سن کر ثمینہ پھر کچھ کہنے کے لیے بے تاب ہو جاتیں۔

"ڈونٹ وری ممی، میں زین کو کونس کر لوں گی۔ اگر عامر میرے لیے سیریس ہیں تو وہ تھوڑا wait کر لیں گے، میں شادی سے انکار تو نہیں کر رہی ہوں۔ آپ کی خاطر میں نے اپنا ذہن بنا لیا ہے، بس تھوڑا سا ٹائم چاہیے، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ کچھ امپروومنٹ نظر آ رہی ہے۔ it seems کہ وہ جلد ہی دوبارہ سے بولنے لگے گا۔ ابھی تو اس کی بے بسی پر بہت ترس آتا ہے۔" عرشلہ کا انداز ایسا تھا گویا خوشامد کر رہی ہوں۔

"تمہاری عقل پر جتنا ماتم کروں کم ہے۔ اتنی دیر سے یہ سمجھا رہی تھی؟" ثمینہ نے خفگی سے عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"وہ خاندانی نہیں ہے، کسی چیٹر لیبر (دھوکے باز مزدور) کی اولاد ہے۔ وہ کام چور، بے ایمان مزدور جو مالک کی back ہوتے ہی ڈیوٹی pay کرنا چھوڑ دیتا ہے، جس کی بیوی جھوٹ بول کر اس کی جیب سے پیسے نکلوانے پر مجبور ہوتی ہے۔ یعنی گھر کے ماحول میں جھوٹ، دھوکے، بے ایمانی کا راج ہوتا ہے۔ وہاں پیدا ہونے والے بچے اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ موقع پرست اور خود غرض...... یہی غیر ذمے دار لوگ اولاد کو ایدھی کے جھولے میں ڈال دیتے ہیں۔ اس لیے تمہیں اس احسان فراموش کی وجہ سے شادی کو delay نہیں کرنا چاہیے۔" ثمینہ نے اتنا کہہ کر سختی سے ہونٹ بھینچ لیے اور آنکھیں بھی موند لیں۔

عرشلہ نے اب دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑ لیا تھا جو پہلے ہی بہت درد کر رہا تھا۔ صبح سویرے لندن سے ایک پریشان کن خبر آ گئی تھی جو انہوں نے ابھی تک ماں کو نہیں پہنچائی تھی۔ ان کا لندن آفس جو پاکستانی سنبھالتا تھا اچانک ہارٹ فیل ہونے سے چل بسا تھا۔ گزشتہ چالیس سال سے وہ IBC (انٹرنیشنل بزنس کمپنی) کے تمام معاملات سنبھالتا تھا۔ پہلے ثمینہ، عرشلہ کو لے کر دو تین مہینوں میں چکر لگا لیا کرتی تھیں، کافی عرصے سے یہی منیجر ثمینہ سے میٹنگ کرنے پاکستان آتا تھا۔ ثمینہ اس کو دو تین دن کا stay کسی فائیو اسٹار ہوٹل میں دیتی تھیں، کار ڈرائیور کے ساتھ مہیا کرتی تھیں۔ اس کے اتنے نخرے اس لیے برداشت کیے جاتے تھے کہ وہ نہایت ایماندار اور محنتی بندہ تھا، ثمینہ کو ہزار قسم کی دردسری سے بچاتا تھا، بزنس اور Tax Haven (آف شور کمپنیوں کے معاملات) سنبھالنے میں خاص مہارت رکھتا تھا، ٹریولنگ کا بہت شوقین تھا۔ ثمینہ اور اپنے دوسرے کلائنٹس کی وجہ سے اس کی سوئٹزرلینڈ، یو ایس، باکو، دبئی کی سیر و تفریح مفت میں ہو جاتی تھی۔ ثمینہ اس کے ساتھ بہت ہی زیادہ کمفرٹ ایبل تھیں۔

صبح سویرے ہی مصدقہ ذرائع نے mail کر کے ''آفیشلی'' مطلع کر دیا تھا مگر عرشلہ کی ہمت ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ ثمینہ جو ''شعبۂ مالیات'' کو تمام کاموں میں سرفہرست رکھنے کی عادی تھیں، ان کو یہ خبر کیسے سنائی جائے کہ ان کے مالی معاملات کا رازدار اب دنیا میں نہیں ہے۔

ثمینہ کو اونگھتا پا کر عرشلہ نے جان کی امان پا کر آہستگی سے اٹھ کر قدم بڑھا دیے۔

☆☆☆

''ایک ڈیڑھ مہینے کی بات ہے، بچوں کے فائنل ہو جائیں گے، تم میری فکر نہ کرو، میں ڈسٹرب نہیں ہوں گی۔''

شمسہ اسکول سے واپس آ کر اپنا اور واصف کا لنچ ٹیبل پر لگا رہی تھیں، واصف آج گھر پر ہی تھا۔ رات بڑی بے چینی میں گزری تھی۔ نور کے تڑکے آنکھ لگی تھی۔ الارم ایک بار بجا تو اس نے گہری نیند میں آف کر دیا تھا۔ تقریباً بارہ بجے دوپہر اس کی خود بخود آنکھ کھلی تھی۔

''لیکن ماں، میں اب اس فیملی سے دور ہٹ جانا چاہتا ہوں۔ اب میرا ذہن تیار نہیں ہو رہا۔'' واصف نے تھکن سے چور لہجے میں یوں جواب دیا گویا دھوپ میں پیدل چل کر کسی چھاؤں میں سکون کی سانس لے رہا ہو۔

''بری بات ہے بیٹا، کبھی بھی کسی مشکل میں گھرے ہوئے انسان کو اپنی طرف سے مایوس نہیں کرتے۔ انہوں نے کتنی اچھی امید کے ساتھ تمہارے ساتھ ایک معاہدہ کیا، تم سے کوئی بدسلوکی نہیں کی، تمہارے مطالبے کے بغیر تمہاری ٹیوشن فیس بڑھا دی، تکلیف اٹھا کر تم سے معذرت کرنے تمہارے گھر آئے۔ ہمیں تو انہوں نے مقروض کر دیا ہے۔'' شمسہ نے فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے واصف کی طرف دیکھا جو اُن کے تخت پر ہاتھوں کا تکیہ بنائے چت لیٹا تھا۔

''ہاں تو ان کی مجبوری ہے، مجبوری میں تو سب ہی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ آٹومیٹک لگژری کار چلاتے ہیں، کون سا تانگا چلا کر گھوڑے کو ہنٹر مارتے ہوئے ہمارے گھر آئے تھے۔'' یہ کہہ کر واصف زاویہ بدلے بغیر جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

شمسہ نے پریشانی کی کیفیت میں واصف کی طرف دیکھا تھا۔

''شمسہ کا بیٹا...... مفت کے بوجھ اپنے ضمیر پر لاد کر زندگی نہیں گزارے گا۔ جہاں جس کو ہماری ضرورت ہو گی ہم وہاں موجود ہوں گے، ہمارے فیصلے ہمیشہ دوسروں کی آسانی کے لیے ہوں گے، ہم نے اس طرح جینا ہے۔ آج سے یہ ذہن میں بٹھا لو۔'' شمسہ جو نرمی سے اپنا موقف دینے کی عادی تھیں، اس وقت ان کا انداز دوٹوک اور حتمی تھا۔

واصف نے قدرے چونک کر ماں کی طرف دیکھا۔

''ماں، میں کوئی ولی اللہ نہیں ہوں۔ مجھ سے اتنی بڑی، بڑی امیدیں نہ باندھیں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ تخت

سے اتر کر ہاتھ دھونے کی نیت سے کچن کی طرف بڑھا۔
"ولی اللہ بننا کون سا مشکل ہے۔ وقت پر کسی کے کام آجاؤ، اللہ کے دوست بن جاؤ۔ ہمارا دین تو ویسے بھی رہبانیت کی مذمت کرتا ہے اور فرائض ادا کرنے پر زور دیتا ہے۔ اتنی سادہ سی بات ہے۔"
واصف نے پانی بہاتے ہوئے پلٹ کر شمسہ کی طرف دیکھا، کچھ سوچا مگر خود کو کسی طنزیہ جملے سے باز رکھا۔
"اگر میری ماں اللہ کی دوست بن چکی ہے تو پھر کریڈٹ تو میرے باپ کو جاتا ہے۔" اس نے سنک کا نل بند کرتے ہوئے سوچا۔
ماضی کسی وقت اس کی زبان میں کانٹے اُگا دیتا تھا مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ اپنی ماں کی دل سے عزت کرتا تھا۔
لڑکپن میں تو اس نے شمسہ کے جذبات کو کبھی اہمیت نہیں دی مگر جوان ہو کر احساس کیا کہ اس کی ماں تو اسے گود میں لے کر مکمل بیواؤں جیسی زندگی گزارتی چلی آرہی ہے۔ سارے نفسانی وفطری تقاضے اس نے ایک غلطی کا کفارہ ادا کرتے ہوئے قربان کر دیے۔
انیس، بیس سال کی عمر میں ماں بن جانے والی لڑکی...... جس کی ساری جوانی تنہا بیٹے کی پرورش کرتے گزر گئی، اسے یاد ہے، جب وہ صرف چھ سال کا تھا تو اس کی ماں اس کے پہلو سے اٹھ کر تہجد پڑھتی تھی...... سجدے میں اس کی سسکیاں سنائی دیتی تھیں۔
"ٹھیک ہے ماں، میں اپنی کمٹمنٹ پوری کروں گا مگر بچوں کو یہاں بلا کر نہیں پڑھاؤں گا۔" واصف نے آگے بڑھ کر کرسی گھسیٹی اور بیٹھ کر خالی پلیٹ اٹھائی۔
"پھر کہاں پڑھاؤ گے؟" شمسہ اس کے سامنے روٹی رکھتے ہوئے حیرت سے پوچھ رہی تھیں۔
"جہاں پڑھاتا ہوں...... یعنی انہی کے گھر۔ اب اتنا کچھ فیس کیا ہے، اب میں راہِ فرار اختیار کرنے کے بجائے خود محترمہ کی ایسی تھراپی کروں گا کہ بالکل فٹ ہو جائیں گی اور پاکستان بھر کے پاگلوں کا علاج کرنے لگیں گی۔" واصف نے پلیٹ میں آلو مٹر کا سالن نکالتے ہوئے اتنے اعتماد اور بے پروائی سے کہا تھا کہ ایک ثانیے کو شمسہ ہکا بکا رہ گئیں۔
"وہ کیسے نہیں...... کیا کرو گے تم؟" شمسہ فکر مندی سے پوچھ رہی تھیں۔
"اب یہ تو پتا چل گیا ناں ماں کہ ان کا میرے بغیر گزارہ نہیں۔ جب میں اتنا اہم ہوں تو پھر ان بچوں کی بہتری کے لیے انہی کے گھر میں اپنے فیصلے سنایا کروں گا، اپنی ٹرمز اینڈ کنڈیشن پر وہاں بیٹھوں گا۔" واصف کے انداز میں واضح اعتماد تھا۔
"لیکن اب ایسا بھی نہ کرنا کہ سامنے والے کی برداشت جواب دے جائے۔" شمسہ نے اس کی انتہاپسندانہ طبیعت کو مدِنظر رکھتے ہوئے سمجھایا۔
"ماں، مجھے تو میری ماں نے سنبھال لیا، ان کی ماں تو اس قابل بھی نہیں ہے۔ داؤد صاحب کی اپنی بزنس مصروفیات ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ پیسہ خرچ کر کے اپنی مرضی کے نتائج مل جاتے ہیں۔ مانا پیسے کی بہت اہمیت ہے، پیسہ بہت کچھ ہے...... مگر سب کچھ نہیں۔" یہ کہہ کر واصف نے ہاتھ میں دیر سے پکڑا نوالا منہ میں ڈال لیا۔
شمسہ کی رگ و پے میں طمانیت کا احساس جذب ہو گیا۔ بیٹے کی طرف سے یہ تو تسلی ہو گئی کہ اس میں فیصلہ سازی کی صلاحیت و جرأت دونوں موجود ہیں۔
"ماں، اگر میں کسی انٹرنیشنل کارپوریٹ کمپنی کا MD بھی لگ گیا ناں تو ان بچوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ ڈیل تو کیا ان کے پاس تو proper "سنگل پیرنٹ" بھی نہیں ہے۔" یہ کہہ کر اس نے دوسرا نوالا بنانا شروع کر دیا۔

Watermark

شمسہ کی آنکھوں سے روحانی مسرت کا نور جھلکنے لگا ورنہ اب سے پہلے تک تو ان پر طرح، طرح کے وہم و اندیشے نزول کر رہے تھے کہ فری کی شادی کے بعد کہیں وہ ڈپریشن کی طرف نہ چلا جائے۔ اس نے ایک بار شمسہ کے سامنے اپنی کمزوری ظاہر کر دی تھی کہ وہ فری کے بارے میں سوچتا ہے۔ شمسہ نے فوری حوصلہ شکنی بھی کر دی تھی مگر وہ یہ حقیقت تو نہیں جھٹلا سکتی تھیں کہ دل میں جگہ بنانے والی سوچ کسی کی روک ٹوک یا حوصلہ شکنی سے اپنی جگہ چھوڑ سکتی ہے۔

''بہت اچھی بات کی ہے تم نے، میں جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے۔ ہماری زندگی ایک بار کی ہے، اسے ہر لمحہ کارآمد بنانے کی کوشش کرنی چاہیے، یوں بھی دوسروں کے بوجھ ہلکے کرنے سے اپنے بوجھ اتر جاتے ہیں۔ آج کے بعد میں تم سے کوئی سوال جواب نہیں کروں گی۔ واصف، خود کو آزاد سمجھو، مجھے یقین ہے میرا بیٹا اپنی زندگی ضائع نہیں کرے گا۔'' بولتے ہوئے شمسہ کی آواز پر آنسو غالب آنے لگے۔

digestlibrary.com

☆☆☆

''پھر دوبارہ کانٹیکٹ ہوا نعیم بھائی سے؟'' دونوں وقت مل رہے تھے، سالار صاحب جاگنگ ٹریک سے اب آہستہ، آہستہ چلتے ہوئے سارہ کے قریب آ کھڑے ہوئے تھے جو فالسے کا تازہ جوس تیار کر کے کرسی پر بیٹھی سالار صاحب کے بیٹھنے کا انتظار کر رہی تھیں۔

''مسئلہ کیا ہے، کیوں اتنی ٹینس نظر آ رہی ہو؟ نکاح کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ اپنے کام چھوڑ کر بار، بار ہمیں فون کرتے رہیں۔ وہاں ان کا اپنا بزنس سیٹ اپ ہے، بندہ کئی دن کی چھٹیوں کے بعد اپنے کام پر بیٹھتا ہے تو اسے سر کھجانے کی فرصت نہیں ملتی، ہاؤس وائف کو یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی۔ دنیا کا سب سے مشکل کام کسی کی جیب سے اپنا پیسہ نکلوانا ہے، چاہے وہ دیا ہوا قرض ہو یا اپنے حق کا پیسہ۔'' سالار صاحب نے جیب سے رومال نکال کر چہرہ صاف کرنا شروع کر دیا ساتھ، ساتھ سارہ کی طرف بھی جانچتی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

''یہ بات نہیں، اصل میں اظفر کا فون مسلسل پاورڈ آف مل رہا ہے۔ فری کو فکر ہو رہی تھی کہ اس کے ہزبینڈ نے......''

''اُفوہ...... آدھا ہزبینڈ...... ہزبینڈ تو تب consider کیا جاتا ہے جب اس کے ساتھ زندگی گزارنا شروع کرتے ہیں، ڈاکومینٹیشن پراسس کی وجہ سے میں نکاح پر تیار ہو گیا ورنہ میں نکاح کر کے لیے gap کے حق میں نہیں ہوں، بس اینگیجمنٹ ٹھیک ہوتی ہے، شادی ہو اور ایک ہی بار میں معاملہ نمٹ جانا چاہیے۔ فری کو سمجھاؤ، انسان کو اپنوں کو فون کرنے کے علاوہ بھی بہت ضروری کام ہو سکتے ہیں، آ جائے گا فون، ٹینشن کیا ہے؟ پاکستان آ کر نکاح کر کے گئے ہیں، لاکھوں کا خرچا کیا ہے، سفر کی تکلیف اٹھائی ہے، ڈاکومینٹیشن، کاموں میں بھاگ دوڑ کی ہے، اس سسٹم کی تو ان لوگوں کو عادت بھی نہیں ہے۔ ون ونڈو سہولت کا کونسیپٹ نہیں ہے یہاں...... خجل خوار ہوئے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا...... بلکہ اسے میری طرف سے کہہ دو کہ یار، یار اپنی طرف سے ٹرائی نہ کرے، انسان کی کوئی سیلف ریسپیکٹ بھی ہوتی ہے۔''

سالار صاحب کو اس بات سے سخت کوفت ہو رہی تھی ایک فون کال نہ آنے کو مقدمہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ ذہن میں تو پہلے ایک تصور راسخ تھا کہ عورتیں جذباتی ہوتی ہیں اسی لیے ان کی تو گواہی بھی آدھی ہے۔

اچھی خاصی جھاڑ پلا کر خود ایک گونہ سکون محسوس کرتے ہوئے فالسے کے جوس سے لطف اندوز ہو رہے تھے مگر سارہ کا دل مطمئن نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے افق پر نظریں جمائے پرندوں کے غول دیکھنے لگیں۔

''فری ہے کہاں؟'' سالار صاحب کو سارہ کی خاموشی کھلنے لگی تو خود ہی اپنی طرف سے بات کرنے لگے۔

''اپنی کلاس فیلو کے ساتھ gym گئی ہے، کاسٹیوم لے کر گئی ہے، سوئمنگ وغیرہ کا بھی پروگرام ہے، دیر سے ہی آئے گی۔''

''ہوں، ٹھیک ہے، اچھا ہے busy رہے۔'' سالار صاحب نے گلاس خالی کرنے کے بعد دوبارہ بھرنا شروع کردیا مگر گلاس بھرتے ہوئے اچانک کوئی خیال آیا۔

''تمہارا کیا فریش جوس سے پرہیز چل رہا ہے؟ بہت مزے کا لگ رہا ہے۔ میں نے تو آدھا جگ خالی کردیا۔''

''آپ پورا خالی کردیں، میں نے کچھ دیر پہلے چائے پی تھی، موڈ نہیں ہے۔ اذان ہونے والی ہے، میں اندر جارہی ہوں۔'' سارہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

اسی وقت ٹیبل پر رکھے سالار صاحب کے سیل فون پر ring شروع ہوئی۔ سارہ نے جلدی سے جھک کر caller کا نام دیکھنے کی کوشش کی۔ سالار صاحب نے فوراً سیل فون اٹھا کر فہمائشی نظروں سے سارہ کی طرف دیکھا۔

''نہیں سمجھ آئی؟ بیگم صاحبہ، میرے کسی ''بڑے'' کا فون ہے۔'' ان کا اشارہ کسی ''اتھارٹی'' کی طرف تھا۔

سارہ قدرے خجل ہوئیں پھر اندر جانے کے لیے راستہ لے لیا۔

سالار صاحب فون سنتے ہوئے سارہ کی طرف دیکھ کر مسکرا بھی رہے تھے، یوں جیسے کوئی بوڑھا کسی بچے کی معصوم سی بات پر دل کھول کر لطف اندوز ہو رہا ہو۔

☆☆☆

''میم، یہ تو بہت سیریس ایشو ہے، ثمینہ میم کے نوٹس میں لانا تو بہت ضروری ہے۔'' ماریہ ٹیرس میں عرشلہ کے ساتھ کافی پیتے ہوئے بہت سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ عرشلہ بے عمر میں کم ہونے کے باوجود وہ کاروبار اور مالیاتی معاملات کی سنجیدگی کو سمجھتی تھی اور یہ بھی جانتی تھی کہ عرشلہ کو ان تمام معاملات کی ''الف بے'' بھی پتا نہیں ہوگی کیونکہ ثمینہ میم سب کچھ خود دیکھتی تھیں، ماریہ کے حساب سے یہ ان کی فاش غلطی تھی۔ اکلوتی وارث کو شروع سے تمام امور میں ملوث کرنا چاہیے تھا۔ موت، عمر اور وقت کی پابند نہیں ہوتی۔

''وہی تاں، مگر ایک دم سے ممی کو کیسے بتاؤں۔ وہ تو بائی ائرٹریول کرنے کے قابل بھی نہیں ہیں۔'' عرشلہ نے انتہائی پریشانی کی کیفیت میں خود کلامی کے انداز میں جواب دیا۔

''میم، سب سے پہلے تو آپ ایک میل جنریٹ کرکے ریپلائی کریں۔''

''ماریہ، میں کیا ریپلائی کرسکتی ہوں۔ آفیشلی تو وہاں سب ممی کو جانتے ہیں۔'' عرشلہ ذہنی دباؤ کی وجہ سے فوراً جھنجلا گئیں۔

''میم، آپ ثمینہ میم کے اکاؤنٹ سے میل کریں۔''

''اوفوہ، تو کہوں کیا؟ کہ اچھا ہوا مر گئے، مرحوم بہت لکی تھے، جب تک زندہ رہے پیسوں میں کھیلتے رہے، دوسروں کے پیسے کی counting کرتے ہوئے بہت اچھی زندگی گزاری۔'' عرشلہ نے پھر جھلا کر جواب دیا تھا کیونکہ انہیں ابھی تک ماریہ کی بات ہی سمجھ نہیں آرہی تھی۔

اب ماریہ اپنی بے ساختہ ہنسی پر قابو نہ رکھ سکی پھر اپنی اس حرکت پر معذرت بھی کی۔

''سوری میم، یہ واقعی آپ سے نہیں ہوگا مگر میں ثمینہ میم کی طرف سے میل کردوں گی...... ڈونٹ وری۔''

''مثلاً...... ممی کا ریپلائی کیسا ہونا چاہیے؟'' عرشلہ الجھنے لگی۔

''یہی کہ بہت افسوس کی خبر ہے، اللہ جنت میں جگہ دے، ہم بہت جلد اپنا نیا مینجر اپائنٹ کررہے ہیں، لیگل پراسس کے لیے بہت جلد اسکاٹ لینڈ آفس میں فزیکل apearance دیں گے، تھینک یو۔''

''wow!...... ماریہ، تم تو آل راؤنڈر ہو۔'' عرشلہ کاشوں بوجھ پل میں سرکا اور نگاہیں ماریہ کی بلائیں لینے لگیں۔

''بنڈل آف تھینکس میم، BBA تو اچھے گریڈ میں پاس کیا ہے ناں میم، حالات ایسے ہوگئے کہ اسٹڈی

Watermark

آل پاکستان رائٹرز ویلفیئر ایسوسی ایشن کے زیرِ اہتمام عید ملن پارٹی اور مشاعرہ سعدیہ ہما شیخ نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی۔ سب ٹیم ممبرز اور مہمان گرامی راشد محمود، حبیب پاشا، ناصر بشیر، ڈی ایس پی لاہور اور محمد شہزاد نیر صاحب نے محفل میں اپنی شاعری سے چار چاند لگا دیے۔ قطری شہزادے سفیان بھائی کی آمد بہت خوشگوار سرپرائز اور تنظیم کے سربراہ انصاری صاحب کی بہت کمی محسوس ہوئی۔ الحمد للہ ایک شاندار اور پُروقار تقریب اور یہ سال رواں کی چوتھی بڑی تقریب بھی ہے۔ تقریب کے اختتام پر ڈنر کا اہتمام کیا گیا۔

continue نہیں کر سکی ورنہ CA سے کم پر تو بات نہ رکتی۔ جاب نہیں مل رہی تھی تو ایک دوست کے مشورے پر نرسنگ کورس کر کے نرس بن گئی کچھ تو کرنا تھا۔" ماریہ کو عرشلہ کا سکون دیکھ کر سکون آ گیا۔

"اچھا، mail جنریٹ کرنے کے بعد ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ میرا مطلب ہے ممی کو پتا چلے گا تو ممی کیا step لیں گی؟" عرشلہ کو آگے کے کام سوجھنے لگے۔

"میری ایڈوائس تو یہی ہے میم کہ اسکاٹ لینڈ میں تو آپ کے فادر سے بھی پہلے کا سیٹ اپ چل رہا تھا، آپ اپنا ہیڈ آفس اپنی کنٹری میں ہی بنائیں۔ یہ ڈیٹا انفارمیشن کا زمانہ ہے۔ آپ یہاں آفس کر کے بھی اپنے ورلڈ بزنس چلا سکتے ہیں۔"

"ماریہ، تو پھر تم یہ سارا سیٹ اپ سنبھال لو ناں، ممی کے لیے ہم کوئی اور نرس بھی ہائر کر سکتے ہیں، سپرویژن تمہاری رہے گی۔" عرشلہ کے تو گویا کھڑے کھڑے مسئلے حل ہو رہے تھے۔ بچوں کے سے پُرشوق انداز میں ماریہ کو نئی جاب آفر کی تھی، قطع نظر اس کے کہ ثمینہ کو جب پتا چلے گا تو ان کے خیالات و فیصلے کیا ہوں گے۔

"OMG...... میم، یہ BBA والوں کے بس کی بات نہیں۔ کوئی CA بندہ ہی انٹرنیشنل مارکیٹ کی pulse سمجھ سکتا ہے۔ وہ بھی کوئی بہت قابل CA بندہ۔ آپ add لگائیں گی تو بہت لوگ ریسپانس کریں گے۔ آپ انٹرویو کریں گی تو خود ہی judge کر لیں گی۔ ڈاکومنٹس اور کانفیڈنس لیول ہی تو دیکھنا ہے۔" ماریہ جاب کی تلاش میں آفس، آفس کھیل چکی تھی۔ وہ اسٹوڈنٹ کس level کی تھی اس کی اسناد میں ہمیشہ کے لیے ثبوت رقم تھے۔

عرشلہ اس لمحے کو دعائیں دے رہی تھیں جب انہیں ماریہ ملی تھی۔ پانچ لاکھ کی ہیرے کی انگوٹھی نے عرشلہ کو ہیرے کی کان تک پہنچا دیا تھا۔ نہ ثمینہ کی انگوٹھی گم ہوتی نہ ماریہ ملتی۔

"اُف......!" عرشلہ نے آنکھیں بند کر کے اپنی شہادت کی انگلی پیشانی کے مرکز میں رکھ کر بڑی ادا سے دبائی۔
"تم تو میری ایکسٹرا پین ریلیور بنتی جا رہی ہو۔ love you ماریہ۔" کتنی ذہنی مشقت اٹھانے کے بعد عرشلہ کو یہ سکون کے لمحات عطیہ ہوئے تھے۔
"پھر چھوڑو، ممی کو نہیں بتاتے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اور ہی مسئلہ ہو جائے۔ تم میل بھی کر دو اور add بھی لگا دو۔" عرشلہ ہلکی پھلکی ہو کر ماریہ کو کام بتانے لگیں۔
"یہ اتنا آسان نہیں ہے میم، کسی نہ کسی طرح ثمینہ میم کو تو بتانا ہوگا کیونکہ وہ اتھارٹی ہیں۔ کسی بھی جگہ، کسی بھی وقت ان کے signature کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ خدانخواستہ وہ زندہ نہ ہوتیں تو ہر جگہ ان کی will اور ڈیتھ سرٹیفکیٹ use ہوتا اور آپ اتھارٹی بن جاتیں۔" ماریہ نے بہت طریقے سے سمجھایا۔
"مائی گاڈ، اب مجھ سے یہ نئی جاب نہیں ہوگی۔ ماریہ، تم ممی کو فیس کرو، بول دینا کہ عرشلہ میم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"
کئی دن اور کئی راتوں کی ذہنی جسمانی مشقت سے عرشلہ کی چولیں ہلی ہوئی تھیں، اب انہیں ثمینہ کے ساتھ طویل بیٹھک کے خیال سے چکر آ رہے تھے۔
"اوکے میم، مناسب ماحول دیکھ کر میں میم سے بات کر لوں گی۔" یہ کہہ کر ماریہ اٹھنے لگی پھر کسی اچانک آنے والے خیال سے دوبارہ بیٹھ گئی۔
"وہ...... میم، مجھے ابھی، ابھی ایک خیال آیا ہے۔ اگر آپ ٹوٹو میم سے یہ سب شیئر کر لیں تو مجھ سے بہتر ایڈوائس کر سکتی ہیں اور ثمینہ میم کو بھی سنبھال سکتی ہیں۔" ماریہ یہ کہہ کر عرشلہ کی طرف دیکھنے لگی۔
"ٹوٹو تو بہت talented (باصلاحیت) ہے مگر پرابلم یہ ہے کہ ممی فنانشلی میٹرز کسی کے ساتھ شیئر نہیں کرتیں۔ ٹوٹو کو ہمارے assets (اثاثوں) کے بارے میں کچھ، کچھ پتا ہے مگر بہت کچھ hidden (چھپا ہوا) ہے۔ یہ بہت مشکل ہے ماریہ، ممی سب کچھ بھول کر میرے پیچھے پڑ جائیں گی کہ ٹوٹو سے شیئر کیوں کیا۔ you know ممی فنانشلی میٹرز کے بارے میں بہت زیادہ sensitive ہیں۔ سوری، یہ تو بالکل بھی possible نہیں ہے۔" عرشلہ کے چہرے پر تھکاوٹ کے ساتھ، ساتھ مایوسی بھی بہت واضح تھی۔
"اوکے میم، let see...... ہر پرابلم کا کوئی سلوشن تو ہوتا ہے۔ آپ relax کریں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" ماریہ نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ تسلی دی۔
"Oh my Lord... I am greatful to you (اے میرے اللہ...... میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں) کہ ماریہ میرے پاس ہے ورنہ میں تو پاگل ہو جاتی۔" عرشلہ نے آنکھیں بند کر کے کہا اور گہری سانسیں لینے لگیں۔
ماریہ بہت ہمدردی سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

"کل تو تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگ گئے تھے، میری پوری بات بھی نہیں سنی۔" مہ لقا نے ٹیرس سے واصف کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور اتنی سرعت سے زینہ پھلانگتی اتریں کہ گیٹ کھلنے اور واصف کی بائیک اندر آنے تک وہ اپنے نشانے تک پہنچ چکی تھیں۔
واصف نے بائیک سے چابی کھینچتے ہوئے مہ لقا کی طرف دیکھا پھر پورچ کی طرف۔ داؤد علوی کی فور چونر پورچ میں نہیں تھی اس کا مطلب وہ گھر پر نہیں تھے۔

Watermarkly

آج واصف کی تمام توانائی ایک نقطے پر جمع ہو کر اسے بے خوف و پُراعتماد بنا رہی تھی۔ اس نے مہ لقا کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ مہ لقا جلدی سے اپنی زلفوں کو مرتب کرنے لگیں۔

"میم، آپ مجھے راستہ دیں۔ میں آپ کے بچوں کا ٹیوٹر ہوں۔ آپ کی فضول کہانیاں سننے نہیں آتا۔ اگر آپ نے میرا ٹائم لینا ہے تو میں دس منٹ کے پچاس ہزار چارج کروں گا اور بیس منٹ میرا بھیجا اڑایا تو ایک لاکھ ہوں گے۔ بیس منٹ سے ایک منٹ بھی اوپر ہوا تو دو لاکھ ہوں گے۔" واصف براہ راست مہ لقا کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

مہ لقا آنکھیں پھاڑ کر واصف کو تک رہی تھیں۔

"what do you mean?" وہ اتنی زیادہ حیران تھیں کہ آواز نہیں نکل رہی تھی، گویا بڑبڑا کر رہ گئیں۔

"تمہاری اتنی اوقات ہے کہ وقت دینے کے لاکھوں ڈیمانڈ کرو؟"

"no more... stop...... میرے جیسا لائق فائق ٹیوٹر آپ کے بچوں کو help out نہ کرے تو تین سال O level میں فیل ہوتے رہیں...... A level کی نوبت ہی نہ آئے۔" واصف نے قدرے سخت لہجے میں ٹوک دیا تھا۔ مہ لقا پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔

"تمہیں بات کرنے کی تمیز نہیں۔ پتا ہے میں کون ہوں؟" مہ لقا اب ذرا اونچی آواز میں بولیں۔

"آپ کیوں بدتمیزوں سے بات کرتی ہیں؟ آپ کے سارے فرینڈز وفات پا چکے ہیں، میں ہی ملا ہوں آپ کو؟ میں ایک ٹیوٹر ہوں، میرا ایک، ایک منٹ payable (قابلِ معاوضہ) ہے۔ اپنے بچوں کا وقت ضائع کرتی ہیں...... shame on......" یہ کہہ کر واصف تیزی سے ڈرائنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

مہ لقا ہکا بکا کھڑی تھیں۔

"کس قدر بدتمیز انسان ہے۔ بتاتی ہوں داؤد کو، وہ آجائے ذرا۔" مہ لقا غیظ و غضب کی کیفیت کو بمشکل ضبط کر رہی تھیں۔

اسے پتا تھا اگر اس نے توڑ پھوڑ کی تو عالی شان اور عالی جاہ اسے کمرے میں بند کر کے lock لگا دیں گے اور وہ گھنٹوں دروازہ پیٹتی رہیں گی۔

دونوں بچے ماں کے قد سے اونچے ہو رہے تھے۔ دو تین مرتبہ اسے کمرے میں lock کر چکے تھے۔ تو کر تو یہ کام کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ اب تو وہ ماں کو دھمکی دے چکے تھے کہ اگر انہوں نے آئندہ گھر کی قیمتی چیزیں توڑیں تو وہ اپنے باپ کے پاس امریکا چلے جائیں گے۔ یہاں پر مہ لقا کی گوٹ دبتی تھی کیونکہ ان کی دلی خواہش تھی بچے ماں کو مظلوم گردانیں اور باپ کو مجرم مان کر اس سے شدید نفرت کریں۔

ایک حسین و خوب صورت عورت کو پاگل کرنے کے لیے یہی بہت ہے کہ اس کا شوہر ایک عام شکل کی عورت کو اس کی سوتن بنا کر محبت نچھاور کرتا نظر آئے اور یہ بات حسن پر نازاں مغرور عورت کو شاید کبھی سمجھ نہیں آتی کہ مرد ایسا کیوں کرتا ہے۔ اپنے حسن کو اپنی طاقت جان کر ہر وقت شوہر کو للکارنے والی عورت کے ساتھ مرد کی انا کی جنگ شروع ہوتی ہے۔ اس جنگ میں یا تو دونوں فریقین تباہ ہو جاتے ہیں یا پھر مرد ایک معمولی عورت کو اپنا کر بھرپور انتقام لیتا ہے...... اور یہ ایسا انتقام ہوتا ہے جس کی اذیت قبر تک پیچھا کرتی ہے۔

☆☆☆

"زین...... listen pleas...... میں کبھی آپ سے ڈائریکٹ ہونا پسند نہ کرتی مگر بہت ساری باتیں آپ کو سمجھ نہیں آ رہیں...... بہت دنوں سے آپ کو خاموشی سے watch کر رہی ہوں، بہت کچھ دیکھا ہے میں نے...... اور مناسب وقت کا انتظار کر رہی تھی۔" ماریہ، زین کے بیڈروم کا دروازہ بند کر کے زین کو غصے سے گھور رہی تھی۔

زین بری طرح الجھا ہوا نظر آ رہا تھا اور نکر، نکر ماریہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"رات کو دو، تین بجے میں نے تمہیں گھر سے باہر جاتے ہوئے دیکھا ہے مگر عرشلہ میم کو اس لیے نہیں بتایا کہ وہ آل ریڈی بہت ڈپریسڈ ہیں۔ تم یہ سارا ڈراما اس لیے کر رہے ہو کہ عرشلہ میم کی شادی نہ ہو کیونکہ ان کی شادی ہو گی تو تمہاری پرائیویسی ختم ہو جائے گی۔" ماریہ بہت دبے، دبے لہجے میں زین سے مخاطب تھی۔
"یہ رات کے اندھیرے میں تم چپکے سے جاتے کہاں ہو؟ تھینک گاڈ کہ یہ تو کنفرم ہے کہ تم ڈرگ وغیرہ کے عادی نہیں ہو۔" ماریہ بہت اعتماد سے زین کی طرف گھورتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتی تھی مگر وہ مسلسل نظریں چرا رہا تھا۔
"کچھ دن پہلے تم نیچے ناشتا کر رہے تھے، اپنا سیل روم میں ہی چھوڑ گئے تھے، میں اوپر تھی۔ تمہارے سیل پر call آئی تو میں نے جان بوجھ کر ریسیو کی۔ میں نے ہیلو نہیں کہا۔ میں پہلے کالر کو سننا چاہتی تھی۔ تم نے اس کالر کو 333 کے نام سے save کیا ہوا ہے۔ وہ ہیلو، ہیلو کرتا رہا، میں خاموش رہی تو پتا ہے اس نے کیا کہا...... بولا...... یار، مجھ سے ایکٹنگ نہ کرو...... ویسے تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ تم نے۔۔ گونگا بننے کی ایکٹنگ شروع کیوں کی ہے...... یار، بندہ بات نہ کرے تو پاگل ہو جاتا ہے...... پھر میں نے ڈس کنکٹ کیے بغیر سیل تمہارے بیڈ پر واپس رکھ دیا...... اگر تمہارا کال ریکارڈر آپشن آن ہے تو خود چیک کر لو مگر اب بہت ہو گیا...... میں عرشلہ میم کے ساتھ اب مزید زیادتی برداشت نہیں کر سکتی اور دل سے چاہتی ہوں کہ انہیں کوئی سنسیئر لائف پارٹنر مل جائے۔ ابھی کے لیے بس اتنا ہی...... تمہیں وقت دے رہی ہوں...... خود عرشلہ میم سے سوری کر کے آگے بڑھو...... اگر تم خود میم سے سوری کر کے بات ختم کر دو گے تو میں میم پر کبھی ظاہر نہیں کروں گی کہ آپ سے پہلے مجھ پر یہ سب کچھ disclose ہو چکا تھا...... اگر تم نے خود بات نہیں کی تو میں میم کو سب کچھ بتا دوں گی۔"
زین اپنی جگہ سے جھٹکے کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔
ماریہ غور سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے خیال میں اس نے اتنا pump کر دیا تھا کہ زین ردِعمل دیے بغیر نہیں رہ سکتا...... مگر اسے حیرت ہوئی کہ زین اسے نظر انداز کر کے واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔
واش روم کا دروازہ کھلنے، بند ہونے اور لاک کا کھٹکا سننے کے بعد بھی ماریہ چند منٹ گم صم دروازے کی طرف تکتی رہی۔
وہ بوڑھی دوشیزہ تھی جو کم عمری میں وقت کی سختیاں جھیل چکی تھی۔ وہ اپنے پُرسکون ٹھکانے میں کوئی دشمن پیدا نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے ماحول میں شر فساد پھیلانے کے بجائے تنہائی میں زین سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا تاکہ زین، ماریہ کو اپنا دشمن نہ سمجھے اور محتاط بھی ہو جائے کہ اب اس گھر میں اس کی کوئی خفیہ سرگرمیاں نہیں رہیں۔ گھر میں ایک رہائشی اس کی حقیقت تک پہنچ چکا ہے...... اس سارے عمل میں اصلاح کا جذبہ کارفرما تھا۔

☆☆☆

تیسری کوشش کے بعد اصغر کا سیل آف ملا تو فری کا جی چاہا سیل اٹھا کر دیوار پر دے مارے۔ طیش کے عالم میں اس کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی۔
"یہ کوئی طریقہ ہوتا ہے...... ہر ریلیشن شپ کا اپنا تقاضا، اپنی امپورٹنس ہوتی ہے...... نکاح سے پہلے دو، دو گھنٹے کی لمبی کالز اور اب ایسے کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔"
اتنی بے بسی کی کیفیت سے وہ پہلی بار گزر رہی تھی۔ یہ ایک ایسا بوجھ تھا کہ اس کے کندھے شل ہو رہے تھے مگر اتار کر پھینکا نہیں جا سکتا تھا پھر اس پر مستزاد کہ رونا آ رہا تھا مگر وہ رونا بھی نہیں چاہ رہی تھی۔ زور، زور سے چلّانا

Watermarkly

چاہتی تھی مگر ماحول کی اجازت نہیں تھی۔

کچھ دیر کمرے میں ٹہلتی رہی...... رک، رک کر سیل فون کی طرف دیکھتی رہی جیسے کسی معجزے کی منتظر ہو کہ ایک دم اسکرین روشن ہوگی اور انفر کی مسکراتی ہوئی فوٹو blink کرے گی۔

مگر ایسا کچھ نہ ہوا......

چلتے، چلتے چکر آنے لگے تو بیڈ کے قریب فرش پر بیٹھ گئی اور سر بیڈ کے کنارے پر ٹکا دیا۔ اب وہ بلک، بلک کر رو رہی تھی۔

''مجھ سے صبر نہیں ہوتا...... میری پریکٹس نہیں ہے...... یہ میری انسلٹ ہے انفر۔'' وہ ہچکیاں لیتے ہوئے خود کلامی کر رہی تھی۔

''ماما، میں کیا کروں...... شام تک میں نے خود کو busy رکھا، اب رات کو کیا کروں؟ میں یہ انسلٹ برداشت نہیں کر سکتی...... میں کوئی غلط فیصلہ بھی کر سکتی ہوں...... مجھے اسٹریس کے ساتھ جینے کی عادت نہیں ہے۔'' اب باقاعدہ روتے ہوئے اس کی آواز بھی نکل رہی تھی۔

digestlibrary.com

☆☆☆

سالار صاحب تو اپنے وقت پر سو گئے تھے البتہ سارہ کی گھنٹا بھر پہلے آنکھ لگی تھی۔ سیل فون پر ring ہونے کی وجہ سے نیند تو دونوں کی ٹوٹی تھی مگر سارہ نے بڑبڑاتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔

''پتا نہیں کس کو آدھی رات کو کام یاد آیا ہے۔''

سالار صاحب نے سیل فون اٹھا کر دیکھا، سامنے نعیم قریشی کا نام blink ہو رہا تھا۔ نیند کے پردے یکلخت سرک گئے، گردن موڑ کر سارہ کی طرف دیکھا اور آہستگی سے بیڈ سے اتر گئے اور تیزی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل گئے۔ کال ریسیو کر لی تھی۔ دوسری طرف سے نعیم قریشی ہیلو، ہیلو کر رہے تھے۔

''ہاں نعیم، ایک منٹ۔ وہ سارہ بہت گہری نیند سو رہی ہے اس لیے باہر آگیا ہوں۔ یار، تمہاری کال کا wait کرتے، کرتے سو گیا تھا، سب خیریت ہے ناں؟ سارہ سے پتا چلا تھا کہ انفر نے بھی کانٹیکٹ نہیں کیا، اس کا سیل آف جا رہا ہے۔''

''ایک منٹ سالار، رک کر میری بات تو سن لو۔'' نعیم قریشی کی آواز میں گہری سنجیدگی جھلک رہی تھی...... تب سالار صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ پہلے سلام دعا ہوتی ہے پھر فون کرنے والے کی بات سنی جاتی ہے۔

''سوری یار، گہری نیند سے جاگا ہوں ناں... ایک دم کچھ سمجھ نہیں آئی۔'' سالار صاحب نے معذرت کی اور ہمہ تن گوش ہو گئے۔

''انفر فلوریڈا میں Mayo clinic میں ایڈمٹ ہے...... اس کے ایڈمٹ ہونے تک بہت بھاگ دوڑ رہی...... سالار، آٹھ سال پہلے اس کا مکمل علاج ہوا تھا، وہ 100% صحت یاب ہو کر روٹین لائف گزار رہا تھا مگر مجھے یہ خبر دیتے ہوئے انتہائی دکھ ہو رہا ہے کہ میرا بیٹا اس وقت موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے۔'' اس سے آگے بات کرنا محال ہو رہا تھا۔ نعیم قریشی بچوں کی طرح پھوٹ، پھوٹ کر رو رہے تھے۔

سالار صاحب تو کھڑے، کھڑے پتھر کے بت میں تبدیل ہو گئے۔

''انفر کیوں ایڈمٹ ہے...... آٹھ سال پہلے اسے کیا ہوا تھا؟'' سالار صاحب سکتے کی کیفیت میں خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئے۔

''Mayo clinic میں کینسر کا علاج ہوتا ہے سالار۔'' نعیم قریشی نے بس اتنا کہا پھر شدتِ گریہ کے

ب بولنے کے قابل نہ رہے۔
پھر یکلخت رابطہ منقطع ہو گیا۔
سالار صاحب کان سے لگا سیل فون ہٹانا بھول گئے تھے۔ خاصی دیر اسی طرح ساکت وصامت کھڑے رہے پھر حواس قدرے بحال ہوئے تو اپنے بیڈروم کی طرف بڑھنے لگے۔ غائب دماغی کا یہ عالم تھا کہ خاموش سیل فون ہنوز ان کے کان سے لگا ہوا تھا۔
یہ خبر سارہ کو جگا کر سنانے والی نہیں تھی۔ اگر رات آنکھوں میں کٹنا مقدر تھا تو صبح تک یہ بوجھ اکیلے ہی اٹھانا تھا۔

☆☆☆

خواجہ سرا چنبیلی کے خراٹے در و دیوار میں ارتعاش پیدا کر رہے تھے۔ آج تو ویسے بھی منت کا لنگر کھا کر آیا تھا، تھال بھر تو درگاہ پر ہی کھالیا تھا۔ ساتھ شاپر بھی بھر کر لے آیا تھا۔ بیف بریانی اور میوے سے بھری ''گلتی''...... جانے کس خوش نصیب کی مراد بر آئی تھی کہ دل کھول کر لنگر تقسیم کیا تھا۔ یوں بھی حلق بھر کھانے والوں کی نیند بچ بچ موت برابر ہوتی ہے۔
اس کے سیل فون پر تیسری بار رنگ ہوئی تو خواجہ سرا نیلم پری (جس کا پیدائشی نام ملک عبدالستار خان حافظ آبادی تھا، اس کے پردادا شاعری کرتے تھے نام کے ساتھ حافظ آبادی لگاتے تھے، سرائیکی میں عوامی شاعری کرتے تھے مگر خود کو غالب سے کم نہ سمجھتے تھے...... پاگل پن کی حد تک پہنچی ہوئی خود پسندی اکثر نسلوں کی جاہی کا سبب بنتی ہے...... شجرہ سید حا نہیں رہتا۔ وہ شاہینوں کے جھرمٹ میں پھنسا ہوا کوا تھا...... ایک روز اڑان بھر چنبیلی کی چھتری پر آ بیٹھا بڑا سواگت ہوا...... نیلم پری نام ملا...... گارڈ کا عہدہ ملا......) جھومتا ہوا، جھلاتا، جھنجلاتا چنبیلی کے کمرے میں داخل ہوا۔
''موت پڑے ان فون بجانے والوں کو، اس رات کی صبح نہیں ہو گی کیا!'' خواجہ سرا چنبیلی بڑبڑایا اور طوفانی کروٹ لی جس سے یہ تو اندازہ ہوا کہ وہ قدرے جاگ چکا ہے۔
نیلم پری نے اسمارٹ فون اٹھا کر دیکھا سامنے زین کی فوٹو blink ہو رہی تھی۔
''صاحب جی یاد کر رہے ہیں گرو جی...... کیا بولوں؟'' نیلم پری نے ماؤتھ پیس پر ہاتھ جما کر پوچھا۔
''فوت ہو گئے گرو جی بول دے...... ایک لفافہ دے کر فون کھڑکائے جاتے ہیں۔ بول دے کل آئیں مگر خالی ہاتھ نہ آئیں...... ''کڑکی'' چل رہی ہے۔ پندرہ ہزار کا راشن چار دن میں ختم ہو جاتا ہے، نیاز لنگر سے وقت پورا کر رہے ہیں۔'' چنبیلی نے نیند کے غلبے سے بے حال آواز میں کہا پھر نیلم پری کو زور سے ڈانٹا۔ ''باہر جا کر بات کر...... سونے دے مجھے۔''
نیلم پری نے کھا جانے والی نظروں سے گوشت کے پہاڑ کی طرف دیکھا اور جلتا بھنتا ہوا باہر کی اور چلا۔
''تم نے بڑی ''ڈیب ٹی'' (ڈیوٹی) بھگتانی ہے، رات کا کھایا سو گئے۔ سویر ناشتا کیا سو گئے۔ ڈکیٹر کی خصوصیت ہی یہی ہے کہ کینہ پروری کی آبیاری کرتا ہے خواہ سونے کے نوالے کھلاتا ہو۔''
باہر آ کر فون کی طرف دیکھا تو رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ اسکرین روشن ہوئی تو پتا چلا رات کے تین بجے کا عمل ہے۔ گویا صبح کاذب، صبح صادق سے سرگوشیاں کرنے کی نیت کر چکی تھی۔
''خس کم جہاں پاک...... مجھے کیا پڑی ہے کہ میں اپنی طرف سے کال کروں۔'' وہ چنبیلی کا فون واپس رکھنے پلٹ گیا۔
''کھانے کو ملتا ہے، کرایے کی کھولی سے بچے ہیں ورنہ ہمارا ٹھینگا کرے تمہاری چوکیداری۔''

گہری نشے جیسی نیند ٹوٹنے کے عمل سے گویا دل کے زخموں کے ٹانکے کھل گئے تھے۔ چنبیلی کی طرف دیکھ ہوئے دانت پیس رہا تھا۔

یوں بھی کینہ وہ زہر ہے جو مائع شکل میں اندر بہتا ہی رہتا ہے۔ کبھی خشک نہیں ہوتا فون رکھ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ یوں چنبیلی کی طرف بڑھائے جیسے اس کا گلا دبانے کی دیرینہ خواہش ہو۔

☆☆☆

''لگتا ہے دونوں باپ، بیٹی نے چھٹی منانے کی نیت کی تھی سونے سے پہلے......'' سارہ باری، باری فری او سالار صاحب کو دستک دے کر ہوشیار کر چکی تھیں مگر ایک گھنٹا گزر گیا۔ انہوں نے سالار صاحب کے لیے خصوصی طو پر مفر فرائی کیا۔ سالار صاحب کی تاکید تھی جب بھی مفر بنے گا سارہ خود بنائیں گی۔ کک کے ہاتھ کا بنا مفرزدہ تبیر کھاتے تھے کہ اس میں ہیک ہوتی ہے جو سانس میں رچ بس جاتی ہے۔

فری تو ویسے بھی زگ زیگ چل رہی تھی فائنل سر پر تھے کبھی ایکسٹرا کلاسز کے لیے چلی جاتی تھی کبھی نہیں جاتی تھی۔ مگر سالار صاحب کو تو ایک خاص وقت پر جانا ہوتا تھا۔

اب وہ قدرے جھنجلائی ہوئی بیڈ روم میں آئی تھیں اور آواز دینے کے بجائے آہستگی سے ان کے بازو پر ہاتھ دباؤ ڈالا۔

''سالار آج چھٹی کا پروگرام تھا تو مجھے رات کو بتا دیتے......ایک گھنٹے سے کچن میں جان کھپا رہی ہوں۔ سب کچھ ٹھنڈا ہو جائے گا پھر فریش بنانے کا کیا فائدہ؟''

اتنی طویل لائن سن کر بھی سالار صاحب نے کوئی ردعمل نہیں دیا، وہ بالکل سیدھے چت لیٹے ہوئے تھے اور اپنی عادت کے مطابق chill کمرے میں quil اوڑھے ہوئے تھے۔

''اتنی گہری نیند!'' اب سارہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ انہوں نے گھبرا کر سالار صاحب کی پیشانی پر ہاتھ رکھ اور خوف زدہ انداز میں فوراً کھینچ لیا۔ سالار صاحب کی پیشانی چھو کر یوں لگا گویا برف کے ٹکڑے پر ہاتھ رکھا ہو۔ کمرے میں خواہ بارہ گھنٹے سے اے سی چل رہا ہو مگر انسانی وجود میں زندگی کی حرارت تو محسوس ہوتی ہے۔

''سالار، آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہے؟'' سارہ ابھرنے والے اندیشوں کو نام دینے کا حوصلہ نہیں کر پا رہی تھیں۔

''سالار......پلیز......اگر شرارت کا موڈ ہے تو یہ بڑی جان لیوا شرارت ہے۔'' سارہ نے سالار صاحب کے سینے پر دھرا ہاتھ تھاما تو وہ کٹی ہوئی شاخ کی طرح پہلو میں جا پڑا۔

''ارے......یہ تو بے ہوش ہیں......اوہ میرے خدا!'' سارہ پر وحشت سی طاری ہونے لگی۔ فوراً فیملی فزیشن ڈاکٹر ہمدانی کو فون کرنے کی نیت سے سالار صاحب کا Apple اٹھایا اور آن کر کے ڈاکٹر ہمدانی کو search کرنے سے پہلے ان کی نظر وصول کی جانے والی کالز کی فہرست پر پڑی۔ آخری کال نعیم قریشی کی تھی۔ پہلے ان کی کالز رات ڈھائی بجے آئی تھی اور دوسری پندرہ منٹ کے وقفے کے بعد۔

امریکا سے رات ڈھائی بجے کال آنا کوئی اچنبھے کی بات نہیں کہ دن اور رات کا نمایاں فرق ہے۔ سارہ اپنے خیال سے چونک کر باہر آئیں اور گردن موڑ کر سالار صاحب کی طرف دیکھا جو مٹی کی طرح ڈھیر نظر آ رہے تھے۔

جلدی سے ڈاکٹر ہمدانی کو کال ملائی کیونکہ کال سالار صاحب کے نمبر سے گئی تھی اس لیے فوراً ہی وصول کی گئی۔

''جی سالار صاحب......السلام علیکم......صبح بخیر۔'' ڈاکٹر ہمدانی کا انداز پُرتپاک وگرم جوش تھا جس کا مطلب تھا کہ وہ دیر سے جاگ رہے ہیں۔

''میں سارہ بات کر رہی ہوں۔ ڈاکٹر ہمدانی، آپ کو یہاں فوراً آنا ہے۔ سالار بے ہوش ہیں اور پتا نہیں کب سے۔ میں تو ان کے لیے ناشتا تیار کر رہی تھی، رات کو تو بالکل ٹھیک تھے ایک دم نارمل...... پلیز آکر دیکھیں...... ایک دم سے ان کو کیا ہوا ہے۔'' سارہ گھبراہٹ میں بے ربط ہو رہی تھیں۔

''آپ پریشان نہ ہوں بھابی...... میں دس منٹ کے اندر، اندر آپ کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔'' ڈاکٹر ہمدانی کے لہجے کی چہک اب غائب ہو چکی تھی۔ آواز سے گہری سنجیدگی جھلک رہی تھی۔

''پلیز بس جلدی سے آجائیں۔ پتا نہیں میرے دل کو کیا ہو رہا ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا۔'' سارہ نے یہ کہہ کر فوراً ہی اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا تھا اور سالار صاحب کے پہلو میں جا کر بیٹھ گئیں۔ کبھی ان کا دایاں ہاتھ تھامتیں، کبھی بایاں۔ ٹھنڈے برف ہاتھ...... سارہ کے وجود میں کپکپی پیدا کر رہے تھے۔ ایک بے بسی کی کیفیت تھی جیسے سارا آسمان اوڑھ لپیٹ کر بیٹھ گئی ہوں۔ عظیم بلندیوں کے خوف سے آزاد ہو گئی ہوں۔ ذہن میں خیالات کی آمد و رفت نہیں تھی بالکل خالی الذہن تھیں اور سالار صاحب کو دیکھے جا رہی تھیں۔

☆☆☆

''ہوش ٹھکانے آگئے محترمہ کے۔ ایسا بدلہ لیا کہ سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی۔'' واصف تیار ہو کر ناشتے کے لیے ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے بڑے فخریہ انداز میں ماں کو کارگزاری بتا رہا تھا۔

''عمر میں تم سے بڑی ہیں، کوئی بدتمیزی تو نہیں کی؟'' شمسہ نے گھبرا کر واصف کی طرف دیکھا۔

''میرے دل میں داؤد صاحب کی بہت عزت ہے ماں...... مجھے اپنی حدود پتا ہیں، اب تھوڑی بہت جھاڑ پھونک، دم درود تو کرنا پڑتا ہے۔ جنات ایسے ہی تھوڑی بھاگ جاتے ہیں۔'' وہ مبہم سا مسکرایا اور سلائس اٹھا کر مارجرین لگانے لگا۔

شمسہ کی ترم ہنسی میں بڑی بے ساختگی تھی، ایک ہلکا سا دھپ واصف کی کمر پر رسید کیا۔

''جنات بھگانے والے عامل کامل بن گئے ہو۔''

کافی دنوں بعد ایسی خوشگوار صبح دیکھنے کو ملی تھی۔ جب ماں، بیٹا ایک ساتھ مسکرانے کے موڈ میں نظر آئے۔

شمسہ، واصف کے لیے کپ میں چائے انڈیلنے ہی والی تھیں کہ ان کے سیل پر ring ہوئی۔

''کس کا فون آگیا۔ اسکول میں تو ابھی صفائی ہو رہی ہو گی۔'' شمسہ خود کلامی کرتی ہوئی تخت کی طرف بڑھیں جہاں تکیے پر ان کا سیل فون رکھا تھا۔ ہاتھ لمبا کر کے عجلت کے انداز میں فون اٹھایا تھا۔ سارہ کی کال آرہی تھی۔

''کس کا فون ہے ماں؟'' واصف نے عام سے انداز میں پوچھا تھا۔

''بھابی ہیں۔'' یہ کہہ کر فوراً ہی کال ریسیو کر لی تھی۔

''السلام علیکم بھابی۔''

دوسری طرف سے سارہ کی روتی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی۔ ''شمسہ، فوراً میرے پاس آؤ۔ ایک منٹ دیر نہ کرنا، دیکھو تو تمہارے بھائی نے کیا کیا؟''

شمسہ کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔

''فری کی وجہ سے دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے۔'' پہلا خیال یہی آیا۔

''ک ک...... کیا...... کیا ہے بھائی نے بھابی؟'' شمسہ کے حلق سے بمشکل آواز نکلی۔ واصف نے ہاتھ میں پکڑا سلائس واپس پلیٹ میں رکھ کر شمسہ کی طرف بڑی فکرمندی سے دیکھا تھا۔

''ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میری ساری عمر کی خدمتوں کا یہ صلہ دیا ہے انہوں نے، ایک گلاس پانی

Watermarkly

بھی نہ مانگا مجھ سے۔ میں ان کے بغیر کیسے رہوں گی شمسہ، وقت پہاڑ بن جائے گا اور پہاڑ مجھ سے اٹھایا نہ جائے گا۔" سارہ بچوں کی طرح بلک رہی تھیں۔

شمسہ پر گویا سکتہ طاری تھا۔

"وا...... وا...... واصف...... میرا بھائی...... مم...... میرا بھائی......" سیل فون شمسہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑا۔

واصف چیئر دھکیل کر ماں کی طرف لپکا جو چکرا کر گرنے والی تھیں۔

واصف نے سنبھالا دے کر ماں کو تخت پر لٹایا۔ شمسہ کے اعصاب جواب دے رہے تھے وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر کہہ نہیں پا رہی تھیں۔

"ماں...... کیا ہوا ہے ماموں کو...... مامی کیا کہہ رہی تھیں؟"

شمسہ ہاتھ کے اشارے سے واصف کو رکنے، ٹھہرنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

☆☆☆

"پاپا...... نہیں...... آپ یہ نہیں کر سکتے...... پاپا اٹھیں...... نہیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے کر جائیں...... میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔" فری کی دلدوز چیخوں سے در و دیوار اور دل سب لرزاں تھے۔ وہ سالار صاحب سے لپٹی پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھی۔

"بیٹا، ایسے نہیں کرتے۔ میت کو تکلیف ہوتی ہے۔" سالار صاحب کی ایک دور پرے کی عزیز بوڑھی ضعیف خاتون جو شاید خاندان کی آخری نشانی تھیں فری کے سر پر ہاتھ پھیر کر دلاسا دے رہی تھیں۔

"یہ میت نہیں ہے، میرے پاپا ہیں...... سالار صاحب۔" فری نے پھر زہر اشتہا کیا۔

"صاحب تو زندہ ہوتا ہے میری بیٹی...... اب یہ مرحوم ہیں...... ماشاء اللہ سمجھدار ہو...... خود کو سنبھالو۔ ماں کا خیال کرو۔ اس کا صدمہ بھی تو کم نہیں ہے۔" انہی بوڑھی خاتون نے سیاہ چادر میں لپٹی سارہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فری کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"نہیں، نہیں...... مجھ سے زیادہ صدمہ کسی کو نہیں ہو سکتا۔ ماما کو پاپا ڈانٹ بھی دیتے ہیں۔ مجھے کبھی نہیں ڈانٹا۔" فری نے جیسے ہی چلا کر یہ الفاظ کہے وہاں موجود مضبوط اعصاب کی خواتین بھی بلک، بلک کر رونے لگیں۔

اور سارہ غش کھا کر ایک طرف لڑھک گئیں۔ دو تین نوجوان خواتین انہیں سنبھالنے کو دوڑیں۔

"پانی لاؤ، دروازہ ٹھیک سے بند کرو۔ کمرا گرم ہو رہا ہے۔ اے سی کی کولنگ بڑھاؤ۔" ملی جلی آوازوں سے ماحول میں نئی سرگرمی پیدا ہو گئی۔

"بیٹا ایسی باتیں ماں سے برداشت نہیں ہوتیں۔ میرے بچے ماں کا احساس کرو۔ خود کو سنبھالو۔" وہ بوڑھی خاتون فری کو سینے سے لگانا چاہتی تھیں مگر فری نے دونوں ہاتھ پھیلا کر انہیں روک دیا۔

"نہیں ناں...... میرے پاپا سب کا خیال کرتے ہیں۔ آپ پاپا کو بولیں کہ ماما کا خیال کریں۔" یہ کہہ کر فری پھر کفن میں لپٹے باپ سے لپٹ گئی۔ وہ لفظ "تھے" استعمال ہی نہیں کر رہی تھی۔ حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔

"ارے شمسہ کا بھی پتا کرو۔ وہ تو میت دیکھتے ہی تیورا کر گر گئی تھی۔ جنازہ اٹھنے کو ہے۔ بھائی کا آخری دیدار نہیں کرے گی کیا؟" سارہ کی بھابی جو لاہور سے آدھا گھنٹا قبل ہی پہنچی تھیں سارے معاملات سنبھال رہی تھیں۔ انہی کو سب سے پہلے شمسہ کی غیر موجودگی کا خیال ہوا۔

"اسپتال لے گئے تھے، پتا کرو، کیا حال ہے اس کا...... سگی بہن ہے جنازہ تب ہی اٹھے گا جب وہ گھر آجائے گی۔" وہی خاندان کی سب سے پرانی نشانی اس وقت گائیڈنگ ہوئی تھیں۔

”کیا جنازہ، جنازہ کیے جا رہے ہیں آپ لوگ...... چلے جائیں میرے گھر سے۔“ فری ہذیانی انداز میں چلائی اور فوراً ہی بے دم ہوگئی اور ساتھ بیٹھی خاتون کے شانے پر اپنا سر لگا دیا۔ یوں لگا کہ وہ اپنی بچی کچی توانائی بھی ٹھکانے لگا چکی ہے اور اس کے ذہن نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔

دوسری طرف کافی خواتین سارہ کو گھیرے ہوئے ہوش میں لانے کی ترکیب آزما رہی تھیں۔

”انسان لمبی بیماری کاٹ کر دنیا سے جاتا ہے تو پھر ذہن کسی بری خبر کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ چلتا پھرتا انسان سوئے اور پھر سوتا ہی رہ جائے تو ایسی ناگہانی برداشت کرنا کوئی آسان نہیں۔“ سارہ کی بہن مریم بہن کی پیشانی چوم کر بڑی دل سوزی سے کہہ رہی تھیں۔ ان کے بھی پپوٹے شدتِ گریہ کی وجہ سے سوجے ہوئے تھے۔ سب سے پہلے تو وہی بہن کے پاس پہنچی تھیں اور بہن کے گلے لگ کر تسلی دینا تو دور کی بات بس آنسوؤں کے سمندر بہا دیے تھے۔

”اے بیٹا فری کا سسرال تو امریکا میں ہے۔ وہاں بھی کسی نے خبر پہنچائی کہ نہیں۔“ بوڑھی خاتون حاضرین میں سب سے زیادہ حاضر دماغ ثابت ہو رہی تھیں۔

”نانی خبر پہنچ ہی جائے گی۔ ابھی تو گئے ہیں وہ لوگ اتنی دور کا سفر کوئی آسان تو نہیں ہے۔“ مریم جواب دے کر پھر سارہ کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

”آپا، پلیز آنکھیں کھولیں۔ سالار بھائی جانے والے ہیں انہیں خدا حافظ نہیں کہیں گی؟“ مریم کے الفاظ پر حاضر خواتین کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور شمسہ، واصف کے سہارے اندر داخل ہوئیں۔ ان کی حالت اب بھی غیر تھی۔ میت پر نظر پڑتے ہی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔

واصف خواتین کا رش دیکھ کر فوراً ہی الٹے پاؤں واپس ہو گیا تھا ایک خاتون بھی شمسہ کو تھامنے سرعت سے آگے بڑھی تھیں۔

فری اب بالکل سکتے کی کیفیت میں تھی۔ ٹکر، ٹکر دیکھ تو رہی تھی مگر جیسے صورتِ حال سے باہر جا چکی تھی۔ کسی مصور کی بے روح تصویر کی طرح جو زندہ انسان کا تاثر تو دیتی ہے مگر ہوتی تو تصویر ہی ہے۔

اسی لمحے وسیع ڈرائنگ روم کے بند دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ایک مہمان خاتون نے اٹھ کر دروازہ کھولا پہلے تو فری کی تین چار کلاس فیلوز اندر داخل ہوئیں اور ان کے عقب میں واصف نظر آیا۔

”وہ ماموں کو لینے آرہے ہیں۔ آپ لوگ ایک طرف ہو جائیں، پلیز۔“ وہ دروازے کے فریم سے خاصے فاصلے پر کھڑا مخاطب تھا۔

”ارے بھئی آخری دیدار کر لو، مرد اندر آرہے ہیں۔“ بوڑھی خاتون جن کو مریم نے نانی کہہ کر مخاطب کیا تھا بلند آواز سے مخاطب ہوئیں۔

واصف کی تقلید میں آٹھ دس مرد جن میں زیادہ تعداد سالار صاحب کے کولیگز کی تھی اندر داخل ہوئے۔ ماموں کے جنازے کو پہلا ہاتھ لگانے والا واصف تھا۔ ماحول میں کلمۂ شہادت کی آوازیں بلند ہوئیں۔ سارہ کو ہوش آ گیا تھا۔ فری اسی طرح خاتون کے سہارے ساکت و صامت بیٹھی تھی۔ سارہ، مریم کے سہارے آہستہ، آہستہ چلتی ہوئی جنازے سے قریب ہوئیں اور بہت صبر و حوصلے اور وقار کے ساتھ زیرِ لب خدا حافظ کہا۔

”اچھا تو نہیں کیا آپ نے...... بیچ راستے میں چھوڑ کر چلے گئے۔ بہر حال خدا حافظ۔“ شمسہ دیوار سے ٹیک لگائے بت بنی بھائی کو جاتا دیکھ رہی تھیں۔ اپنی ٹانگوں پر کھڑا ہونے کی سکت نہیں تھی۔ بے بسی کی کوئی حد نہیں تھی۔ زیرِ لب بس چند الفاظ بار، بار دہرا رہی تھیں۔

Watermark

"معاف کردیں بھائی...... اللہ کے نام پر معاف کردیں بھائی......!"

☆☆☆

"آج وہ لڑکا...... میرا مطلب ہے ٹیوٹر نہیں آیا۔ اتنی چھٹیاں کرتا ہے کوئی اور ٹیوٹر کیوں نہیں دیکھ لیتے، ہمارے پاس حرام کا پیسہ نہیں ہے ان ٹکے، ٹکے کے لوگوں پر لٹانے کے لیے۔"

داؤد علوی کی شامت نے دھکا دیا تھا جو معمول سے کافی پہلے گھر آ گئے تھے۔ اندر کیا داخل ہوئے مہ لقا نے شکاری کی طرح دبوچ لیا۔

داؤد علوی اس اچانک ہونے والے حملے کی تاب نہ لاتے ہوئے صوفے پر ڈھیر ہو گئے اور ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے مہ لقا پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی۔

"آپ کا اس ٹیوٹر سے کوئی لینا دینا نہیں ہے آپا۔ وہ بہت قابل اور ذمے دار نوجوان ہے۔ میتھ اور بزنس تو اس نے گھول کر پیا ہوا ہے۔ پھر ٹیچنگ ٹیلنٹ بھی ہے۔ اس کے ماموں کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔ اس نے فون کر کے مجھے بتا دیا تھا۔" داؤد علوی بہت محتاط انداز میں بات کر رہے تھے ورنہ ان کی آپا تو اتنی زود حس تھیں کہ سادہ سی بات کو طنز سمجھ لیتی تھیں۔

digestlibrary.com

"اُفوہ...... ماموں کی ڈیتھ ہوئی ہے، خدانخواستہ گھر میں تو کسی کی ڈیتھ نہیں ہے۔ پاکستان میں تو سب ہی کام چور ہیں۔ بادل کے چار ٹکڑے دیکھ کر چھٹی کر لیتے ہیں کہ طوفانی بارش ہو گئی تو واپس کیسے آئیں گے۔" مہ لقا نے طنز و تمسخر کا موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

"پہلی بات تو یہ کہ یہ ماموں اس کے کسٹوڈین بھی تھے۔ واصف کے فادر نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ آپ پاکستان کو کوسنا چھوڑ دیں کیونکہ اب آپ نے ساری زندگی یہیں رہنا ہے۔ جیسا بھی ہے اپنا ملک ہے، اپنا وطن ہے۔ دوسرے ملک میں نمبر دو شہری ہوتے ہیں اور اپنے وطن میں نمبر ون کا اسٹیٹس ہوتا ہے۔" داؤد علوی ٹائی اتارتے ہوئے بہت سبھاؤ اور حلیم انداز میں بڑی بہن سے مخاطب تھے۔ اس کے باوجود وہ کڑے تیور کے ساتھ داؤد علوی کو گھور رہی تھیں۔

"تو اب وہ گریڈ ون کا baba تو نہیں ہے کہ اسے یتیم سمجھ کر ترس کھایا جائے۔"

"پلیز آپا، کیوں اس کے پیچھے پڑ گئی ہیں۔ بتایا تو ہے کہ ڈیتھ اس کے گھر میں ہوئی ہے۔" داؤد علوی نے فوراً قطع کلامی کی ورنہ وہ تو ایک سانس میں دو پیراگراف پڑھنے کی عادی تھیں۔

"چلو چھوڑو...... لیکن مجھے یہ تو بتاؤ، تم کس حساب میں مجھے امریکا کا طعنہ دے رہے تھے۔ کیوں یاد دلا رہے تھے کہ میں بھی امریکا میں رہتی تھی؟" جیسے اون کو سیدھا کرتے ہوئے دھیان رکھتے ہیں کہ سرا ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے مہ لقا بھی سامنے والے کی زبان پکڑے رہتی تھیں۔ اس وقت تک جب تک ایسا تسلی بخش جواب نہ مل جائے جس سے ان کی انا تن تنا کر کھڑی نہ ہو جائے۔ پسندیدہ جواب حاصل کرنے کے لیے پریشر ڈالنا ان کی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی۔

"میں آپ کو طعنہ نہیں دے رہا تھا۔ آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"تم مجھے سمجھاؤ گے؟ سات سال چھوٹے ہو مجھ سے...... میں نے تم سے زیادہ اس دنیا میں دھکے کھائے ہیں، تم سے زیادہ ذلتیں اٹھائی ہیں۔ اس لیے میری عقل تم سے زیادہ ہے۔ تم آفس run کرتے ہو کوئی بڑی بات نہیں اگر میں MBA کر لیتی تو تم سے اچھا چلاتی...... مگر میرے بڑوں کو جہنم میں جھونکنے کی جلدی تھی۔ اٹھا کر میری شادی کر دی۔" مہ لقا کے زخم تو ہر وقت ہرے ہونے کے لیے تیار رہتے تھے۔ اٹھارہ سال پہلے کے دور میں جا کر

بیٹھ گئیں۔ اس سے پیشتر جرح کرتیں۔ داؤد علوی نے بڑی سمجھداری سے موضوع بدلنے کی کوشش کی کیونکہ ان سے جان چھڑا کر بیڈ روم میں نہیں جا سکتے تھے۔ ایسا کرتے تو پیچھے، پیچھے چل پڑتیں۔

''اٹھا کر کہاں کی تھی آپا...... آپ سے پوچھ کر رشتہ کیا تھا۔''

''ہاں تو مجھے کیا پتا تھا، میں تو سمجھتی تھی کہ امریکا talanted لوگوں کو اپنی کنٹری میں allow کرتا ہوگا۔ مجھے یہ تھوڑا ہی پتا تھا کہ ایسے ڈفر بھی وہاں رہ سکتے ہیں۔'' وہ بولیں۔

''اچھا مجھے تم ٹیوٹر کا نمبر تو دو، میں ذرا تعزیت تو کرلوں۔'' سرلقا نے اچانک پینترا بدلا۔

''یا اللہ، اتنی محنت کی، اتنا گھمایا مگر سوئی جہاں اٹکی تھی ذرا نہیں ہلی۔'' داؤد علوی چکرا کر رہ گئے۔

''او کے، او کے...... میرے سیل کی بیٹری بالکل زیرو ہے میں روم میں جا کر چارجر لگاتا ہوں۔ دو منٹ بعد آپ سے نمبر شیئر کرتا ہوں۔''

سرلقا دو منٹ کے وعدے پر بچوں کی طرح خوش ہو گئیں۔ دل ہی دل میں اپنی ہوشیاری پر خود کو داد دی کہ آخر آج سمجھو اس کا نمبر بھی مل گیا۔ میری بات نہیں سنے گا تو فون پر اس کی کلاس لیا کروں گی۔ اب بچ کر کہاں جائے گا؟'' دوسری طرف آگے بڑھتے ہوئے داؤد علوی ترکیب سوچ رہے تھے کہ ایڈٹ آپشن میں جا کر ایک digit تبدیل کر کے نمبر شیئر کر دیں گے اس کے بعد آپا جانیں اور ان کا کام...... دو منٹ کے وعدے کے بعد کوئی ''رسک'' نہیں لیا جا سکتا تھا۔

☆☆☆

فری کا سکتہ تو ٹوٹ چکا تھا مسکن ادویات کے زیر اثر غنودگی میں تھی۔ سارہ اور ثمر کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کئی گھنٹے اسپتال میں تیمارداری کر پاتیں۔ تین گھنٹے تک مریم بھابھی کے ساتھ رہیں پھر واصف کو بلانا پڑا کیونکہ مریم کا آٹھ سالہ بیٹا ماں کے بغیر سونے پر تیار نہیں تھا۔

فری بالکل بھی کانشس نہیں تھی، اس لیے واصف بہت آرام سے روم میں آتا جاتا کر رہا تھا۔ رات کے نو بج چکے تھے۔ ڈاکٹر نے گیارہ بجے تک انڈر آبزرویشن رکھنے کا کہا تھا۔ ابھی دو گھنٹے گزارنا تھے۔ وہ لاؤنج میں چلا آیا۔ اسکرین پر کوئی مشہور نیوز چینل بریکنگ چلا رہا تھا۔ وقت گزاری کے لیے وہ نیوز دیکھنے لگا۔

طبیعت بوجھل...... ذہن منتشر تھا۔ اسے یقین آ کے نہیں دے رہا تھا کہ سالار صاحب دنیا میں نہیں ہیں۔

''مجھے کیا پتا تھا ماموں...... کہ آپ ہمیں اتنا خوفناک سرپرائز دیں گے۔ ورنہ میں ماں کو خوش کرنے کے لیے ایک بار تو ''ماموں جان'' کہہ ہی دیتا۔'' بہت کچھ یادداشت کے پردے پر چلنے لگا۔ ضبط کے بندھن بالآخر ٹوٹ گئے...... وہ چھوٹے بچے کے انداز میں رو پڑا تھا۔

''I am sorry...... ماموں...... شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہوں۔ میں احسان فراموش اور بدتمیز ہوں۔''

اچانک اس نے اپنے کندھے پر ہاتھ کا نرم دباؤ محسوس کیا تو چونک کر سر اٹھایا۔ سامنے اسّی سال کے لگ بھگ عمر والے بڑی سی بارعب شخصیت کے حامل بزرگ تھے۔ ہونٹوں پر شفیق سی مسکراہٹ تھی۔ واصف نے فوراً آنسو بھری نظریں جھکا لیں جیسے شرمندہ ہو گیا ہو کہ کسی نے اسے روتے ہوئے دیکھ لیا ہو اور اس کی کمزوری کھل گئی ہو۔

''کیوں روتے ہو؟ خدانخواستہ......'' بزرگ نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''جی...... میرے ماموں کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔'' اس نے جلدی سے کہا اور اٹھنے کے لیے پر تولنے لگا کہ بزرگ اسے لے کر ہی نہ بیٹھ جائیں جیسے کہ بزرگوں کی عادت ہوتی ہے۔

''بہت پیار کرتے ہو ماموں سے؟ یقیناً مرحوم بھلے نیک آدمی ہوں گے جو بھانجا اتنا دکھ محسوس کر رہا ہے۔ اللہ

Watermarkly

مرحوم کی مغفرت فرمائے، ان کے درجات بلند ہوں۔“
واصف کا دل جیسے کسی نادیدہ ہاتھ نے مٹھی میں لے کر دبو چا تھا۔ ایک ناکردہ سا احساسِ جرم گرفت میں لینے لگا۔
”صبر کرو بیٹا...... اللہ کی یہی رضا ہے...... جو چلے گئے آزاد ہو گئے۔ اصل میں موت تو ان کی ہوتی ہے جو جانے والوں کا غم سہتے ہوئے زندگی پوری کرتے ہیں۔“
واصف نے یہ سن کر بری طرح چونک کر بزرگ کی طرف دیکھا تھا۔
کتنی گہرائی تھی ایک، ایک لفظ میں۔
”مجھے دیکھو...... اللہ نے کیسے اپنی یاد پر لگایا ہے۔ اکلوتا بیٹا زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔ چار بچوں کا باپ ہے۔ ان کے یتیم ہونے کے خیال سے کلیجا منہ کو آتا ہے۔ مگر میں اللہ کے فیصلوں کو چیلنج کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ خود چار کندھوں کا محتاج ہوں۔ کس کی مجال ہے کہ اس کی حکمت پر اعتراض کرے، آپ بھی صبر سے کام لو بیٹا۔“ یہ کہہ کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور واصف کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔
”صبر کرنے میں دشواری ہو تو مجھے یاد کر لینا۔“ آواز کی نمی نے واصف کو سر اٹھا کر دیکھنے سے روک دیا۔ ایک بے بس بوڑھے کی نم آنکھوں کی طرف دیکھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اپنا دل اتنا بھرا ہوا تھا کہ کسی اور جان کے آنسو سمونے کی گنجائش نہیں تھی۔ چھلک ہی پڑتا۔ بزرگ کاؤنٹر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کلاک پر نظر پڑتے ہی اس کی توجہ فری کی طرف گئی۔
”میرا خیال ہے، سرور کو فون کر دینا چاہیے۔ اسے آتے، آتے ایک گھنٹا تو لگ جائے گا کیونکہ گھر کے اندر باہر کے سارے کام وہی دیکھ رہا ہے۔“ وہی ان دونوں کو اسپتال چھوڑ کر گیا تھا۔ واصف نے آج اسے بھی بلک، بلک کر روتے دیکھا تھا۔ تدفین کے بعد سب لوگ قبر سے دور ہٹ گئے تھے مگر وہ قبر سے لگا بیٹھا تھا اور نم مٹی ہاتھ میں لے، لے کر قبر پر ڈال رہا تھا۔ آنسو بھی بہہ رہے تھے۔ گویا صاحب کی جدائی اس سے برداشت نہیں ہو رہی۔
”میرے ماموں کے لیے تو ان کے نوکر بھی روئے۔ وہ اتنے اچھے تھے کیا؟ وہ صحیح تھے۔ شاید میں ہی غلط ہوں۔“ وہ سرور کو کال ملاتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ وہ فری کے پاس اندر کئی بار گیا۔ راستے میں وہ بیک سیٹ پر پتھر کے بت کی طرح لیٹی بیک مرر میں نظر آ رہی تھی۔ مگر واصف نے نیت وارادے سے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا کہ اب وہ فریشہ سالار نہیں فریشہ اظفر تھی کسی کی منکوحہ وامانت۔
مکمل خدمات انجام دیتے ہوئے اس نے اپنا ذہن جیسے بند کر لیا تھا۔ وہ گزرے وقت کی کسی یاد کی اذیت اٹھانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ اس کی توجہ اس موجودہ لمحے پر تھی جو اس سے بھاری ذمے داریوں کا تقاضا کر رہا تھا۔

☆☆☆

گھر میں اس وقت ہو کا عالم طاری تھا۔ اس کے باوجود کہ گھر کی تمام بیرونی روشنیاں روشن تھیں۔ وہ تیز روشنیاں بھی جو کسی خاص موقع پر روشن کی جاتی تھیں۔ تعزیت کے لیے آنے والوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ سارہ کی عدت شروع ہو چکی تھی۔ وہ اپنے بیڈروم میں محدود ہو چکی تھیں۔ شمسہ سائے کی طرح ان کے ساتھ تھیں۔ سارہ کو ایک گہری چپ لگ گئی تھی۔ بس ایک بار فری کی خیریت پوچھی تھی پھر آنکھوں پر بازو رکھ کر خاموشی سے لیٹ گئی تھیں۔
”بھابی، آپ نے بتایا تھا کہ رات آخری کال بھائی نے نعیم بھائی کی ریسیو کی تھی تو آپ کی بھی آنکھ کھل گئی ہو گی۔ بھائی کی نعیم بھائی سے کیا بات ہوئی آپ کو نہیں بتایا تھا۔“ شمسہ کا ذہن بار، بار گزری ہوئی رات کی طرف جا رہا تھا کہ ایسا کیا ہوا کہ بھائی سوتے ہی رہ گئے۔ میڈیکل رپورٹ میں موت کی وجہ حرکتِ قلب بند ہونا بتائی گئی تھی۔

Watermark

"نہیں، میں بہت گہری نیند میں تھی۔ وہ میری وجہ سے روم سے باہر چلے گئے تھے۔ شاید میں نے ہی کہا تھا کہ کس کا فون آگیا۔ ابھی تو آنکھ لگی تھی۔ تب بس انہوں نے اتنا ہی بتایا تھا کہ نعیم کا فون ہے۔" سارہ بہت آہستہ اور نڈھال آواز میں بولیں اور آنکھیں موند لیں۔

"صبح کو میں ان کے ناشتے کے لیے کچن میں چلی جاتی تھی۔ اس وقت وہ بیڈ پر ہی ہوتے تھے۔ میں تو یہی سمجھی ناں کہ سو رہے ہیں۔ اپنے کاموں میں لگ گئی۔" سارہ کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

"بھائی کا فون کہاں ہے؟ میرا خیال ہے نعیم بھائی کو تو ابھی تک پتا نہیں کہ یہاں کیا قیامت ٹوٹی ہے۔" شمسہ، سارہ کی خاطر خود کو حوصلہ مند و صابر ظاہر کرنے پر مجبور تھیں ورنہ ان کا غم سارہ کے غم سے تو کم نہیں تھا۔ سگا بھائی تھا۔

"ٹوٹل میکا" ہی وہی تھا۔

"کون اطلاع دیتا...... ہوش میں کون تھا۔ میری بچی کو ابھی تک ہوش نہیں۔" سارہ کے گلے میں آنسوؤں کے پھندے اٹکنے لگے۔

"ان کے تکیے کے نیچے ہی پڑا ہوا فون، ان کے فون پر بھی بہت کالز آرہی تھیں۔ مریم نے پاور ڈ آف کر دیا تھا۔ لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو، ان کے فون کا؟" سارہ کے ساتھ شمسہ نے کچھ بات چیت کی تو حواس قدرے کام کرنے لگے۔ سوالیہ نظروں سے شمسہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"کوئی خاص وجہ نہیں۔ بس بار، بار یہی خیال آرہا ہے کہ بھائی تو بالکل ٹھیک تھے نعیم بھائی کے ساتھ تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی کہ انہوں نے ٹینشن لی ہو۔" شمسہ خود کلامی کے انداز میں وضاحت دے رہی تھیں۔ مگر سارہ کی روح کا تو سارا نظام متحرک ہو گیا تھا۔ چند ثانیے پلکیں جھپکائے بغیر شمسہ کی طرف دیکھتی رہیں پھر فوراً دوسرے تکیے کے نیچے ہاتھ ڈال کر سالار صاحب کا سیل فون نکالا اور شمسہ کی طرف بڑھایا۔

"اسے آن کرو شمسہ، میں بات کرتی ہوں نعیم بھائی سے۔ ان کو اطلاع بھی ہو جائے گی اور یہ بھی پتا چل جائے گا کہ کل ان کی سالار سے کیا بات ہوئی تھی۔"

سارہ کی برقی رو بحال ہو گئی تھی۔ کیونکہ آج کی تاریخ سے ان کی ساری زندگی ایک سوال کی زد میں آگئی تھی کہ ہارٹ فیلیئر کی وجہ کیا بنی؟

"ایک منٹ بھابی، پہلے میں یہ چیک کر لوں کہ بھائی کی نعیم بھائی سے sim پر ہوئی تھی یا واٹس ایپ پر۔" شمسہ سیل آن کرتے ہوئے دھیمی آواز میں جواب دے رہی تھیں۔

"اس سے کیا ہوگا؟" سارہ تھکے اعصاب کے ساتھ مبہم الفاظ سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"اگر sim سے بات ہوئی ہوگی تو ہو سکتا ہے ریکارڈ بھی ہوئی ہو...... اگر کال ریکارڈر آن ہوگا۔"

سیل آن ہو چکا تھا۔ سسٹم instal ہو رہا تھا۔ اتنی دیر تو صبر کرنا تھا۔ مگر اس سارے عمل میں بہتری یہ ہوئی کہ سارہ مکمل حواسوں میں آگئی تھیں اور حقیقت جاننے کے لیے بے تاب تھیں۔

سسٹم بحال ہوتے ہی شمسہ نے سیل سارہ کی طرف بڑھایا۔

"بھابی lock کھولیں۔"

سارہ نے بے صبری سے ہاتھ میں لے کر سیل un lock کیا اور خود ہی کال ریسیو آپشن میں جا کر نعیم قریشی کی کال تلاش کرنے لگیں جو فوراً ہی مل گئی۔

انہوں نے کال ریکارڈ آپشن چیک کیا جو کہ "on" تھا۔

سارہ کے ہاتھوں میں کپکپاہٹ طاری ہو رہی تھی۔ شمسہ اب صرف ان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ سارہ کے

شوہر کا فون تھا وہ اس کا استعمال جانتی تھیں یہی بہتر تھا کہ وہ خود چیک کرلیں۔

"رات دو بج کر پچاس منٹ پر کال آئی تھی۔" سارہ اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے خود کلامی کر رہی تھیں۔

پھر انہوں نے ریکارڈنگ open کی۔

پہلے تو نعیم قریشی کی "ہیلو، ہیلو" سنائی دی پھر سالار صاحب کی آواز بہت نمایاں سنائی دی۔

"ہاں، نعیم ایک منٹ...... وہ سارہ بہت گہری نیند سو رہی ہے اس لیے باہر آ گیا ہوں۔" سارہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے شمسہ کی طرف دیکھا۔ شمسہ کی آنکھیں بھی چھلک پڑیں۔ دونوں گویا دل تھام کر ریکارڈنگ سن رہی تھیں۔ لیکن جیسے ہی نعیم قریشی نے فلوریڈا کے Mayo Clinic میں انفر کے ایڈمٹ ہونے کا بتایا۔ سارہ کے ہاتھ بے جان ہونے لگے اور نعیم قریشی کے یہ الفاظ کہ "میرا بیٹا موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے۔" سن کر تو سارہ کی توانائیاں جتنی بھی تھیں تباہ ہو گئیں۔ ماحول میں نعیم قریشی کے رونے کی آواز سرسرا رہی تھی اور سیل فون سارہ کے ہاتھ سے پھسل گیا تھا۔

digestlibrary.com

وہ ایک ٹک شمسہ کی طرف گھورے جا رہی تھیں۔ شمسہ کی خود کی حالت یہ تھی کہ بات کرنے کے قابل نہیں تھیں۔ ہونٹ ایک دوسرے میں یوں پیوست تھے گویا ٹانکے لگا دیے گئے ہوں۔

ریکارڈنگ ختم ہو گئی تھی۔ مگر دونوں کسی نصب شدہ بت کی تصویر پیش کر رہی تھیں۔ دونوں اس وقت ایک مقام پر مقیم تھیں۔ دونوں کے پاس اس وقت کوئی غم خوار نہ تھا۔ دونوں کا "حزن" ہم وزن تھا اور کوئی بوجھ ڈھونے والا پاس نہ تھا۔

☆☆☆

فری کو مسلسل سات گھنٹے ڈریس لگی تھیں کینولا اِدھر اُدھر سرکنے سے ہاتھ سوج کر کپا ہو رہا تھا۔ دونوں ہاتھ دو مختلف انسانوں کے دکھائی پڑتے تھے۔

سرور بھی اندر آ گیا تھا۔

فری نرس کے ہمراہ چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس طرح گویا خود کو گھسیٹ رہی ہو۔ واصف پر نظر پڑتے ہی گویا اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش میں سانس تیز رفتار ہو گئی۔

سرور، واصف کے پہلو ہی میں کھڑا تھا۔

"سرور...... اس کو بولو، میرے سامنے سے چلا جائے۔" فری کی آواز میں بلا کی نقاہت تھی مگر نفرت کے جذبے میں بھی بہت توانائی ہوتی ہے۔ اگرچہ کمرے سے نکلتے ہوئے خاموش رہنے کی چاہ تھی مگر اس کچھ کہنا ناگزیر تھا۔

"میرے پاپا اس کو دیکھ کر ہائپر ہو جاتے تھے......" وہ بولی۔

"جس، جس نے بھی میرے پیارے پاپا کو تکلیف دی ہے میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔" فری کی آواز بے انتہا کمزور تھی وہ بمشکل بول پا رہی تھی۔

"ایسا نہ کریں بی بی، واصف صاحب ہی سب کو سنبھال رہے ہیں۔ چھ، سات گھنٹے آپ کی خدمت کی ہے۔ ایسی کوئی بات نہیں کام زیادہ ہوتا تھا تو کبھی کبھی صاحب کو غصہ آ جاتا تھا۔" غمزدہ سے سرور نے بہت مؤدبانہ انداز میں فری کو کچھ سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر واصف نے ہاتھ کے اشارے سے سرور کو روک دیا۔

"اوکے، سرور آپ بی بی کو گھر لے جائیں۔ مجھے ایک دو کام ہیں۔ اپنے کام کر کے آتا ہوں۔"

"کوئی ضرورت نہیں، میرے گھر مت آنا۔" اس نے بڑبڑانے کے انداز میں واصف کے اپنے گھر آنے پر پابندی لگائی تھی۔

(جاری ہے)

Watermarkly

سلسلے وار ناول

قسط نمبر 17

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digestlibrary.com

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ”دُکھ بدن“ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

واصف نے فری کی طرف دیکھنے کے بجائے سرور کی طرف دیکھا۔
”ٹھیک ہے سرور...... جو آپ کی بی بی صاحب کہیں وہ کرو...... تم بی بی کو کار میں بٹھاؤ، میں کاؤنٹر سے ڈسچارج سلپ اور میڈیسن لے کر آتا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ پلٹا۔
”میڈیسن۔“ فری نے شکستہ انداز میں خود کلامی کی...... پھر یکلخت چیخ، چیخ کر رونے لگی۔

''میں پیشنٹ نہیں ہوں...... میرے پاپا ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میں دکھ سے مر رہی ہوں...... کون سی میڈیسن انسان کو دکھ سے بچا سکتی ہیں۔ ٹرنکولائز کر دیں گے؟ کتنی دیر سوتی رہوں گی؟ جب جاگوں گی تو سارے دکھ مر جائیں گے...... میرے پاپا واپس آ جائیں گے......؟''

اس قیامت کا نوحہ تھا کہ انتظامیہ اور اسٹاف کی دوڑیں لگ گئیں۔ ایمرجنسی میں آنے والے مریض ولواحقین۔۔ بدحواس ہو کر اپنی تکلیف بھولنے لگے۔ اس سے پیشتر کہ وہ جھول کھا کر نیچے گرجاتی واصف نے اس کے نیم بے ہوش وجود کو محتاط انداز میں تھام لیا...... فوراً ہی اسٹریچر کی کھڑ پڑ شروع ہو گئی...... دو تین وارڈ بوائے واصف کے ساتھ مل کر اسے اسٹریچر پر ڈالنے لگے۔

''ان کو کئی دن کے لیے اسپتال میں ایڈمٹ کرنا ہوگا...... خدانخواستہ کوئی سیریس معاملہ بھی ہو سکتا ہے...... برین ایک limit تک ہی پریشر لے سکتا ہے...... باقی آپ دیکھ لیں۔'' ایک نوجوان فریش ڈاکٹر بھی آ چکی تھی اور واصف کو مشورہ دے رہی تھی۔

''پلیز ڈاکٹر...... کچھ کریں آپ۔'' واصف کے تو اپنے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے تھے۔ ایک سانحہ تھا جو گزرا تھا...... اب آگے تو بچت کے راستے ڈھونڈنا تھے۔ واصف کی طرف سے اجازت پا کر وارڈ بوائز اسٹریچر کو دھکیلتے ایمرجنسی کی طرف دوڑنے لگے۔

''آپ کاؤنٹر پر چلے جائیں...... ڈپازٹ جمع کرا دیں...... اور روم کا بتا دیں کہ اسپیشل روم چاہیے یا جنرل وارڈ میں بیڈ۔'' ڈاکٹر یہ کہتے ہوئے کھٹ، کھٹ کرتی آگے بڑھ گئی۔

''اللہ جانے کتنا ڈپازٹ جمع کرانا ہوگا......'' اس کے اکاؤنٹ میں تو بمشکل ساٹھ، ستر ہزار پڑے تھے...... وہ بھی جوٹیوشن سے سیونگ کر رہا تھا۔

''یار سرور...... فوراً گھر جاؤ...... امی سے کیش کا بولو...... تب تک میں کچھ جمع کراتا ہوں......''

ایسی ناگہانی تھی کہ دماغ کے وہ خلیے جو قیامت تک آرام فرمانا چاہتے تھے وہ بھی مکمل چارج ہو چکے تھے...... سیکنڈز میں فیصلے ہو رہے تھے۔ نفرت تو خود ایک بڑی بیماری ہے...... بڑی بیماری اپنی جگہ رہے تو چھوٹی بیماریوں پر قابو نہیں پایا جا سکتا...... وہ جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے سوچ رہا تھا۔ بہتر یہی تھا کہ وہ شمسہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دے تاکہ وہ سارہ کو سنبھالنے میں اپنی تمام صلاحیتوں کا استعمال شروع کر دیں۔

وہ شمسہ کا نمبر ملانے لگا۔

☆☆☆

سارہ تازہ وضو کر کے واش روم سے باہر آئیں تو شمسہ کو سیل فون کان سے لگائے بہت پریشانی کی کیفیت میں دیکھا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے ابھی تم وہیں رکو...... میں بھائی سے بات کر کے اسپتال آ جاتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ چند ثانیے کو رکیں گویا وہ دوسری طرف سے سن رہی تھیں۔

سارہ کی آنکھیں شمسہ کے چہرے پر جم گئیں جن میں خوف و وحشت کے سائے جھلک رہے تھے...... وہ برق رفتاری سے شمسہ کے قریب پہنچی تھیں۔

''کک...... کیا ہوا شمسہ...... فری خیریت سے ہے ناں......؟''

''جی بھائی...... آپ پریشان نہ ہوں...... واصف بتا رہا تھا کہ فری دوبارہ سے بے ہوش ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر اسے انڈر آبزرویشن رکھنے کا بول رہے ہیں۔ فی الحال وہ صبح تک وہیں ہے۔ سیل اٹینڈنٹ کی اجازت نہیں ہے یا وہ خود رکنا

نہیں چاہ رہا، مجھے آنے کا کہہ رہا ہے۔ سرور گھر آ رہا ہے...... شاید کچھ پیسے اور ڈپازٹ کراتا ہوں گے۔'' آخری الفاظ شمسہ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے ادا کیے تھے۔

''اللہ میری بچی پر رحم کرے...... ماں سے تو ہر وقت روک ٹوک ہی سنتی رہی...... باپ نے کبھی گرم ہوا نہ لگنے دی۔'' یہ کہہ کر وہ نئے سرے سے بلک بلک کر رونے لگیں۔ شمسہ نے بیڈ سے اتر کر قریب کھڑی سارہ کو جیسے تڑپ کر گلے سے لگا لیا تھا۔

''جانے والا ہم سب کا ہی تھا...... اس کی جدائی ہم سب کے دل کا زخم ہے مگر بھابی...... فری کی خاطر آپ خود کو سنبھالیں...... پریشان نہ ہوں۔ ان شاء اللہ اس کی طبیعت سنبھل جائے گی۔''

سارہ آنسو صاف کرتے ہوئے یوں سر ہلانے لگیں گویا کسی ضد کرتے بچے کو ماں کی بات سمجھ آ گئی ہو۔

''ٹھیک ہے شمسہ...... تم فری کے پاس ہو گی تو مجھے بھی تسلی رہے گی۔'' سارہ نے دوپٹے سے اپنی آنکھیں خشک کرنا شروع کر دیں۔

''اسپتال میں کیش سنبھالنا مشکل کام ہوتا ہے اٹینڈنٹ کی اندر باہر دوڑیں لگ رہی ہوتی ہیں...... تم میرا ویزا کارڈ رکھ لو...... میں تمہیں pin...send کر دوں گی...... تھوڑے بہت کیش کی ضرورت ہو تو ATM سے لے لینا۔ اسپتال میں ATM تو ہوتے ہیں۔'' سارہ نے سائڈ ٹیبل کی دراز سے ایک چھوٹا سا کلچ نکالا اور اس میں سے ویزا کارڈ

لے کر شمسہ کی طرف بڑھا دیا۔

"ویزا کارڈ تو میرے پاس بھی ہے بھابی..... تھوڑا بہت کیش میں نکال سکتی ہوں۔" شمسہ کو جیسے کارڈ لیتے ہوئے جھجک مانع تھی۔

"تم کیوں اپنے پیسے نکالو گی...... جانے والا اپنی اکلوتی بیٹی کے لیے بہت کچھ چھوڑ کر گیا ہے۔" آخری الفاظ آنسوؤں سے بھیگ کر نکلے۔

شمسہ نے دور کارنر ٹیبل پر رکھے اپنے ہینڈ بیگ کی طرف دیکھا اور سر جھکا کر سارہ سے کارڈ لے لیا۔

"آپ احتیاطاً سرور کو فون کر دیں کہ میں تیار ہوں...... وہ گاڑی کھڑی کر کے ادھر اُدھر نہ ہو جائے۔" شمسہ پر اب روانگی کی عجلت طاری ہو چکی تھی۔

"ہاں...... میں کرتی ہوں...... اور دیکھو شمسہ...... مجھے ایک، ایک پل کی رپورٹ دینا...... جب تک فری گھر نہیں آ جائے گی...... میری پلک نہیں لگے گی۔" سارہ نے شمسہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر تاکید کے ضمن میں کہا تھا...... بے قراری کی انتہا تھی۔ دل کو گویا پنکھے لگ رہے تھے۔

دماغ مسلسل الجھن میں اٹکا ہوا تھا۔ وہ دو مرتبہ قریشی کو ٹرائی کر چکی تھیں مگر دونوں باپ، بیٹے کا نمبر بند مل رہا تھا۔ زندگی کی تصویر ایک پُرسکون تالاب کے مصداق تھی جس میں یکے بعد دیگرے پتھر گرنے تو سطح پر پھیلتی لہروں کا سلسلہ رک کر نہیں دے رہا تھا...... یہ لہریں دماغ میں برپا ہونے والے قیامت خیز طوفان کا استعارہ تھیں۔

"آپ فکر نہ کریں بھابی...... بس دعا کریں کہ میں فری کو خیریت کے ساتھ واپس گھر لے آؤں...... نازوں کی پالی ہوئی بچی ہے...... سنبھلنے میں تھوڑا وقت تو لگے گا...... بس آپ حوصلہ نہ ہاریں۔" شمسہ نے سارہ کو گلے لگا کر تسلی دینے کی کوشش کی۔

سارہ نے بولنے کے بجائے پھر سر ہلا دیا...... حلق میں تو آنسوؤں کے پھندے سے لگ رہے تھے۔

☆☆☆

زین ٹکٹکی باندھے چھت کی طرف گھور رہا تھا۔ ماریہ کی اس گھر میں موجودگی گویا اب اس کی تباہی ہی تباہی تھی...... وہ بظاہر اٹھارہ سال کا تھا مگر گروہ نے اسے چند سالوں میں سو سال کا بوڑھا بنا دیا تھا...... زندگی کے وہ حقائق سامنے آئے تھے کہ ذہنی توازن سے زیادہ پوری زندگی کا توازن کھو چکا تھا۔

اس گھر میں اسے اپنی بقا کی جنگ لڑنا تھی یا دوسرا راستہ خودکشی کا تھا۔ اگر وہ مایوسی کی انتہا پر خودکشی کرتا تو وہ اس کی سیدھی ذمے داری ماریہ پر جاتی تھی کیونکہ حقیقت کھلنے سے پہلے اسے کچھ فکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی...... ثمینہ اس کے لیے کسی بھی وقت مسئلہ بن جاتی تھیں مگر عرشہ جیسا مضبوط اور اپنی منوانے والا ایک حمایتی اسے ویسے ہی بغیر کوشش کے میسر تھا۔

"ماریہ کو یہاں سے جانا ہوگا...... جو پاور میرے پاس ہونی چاہیے وہ تو آہستہ، آہستہ ماریہ کے پاس جا رہی ہے...... یہ تو وہی مثال بنتی جا رہی ہے کہ قبر ایک اور مُردے دو...... متوقع نقصانات اتنے بڑے ہوں کہ انسان گرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے کی سکت ہی کھو دے تو پھر زندگی، موت کے انتہائی فیصلہ کُن موڑ آتے ہیں۔"

گلابی گال، سرخ ناک، بڑی، بڑی کشادہ آنکھیں، مکمل اور مڑی ہوئی انتہائی گھنی سیاہ پلکیں...... جیسے مصنوعی چپکائی ہوئی ہوں...... سیاہ بال جو وہ کبھی بوائے کٹ کٹواتا ہی نہیں تھا۔ سیدھے ریشمی جو ہمیشہ شانوں کو چھوتے تھے، کبھی لہردار آئرن ہیئر بینڈ سے سمیٹے جاتے تھے کبھی پونی ٹیل کی شکل میں بندھے ہوتے تھے...... کلائی لڑکوں کی طرح چوڑی اور مضبوط تھی...... جس میں ہمیشہ کسی بھی ڈیزائن کا بریسلیٹ ہوتا تھا اور بائیں کلائی میں دنیا کی کوئی مہنگی ترین رسٹ واچ ہوتی تھی۔ مثلاً آج کل وہ رولیکس کی ڈائمنڈ pave dial پریزیڈنٹ بریسلیٹ استعمال کر رہا تھا...... جس پر کچھ عرصہ پہلے ثمینہ نے ٹھیک، ٹھاک ہنگامہ بھی برپا کیا تھا کہ "اٹھارہ ہزار ڈالرز کی رسٹ واچ کبھی میں نے یوز نہیں کی...... اسے بتاؤ پاکستانی روپے میں یہ کتنے لاکھ بنتے ہیں...... اتنے پیسوں میں تو غریبوں کے چار چھ کوارٹرز بن سکتے ہیں۔"

یہ سن کر زین نے بے پروائی سے جواب دیا تھا... ''نانو کبھی غریبوں کے لیے کوارٹرز نہیں بنوائیں گی اس لیے میں نے رو ٹیکس بھی لی۔''

ثمینہ کو ساری ٹینشن اس بات کی تھی کہ مہنگی کار، مہنگی رسٹ واچ، مہنگا سیل فون...... دو ٹکے کا ''لونڈا'' راتوں کو باہر پھرتا ہے ڈکیتوں کو دعوت دیتے ہوئے۔

زین کیونکہ عرشلہ کی نفسیات گھول کر پی چکا تھا اس نے بڑی شانِ بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

''millions monthly میں ٹرانزیکشن ہوتی ہے...... میرے پاس صرف ایک مہینے کی ٹرانزیکشن آئی ہے...... باقی گیارہ مہینے تو نانو انجوائے کر رہی ہیں۔'' عرشلہ یہ محسوس کرنے کے باوجود کہ یہ ذاتی پیسے کا زیاں ہے خاموش رہتی اور اپنے آپ کو سمجھاتی رہتیں کہ ''یہ تو کام آ رہا ہے...... اتنے سارے پیسوں کا کرنا بھی کیا ہے؟''

''ایسی بے حساب عیش و عیاشی کی زندگی صرف ماریہ کی وجہ سے داؤ پر لگنے جا رہی تھی۔ اس لیے سب سے پہلے تو ماریہ کا پتا صاف کرنا ہوگا۔''

یہ ایک کائناتی سچائی ہے کہ جو جتنا زیادہ خواہشات کا غلام بنے گا اسے اتنی ہی شدت سے بقا کی جنگ کی تیاری رکھنا ہوگی...... خواہ ایٹم بم بنا کر کرۂ ارض کا وجود ہی خطرے میں ڈالنا پڑ جائے...... یہ وہ مقام ہے جہاں شرفِ انسانیت اپنا نشان کھو دیتا ہے...... اور حیوانی جبلت غالب آ جاتی ہے۔

ایک بھینسا دوسرے بھینسے کو ٹکر مارتے ہوئے اپنا انجام نہیں سوچتا اسے صرف ٹکر مارنے کی صلاحیت ملی ہے۔

زین کی آنکھوں سے وہ سفاک بوڑھا جھانک رہا تھا جس کی ساری زندگی پھانسی گھاٹ میں...... انسانوں کی گردن میں پھندا ڈالتے، نقاب پہناتے اور لیور کھینچتے گزری ہو۔

☆☆☆

شمسہ کے اسپتال پہنچتے ہی واصف اپنے گھر کی طرف نکل پڑا تھا...... مگر راستے ہی میں شمسہ کی کال آ گئی ''بھابی کی کال آئی ہے وہ کہہ رہی ہیں کہ واصف کو ان کی طرف بھیج دو......''

واصف آن لائن ٹیکسی سے گھر جا رہا تھا...... اول تو راستہ بدلنا ممکن نہیں تھا۔ ایک ہی صورت تھی کہ وہ گھر سے پہلے کہیں بھی ڈراپ آف ہو جاتا...... پھر پبلک سواری، بس یا آٹو سے رخ بدلتا۔

دوئم اسے فری کی پُرزور تاکید بھولی نہیں تھی...... اس نے واصف کے اپنے گھر آنے پر پابندی لگائی تھی...... ماں کے لاڈ پیار اپنی جگہ مگر وہ ایک غم زدہ بیٹی کو کیوں ذہنی اذیت سے دوچار کرے۔

اسے فوری تو کوئی حل سمجھ نہیں آیا سوائے اس کے کہ گھر پہنچ کر فریش ہو کر اپنی پرانی بائیک پر نیا سفر اختیار کرے۔

گھر پہنچ کر اس نے سارہ کے لیے میسج چھوڑا کہ وہ ریسٹ کریں اسے وہاں پہنچنے میں تقریباً گھنٹا ڈیڑھ گھنٹا لگے گا۔ اس کا خیال تھا کہ اتنی دیر میں تھکی ہاری غم سے چور سارہ سو ہی جائیں گی...... وہ وہاں پہنچ کر لاؤنج میں صوفے پر رات گزار لے گا۔

تھکن سے چور تھا صبح سے ایک پل سکون کی سانس نہیں لی تھی۔ سب سے پہلے تو نئے ماڈرن واش روم میں شاور کے ذریعے دل کھول کر پانی بہایا پھر شاور لے کر فروٹ بسکو سے بھوک مٹائی کہ چبا کر کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔

تصور میں تو بس چیختی چلاتی آہ و زاری کرتی فری کا قبضہ تھا...... فری کی نفرت اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی تھی کہ حقیقی محبت غیر مشروط ہوتی ہے نہ اسے فری کے اثاثوں سے دلچسپی تھی نہ ہی اس کے ظاہری حسن پر اس نے اپنی زندگی فدا کرنا چاہی تھی۔

یہ ایک روحانی تعلق تھا جس کی بنیاد اس کی ماں تھی...... جس نے بھری جوانی میں نفس کشی کے چلّے کاٹ لیے تھے...... کسی بھرپور، خوب صورت جوان لڑکی کا اپنی پوری رضا و رغبت سے نفس کشی کرنا اتنا بڑا مجاہدہ ہے کہ پانی

digestlibrary.com

میں چالیس دن کھڑے رہ کر چلہ کاٹنا اس مجاہدے کے سامنے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے۔
اس معاشرے میں تو شوہر کے ہمراہ زندگی گزارنے والی عورت کو موقع پرست نہیں چھوڑتے...... تنہا نظر آنے والی خوب صورت جوان لڑکی جو شادی کے فوراً بعد پھر سے تنہا نظر آ رہی ہو کیسے موقع پرستوں سے خود کو بچاتی رہتی۔
سو...... بھائی کی طرف سے ملنے والی روحانی اذیتوں کو بھی یوں خوشی خوشی سہہ لیا کہ کچھ بھی کہے...... کیسا ہی بولے سر پر چادر ڈالنے والا بس یہی ہے...... جس عورت کے سر پر پڑی چادر سنبھالنے والے ہوتے ہیں...... اس میں بہت توانائی ہوتی ہے...... اعتماد ہوتا ہے۔
آج اس کی ماں بہت محتاط اور سلجھی ہوئی عورت ہے...... مگر فری کی عمر میں اس میں بہت جرأت تھی...... شدید خواہش کے سامنے بے بس غلام تھی۔ اتنی بہادر یا ہمت تھی کہ ایک دو نہیں اس نے سارے معاشرے سے ٹکرا کر اپنی مرضی سے جینے کا فیصلہ کیا تھا۔ صرف اور صرف اپنے لیے جینے والے بہر حال اپنی موت تک حالتِ جنگ میں ہوتے ہیں کیونکہ جتنی شدید خواہشات ہوتی ہیں اسی وزن کی مزاحمت ہوتی ہے۔ اور اب تو واصف کی ذمے داریاں بہت وزنی ہو گئی تھیں۔ فری کسی کی امانت کے طور پر اس کے سامنے تھی۔ اس میں غیرت بہت تھی...... غیر مشروط محبت کرنے والے غیرت مند ہی ہوتے ہیں۔
فری میں جنسِ مخالف کو کھینچنے والے تمام لوازمات موجود تھے۔ مگر اس نے احسان کرنے والے ماموں کی اکلوتی بیٹی کو موقع پرستوں والی نظر سے کبھی نہیں دیکھا۔
دوسری پُرکشش لڑکیوں میں اس لیے دلچسپی نہیں تھی کہ بقول کسے......
جو تجھ کو دیکھ چکا ہو وہ اور کیا دیکھے......
کسی ایک کو ایمانداری سے چاہنے والوں میں قیامت کی توانائی ہوتی ہے وہ انتھک ہوتے ہیں...... بہت خوش رہتے ہیں...... اپنی نگاہ میں بہت باعزت و صاحبِ حیثیت ہوتے ہیں۔
انسانی فطری تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے قانون بنائے جاتے ہیں۔ وہ تمام فطری قوانین ہر انسان کے دل میں بولتے ہیں...... کوئی سن کر بھی بہرا ہوتا ہے کوئی سن کر اتنا متحرک ہو جاتا ہے کہ کتابوں میں محفوظ ہو جاتا ہے۔
ہر نوجوان کی طرح اسے زندگی کے تمام لوازمات درکار تھے...... مگر وقت کے مناسب ہونے تک خود کو روکنا...... اصل میں تو جینے کا مزہ ہی اس میں ہے جہاں نظم و ضبط ہوتا ہے وہاں توانائی یوں کھیلتی ہے جیسے گھر کے صحن میں بچے کھیلتے ہیں۔
شاور لے کر تو وہ از سرِ نو تازہ دم ہو گیا تھا...... ذہن بھی نئی مشین کی طرح کام کر رہا تھا...... احساسات بھی فطری اور بے ساختہ تھے...... سب کچھ واضح ہو رہا تھا۔
اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہ اب لوگوں کو اپنی حدود و اوقات میں رکھنے والا...... بااثر معزز "ماموں" دنیا میں نہیں ہے...... اس کی ذمے داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔
ماں جیسی شفیق مامی جنہوں نے بیچارگی کے زمانے میں سینے سے لگائے رکھا...... کبھی احسان نہیں جتایا...... جو اس کی حمایت میں کچھ بول کر کبھی، کبھی اپنی شامت کو آواز دیتی تھیں...... آج انہیں ایک مضبوط بیٹے کی ضرورت ہے...... دکھ سے بوجھل دل کو کسی ڈھارس کی ضرورت ہے...... کوئی ایسا ہو کہ زندگی کے کسی موڑ پر غیر نہ لگے۔
کیا وہ ایک بے شعور جذباتی کم عمر لڑکی کی وجہ سے اپنی محسن مامی کو چھوڑ دے ایسا تو ہرگز ممکن نہیں۔
اس نے ٹھنڈا یخ تیکر پینے کے بعد بہت اہتمام سے جوس مگ بھی ہاتھ کے ہاتھ دھو دیا تھا...... یہ عمل خلافِ معمول تھا اسے تو کبھی ایک چمچ دھونے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ ماں کا کچن ہر وقت شیشے کی طرح چمکتا نظر آتا تھا صرف اور صرف اسی وجہ سے اس نے جوس مگ دھویا کہ اس استعمال شدہ مگ کی وجہ سے کچن کی صفائی پر حرف آ رہا تھا۔

”اللہ کرے ماما سوگئی ہوں...... پھر بھی مجھے اب چلنا چاہیے۔“ کچن سے باہر آ کر اس نے اپنا والٹ، کی رنگ وغیرہ سمیٹنا شروع کر دیے۔

ایک میسج ماں کو کیا کہ وہ رات کو ماما کی طرف ہی ہوگا...... اس لیے گھر لاک کر دیا ہے۔

وہ گرل کا لاک لگا کر چابی کھینچ رہا تھا تو اس کے سیل فون پر رنگ ہوئی جو اس کی جینز کی پچھلی جیب میں پھنسا ہوا تھا۔

اس نے جلدی سے نکالا ذہن فوراً اقری کی طرف گیا تھا۔ مگر کال سارہ کی آرہی تھی۔

”اس کا مطلب ہے ماما ویٹ کر رہی ہیں......“ اس نے سوچتے ہوئے کال لی۔

”جی ماما بس گھر سے باہر آچکا ہوں...... آپ پریشان نہ ہوں پہنچ رہا ہوں......“ اس نے سارہ کی بات سننے سے پہلے ہی بولنا شروع کر دیا۔

”اچھا ٹھیک ہے...... راستے میں ہو تو پھر آجاؤ...... امریکا سے ایک خبر آئی ہے۔“ اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا تھا...... واصف کو محسوس ہوا جیسے سارہ نے آنسوؤں کو روکتے ہوئے مختصر بات کی ہو۔

”امریکا سے خبر آئی ہے......“ اس کے لیے یہ الفاظ بہت اجنبی اور گورکھ دھندا کے مصداق تھے۔ وہ اتنی بری طرح الجھ گیا تھا کہ کار یا بائیک کچھ ڈرائیو کرنے کے قابل نہیں رہا تھا اس لیے فوراً اس نے آن لائن ٹیکسی کا سہارا لیا...... حواس منتشر تھے کچھ کا کچھ سرچ ہو رہا تھا۔ کبھی پلے اسٹور کو ٹچ کرتا کبھی گوگل...... جس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ”سیلف کنٹرول“ کھو رہا ہے۔

☆☆☆

”آپ نے میم سے بات کی......؟“ ماریہ فریش جوس کا بڑا سا مگ ٹرے میں رکھے عرشلہ کے بیڈ روم میں آئی تھی۔ وہ آرام کرنے لیٹ چکی تھی مگر عرشلہ نے اسے فون کر کے کہا کہ انہوں نے بلاوجہ کولڈ کافی پی لی تھی اور اب انہیں صبح تک نیند نہیں آسکتی اس لیے وہ ان کے لیے پھلوں کا تازہ رس تیار کر کے لائے۔

ماریہ کو وقت نے اعلیٰ درجے کا فرض شناس بنا دیا تھا...... رات ہونے تک اسے موقع نہیں ملا تھا کہ وہ عرشلہ سے معلوم کرتی کہ لندن آفس کو وہ کیسے ہینڈل کر رہی ہیں۔

”کیسے کرتی......؟ سارا دن تو ممی کا موڈ آف رہا...... رات کو تو میں ان کو کسی قسم کی انفارمیشن نہیں دے سکتی...... اسپتال کے دھکے کھا، کھا کر شل ہو گئی ہوں...... اب تو مرجانے کو جی چاہتا ہے...... ہمیشہ کے لیے گہری نیند سونا کتنی گریٹ فیلنگ ہے...... جہاں no argue....no cross talk...no duty....some one....any one...no one“ اس نے رک کر سانس لی ”میں imagine کرتی ہوں جب روح قلابازی کرتی ہوگی تو پوری یونیورس اس کو سیلوٹ کرتی ہوگی...... وش کرتی ہوگی...... congrates کہتی ہوگی کہ مبارک ہو جان چھوٹی۔“

عرشلہ اپنے ڈیڈ ماں کی گود جیسے بستر سے اٹھتے ہوئے گم صم کیفیت میں بول رہی تھیں اور ماریہ دم بخود ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”deep depression ہائی گاڈ......“ اس کا دل بیٹھ رہا تھا۔

”میم...... آپ کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ لان میں چلیں...... پلیز اس بند بیڈ روم سے باہر نکلیں......“ اسے لگے ہاتھوں یہی راستہ سمجھ آیا۔

”لان میں جا کر میں نئی بن جاؤں گی......؟“ عرشلہ نے چیخ کر کہا۔

”میم کھلی فضا میں ذہن پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے...... تھوڑا سا آپ deep breath ایکسرسائز

کریں گی تو نیند اچھی آجائے گی اور صبح کو آپ فریش فیسل کریں گی.....'' ماریہ نے منت سماجت کے انداز میں قدرے جھک کر کہا تو عرشلہ پُرخلوص لہروں کی زد میں آ کر بے بس سی ہو گئیں۔

''اوکے..... میں یہ جوس پی لوں..... پھر چلتے ہیں.....'' یہ کہہ کر عرشلہ جوس کے سپ لینے لگیں..... جوس سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اچانک ان کا دھیان ماں کی طرف گیا۔ ماریہ تو ثمینہ کی نرس تھی..... مگر اس وقت وہ عرشلہ کی خدمت کر رہی تھی۔

''ماریہ..... ممی سو گئی ہیں..... تم نے اچھی طرح دیکھ لیا تھا ناں.....؟ ایسا نہ ہو کہ ہم لان میں ہوں اور ممی کو تمہاری ضرورت ہو.....''

''میم..... میم نے ڈنر ٹھیک سے کیا..... میڈیسن لیں..... کچھ دیر مجھ سے باتیں کیں آپ کا اور زین کا پوچھا..... آپ کے فادر کی ایک گولڈن میموری شیئر کی پھر خود بخود سو گئیں۔'' ماریہ نے بتایا۔

''روز ایسا ہی ہوتا ہے میم..... ثمینہ میم بات کرتے، کرتے سو جاتی ہیں.....'' ماریہ نے عرشلہ کو مطمئن کیا۔

''یہ بات نہیں ہے ماریہ..... اکچوئیلی ممی کو باتیں کرنے کا شوق ہے..... انہیں نیند آ رہی ہوتی ہے مگر بات کرنے کی خاطر زبردستی جاگتی ہیں۔'' عرشلہ نے ماں کے بارے میں اپنا ذاتی تجربہ پیش کیا۔

''ہوسکتا ہے آپ کا اندازہ ٹھیک ہو..... کیونکہ ان کا زیادہ وقت تو آپ کے ساتھ گزرا ہے.....'' ماریہ نے جان بوجھ کر اختلاف رائے سے گریز کیا..... ''مگر ثمینہ میم کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے پیرنٹس ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے..... loyal تھے'' ماریہ سکون سے جوس کے ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی..... وہ کوئی ایسی بات نہیں کرنا چاہتی تھی جو جوس ختم ہونے کے بعد بھی ختم نہ ہو۔

''ایسا ہی ہے..... میرے ڈیڈ، ممی سے محبت نہیں عشق کرتے تھے..... کیونکہ ممی اتنے سارے نوکر ہوتے ہوئے ڈیڈ کے پرسنل کام خود کرتی تھیں۔ ڈیڈ کو یار، بار نوکر کا بیڈ روم میں آنا پسند نہیں تھا۔ believe me ماریہ..... ممی اپنے گلاس میں خود پانی نہیں ڈالتیں اور ڈیڈ کو سوکس اور شوز تک پہنا دیا کرتی تھیں.....'' عرشلہ نے بچوں کی طرح معصومانہ حیرت سے آنکھیں پھیلا کر ماریہ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

''great ......'' ماریہ کو کچھ تو ردِعمل دینا ہی تھا۔

''اسی لیے ممی بہت پراؤڈ اور کانفیڈنٹ (پراعتماد) ہیں..... جس عورت کو شوہر دل و جان سے چاہتا ہے..... وہی اس دنیا میں اچھا سا جیتی ہے..... باقی تو عورتیں بس وقت ہی گزارتی ہیں۔ ماں اتنی lucky اور بیٹی کی اتنی bad luck'' عرشلہ نے ٹھنڈی سانس لی ماریہ گھبرا گئی کہ کئی گھنٹے اسی بیڈ روم میں نہ گزر جائیں۔

''میم..... باقی باتیں لان میں واک کرتے ہوئے.....'' ماریہ نے کمال ذہانت سے عرشلہ کے ہاتھ سے جوس کا خالی مگ لیتے ہوئے انہیں بستر چھوڑنے پر مجبور کیا۔

مگ سائڈ ٹیبل پر رکھ کر عرشلہ کا ہاتھ تھام کر انہیں بیڈ سے اترنے میں مدد دی ورنہ دو منٹ مزید سوچنے میں لگا دیتیں..... ماریہ انہیں بالکل بھی (space) خالی راستہ دینے کے لیے تیار نہیں تھی۔

وہ دروازہ کھول کر عرشلہ کے ہمراہ باہر آئی تو ایک جانفزا تیز مردانہ خوشبو نے دونوں کا استقبال کیا۔

عرشلہ نے چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''یہ..... زین اس وقت باہر گیا ہے؟ پھر بغیر بتائے باہر چلا گیا.....؟ ٹھیک سے ریسٹ نہیں کرے گا تو پھر لیٹ جائے..... کالج سے چھٹیاں کرے گا۔'' عرشلہ ذہنی دباؤ سے نجات کے لیے بیڈ روم سے باہر آئی تھیں مگر ایک نیا دردِ سر ان کا منتظر تھا۔

''بہت اچھی طرح تیار ہو کر گیا ہے...... یہ پرفیوم تو وہ تب ہی use کرتا ہے جب اسے کسی اچھی جگہ جانا ہوتا ہے......''

عرشلہ کی جگہ کوئی کم ظرف امیر عورت ہوتی تو وہ ماریہ کو پرفیوم کا نام اور قیمت بھی ساتھ، ساتھ بتا دیتی...... کہ یہ وہ لانگ لاسٹنگ پرفیوم ہے جو لگا کر کوئی گزر جائے تو گزر گاہ بھی گھنٹوں مہکتی رہتی ہے...... ڈالرز میں اس کی قیمت لاکھ سے اوپر بنتی ہے وغیرہ، وغیرہ......

''شاید اپنے کسی دوست کو برتھ ڈے وش کرنے گئے ہوں...... ڈونٹ وری وہ تو جاتے ہی رہتے ہیں...... آ جائیں گے ایک دو گھنٹے میں......''

''may be...... فری کی طرف گیا ہو...... کارڈز کھیلنے کا موڈ ہو......'' عرشلہ نے بھی ذہنی دباؤ سے بچنے کے لیے ذہن دوسری طرف موڑنا چاہا مگر ماریہ کی آنکھیں پورچ کی طرف لگی ہوئی تھیں...... اس وقت وہ اپنی اسپورٹس کار لے کر گیا تھا۔

برانڈڈ لباس، مہنگا پرفیوم، رولیکس رسٹ واچ، نمبر ون آئی فون...... پچاس ہزار تو وہ پیروں تلے رکھتا تھا یعنی امپورٹڈ جوگرز استعمال کرتا تھا۔

''ایک لاوارث گود لیا ہوا بچہ اتنا خوش قسمت بھی ہو سکتا ہے؟ اور وہ اپنے والدین کی موجودگی میں پرورش پانے والی...... دو امیر خواتین کی ناز برداری کر کے ایک لاکھ تنخواہ لے رہی ہے۔'' اس نے سوچا۔

''اور یہ احسان فراموش سلو پوائزن کی طرح اس گھر کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ اتنا کچھ جان چکی ہوں جو دو کلو بارود کے وزن پر ہے مگر فی الحال شیئر نہیں کر سکتی۔'' ماریہ، عرشلہ کا ہاتھ تھامے اتنی بے خبر ہو چکی تھی کہ عرشلہ جیسی غائب

کچھ تم بھی کہو... کچھ ہم بھی سنیں

نزہت اصغر

digestlibrary.com

کوئی انسان کتنا ہی تنہائی پسند ہو، خاموش طبیعت ہو یا آدم بیزار ہو، کسی ایک وقت وہ ضرور چاہتا ہے کہ کوئی غم گسار، کوئی چارہ ساز، کوئی ایسا سامع ضرور ہو جو اس کی ذہنی و قلبی کیفیات کی داستان سننے کا حوصلہ رکھتا ہو۔

کچھ لوگ محفل پسند ہوتے ہیں...... دوستوں کے مجمعے میں، رشتے داروں کے جھرمٹ میں رہنا چاہتے اور کچھ اس کے برعکس بھی...... مگر یہ تو بھی مانیں گے کہ انسان ہی انسان کی دوا ہے۔ جلد یا بدیر کبھی نہ کبھی ہم نشینوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ بس اسی نظریے کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم بھی اپنے قارئینِ کرام سے ان کا احوالِ دل بذریعہ قلم سننا چاہتے ہیں۔ جاننا چاہتے ہیں۔ اسی لیے مختلف سلسلے ترتیب دیتے رہتے ہیں تو عزیزو! اپنی دلی کیفیات، ذہنی رجحانات سے ضرور آگاہ کریں وہ بھی...... ان سوالوں کے جواب کے ذریعے......

۱۔ شعوری منازل طے کرنے کے بعد کب احساس ہوا کہ کوئی ہم راز، ہم دم، غم گسار ہونا چاہیے۔ کس لمحے، کس موقع پر کسی کا کوئی جملہ کہ جس نے یہ احساس جگایا ہو۔

۲۔ حالِ دل کہنے کے لیے، سنانے کے لیے، بتانے کے لیے کورے کاغذ یا ڈائری کا سہارا لیا یا پھر کسی انسانی وجود کا......

۳۔ انسان خود اپنا راز دار کیسے ہوتا ہے؟

عزیز قارئین

اس سلسلے میں ہر عمر، ہر طبقے ہر فکر کی بہنیں حصہ لے سکتی ہیں۔ اس طرح آپ کے لکھنے کی صلاحیت بھی دو چند ہو گی اور کچھ دل بھی ہلکا ہو جائے گا۔ ماہ دسمبر سے ہی اس کا آغاز کیا ہے۔ جاتے سال میں کیا کچھ گزرا آنے والے پل کے لیے کیا کچھ سوچا ہے۔ سب کچھ لکھ ڈالیے۔

دماغ نے بھی اس کی گہری خاموشی کو محسوس کیا۔
''کیا ہوا ماریہ...... کیا سوچ رہی ہو......؟''
''کچھ نہیں میم...... بس یہی دیکھ رہی تھی کہ رات کو ہلکی روشنی میں پھول کتنے اداس نظر آ رہے ہیں...... جیسے صبح کے انتظار میں ایک، ایک پل گن رہے ہوں......'' ماریہ نے ہنس کر ہلکے پھلکے انداز میں عرشلہ کا ذہن پھولوں کی طرف لگا دیا۔
''تم تو بہت اچھی پوئٹری کر سکتی ہو...... اس وقت میں نے تمہارے ان words (الفاظ) کو بہت انجوائے کیا ہے......'' عرشلہ نے رک کر بہت خوشگوار کیفیت میں ماریہ کی طرف دیکھا۔
''تھینک یو میم......'' ماریہ نے شکریہ ادا کرتے ہوئے عرشلہ کی طرف دیکھا۔ خوشگوار احساسات کے ساتھ عرشلہ کا حسن دوچند ہو جاتا تھا۔ معصومیت نکھر کر سامنے آ جاتی تھی۔
''میں آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دوں گی...... ایسی فرشتہ صفت عورت...... لالچ، حرص، حسد، بغض، بخل سے پاک عورت جو خوش ہونے کے لیے چھوٹی، چھوٹی خوشی کا انتظار کرتی تھی۔'' ماریہ دل و جان سے اسے معاشرے کا قیمتی اثاثہ تسلیم کر چکی تھی۔

☆☆☆

''واصف...... مر تو نہیں سکتے...... زندہ کیسے رہیں؟''
سارہ کی آنکھیں خشک تھیں...... گویا آنسوؤں کے سوتے خشک ہو چکے تھے۔ ماضی، مستقبل کی کوئی وقعت، حیثیت، اہمیت نہیں رہی تھی۔ موجودہ لمحات میں ذہن چوکس و مستعد تھا...... یہ نظامِ فطرت ہے کہ موت سے پہلے کوئی نہیں مرتا......
''پھولوں جیسی نازک بیٹی...... ایسا تو کبھی نہ دیکھا نہ سنا کہ سگی ماں، بیٹی ایک ساتھ ''بیوہ'' ہوئی ہوں۔''
سارہ دکھ کے اس آخری مقام سے مخاطب تھیں جس کے بعد کا حتمی مرحلہ زمان و مکان کی قید سے آزاد دنیا کی طرف روانگی ہے۔
واصف کی سمجھ میں درحقیقت کچھ نہیں آ رہا تھا...... اتنی خوفناک اور متواتر خبروں کے لیے وہ گنجائش ہی نہیں رکھتا تھا۔
''مم...... مامی...... وہ...... مامی...... مجھے سمجھ نہیں آئی...... مجھے ایسا لگا جیسے میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔''
''انفر کی ڈیتھ ہو گئی ہے بیٹا...... تمہارے ماموں اس کا استقبال کرنے پہلے چلے گئے...... بہت خوش تھے ناں کہ اللہ نے انہیں پلا پلایا بیٹا دے دیا۔'' سارہ نے اتنی گہری اور ٹھنڈی سانس لی...... گویا دیر سے سانس روکے بیٹھی تھیں۔
''مم...... مامی...... یہ خبر نہیں...... یہ...... یہ تو بہت بڑی آفت ہے اور آپ رو بھی نہیں رہیں...... مجھے تو واقعی کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔''
واصف کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ زندگی میں کبھی ایسا موڑ بھی آئے گا جب اس کی حاضر دماغی صفر ہو جائے گی...... توانائی سے بھرپور وجودیت کا ڈھیر بن جائے گا۔
''واصف...... بیٹا...... اس خوف سے آنسو ہی خشک ہو گئے کہ اب زندگی بھر بیٹی کے آنسو پونچھتی رہوں گی......'' وہ بولیں۔
''کوئی کیسر الگا کر میرا جگر دیکھو واصف، ٹکڑے، ٹکڑے ہو رہا ہے......'' برداشت کرنے نہ کرنے کی بحث ہی ختم ہو گئی...... ایک ٹھہرا ہوا غم تو زندگی کی آخری حد ہے...... اس سے آگے زندگی گم ہو جاتی ہے۔

"مامی...... جب میں بہت چھوٹا تھا...... سب سے ڈرتا تھا تب بھی میں نے خود کو اتنا کمزور اور بے بس محسوس نہیں کیا۔ مجھے سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ مجھے اب آپ دونوں کے لیے کیا کرنا چاہیے......" واصف، سارہ کی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا...... سالار صاحب کی میت اٹھنے تک اس نے سارہ کو بے تحاشا روتے ہوئے دیکھا تھا۔ مگر اب دکھ دُہرا ہونے پر ان کی آنکھیں خشک تھیں۔

"کچھ بھی نہیں کرنا تمہیں، بس میری آنکھوں کے سامنے رہنا ہے۔ تم میرے مرحوم شوہر کی اصلی اور پکی نشانی ہو، میں نے ہمیشہ تمہیں ماں کی نظر سے دیکھا ہے اور تم نے اب ایک بیٹے کی طرح میرا ساتھ نبھانا ہے۔" سارہ سپاٹ لہجے اور پتھرائی آنکھوں کے ساتھ مخاطب تھیں۔

واصف نے فوراً نگاہیں جھکا لیں۔

"بیٹی کو میرا گھر میں داخلہ گوارا نہیں، ماں ساتھ نبھانے کے وعدے لے رہی ہے۔" وہ ایک عظیم ذہنی خلفشار کا شکار ہو رہا تھا۔

"مامی...... میں ہر وقت آپ کے ساتھ ہوں، آپ میری طرف سے مطمئن رہیں۔ فی الحال تو یہ سوچیں کہ آپ فری کو کیسے یہ خبر سنائیں گی؟" واصف کا ذہن مسلسل فری کے ردِعمل کی طرف لگا ہوا تھا۔

"ارے نہیں، ابھی تو اسے ہوا بھی نہیں لگانی ہے۔ جتنے دن ہم اس سے یہ خبر چھپا سکتے ہیں، چھپائیں گے۔ باپ کی جدائی نے تو اسے بستر پر ڈال دیا ہے، ایمرجنسی میں پڑی ہے۔" سارہ نے بدحواس ہو کر واصف کو ٹوکا۔

"میری طرف سے تو کبھی اشارے میں بھی کوئی بات نہیں ہوگی...... لیکن یہ خبر ہم فری سے کتنے دن چھپا سکیں گے۔ طبیعت سنبھلتے ہی وہ سب سے پہلے اظفر سے دکھ درد شیئر کرنا چاہے گی۔" واصف نے ماں جیسی مامی کو بہت ہمدردی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جتنے دن چھپا سکتے ہیں۔ اتنے دن کی مہلت میں اللہ ہمیں بھی سنبھلنے، صبر کرنے کی توفیق بخش دے گا واصف......!" سارہ نے وحشت زدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے واصف کو مخاطب کیا۔

"جی مامی۔" اس نے بہت ادب و محبت سے سارہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"بیٹا تم نے خوف کی طاقت دیکھی؟" سارہ کا جملہ غماز تھا کہ وہ ذہنی توازن کھو رہی ہیں۔

"خوف...... کیسا خوف مامی؟" واصف الجھا۔

"یہی ناں...... کہ دیواروں کو بھی پتا نہ چل جائے کہ اظفر جو میری بیٹی کا خواب تھا اب ہم میں نہیں رہا...... ہم تو چھپائیں...... دیواریں اسے بتا دیں۔"

سارہ کے الفاظ سے صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کا ذہن بند گھڑی کی سوئی کی طرح ایک جگہ رک چکا ہے۔ گہرے دکھ پر خوف کی شدت غالب آ چکی ہے۔ وہ بے بسی کی انتہا پر سارہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

رات کا پچھلا پہر ابھی کافی دور تھا مگر ہر سو ایسی تاریکی تھی گویا تمام کرۂ ارض اندھیرے کے غلاف میں مقید ہے۔ جہاں رات تھی وہاں تو رات تھی مگر جہاں دن ہوتا ہے وہاں بھی سورج کو مکمل گرہن لگا ہوا تھا۔

☆☆☆

"پھپھو، آپ پاپا سے ناراض تو نہیں ہیں؟"

شمسہ کی بمشکل اور فطری تقاضے کے حساب سے نیند لگی تھی مگر فوراً ہی فری نے ان کا بازو ہلا کر جگا دیا۔ سامنے کلاک پر نظر پڑی تو صبح بالکل قریب تھی، چار بج رہے تھے۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں اور فری کو بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔

digestlibrary.com

"میرے بھائی جیسا تو شاید ہی کسی کا بھائی ہو۔ بیٹا تمہارے پاپا کی وجہ سے تو اب تک کی زندگی سکون سے گزری ہے۔ اللہ میرے بھائی کے درجات بلند کرے، اس کی قبر کو قیامت تک ٹھنڈا رکھے۔ جب تک میں زندہ ہوں میری ایک، ایک سانس ان کے لیے دعا کر رہی ہے۔ میری جان فری...... اس معاشرے میں بغیر محرم جینا بہت بڑا عذاب ہے۔ میرا بھائی میرا واحد محرم تھا جس کی وجہ سے مجھے پُرسکون نیندیں میسر آئیں۔ ایسا تو کبھی سوچنا بھی تمنت...... اگر میں اپنے بھائی سے ناراض ہوں گی تو اس سے بڑی ناشکری نہیں ہو سکتی۔" شمسہ کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

فری، شمسہ کے سینے سے لگ کر بلک، بلک کر رونے لگی۔

"میرے پاپا بہت اچھے تھے ناں پھپھو!" وہ سسکیاں لے رہی تھی۔

"اتنے اچھے تھے بیٹا کہ وہ مجھ سے جان مانگتے تو میں ان پر اپنی جان قربان کر دیتی۔" شمسہ نے فری کو زور سے اپنے ساتھ لگا کر بھینچا۔

"اب ہم پاپا کے بغیر کیسے رہیں گے؟" فری نے بلکتے ہوئے سوال کیا۔

"اللہ ہمیں صبر دے گا جیسے سب جدا ہونے والوں کو دیتا ہے۔" شمسہ نے فری کی پیشانی چوم کر کہا۔

"پھپھو، میں تو شاید بے ہوش تھی...... مگر پاپا آگئے اور میں جاگ گئی۔" فری سسکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی، وہ اب اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"پاپا آگئے......؟" شمسہ نے متوحش نظروں سے فری کی طرف دیکھا۔

"جی...... کہنے لگے گھر چھوڑ کر یہاں کیوں آئی ہو؟ تمہاری ماں اُدھر اکیلی ہے، پریشان ہو رہی ہوگی...... اب میں اس سے دور ہوں، تمہیں تو ماں کے پاس ہونا چاہیے...... پھپھو، میں فوراً جاگ گئی...... پھر مجھے بہت رونا آیا کہ یہ تو کوئی خواب تھا۔" فری کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔

شمسہ کا تو گویا کلیجا پھٹ گیا۔ آج تو قبر میں پہلی رات تھی مگر بیٹی نے کتنا بے چین کیا کہ آکر سمجھانے لگے۔

شمسہ نے فری کو بانہوں میں بھر لیا۔ اب دونوں بے آواز رو رہی تھیں۔

☆☆☆

سارہ کی پلک نہیں لگی تھی۔ وہ بیڈ روم سے نکل کر لاؤنج میں صوفے پر آکر لیٹ گئیں۔

چوبیس گھنٹوں میں گھر کا نقشہ بدل چکا تھا۔

سارہ کی سرگرمیاں تو فجر کی پہلی اذان سے شروع ہو جاتی تھیں۔ وہ ہمیشہ سالار صاحب کے لیے تازہ سبزی ضرور بناتی تھیں۔ رات کا بچا ہوا سالن کبھی ان کے سامنے نہیں رکھا۔ گھر کے کچن گارڈن کا مقصد ہی یہی تھا۔ خانساماں کے ساتھ خود لگتی تھیں۔ تازہ سبزی کے ساتھ دیگر لوازمات بھی ہوتے تھے مگر ناشتے میں تازہ سالن کا اہتمام ہمیشہ کرتی تھیں۔ مغز، کلیجی صرف چھٹی کے دن کا اہتمام ہوتا تھا۔ ان کو شوہر کے لیے صبح سویرے یہ سب کرنا بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ اس حقیقت کو تسلیم کرتی تھیں کہ ان کی زندگی کی یہ آسائش و سہولت ان کے شوہر کی محنتِ شاقہ کا نتیجہ ہے۔ شکریے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو سکتا کہ وہ جوان کی بہتری کے لیے کر سکتی ہیں، کریں...... کوئی شارٹ کٹ نہ ڈھونڈیں۔ ان کی اپنی سگی بہن مریم جو کالج میں لیکچرار تھی اور ان کی پرانی سہیلیاں جو بڑے بڑے عہدوں پر کام کرتی تھیں...... خود پیسہ کماتی تھیں مگر چکی کے دو پاٹوں میں پسی نظر آتی تھیں۔ گھر، بچے، آفس، روز کا آنا جانا، روز کے حساب سے ملبوسات کی تیاری۔ اس لحاظ سے وہ خود کو بہت خوش قسمت سمجھتی تھیں۔ سالار صاحب ان کو ماہانہ خرچ کے لیے اتنا کچھ دے دیا کرتے تھے کہ وہ سلیقے سے بجٹ بنا کر اچھی خاصی بچت بھی کر لیتی تھیں۔ اچھے خاصے پیسے جمع ہو جاتے تو پھر چوبیس قیراط کا سونا خرید لیتیں کہ جب فری کی شادی ہوگی تو اس کی پسند کی جیولری

ہوا دیں گی۔ صرف سالار صاحب کی کمائی سے وہ بہت پرسکون زندگی گزارتی چلی آرہی تھیں۔ شکریے کے طور پر دل و جان سے ان کی خدمت کرتی تھیں۔

شادی کے بعد آج یہ پہلی صبح تھی کہ ان کے پاس کوئی کام ہی نہ تھا۔

انہیں جاگتا پا کر خانساماں نے ان سے چائے کا پوچھا تو انہوں نے منہ سے جواب دینے کے بجائے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ان کی نگاہیں مسلسل وال کلاک کا طواف کر رہی تھیں کہ ذرا روشنی پھیلے تو وہ شمسہ کو فون کریں اور فری کی خیریت پتا کریں۔ شمسہ کا فون نہ آنے کی وجہ سے یہ تسلی تو تھی کہ معاملات کنٹرول میں ہیں۔

واصف کو انہوں نے گیسٹ روم میں بھیج دیا تھا، یہ یقین دلا کر کہ وہ بھی تھوڑی دیر میں سو جائیں گی مگر نیند کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک گہری کھائی عبور کرنے کا مرحلہ درپیش تھا۔

خوابوں میں جینے والی عزیز از جان بیٹی کو کیسے بتائیں گی کہ خواب بکھر کر خس و خاشاک کی طرح اڑ گئے ہیں......

ٹوٹے ہوئے کرسٹل کے ذرات سمیٹے جا سکتے ہیں مگر ٹوٹتے ہوئے خواب کچی نیندوں ہی سے محروم کر دیتے ہیں۔

کیسی اداس، خاموش، ویران، بانس کے جنگل جیسی صبح نمودار ہوئی تھی۔

☆☆☆

”میں تو لڑکی ہوں گرو جی، تمہارے پاس تو انسانوں کے ٹھکرائے ہوئے بے سہارا لوگ آتے رہتے ہیں جو تھیلے بھر کر لنگر لاتے ہیں...... بھیک مانگ کر اس جگہ رہنے کا کرایہ دیتے ہیں...... میرے نہ ہونے سے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے۔“ اعلیٰ برانڈ کا گرمیوں کا اسٹائلش سوٹ پہنے (جس کا دوپٹا شرمیلی نے چادر کی طرح سر پر اوڑھا ہوا تھا) شرمیلی نے بھیگے لہجے میں چنبیلی سے ایک مرتبہ پھر رحم کی درخواست کی تھی۔

”ہم تجھے اغوا کر کے نہیں لائے تھے جی...... تیرے باپ نے ایک دن کی بچی میری گود میں ڈالی تھی۔ میں نے گن کر اسے پچاس ہزار دیے تھے۔ تو آپریشن سے پیدا ہوئی تھی اور تیرے باپ کے پاس اسپتال کا بل دینے کے پیسے نہیں تھے۔ ایک دن کی بچی سے اسے کیا غرض تھی...... غریب کی بیوی تو خصم کی خادمہ بھی ہووے اور کنیز بھی...... کھوجنے کو تو کوئی اپنی اندھی بیٹی نہ دیوے...... اس نے تو سیدھے، سیدھے بشیرن کو بولا جو اسپتالوں کے غسل خانے دھووے...... مری نہیں ابھی زندہ ہے...... کہ میری جروا (بیوی) تو بیٹیاں پیدا کرے ہے یا تیسری مخلوق...... مجھے تو اولاد چاہیے ہی نہیں...... پلے کچھ ہوتا تو دوسری لے آتا...... زین کو اس نے جھولے میں ڈال دیا تھا۔ بشیرن سے چوک ہوگئی۔ ہم دیر سے پہنچے۔ اسے ایک مال دار عورت کاغذ پر لکھائی پڑھائی کر کے لے گئی۔ اچھا ہی ہوا...... ہماری تو لاٹری نکل گئی...... تیرا بھی بھلا ہو گیا...... گرمیوں میں آٹھ، آٹھ ہزار کے سوٹ پہنتی ہے۔ جو منٹوں میں پسینے میں بھیگ کر پرانے ہو جاویں۔“

چنبیلی نے حقہ قریب کھسکایا، پائپ منہ میں لے کر گڑگڑایا جیسے مزید کچھ یاد کر کے سنانا چاہتا ہو اور وقفہ لے رہا ہو۔

”جو تم سب ہو...... میں وہ نہیں ہوں۔ تم لوگوں کی مجبوری ہے، میری تو کوئی مجبوری نہیں۔ پرائیویٹ انٹر کر لیا ہے...... کسی اسپتال میں نرس بن کر اپنی مرضی سے کھل کر سانس لے سکتی ہوں...... اگر میں پاگل ہو گئی تب بھی تو تم لوگ مجھے پاگل خانے میں پھینک کر آجاؤ گے۔“ شرمیلی پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگی۔

”نہیں پھینکیں گے...... تو، تو ہمارا ”حوالہ ہنڈی“ ”کیش آوے۔“ چنبیلی نے شانِ بے نیازی سے حقہ گڑگڑایا۔

”دیکھ، زین کے بولنے پر تجھے پڑھائی کرائی ہے، اب تو زیادہ ہوشیاری نہ دکھا۔“ چنبیلی نے پائپ منہ سے نکال کر گھورا۔

”جتنا جمع ہو چکا ہے، وہ تم سے برتا نہیں جائے گا۔ چھوڑا ہوا مال لوٹ کے مال کی طرح چھین لیا جاتا ہے۔“

digestlibrary.com

شرمیلی نے بے بسی کے آنسو روکتے ہوئے بمشکل کہا۔
چنبیلی نے غضب ناک نظروں سے شرمیلی کی طرف دیکھا۔
''دیکھ شرمیلی......''
''گرو جی، مجھے شرمیلی نہ کہا کرو۔ کب سے منت کر رہی ہوں...... میرا نام میری ماں نے زینب بی بی رکھا تھا ناں...... میرے باپ نے پیسے پکڑتے ہوئے تمہیں بتایا تھا ناں؟ تمہاری مہربانی تم نے یہ بات مجھے بتا دی تھی...... میری ماں کا رکھا ہوا نام تم نے کیوں بدلا؟ احساس نہیں ماں کیا ہوتی ہے؟ گرو جی، تمہیں بھی تو کسی ماں نے ہی جنم دیا ہوگا...... درخت سے تو نہیں توڑا ہوگا۔'' شرمیلی بلک، بلک کر رونے لگی۔
''تیرے سارے کاغذوں پر تو زینب بی بی لکھا ہے ناں...... گزارہ کر، ہم تو یہی بولیں گے...... زین تو تیرے کو زینب ہی بولے ہے ناں؟''
''وہ تو مجھ سے کبھی، کبھی ملتا ہے۔ تم لوگ اسے ملنے ہی کب دیتے ہو۔'' شرمیلی نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
''ہاں تو...... خزانے پہ سانپ کی چوکیداری تو چاہیے ناں...... ابھی تجھے بارہ پڑھ کر دن لگ گئے ہیں...... زین کی شہ پر تو گھر سے بھاگ جاتی۔'' چنبیلی نے اب عام سے انداز میں جواب دیا کیونکہ اسے اپنے زور طاقت کا ٹھیک، ٹھیک اندازہ تھا۔ جیسے کہ موت کی طاقت سے غافل اکثر لوگوں کو ہوتا ہے۔
''دیکھ شرمیلی، تیرے ساتھ بھلا کر رہے ہیں...... زیادہ تنگ کرے گی تو میڈم کے حوالے کر دوں گی...... پھر وہ جانے اور اس کا کام۔'' چنبیلی نے پھر حقہ گڑگڑانا شروع کر دیا۔
شرمیلی اٹھ کر جانے لگی تو چنبیلی نے روکا۔
''شرمیلی، دیکھ ''میڈموں'' کے دیے سے ہماری داڑھ ''گیلی'' نہیں ہوتی۔ صبر کر، بڈھی مرنے کو پڑی ہے...... بس اس کے مرنے کی دیر ہے پھر سب کچھ زین کا ہے...... بڈھی مرے گی تو تجھے آزاد کر دوں گی...... یہ گرو کا پکا وعدہ ہے۔'' چنبیلی نے اب قدرے اپنی ''لکشمی'' کا اکرام کیا۔
''کہیں اس سے پہلے ہم ہی نہ مر جائیں۔'' شرمیلی یاسیت سے مسکرائی۔
''اللہ نے بڑی اچھی شکل بنائی ہے تیری...... بات بھی بھلی کیا کر...... منحوس باتوں سے میرے تن بدن میں آگ لگے ہے۔'' چنبیلی نے غصے میں اکٹھے پانچ، سات کش کھینچ لیے پھر زور کا ٹھسکا لگا۔
شرمیلی باہر نکلتے ہوئے بددعا دے رہی تھی۔
''اللہ کرے رات تک کھانستے ہی رہو۔''

☆☆☆

''پھپھو، ماما اُدھر اکیلی ہیں۔ ان لوگوں نے کیوں مجھے ایڈمٹ کیا ہوا ہے؟''
چوبیس گھنٹے کی جاگی ہوئی شمسہ کو قدرتاً گہری نیند آ گئی تھی اور یوں بھی بے تحاشا آنسو بہانے کے بعد نیند بہت گہری ہوتی ہے۔
فری کی آنسو بھری آواز سن کر نیند ٹوٹی تھی مگر ذہن پر نیند کا گہرا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ وہ چند ثانیے خالی، خالی آنکھوں سے فری کی طرف دیکھتی رہیں۔
''پھپھو، ماما اکیلے میں بہت رو رہی ہوں گی۔ گھر میں سب male نوکر ہیں۔ جب تک ماما خود نہ بلائیں کوئی ماما کے بیڈ روم میں نہیں آتا۔ کیا یہ ڈاکٹر پاگل ہیں۔ ذرا، ذرا سی بات پر ایڈمٹ کر لیتے ہیں۔ کیا ہوا ہے مجھ کو، زندہ تو ہوں میں۔''
آخری الفاظ پر شمسہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ نیند بے فیض بادل کی طرح فضاؤں میں گم ہو گئی۔ انہوں نے

فری کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

"بیٹا، ابھی آپ کی طبیعت سنبھلی ہے، بہت ہائی ڈوز دیے ہیں۔ آپ بار، بار بے ہوش ہو رہی تھیں ایسے میں کوئی خدانخواستہ بڑا بگاڑ پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ بھابی عدت میں ہیں ورنہ وہ تمہارے پاس ہوتیں۔ انتہائی مجبوری میں عورت عدت کے دوران باہر نکل سکتی ہے لیکن ہم ہیں ناں تو وہ کیوں بے آرام ہوں، انہیں بھی تو آرام کی ضرورت تھی۔" شمسہ نے سمجھایا۔

"پھپھو...... بس چلیں یہاں سے، میری ماما بالکل اکیلی ہیں۔"

"واصف ان کے پاس ہے۔ میری اس سے دو مرتبہ بات ہوئی ہے۔ بھابی خیریت سے ہیں، اُن کی طرف سے پریشان نہ ہو۔ میں ڈاکٹر سے بات کرتی ہوں کہ ہم گھر جانا چاہتے ہیں، پیشنٹ اب کافی بہتر ہے۔" یہ کہہ کر شمسہ جھک کر پاؤں میں سلیپر پہنانے لگیں۔

"واصف اُن کے پاس ہے؟" فری ایک ٹک ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس نے واصف کا نام سن کر تنک کر کوئی ردِعمل نہیں دیا تھا۔ شاید پھپھو کی خدمات کا لحاظ کیا تھا جو وہ رات سے انجام دے رہی تھیں۔

"دیکھو بیٹا، حادثہ ناگہانی اور بہت بڑا ہے مگر زندہ اور پیچھے رہنے والے صبر کرنے کے علاوہ کیا کر سکتے ہیں...... بیٹا، گھر جا کر بھابی سے لپٹ کر رونا مت۔ وہ بہت صبر و برداشت والی ہیں مگر کسی کا خاص طور پر ماں کا صبر نہیں آزمانا چاہیے۔" شمسہ نے کھڑے ہو کر بہت شفقت سے فری کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"میں کچھ بھی نہیں بولوں گی ماما کو۔" فری نے شمسہ کے کندھے پر سر ٹکا دیا اور خاموش آنسو بہانے لگی۔

"بیٹا، بھابی کا خیال کرنا۔ وہ تو ماں ہیں، تمہیں سنبھال لیں گی مگر تمہیں بھی خود کو سنبھالنا ہوگا۔" شمسہ نے فری کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر پیشانی پر بوسہ دیا۔

"کوشش کروں گی پھپھو...... پر اس نہیں کر سکتی۔ میں بھی تو انیس سال کی ہوں...... اتنی بڑی، بڑی age والے اپنے فادر کے ساتھ رہتے ہیں، میرے پاپا تو ابھی سے اللہ میاں کے پاس چلے گئے۔" فری کی آنکھوں سے پھر آنسو گرنے لگے۔

"اللہ کی مصلحت اللہ ہی جانتا ہے بیٹا، کچھ بچے تو ایسے بھی دنیا میں آتے ہیں کہ ان کا باپ ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی دنیا سے جا چکا ہوتا ہے۔" شمسہ نے دکھ سے آنچ دیتی گہری سانس بھری۔

"میں وہ بدنصیب ہوں جس نے اپنی مرضی سے زندہ باپ کو چھوڑ دیا تھا۔"

"وہ بھی صحیح ہوتا ہے پھپھو...... ان بچوں کو تو پتا ہی نہیں ہوتا کہ باپ کیا ہوتا ہے...... لیکن، لیکن میرے پاپا جیسے فادر اچانک چھوڑ کر چلے جائیں تو یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔ پھپھو، میں تو اب ہر مرد کے چہرے میں اپنے پاپا کو ڈھونڈتی رہوں گی...... وہ تو ایک دم سے چھوڑ کر چلے گئے ہیں ناں۔" فری ہتھیلیوں سے آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

شمسہ کا دل جیسے ایک نادیدہ ہاتھ نے مٹھی میں لے کر دبوچ لیا تھا۔

غم کی انتہا ہو تو تسلی کے سارے الفاظ معنی کھو دیتے ہیں۔ شمسہ کے پاس مناسب الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ چپ چاپ گھر واپس جانے کی تیاریوں میں معروف ہو گئیں۔ فری بیڈ کے کنارے ٹک کر انہیں چیزیں سمیٹتے دیکھ رہی تھی۔

غم کی کیفیت میں ایک مقام وہ ہوتا ہے جہاں نہ ماضی کے تجربات کا عکس ہوتا ہے، نہ مستقبل کی پُراسراریت...... لمحۂ موجود اپنی پوری طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے...... جیسے کبھی درست نہ ہونے والے پرانے گھڑیال کی زنگ آلود سوئیاں جو دورِ آزمائی کے بغیر اپنی جگہ نہیں بدل سکتیں۔

☆☆☆

''میم، یہ میں نے ڈرافٹ بنایا ہے، آپ چیک کرلیں۔'' ماریہ نے ناشتے کے بعد ایک وہائٹ پیپر عرشلہ کے سامنے رکھ دیا۔

''ڈرافٹ......؟'' عرشلہ پیپر ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگیں۔

ماریہ نے "wanted" کے ضمن میں ایک اشتہار کا ڈرافت تیار کیا تھا۔ ''ایک ٹریڈنگ کمپنی کو اپنے اکاؤنٹس ڈیپارٹمنٹ کے لیے منیجر کی ضرورت ہے، جس کی کم سے کم قابلیت MBA ہو یا کسی کمپنی میں دو سال اکاؤنٹس مینجمنٹ کا تجربہ ہو......key پوسٹ سے ریٹائرڈ جن کے پاس CA کی ڈگری ہو وہ بھی رابطہ کرسکتے ہیں۔ اپنی CV کے ساتھ اپنی سیلری ڈیمانڈ ضرور لکھیں۔''

عرشلہ نے اشتہار جو بہترین انگریزی الفاظ کا چناؤ تھا، پڑھ کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''add تو proper ہے مگر ریٹائرڈ بندے کی age تو اچھی خاصی ہوتی ہے۔ پتا چلا آج اپائنٹمنٹ ہوئی اور کل آخری سلام کرکے چل دیے...... پھر نئے سرے سے ہیڈک۔'' عرشلہ کی بات سن کر ماریہ بے ساختہ مسکرا دی۔

''تھینک گاڈ میم، اس وقت آپ بالکل فٹ ہیں اور اپنی ڈیوٹی کو سیریسلی لے رہی ہیں...... لیکن یہ فارمولا تو نہیں ہے۔ بہت سارے aged لوگ پرائیویٹ کمپنیز میں جاب کررہے ہوتے ہیں۔''

''انٹرویو کون کرے گا؟'' عرشلہ کا اعتماد ڈانواں ڈول ہونے لگا۔

''اگر میں نے انٹرویو کیے تو اگلے دس سال تک کوئی اپائنٹمنٹ نہیں ہوسکے گی۔'' عرشلہ نے آخری الفاظ خودکلامی کے انداز میں ادا کیے تھے۔

''اسی لیے میں نے آپ کو ایڈوائس کی ہے کہ ثمینہ میم کے ساتھ اب بہت زیادہ ہیلتھ ایشوز ہیں...... آخر کار یہ سب آپ ہی کو دیکھنا ہے تو آج سے شروع کردیں۔'' ماریہ نے ادب واپنائیت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی۔

''اگر آپ میڈم ٹوٹو سے یہ سب شیئر کرنا چاہیں تو کرلیں۔ وہ بہت loyal پرسنالٹی ہیں، کبھی کسی کو غلط ایڈوائس نہیں کریں گی۔'' ماریہ نے عرشلہ کا اعتماد پروان چڑھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔

''وہ تو سیمینار اٹینڈ کرنے بنگلا دیش گئی ہوئی ہے، وہاں سے وہ مورا کو جائے گی، اس کے ہزبینڈ نے کوئی موٹل خریدا ہے۔ کہہ رہی تھی وہ وہاں بھی اپنی NGO کا آفس سیٹ اپ کرے گی۔ ویسے بھی وہ مجھ سے خوش نہیں ہے۔ عامر US چلے گئے ہیں، وہ چھ مہینے سے پہلے پاکستان نہیں آسکتے، ان کی روز کال آتی ہے مگر میں pick نہیں کرتی۔ جب میں پیچھے ہٹ چکی ہوں تو کیوں ان کا ٹائم ضائع کروں؟'' عرشلہ کے چہرے پر اداسی پھیلنے لگی۔

''یہ تو میں آپ کو کبھی نہیں کرنے دوں گی میم...... اور نہ ٹوٹو میم سرینڈر کریں گی۔ شادی تو آپ کی سر عامر سے ہی ہوگی۔'' ماریہ کا لہجہ اتنا پُراعتماد و فیصلہ کن تھا جو کسی ماتحت یا ملازم کا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

عرشلہ نے بری طرح چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا کیونکہ اپنی دانست میں تو وہ عامر کو آزاد کرچکی تھیں۔

''کیا مطلب...؟ زین کا حال نہیں دیکھا تم نے...... اب میں مزید کوئی ٹریجڈی افورڈ نہیں کرسکتی۔'' عرشلہ نے الجھتے ہوئے اپنی انگلیاں چٹخانا شروع کردیں۔

''یہ آپ مجھ پر چھوڑیں۔ میں زین کو کونس کرسکتی ہوں۔ کچھ دنوں میں وہ خود آپ سے آکر کہے گا کہ مام، آپ شادی کرلیں۔'' ماریہ کے انداز میں اتنا اعتماد تھا کہ عرشلہ ہکا بکا سی ہو کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

''بہت لائٹ لے رہی ہو ماریہ...... تم زین کو سمجھ نہیں سکتیں۔ وہ......''

''آپ رہنے دیں۔ میں نے بہت deep watch کیا ہے میم...... بہت اچھے سے سمجھ چکی ہوں۔'' ماریہ کا لہجہ مؤدبانہ مگر بلا کا معنی خیز و پُراسرار تھا۔

''اچھا......ا......ا......یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔'' گہری سوچ نے لفظ ''اچھا'' کو خاصا طویل کر دیا تھا۔
ماریہ کی مسکراہٹ مونالیزا کی طرح پُراسرار تھی۔ ہونٹوں پر معدوم سی آنکھوں میں بالکل واضح۔

☆☆☆

واصف، شمسہ سے بات کرنے کے بعد سارہ سے اجازت لے کر فوری گھر سے نکل گیا تھا۔ وہ غم سے نڈھال فری کو اپنی طرف سے کوئی ذہنی اذیت نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔

اور آج کی تاریخ میں جو اس کے ساتھ ہونے والا تھا، اس کے بعد تو فری کا چہرہ دیکھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔

وہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ماموں کی طرح اب انھر بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر چکا ہے مگر یقین کی کیفیت بار، بار منتشر ہو رہی تھی جیسے ساحل کی گیلی ریت مٹھی سے پھسل جاتی ہے......خواہ مٹھی کتنی زور سے ہی بند کی جائے۔

گیسٹ روم کے پُرسکون و ٹھنڈے ماحول میں وہ ساری رات سلگا تھا۔ اسے تو محرومیوں نے توڑنے کے بجائے مضبوط بنا دیا تھا مگر خوابوں کو اوڑھ پہن کر جینے والے زندہ حقیقتوں کو برداشت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے اور وہ اس وقت سب سے زیادہ مشکل میں آجاتے ہیں جب سامنے وہ لوگ ہوں جن کو ذلیل کرنے، نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا ہو۔

محبت اگر واقعی محبت ہو تو اس کا جوہر قربانی ہوتا ہے۔ سہ جانے کا لطف کل سرمایۂ حیات ہوتا ہے۔

کسی کم ظرف کی طرح اسے فری کے اوندھے منہ گرنے کی خوشی نہیں تھی بلکہ وہ ہراساں تھا کہ وہ اب جیے گی کیسے......کھل کر ہنسے گی کیسے......ہواؤں میں مست اڑان بھرے گی کیسے......؟ کس منتر سے بدنصیبی کا آسیب جان چھوڑے گا۔ اس کے پاس سب کچھ ہے، وہ ایک نسوانیت کا شاہکار دوشیزہ ہے۔ اس پر ایک نظر ڈالنے والا اس کا طلب گار بن سکتا ہے......مگر وہ اپنے مطلوب کو کہاں پائے گی؟

اسے تو وحشت ہو رہی تھی کہ بچی روحانی مسرت سے محرومی فری کو کہاں لے جا کر کھڑا کرے گی۔ سامنے صحرا جیسی بے کنار زندگی ہے۔ اتنا طویل سفر کیسے طے ہوگا۔

وہ اپنے تئیں اتنا غیرت مند تھا کہ اسے بخشش میں کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔ حتیٰ کہ محبت بھی نہیں۔

زندہ اور منوا لینے والی حقیقت تو یہ ہے کہ اسے اب فری کے سامنے ہی نہیں آنا چاہیے۔ محبت ہلکا کرنے کا نام ہے، بوجھ ڈالنے کا نام نہیں۔

اس نے گہری سانس لی۔ سوچ کو بہر حال ایک کنارہ مل گیا تھا۔

گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے داؤد علوی سے رابطہ کیا اور ٹوٹ پڑنے والی آفتوں کا مختصر تذکرہ کیا اور آج کے لیے بچوں کو لیٹ پڑھانے کی اجازت چاہی۔ احساسِ ذمے داری کا تقاضا تھا کہ جو اسے ایڈوانس فیس دے کر مالی سہولت دے رہے تھے ان کو ذہنی خلفشار میں نہ الجھایا جائے۔

داؤد علوی نے اپنے مزاج کے مطابق ردِعمل دیا، ساتھ یہ بھی کہا کہ وہ آج چھٹی کرنا چاہے تو ان کی طرف سے اجازت ہے۔

واصف کو اس نئے سجے سجائے گھر میں بہت وحشت ہو رہی تھی۔ وہ ٹھنڈے پانی کا شاور لینے کی نیت سے واش روم میں داخل ہوا۔ اس نے دل و جان سے یہ واش روم سجایا تھا۔ ایک کونے میں سائے میں پلنے والے پودے کا گملا رکھا تھا، واش بیسن کے ساتھ بہت خوب صورت شیشے کی بوتل میں منی پلانٹ کی بیل سجائی تھی جو بڑی سی کھڑکی کے فریم تک پھیل سکتی تھی۔ چھوٹے سے شیلف کے ٹاپ پر سبز رنگ کا سرخ چونچ والا مصنوعی طوطا رکھا تھا۔ اسی کے برابر چھوٹی سی ڈیجیٹل کلاک سجائی تھی۔ اس سے نیچے شیلف میں ننھے، ننھے سے مصنوعی پھولوں والے گملے

digestlibrary.com

رکھے تھے۔ واش بیسن کے کاؤنٹر پر شیشے کے جار میں واش روم میں استعمال ہونے والی ضروری اشیار کھی تھیں۔
جب وہ تھکا ہارا اس واش روم میں داخل ہوتا تھا تو آدھی تھکن تو اس خوب صورت واش روم میں داخل ہوتے ہی اتر جاتی تھی۔ اچھا خاصا بڑا "L" شیپ کا واش روم تھا۔ شاور کیبن کی وجہ سے خشک ہی رہتا تھا۔
اس نے ایگزاسٹ فین آن کر دیا تھا مگر دروازہ ابھی تک بند نہیں کیا تھا۔ خالی، خالی نظروں سے بس نظر دوڑا رہا تھا۔
''تھینک یو ماموں...... ''ہم جیسوں'' کو بھی آپ نے اتنی اچھی جگہ دی۔'' اس نے دروازے کی چوکھٹ سے پیشانی ٹکا دی۔ وہ بچوں کی طرح رو رہا تھا۔
''مرد روتے ہوئے اچھے نہیں لگتے لیکن جس کا دنیا میں صرف ایک ہی ماموں ہو اور وہ بھی شہر خموشاں میں جا بسے تو کیا وہ روئے بھی نہیں؟ یقین کریں ماموں...... میں آپ کے پاؤں محبت سے دباتا تھا...... احسان تو مانتا تھا ناں...... تھپڑ بھی کھالیا...... سہہ لیا...... احسان کا بوجھ بہت تھا، مگر آپ نے ماں کا حق ادا کیا...... آپ ہمارا حق نہ دیتے تو ہم آپ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ مجھے کیا پتا تھا کہ ایک دن میں آپ کو یاد کر کے روؤں گا...... اتنی جلدی چلے جائیں گے۔'' غم سے بوجھل دل چھالے کی طرح پھٹ گیا تھا، مائع بن کر آنکھوں کے راستے بہہ رہا تھا۔
چہار سو پھیلی ہوئی تنہائی کسی اجڑی ہوئی دوشیزہ کی طرح بین کر رہی تھی۔

☆☆☆

کتنے دن دبے پاؤں گزر گئے۔ سارہ خود کو سمجھاتی رہتی تھیں۔ ابھی تک انہوں نے فری کو دلخراش آگاہی نہیں دی تھی۔ سالار صاحب کے رخصت ہونے کے بعد فری کے گھر میں واپس آنے سے پہلے انہوں نے نعیم قریشی کو فون کر کے سالار صاحب کی وفات کا بتا دیا تھا کیونکہ نعیم قریشی غم سے اتنے نڈھال تھے کہ شاید فون کر کے جواں سال بیٹے کی وفات کی خبر سنانے کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے۔ ایک وائس میسج جو بمشکل دس سیکنڈ کا تھا، انہوں نے سالار صاحب کے نمبر پر send کیا تھا۔
اس کے فوراً بعد انہوں نے نعیم قریشی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ان کا نمبر بند تھا پھر اظفر کے بڑے بھائی کی تہجد کے ٹائم کال آئی تھی۔ سارہ جاگ ہی رہی تھیں۔ کال سالار صاحب کے نمبر پر ہی آئی تھی۔ اس نے بتایا۔
''پاپا خیریت سے ہیں مگر کسی سے بات نہیں کر رہے۔ نہ روتے ہیں، نہ بولتے ہیں۔ انہوں نے بس مجھے فون کرنے کا بولا کہ آپ لوگوں کی خیریت پتا کروں۔ پاپا کی طبیعت ذرا سنبھلے گی تو وہ آپ سے کانٹیکٹ کریں گے۔''
اپنی طرف سے افسوسناک خبر سنانے کا قدرت نے اچھا راستہ دیا تھا ورنہ سارہ تو یہ سوچ کر پریشان ہو رہی تھیں کہ غم سے نڈھال انسان کو اپنی طرف سے ایک ہلا دینے والی افسوس ناک خبر کیسے سنائیں...... سو انہوں نے اسے سالار صاحب کے دنیا سے رخصت ہونے کی خبر دے دی تھی جس کو سن کر وہ اتنا خوفزدہ اور ہراساں ہوا تھا کہ چند سیکنڈ بات ہی نہیں کر سکا تھا...... پھر اس نے سارہ سے معذرت کرتے ہوئے اتنا کہا تھا کہ ''سوری آنٹی، پاپا کی حالت ابھی ایسی نہیں ہے کہ میں انہیں یہ ''شاکنگ نیوز'' سناؤں۔ ان کی طبیعت ذرا سنبھلے گی تو میں اپنے طور پر انہیں ہینڈل کرنے کی کوشش کروں گا......'' ایک طرح سے اس نے سارہ کی منت کرتے ہوئے درخواست کی تھی کہ وہ اب نعیم قریشی کو کسی صورت سالار صاحب کی وفات کا نہیں بتائیں گی، جب وہ ان کو بتا دے گا تو نعیم قریشی خود سارہ کو فون کریں گے۔
یہاں تک تو صورت حال قابو میں تھی مگر اگلے مراحل بہت نازک تھے۔ فری نے گھر آ کر جب اپنا فون چیک کیا تو بہت دکھ اور حیرت سے ماں سے کہا۔
''ماما...... لوگ اس طرح بھی کرتے ہیں...... اظفر نے ابھی تک کوئی میسج تک نہیں کیا۔''

تب احتیاط کے ضمن میں کہ فری بار، بار انفر کا نمبر ٹرائی نہ کرے اسے یہ کہہ کر وقتی طور پر سنبھال لیا تھا کہ "انفر ہاسپٹلائزڈ ہے۔ اپینڈکس کا آپریشن ہوا ہے، وہ سیل فون use نہیں کر رہا، اسپتال سے ڈسچارج ہو کر تمہیں خود فون کرے گا۔ نعیم بھائی سے میری بہت detail میں بات ہوئی ہے۔"

فری یہ سن کر فکر مند تو ہوئی تھی مگر پرسکون بھی ہوگئی تھی۔

سارہ نے احتیاط کے ضمن میں اسے تاکید کردی تھی کہ وہ نعیم قریشی کو خود سے فون نہ کرے۔ وہ انفر کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے بے وقت سوتے ہیں اور جب انہوں نے کہہ دیا ہے کہ وہ خود فون کریں گے تو اچھا نہیں لگتا کہ ہم انہیں فون کریں۔ وجہ میں وزن تھا، دل پہلے ہی بوجھل تھا، خاموشی میں زندگی آسان لگتی تھی۔ الفاظ کا وزن اٹھانا ایک کار مشقت لگتا تھا۔

وہ چپ چاپ سر منہ لپیٹ کر بستر کی ہو رہی تھی۔

مگر بیچاری سارہ کے لیے تو پل، پل بھاری تھا۔ "آخر ایک روز تو بتانا ہی ہے پھر کیا ہوگا......" آگے کا تصور کر کے روح لرز جاتی تھی۔

شمسہ نے اسکول سے چھٹیاں لی ہوئی تھیں۔ وہ سائے کی طرح ماں بیٹی کے ساتھ تھیں۔

واصف روز آتا تھا، پانچ دس منٹ ماں اور مامی سے احوال لے کر واپس چلا جاتا تھا۔

"ماما، میں نے نعیم انکل کو انفر کے لیے "get well soon" کا میسج send کیا تھا، ابھی تک "seen" ہی نہیں ہوا۔"

سارہ قرآن پڑھ کر جزدان میں لپیٹ رہی تھیں کہ فری بال بکھرائے خشک ہونٹوں کے ساتھ ان کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

سارہ کے ہاتھ میں قرآن تھا جس کی وجہ سے الفاظ کا انتخاب بہت احتیاط سے کرنا تھا۔

"بیٹا، آپ سے کہا ہے ناں نعیم بھائی خود فون کریں گے۔" یہ کہہ کر سارہ تیزی سے آگے بڑھیں اور دیوار گیر لکڑی کی الماری کا اوپری کیبنٹ کھول کر قرآن رکھ دیا۔

"ماما، اپینڈکس کا آپریشن کوئی اتنا بڑا میجر آپریشن تو نہیں ہوتا کہ انسان کسی سے بات بھی نہ کر سکے۔ اس دن جب انفر جا رہے تھے تو ان کے پیٹ میں تکلیف تو تھی، لگ رہا تھا pain ہے...... مگر ماما، پاپا تو واپس نہیں آئیں گے، اب انفر کو میرا خیال رکھنا چاہیے...... حالانکہ پاپا کے جانے کے بعد مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھے اب کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں...... نہ فیلو فرینڈز کی...... نہ زین کی...... نہ شاپنگ کی...... نہ آئی فون کی...... مگر انفر تو مجھ سے love کرتے ہیں، انہوں نے خود اپنی مرضی، اپنی خوشی سے مجھے چوز کیا ہے، وہ میرے لائف پارٹنر ہیں...... ان حالات میں وہ مجھ سے بات کریں گے تو شاید میرے اندر انرجی جنریٹ ہونا شروع ہو جائے گی۔" فری کی آواز آنسوؤں سے تر تھی۔ اس کے منہ سے نکلے الفاظ کسی چڑیل کی طرح سارہ کا کلیجا چبا رہے تھے مگر سارہ کو قیامت کا صبر کرنا تھا۔

فری کا سر سارہ کے شانے پر تھا۔ سارہ نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، اس کے سر پر بوسہ دیا۔

"ماما ہیں ناں فری کے ساتھ...... اور جان نچھاور کرنے والے پھوپھی۔ آپ اکیلی تو نہیں ہو...... کریں گے وہ لوگ تمہیں فون...... بیٹا، ہم پر ایک قیامت ٹوٹی ہے مگر صبر تو کرنا ہے ناں...... جیسا کہ دوسرے انسان کرتے ہیں جو ہم جیسے ہی ہوتے ہیں۔" سارہ درد کے طوفان چھپائے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"ماما، مجھ سے اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اگر میں CA کرتی تو پاپا خوش ہوتے۔ اب میرے CA کرنے کا کیا فائدہ؟ پاپا تو ہے نہیں خوش ہونے کے لیے۔" فری سارہ کے سینے سے لگی خاموش آنسو بہا رہی تھی۔

دکھ کا ایک مرحلہ یہ بھی ہے جب انسان گونگا ہو جاتا ہے اور خاموشی کا یہ دورانیہ ہی اسے سنبھلنے کی مہلت دیتا ہے۔

شمسہ کچن سے باہر آکر راہ ہی میں رک گئی تھیں۔ خانساماں کو انہوں نے رخصت پر بھیج دیا تھا کہ سارہ کی عدت کا دورانیہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ سرور بھی اندر آنے کے لیے اجازت کا پابند تھا۔
شمسہ نے عدت مکمل ہونے تک سارہ کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ دوسری وجہ فری کے آنے والے معاملات تھے جو شاید سارہ اکیلے نہیں سنبھال سکتی تھیں۔ سارہ کی بہن مریم جاب کرتی تھیں، بچے بھی اتنے بڑے نہیں تھے کہ اپنے لیے کچھ کرسکیں۔ ان کے لیے سارہ کو وقت دینا آسان نہیں تھا لہٰذا شمسہ کو یہ ذمے داریاں ہر صورت نبھانا تھیں۔ فری کی حالت دیکھ کر وہ دبے پاؤں چلتی ہوئی گیسٹ روم کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

☆☆☆

ذہن کیونکہ کسی ذمے داری کی طرف سنجیدگی سے متوجہ نہیں تھا اس لیے اس نے time passing کے لیے اپنی CV ای میل کردی تھی اور ردِعمل چیک کرنے کے لیے متوقع تنخواہ دو لاکھ ٹائپ کردی تھی۔
اس وقت انتہائی حیرت کا مقام تھا۔ وہ اپنے سیل فون کی طرف گھور رہا تھا۔ انٹرویو کال آگئی تھی اور انٹرویو بھی کسی آفس سیٹ اپ میں نہیں، کلفٹن کی کسی کوٹھی میں ہونا تھا جس کا ایڈریس بھی دیا ہوا تھا۔ کسی میڈم عرشلہ نے اس کا انٹرویو کرنا تھا۔
”اس نے دو لاکھ تنخواہ کی توقع ظاہر کی ہے کہیں میڈم نے بیس ہزار تو نہیں سمجھ لیا جو کھٹ سے reply آ گیا۔ سیدھا، سیدھا مطلب کہ اگر وہ انٹرویو میں کامیاب ہو جاتا ہے تو دو لاکھ سیلری دی جائے، زیادہ سے زیادہ دس، بیس ہزار کم کرنے کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔“
اس جاب کی سب سے بڑی کشش یہ تھی کہ "in door" کام تھا۔ نہ تیار ہونے کی زحمت، نہ وقت کی پابندی، بس روزانہ کی بنیاد پر ”اونر“ کو شیئرز کے اتار چڑھاؤ اور آف شور کمپنیز کی تازہ ترین خبروں سے ”آگاہ“ کرنا تھا۔ لندن میں موجود لیگل ایڈوائزر سے رابطے میں رہنا تھا اور روزانہ کی بنیاد پر رپورٹ جنریٹ کرنا تھی۔ سیدھا، سیدھا مقصد یہ تھا کہ مالکان کے پاس تو اتر سے آنے والی ای میلو پڑھنے کا ٹائم نہیں تھا جو عام طور پر تو معمول کی کارروائی ہوتی ہے مگر غیر معمولی حالات میں کوئی نقصان دہ خبر بھی آجاتی ہے اور سرمایہ دار بے خبری میں کئی سال پیچھے جاسکتا ہے، اس لیے روزانہ کی بنیاد پر ایک بندہ ”ہائی الرٹ“ درکار ہوتا ہے جو پہلے ثمینہ کے شوہر کے مقرر کردہ ایک سینئر معاشی تجربہ کار یونس خان سنبھالتے چلے آرہے تھے۔
یہ کام تو وہ ہر وقت انجام دے سکتا تھا۔ اسمارٹ فون کے ساتھ کسی ”ڈھابے“ پر بیٹھ کر کال کرسکتا تھا۔ ٹیوشنز کے ساتھ یہ جاب اسے ساڑھے تین لاکھ ماہانہ کی ”نیٹ ورتھ“ تک پہنچا سکتی تھی۔ کچھ عرصے بعد وہ اپنی ذاتی کار کا مالک بن سکتا تھا۔
اس کے حساب سے تو یہ ”حلوا جاب“ تھی جس کو حاصل کرنے کے لیے وہ اپنی توانائی کا آخری قطرہ بھی خرچ کرنے کے لیے تیار تھا۔
اسے بیٹھے، بیٹھے ادراک ہوا کہ اگر یہ جاب اسے مل گئی تو اس کا مطلب ہے مرحوم ماموں کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کے احسانات کا سلسلہ جاری ہے۔ یعنی اگر ماموں کے گھر اخبار نہ آتے تو شاید اس کے فرشتوں کو بھی اس "add" کی خبر نہ ہوتی۔
وہ تو رات گئے جب لاؤنج میں ادھر اُدھر پڑے اخبار سمیٹ کر رکھ رہا تھا تو یونہی معلومات کی غرض سے ایک اخبار میں اشتہار دیکھنے لگا۔ کبھی، کبھی وہ نیٹ پر چیک کرلیا کرتا تھا مگر باقاعدہ نہیں۔ اس نے رابطہ نمبر ملایا تو کسی ماریہ نام کی دوشیزہ نے کال ریسیو کی اور اسے رات آٹھ بجے ملاقات کا ٹائم دیا۔
یہ بھی بڑی انوکھی نرالی بات تھی...... رات آٹھ بجے انٹرویو...... اسے گمان ہوا کہ شاید ماریہ خود صبح شام میں

"کنفیوزڈ" ہے اس لیے اس نے کنفرم کیا کہ "صبح کے آٹھ یا رات کے آٹھ؟"
جواب ملا۔ "میں نے "PM" کہا ہے۔" اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔
واصف کو یاد آیا کہ اسے گھر پر بلایا جا رہا ہے، کسی آفس میں نہیں۔

☆☆☆

"ماریہ، میرا خیال ہے ممی سے اس ٹاپک پر ڈسکس کر لینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم انٹرویوز کر رہے ہوں اور کسی وقت ممی اچانک ڈرائنگ روم میں enter ہو جائیں۔" ماریہ کی محنت سے جو اعتماد پیدا ہوا تھا وہ پھر کمزور پڑنے لگا تھا۔
"میم، ثمینہ میم کے لیے یہ بہت سیریس میٹر ہے۔ خدانخواستہ یہ ان کی برداشت سے بہت زیادہ ہو سکتا ہے...... اگر وہ پھر "بیڈ" پر آ گئیں...... کانشس نہ رہیں تب بھی تو آپ ہی کو سنبھالنا ہے ناں!" ماریہ بہت خلوص سے عرشلہ کو صائب مشورے دے رہی تھی۔
"اُف، اگر میں اس دن عامر سے شادی کر لیتی تو یہ سارے ہیڈک...وہ خود دیکھتے، مجھے تو یہ بہت مشکل لگ رہا ہے۔" عرشلہ نے اپنی مخروطی نازک انگلیوں سے اپنی پیشانی کو دبانا شروع کر دیا۔
"وہ دن زیادہ دور نہیں، ان شاء اللہ آپ کی شادی عامر صاحب سے ضرور ہوگی۔" ماریہ نے بڑے جذب کی کیفیت میں کہا۔
"بہت مشکل ہے۔ میں نے ان کو ٹوٹلی مایوس کر دیا ہے۔" عرشلہ کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔
"ٹوٹو میم اور عامر صاحب ہار ماننے والے نہیں۔ ثمینہ میم روز ٹوٹو میم کو فون کرتی ہیں، روز عامر صاحب کی بات کرتی ہیں۔"
"اچھا......ا......!" عرشلہ کے منہ سے اچھا نکلا جو خاصا طویل تھا۔ "تم نے پہلے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی۔ میں تو سمجھ رہی تھی بس اب سب کچھ وائنڈ اپ ہو گیا ہے۔" عرشلہ نے حیرت و سادگی کی ملی جلی کیفیت میں کہا۔
"آپ کے سمجھنے سے کیا ہوتا ہے میم، آپ سے پیار کرنے والے لوگ آپ کو ایسے ہی نہیں چھوڑ دیں گے۔" ماریہ نے ہیئر برش اٹھا کر عرشلہ کے بال سنوارنا شروع کر دیے۔
"cute" عرشلہ کو بھی ماریہ کی اپنائیت پر پیار آ گیا۔ "وہ تم کہہ رہی تھیں کہ تم زین کو کنونس......"
"سوری میم، ابھی آپ اس ٹاپک کو رہنے دیں۔ ہم کرنٹ افیئر کو فوکس کر رہے ہیں۔ آج رات 8 بجے واصف گلزار انٹرویو کے لیے آ رہے ہیں۔ آپ نے دیکھا ان کی CV بہت اسٹرونگ، اسکولنگ بہت اچھی اکیڈمی میں ہوئی ہے، ٹاپ گریڈز ہیں، ڈیجیٹل مارکیٹنگ میں بھی کورسز کیے ہوئے ہیں۔ ایم بی اے کے فائنل پیپرز دے چکے ہیں۔ ینگ اور اسمارٹ "look" ہے۔ آپ اس بندے کا کانفیڈنس لیول چیک کریں۔ کبھی کہیں جاب نہیں کی اور سیدھے سیدھے دو لاکھ سیلری ڈیمانڈ کر رہا ہے۔" ماریہ نے عرشلہ کے بال سلجھا کر سمیٹے اور کیچر میں قید کر دیے۔
"I am proud of you Maria!" عرشلہ بہت قدر دانی سے ماریہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ "تم بہت intellegent ہو، اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنا پرفیکٹ گیس کر لیتی ہو۔" عرشلہ نے سراہا مگر فوراً سنجیدہ نظر آنے لگیں۔
"مجھ میں تو کچھ بھی اچھا کرنے کی صلاحیت نہیں، کوئی فیصلہ ہی نہیں کر پاتی۔"
"ایسا نہ کہیں میم، آپ میں فیصلہ کرنے کی زبردست پاور ہے۔ آپ ماریہ احمد کو اپنے گھر لائی ہیں ناں، آپ نے خود سے فوری فیصلہ کیا تھا اور اس گھر میں مجھے سیٹل کرنے میں آپ نے ذرا سی بھی دیر نہیں کی تھی۔" ماریہ نے فوراً بات کاٹ کر کہا۔
"ہاں تو پھر کیا کرتی؟ ممی تو کانشس ہی نہیں تھیں، بہت کریٹیکل سچویشن تھی۔" عرشلہ نے تعریف پر خوش ہونے کے بجائے بڑی سادگی سے کہا۔

”یہیں سے تو پتا چلا کہ آپ فیصلہ کرسکتی ہیں۔“ ماریہ نے جاتے، جاتے پلٹ کر جواب دیا۔
”ایک منٹ ماریہ، یہ تو بتاؤ شام کو میں کیا پہنوں...... ساڑی یا کوئی لانگ فراک؟ شرٹ ٹراؤزر تو میں نہیں پہنوں گی۔“

عرشلہ کی تربیت تو یہ تھی کہ اسے تیار ہو کر کھانے کی میز پر آنا ہے اور اب تو وہ بطور ”مالکن“ امیدوار کا انٹرویو کرنے جارہی تھی۔ لامحالہ اس کا سب سے بڑا مسئلہ ہی لباس کا انتخاب ہوتا تھا۔

”میم، آپ شفون کی جیٹ بلیک سمپل ساڑی پہنیں۔ اسی میں آپ پہلی بار دیکھنے ملنے والے کا کام تمام کرسکتی ہیں۔“ یہ کہہ کر ماریہ ہلکی سی آواز میں ہنستی ہوئی عرشلہ کے کمرے سے نکل گئی۔

”silly...... وہ جاب کے لیے انٹرویو دینے آرہا ہے، مجھ سے شادی کرنے کے لیے نہیں۔“
”کبھی، کبھی ماریہ fun کرتی ہے تو بہت اچھا change لگتا ہے۔“ وہ مسکرارہی تھیں۔

digestlibrary.com

☆☆☆

سارہ روزانہ کی بنیاد پر نعیم قریشی کی خیریت پتا کررہی تھیں۔ رات گئے تو یوں بھی نیند نہیں آتی تھی تو وہ نعیم قریشی کے بڑے بیٹے اظفر سے رابطہ کرکے نعیم قریشی کی طبیعت پوچھ لیتی تھیں۔ ایک وزن تھا جو وہ اپنے کاندھوں پر اٹھائے پھر رہی تھیں۔ رات جب اظفر نے بات چیت کے دوران بہت دکھ بھرے لہجے میں یہ کہا کہ ”انصر نے فری کے لیے ایک بہت نامی گرامی کمپنی کو جو صرف وہائٹ گولڈ اور ڈائمنڈ کی جیولری تیار کرتی ہے اور دنیا بھر کے رئیسوں کو ڈیلیور کرتی ہے، فری کے لیے ایک سیٹ تیار کرنے کا آرڈر دیا تھا جس کی مکمل ادائیگی بھی ہوچکی ہے، ہم وہ جیولری سیٹ جو فری کی امانت ہے پاکستان بھجوادیں گے۔“ یہ سن کر تو گویا سارہ کا کلیجا پھٹ گیا تھا۔ ہر چند انہوں نے کہا بھی۔

”جانے والا اللہ کی رضا سے چلا گیا۔ ہم تو پہلے ہی اس کی محبتوں کے مقروض ہیں۔ ہمارا اس کی کسی چیز پر کوئی حق نہیں بنتا۔ فری کون سا رخصت ہوکر اس کے پاس جاچکی تھی......“ مگر اس کے جواب میں تو اظفر نے انہیں حیران ہی کردیا تھا۔

”انصر یہاں شادی شدہ ڈکلیئرڈ ہوچکا تھا۔ پیپرز تقریباً مکمل ہوچکے تھے، ہم چونکہ یہاں بھاری ٹیکس ادا کرتے ہیں اس "good will" کی وجہ سے ہمیں ہر طرح سے speedy facilitate کیا جاتا ہے۔ انصر کی widow کو properly اس کے شیئرز ملیں گے جن کی مالیت لاکھوں ڈالرز بنتی ہے۔ اس کے لیے فری کو کچھ ٹائم کے لیے امریکا میں stay کرنا ہوگا، باقی پاپا کی طبیعت سنبھلے گی تو وہ details آپ سے شیئر کریں گے۔ ویسے تو پاپا کہہ رہے تھے جو کچھ بھی انصر کا ہے وہ سب فری کے حوالے کردیں گے۔ اس میں سے نہ پاپا کچھ لیں گے اور نہ میں۔ یہاں ہمارے لیے سب کچھ اچھا ہے۔ میں تو انصر کی رسٹ واچ تک فری کے ہینڈ اوور کردوں گا۔ پاکستانی کرنسی میں تقریباً پچاس کروڑ فری کو ملے گا۔ فری میرے بھائی کی چاہت ہے، اس کا dream (خواب) ہے۔ ہم اسے یہ سب دے کر خوش ہیں۔“

اظفر نے اس کے بعد بھی کچھ باتیں کیں مگر سارہ کو کچھ سمجھ نہیں آئی سوائے یہ کہ ان کی آدھی شادی شدہ بیٹی کا مرحوم شوہر اسے پچاس کروڑ بخش کر چلا گیا ہے۔

رات گزر گئی تھی، دن گزرتا جارہا تھا مگر ایک لمحے کے لیے بھی ان پر نیند کی کیفیت طاری نہیں ہوئی۔
”فری...... اے میرے جگر کے ٹکڑے...... تم نے کچھ بھی نہیں کیا صرف خواہشات پالنے کے...... تمہارے خوابوں سے امن برس رہا ہے بیٹا۔“
سارہ کی آنکھیں خشک تھیں مگر دل ریزہ، ریزہ اور جگر پاش، پاش تھا۔

(جاری ہے)

مکمل ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 18

اے میرے عظیم رب...... ان آنکھوں کو کیا، کیا نظارے دکھاتا ہے۔"
سرخ بجری کے کارپٹ پر ملازم کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے ہوئے واصف اس پرشکوہ عمارت پر نظر دوڑا رہا تھا۔ جس کی بیرونی دیواریں سرخ پتھروں سے ڈھکی ہوئی تھیں اور مدھم روشنیوں میں ماحول کی پُراسراریت میں اضافہ کررہی تھیں۔ در و دیواروں میں اتنی مضبوطی اور پختگی تھی کہ کھنڈروں کے مزاج ملتے ہے

digest library.com

پہلے سمجھ آ رہے تھے۔

ملازم اسے لے کر ایک پُرشکوہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ نشست کے لحاظ سے اس کے چار حصے تھے۔ ایک حصے میں چار افراد کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ دوسرے حصے میں دس افراد بیٹھ سکتے تھے جبکہ تیسرے حصے میں بائیس افراد تشریف فرما سکتے تھے۔ چوتھا حصہ کافی ٹیبل کے لیے مخصوص تھا۔ ٹیبل کے گرد منفرد وضع کی ہلکے وزن کی چار کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔

روشنی کا انتظام بہت فنکارانہ تھا، کسی روشنی کا رخ براہ راست آنکھوں کی طرف نہیں تھا اس کے باوجود ایک، ایک شے روشن اور واضح تھی۔

''بہت نمائشی قسم کے لوگ لگتے ہیں، اپنا گھر دکھانے کے لیے یہاں انٹرویو کے لیے بلایا ہے...... اتنے بڑے سرمایہ داروں کا آفس تو لازم ہوتا ہے۔'' واصف نے ماؤے کے سامنے بکھرتی خود اعتمادی کو یکجا کرنے کی کوشش کی۔ ملازم اسے تشریف رکھنے کا کہہ کر دوسرے دروازے سے باہر چلا گیا۔ واصف نے ڈرائنگ روم کی چھت سے لے کر فرش تک کا معائنہ چند سیکنڈ میں کر لیا تھا...... اس پر تو اب ملاقات کے لیے عجلت سوار تھی۔ اس عالیشان عمارت میں بسنے والے مکینوں کو دیکھنے کی خواہش تھی کہ ہماری ہی طرح کے دو ہاتھ پیروں والے انسان جب کنکریٹ کے ذریعے مادی قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں تو ان کی روح کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ وہ اس ناپائیدار زندگی کو کس انداز سے دیکھتے اور سوچتے ہیں۔

اچانک ایک مسحور کن خوشبو ڈرائنگ روم کے ماحول میں سرایت کر گئی تھی۔ ملازم جاتے ہوئے دروازہ ٹھیک سے بند کر کے نہیں گیا تھا۔ آنے والی خوشبو اتنی جاندار تھی کہ آدھا انچ کھلے دروازے سے دیوانہ وار اندر داخل ہوئی تھی۔ اس خوشبو میں ایک طرح سے کوئی جادو تھا۔ واصف اپنی جگہ دم بخود بیٹھا تھا۔ دروازہ کھلا اور آنکھوں نے ہوش رُبا نظارہ دیکھا۔ تیکھے نقوش، گلابی رنگ، سرو قد، ابھرے بدن کی حسین خاتون ایک سادہ سی کم عمر لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھیں۔ بلیک شیفون کی پلین ساڑی فل آستین بلاؤز، گلے میں ڈائمنڈ کا لاکٹ جس کی شعاعیں آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔

واصف اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ وہ ہمیشہ سے یہی سمجھتا آ رہا تھا کہ اس کا اعتماد اس کی طاقت ہے مگر عرشلہ جیسی خاتون کہ جنہوں نے ساری زندگی اچھا پہننے، اوڑھنے کے علاوہ کوئی کام ہی نہ کیا۔ اپنے حسن و جمال کی دیکھ بھال کے لیے ان کے پاس وقت ہی وقت تھا۔ انہیں کچن دیکھنا تھا نہ لانڈری...... نہ بجٹ بنانا نہ مینیو...... ایسی عورت چالیس سال کی بھی ہو تو پچیس، تیس کی نظر آتی ہے۔ اس وقت عرشلہ کی عمر ایک کم چالیس برس تھی مگر وہ معصوم چہرے کے ساتھ ایک دوشیزہ ہی محسوس ہو رہی تھیں جبکہ ان کے ساتھ آنے والی لڑکی جینز ٹراؤزر اور شرٹ کے ساتھ سر پر اسکارف بھی باندھا ہوا تھا بہت سادہ نظر آ رہی تھی حتیٰ کہ ہونٹوں پر لپ اسٹک تک کا شائبہ نہ تھا۔

''السلام علیکم میم......!'' واصف اپنے بکھرے اعتماد کے ذرات سرعت سے سمیٹنے لگا اور خود کو سمجھا رہا تھا۔ ''ہائی الرٹ یہ گولڈن چانس مس نہ ہونے پائے...... ورنہ زندگی بھر پلٹ، پلٹ کر پیچھے دیکھتے رہو گے۔'' سلام کا جواب مسکراہٹ اور گردن کے اشارے سے ''عطا'' ہوا۔

''have a seat please'' عرشلہ نے اشارے سے اسے تشریف رکھنے کے لیے کہا۔

دور کہیں کسی کلیسا میں گھنٹیاں بجی تھیں...... یا کسی قافلے نے صبح دم پڑاؤ ترک کر کے نیا سفر شروع کیا تھا۔ سواریوں کے گلے میں پڑی گھنٹیوں نے ایک دل ربا ساز چھیڑ دیا تھا۔ ''آوازِ جرس'' تو یوں بھی سماعتوں کا عظیم رومان ہے...... کچھ ایسے ہی تاثرات دیتی آواز تھی۔ آواز بلند تھی نہ دھیمی...... لہجہ نرم، پُرشوق و پُراسرار سا تھا۔

digestlibrary.com

واصف جلدی سے بیٹھ گیا اور ہاتھ میں پکڑی فائل عرشلہ کے سامنے کر دی۔

''تھوڑا اسا رکیے...... یہ بھی دیکھ لیتے ہیں۔'' عرشلہ نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔ ''آپ سوفٹ ڈرنک لینا پسند کریں گے، چائے، کافی......؟''

واصف کو دل سنبھالنے کے لیے سینے میں دل تلاش کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ وہ تو کسی دیومالائی جہان میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ تو بھلا ہو ''میم'' کے ساتھ آنے والی دوشیزہ کا جو اسے اپنے جیسی محسوس ہو رہی تھی اور اعتماد ضائع ہونے سے بچا رہی تھی۔

''اس وقت تو میرے لیے کافی بہت مناسب ہے۔'' واصف نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔

''اس وقت......!'' عرشلہ نے معصومانہ حیرت سے واصف کی طرف دیکھا۔ ''what do you mean?''

digest library.com

''دمپل...... میں آپ کو فرسٹ ٹائم فیس کر رہا ہوں...... ایک کینڈیڈیٹ، اتنی گریٹ لک کے ساتھ سامنے آنے والے باس کو دیکھ کر چند سیکنڈ کے لیے اپنا کانفیڈنس لوز کر جاتا ہے۔'' واصف نے درحقیقت خود کو سنبھال لیا تھا اور بہت اعتماد و بے فکری سے جواب دیا تھا اور جملے میں جان بوجھ کر ''والی'' کے بجائے ''والے'' کا صیغہ استعمال کیا تھا کہ مقابل بیٹھی حسین و جمیل خاتون کسی حسنِ ظن میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

"گریٹ......!" عرشلہ نے خوش ہو کر پہلے ماریہ کی طرف پھر واصف کی طرف دیکھا۔
"آپ کو تو مجھے تھینک یو بولنا چاہیے...... میں نے آپ کو admire کیا ہے میم یہ خوشامد نہیں ہے کیونکہ مجھے خوشامد کرنے کی ضرورت ہی نہیں...... یہ میری اکیڈمک ہسٹری آپ کے سامنے ہے......" واصف نے فائل کی طرف اشارہ کیا۔
"سیکنڈ یہ کہ اگر آپ مجھے ریجیکٹ بھی کر دیں گی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا یہاں آنے سے پہلے بھی تو زندگی گزر رہی تھی مگر مجھے پورا یقین ہے کہ میں وہی ہوں جو اس جاب کے لیے بہترین ہو سکتا ہے۔"
"آپ کچھ زیادہ ہی over confident نہیں ہو رہے......؟ سائیکولوجیکلی مجھے پریشرائز کرنے کی تکنیک استعمال نہیں کر رہے...... کوئی کینڈیڈیٹ کبھی اس طرح کی بات نہیں کرتا۔" عرشلہ نے سٹپٹا کر واصف کو درمیان میں ٹوک دیا۔ وہ بیچ بیچ حیران ہی رہ گئی تھیں۔
"let's see...... میم...... آپ مجھے اپائنٹ کرتی ہیں تو اس کا مطلب ہے میں نہیں، میرا کام، میرا نام ہے...... جب انسان ڈلیور کرتا ہے تو اس کا نام بھی اچھا سا ہوتا ہے...... دوسری صورت میں abused ہوتا ہے (گالیاں پڑتی ہیں)"
ماریہ نے اب چونک کر واصف کا سر سے پاؤں تک کا جائزہ لیا تھا۔ بلیک جینز اور برانڈڈ اسکائی بلیو ٹی شرٹ میں ایک مردانہ وجاہت کا بھرپور تاثر دیتا ہوا نوجوان......
"آپ کی طرح کی اکیڈمک ہسٹری اس شہر میں بہت سے لوگوں کے پاس ہو گی...... بلکہ بہت سے آپ سے زیادہ اچھا پرفارم کر چکے ہوں گے۔ پھر ہم ویٹ کرنے کے بجائے آپ ہی کو کیوں سلیکٹ کریں؟" ماریہ نے بڑی مشاقی سے ایک مشکل سوال واصف سے کیا تھا جو اس کی دانست میں مشکل سوال تھا۔
"میں اپنی maximum انرجی بہت شاندار فیوچر کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک گریٹ opportunity ہے...... میں اس کو حاصل کرنے کے لیے جلدی میں ہوں۔ آپ مجھے ایک مہینہ بغیر سیلری کے چیک کریں...... یہ وہ جاب ہے جو میری بیک لائن ہے...... مجھے اسی لائن میں ہی اپنا maximum ٹارگٹ اچیو کرنا ہے...... otherwise آپ کی مرضی...... مجھے پھر کوئی نئی opportunity مل جائے گی۔" آخری الفاظ واصف نے بہت ہلکے پھلکے انداز میں ادا کیے تھے۔ ہاتھوں کی جنبش بھی بہت دلفریب تھی۔
ماریہ چند ثانیے کے لیے یہ الفاظ سن کر دم بخود ہوئی تھی اور اپنی اس کمزوری پر غالب آنے کے لیے اس نے فوری کافی منگوانے کا راستہ چنا۔
"ایکسکیوز می...... میں کافی کا بول کر آتی ہوں۔" وہ فوراً ہی اٹھ کر باہر چلی گئی تھی...... یا اس نے واصف کو مزید جانچنے کے لیے مہلت لی تھی۔ عرشلہ معصوم بچے کی طرح ٹکر ٹکر واصف کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ یہی وہ اعتماد تھا جو وہ ہمیشہ سے خود میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ مگر وہ تو گھبرا اندھیرا دیکھ کر "ممی" کو آواز دینے کی خوگر تھیں۔
"اگر ہم آپ کو مایوس کر دیں...... ریجیکٹ کر دیں......؟" عرشلہ نے یہ سوال سنجیدگی سے نہیں کسی "گدگدی" سے مغلوب ہو کر کیا تھا۔
"کچھ بھی نہیں ہو گا...... میں پھر بھی اللہ کا شکر ادا کروں گا کہ آج کا کچھ وقت اچھے ماحول میں، اچھے لوگوں سے بات چیت میں گزرا...... اور یہ کہ مجھے مزید learning (سیکھنے) کی ضرورت ہے۔" واصف کی مسکراہٹ دبی ہوئی مگر قیامت خیز تھی۔
"ارے آپ اتنے چھوٹے ہو کر اتنے میچور کیوں ہیں؟ I am so surprized" عرشلہ

نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے گال کے نیچے رکھ کر اتنی برجستگی وسادگی سے کہا تھا کہ واصف کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔ وہ تو بھلا ہوا کہ ماریہ الٹے قدموں واپس آ چکی تھی۔

digestlibrary.com

☆☆☆

"شمسہ...... اب بس ہو رہی ہے...... میں اس سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر پا رہی۔ اس کی صورت دیکھتے ہی چیخ، چیخ کر رونے کو جی چاہتا ہے۔" یہ کہہ کر سارہ بچوں کی طرح بلک، بلک کر رونے لگیں۔

مریم جو بہن کے پہلو میں بیٹھی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر سارہ کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اس کی اپنی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔

"آپا...... مشکل بہت بڑی ہے مگر اس سے گزرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے، آپ کی ہمت نہیں ہو رہی تو میں اور شمسہ باجی فیس کر لیتے ہیں...... آپ خود سوچیں...... اسے کتنے دن بے خبر رکھا جا سکتا ہے؟"

"وہ پاپا کے بغیر سانس نہیں لیتی تھی۔ مان کرتی تھی۔ اب چپ ہے ناں؟"

دکھ کی انتہا پر گہری چپ لگ گئی ہے۔ خود کو سمجھا رہی ہے۔ سنبھال رہی ہے۔"

"مریم یہی تو اصل مشکل ہے۔ ایک عظیم صدمے کے ساتھ دوسرا غم...... اتنی چھوٹی سی تو ہے میری بیٹی......" سارہ بلکتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"آپا...... ہمت تو کرنا ہو گی جتنی جلدی وہ راہ سے گزر جائے بہتر ہے...... آگے ساری زندگی پڑی ہے۔ ایسے تو نہیں گزرے گی۔ کچھ وقت سنبھلنے میں لگے گا...... پھر ہم اس کے لیے کوئی اچھا رشتہ دیکھیں گے۔ نئی زندگی کی شروعات کریں گے۔ آپ ماں ہیں، دعائیں کریں گی تو اللہ اسے بہترین ساتھی عطا کرے گا۔"

"آمین!" شمسہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔

مریم کے الفاظ سے صرف سارہ ہی کو حوصلہ نہیں مل رہا تھا۔ شمسہ کی آنکھیں بھی اچھی امید کے احساس سے چمکنے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے مریم...... اس نے کون سا شوہر کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے...... پہلے بھی باپ کے گھر میں تھی اب بھی باپ کے گھر میں ہے۔ مریم بالکل ہوش وحواس والی بات کر رہی ہے بھابی...... ٹھیک ہے آپ اسے کچھ نہ بتائیں...... میں اور مریم اسے سنبھال لیں گے۔" شمسہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر سارہ کے قریب آ کر ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر دبایا۔ سارہ نے سر اٹھا کر شمسہ کی طرف دیکھا اور بھرائی ہوئی آواز میں گویا ہوئیں۔

"دیکھ لو...... باپ کی نازوں پلی شہزادی ہے...... اللہ ہی جانتا ہے کتنا برداشت کر سکتی ہے۔"

"بھابی...... زندگی تو اللہ کے حساب میں قید ہے...... جتنی لکھی ہے اس سے ایک پل زیادہ نہ ایک پل کم ملتی ہے...... یہ انسان کے اختیار کی بات نہیں...... اللہ ہماری مدد کرے گا۔"

"ٹھیک ہے!" سارہ نے بے بسی سے گویا ہوئیں۔

"اگر وہ سب کچھ جان کر میرے پاس آئی تو میں کیا کروں گی؟"

"پہلے سے کیا بولیں آپا...... اس راستے سے بھی اللہ گزرنے کی توفیق دے گا...... مگر...... اب دیر نہیں کرنی چاہیے۔" مریم نے سارہ کے گال پر محبت سے بوسہ دیا۔

اب سارہ بے اختیار ہو کر مریم سے لپٹ گئی تھیں۔

☆☆☆

''ابھی ہم صرف آپ کو تین مہینے کے لیے ٹرائی کریں گے...... جو سیلری آپ ڈیمانڈ کر رہے ہیں وہی دیں گے۔'' ماریہ نے عرشلہ کی آنکھوں سے خاموش پیغام پڑھ کر واصف کو آگاہ کیا اور پہلے سے طے شدہ معاملات کو آگے بڑھایا۔ یہ سب کچھ عرشلہ اور ماریہ انٹرویو سے پہلے طے کر چکی تھیں کہ کامیاب امیدوار کو کس طرح مرحلہ وار آگے لے کر چلنا ہے۔

''آپ تو فرسٹ اسٹیپ پر ہی میرا مورال ڈاؤن کرنے کی کوشش کر رہی ہیں میم......!'' واصف نے بڑے اعتماد و صاف گوئی سے کہا تھا۔

''کیا......؟'' عرشلہ نے معصومیت سے پلکیں جھپکائیں۔ ماریہ کی آنکھوں میں بھی الجھن تھی۔

''یعنی آپ کو بہر حال مجھ پر کچھ خاص اعتماد نہیں...... بس میرا کانفیڈنس لیول دیکھ کر کچھ بارگین نکال رہی ہیں۔'' واصف نے پریوں کے دیس سے آئی شہ پارہ کو صرف ایک نگاہ سے دیکھ کر نظریں جھکالیں۔

''اوہ نو......'' بے ساختہ عرشلہ کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے۔

''not at all...... یہ بہت ہارڈ ورک ہے...... ہمارے یورپ میں کچھ assets (اثاثے) ایسے ہیں جو میرے گرینڈ فادر کے زمانے سے آؤٹ ہو رہے ہیں...... ایک ہسٹری ہے...... آپ کو بہت زیادہ deep میں دیکھنا اور سمجھنا ہوگا...... اگر آپ نے وہ سب کچھ کر دکھایا جو مجھے required ہے تو آپ کا کام بھی extend کر جائے گا سیلری اور فیسلیٹیز بھی...... آپ کو شاید ایک یا دو بار لندن بھی جانا پڑے...... لیگل فرم سے میٹنگ کے لیے...... ہوسکتا ہے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں...... if mummy allowed me۔''

واصف جو مؤدبانہ سر جھکائے سکون سے عرشلہ کی بات سن رہا تھا کو آخری جملے پر پھر ایک نیا زوردار جھٹکا لگا۔

عرشلہ کو پوری آنکھیں کھول کر دیکھنے کا عمل بے اختیاری تھا۔

''ممی......؟'' یعنی...... کہ ایک عدد ممی کو بھی فیس کرنا ہے۔'' اس نے فوری سوچا۔

☆☆☆

''فری اپنا سیل فون آن کر کے سالار صاحب کی مختلف اوقات میں کھینچی گئی فوٹوز دیکھ رہی تھی۔ ایک شام جب وہ اپنے جونیئر کے ساتھ بیڈمنٹن کھیل رہے تھے۔ سیاہ ٹی شرٹ، خاکی جینز میں ملبوس فری کو اپنے پاپا اتنے پیارے لگے تھے کہ شاٹ کھیلنے کے لمحے میں اس نے اپنے سیل فون پر ان کی فوٹو لے لی تھی۔

''پاپا...... یہ کیا، کیا آپ نے...... ایسے تو نہیں کرتے...... یہ دیکھیں آپ ہنس رہے ہیں...... آپ تو بیمار بھی نہیں تھے...... آپ کو تو فلو بھی نہیں تھا۔'' فری کا دل بھر آیا۔ خشک آنکھیں بھر جانے کو تیار تھیں کہ دروازے پر کسی نے ہلکی سی دستک دے کر اسے چونکا دیا۔ ''کون ہے؟'' اس نے جلدی سے موبائل رکھ کر پوچھا۔

''میں ہوں مریم...... دروازہ کھولو فری......''

فری فوراً بیڈ سے اتر گئی۔

''جسٹ اے منٹ میری خالہ......'' وہ پاؤں میں سلیپر پھنساتی آگے بڑھی۔ فری جب بہت چھوٹی تھی تو اپنے ماموں کی دیکھا دیکھی مریم کو میری کہتی تھی پھر سارہ نے ٹوک کر کہ خالہ بڑی ہیں بڑوں کا نام نہیں لیتے اسے خالہ کہنا سکھا دیا تھا۔

فری نے دروازہ کھولا تو اسے خاصی حیرانی ہوئی تھی کہ خالہ کے ساتھ پھپھو بھی تھیں۔ فری کی آنکھوں میں حیرانی کے تاثرات فوراً ہی تشویش میں بدل گئے تھے۔ کیونکہ دونوں کے وارد ہونے کا انداز خلافِ معمول اور انجانا سا تھا۔

''کیا ہوا؟ آپ دونوں کے ایکسپریشنز بہت mysterxious (پُراسرار) سے ہیں۔'' فری کو ایسی

کھٹک لگی تھی کہ اندر آنے کا راستہ دینے کے بجائے وہیں کھڑے، کھڑے سوال کرنے لگی۔

''اندر تو آنے دو...... ہمیں پتا تھا کہ تم جاگ رہی ہو گی، سوچا جانے سے پہلے کچھ وقت تمہارے ساتھ گزار لوں...... مجھے ٹائم ہی کہاں ملا کہ کچھ دیر تمہارے ساتھ بیٹھتی......'' مریم نے بولنے کے دوران ہلکے دباؤ سے فری کو ایک طرف کرتے ہوئے قدم بڑھائے۔ شمسہ نے تقلید کی۔

اس وضاحت کے باوجود فری کچھ خاص محسوس کرتے ہوئے مسلسل باری، باری دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

دروازہ بند کر دو بیٹا...... تم سے کچھ ضروری باتیں بھی کرنی ہیں۔'' شمسہ نے گہری سنجیدگی کے ساتھ تاکید کی اور بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں۔

digestlibrary.com

فری نے گم صم انداز میں دروازہ تو بند کر دیا...... مگر اس کی نظریں دونوں کے چہروں کا طواف کر رہی تھیں......

اسی لمحے اس کی نظر مریم کے ہاتھوں پر پڑی مریم کے ہاتھ میں سالار صاحب کا سیل فون تھا۔

''میری خالہ یہ تو شاید پاپا کا فون ہے۔ کیا ماما نے آپ کو دے دیا ہے؟'' سالار صاحب اپنا مہنگا فون بہت احتیاط سے سنبھالتے تھے۔ لیدر کے باقاعدہ فائل کور میں رکھتے تھے جس میں سیل فون دونوں طرف سے کورڈ ہو جاتا ہے۔ باقی آج تک فری نے اس طرح کا کور کسی اور کے پاس نہیں دیکھا تھا۔ مریم کا سیل فون تو اس کے بچے کھلونا جان کر اٹھائے پھرتے تھے اور واپس لینے پر ایک اودھم مچاتے تھے۔ اس لیے فری نے باپ کا فون ایک نظر میں پہچان لیا تھا۔

''ارے نہیں...... آپا نے مجھے نہیں دیا اور نہ ہی وہ کبھی کسی کو دے سکتی ہیں۔ یہ تو میں اس وقت تمہارے لیے لائی ہوں۔'' مریم کو اپنی بات کہنے کے لیے جو الفاظ سمجھ آئے بول دیے۔ شمسہ نظریں جھکائے بیٹھی تھیں۔

''میرے لیے......؟ لیکن مجھے تو پاپا کے فون کی ضرورت نہیں......'' فری کی حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔

''ایک چند سیکنڈ کی فون ریکارڈنگ تمہیں سنوانا ضروری ہے...... ایک منٹ میرے پاس آ کر تو بیٹھو......''

شمسہ اضطراری کیفیت میں اپنے دونوں ہاتھ مسلنے لگیں...... فری نے مریم سے نظر ہٹا کر شمسہ کی طرف ہی دیکھا تھا۔ اس کی چھٹی حس اسے کھٹکانے لگی۔ جب ذہن یکسو ہو تو چھٹی حس خود بخود بیدار ہو جاتی ہے۔

''لیکن...... آپ ریکارڈنگ مجھے کیوں سنوانا چاہتی ہیں...... پاپا کی فون ٹاک سے مجھے کیا لینا دینا......؟ ہو سکتا ہے ماما کا کوئی انٹرسٹ ہو۔'' فری اندر سے خوف زدہ تھی جیسے کسی نئی انہونی سے اسے خوف آ رہا ہو۔ مگر اس نے مریم کے ہاتھ سے سیل فون لے لیا تھا۔

''فون ریکارڈنگ میں جاؤ اور پاپا کی لاسٹ کال سنو......'' شمسہ نے بے تاثر لہجے میں فری کو آسانی مہیا کی۔

''لاسٹ کال......؟'' فری پریشان ہو کر جلدی، جلدی سیل فون کی اسکرین پر انگلیاں چلانے لگی...... انداز میں عجلت و وحشت نمایاں ہو رہی تھی۔

''لاسٹ کال...... تو پاپا اور نعیم انکل کی ہے...... ریسیونگ کالز میں...... ہاں مگر اس کے بعد بھی کچھ کالز ہیں...... مگر نامعلوم نمبر سے ایک نہیں...... کئی ہیں۔'' (اظفر کا نمبر سالار صاحب کے سیل میں saved نہیں تھا)

''مگر کون سی کال سنوں خالہ...... یہ جو un known نمبر والی ہیں؟'' یہ بھی اچھا تھا کہ تمام کالز ریکارڈڈ تھیں۔ ''نمبر تو یہ بھی USA کا ہے۔''

فری کا سوال بنتا تھا کیونکہ نعیم قریشی اور سالار صاحب کی بات چیت تو معمول کا حصہ تھی...... پُراسراریت تو انجان نمبر میں تھی۔

''نہیں، نہیں۔'' مریم کو دھیان نہیں تھا کہ سالار صاحب کے سیل فون پر اظفر بھی کال کر چکا ہے۔

''ارے نہیں، نہیں...... نعیم بھائی اور اپنے پاپا کی بات سنو......'' مریم، شمسہ کے مقابلے میں اچھی تیاری سے

تھی۔ یہ اور بات کہ روح فرسا خبر اپنی زبان سے سنانے کا حوصلہ دونوں میں نہیں تھا اس لیے مرحوم کے سیل فون کا سہارا لے رہی تھیں۔

فری گرنے کے سے انداز میں شمسہ کے پہلو میں بیٹھ گئی۔

''کیوں مسٹری create کر رہی ہیں آپ دونوں......؟ مجھے یہ ریکارڈنگ کیوں سننی چاہیے......؟''

''سنو تو سہی بیٹا...... دیکھو تو تمہارے پاپا نے دنیا سے جاتے ہوئے آخری الفاظ کیا بولے تھے۔'' شمسہ نے فری کو بازو کے گھیرے میں لے کر رقت آمیز لہجے میں کہا۔

''پاپا کی آواز سن کر مجھے بہت رونا آئے گا۔'' فری کی آواز پر آنسو غالب آنے لگے مگر اس نے ریکارڈنگ پلے کر دی تھی......اور دم سادھ کر سننے لگی تھی۔

کال in coming تھی اس لیے پہلے سالار صاحب کی ''ہیلو'' ہی سنائی دی۔ شمسہ اور مریم کی سانسیں سینوں میں گھٹنے لگیں۔ وہ سنی ہوئی بات چیت ایک بار پھر دل تھام کر سن رہی تھیں۔ فری کی طرف دیکھنے کا حوصلہ دونوں میں نہ تھا۔

کمرے میں سالار صاحب اور نعیم قریشی کی آوازیں گردش کر رہی تھیں۔ ساتھ زمین کے سات تخت اور آسمان کے سات طبق بھی تیز، تیز گردش کر رہے تھے۔

مختصر بات چیت تھی...... جو نعیم قریشی کے ہیلو، ہیلو پر تمام تھی۔

اس کے بعد بغیر کوشش کے خودکار نظام کے تحت اظفر اور سارہ کی بات چیت سنائی دینے لگی...... جس میں فری کے اچانک دولت مند بن جانے کی خبریں تھیں...... ڈائمنڈ کا سیٹ، ریسٹ واچ، ڈالرز اور جانے کیا...... کیا۔

شمسہ نے نئی ریکارڈنگ شروع ہونے پر سیل فون فوراً فری کے ہاتھ سے لے لیا۔ یقیناً تو فری کے ہاتھ سے گر جاتا۔

شمسہ اور مریم کے سر جھکے ہوئے تھے۔ فری کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں تھی مگر سماعتیں یوں چوکس تھیں جیسے گھمسان کا رن پڑنے کے بعد کا وقفہ۔ گویا متحارب سپاہی اچانک اور از سر نو ہونے والے حملے کے لیے مکمل چوکس ہوں۔ ایک دل ہلانے والا سناٹا طاری تھا جیسے گزرگاہوں سے پرے کسی گھنے جنگل میں شام کا سناٹا...... جہاں شام کے معنی رات کا متبادل ہوتے ہیں۔ پرندے خاموش، درندے چیر پھاڑ کے بعد مدہوش...... ایسی دل ہلانے والی خاموشی ایک سپر لگژری بیڈ روم میں طاری تھی۔

بالآخر شمسہ کے حواس اس خاموشی کا وار نہ سہہ سکے۔ انہوں نے ہمت کر کے سر اٹھایا۔

فری بت کی طرح ساکت اعلیٰ کوالٹی کی پالش سے چمکتے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی جس کی چمک میں برقی روشنی گھل مل رہی تھی۔

''حادثے ہو گزرتے ہیں...... پھر حادثے کی یاد ہوتی ہے اور انجان راہوں پر زندگی کا نیا سفر...... یہ بہت بڑا امتحان یا آزمائش ہے فری...... مگر جب تک کی زندگی ہے...... ہمیں خود کو اور اپنے سے وابستہ لوگوں کو سنبھالنا ہے۔''

مریم کی سہمی ہوئی افسردہ آواز نے خاموشی کا پردہ چاک کر دیا تھا۔

''اسی کا نام زندگی ہے بیٹا...... مرنے والے کے ساتھ کون مرتا ہے۔ سب اپنی باری پر ہی مرتے ہیں۔'' شمسہ نے بھی اب تعزیتی کلمات ادا کیے۔

فری کی حالت میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا تو شمسہ نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ وہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کر پا رہی تھیں۔

''فری...... جان نچھاور کرنے والی ماں ہے ناں...... تمہیں ماں کا بھی خیال کرنا ہے۔'' مریم اٹھ کر فری کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

جانے والے کے رخصت ہونے کی خبر کے ساتھ خزانے کا منہ کھلنے کی بھی خبر تھی مگر...... دولت و ثروت کی خبریں تو دھول مٹی کی طرح اس کے پیروں تلے آ رہی تھیں...... جانے والا ZARA's کی زرد ٹی شرٹ پہنے اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس کے سچے موتیوں جیسے خوب صورت دانت دمک رہے تھے خود بھی سادہ تھا، مسکراہٹ بھی دلنواز اور بے ساختہ تھی۔

فری نے سر اٹھا کر پھٹی، پھٹی آنکھوں سے مریم کی طرف دیکھا۔

''کیوں چھپا رہے تھے آپ لوگ مجھ سے......؟ اس ڈر سے کہ کہیں میں مر نہ جاؤں......؟''

اس نے اب چہرہ شمسہ کی طرف موڑا...... شمسہ کو آنسوؤں پر قابو پانا عذاب لگ رہا تھا۔ جذبات کا شوریدہ سر سمندر تھا جس میں پڑنے والے بطور عذاب الٰہی کا استعارہ بن کر بڑے، بڑے جہازوں کو خاشاک کی طرح بکھیر دیتے ہیں...... جی چاہتا تھا فری کو سینے سے لگا کر چیخ، چیخ کر ماتم کریں...... مگر جذبات کے تلاطم بلاخیز سے سخت مقابلہ در پیش تھا۔

''چھپا نہیں رہے تھے بیٹا...... جو خبر خود سے تم تک نہیں پہنچی اسے روکا ہوا تھا...... سالار بھائی کے صدمے سے تم نڈھال پڑی تھیں...... خبر فوراً پہنچانے سے کون سا وہ واپس پلٹ آتا......؟'' مریم نے صفائی پیش کی۔

فری نے جھکا سر اٹھا کر بے تاثر نگاہ مریم پر کی۔

''ظاہر ہے...... وہ تو پلٹ کر نہیں آئیں گے...... مجھے ہی ان کے پاس جانا ہوگا۔'' فری کسی روبوٹ کی طرح گویا ہوئی۔

digestlibrary.com

شمسہ نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ایسے نہیں بولتے بیٹا......''

اگست 2024ء کا شمارہ ایک نظر میں

صحرا میں پھول

بے سبب اور بے جوڑ محبتوں کے خواب دیکھنے والی دوشیزہ کی حسرتوں اور دلگداز احساسات پر مشتمل ایک دردناک داستان......

بلال اسلم کے قلم کا شاہکار

عشق تمام

ماضی کا آئینہ، با اختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات ذوبیا صفوان کے قلم کی روانی

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

صائمہ دانش، عاطر شاہین، محمد شاہ زین رضوان، عیوق بخاری، عائشہ نصیر و دیگر کی خوب صورت تحریریں

’’ایسے بولنے سے کیا انسان مر جاتا ہے......؟ کیا پاپا نے کسی کی ڈیتھ پر ایسا بولا تھا؟ یا افسر نے......؟‘‘
مریم نے فری کا ہاتھ تھامنا چاہا جو اس نے فوراً کھینچ لیا۔
’’کوئی مجھے گلے لگا کر نہ روئے۔ سب اکیلے، اکیلے روئیں......اور اگر مجھے رونا پڑے تو کوئی مجھے رونے سے نہ روکے......کوئی میرے قریب نہ آئے...... پاپا کہتے تھے اسے خوش رہنے دو......مت ٹوکا کرو......بگر ماما کو تو کریز تھا کہ اُن کی بیٹی آئیڈیل بیٹی ہو......سب ماما کی واہ، واہ کریں کہ کتنی اچھی ٹریننگ کی ہے......‘‘ یہ کہہ کر فری ایک جھٹکے سے اٹھی اور مریم و شمسہ کی طرف گھورنے لگی۔ دونوں کو فری کی حالت سے خوف آنے لگا۔
’’بیٹا......رونے سے دل ہلکا ہو جاتا ہے......رونا آئے تو رو لینا چاہیے۔‘‘
’’کتنا روؤں؟ ختم ہو گئے میرے آنسو...... مجھے پتا ہوتا افسر اور پاپا ایک ساتھ چلے جائیں گے تو افسر کے لیے کچھ آنسو بچا لیتی......آنسو ختم ہو گئے ہیں تو کیسے روؤں......؟ پھوپتا ئیں کیسے روؤں؟‘‘ فری نے فرش پر بیٹھ کر شمسہ کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ دیے۔
شمسہ نے اسے گلے سے لگانا چاہا تو وہ پیچھے ہو گئی۔
’’no...no....don't touch me......جس کو رونا ہے solo (اکیلا) روئے......گروپ بنا کر رونے کی ضرورت نہیں......no one touch me‘‘ یہ کہتے ہی فری نے پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر دیکھا پھر زور سے سارہ کو آواز دی......آواز کیا دی حلق پھاڑ کر چلائی۔
’’ماما......ماما......!‘‘
سارہ تو باہر کان لگائے بیٹھی تھیں۔ فری کی اونچی آواز سن کر دہل کر اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھیں......زبان پر استغفار جاری ہو گیا۔ لرزتی ٹانگوں سے کمرے میں داخل ہوئیں تو فری کسی آسیب زدہ کی طرح پلکیں جھپکائے بغیر ان کی طرف گھورنے لگی۔ سارہ بے اختیاری کیفیت میں آگے بڑھیں اور فری کو بازو سے کھینچ کر گلے سے لگا لیا مگر انہیں فری کا وجود کسی بے جان لکڑی کے تختے کی طرح محسوس ہوا......وہ یوں سیدھی کھڑی تھی گویا صدیوں سے جما ہوا کوئی اہرامِ مصر۔
’’فری......کیا ہوا بیٹا......تم مجھے آواز دے رہی تھیں...... بولو میری جان، ماما تمہارے پاس ہیں......بولو بیٹا......‘‘ سارہ کی بے قراری سوا تھی۔ ایک ٹک فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ فری قد میں ان سے دو انچ اونچی تھی اس لیے چہرہ اٹھا کر دیکھ رہی تھیں کیونکہ درمیان میں کوئی فاصلہ نہ تھا۔
’’بولو بیٹا......میں سن رہی ہوں......‘‘ انہوں نے دونوں ہاتھوں سے فری کے رخساروں کو چھو کر کہا۔
’’ماما......یہ نیوز سنانے کے لیے آپ نے پھپو اور میری خالہ کو بلوایا تھا؟ آپ میں ہمت نہیں تھی ناں......؟‘‘
فری، سارہ کی طرف دیکھنے کے بجائے دیوار کو گھور رہی تھی۔
’’جی بیٹا......جی میری جان......ایسی خبر سناتے ہوئے کوئی ماں اپنی بے خبر بیٹی کی طرف نہیں دیکھ سکتی......‘‘
سارہ پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگیں۔
’’ماما......میں اور آپ، پاپا کے بغیر جی سکتے ہیں......تو افسر کے بغیر بھی جی سکتے ہیں......ماما......افسر ایک دم سے اتنا سیریس بیمار ہوا کہ دنیا ہی سے چلا گیا۔ امپاسبل......ان لوگوں نے ہمیں چیٹ (دھوکا) کیا......وہ کسی ڈس آرڈر کے ساتھ ہمیں ملا تھا۔‘‘
فری کے منہ سے یہ الفاظ کیا نکلے کہ درو دیوار لرزنے لگے......سارہ، شمسہ، مریم کی سوچ اس طرف نہیں جا سکتی تھی کہ غم کی آخری حد سے فری صحیح سالم پلٹ آئی۔ عشق کی ضد، بدگمانی کی آخری انتہا ہے......عجب عشق کی توانائی

digestlibrary.com

منفی توانائی میں تبدیل ہوتی ہے تو عشق کی طرح ہی ناقابل شکست ہوتی ہے۔

''ارے نہیں بیٹا..... تمہارے انکل کے بھتیجے کے ساتھ دو سال پہلے کیا ہوا تھا جانے والوں کے بارے میں اس طرح.....'' مریم کا جملہ ادھورا رہ گیا..... فری نے ہاتھ بلند کر کے مریم کو روک دیا۔

''اسٹاپ میری خالہ..... i remember تنویر بھائی کی ڈیتھ مجھے یاد ہے۔ ماما گئی تھیں پاپا کو بتا رہی تھیں کہ ان کی بیوی کی حالت بہت خراب ہے۔ مگر تنویر بھائی نے کسی کو cheat نہیں کیا..... ہیلتھ ایشوز کے ساتھ..... انگیج منٹ یا نکاح نہیں کیا..... سنگل تھے سنگل ہی چلے گئے۔'' فری کی آنکھیں خشک تھیں یوں لگ رہا تھا کہ کلاس میں موٹیویشنل لیکچر دے رہی ہو..... بیاتھ، ساتھ حاضرین کے تاثرات بھی چیک کر رہی ہو۔

''بدگمانی سے بڑی کوئی بیماری نہیں بیٹا.....'' شمسہ، فری کی طرف بڑھیں۔

''ہنستا کھیلتا تھا ناں..... جو سب کھاتے تھے وہی کھاتا تھا..... پرہیزی کھانا تو نہیں کھاتا تھا۔'' وہ سمجھانے لگیں۔

فری نے وحشت بھری آنکھوں سے تینوں کی طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر جھپٹ کر سالار صاحب کا آئی فون اٹھایا۔

''اوہ بھئی..... کیا ہو گیا ہے آپ لوگوں کو؟ کیا سنا ہے؟ مجھے سنانے سے پہلے خود تو ٹھیک سے سن لیتے۔'' فری وحشت بھرے انداز میں ریکارڈنگ سرچ کرنے لگی اور ریکارڈنگ کی تاریخ دیکھ کر پلے کر دیا اور تینوں کی طرف گھورنے لگی۔

تینوں دم سادھے نئے سرے سے نعیم قریشی اور سالار صاحب کی بات چیت سننے لگیں۔

فری کسی سخت مزاج ہیڈ مسٹریس کی طرح تینوں کو باری، باری دیکھ رہی تھی۔

''Mayo clinic میں کینسر کا علاج ہوتا ہے۔''

نعیم قریشی کے آخری الفاظ کے ساتھ ہی ماحول میں خاموشی چھا گئی۔

''سن لیا آپ لوگوں نے آٹھ سال پہلے وہ suffering کر چکا تھا۔ تو پھر ہمیں کیوں نہیں بتایا ان لوگوں نے..... کیوں چھپایا ہم سے.....؟''

''اس لیے بیٹا کہ وہ سروائیو کر چکا تھا..... انسان جب کسی بڑی تکلیف سے گزر جاتا ہے تو ماضی کی تکلیف کو یاد بھی نہیں کرنا چاہتا۔'' مریم نے فری کو سمجھانے کی کوشش کی۔

''اور بیٹا وہ جتنے دن پاکستان میں رہتا تھا پولو بھی کھیلتا تھا سنڈے کو گولف بھی کھیلتا تھا..... بیمار کمزور انسان یہ تھکا دینے والے کھیل نہیں کھیل سکتا۔''

''نہیں..... جب انسان بیمار ہوتا ہے تو اس کی ہسٹری فائل ہوتی ہے اور ہسٹری ریموو نہیں ہوتی..... کیوں سائڈ لے رہی ہیں ان چیٹر کی بیٹر'' فری آہستہ بولتے، بولتے آخر میں حلق پھاڑ کر چلائی۔

''اس لیے بیٹا کہ اب وہ دنیا میں نہیں ہے..... جانے والوں کے بارے میں اچھے الفاظ منہ سے نکالتے ہیں۔'' شمسہ نے سادگی سے اسے سمجھایا جو الٹا پڑ گیا۔

فری دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔

''بس کر دیں آپ لوگ..... مجھے اکیلا چھوڑ دیں..... اپنے، اپنے بیڈ پر لیٹ کر اچھا، اچھا سوچیں..... جنت الاٹ کرائیں۔ ان لوگوں نے صرف مجھے چیٹ نہیں کیا بلکہ میرے پاپا کی جان بھی لی ہے۔ ان لوگوں کی وجہ سے آج میں orphan (یتیم) ہوں۔''

''میری بات سنو بیٹا.....'' بیا رہ آگے بڑھیں۔

''no step forward میرے پاس نہ آئیں۔'' وہ بولی

"leave me alone نہ میں ماتم کر رہی ہوں ... نہ ڈر رہی ہوں ....." فری نے دونوں ہاتھ پھیلا کر سارہ کو آگے بڑھنے سے روکا۔

سارہ نے بے بسی سے مریم کی طرف دیکھا۔

"او کے ..... ہم چلے جاتے ہیں ..... مگر اس کے بعد کیا کرو گی .....؟" مریم نے بہت دھیمی آواز میں بات کی۔

"آپ فکر نہ کریں خودکشی نہیں کروں گی ... آپ لوگ ریلیکس کریں ..... انسان کینسر سے اچانک بھی تو مر جاتا ہے تو پھر خودکشی کرنے کی کیا ضرورت ہے ..... وہ بھی cheat کرنے والوں کی خاطر ....." صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ فری ذہن کی اس حالت میں پہنچ چکی ہے۔ جہاں انسان بچے کی طرح عین فطرت پر ہوتا ہے۔

غم نہ پچھتاوا ..... خوف نہ امید ..... نہ منصوبہ نہ تدبیر، نہ چالاکی نہ فراست ..... نہ خواہش نہ خواب ..... بس حاضر موجود پل میں قید ایک سانس لیتا ہوا وجود۔

قیامت نام ہی حاضر موجود پل کا ہے ..... جہاں نہ ماضی کی زنجیریں ہوتی ہیں نہ مستقبل کی طفل تسلیاں ..... اور وہ اپنے حصے کی پہلی قیامت کے پل میں یوں رک گئی تھی کہ بس اس جگہ سے پرواز ہو گی ..... مکاں سے لامکاں کا لا متناہی فاصلہ ایک ہی جست کی مار تھا۔

شمسہ نے مریم کو آنکھ سے اشارہ کیا کہ سارہ کو باہر لے جائیں ..... پھر محتاط انداز میں فری کی طرف دیکھا۔

"میری طرف کیا دیکھ رہی ہیں پھپو ..... کیوں اتنا ڈر رہے ہیں آپ لوگ؟ جب میں اپنے پاپا کے بغیر زندہ ہوں تو اس کا مطلب ہے زندہ ہوں ..... آپ لوگ ریسٹ کریں ..... اور ہاں ....." بولتے بولتے رک کر اس نے سارہ کی طرف دیکھا۔

"یہ پاپا کا سیل فون اب میرے پاس ہی رہے گا ..... وجہ مت پوچھیں۔ بس کہہ رہی ہوں ناں ..... یہ سیل فون میرے پاس ہے ..... no one'll touch it, its my property" (کوئی اسے ہاتھ نہیں لگائے گا یہ میری ملکیت ہے)

جواب میں تینوں خاموش تھیں یوں جیسے کوئی بچہ نیا، نیا بولنا شروع کرے تو سب اس کی بات توجہ سے سننے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سارہ گہری سانس لے کر سب سے پہلے کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ فری نے اپنی جگہ سے ایک انچ برابر جنبش نہیں کی تھی۔

"یار بی ڈولز ..... جیسی امریکن لڑکیوں کو اگنور کر کے میرے پیچھے کیوں پڑا تھا؟ تھا ناں کوئی مسئلہ؟" وہ ... بڑبڑائی جو شمسہ اور مریم نے نکلتے ہوئے سنا۔

"میری خالہ ..... وہ مر گیا ہے ..... مگر میں چھمر کے لیے نہیں روؤں گی مستی نہیں دلوؤں گی ..... میں نہیں روؤں گی ....." فری زور سے چلائی تھی پھر بلک، بلک کر رو پڑی۔

شمسہ نے گویا بھاگ کر اسے اپنے سینے سے لگایا تھا ..... مریم دکھ سے پتھر بنی دیکھ رہی تھی۔

فری کا بلکنا یوں تھا گویا کہ پشتہ ٹوٹتے ہی گاؤں ڈوب گئے۔

☆☆☆

"مسز فلورا روبن سن، یونس انکل کی اسسٹنٹ تھیں ..... مگر اب انہوں نے بھی ریزائن کر دیا ہے وہ اپنے ہوم ٹاؤن جا کر اپنی grand daughters کے ساتھ ریلیکس کرنا چاہتی ہیں لیکن وہ available ہوں گی اور ہر طرح سے آپ کو ہیلپ آؤٹ کریں گی ....." مرشلہ بہت اعتماد سے واصف کی طرف دیکھ کر مخاطب تھیں۔

عین اسی وقت ماریہ کے سیل پر رنگ شروع ہو گئی تھی۔

ماریہ نے گود سے سیل فون اٹھا کر دیکھا اور گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔
"میم...... ثمینہ میم کی کال ہے۔"
igestlibrary.com
عرشلہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔
واصف گہری نگاہ سے دونوں کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔ ماریہ اتنی سرعت سے منظر سے غائب ہوئی جیسے دھواں بن کر اڑ گئی ہو۔
"سو سوری....." عرشلہ نے خود کو منظم کرنے کے لیے زبردستی مسکرانا شروع کر دیا حالانکہ آنکھوں سے خوف و تشویش کی لہریں نکل رہی تھیں۔
"ایکچوئلی...... میری ممی کے ساتھ سیریس ہیلتھ ایشوز چل رہے ہیں اگر ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہی انٹرویو کرتیں...... میں نے تو کبھی ہوم سرونٹ کی ہائرنگ نہیں کی...... سب کچھ ممی دیکھتی ہیں...... یہ ماریہ جو ابھی آپ کو میرے ساتھ نظر آ رہی تھی...... یہ ممی کی نرس ہے مگر آل ان ون ہے...... ہمارے گھر کی سب پراہلم یہی فیس کرتی ہے۔ بہت loyal اور ہارڈ ورکر ہے۔ any how...... میں آپ کو بتا رہی تھی کہ مسز فلورا روبن سن آپ کے ساتھ کانٹیکٹ میں ہوں گی...... سارا data آپ کو پرووائڈ کریں گی آپ کی جب بھی لیگل فرم سے میٹنگ ہو گی وہ آپ کو فل سپورٹ دیں گی۔ میری ان سے لاسٹ نائٹ بہت detailed بات ہو چکی ہے۔"
عرشلہ کسی ریکارڈنگ کا حصہ محسوس ہو رہی تھیں۔ جلدی، جلدی بول رہی تھیں کسی وقت چوری، چوری دروازے کی طرف بھی دیکھ لیتی تھیں۔
واصف کی حیرانی ختم ہوتی تو ذہن اپنا فطری کام شروع کرتا وہ تو عرشلہ کو بس حیرت سے دیکھتا رہ گیا تھا۔
"نو پرابلم میم...... ابھی ساری بات سمجھ نہیں آئی مگر سمجھ آ جائے گی...... کیونکہ مجھے اس جاب کی شدید ضرورت ہے...... آپ یو کے جانے کی بات کر رہی ہیں میں آپ کے کہنے سے ہفتہ وار بھی جانے کو تیار ہوں ماریہ سے زیادہ hard worker ہوں...... جب میں us...uk میں پرنٹ ہونے والی 5kg کی بکس پڑھ سکتا ہوں اور ان کی بات سمجھ سکتا ہوں تو وہ کچھ کر سکتا ہوں جو آپ اس وقت مجھ سے چاہ رہی ہیں...... یہ جاب چیلنج ہے...... اسی سے مجھے اپنی اوقات یعنی کہ اپنی worth کا اندازہ ہو گا......" واصف کی بات سن کر عرشلہ ششدر رہ گئی تھیں وہ تو گویا "گن پوائنٹ" پر جاب مانگ رہا تھا۔
چند ثانیے پلکیں جھپکائے بغیر واصف کی طرف دیکھتی رہیں...... ایک تیس نوجوان جو اچھا سا شاور لینے کے بعد دمک رہا تھا جس کی ڈریسنگ بھی پرکشش تھی...... اندازِ نشست بھی پُراعتماد تھا۔ سیاہ بالوں سے ڈھکے ہوئے بازو جن سے گندمی شیشے جیسی جلد جھلک رہی تھی، ترشے ہوئے ناخن والی انگلیاں...... مضبوط ہتھیلیاں اپنے ہم عمر نوجوانوں کی طرح کا عجیب و غریب ہیئر اسٹائل نہیں تھا۔ صاف ستھری روایتی ہیئر کٹنگ تھی...... البتہ بالائی لب پر ترشی ہوئی مونچھوں کا دباؤ تھا۔
چند ثانیے کے لیے واصف، عرشلہ کی نظروں سے کنفیوز ہوا۔ مگر فوراً ہی سنبھل گیا۔
"تھینک گاڈ...... ممی نے آپ کا انٹرویو نہیں کیا...... وہ تو اسی وقت آپ کو over confident کہہ کر ریجیکٹ کر دیتیں۔" عرشلہ نے معصوم بچی کی طرح اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے برجستہ کہا۔
"اگر انسان کی luck کام کر رہی ہو تو "ممی" سے بچ جاتا ہے۔" واصف کے انداز میں اتنی برجستگی تھی کہ عرشلہ اپنی ہنسی نہ روک سکیں۔
"so funny, let's see ہم کون سا آپ کو ایڈوانس پے کر رہے ہیں اگر آپ justified نہ کر سکے تو

ہم تھوڑی سی suffering کریں گے پھر اللہ ہماری مدد کرے گا اور کوئی نہ کوئی بندوبست ہو جائے گا۔''

واصف نے پھر چونک کر عرشلہ کی طرف دیکھا تھا...... مگر فوراً نظریں جھکا لی تھیں۔

''ٹھیک ہے...... مسٹر واصف گلزار...... اس وقت تو مجھے آپ کا کانفیڈنس کونس کر رہا ہے...... اس کے بعد تو صرف آپ کا کام دیکھا جائے گا...... اگر آپ خود کو پروف کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ہمارا asset (اثاثہ) بن جائیں گے...... ہم ڈالرز، پونڈز میں پرافٹ gain کرتے ہیں...... آپ کو نیٹ اِن کم سے دس لاکھ مہینہ بھی دے سکتے ہیں...... اور یہ ڈیپنڈ کرتا ہے کہ آپ ہمارے assets (اثاثوں) کو grow کرنے میں کیا رول پلے کرتے ہیں...... اور ہماری annual growth (سالانہ ترقی) کمپرومائز نہیں ہوتی اور ہم اسے ہی فیل کرتے ہیں۔''

''دس لاکھ...... مہینہ......؟''

وہ عرشلہ کی طرف بے یقینی سے دیکھ رہا تھا...... اس لیے کہ دس لاکھ کے خواب دکھانے والی کچھ دیر پہلے ''ممی'' سے ڈر گئی تھی۔

''دس لاکھ...... کا مطلب...... میم آپ ایک ملین کی بات کر گئیں...... شاید by mistake''

''دس لاکھ یار کوئی مذاق ہے؟'' وہ یقین ہی نہیں کر سکتا تھا۔

''مائی گاڈ...... آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ رہے...... ہم یونس انکل کو بھی پاؤنڈز میں سیلری pay کرتے تھے نا...... وہ تو شاید دس لاکھ سے زیادہ ہی میں پڑ رہے تھے...... سال میں ایک مہینے کی چھٹی لے کر وہ سوئٹزرلینڈ جاتے تھے...... سب کچھ ہم پے کرتے تھے...... ان کی وجہ سے ہمارے assets ڈبل ہوئے تھے...... وہ deserve کرتے تھے۔ ہم ان پر کوئی احسان نہیں کرتے تھے۔ اور بیس ہزار پاؤنڈز خرچ کرنے سے ہمیں کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔''

واصف کے سامنے ڈرائنگ روم دائرے کی صورت میں گول، گول گردش کرنے لگا۔ شمسہ سے ایک ہزار کا نوٹ مانگنے پر اکثر سننے کو ملتا تھا کہ ''اتنی جلدی پاکٹ منی ختم کر دی......؟ جانتے ہو ہزار روپے میں کتنے کام کر لیتی ہوں......''

''یا اللہ...... یہ خاتون پاکستان میں رہتی ہیں...... جہاں لوگ مہنگائی کی وجہ سے خودکشی تک کر لیتے ہیں...... اچھے بھلے معقول جوڑوں کے درمیان طلاقیں ہو جاتی ہیں۔'' بمشکل اس نے خود کو سنبھالا۔

''آپ نے اپنے تمام assets باہر رکھے ہوئے ہیں؟'' اس وقت بولتے ہوئے اس کے حلق میں گٹھلی پھنس رہی تھی۔

''یہاں سب یہی کرتے ہیں...... اور ہم نے جان بوجھ کر یہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے grand father پاکستان بننے سے پہلے ہی باہر ٹریڈ کرتے تھے...... اس لیے شروع سے ہی ہمارا انٹیسٹ باہر ہے۔'' عرشلہ نے عام سے انداز میں جواب دیا۔

''تو پھر آپ لوگ یہاں کیوں رہتے ہیں......؟'' واصف کے منہ سے بے ساختہ و بلا ارادہ نکل گیا تھا۔

''ممی کی ego کی وجہ سے......'' جواب میں پھر نیا بم پھٹا تھا...... واصف نے اپنا چکراتا ہوا سر بمشکل سنبھالا۔

''ego کی وجہ سے پاکستان میں کون رہے گا...... ego کی وجہ سے تو لوگ باہر رہتے ہیں کوالٹی آف لائف انجوائے کرتے ہیں......'' واصف نے اپنی فطری ذہانت کے مصداق جواب دیا تھا۔

''اُفوہ...... آپ سمجھیں...... ممی یہاں اپنے سرکل میں سب سے زیادہ rich ہیں...... انہیں idealized کیا جاتا ہے...... ان کی نقل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے...... حالانکہ وہ خود کہتی ہیں کہ لوگوں کی جیلسی کی وجہ سے ان کو نظر لگتی ہے...... اسی لیے وہ جلدی، جلدی بیمار ہو جاتی ہیں۔'' عرشلہ سر جھکائے سادگی سے بولتی چلی جا رہی تھی

digestlibrary.com

یوں گویا کسی رازدار کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا ہو۔

واصف کے چودہ طبق اچھے خاصے روشن ہو چکے تھے۔

''آپ کو نظر نہیں لگتی......؟'' واصف کو کچھ کہنے کی آسانی عرشلہ کی طرف سے مل رہی تھی۔ یہ جملہ اس نے نیت کر کے نہیں بولا بس سرزد ہو گیا۔

''لگتی ہے ناں...... جن لڑکیوں کو نظر لگتی ہے ان کی شادی خراب ہو جاتی ہے، میری بھی ہو گئی تھی۔''

انسانی فطرت یا کیمسٹری مادی توتوں سے پرے رہتی ہے...... واصف کو یوں محسوس ہوا کہ ایک گاؤں میں نیم کے پیڑ کی چھاؤں میں لیٹی محنت کش عورت اور ڈالرز، پونڈز، یورو کے حساب کتاب کرنے والی عورت میں صرف طرز زندگی کا فرق ہے...... خیالات کا منبع تو شاید ایک ہی ہے۔

اسی وقت ماریہ آ گئی تھی...... آتے ہی اس نے دزدیدہ نگاہوں سے باری، باری عرشلہ و واصف کی طرف دیکھا تھا جبکہ عرشلہ بہت پُرتجسس نظروں سے ماریہ کے تاثرات جانچنے کی کوشش کر رہی تھیں اور جیسے بھول گئی تھیں کہ واصف بھی ان کے درمیان موجود ہے...... جبکہ واصف اپنی مکمل حسیات کے ساتھ ان دونوں کی طرف متوجہ تھا...... کچھ ایسا محسوس ہوا تھا کہ جسے وہ الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر تھا۔

''تھینک گاڈ...... تم آ گئیں...... پر بھی مجھے تو وائنڈ اپ کرنا نہیں آ رہا تھا۔ آگے کا اب تم ہی سنبھالو گی......'' عرشلہ بولیں۔

''honestly مجھے تو اب کچھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ میں ان سے کیا، کیا باتیں کروں...... you know میں تو کسی انجان بندے سے اتنی دیر باتیں کر ہی نہیں سکتی...... مگر مسٹر واصف میں بہت اسپارک ہے...... ان سے باتیں کر کے مجھے بہت اچھا محسوس ہوا۔ عرشلہ، ماریہ سے بات کرتے، کرتے واصف کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگیں۔

"nice to meet you"

''آپ نے مسز فلورا کے بارے میں بتا دیا ناں میم......؟''

ماریہ خاصی فکرمند نظر آ رہی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں عرشلہ جانے اس نووارد نوجوان سے کیا کچھ کہہ بیٹھی ہوں۔

''یس، آف کورس...... ساری ڈیٹیلز شیئر کی ہیں...... اب تم واصف کو گائیڈ کرنا میں مسز فلورا سے کانٹیکٹ میں ہوں...... وہ واصف کو اسکائپ پر لے کر انہیں کام بھی سمجھا دیں گی اور فائلز بھی شیئر کر لیں گی۔ اوریجنل ہارڈ کاپیز تو ممی کے سیف میں ہوتی ہیں...... ضرورت پڑی تو وہاں سے لے لیں گے۔ او کے......'' اب عرشلہ کی مخاطب سو فیصد ماریہ تھی...... واصف عرشلہ کی طرف گاہے گاہے دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔

''یہاں بھی ''خراب شادی'' کا تذکرہ...... مگر الزام کسی انسان پر نہیں کسی نامعلوم حاسد کی نظر پر تھا۔

پتا نہیں کون تھا......؟

شادی کرنے سے پہلے ہی بیوقوف تھا یا اتنی بڑی رئیس خاتون سے شادی کرنے کے بعد مت ماری گئی تھی۔

خاتون بھی شادگی میں آٹھواں عجوبہ...... بے ضرر سی......!''

☆☆☆

مریم کے جانے کے بعد گھر میں سہا دینے والا سناٹا طاری تھا...... بڑے وسیع گھروں میں بند کمروں کے مکین یوں بھی اکثر نوری سالوں کے فاصلوں پر چلے جاتے ہیں۔ مدھم روشنیاں، لان میں جھینگروں کی آواز...... پوش ایریا کے رہائشی حصے ہمیشہ کمرشل ایریا سے کافی فاصلے پر ہوتے ہیں تاکہ رئیسوں کی پُرسکون زندگی میں غیر مطلوبہ

digestlibrary.com

مداخلت کے زخم نہ لگیں۔

یعنی وہ گھر جس میں اچانک مرگ کا سانحہ ہو گزرا ہو پھر اس پر مستزاد جنگل کی رات جیسا سناٹا......

شمسہ کافی دیر بے قراری ادھر ادھر ٹہلتی رہیں...... واصف کو فون کیا تو اس نے busy پر لگا رکھا تھا...... انہوں نے میسج کر دیا کہ مل کر گھر جانا...... اب پل، پل گن رہی تھیں...... ساتھ، ساتھ فری اور سارہ کی خواب گاہوں کے بند دروازوں کو بھی دیکھتی جاتی تھیں۔

فری کو مریم نے ٹرنکولائزر دے کر سلا دیا تھا وہ اس کے سونے کے بعد ہی اپنے گھر گئی تھی...... مریم جس تکنیک سے فری کو ہینڈل کر لیتی تھی وہ صلاحیت شاید سارہ اور شمسہ کے پاس نہیں تھی۔

دوسرے فری، مریم کے لیے کھلونا بن کر آئی تھی۔ فری آٹھ سال کی ہوئی تو مریم کی شادی ہوئی تھی...... پھر وہ فوراً ہی شوہر کے ساتھ مڈل ایسٹ چلی گئی تھی۔ لہٰذا خود بخود خالہ، بھانجی میں غیر محسوس فاصلے در آئے تھے۔

لیکن آج بھی موجود لوگوں میں مریم ہی مؤثر تھی۔

''کیا بات ہے شمسہ...... کیوں جاگ رہی ہو...... نیند نہیں آرہی......؟'' عقب سے سارہ کی سرگوشی نما آواز ابھری تو شمسہ اپنے دھیان سے چونک پڑیں۔

''کچھ نہیں بھابی...... وہ شاید واصف راستے میں ہے...... اس کا انتظار کر رہی ہوں، پتا نہیں اس نے کھانا کھایا یا نہیں......'' شمسہ نے پاس کھڑی بھاوج کو سر اٹھا کر دیکھا۔

''افوہ...... ماشاء اللہ جوان لڑکا ہے...... اپنا کمانے لگا ہے...... بھوک لگے گی تو کہیں بھی اپنی پسند کی کوئی چیز کھالے گا...... تم تو ایسے انتظار کر رہی ہو جیسے وہ کریڈون میں پڑھنے والا بچہ ہے۔'' سارہ کی نظریں فری کے کمرے کی طرف طواف کر رہی تھیں۔

''وہ بس اسے ایک نظر دیکھ لیتی ہوں تو سکون مل جاتا ہے...... صبح کا نکلا ہوا ہوتا ہے۔''

''یہ تو ہے...... اولاد...... واقعی نعمت بھی ہے اور آزمائش بھی......'' سارہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''آپ بھی آرام کر لیں بھابی...... صبح سے اٹھی ہوتی ہیں آنے جانے والوں کے ساتھ بھی بیٹھتی ہیں۔'' شمسہ نے ہمدردی سے سارہ کی طرف دیکھا۔

''پتا نہیں...... نیند تو شاید گم ہو گئی ہے شمسہ...... اور سالار کے بعد تو جیسے میرے سارے کام ہی ختم ہو گئے......''

اسی وقت شمسہ کے سیل پر رنگ ہوئی۔ واصف کی کال آرہی تھی۔ شمسہ نے جلدی سے کال وصول کی...... اور بے قراری سے گویا ہوئیں۔

''جی بیٹا...... کہاں ہو......؟''

''ماں، آپ ریسٹ کریں...... بہت لیٹ ہو گیا ہوں گھر جا رہا ہوں...... کوشش کروں گا صبح آپ سے ملتا ہوا جاؤں...... خدا حافظ......''

واصف نے شمسہ کو مزید بات کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اور اپنی طرف کی بات پہنچا کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

شمسہ نے تھکے، تھکے انداز میں سیل فون مرکزی میز پر رکھ دیا۔

''کیا کہہ رہا ہے......؟'' سارہ نے اپنی سوجی ہوئی آنکھیں ہتھیلیوں سے مسلتے ہوئے پوچھا۔

''صبح آنے کا کہتا ہے...... کہہ رہا تھا بہت لیٹ ہو گیا ہوں......''

''تو ٹھیک ہے...... اب تم بھی آرام کرو...... سارا دن مصروف رہتی ہو...... آنے جانے والوں کا چائے پانی بھی دیکھتی ہو...... ہمارے پیٹ بھرنے کا بندوبست بھی کرتی ہو...... اس وقت تمہارا ساتھ میرے لیے کسی نعمت سے

آپ اپنے بچوں کو کیا کھلا رہی ہیں؟

آپ نے دیکھا ہوگا، مرغی والے مرغی کے چھیچھڑے اور گند بڑی حفاظت سے ایک ڈبے یا بالٹی میں ڈالتے جاتے ہیں۔ ایک دن میں نے مرغی والے سے پوچھ لیا کہ اتنی بلیاں گھوم رہی ہیں ساتھ کے ساتھ یہ ان بلیوں کو ڈال دیا کرو، جمع کیوں کرتے ہو۔ مرغی والے کے جواب نے مجھے حیرت زدہ کر دیا۔ "نہیں جی یہ تو ہم کمپنی والوں کو بیچتے ہیں۔ ان کے ساتھ کانٹریکٹ ہے ہمارا۔" یا اللہ مرغی کے چھیچھڑے اور گند بھی بکتے ہیں! میں حیران رہ گئی کیونکہ میرا معمول ہے کہ مرغی کی کلیجی وغیرہ نکلوا کر ان بلیوں کو ڈالتی ہوں۔

کون سی کمپنی خریدتی ہے؟" نام بتا دیا...... جس کی چیزیں ہم بڑے فخر سے اپنی سہولت کے لیے خریدتے ہیں۔ ماؤں کی اکثریت اپنے بچوں کو یہی چیزیں کھلاتی ہیں۔ اف وہ تمام چیزیں مرغی کے چھیچھڑوں اور گند سے بنائی جاتی ہیں...... شاید کچھ فیصد مرغی کا گوشت بھی شامل کر دیا جاتا ہو۔ میں مرغی کے گوشت کے تھیلے اٹھائے اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی۔ آج کی مائیں اپنی سہولت اور وقت بچانے کے لیے اپنے بچوں کو کیا کھلا رہی ہیں۔ کہیں آپ بھی تو ان ماؤں میں شامل نہیں ہیں؟ یقین کریں یہ سو فیصد سچ لکھ رہی ہوں...... اپنے بچوں کو یہ چیزیں گھر میں بنا کر دیں۔ چاہے آلو کے کٹلس بنا کر دیں مگر گھر کے بنے ہوئے۔ میں ثابت مسالوں کو توے پر بھون کر گرائنڈ کر کے رکھتی ہوں۔ بازار کے پسے مسالے استعمال نہیں کرتی۔ آپ بھی وقت نکال کر یہی کریں اور پھر فرق دیکھیں۔ بچوں کو الگ سے کچھ بنا کر دینے کے بجائے گھر میں بنے روٹی، سالن، دال، چاول، سبزی وغیرہ کھانے کی عادت ڈلوائیں۔ پھر اپنے بچوں کی صحت اور ذہانت دونوں میں فرق دیکھیے۔

از: زینیا حسن، کراچی

کم نہیں......"

سارہ کے لہجے میں جذبۂ تشکر غالب تھا۔

☆☆☆

"whether he is over confident مگر look بہت زبردست ہے...... میں تو تمہاری شادی کا سوچنے لگی ہوں، اتنا اچھا لڑکا کہاں ملے گا......؟" عرشلہ چینج کرنے کے بعد لاؤنج میں ماریہ سے واصف کے بارے میں تبادلۂ خیالات کر رہی تھیں۔

ماریہ ہکا بکا ہو کر عرشلہ کی شکل تکنے لگی۔

"میم...... صرف لکس دیکھ کر کون شادی کرتا ہے......؟ بعض لوگ بہت زیادہ شارپ ہوتے ہیں...... سیکنڈ میں امپریس کر لیتے ہیں...... اور پھر اس نے خود بھی تو آپ سے کہا ہے کہ وہ ہر صورت یہ جاب لینے کی کوشش کرے گا...... وہ اسے لائف کی گولڈن opportunity...... consider کر رہا ہے۔"

"that's great...... وہ جو سوچتا ہے...... کہہ جاتا ہے...... یہ تو بہت اچھی بات ہے...... مجھے تو ویسے بھی ہپو کریسی (منافقت) سے نفرت ہے۔"

عرشلہ ڈھیلے ڈھالے بڑے، بڑے پھولوں والے گاؤن میں ملبوس کھلے بالوں میں اپنی مخروطی انگلیاں چلاتے ہوئے خوشگوار موڈ میں ماریہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"میم...... ابھی تو اس نے پروف ہونا ہے...... ابھی تو ہم صرف اس کے ظاہر سے امپریس ہوئے ہیں...... امی کہتی ہیں اگر کسی کو اچھے سے پرکھنا ہو تو اس کے ساتھ کھانا کھاؤ یا اس کے ساتھ سفر کرو یا پیسوں کا لین دین کرو......" ماریہ کے لطیف جذبات بیدار ہو رہے تھے مگر وہ حالات کے سرد و گرم سے گزرنے والی پختہ سوچ کی حامل لڑکی تھی۔ اس نے بہت باوقار انداز میں عرشلہ کی چھیڑ چھاڑ ہضم کر لی تھی۔

digestlibrary.com

''یہ کون سا ''سفر'' ہے.....اردو والا یا انگلش والا.....؟'' عرشلہ کے احساسات اس وقت بہت نرم اور خوشگوار تھے کہ ملاقاتی بے مزہ کر کے نہیں گیا تھا۔

''آپ کو تو پتا ہے میری امی کا تعلق لکھنؤ سے ہے، وہ بہت اچھی اردو بولتی ہیں اور کہتی ہیں کہ دہلی والوں کو جینا تو ہم نے سکھایا ہے۔ جب دہلی میں آفت برپا تھی تو لکھنؤ والے بہت اچھی زندگی گزار رہے تھے۔''

''oh very interesting'' عرشلہ نے خوش ہو کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''اور تمہارے ابا.....؟''

''وہ افغانی پٹھان تھے.....ان کے نانا ہمارے نانا کے ساتھ ٹریڈ کرتے تھے اس وجہ سے میری امی کی شادی آؤٹ آف کمیونٹی میں ہوئی۔''

''واؤ.....'' عرشلہ کی آنکھیں عرصہ دراز بعد شرارت سے چمک رہی تھیں۔ ''تم تو بہت سپر کومبینیشن ہو لکھنؤ اور افغانستان کا.....''

''یہ سپر کومبینیشن ہی تو suffer کر رہا ہے میم.....'' ماریہ کی آنکھوں میں اداسی تیرنے لگی۔

''میں تم سے اچھی، اچھی باتیں کر رہی ہوں تم مجھے ڈپریسڈ کرنے لگی ہو.....'' عرشلہ نے بڑی دلنواز ادا سے ماریہ کی طرف دیکھا۔

''سوری میم.....میرا یہ مطلب نہیں تھا.....'' ماریہ ایک دم گھبرا گئی۔

''تم تو میرے گھر میں ہو.....یہ لڑکا بھی گھر کا کرلیں گے.....بڑا مزہ آئے گا.....''

عرشلہ کو پھر واصف یاد آ گیا.....اصل میں وہ خود ابھی رہتی تھیں اس لیے ایک نوجوان کا قابل رشک اعتماد دیکھ کر مرعوب ہو گئی تھیں۔

''میم.....میں نے خود پر خواب دیکھنے پر پابندی لگا رکھی ہے.....بس گہرے سمندر کی لہریں ہیں اور میں بہتی جا رہی ہوں.....جیسے اللہ میاں نے آپ سے ملا دیا ایسے ہی مجھے فیور کرنے والی چیزیں خود بخود ملتی چلی جائیں گی۔''

اس بار ماریہ کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔

عرشلہ نے اسے نظروں ہی نظروں میں سراہا۔

''اچھا چھوڑو.....میں مذاق کر رہی تھی۔ ابھی تو یہ سوچنا ہے کہ ممی تک یہ سارے افیئرز کیسے پہنچائیں.....''

عرشلہ کے سامنے اچانک ثمینہ آ کھڑی ہوئیں.....ثمینہ کے تصور کے ساتھ ہی گھبراہٹ شروع ہو گئی۔

''میم.....آپ یقین کرلیں.....ثمینہ میم اب کوئی اہم اپائنٹمنٹ کرنے کے لائق نہیں.....وہ ''ڈی مینشیا'' (بھولنے کی بیماری) کی طرف جا رہی ہیں اور کسی بھی صورت سارہ کو جسٹ فائی کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔''

''آپ کو پتا ہے جب ہم انٹرویو کر رہے تھے تو ثمینہ میم نے مجھے کیوں بلایا تھا؟'' ماریہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گئی۔

''ہاں، سوری.....میں تو پوچھنا ہی بھول گئی.....کیا کہہ رہی تھیں ممی.....؟'' عرشلہ فکرمند نظر آنے لگیں۔

''وہ کہہ رہی تھیں کہ تم نے مجھے کھانا دینے سے پہلے میڈیسن کیوں دی تھی جس کی وجہ سے میں گہری نیند سو گئی تھی۔ حالانکہ میں نے آج انہیں پندرہ منٹ پہلے ڈنر کرا دیا تھا مگر انہیں یاد ہی نہیں تھا اب سوچ لیں میم.....اتنا برا نا سیٹ اپ ہے آپ اگنور یا delay کریں گی تو سب کچھ shake ہو جائے گا.....پھر کیسے سنبھالیں گی.....ابھی تو مسز فلورا بھی آپ کو ٹائم دے رہی ہیں.....ان کی ایج بھی ٹھیک ٹھاک ہے.....ان کا موڈ بدل گیا تو آپ کا کام بڑھ جائے گا.....'' ماریہ حقیقت سامنے لا رہی تھی.....کیونکہ وہ احسان مند بھی تھی اور ذمے دار بھی اور زرین کے معاملات کی آگہی کے بعد تو وہ گویا عرشلہ کی گارڈین ہوئی تھی۔

''نہ کرو ماریہ...... میں ویسے بھی ڈرپوک ہوں......'' عرشلہ پریشان ہونے لگیں۔

''کاش میرا بیٹا جس کو میں نے بہترین اکیڈمیز میں پڑھایا وہی اس قابل ہوتا کہ یہ سارا سیٹ اپ سنبھال لیتا......اب یہ جو واصف آیا ہے یہ بھی تو ینگ بوائے ہے......full of spirit'' ماریہ نے قدرے چہرہ موڑ لیا تھا۔

''میم پلیز kindly don't play with in wishes possibilities (ممکنات) میں رہیں زین گھر میں نہیں ہے......اور آپ کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے؟ ثمینہ میم چلتی پھرتی نظر آرہی تھیں تو وہ بھی زیادہ وقت گھر میں نظر آتا تھا۔ اب دیکھیں کیا ٹائم ہو رہا ہے...... آپ اس کو سمجھائیں میم......'' ماریہ کو مناسب موقع مل گیا تھا اس نے فوراً لائن پکڑی۔

''کیا سمجھاؤں ماریہ......؟'' عرشلہ نے بے بسی سے دیکھا۔

''یہی کہ......do ever consider you like Mom'' (کبھی تو آپ کو اپنی ماں سمجھے......)

ماریہ بے تاثر چہرے کے ساتھ پُرخلوص مشورہ دے رہی تھی۔

''اچھا تو تم مجھے بتاؤ مجھے اس کو کس طرح ٹریٹ کرنا چاہیے......؟ جبکہ تم دیکھ رہی ہو وہ مسلسل تکلیف میں ہے۔'' عرشلہ اب سب کچھ بھلا کر اپنی مرکزی مشکل کی طرف متوجہ ہونے لگیں گویا بچہ چند گھنٹے نئے کھلونے سے کھیلا اور پھر واپس اپنی فطرت پر آ کر کوئی نیا مطالبہ کرنے ماں سے چپک گیا۔

''آپ ان کی ایکٹوٹیز پر نظر رکھیں، لیٹ آورز میں باہر نکلنے پر پابندی لگائیں، ریگولر بیس پر ان کا فون چیک کریں......ان کی کمپنی پر نظر ڈالیں......میں کوئی انوکھی باتیں نہیں کر رہی ہوں میم......moms کو یہ کرنا چاہیے......''

''اوکے......!'' عرشلہ جو ماریہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہی تھیں...... گہری سوچ میں اترنے لگیں۔

''اچھا...... مجھے اس کا فون کیوں چیک کرنا چاہیے......وہ تو فی الحال کسی سے وائس میسج کے تھرو بھی بات نہیں کر پارہا......چلو پھر بھی۔'' عرشلہ نے خود کلامی کی۔

''سوری میم......امی میرا ویٹ کر رہی ہیں۔'' ماریہ نے جان بوجھ کر اپنا سیل فون دیکھنا شروع کر دیا...... کیونکہ ایک نشست میں عرشلہ کو عرش سے فرش پر لانے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی۔

''تھینکس ماریہ......آج تم نے مجھے بہت ٹائم دیا......لیکن جو تم نے کہا ہے میں اس پر ضرور غور کروں گی......گڈ نائٹ سویٹ ہارٹ......'' عرشلہ نے کھڑے ہو کر ماریہ کو ساتھ لگا کر شب بخیر کا بوسہ عنایت فرمایا تھا۔

☆☆☆

''واہ......یار......کیا عجیب خاتون ہیں......سچ مچ جنت میں رہتی ہیں......وہ جو ان کے ساتھ ''گارڈین'' ماریہ ہے اس کے بغیر تو وہ کچھ بھی نہیں ہیں......'' وہ شاور لے کر رات گئے بستر میں دھنس کر ازسرِنو اس عجیب و غریب انٹرویو......اور نرالی قسم کی امیرزادی پر غور کر رہا تھا۔

''واہ میرے مالک ایسے، ایسے لوگ تیرے خزانوں پر براجمان ہیں، جنہیں خزانے سنبھالنا بھی نہیں آتے......اپنی دولت گن بھی نہیں سکتے...... گننے والے کو دس لاکھ دینے کو تیار ہیں......''

اپنے ماموں کے بعد داؤد علوی کی سپر لگژری لائف کا مشاہدہ تھا۔ مگر آج تو حد ہی ہوگئی تھی کیا کمال گھر......یقین نہیں آتا کہ ڈکلیئرڈ غریب ملک میں بھی لوگ جنت میں رہتے ہیں۔

ابتدائی معلومات ماریہ نے شیئر کی تھیں وہ اپنے لیپ ٹاپ پر اسی کا جائزہ لے رہا تھا۔ دو تکیوں کے ساتھ نیم دراز تھا۔ لیپ ٹاپ گود میں رکھا ہوا تھا۔ اچانک اس کا ذہن فری کی طرف چلا گیا۔

اس کے ساتھ ہی محسوس ہوا گویا سارے جسم کی توانائی کسی نادیدہ راستے سے بہہ گئی ہے۔ اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے...... وہ ایک ٹک دیوار کی طرف گھورنے لگا۔

''ہم بدنصیب نہیں ہیں قری...... قدرت نے بہت جلدی ہمیں گہری نیند سے جگا دیا ہے لیکن اس جاگتی ہوئی حالت میں خود کو یقین دلانا ہوگا کہ ہم بدنصیب نہیں ہیں...... اب شاید ہم زندگی بھر کے لیے ''جاگتے رہو......'' کی آواز کے محتاج نہیں ہیں......

شاید ہم اپنے حصے کی راتیں سو چکے ہیں...... اور ایک ہمیشہ کی بیداری ہماری قسمت ہے۔ قیمتی ترین ملبوسات، مہنگی ترین خوشبویات...... تائیگر اور شتر مرغ کی کھالوں کے قیمتی جوتے...... جی حضوری کرنے والے نوکروں کی لائن...... بڑے، بڑے باغات کے بیچ بکھرے محلات...... انسانی انا کی تسکین ضرور ہوتے ہیں...... لیکن روح میں پھوٹنے والی روشنی کی ضمانت نہیں ہیں۔ آج پھر ایک امیر ترین عورت اپنی روحانی اداسی کا ذکر کرتے کرتے رہ گئی۔ تم جن چیزوں کے لیے دیوانہ وار بھاگ رہی تھیں...... میں نے تمہارے خواب کچھ عورتوں کو اوڑھے پہنے بہت قریب سے دیکھ لیا ہے......

میرے کامپلیکسز مجھے push کر رہے ہیں کہ میں عزت دار لوگوں میں گنا جاؤں میں معاشرے میں معزز ہونے کے لیے بھاگ رہا ہوں......

ہو سکتا ہے کبھی میرے پاس اتنی دولت ہو کہ میں ایک لاکھ میں خریدا ہوا سوٹ دوبارہ نہیں پہنوں اور کوئی بوسیدہ پرانا شلوار قمیص پہن کر لان میں کسی کو کوئی بڑی رقم کا چیک ڈونیٹ کر رہا ہوں...... اس لیے کہ ہمارا مہنگا سوٹ ہمارے لیے نہیں ہوتا...... وہ تو دنیا اور لوگوں کے لیے ہوتا ہے...... ہمارا لباس تو وہ ہوتا جسے پہن کر خود کو پروں کی طرح ہلکا محسوس کریں۔

کیسے جیو گی قری......؟ میں ہنستی کھیلتی، باپ کے بل بوتے پر دل کی بھڑاس نکالنے والی قری کو کیسے واپس لاؤں......؟

قری ایک دولت مند عورت کے پیسوں کی گنتی کرتے بیٹھا ہوں...... اپنے دکھوں کی گنتی وہ خود کرتی ہوگی...... تمہیں کوئی جتانے والا مل جائے میں برداشت کرلوں گا...... جیسے کہ پہلے کیا ہے مگر تمہاری آنکھوں میں ہر وقت کے آنسو میری برداشت کو آزمائیں گے...... میری اپنی محرومیاں، دکھ مجھے ہمیشہ مضبوط بناتے رہے ہیں...... ہر دکھ نے مجھے ضد دلائی ہے قوت دی ہے...... مگر تمہارے دکھ مجھے بیکار کر سکتے ہیں...... کاش میں تم سے نفرت کر سکتا...... اور آزاد ہو جاتا......''

لیپ ٹاپ پھسل کر میٹرس پر آ پڑا تھا وہ اپنی خالی گود کو یوں گھور رہا تھا جیسے وہاں سے کوئی معجزہ رونما ہونے والا ہو۔

جس گھر میں ہوش سنبھالا تھا...... دن رات بسر ہوئے تھے وہاں پھیلی ہوئی نا تی مگر خاموش صدائیں وہ فاصلے پر بیٹھ کر بھی سن سکتا تھا۔

خاص طور پر تخت و تاج کے خواب سجانے والی لڑکی کا بند کمرا...... اور اس کے خوابوں کے محلات منہدم ہونے کے دھماکے......

کتنے جذبے سے کام کرنے بیٹھا تھا...... مگر روح میں پیوست ایک تعلق نے اسے وقتی طور پر اتنا بے بس کر دیا تھا کہ خود پر ہمیشہ کے ٹوٹے ہوئے بچے کا گمان ہوتا تھا جو نہ کروٹ لے سکتا ہے نہ بے پر ہونے کی وجہ سے اڑان بھر سکتا ہے۔

☆☆☆

digestlibrary.com

''میرے پاپا کا مرڈر ہوا ہے...... مجھے نہیں چاہیے ڈالرز اور نہ جیولری اور نہ ہی رسٹ واچز......'' فری دانت پیس، پیس کر اظفر سے بات کر رہی تھی۔

''فری وہ بالکل پُرسکون لائف گزار رہا تھا...... بلیو می...... سب لوگوں کی طرح سب کچھ کھاتا تھا۔ تین سال صرف تین سال اس کی ٹریٹمنٹ ہوئی تھی...... وہ نارمل لائف میں واپس آچکا تھا۔ آپ Mayo کلینک کی ہسٹری چیک کرو...... بہت سے لوگ زندگی کی طرف واپس آئے......''

''مجھے بچوں کی طرح مت بہلائیں...... اسٹاپ......'' فری نے پھر دانت پیسے۔

''اگر سب کچھ اچھا ہو گیا تھا تب بھی پاپا کو یہ سب کچھ بتانا چاہیے تھا...... ان کو ایسا شاک تو نہ لگتا کہ وہ سروائیو نہ کرسکیں۔ آپ لوگوں نے اگر یہ بیوقوفی کر ہی لی تھی تو اس کی ڈیتھ کے بعد بتانے کی کیا ضرورت تھی؟ پاگل ہو رہی ہوں میں سوچ، سوچ کر...... یہ گھر میری جنت تھا...... اب یہاں اتنی ویرانی ہے کہ گھر اور جنگل میں فرق نہیں لگتا......'' وہ اب بولتے ہوئے رو بھی رہی تھی۔

''فری...... تم انفر کا خواب بن گئی تھیں...... یہاں بھی کتنی پاکستانی اور انڈین لڑکیاں تھیں جو اس کو پسند کرتی تھیں، ان میں سے انفر کسی کو بھی چوز کرسکتا تھا...... مگر وہ ایک آئیڈیالسٹ انسان تھا...... جب اسے یہاں کوئی لڑکی سمجھ نہیں آئی تو پاپا نے پاکستان جانے کا فیصلہ کیا کہ شاید انفر کو وہاں کوئی لڑکی پسند آجائے۔ اس نے تمہیں پسند کر لیا...... ہم سب کے لیے بہت خوشی کی خبر تھی۔ پاپا اس کی شادی فوراً کرنا چاہتے تھے...... کیونکہ اس نے کئی سال suffering میں کاٹے تھے۔'' وہ بول رہا تھا۔

''پلیز...... فری شک اور بدگمانی ہمیشہ رشتوں کے اپوزٹ ہوتی ہے...... تم یقین کرو...... وہ تمہیں پا کر اتنا خوش تھا کہ اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا...... کاش تم زندگی کے آخری دنوں میں اسے دیکھتیں...... تمہاری فوٹو جو نکاح کی تھی اس نے بہت خوب صورت فریم میں لگائی تھی...... وہ اسپتال میں وہ فریم اپنے سینے پر رکھ کر سوتا تھا۔''

فری دم سادھے سن رہی تھی۔ اظفر اپنے گزر جانے والے بھائی کی وکالت کرتے ہوئے تسلسل سے بولتا چلا گیا۔

''آخری دن اس کے الفاظ تھے کہ پاپا...... فری کی آواز تو سنوا دیں...... شام چار بج کر بیس منٹ ہو رہے تھے، وہ تمہاری فوٹو کو چوم رہا تھا۔ چار پینتیس پر اس کی ڈیتھ ہو گئی۔'' اظفر کی آواز چند سیکنڈ کے لیے خاموش ہو گئی۔

''فری...... پلیز...... میرے پیارے بھائی سے ناراض نہ ہونا...... میں ہاتھ جوڑ کر تم سے درخواست کرتا ہوں، اسے معاف کر دو...... وہ پیاسا چلا گیا ہے۔ تمہارے پاس مواقع ہیں...... تمہیں تو کوئی انفر سے زیادہ چاہنے والا بھی مل سکتا ہے...... مگر میرا بھائی تو پیاسا...... خالی ہاتھ چلا گیا۔'' اظفر اب بچوں کی طرح پھوٹ، پھوٹ کر رو دیا تھا۔

فری کی قوتِ برداشت جواب دے گئی۔ اس نے رابطہ منقطع کیے بغیر سیل فون تکیے پر الٹا رکھ دیا تھا۔

اظفر کے رونے کی آواز در و دیوار میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔

''اٹس اوکے...... مگر میرے پاپا کی کمی تو کوئی پوری نہیں کرسکتا...... میں انفر کو معاف کر دوں تو کیا میرے پاپا واپس آجائیں گے؟''

☆☆☆

''تم کون سا گرو سے خوش ہو...... مجبوری میں اس کی غلامی کر رہے ہو ناں......؟'' رات کے آخری پہر شریفی گھر کے وسیع و عریض دالان میں خواجہ سرا ملک عبدالستار خان حافظ آبادی عرف نیلم پری کی پائنتی کی طرف دونوں ہاتھ باندھے سر جھکائے کھڑی منتیں کر رہی تھی۔

دالان کے بیچوں بیچ نیلم پری کی پرانی سی بان سے بنی ہوئی چارپائی بچھی ہوتی تھی، بائیں طرف 1857ء کی

جنگِ آزادی کی لوٹ مار سے بچا ہوا ڈیڑھ فٹ اونچا سیاہ رنگ کا ٹیبل فین ایک لکڑی کے اسٹول پر رکھا ہوا تھا جس کی ہوا اتنی بھرپور نرم اور بے آواز تھی کہ جی چاہتا تھا جب تک اس فین کی زندگی باقی ہے یہ چلتا رہے اور سونے والا سوتا رہے۔ اس فین کو چلانے کے لیے ایک طویل برقی تار کا سلسلہ تھا جو دالان سے گزر کر گرو کے کمرے میں جا کر تمام ہوتا تھا..... گرو کو جب نیلم پری کو بے وقت طلب کرنا ہوتا تھا اپنے کمرے سے فین کی روح نکال دیتا تھا۔ یعنی سوئچ آف کر دیتا تھا..... بقول گرو..... ''اس پکھے (پنکھے) کے اُرزے پُرزے بنانے والوں کی ہڈیاں بھی سرمہ ہو گئیں..... نیلامی میں رکھ دوں تو آخری بولی پانچ لاکھ کی لگے گی۔''

اس حساب سے نیلم پری ''پانچ لاکھ'' سرہانے رکھ کر سوتا تھا۔

''شرمیلی تو، تو اپنے بھیا کے بل بوتے پر بھاگنے کی سوچ ہے..... مگر تو گرو کا خزانہ ہے..... گرو بولے گورنمنٹ کا بڑا افسر ساری جوانی کھپا کر پنشن پر صبر کرے ہے..... سرکار لاکھوں دیوے..... کہ جا کر دکنداری (دکانداری) کر لے۔

شرمیلی میری پنشن ہے..... اس کی حفاظت کے لیے میں نے اپنی نیندیں حرام کی ہیں..... تو ادھر سے بھاگنے کا سوچنا بھی مت پہلے بھی تیرے کو سمجھایا ہے..... اب تو جلدی سے اپنے ایئر کنڈیشنٹ (کنڈیشن) کمرے میں جا اور رب سائیں کا اور اپنے بھیا کا شکر بول..... نمک حرامی نہ کر..... ہر دس پندرہ دن بعد تجھے دورہ پڑے ہے۔''

نیلم پری نے [illegible] دائیں سے بائیں رکھ کر کروٹ بدلی اور گال کے نیچے ہاتھ رکھ کر سونے کی اداکاری کرنے لگا۔

''عبدالستار..... ادھر کوئی بھی میرے جیسا نہیں ہے..... ٹھنڈا کمرا اور پیٹ بھر روٹی کے ساتھ اپنی مرضی سے سانس لینے کا حق ہے میرا..... میں جوان خوب صورت لڑکی ہوں..... پرائیویٹ بی اے کیا ہے..... باہر نکلوں گی تو کوئی مجھ سے شادی بھی کر سکتا ہے..... میرا اپنا گھر بن سکتا ہے..... تمہاری بھی ایک ماں ہے ناں عبدالستار..... تمہیں گرو نے کسی سمندر کی سیپ سے تو نہیں نکالا تھا۔'' شرمیلی کی آواز آنسوؤں میں ڈوب گئی۔

''اچھا بس، بس..... میرے کلیجے پر بغدا چلانے کی ضرورت نہیں..... بہت بڑی کلاکار ہے تو..... تاک کر نشانہ باندھتی ہے..... انتظار کر..... گرو کے مرنے کا یا اس خزانے پر بیٹھی بڈھی ناگن کے ''قل'' کا ابھی تو بس تو میرے کان کھاوے ہے۔''

''یا اللہ..... بڈھی کو معاف کر دے، اپنے پاس بلالے۔''

نیلم پری نے سیدھی ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ پھیلائے۔

☆☆☆

''وہ..... لڑکی..... بات سنو..... نازیہ ناشتے کے بعد ٹرالی لے کر کمرے سے باہر جانے لگی تو ثمینہ نے اسے روکا۔

''yes Mam''..... نازیہ، ثمینہ کے قریب آگئی۔

''کئی روز ہو گئے..... میری یونس سے بات نہیں ہوئی۔ وہ ہمارا سوئس بینکنگ کورٹ میں ایک کیس بھی لگا ہوا ہے..... اس کی اپ ڈیٹ لینی ہے..... ذرا میری اس سے بات کراؤ۔'' ثمینہ نے آئی فون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم صادر کیا۔

چند سیکنڈ کے لیے نازیہ چکرا کر رہ گئی..... مگر اس نے بڑی مہارت سے خود کو سنبھال لیا تھا۔

''جی..... میم.....'' نازیہ نے فون اٹھا کر یونس خان کا نمبر سرچ کرنا شروع کر دیا۔ نمبر نکال کر ڈائل کیا۔

ثمینہ بے قرار نظروں سے نازیہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''میم نمبر پاورڈ آف ہے۔''

digestlibrary.com

"اوہ...... بوڑھا ہو رہا ہے ناں...... اپنی ذمے داریوں کو بھی بھولنے لگا ہے......any way" ...... فلورا روبن سن کو ملاؤ۔" ثمینہ اس وقت بہت چاق و چوبند محسوس ہو رہی تھیں اور ماریہ اتنی ہی اپنی ٹانگوں میں کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ آخر اسی کے مشورے پر تو عرشلہ نے اتنا بولڈ قدم اٹھایا تھا۔

وہ دل کی دھڑکن قابو میں کرتے ہوئے بے بسی کی کیفیت میں فلورا کا نمبر تلاش کرنے لگی...... اس وقت جان پر بن رہی تھی۔

معاً ذہن میں جھماکا ہوا اور اس نے آنکھ بچا کر فلورا کا نمبر ہی بلاک کر دیا۔

"میم کوئی رسپانس نہیں ہے......" ماریہ نے جھوٹ بولتے ہوئے نظریں چرائیں۔

"اٹس او کے...... تھوڑی دیر میں دوبارہ ٹرائی کر لیں گے۔ میں ای میلز چیک کر لیتی ہوں...... ذرا میرے گلاسز اٹھا کر دو اور میری ای میل اوپن کر کے دیکھو...... کتنی میلز ہیں...... زیادہ تر میٹنگوں سے ہی ہوں گی مگر چیک کرو یونس اور فلورا کی طرف سے تو کوئی میل نہیں ہے۔"

"او مائی گاڈ......!" ماریہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ اس نے پہلی فرصت میں نیٹ کنکشن آف کیا اور بڑی پھرتی سے یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"ایکسکیوزمی میم...... میں وائی فائی چیک کر کے ابھی آتی ہوں...... کنکیٹ نہیں ہو رہا......" اس کے انداز میں اتنی پھرتی و بے ساختگی تھی کہ ثمینہ کے ہونٹ تو ضرور متحرک ہوئے مگر ذہن کا نیٹ ورک بھی error شو کر رہا تھا۔

عرشلہ، زین کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔ اس وقت بیرٹ گرین گاؤن میں ملبوس بہت تر و تازہ نظر آ رہی تھیں۔

ماریہ نے سرپٹ دوڑ کر انہیں جا لیا۔

"میم...... پلیز...... جسٹ اے منٹ......"

عرشلہ زینے پر پہلا قدم رکھ چکی تھیں انہوں نے حیرت سے پلٹ کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

"what happend?"...... عرشلہ نے گھبرا کر ماریہ کے تاثرات نوٹ کرنا شروع کر دیے۔ کیونکہ ماریہ کے ہاتھ میں ثمینہ کا آئی فون تھا۔

"میم...... ثمینہ میم...... مسز فلورا سے بات کرنا چاہتی ہیں...... اور وہ اس week کی mails بھی چیک کریں گی۔"

"اوہ نو......" عرشلہ نے گویا خود کو گرنے سے بمشکل بچایا۔

"پلیز...... wifi آف کر دو......" وہ بولیں۔

"اف...... اگر ممی نے mails چیک کر لیں تو غضب ہو جائے گا۔"

"میم میں نے سوئچ آف کر دیا ہے۔ آگے آپ ہینڈل کریں۔" ماریہ نے فکر مندی سے عرشلہ کی طرف دیکھا۔

"let me see..... okey"

اسی وقت زین دھڑ دھڑ زینہ اترتا نیچے آیا۔ چند ثانیے کے لیے ٹھٹکا۔ گویا سمجھنے کی کوشش کی کہ یہ دونوں زینے کی گرل سے کیوں چپکی کھڑی ہیں پھر wifi کنکشن کی طرف بھاگا۔

"زین...... وائی فائی...... کو ٹچ نہیں کرنا...... ڈیٹا لے کر کام چلاؤ...... وائی فائی آف رکھنا ہے۔"

زین نے پلٹ کر عرشلہ کی طرف دیکھنے کے بجائے ماریہ کی طرف دیکھا جو زین کی طرف دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اُٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
ا... انہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "...کم بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوردیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 19

زین نے الجھن بھری نظروں سے عرشلہ کی طرف دیکھا اور اشارے سے سوال کیا کہ ہوا کیا ہے؟
عرشلہ نے اب اس کے قریب جا کر بہت محبت سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بہت نرمی سے گویا ہوئیں۔
"تھوڑی دیر صبر کرلو...... آن کردیں گے......"
اب زین نے عرشلہ کے بجائے ماریہ کی طرف دیکھا...... ایک پل میں یوں محسوس ہوا گویا اس کی آنکھوں میں

خون اتر آیا ہو...... اس کے بعد وہ مڑا اور زینہ پھلانگتا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

''میرا بیٹا کرے بھی تو کیا کرے...... کالج جاتا ہے تو جلدی آ جاتا ہے ظاہر ہے کوئی اس کو کمپنی نہیں دیتا ہوگا...... ایک فری اس کا احساس کرتی تھی...... وہ بھی آج کل کالج نہیں آ رہی......''

''sorry to say...... میم اس ویک میں تو میں نے زین کو کالج جاتے ہوئے نہیں دیکھا...... لیپ ٹاپ پر گیم کھیل رہے ہوتے ہیں یا موبائل میں بزی ہوتے ہیں......'' ماریہ سے برداشت نہ ہوا عرشلہ کو درمیان میں ٹوک دیا۔

''لاسٹ ویک تو تین دن گیا تھا ناں...... حالانکہ میں اس کی پرنسپل سے دو میٹنگز کر چکی ہوں، ان سے سب کچھ شیئر کر چکی ہوں...... پھر بھی کالج میں اس کو مینٹلی ٹارچر کیا جاتا ہے...... جب فٹ تھا، فرینڈز پر خرچ کرتا تھا تو سب اس کو گھیرے رہتے تھے......'' عرشلہ اب ماریہ کے ساتھ اپنے بیڈروم کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

''تو اب کیا ہوا...... آپ نے خرچ سے منع تو نہیں کیا......؟'' ماریہ کو کچھ سمجھ نہیں آئی۔

''اس کا دل ٹوٹ چکا ہے...... وہ فری کے ساتھ بہت زیادہ ایموشنلی اٹیچڈ ہو چکا تھا...... اس کے نکاح میں بھی نہیں گیا...... اب فری جیسی لڑکی اس کے لیے کہاں تلاش کروں......؟''

''شکر ہے ایک بیچاری معصوم لڑکی کا وقت ضائع ہونے سے بچ گیا۔'' ماریہ نے دل ہی دل میں شکرانہ کیا۔

''اور اسے دیکھو...... نکاح کیا ہوا...... اس نے زین کو پوچھنا ہی چھوڑ دیا۔'' عرشلہ کے لہجے میں رنج تھا۔

''نیچرل ہے میم...... پہلے دو کے درمیان کوئی نہیں تھا...... اب تیسرا موجود ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اتنا اچھا ہو کہ فری سب کچھ بھول کر آگے کی طرف دیکھ رہی ہو۔''

''ہوں......may be......'' عرشلہ نے بے دلی سے تائید کی اور بیڈروم کے دروازے پر رک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''اب تم ممی کے پاس جاؤ...... فی الحال تو سچویشن کنٹرول کر لی ہے۔ اب آگے کا سوچتے ہیں...... آئی ہوپ تمہاری طرف سے مجھے کوئی good advise ملے گی...... اور اس جنٹل مین...... کیا نام ہے اس کا......؟'' عرشلہ رک کر ذہن پر زور ڈالنے لگیں۔

''واصف میم......'' ماریہ نے مدد کی۔

''او...... یس...... اسے لائن اپ کرو...... مجھے اس سے ایک detailed میٹنگ کرنا ہوگی یہ جاننے کے لیے کہ وہ ہمارے کام کو کتنا سمجھتا ہے...... تب ہی اس سے کونفیڈنشل شیئر کیے جاسکتے ہیں...... اوکے!'' عرشلہ ہینڈل دبا کر دروازہ پش کرتے ہوئے ماریہ کی طرف دیکھنے لگیں۔

''یس...... میم...... یو ڈونٹ وری...... میں دیکھ لوں گی......'' ماریہ کہتے ہوئے شمسہ کے کمرے کی طرف بڑھنے لگی۔

☆☆☆

''جب وہ کہہ رہا تھا کہ پاپا، فری کی آواز تو سنوا دیں تو انکل کو مجھ سے کانٹیکٹ کرنا چاہیے تھا ماما......!'' فری، سارہ کے شانے سے سر ٹکائے آنسوؤں میں بھیگی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''بیٹا جب کسی کا پیارا زندگی کی آخری سانسیں لے رہا ہو تو عقل کام کرنا بند کر دیتی ہے۔ فیصلہ کرنا آسان نہیں ہوتا......'' سارہ نے کہا۔

''بیٹا...... جس خبر سے تم بے خبر تھیں۔ وہ کیسے اچانک اس کی ڈوبتی آواز سنواتے...... یہی سوچ کر انہوں نے کانٹیکٹ نہیں کیا ہوگا کہ یہ خبر تمہارے لیے ایک عذاب سے کم نہ ہوگی......'' سارہ نے ہوش مندی سے تجزیہ کیا۔

''تو یہ خبر بعد میں بھی تو ملنا ہی تھی ناں...... یہ تو پتا تھا ناں ان کو۔ اس کی آخری خواہش تو پوری کر دیتے......''

فری کا لہجہ بالکل نڈھال تھا۔

”وہ تمہاری طرف سے پیش آجانے والے ردِعمل کی وجہ سے ہمت نہیں کر پا رہے ہوں گے بیٹا...... معاف کردو اسے...... جو ہمیشہ کے لیے چلے گئے ان سے کیا جھگڑا...... اس دنیا سے سب نے رخصت ہونا ہے...... ہر رخصت ہونے والے کو ایک بہانہ چاہیے...... میرے بھائی کی عمر ہی اتنی لکھی تھی......“ شمسہ جو فاصلے پر کھڑی ماں بیٹی کی باتیں سن رہی تھیں اب آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”نہ کوئی خود سے جنم لیتا ہے نہ مرتا ہے...... سب ایک اشارے کے منتظر ہیں...... اسی مقام پر انسان خود کو پہچانتا ہے کہ وہ کتنا بااختیار ہے۔“ شمسہ اب دونوں کے مقابل بیٹھ رہی تھیں۔

”ٹھیک کہہ رہی ہے شمسہ...... میرا بھائی بھی کسی کو زحمت دیے بغیر سوتے میں چلا گیا اور شوہر بھی...... میرے بھائی کے پاس تو پچھلے پہر کوئی فون کال آئی تھی...... نہ اولاد کے دکھ دیکھے...... پھر بھی چلے گئے۔“ بولتے، بولتے سارہ کی آواز گلوگیر ہوگئی۔

digest library.com

”ماما...... لیکن میں کیسے زندگی سے پیار کرسکتی ہوں...... مجھے موٹیویٹ کرنے والے پاپا ہیں اور نہ اچانک سے میری زندگی میں آنے والا الھر...... اب تو مجھے اپنا آئی فون بھی اچھا نہیں لگتا ماما......“ وہ بولی۔

”ایسا لگتا ہے مجھے اب فون کی ضرورت ہی نہیں ہے...... میں نے پاورڈ آف کردیا ہے۔“ فری نے سارہ کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں قید کرلیا...... وہ بچوں کی طرح لپٹی بلک، بلک کر رو رہی تھی۔

☆☆☆

"میں تو تمہاری شادی کا سوچنے لگی ہوں...... اتنا اچھا لڑکا کہاں ملے گا......؟" ماریہ، واصف کا نمبر ڈائل کرنے لگی تو اس کے کانوں میں اچانک عرشلہ کے الفاظ گونجے ایک روبوٹ کی طرح ذمے داریاں ادا کرتی لڑکی کی زندگی میں وہ الفاظ داخل ہوئے جو نامانوس واجنبی تو تھے مگر بھاری نہیں تھے۔

انسانی زندگی میں الفاظ گہرے رشتوں سے زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں...... ایک نوجوان بیوہ چند الفاظ کی وجہ سے ساری زندگی کسی کی یاد کے ساتھ دوسرا نکاح کر لیتی ہے اور اس کی زندگی میں کبھی خالی پن نہیں آتا۔

اور کبھی دو چاہنے والوں کے بیچ کچھ ایسے الفاظ بلاسوچے سمجھے وارد ہو جاتے ہیں کہ ایک چھت تلے دو افراد مرتے دم تک اجنبی بن کر رہتے ہیں...... خواہ ایک دستر خوان پر کھاتے ہوں اور ایک بستر پر ہی سوتے ہوں...... مصلحتیں ان کو یوں باندھے رکھتی ہیں گویا کولہو کے بیل جن کی آنکھوں پر چمڑے کے پردے چڑھا دیے جاتے ہیں کہ مسلسل ایک ہی جگہ گول، گول گھومنے سے چکرا کر نہ گر پڑیں۔

اگر واصف نظر انداز کیے جانے کے لائق ہوتا تو یہ الفاظ بے معنی و بے تاثیر تھے...... مگر وہ تو سامنے آ کر چونکاتا تھا خاص طور پر اس کی سیاہ چمکدار آنکھیں کہ جس طرف خصوصی توجہ سے اٹھ جائیں بیڑا غرق ہی کر دیں۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ واصف کا نمبر ڈائل کیا۔ جو بلا تاخیر وصول ہو گیا تھا اور واصف کی دھیمی اور بھرائی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

digest library.com

"السلام علیکم!"

"والسلام...... مسٹر واصف میں نے کچھ فائلز آپ کو e.mail کی تھیں کیا آپ نے ویو کیا......؟" ماریہ نے شائستگی سے سوال کیا۔

"یس...... آف کورس...... کوئی complication نہیں ہے...... اس سے زیادہ تو ہم وہ پڑھ چکے ہیں جو فی الحال صرف بل گیٹس اور ایلون مسک کے ہی کام آ رہا ہے۔" واصف نے لطیف پیرائے میں جواب دیا...... اور آخر میں دھیرے سے ہنس دیا۔ ماریہ کو اس کی بے نیازی اور اعتماد سے جواب دینے پر روحانی مسرت کے ساتھ، ساتھ ایک گہرے اطمینان نے بھی آ لیا۔

"گریٹ...... پھر اب آپ کا ایک فائنل ٹیسٹ ہوگا...... آپ skype پر میم فلورا سے ایک میٹنگ کر لیں...... وہ شاید آپ سے کچھ مشکل سے سوالات بھی کر لیں۔ اگر وہ آپ سے مطمئن ہو جاتی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو اپائنٹ منٹ لیٹر ای میل کر دیا جائے گا اور آپ اپنا کام شروع کر دیں...... تمام کمپنیز اور banks برانچز کی ڈیٹیلز آپ کو خود بخود دکھتی چلی جائیں گی...... وہ بھی میم فلورا آپ کو سمجھا دیں گی۔ اوکے......؟" ماریہ نے بات مکمل کر کے مختصر سوال کیا۔

"جی ٹھیک ہے...... میں میم فلورا سے کانٹیکٹ کر لیتا ہوں...... تفصیل وہ خود ہی میم عرشلہ کو پہنچا دیں گی۔" واصف نے اپنی آواز کے اتار چڑھاؤ پر دھیمی آواز کا غلاف چڑھایا ہوا تھا۔

"بالکل ٹھیک...... فی الحال ہم یہاں انیکسی کے ایک روم میں آپ کا پرائیویٹ آفس بنا رہے ہیں...... کیونکہ شروع، شروع میں میم عرشلہ کو جلدی، جلدی آپ سے میٹنگز کرنا ہوں گی کیونکہ انہیں مدر کو اپ ڈیٹ رکھنا ہوتا ہے......" اب ماریہ اپنی رسٹ واچ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے قدرے عجلت میں نظر آئی۔

"mother؟" واصف نے چونک کر سوال کیا۔

"جی...... ایکچوئلی تو وہی آپ کی باس ہیں...... مگر وہ ایک ٹراما سے گزری ہیں انہیں بیڈ ریسٹ کی ایڈوائس ہے...... تب تک میم عرشلہ یہ سب دیکھیں گی۔" ماریہ کی خالص نکھری آواز اور فطری لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ ان

رئیسوں کی بے حد وفادار خادمہ ہے۔ واصف کو دور تک راوی چین لکھتا نظر آ رہا تھا۔

☆☆☆

"داؤد تم نے تو میرے ذہین بچوں کو چوں، چوں کا مربہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ تم اگر ہم پر احسان کرتے چلے آ رہے ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ڈیڈ باڈی کی طرح خود کو تمہارے حوالے کر دیں......"

کافی عرصے بعد داؤد دہلوی گھر کے لاؤنج میں اپنی پسند کی کوئی مووی لگا کر بیٹھے تھے، ان کے جم خانہ کے کافی ساتھی ابھی، اپنی فیملی کے ساتھ چھٹیاں منانے ملک سے باہر گئے ہوئے تھے ایک خاص گولف کلب کا ساتھی تھا اور انہی کی طرح مجرد زندگی گزار رہا تھا اس نے بیس سال کی تنہائی کاٹنے کے بعد اچانک شادی کر لی تھی اور ہمیشہ کے لیے سنگی گال روانہ ہو گیا تھا...... زندگی میں اچانک ایک خالی پن در آیا تھا تو آج مووی دیکھنے کا موڈ بنا لیا...... مگر جلدی میں بھول گئے کہ گھر میں تو کسی بھی وقت "لائیو پروگرام" شروع ہو جاتا ہے، وہ ریموٹ کنٹرول سے والیوم آف کر کے سنبھل کر بیٹھ گئے اور مہ لقا کی طرف دیکھا۔

"آپا...... آم کا...... سیب کا...... حتیٰ کہ ہرڑ کا مربہ تو بن جاتا ہے یہ چوں، چوں کیا چیز ہے اور اس کا مربہ کیسے بناتے ہیں؟" داؤد دہلوی نے کمال ذہانت سے ماحول کو لاحاصل سنجیدگی سے بچانے کی کوشش کی۔

"ہمیں نہیں پتا...... نانی امی سے ہی سنا ہے ہم نے بھی۔" مہ لقا منہ بنا کر مقابل نشست پر ٹک گئیں۔

اس وقت بڑے عجیب و غریب لباس میں ملبوس تھیں...... بڑے، بڑے پھولوں والا ٹراؤزر جس کے پائنچے اتنے کھلے، کھلے تھے کہ غرارے شرارے کے خاندان سے کوئی تعلق نکل رہا تھا۔ اس پر سے پوری آستینوں کی چھوٹی سی کرتی کہ بیٹھتے ہوئے کھینچتے پکڑنے کی ضرورت ہی نہ ہو...... سوئمنگ کاسٹیوم کی طرح بس چڑھاؤ اور پانی میں کود جاؤ۔

"اسی لیے کہتے ہیں سنی سنائی نہیں پکڑنا چاہیے...... خیر چھوڑیے...... پہلی بات تو یہ کہ آج آپ نے بہت غضب کی ڈریسنگ کی ہے...... فیشن تو کوئی آپ سے سیکھے بس......" بچتے بچاتے، بھگتاتے آخر داؤد دہلوی کو بہن کی سمجھ آ چکی تھی...... بڑی مہارت سے سنبھال لیتے تھے۔

"ہاں تو اور کیا...... شروع ہی سے میرے سرکل میں سب میری کاپی کرتی تھیں اور اسی وجہ سے میں لوگوں کی جیلسی فیس کرتی ہوں......" مہ لقا تعریف سن کر اپنا موقف و مقصد ہی بھلا بیٹھیں یوں بھی "ڈیمنیشیا" کی مریضہ تھی۔ (یہ بھولنے کی بیماری ہوتی ہے...... مریض بات شروع کرتے ہی بھول جاتا ہے کہ وہ کیا بات کرنے جا رہا تھا۔)

"یہ تو ہے...... فیشن میں کوئی آپ سے جیت نہیں سکتا......" داؤد دہلوی نے سگے بھائی ہونے کے ناتے بہن کو بہلاتے ہوئے ایک روحانی اذیت سی محسوس کی...... آخر ایک زندہ انسان...... جس کی زندگی کا کوئی مقصد نہ رہے، بھلائی کر پائے نہ برائی کرنے کے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکے...... انہوں نے کچھ خاموش آنسو دل کے دامن پر گرتے ہوئے محسوس کیے۔

ان کی پڑھی لکھی، خوب صورت، ہر طرح کے جسمانی عیب سے پاک بہن جسے غریب عورتیں رشک سے دیکھیں...... اور امیر خواتین حسد محسوس کریں...... اور وہ خود...... اس جہاں میں نہ اُس جہاں میں...... بظاہر ہوش و حواس میں...... درحقیقت زندگی سے نوری سالوں دور......

"تمہاری بیوی تو مجھ سے اتنی زیادہ جیلس تھی داؤد...... جس دن میں تیار ہو کر کسی پارٹی میں جاتی تھی اس رات وہ ٹرنکولائزر لے کر سوتی تھی۔" مہ لقا نے بات کرتے ہوئے فخریہ انداز میں اپنا سراپا خود ہی سراہا۔

"آپ کو کیسے پتا کہ وہ ٹرنکولائزر لیتی تھی۔ اس نے بتایا تھا آپ کو کہ جب آپ اچھا سا تیار ہوتی ہیں تو وہ

ٹرنکولائزر لے کر سوتی ہے؟'' داؤد علوی نے پھیکی، بے معنی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا۔
''ارے نہیں...... وہ ''گھنی'' مجھے کیوں بتانے لگی...... وہ تو میڈ اس کے روم سے ڈسٹ بن لے کر آئی تو میں نے دیکھ لیا......'' مہ لقا نے بے پروائی سے جواب دیا۔
''آپ پھر ابھی چیک کرتی تھیں آپا......؟'' داؤد علوی کا انداز بظاہر بڑا نارمل یا عام سا تھا مگر درحقیقت، اندر ایک ٹوٹ پھوٹ شروع ہو چکی تھی۔
وہ گہری سانس لے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔
''چلیں آپا...... آج آپ کو شہر سے بہت دور کہیں ڈنر کراتے ہیں... عالی شان اور عالی جاہ سے کہیں تیار ہو جائیں......''
ماہ لقا نے خوش ہو کر بلکہ بے یقینی کی کیفیت میں بھائی کی طرف دیکھا تھا۔ داؤد علوی کو دولت کے سہارے سے ہر طرح کی آسانی ملی ہوئی تھی۔ وہ اس آسانی میں اپنی بہن، بھانجوں کو شامل رکھتے تھے...... بقول کے ان کی تو ''فیملی'' ہی بہن اور بھانجے ہیں۔
داؤد علوی نے بوجھ بن جانے والے رشتے کو یوں نبھایا تھا جیسے ایک ماں اپنے پیدائشی معذور بچے کو شیشے کے برتن کی طرح سنبھال کر چلتی ہے۔

digest.library.com

☆☆☆

میڈم فلورا سے سوا گھنٹے کی اسکائپ میٹنگ کے بعد اس نے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا۔ ایک شفیق، مہربان اور نہایت لائق خاتون...... احساسِ ذمے داری سے مالا مال جس طرح سے انہوں نے واصف کی رہنمائی کی گویا وہ اپنی کرسی پر بیٹھے بیٹھے انٹرنیشنل سطح پر اپنے اسکوپ کی طرف بڑھنے لگا تھا...... جس کی وجہ سے وہ اپنے اندر بلا کا اعتماد محسوس کر رہا تھا۔ کتابیں تو وہ پڑھ چکا تھا مگر پڑھتے ہوئے کو، بہت جلد عمل کے سانچے میں ڈھالنے کا موقع قدرت نے فراہم کر دیا تھا۔ کتاب پڑھنے سے بھی وہ اٹوٹ اعتماد حاصل نہیں ہوتا جو تجربے سے گزرنے کے بعد پیدا ہوتا ہے۔
وہ ایک بار پھر اپنے اس مرحوم ماموں کا شکر گزار ہوا جو زندہ تھے تو دل میں گلے اور شکایتیں سر اٹھاتی رہتی تھیں۔ ایک سنڈے کا ڈان اخبار اس کی زندگی کا اہم موڑ بن کر اس گھر میں داخل ہوا تھا۔
اس نے اب سر گھما کر گیسٹ روم کا جائزہ لیا...... ہلکے آسمانی اور کریم کلر کے امتزاج نے ماحول میں بہت سکون کا احساس پیدا کر دیا تھا...... کریم کلر کی دیواریں، کریم کلر کا ہی فرنیچر، آسمانی بیڈ شیٹ، تکیے، کشن، پردے، چھوٹے بڑے گلدان ایک دیوار پر بڑی سی بہتے آبشار کی پینٹنگ...... جس میں آسمانی اور نیلا رنگ نمایاں تھا...... پس منظر میں برف پوش اونچے، اونچے پہاڑ۔
وہ ماں سے ملنے آیا تو سارہ نے اصرار کیا کہ وہ رات کا کھانا کھا کر جائے۔ وہ کھانا کھا کر فارغ ہوا تو میڈم فلورا سے میٹنگ کی بے چینی لاحق ہو گئی۔ وہ صبح یا اگلے دن کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ صبح جب ماریہ کی کال آئے تو وہ اسے نئی معلومات کے ساتھ اپ ڈیٹ کرے اور شاید اس دوران میڈم فلورا ابھی عرشلہ سے رابطہ کر کے اس کے بارے میں اپنی رائے پیش کر چکی ہوں۔
ایک گولڈن چانس اس کی زندگی میں خود بخود داخل ہوا تھا...... وہ سیدھا نشانہ لے کر دوڑنا چاہتا تھا۔
یہ الگ بات کہ کوئی اسے ذلت کی انتہاؤں کے ذائقے سے آشنا کر کے اس پر بڑی مہربانی کر چکا تھا...... اور لاشعور اسے ہر پل قدم بڑھانے کے راستے بتاتا تھا۔ جیسے ہی فری ذہن کے کسی روزن سے جھانکتی وہ ہاتھ بڑھا کر پردہ کھینچ دیتا۔ اور ڈونٹ ڈسٹرب کا کارڈ لٹکا دیتا۔
شمسہ نے اگرچہ اسے کہہ دیا تھا کہ وہ رات کو لیٹ نکلنے کے بجائے صبح سویرے نکلے تو زیادہ بہتر ہے...... وہ

باہر لاؤنج میں سو جائیں گی ویسے بھی انہیں صبح چار بجے تو اٹھنا ہوتا ہے۔
وہ کئی مرتبہ آ کر جا چکا تھا مگر ابھی تک فری سے آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔ اس نے اپنی طرف سے کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ شمسہ نے اپنی طرف سے ہی ذکر کرتے ہوئے اطلاع فراہم کر دی تھی کہ ''فری نے خود کو اپنے کمرے میں قید کر لیا ہے۔ بالکل بھی باہر نہیں آتی...... ساتھ بیٹھ کر کھانا بھی نہیں کھاتی...... بھائی تو اس کی فکر میں گھلنے لگی ہیں۔'' فری کا تصور بہت وزنی ہوتا تھا...... جیسے اس کا خیال نہ ہو پورا آسمان ہو جس کے وزن سے شانے جھکے پڑتے ہوں...... دکھ کی ایک لہر بجلی کے کوندے کی طرح گزر گئی...... بالکل ایسے ہی جیسے بھرے ہوئے بادل آپس میں ٹکراتے ہیں تو بجلی کا کوندا لپکتا ہے اور زمین میں دھنستا دکھائی دیتا ہے اس کے بعد کان پھاڑ دینے والا کڑاکا سنائی دیتا ہے۔
اس کی حالت بھی یکلخت ایسی ہی ہو گئی تھی جیسے توانائی کی آخری بوند بھی جسم سے نکل کر زمین میں جذب ہو گئی ہو...... اور کرسی پر مٹی کا ڈھیر پڑا ہو۔
''فری پلیز...... جہاں ہو وہیں ٹھہر جاؤ...... تم خوشی سے اپنے خیالات کی قید میں رہو...... مگر میں تمہیں ہرگز اجازت نہیں دوں گا کہ میں دوڑنے لگوں اور تم راستے میں آ جاؤ۔ اس وقت رک جانے کا مطلب ہے کہ میں نے خود کو مردہ مان لیا ہے...... زندگی سے منہ موڑ لیا ہے۔ مجھے تمہاری نفرتوں سے محبت ہے...... مجھے ایسے ہی جینے دو......'' وہ اس خیال کے ساتھ ہی کرسی دھکیل کر کھڑا ہو گیا اور لیپ ٹاپ بیگ میں رکھنے لگا۔

☆☆☆

ماریہ نے عرشلہ کو فون کر کے مطلع کیا کہ زین تیار ہو کر اپنے روم سے نکل چکا ہے۔ ماریہ ہی نے عرشلہ کو الرٹ کیا تھا کہ جب وہ بات چیت کرنے کے قابل بھی نہیں ہے تو رات گئے اچھی طرح تیار ہو کر اسے بتائے بغیر کہاں جاتا ہے؟ عرشلہ کو پتا کرنا چاہیے۔
تب عرشلہ نے اسے کہا تھا کہ واقعی وہ اپنی پریشانیوں میں ''لوز'' کر رہی ہے اگر وہ کبھی زین کو لیٹ آور ز میں گھر سے جاتا دیکھے تو اسے مطلع کرے۔
ماریہ، عرشلہ کی وفادار ہونے کے ناتے سامنے آئے بغیر اس کی مدد کرنے کی خواہش مند تھی...... کیونکہ وہ جانتی تھی کہ عرشلہ ایک رئیس عورت ہے ساتھ ہی بہت معصوم اور سادہ بھی ہے کوئی بھی زین کو استعمال کر کے اسے ناقابل تلافی نقصان یا جان لیوا اذیت پہنچا سکتا ہے۔ زین کی حقیقت کھلنے کے بعد تو وہ اتنی چوکس و چوکی ہو گئی تھی کہ معمولی سی آہٹ کو بھی نوٹس کرتی تھی۔
اس کی بیمار ماں بھی پریشان تھی کہ رات گئے بھی وہ کوٹھی میں آنا جانا کرتی ہے آخر ایسی کون سی ڈیوٹی ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔
عرشلہ گرتی پڑتی باہر آ چکی تھیں...... لاؤنج میں زین کی پسندیدہ خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔
عرشلہ پورٹیکو کی طرف بھاگیں۔
زین بڑے اطمینان سے اپنی کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔
''زین ایک منٹ...... زین رکو......!'' عرشلہ کی آواز نے رات کے سناٹے کا دامن تار تار کر ڈالا۔ پوش ایریاز کے پھیلے ہوئے سناٹے تو یوں بھی بستی کو کسی آسیب کی امانت کی طرح سنبھالتے ہیں۔
زین کے سر کے عین درمیان بارود پھٹا تھا...... اس نے گھبرا کر پلٹ کر دیکھا...... عرشلہ ننگے پاؤں دوڑتی ہوئی آ رہی تھیں...... بال کھلے بھی ہوئے تھے اور چہرہ ڈھانپ رہے تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر وہ اتنا بدحواس ہوا بھول گیا کہ وہ تو بول ہی نہیں سکتا۔
''what happend Mom?'' عرشلہ جہاں تک آئی تھیں کا دھک سی رہ گئیں...... ایک قدم نہیں

اٹھا پائی تھیں۔ زین کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا کہ وہ یک دم بول پڑا ہے۔۔۔۔۔ بس حیران پریشان دیکھ رہا تھا۔ عرشلہ نے اپنے بکھرے ہوئے بال سمیٹے۔۔۔۔۔ جو اپنی تراش خراش کے لحاظ سے بمشکل ان کے شانوں کو چھوتے تھے۔۔۔۔۔ گھنے ہونے کی وجہ سے کھلتے کے ساتھ ہی بے قابو ہو جاتے تھے۔

شب خوابی کے لباس میں بال سمیٹ کر زین کو گھورتی ہوئی وہ خود کوئی حسین آسیب کا استعارہ محسوس ہو رہی تھیں۔ جیسے کسی پچھل پیری نے کھڑے، کھڑے کسی حسین شہزادی کا سوانگ رچا لیا ہو۔

دونوں اپنی، اپنی جگہ کھڑے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔۔۔۔۔ اور گارڈ عرشلہ کی آواز سن کر چوکنا ہو گیا تھا مگر باہر آنے کے بجائے آٹھ دس انچ کی بغلی کھڑکی سے جھانک رہا تھا۔ گویا یہ منظر دیکھ کر دم بخود سا تھا۔

عرشلہ نے بمشکل خود کو سنبھالا اور آہستہ، آہستہ زین کی طرف بڑھیں۔ زین ابھی تک نہیں سمجھ پایا تھا کہ عرشلہ کا انداز اتنا پُراسرار سا کیوں ہے۔۔۔۔۔ عرشلہ اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ مگر وہ کسی مجسمے کی طرح ایک جگہ ایستادہ تھا۔۔۔۔۔ کچھ کہنے کے بجائے عرشلہ کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

''ابھی کے ابھی تم نے مجھ سے کچھ کہا۔۔۔۔۔؟ پھر سے بولو۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔ شاباش۔۔۔۔۔ کیا کہا تم نے؟'' زین کو یک دم۔۔۔۔۔ اوراک ہوا کہ بہت بڑی غلطی کر بیٹھا ہے۔۔۔۔۔ اب نفی میں سر ہلاتا ہوا پیچھے کی طرف الٹا چلنے لگا۔

''خبردار۔۔۔۔۔ پہلے مجھ سے بات کرو۔۔۔۔۔ کہیں نہیں جاؤ گے ہرگز نہیں جاؤ گے۔ جب تک repeat نہیں کرو گے۔۔۔۔۔ ایک employ کے سامنے تم نے میرا تماشا بنا دیا ہے۔ جب تک دوبارہ نہیں بولو گے میں یہیں کھڑی رہوں گی۔۔۔۔۔ نہ تم کہیں جاؤ گے۔۔۔۔۔ چلو repeat کرو۔۔۔۔۔ تم نے مجھ سے کچھ کہا۔۔۔۔۔ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں۔۔۔۔۔ بولو۔۔۔۔۔ شاباش۔۔۔۔۔ ورنہ میں ممی کو بلاتی ہوں۔'' عرشلہ نے وہ دھمکی دی جس کو عملی جامہ وہ کبھی نہیں پہنا سکتی تھیں۔

لیکن دھمکی کام کر گئی۔۔۔۔۔ زین ذرا سا آگے بڑھا اور اپنا سر عرشلہ کے شانے پر رکھ دیا اور بچوں کے انداز میں بلک، بلک کر رونے لگا۔

''سوری مام۔۔۔۔۔ ایکسٹریملی سوری۔۔۔۔۔ مجھے یہی سمجھ آئی۔ میں یہی کر سکتا تھا۔۔۔۔۔ مام، میں آپ کے ساتھ کسی کو شیئر نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ مام۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔ نیو فیس برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔'' وہ نازک اندام دوشیزہ کی طرح سسکیاں بھر رہا تھا۔

digest Library.com

عرشلہ جیسی نازک اعصاب اور کمزور دل کی حامل عورت کے لیے اس کا اعتراف جرم ہی بہت بڑا احسان تھا اس پر مستزاد اس کا رونا بلکنا۔۔۔۔۔

''اگر آج یہ سب کھل نہ جاتا تو پھر کب تک چلتا۔۔۔۔۔؟ کتنے لوگ suffer کر رہے ہیں۔۔۔۔۔ تمہارے لیے یہ کوئی معمولی بات ہے۔۔۔۔۔ تم اتنے سیلفش ہو سکتے ہو۔۔۔۔۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔'' عرشلہ حیران تھیں۔

''تم ٹھیک تھے۔۔۔۔۔ تمہیں تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔۔۔۔ مگر میرے لیے تو تم سیریس پیشنٹ بن چکے تھے۔۔۔۔۔ میں دن رات کس عذاب سے گزر رہی تھی۔۔۔۔۔ اس کا احساس تو شاید تم کبھی نہ کر سکو۔۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے اپنی پیاری ممی کو ناراض کرتی رہی اور تم نے میرے ساتھ یہ کیا۔۔۔۔۔ کیا تمہارے سوری بولنے اور رونے سے جو ٹائم مائنس ہوا وہ پلس ہو جائے گا۔۔۔۔۔؟ I am already a broken glass (میں تو پہلے ہی ٹوٹا ہوا شیشہ ہوں) تم نے تو آج مجھے مار ہی ڈالا۔'' عرشلہ کی آنکھیں برسنے لگیں۔

وہ یہ پھر میم کو چلانے میں کامیاب ہو گیا۔ دور فاصلے پر دونوں سے چھپ کر کھڑی ہوئی ماریہ نے بے بسی سے اپنی مٹھیاں بھینچ لی تھیں۔

''اُف۔۔۔۔۔ میم اس سے یہ تو پوچھیں کہ اتنی رات کو چپکے سے جاتا کہاں ہے؟ اچھا ہوا مجھے زیادہ محنت نہیں کرنا پڑی، اللہ نے مدد کی اور اس کی پول کھل گئی۔ مگر اصل معاملہ تو اپنی جگہ پر موجود ہے۔۔۔۔۔ پتا چلنا چاہیے کہ یہ باہر

جانے کے لیے سب کے سونے کا ہی انتظار کیوں کرتا ہے......؟ واپس کب آتا ہے؟ وہ کون لوگ ہیں جو اس کا انتظار کرتے ہیں۔"

ماریہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دونوں کے قریب جا کر اصل اور حقیقی مدعا خود بیان کرے.....عرشلہ کی طرف سے سارے سوال کر ڈالے.....مگر اس لمحے اس کی بے بسی قابل دید تھی کیونکہ عرشلہ زین کے سر پر ہاتھ پھیرتی ہوئی اندر کی طرف بڑھنے لگی تھیں۔ زین کے آنسو ہمیشہ کی طرح کام دکھا رہے تھے۔

☆☆☆

سیل فون اس کا ہنوز آف تھا.....ذرہ برابر اسے سیل فون سے دلچسپی نہیں تھی۔ پہلے نیند نہیں آتی تھی تو سیل فون میں کوئی دلچسپی ڈھونڈ لیتی تھی۔ واٹس ایپ، انسٹا گرام، یوٹیوب، فیس بک، دل بہلانے کے کئی وسیلے میسر آجاتے تھے.....مگر اب تو جتنی گہری خاموشی ہوتی تھی اتنی ہی وہ خود میں توانائی محسوس کرنے لگتی تھی۔ جتنا گہرا سناٹا چھانے لگتا.....اسے یوں محسوس ہوتا گویا کسی بڑی جنگ کے بعد امن ہو گیا ہو۔ خیال رکھنے والے سو گئے.....اب کوئی پیار، محبت کی آڑ میں اس کی پُرسکون خاموشی میں رخنہ انداز نہیں ہوگا۔

رات کے ڈھائی بجے کا عمل تھا.....وہ دبے پاؤں کمرے سے باہر نکلی اور ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ زیادہ امکانات شمسہ کی طرف رخ کرتے تھے کہ کہیں ایصال ثواب کی نیت سے قرآن پڑھ رہی ہوں یا تہجد کے لیے اٹھ چکی ہوں.....اب اسے یہ تو نہیں پتا تھا کہ شمسہ کے معمولات کے مطابق ان کے تہجد پڑھنے کا کون سا وقت ہوتا ہے.....اس نے سارہ ہی کے منہ سے ایک آدھ مرتبہ سنا تھا کہ شمسہ باقاعدگی سے تہجد پڑھتی ہے۔

مگر ڈوبتے دل کے مانند کمزور سی روشنی میں دور، دور تک کوئی نظر نہیں آیا۔ وہ خود کو مصروف کرنے کی نیت سے کچن کی طرف بڑھی کہ اور کچھ نہیں تو ٹھنڈا پانی ہی پی لے، وحشت و خالی پن کے احساس سے وہ جس اذیت سے دو چار تھی اس اذیت نے اس کا ذہن مفلوج کر چھوڑا تھا۔

آنکھیں کھلی رہتی تھیں مگر کسی نظارے کی تمنا نہ تھی۔

معاً اس کی نظر اوپر جانے والے زینے کی طرف گئی.....اوپر لاؤنج کی مرکزی روشنی زینے کا اوپری حصہ بھی روشن کیے ہوئے تھی۔

"پھپھو کا stay تو گیسٹ روم میں ہے.....پھر اوپر کیا کر رہی ہیں؟ شاید بیچاری اپنی پرانی یادیں تازہ کر رہی ہیں۔" وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر دبے پاؤں زینہ چڑھ کر اوپر پہنچی تو اوپر کوئی نظر نہیں آیا.....لاؤنج میں دو پرانی کرسیاں بے ترتیب انداز میں پڑی ہوئی تھیں جن کے ہینڈلز پر دھول مٹی کی تہ جمی ہوئی تھی۔

دو پٹ کا چوڑا داخلی دروازہ چوپٹ کھلا ہوا تھا۔

وہ ادھر اُدھر گھوم کر دیکھ رہی تھی۔ حیرانی بڑھتے، بڑھتے ٹھٹک گئی۔

"اوہ.....ہو سکتا ہے کسی سرونٹ نے لائٹ آن کی ہو اور آف کرنا بھول گیا ہو....." معاً اس کی نظر ٹیرس پر پڑی.....اسے محسوس ہوا کہ کوئی ٹہل رہا ہے.....اس احساس کے ساتھ ہی گویا خون خشک ہو گیا۔ وہ چند ثانیے تو حرکت کرنے کے قابل نہ رہی.....زبان سوکھ کر لکڑی ہو گئی کہ تھوک نگلنا بھی کوئی کام ہو گیا۔ اپنا ہی گھر جبکہ تاریکی بھی نہیں تھی.....مگر حالت دگرگوں ہو رہی تھی۔ اب اس نے باقاعدہ قدموں کی چاپ بالکل واضح سنی تھی اس سے پیشتر کہ تیورا کر گر پڑتی واصف سامنے آ گیا۔

قری کی جان میں جان آئی.....وہ واصف کی گھر میں موجودگی سے ہی بے خبر نہیں تھی بلکہ گھر میں دن بھر لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا مگر اسے کچھ پتا نہیں ہوتا تھا کہ کون آیا.....کون گیا۔

کیا عجیب بلکہ حشر برپا کر دینے والی ساعتیں تھیں.....دونوں ایک دوسرے کا سامنا نہیں چاہتے تھے مگر آمنے

سامنے تھے۔

واصف کو صرف واحد خدشہ لاحق ہوا کہ اسے اچانک سامنے پا کر کہیں رات کے اس پہر اسے "جناتی دورہ" نہ پڑ جائے...... کہیں چیخنے چلانے نہ لگے۔

"مامی نے روکا تھا...... صبح سویرے چلا جاؤں گا۔" واصف نے اس خیال سے وضاحت کر ڈالی کہ بے سبب ایک دوسرے کو تکتے رہنے کا کیا فائدہ...... وہ واپس پلٹ جائے تو وہ خود بھی لائٹ آف کرکے نیچے اترے۔ اسے اگنور کرکے نیچے جانا ممکن نہیں تھا...... اوپر کا دروازہ بھی اس نے کھولا تھا اور لائٹ بھی آن کی تھی۔ اسے اپنا کام مکمل کرنا تھا اور فری کی موجودگی میں وہ لائٹ آف نہیں کر سکتا تھا۔ فری اس کی بات سننے کے بعد بھی خالی، خالی آنکھوں سے اس کی طرف تکتی رہی...... جیسے کوئی عرصہ دراز بعد اتفاقاً ملا ہو اور پہچاننے میں مشکل پیش آ رہی ہو۔

"ماں واپس گھر چلی جائیں گی تو میں یہاں نظر نہیں آؤں گا......" واصف نے پھر سے اسے متحرک کرنے کی کوشش کی...... مگر فری پر اس کی بات کا کوئی اثر نظر نہیں آیا...... وہ پلکیں جھپکائے بغیر ایک ٹک دیکھے جا رہی تھی۔

واصف کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک نامانوس خوف کی لہر دوڑ کرنے لگی۔ اس نے بہتر یہی سمجھا کہ خود ہی وہاں سے چلا جائے اور بعد میں آ کر دروازہ اور لائٹ بند کر دے...... اور گرل میں قفل ڈال دے۔

وہ فری کے قریب سے گزر کر زینے کی طرف بڑھا۔

"واصف......!" فری کی آواز عقب سے ابھری اور اسے حیرت کا جھٹکا لگا...... وہ رکا ضرور مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔

"یہ نہ سمجھنا کہ میں ہار مان لوں گی اور تم مجھے گرتا دیکھ کر خوشیاں مناؤ گے...... ہار ماننے سے بہتر ہے کہ انسان مر جائے...... ویسے بھی سب مرنے ہی کے لیے تو آئے ہیں...... اور جس طرح اچانک پاپا مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں اس کے بعد تو میں موت کے incident کو consider ہی نہیں کرتی...... میری طرف سے سب ابھی کے ابھی مر جائیں...... پاپا بھی تو چلے گئے...... انصر بھی تو چلا گیا......" واصف چند ثانیے کے لیے بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا۔

فری کے الفاظ اس بات کے غماز تھے کہ اس کی ذہنی حالت ابتر و مخدوش ہے۔ اس کی اپنی خاموشی ایک کروڑ جوابات پر حاوی و غالب تھی۔ وہ کیوں الفاظ ضائع کرتا، وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔

ہر انسان چوبیس گھنٹے میں جتنی دیر جاگتا رہتا ہے...... الفاظ سے کھیلتا ہے تقریباً اسی فیصد الفاظ غیر مؤثر اور صرف خالی جگہیں بھرنے کے کام آتے ہیں...... فائدہ ہوتا ہے نہ نقصان...... سوائے یہ باور کرانے کے کہ انسان الفاظ کی ادائیگی و آواز سے گاہے، گاہے اپنے زندہ ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے۔ واصف کے نزدیک ان الفاظ کی اہمیت بس اتنی ہی تھی جیسے صبح کے پڑھے ہوئے اخبار کی۔

☆☆☆

ماریہ انیکسی میں اپنے کمرے میں کروٹیں بدل، بدل کر تھک گئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ عرشلہ، زین کے ساتھ اس کے بیڈروم کے اندر تک گئی تھیں...... اندر کیا ہوا، کیا باتیں ہوئیں اسے کچھ اندازہ نہیں تھا...... مگر یہ اندازہ ضرور تھا کہ اب اسے زین کی فاتحانہ اور طنزیہ مسکراہٹ کا سامنا کرتے رہنا ہے۔

وہ ایک عرصے سے زین کی آدھی رات کے بعد پُراسرار سرگرمیاں نوٹ کر رہی تھی۔ اکثر وہ انیکسی کی چھت پر چلی جایا کرتی تھی...... پہلی بار زین کو گھر سے باہر جاتے دیکھا تو یہی خیال آیا کہ رئیسوں کی اولادیں اکثر پارٹیز وغیرہ کی وجہ سے راتوں کو گھر سے باہر رہتی ہیں۔

مگر وہ اس وقت چونکی تھی جب زین "گونگا" ہونے کے باوجود اکثر رات دو بجے کے آس پاس گھر سے نکلتا تھا...... زین کے اسپتال جانے، گونگا بن جانے سے معمولات پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا...... سوائے اس کے کہ عرشلہ کی شادی ہوتے، ہوتے رک گئی تھی۔ ایک بہت بڑا واقعہ...... خوشگوار واقعہ ہونے جا رہا تھا جو نہیں ہوا...... اور نہ ہونے

digest library.com

میں فریقین کے درمیان کوئی معمولی سا بھی اختلاف نہیں ہوا تھا...... مگر پھر بھی کام رک گیا تھا...... جبکہ وہ خود عرشلہ کی شادی چاہتی تھی...... اس لیے کہ وہ عرشلہ کو بہت خوش اور تروتازہ دیکھنے کی خواہش مند تھی...... عامر، عرشلہ کے لیے اسے موزوں ترین لگے تھے۔

''اتنا کچھ ہوا...... پھر بھی کچھ نہیں ہوا۔'' سوال اپنی جگہ تھا کہ وہ جاتا کہاں ہے؟ جبکہ اس کا کوئی دوست لیٹ آورز میں بھی نہیں آیا۔

☆☆☆

''اُف میرا زینی...... مائی ڈارلنگ...... مائی لولی سن......'' عرشلہ اپنے سیل فون پر زین کی کوئی یادگاری فوٹو نکالے خود کلامی کر رہی تھیں۔ ''کتنا انوسنٹ کتنا اموشنل ہے میرا بیٹا...... کتنی محبت کرتا ہے مجھ سے...... میرے لیے اپنی جان تک لینے کی کوشش کی۔ ممی کو کیسے سمجھاؤں آج کل تو لوگوں کی سگی اولاد اپنی نہیں بنتی...... اور وہ میری خاطر اپنا سب کچھ داؤ پر لگا رہا ہے...... اگر وہ تھوڑا اموشنل ہے تو پھر وہ کیا کرے...... اس کا کیا قصور ہے...... اور کسی بے قصور کو ٹیز کرنا تو ویسے ہی اخلاقی جرم ہے۔ جسے دیکھو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔'' عرشلہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو بلا کے جمال پرست ہوتے ہیں۔ بدصورت، بدہیئت خیالات تک سے بچتے ہیں...... حسین خیالات کی انگلی تھام کر خود کو دھوکا دے کر مطمئن و خوش ہو جاتے ہیں...... یا اس کو اس طرح سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ایسے لوگوں کا اعصابی نظام اتنا نازک و کمزور ہوتا ہے کہ وہ منفی خیالات کا بوجھ اٹھانے سے قاصر ہوتے ہیں۔

کتنی بڑی بات تھی...... ان کی زندگی میں آنے والی ایک حقیقی فطری خوشی آتے آتے پلٹ گئی تھی...... انہیں جی بھر کر بیوقوف بنایا گیا مگر وہ آنسو دیکھ کر تڑپ گئیں سب کچھ بھول گئیں...... ان کی جگہ ثمینہ ہوتیں تو ایسی قیامت برپا ہوتی کہ دیر تک گھر کے ستون لرزتے رہتے۔

ان کے از حد اطمینان کی کوئی حد نہیں تھی کہ زین ''ok'' ہے اور کیا چاہیے۔

☆☆☆

''ماں...... فری کی ذہنی حالت بہت خراب ہے...... وہ کچھ دن پہلے والی فری نہیں ہے...... آپ اور مامی اس کا بند کمرا دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ وہ سو رہی ہے یا ریسٹ کر رہی ہے...... آپ لوگ وقفے وقفے سے اسے چیک کیا کریں......'' ثمینہ صبح صبح واصف کو باہر تک خدا حافظ کہنے آئیں تو واصف نے خلاف توقع بات کر کے انہیں چونکا دیا۔

''کیا تم فری سے ملے ہو......؟'' وہ از حد فکر مند ہو کر واصف کی شکل تکنے لگیں۔

''ارادے سے نہیں...... اتفاقاً...... میں تو اس کے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کر سکتا مگر آپ اور مامی کی بہت سخت ڈیوٹی شروع ہو گئی ہے......'' واصف نے جیب سے بائیک کی چابی نکالتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

''ہم کیا کریں، واصف، وہ تو کمرے سے باہر ہی نہیں آتی...... ناشتا کھانا سب کمرے میں ہوتا ہے اور کھاتی بھی بس نام کو ہے...... زور ڈالو تو رونے لگتی ہے......'' ثمینہ نے بے بسی سے کہا۔

''اور وہ بند کمرے میں روتی ہی رہتی ہوگی......'' واصف نے اگنیشن میں چابی پھنسا کر بائیک اسٹارٹ کی۔

ثمینہ کے سینے سے ایک آہ سرد خارج ہوئی۔

''عجیب بے بسی کا عالم ہے...... بس اللہ کی طرف ہی دیکھ رہے ہیں...... اس گھر کو دیکھتی ہوں تو یقین نہیں آتا کہ کچھ دن پہلے اس گھر میں بھائی کے قہقہے اور فری کی کھلکھلاہٹ سنائی دیتی تھی۔'' ثمینہ کی آواز گلوگیر ہو گئی۔

''ہماری انا ہی تو اصل میں شیطان ہے ماں...... اور شیطان کو انسان کی خوشیوں سے نفرت ہے...... خدا حافظ ماں...... ان شاء اللہ رات کو ملتے ہیں۔'' یہ کہتے ہی واصف بڑی اسپیڈ میں بائیک گیٹ تک لے گیا۔

''اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی سوچ...... یعنی بوڑھا ہونے کے لیے عمر کی نہیں کسی عظیم تختی کی ضرورت ہوتی

ہے......وہ جوانی کیا جسے بوڑھم سوچ میں پناہ ملنے لگے۔" وہ اندر کی طرف پلٹتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

digest library.com

☆☆☆

ثمینہ کی تشفی پوری نہیں ہوئی تھی نہ یونس خان سے بات ہو سکی تھی نہ فلورا سے اور مالی معاملات میں اتنی غفلت ان کی برداشت سے باہر تھی۔ یونس خان نے پندرہ دن پہلے انہیں فروخت شدہ شیئرز کی پوری تفصیل بھیج دی تھی۔ ایک بہت بڑی پیٹرولیم کمپنی کے دیوالیہ ہونے کی خبر کے ساتھ انہوں نے شیئرز نکال لیے تھے اور رقم ثمینہ کے فارن اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کردی تھی۔ اور انہیں یقین دلایا تھا کہ یہ رقم وہ UBS یعنی یونین بینک آف سوئٹزرلینڈ میں جلد ٹرانسفر کردیں گے......فی الحال وہ ٹیکس ریکارڈ اور دوسرے قانونی پیپرز کی تیاری میں مصروف ہیں۔

ثمینہ کے دماغ پر پریشر کی وجہ یہ تھی کہ ان کی خطیر دولت ایک طرح سے بنجر حالت میں تھی۔ اس کا جلد از جلد کوئی منافع بخش مصرف ہونا چاہیے تھا۔

لیکن حد ہوگئی تھی یونس خان میسر ہی نہیں آرہے تھے۔ فلورا جو UBS کی سینئر emplo y رہی تھی جسے دولت کو ضرب دینے میں ملکہ حاصل تھا، وہ بھی رابطے میں نہیں آرہی تھی۔

ثمینہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا جو جمع شدہ دولت کے بارے میں سوچتے سوچتے سوجاتے تھے اور آنکھ کھلتے ہی بینک اور شیئرز کی طرف خیال جاتا۔ اتنا اعصابی دباؤ برداشت کرنے کی صلاحیت تو بچی ہی نہیں تھی......آج تو آنکھ کھلتے ہی انرجی collapse کرگئی تھی۔

کافی دیر وہ بے حس و حرکت پڑی رہیں۔ ماریہ ناشتے سے پہلے انہیں تیار کرنے آئی تو وہ ہونٹوں کو جنبش تو دے رہی تھیں مگر آواز نہیں نکل رہی تھی......پہلے تو ماریہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے مگر جب ثمینہ نے ہاتھ بڑھا کر اشارے سے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھاؤ تو ماریہ کے ہاتھ پاؤں پھولنا شروع ہوئے......اس نے بھاگم بھاگ ان کی شوگر، بلڈ پریشر، آکسیجن، ہارٹ بیٹ چیک کرنا شروع کیا۔

بلڈ پریشر بھی لو تھا اور شوگر لیول بھی۔ آکسیجن بھی 70، 80 کے درمیان تھی۔ ہارٹ بیٹ تو بہت خطرناک دکھائی 40 کے آس پاس......آگے نہیں آرہی تھی۔ کم ہوتے ہوتے 32 تک جاتی تھی پھر بتدریج 40 پر آکر رک جاتی تھی۔ ماریہ نے سب سے پہلے آکسیجن دینے کا انتظام کیا......بھاری بھرکم مشین کھینچ کر قریب لائی......ماسک لگایا......مشین آن کی کمرے میں ایک نامانوس سا شور گونجنے لگا۔

آکسیجن لگتے ہی ثمینہ کی سانس نارمل انداز میں چلنا شروع ہوئی تو ماریہ نے اب اپنی دوسری ڈیوٹیز کی طرف توجہ کی......فی الحال اس کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ وہ سوئی عرشلہ کو جگا کر ثمینہ کی موجودہ کیفیت کی اطلاع دے......وہ پروفیشنل نرس تھی، اسے اپنے کام کی سمجھ تھی۔ یہ الگ بات کہ وہ نرس سے فیملی ممبرز کے رینک تک ترقی کرچکی تھی......کہ ماں کی دعا سے عرشلہ مل گئی تھیں۔

اب اسے ثمینہ کے ہلکے پھلکے ناشتے کا بندوبست کرنا تھا تاکہ ان کا شوگر لیول خطرے سے باہر آجائے۔

اس نے ثمینہ کی طرف دیکھا......ان کی آنکھیں بند تھیں، وہ پرسکون انداز میں سانس لے رہی تھیں......آدھے سے زیادہ چہرہ تو ماسک سے چھپا ہوا تھا۔ وہ آہستگی سے باہر آئی......اور کچن کا رخ کیا۔

لیکن کچن میں داخل ہوتے ہی اسے حیرت کا زوردار جھٹکا لگا۔ کچن کے دروازے کے ساتھ ہی چار کرسیوں والی ڈائننگ ٹیبل تھی۔ جس کی ایک کرسی پر زین بیٹھا ہوا تھا۔

اس کا کالج بیگ ٹیبل پر رکھا ہوا تھا......گیلے بالوں میں آرزن کا لہردار ہیئر بینڈ لگایا ہوا تھا......ہاتھ میں فل سائز کافی مگ تھا۔ چھوٹی سی پلیٹ میں فریش کریم کیک کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔

دونوں کی نظریں چار ہوئیں۔ ماریہ نے اس کی آنکھوں میں طنزیہ مسکراہٹ کا عکس دیکھ کر فوراً نظروں کا رخ

موڑ لیا۔ اور زین کو نظر انداز کر کے ثمینہ کے لیے سوپ تیار کرنے لگی...... اب اس کی پشت زین کی طرف تھی مگر یوں لگتا تھا کہ زین کی سفاک آنکھیں اس کی ریڑھ کی ہڈی میں پیوست ہوں۔

دو جانوں کی گہری خاموشی کے درمیان صرف برتنوں کی ہلکی پھلکی کھڑ کھڑاہٹ تھی اچانک اسے اپنی پشت پر تیز خوشبو کی لپٹ محسوس ہوئی اس نے چونک کر پشت پر دیکھا۔

زین اپنا کالج بیگ کاندھے پر لٹکا رہا تھا۔ اور ماریہ کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں ہوا...... کچھ ہو بھی نہیں سکتا...... نانو کی ڈیتھ کے بعد تمہارا کوئی اسکوپ نہیں...... میری جاسوسی کرنے سے تمہیں انکریمنٹ نہیں ملے گا...... مگر تمہیں یہاں سے بے عزت کر کے نکالا جا سکتا ہے...... ہم نے ایک نرس ہائر کی ہے...... یو آر ناٹ مائی فیملی ممبر......"

"and you are not family member too" ماریہ نے تیزی سے زین کی بات کاٹ کر چیخ کر کہا۔ وہ تو اس کی خاموشی سے ناجائز فائدہ اٹھا رہا تھا...... احسان فراموش...... میرا نانوں کی خوشیاں تباہ کرنے والا...... ماریہ کی بات سن کر تو ایک لمحے کے لیے زین پتھر کا ہو گیا۔ وہ نانو جو اسے جانے کتنی مشقتیں اٹھا کر برداشت کر رہی تھیں یہ الفاظ تو کبھی انہوں نے بھی نہیں کہے تھے جبکہ بہت عرصہ پہلے اس پر یہ حقیقت کھل چکی تھی اس کے باوجود عرشلہ اور ثمینہ اپنی دانست میں اس سے چھپائے ہوئے تھیں۔ وہ بھی یہی ظاہر کرتا تھا کہ اسے کچھ پتا نہیں۔ اس "بے خبری" کی بنیاد پر تو اس کی پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں تھا، وہ تو اتنے خوفناک حقائق جان چکا تھا کہ کبھی عرشلہ اور ثمینہ کو پتا چل جاتے تو سارے مناظر ہی بدل جاتے۔

"اتنا کچھ جان ہی چکی ہو تو پھر خیر مناؤ...... ایک چھوٹی سی چیونٹی بھی اپنی زندگی اور benefits secure کرنے کا شعور رکھتی ہے اور میرے ہاتھ تو بہت لمبے ہیں۔" زین کے انداز میں اتنا بالغ پن اور سفاکیت تھی کہ چند سیکنڈ کے لیے تو اسے کچھ سجھائی نہ دیا...... مگر اس نے فوراً ہی اپنے اعصاب پر مکمل کنٹرول کر لیا تھا۔

"I am not going to be afraid of your threats" (میں تمہاری دھمکیوں سے ڈرنے والی نہیں ہوں) اس نے بہت اعتماد سے زین کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تمہیں تو اب ہر صورت اس گھر سے جانا پڑے گا...... otherwise you will create scene every other day" (ورنہ ہر دوسرے دن تم تماشا کرو گی) یہ کہہ کر زین رکا نہیں، فوراً کچن سے باہر چلا گیا۔

ماریہ کو پتا تھا کہ اس کی راتوں کی روڈ سرگشت بے سبب نہیں ہو سکتی۔ ضرور پس منظر میں کچھ موجود ہے...... جو اب ہر صورت سامنے آ جانا چاہیے۔

☆☆☆

"بیٹا...... اس طرح بند کمرے میں کب تک زندگی گزرے گی...... اے لیول مکمل کرنا اب دنوں کی بات ہے تھوڑی ہمت کرو...... ذہن بناؤ...... یہی سوچ کر خود کو اٹھاؤ کہ تمہاری اعلیٰ تعلیم تمہارے پاپا کی دلی خواہش تھی، وہ اپنی اکلوتی اولاد میں سب کچھ دیکھنا چاہتے تھے۔" شمسہ، فری کا ناشتہ لے کر آئیں تو اسی بہانے سے اسے لے کر بیٹھ گئیں۔

"پھپھو...... honestly...... میرا دماغ بالکل فریز ہو چکا ہے...... کوئی فیلنگز ہی پیدا نہیں ہوتیں...... غم، نہ خوشی...... بھوک نہ پیاس...... بس دل چاہتا ہے لیٹی رہوں اور چھت کی طرف دیکھتی رہوں...... میں تو یہ بھی بھول گئی ہوں کہ انسان کو غصہ کیسے آتا ہے؟ یہ دیکھیں دونوں سیل فون بند ہیں، میرا بھی اور پاپا کا بھی۔" اس نے سائڈ ٹیبل پر پڑے دونوں سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔

شمسہ کا تو گویا کلیجا پھٹ گیا...... ''بھلا ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے...... دیکھا کیا ہے اس نے۔'' شمسہ نے بمشکل امڈ کر آنے والے آنسوؤں کو قابو کیا۔

''نہیں بیٹا...... زندہ انسان زیادہ دیر تک اس حالت میں نہیں رہ سکتا...... وہ مائیں بھی تو زندہ رہتی ہیں جن کی اولاد گود میں آتے ہی آخری سانسیں لینے لگتی ہے اور وہ مائیں بھی جن کی جوان اولاد اچانک کسی حادثے میں ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے۔ میں نے ماؤں کی مثال اس لیے دی ہے کہ انسان کی جان ایک ماں کے لیے کتنی اہم ہوتی ہے اس لیے کہ ماں سے زیادہ محبت کوئی کر ہی نہیں سکتا...... ماں کے روپ میں تو اللہ نے محبت کا تعارف کرایا ہے...... بے شک انسان کی ماں ہو یا چرند پرند کی، درندوں کی مائیں دیکھ لو...... جنہیں چیر پھاڑ کے علاوہ دوسرا کام نہیں آتا مگر اپنے بچوں کو کتنی ذمے داری سے پروان چڑھاتی ہیں...... اپنے ہی بچوں کو کھانے لگتیں تو جنگلوں سے درندے ہی ختم ہو جاتے۔ اپنی ماں کا ہی احساس کرو...... وہ تمہیں اس حال میں دیکھ کر کتنی دکھی اور پریشان ہے۔'' شمسہ، فری کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے محبت سے لبریز لہجے میں اسے زندگی کی طرف لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''آپ بتائیں ناں پھپھو...... کیا کروں میں......؟'' فری پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ یہ بے بسی کی انتہا تھی۔

''سب سے پہلے تو یہ کام کرو کہ کالج جانا شروع کرو...... ماحول بدلے گا تو ذہن پر اچھا اثر پڑے گا۔ کلاس فیلوز، ٹیچرز، پروفیسرز بھی تمہارا خصوصی خیال کریں گے، توجہ دیں گے...... بات چیت ہوگی تو آگے بڑھنے کے راستے نظر آئیں گے...... پھر یونیورسٹی جاؤ گی...... بھائی تمہیں IBA میں ایڈمیشن دلانا چاہتے تھے...... ان کا خواب تھا کہ تم گولڈ میڈل کے ساتھ MBA کرو...... اس لیے کہ تمہارا اکیڈمک ریکارڈ بہت شاندار ہے۔'' شمسہ اس کے وجود میں زندگی کی حرارت و توانائی بھرنے کی مقدور بھر کوشش کر رہی تھیں اور اس کا ہلکا، ہلکا اثر فری کی آنکھوں سے جھلکنا بھی شروع ہو گیا تھا۔

وہ کمبل پرے ڈال کر اٹھ کر بیٹھ گئی اور گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

''پھپھو جو لوگ خودکشی کرتے ہیں وہ مرنے سے پہلے کیا سوچتے ہوں گے؟''

شمسہ تو اپنی جگہ گویا دہل کر رہ گئیں اور جذباتی انداز میں فری کو سینے سے لگا لیا۔

''فری...... پھپھو کی جان...... خبردار یہ لفظ آئندہ منہ سے نہ نکالنا...... حرام موت کا سیدھا سا مطلب ہے انسان نے فرض کر لیا کہ اب اس کے ساتھ کبھی کچھ اچھا نہیں ہوگا...... زندگی بس اس آخری مایوسی کا انتظار کر رہی تھی۔ فرض کرنے سے کیا حقیقت مٹ جاتی ہے؟ اس دنیا میں کتنے یتیم بچے تھے جنہوں نے اپنی دو وقت کی روٹی بھی کمائی اور دنیا میں شاندار کامیابیاں بھی حاصل کیں...... کوئی امریکا کا صدر بنا، کوئی مصر کا جمال عبدالناصر، کیا تم لکھ کر دے سکتی ہو کہ آج شام تک یہ ہونے والا ہے اور اگلے سال وہ ہو جائے گا۔'' شمسہ کی اس بات پر فری نے چونک کر شمسہ کی طرف دیکھا۔

''پھپھو...... آپ کو یہ ساری باتیں کیسے سمجھ آئیں...... کسی نے آپ کو بھی سمجھایا تھا؟''

ایک اداس مسکراہٹ شمسہ کے ہونٹوں پر نمودار ہو کر غائب ہو گئی۔

''وقت سے بڑا کوئی استاد نہیں...... یہ سب وقت نے سمجھایا ہے...... وقت نے ''اللہ'' کو سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔ پہلے اس نے بھائی کو جینے کا وسیلہ بنا دیا...... اب جوان بیٹا ہے۔ اللہ نے کبھی مجھے محرم کے بغیر نہیں رکھا...... جب اس نے مجھ نافرمان، گنہگار پر احسان کی انتہا کر دی تو تم نے تو ابھی کچھ دیکھا ہی نہیں...... اس لیے مجھے یقین ہے اللہ تمہیں ضرور سنبھالے گا۔'' شمسہ کے لہجے میں یقین کی وہ لہریں دوڑ رہی تھیں جو سمندر کی لہروں کا سا بہاؤ رکھتی تھیں۔ جیسے سمندر کی لہریں فطرت کے متعین کردہ راستے پر خود بخود بہتی ہیں اسی طرح یقین کی یہ لہریں فری کے خون میں طلوع ہو کر بہنے لگیں۔

اس نے سر اٹھا کر شمسہ کی طرف دیکھا۔

"I'll try best phupho!"

''نیت کرو بیٹا...... جیسے نماز، روزے، حج کی نیت کرتے ہیں...... نیت کی بہت اہمیت ہے۔ نیت کرتے ہی اللہ کا تعاون شروع ہو جاتا ہے۔ ہم خود کچھ نہیں کرتے بیٹا وہی کرتے ہیں جس کی توفیق ملتی ہے...... اچھی نیت، اچھی توفیق، بری نیت، بری توفیق...... اسی لیے بڑے بوڑھے کہتے تھے جیسی نیت ویسی مراد......'' یہ کہہ کر شمسہ نے فری کی پیشانی چوم لی اور زور سے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔

شمسہ کے وجود کی گرمی فری کو زندگی کی حرارت مہیا کر رہی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

''اب بھی میرا ویک پوائنٹ ہے...... زین مجھ سے بہت محبت کرتا ہے...... وہ اس محبت میں شیئر برداشت ہی نہیں کر سکتا...... دیکھو آج خود سے کالج چلا گیا ناں...... میں نے تو اسے فورس نہیں کیا بلکہ میں تو سوچ رہی تھی کہ چار پیپرز ہی تو ہیں، میں پرائیویٹ دلوا دوں گی بھلے دو، دو کر کے دے دے، اے لیول کمپلیٹ ہو جائے گا تو میں اسے پڑھنے کے لیے اسکاٹ لینڈ یا یونیورسٹی آف لندن بھیج دوں گی...... وہاں ہمارے دو اپارٹمنٹ ہیں...... ایک خالی کرا لیں گے تو اسے رہنے کا ایشو بھی نہیں ہوگا۔''

عرشلہ ڈائننگ میں ہلکا پھلکا ناشتا کرتے ہوئے خود بھی بہت ہلکی پھلکی محسوس ہو رہی تھیں۔ ماریہ بس ایک گہری سانس لے کر دیکھتی ہی رہ گئی۔ وہ فی الحال زین کے موضوع پر کوئی بات نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا، وہ واصف کی mails پڑھ کر سنانے عرشلہ کے پاس آئی تھی۔ فلورا سے میٹنگ کے بعد واصف نے میٹنگ کا ''حاصل وصول'' شیئر کیا تھا۔ پراپرٹیز کے معاملات، آف شور کمپنی اور بینکوں کی اپ ڈیٹس، رئیل اسٹیٹ اور مشہور سپر اسٹورز کی چین میں لیے گئے شیئرز کی تفصیلات۔

اس ''بے مہار'' دولت کا اندازہ حقیقت میں ماریہ کو بھی نہیں تھا۔ اب اسے عرشلہ کی شانِ بے نیازی اور دولت کے معاملے میں ''احمقانہ'' بے پروائی کی سمجھ آگئی تھی۔

اس کے حساب سے عرشلہ نارمل اور صحیح ٹریک پر تھیں۔ اتنی دولت کے بعد انسان کی آنکھوں میں مزید دولت کی بھوک نظر نہیں آنی چاہیے جو کہ عرشلہ کی خواب پرور آنکھوں میں نہیں تھی۔ وہ تو اچھے موڈ میں پریوں کے محلے میں سیر کو نکل جاتیں۔ بہت آرام سے ''گوچی'' اور ''ریڈلی'' کے ہینڈ بیگ آرڈر کر کے یوں منگواتی تھیں جیسے لوگ پزا، برگر آرڈر کرتے ہیں۔

پانچ چھ ہینڈ بیگز تو وہ ماریہ کو دے چکی تھیں کہ ان کا دل بھر چکا ہے۔ اتنی آگاہی کے بعد تو زین کی سرگرمیاں اسے کھٹکنے لگی تھیں۔ اسے یہ تو علم نہیں تھا زین، عرشلہ کو بیوقوف بنا کر ایک مہینے میں کتنا ''بٹور'' لیتا ہے مگر یہ یقین ہو چلا تھا کہ عرشلہ کا مال ''ضائع'' بہت ہو رہا ہے۔

''واصف کی دو تین میلز ہیں میم...... میم فلورا کی بھی ہیں......''

''مجھے تو تم بس آؤٹ کم بتا دو...... سل خود ہی پڑھ لیا کرو......'' عرشلہ نے بہترین کافی انجوائے کرتے ہوئے کہا۔ زین کا خود سے کالج جانا بلکہ بغیر جگائے خود سے بیدار ہونا ان کے لیے نئے دن کی سب سے بڑی خوش خبری تھی۔ وہ اس بچے کی طرح خوش ہو رہی تھیں جو گھنٹے بھر کا رونا، پیٹنا بھلا کر نئے کھلونے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

''میم فلورا کا کہنا ہے نیو اسپلائی کام کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے، اسے پریکٹس کی ضرورت ہے فی الحال آپ UBS ایڈوائزر سے اس کی ڈائریکٹ بات نہ کرائیں، میں کچھ ہارڈ کاپیز جو اوریجنل ہیں کوریئر سے بھیج رہی ہوں...... آپ مسٹر واصف کو ان کی کاپیز پروائڈ کریں اور اوریجنل اپنے پاس رکھیں...... اتھارٹی لیٹر پر ثمینہ میم کے

سگنیچر ہوں گے...... وہ سگنیچر جو بینکوں کے ریکارڈز میں ہیں۔"

عرشلہ کو اچھو لگتے، لگتے رہ گیا...... کافی کا سارا مزہ ہرن ہو گیا۔

"ممی کے سگنیچر......؟ اوہ...... مائی گاڈ...... ہم...... ماریہ...... ممی تو بغیر پڑھے کبھی سائن نہیں کرتیں...... اس کا مطلب ہے ممی کو یونس انکل کی ڈیتھ اور واصف کی اپائنٹمنٹ کا بتانا ہوگا۔ یہ الگ بات کہ ابھی ہم نے اسے اپائنٹمنٹ لیٹر ڈلیور ہی نہیں کیا۔ نمبر ون...... ممی تو Un exprienced اور لوکل بندے کو consider ہی نہیں کریں گی۔ نمبر دو...... اور ممی کے بعد یہ سب مجھے دیکھنا ہے تو میں بھاگ، بھاگ abroad نہیں جا سکتی...... جب تک زین کسی لائق نہیں ہو جاتا...... مجھے تو یہیں آفس کرنا ہے۔" عرشلہ ذمے داریوں کے تصور سے تھک کر چور ہو گئیں اور اپنی پیشانی دبانے لگیں۔ زین کے ذکر پر ماریہ نے ایک زہر سا رگوں میں اترتا محسوس کیا۔

"وہ کب کسی لائق ہوگا...... یہ تو اللہ ہی کو پتا ہے۔" ماریہ کوفت کے عالم میں سوچ رہی تھی۔

"اسی لیے ثمینہ میم ہر صورت آپ کی شادی سر عامر سے کرنا چاہتی ہیں، ایک تو وہ گرین کارڈ ہولڈر ہیں اور انٹرنیشنل بزنس اور فنانس کو اچھے سے سمجھتے ہیں۔" ماریہ نے دبی زبان اور مؤدبانہ لہجے میں عرشلہ کو اہم نکتے کی طرف متوجہ کیا۔

عرشلہ جیسے چند ثانیے کے لیے سناٹے میں رہ گئیں اور ٹکر ٹکر ماریہ کی شکل دیکھنے لگیں۔

"ہاں تو...... میں نے تو عامر کو ریجیکٹ نہیں کیا لیکن میں اپنی خوشی پر اپنا بیٹا تو قربان نہیں کر سکتی...... میں کبھی بھی سیلفش نہیں تھی۔" عرشلہ مغموم نظر آنے لگیں۔

"میرا بیٹا"، "اپنا بیٹا"...... ماریہ کی جان جل کر رہ گئی۔

"سب چھوڑیں میم...... یہ بتائیں اب کیا کرنا ہے...... مسٹر یونس دنیا میں نہیں ہیں۔ میم فلورا ریزائن کر چکی ہیں...... آپ روزانہ میٹنگز نہیں کر سکتیں۔ email نہیں دیکھ سکتیں...... دیکھ لیں تو ریپلائی نہیں کر سکتیں...... میں نے کبھی فنانس نہیں پڑھا...... آپشنل میں بھی اکنامکس نہیں پڑھی اور اب تو میں ایک مکمل نرس ہوں...... otherwise کچھ کرنا بھی نہیں چاہتی......" ماریہ نے جلدی، جلدی اپنے خیالات آشکار کر دیے۔ مبادا عرشلہ اس سے نئی امیدیں باندھنے لگیں۔

عرشلہ چند ثانیے گہری سوچ میں ڈوبی رہیں۔ پھر چونک کر ماریہ کی شکل تکنے لگیں۔

"ہاں تو پھر ہم واصف کو ممی کے سامنے لے آتے ہیں۔ اس کی پرسنالٹی بہت ہی امپریسو ہے...... شکل، عقل، تعلیم سب کچھ ہے اس کے پاس...... ممی اس کی appearance سے بہت متاثر ہوں گی۔" عرشلہ کا مشورہ برجستہ و بے ساختہ مگر بچکانہ تھا۔

"لیکن میم...... واصف سے میٹنگ تو بعد کی بات ہے پہلے تو یونس صاحب کی ڈیتھ کی اطلاع دینی ہوگی۔" ماریہ کی توانائی زوال کی طرف جانے لگی۔

"ارے تو ہم اچانک مرنے کی خبر کیوں سنائیں...... فرسٹ اسٹیپ میں انہیں سیریسلی بیمار کر دیتے ہیں پھر مار دیں گے۔" عرشلہ کو خود ایمرجنسی لاحق ہو چکی تھی۔ اس لیے تابڑ توڑ معاملات نمٹائے جا رہی تھیں۔

اس مرتبہ واقعی عرشلہ کی برجستگی سے وہ متاثر ہوئی۔ اس لیے کہ انہوں نے اس وقت وہ نکتہ پیش کیا تھا جس کی ان سے توقع محال تھی۔

"اور واصف سے کہہ دیں گے کہ وہ ممی کو بولے کہ اس کے پاس چار سال کا ایکسپرینس ہے، آج کل تو ویسے بھی دو نمبر کام بہت آسانی سے ہو جاتے ہیں۔"

"میم یہ بھی تو پوچھیں گی کہ پہلے کام کہاں کیا ہے؟" ماریہ اب زچ نظر آ رہی تھی۔ جتنی چابک دستی سے اب تک

وہ عرشلہ کی رہنمائی کر رہی تھی اب اتنی ہی نڈھال نظر آنے لگی تھی۔ ثمینہ کے سکیچر کا معاملہ جو گلے کی ہڈی بن رہا تھا۔

''چار سال کا تجربہ...... آپ candidate (امیدوار) کی عمر دیکھیں اور چار سال کا تجربہ، وہ ثمینہ میم ہیں عرشلہ میم نہیں......'' ماریہ نے تمیز کے دائرے میں بڑی سخت بات کہہ دی وہ بھی برجستگی کے عالم میں۔

''سوری میم......'' پھر فوراً ہی گھبرا کر معذرت کر لی۔

''نو پرابلم...... اب تو جو مرضی ہو واصف تو کدھر بھی نہیں گیا۔ اس کا اکیڈمک ریکارڈ، اس کا کانفیڈنس، اس کا سٹنگ اسٹائل He is a charismatic person (وہ ایک کرشمائی شخص ہے) تم نے نوٹ کیا وہ نظر جھکا کر بات سنتا ہے...... پھر جواب دینے سے پہلے جب نظر اٹھاتا ہے تو کیا زبردست لگ دیتا ہے۔'' عرشلہ اپنی فطری سادگی و معصومیت سے بولتی جا رہی تھیں اور ماریہ حیرت زدہ ہو کر ان کی طرف تک رہی تھی۔

''میم آپ نے اچھا سا ایکسرے نکال لیا...... امیزنگ......'' ماریہ اب مسکرا رہی تھی۔

''ایکسرے کہاں...... صرف فوٹو...... ابھی تک تو بات فزکس تک ہے، کیمسٹری تک کہاں پہنچی......'' عرشلہ بھی زیرلب مسکرائیں۔

''تب ہی تو میں نے تمہاری توجہ اس کی طرف دلائی تھی کہ دیکھ لو...... اچھا ہے......'' عرشلہ نے کھڑے ہو کر کرسی پیچھے دھکیلی۔

''leave it...... میم...... پہلے ثمینہ میم کو تو فیس کر لیں۔'' ماریہ کو پھر فرائض یاد آ گئے۔ ساری خوشگواریاں ہوا ہو گئیں۔ عرشلہ بھی متفکر دکھ

digest library.com

☆☆☆

''بہت طریقے سے سمجھایا ہے بھابی...... اچھی امید تو بندھی ہے...... بہت غور سے میری باتیں سن رہی تھی...... خاموش ہو گئی...... پھر اس کے بعد کوئی الٹی سیدھی بات نہیں کی۔'' شمسہ، سارہ کے کمرے میں ان کے قریب بیٹھی گویا ان کو تسلی دے رہی تھیں۔

''اچھی بات ہے...... مجھے تو اسی بات سے ڈر لگ رہا ہے کہ ہمیشہ بہترین نمبروں سے پاس ہوتی آئی ہے...... اسی وجہ سے سالار کے ذہن میں بہت بڑا اسکوپ تھا وہ اسے Key post پر دیکھنا چاہتے تھے...... بہت اونچے خواب تھے ان کے...... کہتے تھے میری بیٹی کی فوٹو میموری ہے...... ہر وقت پڑھتی نظر نہیں آتی مگر رزلٹ شاندار ہوتا ہے۔'' سالار صاحب کے تصور کے ساتھ سارہ کے چہرے پر حزن و ملال کے سائے نظر آنے لگے۔

''ان شاء اللہ بھائی کے خواب کو ضرور نیک تعبیر ملے گی...... صدمے بھی ایک نہیں دو، دو ہیں...... سنبھلنے میں کچھ وقت تو لگے گا بھابی...... بس آپ کو ہمت سے کام لینا ہے۔'' شمسہ نے سارہ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے دبا ڈالا۔

''باپ تو باپ ہوتا ہے شمسہ...... الٹر بھی چار دن کی چاندنی بن کر آیا اور میری بیٹی کو محبت، توجہ اور نعمتوں سے بھر دیا...... کیسے بھلا پائے گی...... بھولے گی نہیں تو کسی نئے کو کیسے اپنائے گی۔'' سارہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

اسی آن دونوں بری طرح چونک پڑی تھیں۔ ادھ کھلے دروازے سے فری اندر آ رہی تھی۔ اس کی نظریں سارہ پر جمی تھیں۔

''ماما...... شاید انسان کسی کی محبت کو بھول بھی جاتا ہو...... مگر چیٹنگ تو نہیں بھول سکتا اگر کسی کی میڈیکل ہسٹری ہو تو اسے لازمی شیئر کرنا چاہیے...... میں نہیں بھول سکتی...... میں نہیں بھولوں گی۔'' وہ سپاٹ لہجے میں سارہ کے قریب سرد تند کھڑی بول رہی تھی اس کا چہرہ سر اٹھائے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔

''یہ بات نہیں ہے بیٹا...... بعض اوقات انسان ماضی میں پیش آنے والے کسی بڑے دکھ کو یاد بھی نہیں کرنا

چاہتا..... اور جو گزر گیا، اس کی یاد میں کسی کو شریک کرنے سے فائدہ بھی کیا.....'' سارہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے قریب بٹھانے کی کوشش کی مگر فری نے اپنا ہاتھ جھٹکے سے چھڑا لیا۔

''میں کونس نہیں ہو سکتی..... اظفر بھائی نے بہت زور لگایا..... روئے بھی مگر میں کونسڈ نہیں ہوئی..... ہو ہی نہیں سکتی..... اب میں آپ کو بتاؤں میرے ساتھ کیا ہوگا.....؟'' وہ بولتے، بولتے رک گئی۔

شمسہ اور سارہ نے گھبرا کر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

''اب جب بھی کوئی مجھ سے اچھی، اچھی باتیں کرنے کی کوشش کرے گا میرا دل چاہے گا کہ اس کو پکڑ کر دو لگاؤں اور دھکے دے کر روانہ کر دوں۔'' اس کے لہجے میں نامانوس سی سفاکیت تھی۔ وہ یہ کہہ کر رکی بھی نہیں اور فوراً باہر نکل گئی تھی۔

اس کے جانے کے بعد دونوں نے کھل کر سانس لی اور ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''لگتا ہے اس نے ہماری باتیں سن لی تھیں۔'' شمسہ نے دھیمی آواز میں کہا۔

سارہ کے حلق میں آنسوؤں کے پھندے لگ رہے تھے۔ صرف سر ہلا کر رہ گئیں۔

☆☆☆

ثمینہ پہلے تو حق دق عرشلہ کی شکل دیکھتی رہیں..... پھر لرزتی ہوئی آواز میں بولیں۔

''ارے وہ تو ٹھیک ہے..... یہ بتاؤ یونس کے زندہ بچنے کی بھی کوئی امید ہے؟ آخر اسے بیماری کیا ہے؟''

''شاید نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے کوما میں چلے گئے ہیں..... مگر آپ پریشان نہ ہوں، میری فلورا سے کئی مرتبہ بات ہوئی ہے، وہ کہتی ہیں آپ اپنا سیٹ اپ اپنے شہر میں بنا لیں یا یو کے آجائیں..... ٹوٹو کا فون آیا تو میں نے یہ پرابلم ڈسکس کی وہ فلورا سے agree کرتی ہے۔ آپ بالکل فکر نہ کریں اس نے ایک جنٹل مین کو recommend کیا ہے وہ اس کے ساتھ کام کرتا رہا ہے..... بینکنگ، فنانس، انویسٹمنٹ سب سمجھتا ہے اور آڈٹ میں تو بالکل پرفیکٹ ہے۔'' عرشلہ زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے تواتر سے جھوٹ بول رہی تھیں کہ سانس پھولنے لگی تھی۔

''بولے چلے جا رہی ہو..... بولے چلے جا رہی ہو..... ٹوٹو سے ڈسکس کرنے کی کیا ضرورت تھی، وہ NGO سنبھالتی ہے..... اسے ہمارے کام کا کیا پتا.....؟ اسے کسی لیگل کمپنی کی ضرورت ہے نہ اس کام کا تجربہ..... اور تم مجھے آج بتا رہی ہو..... جبکہ یونس مرنے کو پڑا ہے..... اس کی لاسٹ ای میل دکھاؤ مجھے..... ٹوٹو کا جنٹل مین ہمارے کس کام کا.....؟ ہمیں experienced بندہ چاہیے..... جسے فارن بینکنگ کا اتا پتا ہو..... شیئرز کا پتا ہو کہ.....'' اب ثمینہ ہانپ گئی تھیں۔

''ممی..... ممی..... آپ اتنی ایموشنل کیوں ہو رہی ہیں..... ٹوٹو بھی دس ملکوں میں ٹریول کرتی ہے..... ابھی پاکو میں اپنا آفس سیٹ کر رہی ہے..... ہماری پرابلم کو بہت اچھے سے سمجھتی ہے..... اسی نے کہا تھا کہ آنٹی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ اسٹریس لے کر مزید بیمار ہو جائیں اسی لیے اس نے بندہ بھی بھیج دیا۔ وہ فنانس سمجھتا ہے، شیئرز خریدنے، بیچنے کی ٹائمنگ سمجھتا ہے..... آپ مجھے یہ بتائیں ہم اس کام کے بندے کو سائڈ کر دیتے ہیں..... پھر آپ کس سے کانٹیکٹ کریں گی.....؟ فلورا ریزائن کرنے والی ہیں..... ان کی اچھی خاصی عمر ہے..... ہیلتھ ایشوز فیس کر رہی ہیں۔ فی الحال ہم اس بندے کو ڈیلی رپورٹ پڑھنے اور ای میل کا جواب دینے کے لیے ہائر کر رہے ہیں..... آپ کی تسلی نہ ہو تو آپ فلورا سے ڈسکس کر سکتی ہیں۔ فلورا کی بات تو آپ کو سمجھ آجائے گی ناں.....'' عرشلہ عاجز آ رہی تھیں۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے..... میں فلورا سے بات کرتی ہوں..... اسے کہتی ہوں جب تک یونس سروائیو نہیں کر جاتا تب

تک تو ہمیں سروکرے...... ہم اسے ہینڈسم سیلری دیتے ہیں...... لیگل کمپنی کو ہی فیس کرتی ہے۔ بہترین ایڈوائس لے کے ہمیں شیئرز میں کبھی نقصان نہیں ہوا...... کم از کم انویسٹمنٹ کبھی نہیں ڈوبی...... اتنی ہیوی انویسٹمنٹ ہے اور تم ٹوٹو کا جنٹل مین لے کر آگئیں۔ ابھی میں زندہ ہوں...... کس کی اجازت سے تم اسٹیپ لے رہی ہو؟'' ثمینہ اب ہمت کر کے اٹھ کر بیٹھ گئی تھیں۔ دور دراز پھیلی ہوئی دولت کی قوت نے اٹھا کر بٹھادیا۔ جسم پر ہلکا، ہلکا لرزہ طاری تھا۔

عرشلہ کا دل انجانے خدشات سے لرزنے لگا۔

''ممی پلیز آپ اسٹریس نہ لیں...... میں اسی لیے آپ کو نہیں بتارہی تھی کہ آپ اسٹریس لیں گی تو آپ کی طبیعت پھر سے خراب ہوجائے گی۔ آپ واصف کو انٹرویو کرلیں...... ریلیکس ہوجائیں گی...... فلورا، واصف سے skype پر بات کرچکی ہیں...... اس نے MBA کیا ہے۔ شارٹ کورسز بھی کیے ہوئے ہیں۔ فلورا کہہ رہی ہیں وہ کام سنبھال لے گا...... وہ مطمئن ہیں۔''

''فلورا کی اس سے میٹنگ ہوگئی ہے؟'' ثمینہ الجھی، الجھی خود کلامی کررہی تھیں۔

digest library.com

''جی ممی......!''

''اچھا...... پہلے میں فلورا سے بات کروں گی پھر اس آدمی سے...... جس کا نام تم بتارہی ہو واصف ہے۔'' ثمینہ کے انداز میں اب تھکاوٹ اور بے بسی کی کیفیت تھی۔

''آدمی نہیں ہے۔'' عرشلہ نے برجستگی میں تصحیح کرنے کی کوشش کی تھی۔

''کیا مطلب...... چین، جاپان کا روبوٹ ہے؟'' ثمینہ ہونق سی ہوکر عرشلہ کی صورت تکنے لگیں۔

''اوہ...... تو...... ممی...... فریش ڈگری ہولڈر ہے...... مگر اسٹوڈنٹ لائف سے ہی جاب کررہا ہے۔'' عرشلہ اس وقت خوف کی حالت میں جھوٹ گھڑنے کی مشین بن گئی تھیں۔

لگن
دکھ بھری راہ میں سفر کرنے والے اجنبی مسافروں کی
ہم سفری کی حیرت انگیز داستان......
ناہید سلطانہ اختر کی ایک اچھوتی تحریر
اندر کا آدمی
ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز
اور عبرت آمیز واقعات الیاس سیتاپوری کے قلم کی روانی
شہ زور
عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف، شستہ اور
کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال
جنگ باز
معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں
اور زخم زخم ہوتے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان
ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری
عبق بخاری، صائمہ دانش، خلیل انجم سیدہ شاہدہ شاہ،
جاوید بسلم شاد سنان، عائشہ نصیر و دیگر کی خوب صورت تحریریں

''کیا age ہوگی اس کی؟'' ثمینہ نے عرشلہ کی طرف غور سے دیکھا۔
''شاید تیس، پینتیس سال......'' عرشلہ گھبرا کر بول پڑیں۔
''یہ تو اچھی خاصی عمر ہے..... اس عمر میں تو انسان نیکی والا بن جاتا ہے..... خیر اسے بلا لو..... میں ملتی ہوں اس سے..... فلورا اور ٹوٹو سے میری بات بھی کراؤ......'' ثمینہ سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔
''اوکے...... میں چیک کرتی ہوں دونوں available ہیں یا نہیں......'' عرشلہ کو مہلت درکار تھی ٹوٹو کو اعتماد میں لینا تھا اور فلورا کو فی الحال ثمینہ سے بات کرنے سے روکنا تھا۔ کیونکہ وہ فلورا کو جھوٹ بولنے پر آمادہ نہیں کر سکتی تھیں۔ اب صرف اسے انہیں بات کی جلدی تھی کہ واصف کی ثمینہ کے ساتھ میٹنگ ہو جائے تاکہ وہ مسلسل جھوٹ بولنے کے عذاب سے نجات پائیں۔
ثمینہ کے بیڈروم سے وہ نکلی نہیں تھیں بلکہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی تھیں۔
جذباتیت اور ناتجربہ کاری میں ایک غلطی کر بیٹھی تھیں۔ اب اسے نبھانا بھی تھا۔ ماریہ بے قصور تھی، اس نے عرشلہ کو پریشانی سے نکلنے کا راستہ بھی دیا تھا اور اعتماد بھی...... اس کا کہنا بھی ٹھیک تھا...... آخر یہ ''پھیلاوا'' عرشلہ ہی نے سنبھالنا تھا۔

☆☆☆

واصف کو ماریہ کی طرف سے mail آ گئی تھی۔ شام چھ بجے کوٹھی پہنچنے کا حکم تھا۔ جبکہ سات بجے اسے داؤد علوی کے گھر پہنچنا تھا۔ بچوں کے فائنل سر پر تھے وہ کسی صورت منع نہیں کر سکتا تھا...... آخر اس نے اپنا اعتماد قائم رکھتے ہوئے ماریہ سے فیور مانگا کہ وہ لوگ شام چھ کے بجائے پانچ بجے میٹنگ کر لیں۔
ایک گھنٹہ تو بہرحال لاحق ہو چکی تھی کہ دو گھنٹے کی مغز ماری کا پھر فائدہ کیا ہوا۔ جب انٹرویو کرنے والے اتھارٹی نہیں تھے تو اتنی طویل نشست کی ضرورت کیا تھی۔ وہ تو دن رات کام میں جت گیا تھا کیونکہ اسے یقین دلایا گیا تھا کہ وہ اسے اپائنٹ کر چکے ہیں۔
وہ اب ایم بی اے کے فائنل سے فارغ ہو کر بینکنگ لا کی کلاسز لے رہا تھا، اسے آج وہ بھی ڈراپ کرنا پڑی تاکہ دو گھنٹے سو کر فریش ہو جائے اور ماحول کے حساب سے اپنی ڈریسنگ اور "look" پر توجہ دے۔
اس نے سونے سے پہلے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود سے چند باتیں کیں۔ مثلاً...... ''میں کامیاب ہو چکا ہوں...... خواتین کے دماغ کا وزن مرد کے دماغ کے وزن سے زیادہ نہیں ہوتا...... خواتین جتنی وہمی ہوتی ہیں اتنی عقل مند نہیں ہوتیں...... انٹرنیشنل مارکیٹ مریخ کے باشندے نہیں چلاتے۔ جغرافیے کا فرق ہے...... ''کھوپڑیاں'' سب کی ایک ہیں...... وغیرہ وغیرہ۔'' اس کے بعد وہ بستر پر لیٹ گیا خود کو باور کراتے، کراتے کہ وہ کامیاب ہے نیند کی وادیوں میں اتر گیا۔

☆☆☆

''آپا...... کوشش کریں کہ یہ بند کمرے سے نکلے ورنہ سائیکالوجیکل ایشوز شروع ہو گئے تو آسانی سے جان نہیں چھوڑیں گے...... شادی آسانی سے نہیں ہوگی۔'' مریم آفس سے گھر جانے کے بجائے سارہ کی خیر خیریت لینے آ گئی تھی۔
''ثمر اور میں، بہت کوشش کر رہے ہیں...... اب تو غصہ بھی نہیں کر رہی، بس چپ چاپ تکتی رہتی ہے اور بیڈ پر جا کر لیٹ جاتی ہے۔'' سارہ نے دل گرفتہ لہجے میں جواب دے کر تائید کے لیے ثمر کی طرف دیکھا۔
''آپا...... آپ عدت میں ہیں ورنہ میں تو آپ کو یہی کہتی کہ کچھ مہینوں کے لیے آپ کسی ہل اسٹیشن پر گھر کرائے پر لے کر رہ لیں...... ماحول بدلنے سے ذہن پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے۔'' مریم نے محبت سے سارہ کا ہاتھ

تھام کر صائب مشورہ دیا۔

"تمہارے مشورے پر عمل ہو سکتا ہے...... مگر چند مہینے انتظار تو کرنا ہے......" سارہ نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر سر جھکا لیا۔

"خدانخواستہ مہینوں بعد تو بات خدا جانے کہاں تک پہنچے۔ اگر میں اسے کہیں پارٹ ٹائم جاب پر لگوا دوں؟ ویسے بھی اسے اب فائنل پیپر دینا ہیں۔" مریم حالات کی وجہ سے شدید دکھ کی کیفیت میں تھی اور جلد از جلد کوئی حل نکالنا چاہتی تھی۔ سگی خالہ تھیں، اکلوتی بھانجی کی حالت زار اس سے دیکھی نہیں جا رہی تھی...... اپنے گھر میں اپنے بستر پر بھی بے سکون رہتی تھی۔

digest library.com

"بہت مشکل ہے...... مانے گی نہیں......" سارہ نے مایوسی کی کیفیت میں کہا۔

"میں اپنے آفس میں دیکھتی ہوں...... ہماری ٹریڈنگ کمپنی پاکستان کے ٹاپ آف ٹین میں آتی ہے...... یہاں youth کا اسکوپ بن جاتا ہے...... سیکھنے کا بہت موقع ملتا ہے...... یہاں تو ویکنسی ہی مشکل سے نکلتی ہے...... آج کل ایک ریسپشنسٹ کی جگہ خالی ہے...... وہ پریگننسی لیو پر گئی ہے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میری...... تم اس کا مزاج اچھی طرح سمجھتی ہو...... باپ نے تو MD کی سیٹ پر بٹھانے کا خواب دکھایا ہوا ہے...... نہیں مانے گی۔" سارہ نے مریم کی بات ہی مکمل نہیں ہونے دی۔

"فی الحال تو آپا وہ جونیئر اکاؤنٹ آفیسر بننے کے لائق بھی نہیں ہے...... ہماری نیت جاب کی نہیں ہے ہم تو اسے بند کمرے سے نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"بھابی...... مریم ٹھیک کہہ رہی ہے...... کوشش کرنے میں حرج ہی کیا ہے۔" شمسہ جو دیر سے دونوں بہنوں کی بات چیت خاموشی سے سن رہی تھیں، بول پڑیں۔ کیونکہ فری کا بند کمرا انہیں بھی اسی طرح تنگ کر رہا تھا جیسے اس کی ماں اور خالہ کو......

"بس آپ کچھ نہ کریں میں اس سے خود بات کر لوں گی...... ہمارے آفس کا ماحول بہت اچھا ہے آپا...... ہمارے MD ہی کمپنی کے اونر بھی ہیں خود بھی خواتین کو بہت عزت دیتے ہیں اور دوسروں سے بھی یہی توقع کرتے ہیں۔ دو تین چھچھورے لوگ آئے تھے...... باس نے ٹرمینیٹ کرنے میں ایک دن کی تاخیر نہیں کی۔ یوں سمجھیں داؤد علوی کا نام تو "ہیلتھی کلچر" بن گیا ہے۔ سب ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔"

داؤد علوی کا نام سن کر شمسہ بری طرح چونک پڑی تھیں۔

"داؤد علوی......؟" وہ زیر لب بڑبڑائیں تو مریم نے چونک کر شمسہ کی طرف دیکھا۔

"شمسہ باجی...... آپ جانتی ہیں علوی صاحب کو......؟"

"ہاں...... مگر کچھ خاص نہیں...... واصف ان کے بھانجوں کو ٹیوشن پڑھاتا ہے۔ واصف بھی ان کی بہت تعریف کرتا ہے۔" شمسہ نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ لیجیے...... آپا ایک گواہی تو گھر میں ہی مل گئی۔" مریم مطمئن نظر آئی۔

"مجھے گواہی کی ضرورت ہی نہیں...... تم خود اس کمپنی میں بارہ سال سے جاب کر رہی ہو۔ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ اسے گھر سے نکلنے پر کیسے راضی کریں؟" سارہ متفکر انداز میں سوچ سوچ کر کہہ رہی تھیں۔

"جب تم اس ماحول میں موجود ہو تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔" وہ مزید گویا ہوئیں۔

☆☆☆

واصف دیے گئے وقت سے پانچ منٹ پہلے ہی عرشلہ کے پُرشکوہ ڈرائنگ روم میں موجود تھا۔ اس کا اندازہ

تھا کہ وہ پانچ منٹ پہلے پہنچا ہے تو عرشلہ صاحبہ اسے کم از کم دس منٹ تو انتظار کرائیں گی۔ مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سب سے پہلے تو دلفریب خوشبوؤں کی لپٹیں کھلے دروازے سے داخل ہوئیں اور فوراً ہی عرشلہ...... بلیو جینز اور موتیا کلر کی کھلی ڈھلی کرتی میں ملبوس بالوں کو جلدی میں کیچر میں سمیٹا ہوا تھا...... دُھلا دھلایا چہرہ، ہونٹوں پر لپ اسٹک کا شائبہ تک نہ تھا...... اپنی گھنی پلکوں کو گھبراہٹ میں تیز، تیز جھپکاتی ہوئی اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے سب سے پہلے دروازے کو ٹھک سے بند کیا اور پلٹ کر مسکرائیں۔ جیسے مسکراہٹ کے پردے میں گھبراہٹ چھپا رہی ہوں۔

digest library.cim

''السلام علیکم میم......!'' واصف جی اس اچانک حملے سے لمحے بھر کے لیے سٹپٹا سا گیا تھا مگر سلام کرنا نہیں بھولا۔

عرشلہ نے عجلت کے انداز میں سر کی جنبش سے سلام کا جواب دیا اور فوراً بول پڑیں۔

''یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ وقت سے آ گئے...... ممی سے میٹنگ سے پہلے میں کچھ باتیں آپ کو سمجھانا چاہتی ہوں......'' وہ اتنی زیادہ بے ترتیب تھیں کہ بولتے، بولتے اسی تھری سیٹر صوفے پر واصف کے پہلو میں ہی بیٹھ گئیں جس پر واصف پہلے سے براجمان تھا۔

واصف نے قدرے کھسک کر فاصلہ بڑھایا، یہ ایک غیر شعوری و بے ساختہ عمل تھا۔

''پہلی بات تو یہ کہ آپ ٹوٹو کو جانتے ہیں۔'' عرشلہ شروع ہوئیں۔

واصف کو زوردار جھٹکا لگا۔ پچ پچ ہونق ہی لگنے لگا۔ پھر عرشلہ کی طرف دیکھا۔

''جی...... نہیں...... میں کسی ٹوٹو کو نہیں جانتا...... آج فرسٹ ٹائم یہ نام سن رہا ہوں۔ آئی ایم سوری۔''

''اوفوہ...... میں کہہ رہی ہوں، آپ ٹوٹو کو جانتے ہیں...... اس کے آفس میں بھی کچھ ٹائم کام کر چکے ہیں۔ مسٹر واصف...... سمجھیں...... میری ممی سیریسلی ill ہیں...... وہ ورکنگ کے لائق نہیں ہیں...... ابھی آپ ان سے ملیں گے تو آپ کو اندازہ ہو جائے گا۔'' عرشلہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں اس لیے کہ دوسری طرف ثمینہ انتہائی بے چینی سے واصف کا انتظار کر رہی تھیں۔

''اوکے...... میں ٹوٹو کو جانتا ہوں...... ان کے ساتھ کام کر چکا ہوں۔ پھر اس کے بعد کیا کہنا ہے؟'' واصف کمال ذہانت سے معاملہ سمجھ گیا تھا۔

''بس یہی کافی ہے۔ آپ نے بس یہی یقین دلانا ہے کہ آپ ٹوٹو کو جانتے ہیں۔ میں آپ کے آنے سے پہلے ٹوٹو کی اور ممی کی بات کرا چکی ہوں ایکچو ئیلی ان دنوں وہ باکو میں ہے...... ورنہ آج اس وقت میرے ساتھ ہوتی...... آپ نے فلور ایم سے بات کی آپ کو اندازہ ہو چکا ہو گا کہ یونس انکل کی ڈیتھ کے بعد کتنا کام pending میں پڑا ہوا ہے۔ ریکارڈ مین ٹین نہیں ہے۔ ممی آسانی سے کسی پر اعتماد نہیں کرتیں...... اور ہائرنگ میں جتنی دیر ہو گی کام بڑھ جائے گا...... کوئی بڑا نقصان بھی ہو سکتا ہے...... جو ممی تو بیئر (برداشت) کر ہی نہیں سکتیں۔ honestly...... میں تو اسپتالوں کی شکل دیکھ، دیکھ کر مرنے جیسی ہو رہی ہوں...... پلیز...... آپ میرے ساتھ کوآپریٹ کریں۔ پلیز......'' عرشلہ نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اپنی پیشانی سے لگا لیے۔

واصف ان سادہ سی خاتون کو جیسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ کس طرح آنکھیں بند کر کے اس پر اعتماد کر رہی تھیں...... ٹرالی میں سجا کر اسے جاب دے رہی تھیں۔ یہ اس کی زندگی کا انوکھا تجربہ تھا۔

اچانک اسے ماریہ کا خیال آیا جو عرشلہ کا اسٹرادکھائی دی تھی۔ پریکٹیکل، اسمارٹ۔

''مس ماریہ آج کی میٹنگ میں نہیں ہوں گی......؟'' اس کی تو روز اول سے ماریہ ہی سے بات چیت ہو رہی تھی وہی قدم، قدم پر رہنمائی کر رہی تھی۔

"وہ ممی کی نرس ہے...... لیکن آپ اسے ہاؤس منیجر بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ ممی کو تیار کرا رہی ہے۔ میری ممی جس سے بھی ملتی ہیں بہت اچھی طرح تیار ہو کر ملتی ہیں۔ بہت زیادہ طبیعت خراب ہو تو کسی کے سامنے نہیں آتیں۔ میں دیکھتی ہوں...... لے کر آتی ہوں ممی کو...... بس آپ نے خیال رکھنا ہے کہ کوئی گڑبڑ نہ ہو...... ورنہ وہ آپ کو کسی صورت بھی اپائنٹمنٹ لیٹر نہیں دیں گی۔" یہ کہتے، کہتے عرشلہ بڑی تیزی سے اٹھیں اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔ عرشلہ کمرے سے جا چکی تھیں مگر اُن کی خوشبو ماحول میں سرائیت کر چکی تھی۔

"اپائنٹمنٹ لیٹر لینے کے لیے ٹوٹو تو کیا...... میں کوئین الزبتھ کو شوز پہنانے والی کو بھی جان سکتا ہوں...... ڈونٹ وری میم......" واصف کو اپنی حالت زار پر خود ہی ہنسی آنے لگی۔ یہ دیکھنا باقی تھا مگر شاید ابھی تو بہت کچھ باقی ہے ایک طرح سے وہ دم سادھ کر ثمینہ کا انتظار کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد دروازے کے پار کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی...... پھر دروازہ وا ہوا اور ایک بہت خوب صورت بوڑھی و کمزور خاتون نظر آئیں جن کے سیدھے ہاتھ میں چھڑی تھی اور بایاں ہاتھ ماریہ نے تھاما ہوا تھا۔ عقب میں عرشلہ ہاتھ کے اشارے سے واصف کو "ہوشیار خبردار" کر رہی تھیں۔

واصف فوراً مؤدبانہ کھڑا ہو گیا اور پیشانی چھو کر آداب بجا لایا۔

ثمینہ کڑے تیور کے ساتھ پلکیں جھپکائے بغیر واصف کو سر سے پاؤں تک گھور رہی تھیں۔

"یہ تو کہیں سے بھی تیس، پینتیس کا دکھائی نہیں دیتا...... بہت چھوٹا ہے...... کتنے دن کام کیا ہے تم نے ٹوٹو کے ساتھ؟"

ثمینہ کا انداز تحکمانہ تھا۔ انگوری رنگ کی اصلی ریشم کی نفیس ہلکی پھلکی ساڑی میں ملبوس...... زمرد کا مکمل سیٹ پہنے ہوئے۔ بڑے، بڑے سچے موتیوں والا ہار ناف سے نیچے تک جھول رہا تھا۔ سیدھے ہاتھ میں بغیر ڈیزائن کی درجن بھر سادہ سی سونے کی چوڑیاں...... بائیں ہاتھ میں جگر، جگر کرتی رسٹ واچ۔

"اُف...... ایک امیدوار کا انٹرویو کرنے کے لیے اتنی زبردست تیاری تو پارٹی میں جانے کی کیا تیاری ہوتی ہوگی۔" اسے پہلا خیال یہی آیا تھا۔ وہ تشریف فرما ہو چکی تھیں۔

"جی ان کے پاس تو زیادہ کام آڈٹ ہی کا تھا۔" واصف کو لگے ہاتھ یہی جواب سوجھا ساتھ ہی عرشلہ کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ غلطی تو نہیں ہوئی۔

"obviously...... اسے ساری دنیا سے فنڈز ملتے ہیں...... انہی کا حساب کتاب کرنا ہوتا ہے...... مگر ہمارا کام تو اتنا سمپل نہیں ہے...... اور یہ تم نے اتنی سی عمر میں اتنے سارے کام کیسے کر لیے......؟ (30)thirty کے تو تم کہیں سے نہیں لگتے۔" ثمینہ پھر واصف کو گھورنے لگیں۔

"ممی...... ہم پہلے ان کی پرفارمنس چیک کرتے ہیں پھر age بھی ڈسکس کر لیں گے۔ فلورا میم صرف تین دن تک available ہیں...... یونس انکل survive کر بھی گئے تو کام دیکھنے کے قابل نہیں ہوں گے...... لانگ بیڈ ریسٹ پر چلے جائیں گے۔" عرشلہ نے افراتفری کے انداز میں ماں کو ہولایا بولایا...... تاکہ وہ اپنے مطلب کی بات کر کے جلد فارغ ہوں۔

"اوہ...... یس......" ثمینہ کے بوڑھے اعصاب یہ حملہ برداشت نہ کر سکے، ان کے وجود پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔ سارے اثاثے جیسے کسی اتوار بازار کے اسٹالز پر دھرے نظر آنے لگے۔

"او کے...... فلورا سے میری بات ہوئی ہے۔ وہ تو گو ہیڈ دے رہی ہے۔ میں صرف ٹوٹو کی وجہ سے تمہیں consider کروں گی...... ورنہ آج کل کے لڑکوں کا کوئی بھروسا نہیں...... ہم کسی انجان لڑکے کے جھانسے میں آنا افورڈ ہی نہیں کر سکتے۔ کیا خبر کب پسٹل نکال کر ڈکیتی کر جائے۔ اسی وجہ سے تو میں نے آج تک

پاکستان میں پرا پر آفس میں ٹین نہیں کیا...... میرے کام ہو رہے تھے...... مجھے کیا پڑی تھی کہ بکری پالتی...... any how...... تمہارے سیل میں ٹوٹو کا نمبر تو ہوگا...... اسے وڈیو کال پر ملاؤ تو زیادہ اچھا ہے...... ذرا میری تسلی ہو جائے گی۔''

واصف کے تو گویا ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس نے گھبرا کر عرشلہ کی طرف دیکھا۔ ماریہ نے اشارے سے کہا کہ وہ کہہ دے...... یہ اس کا نیا سیل فون ہے...... وہ گونگوں کی طرح اشارے کر رہی تھی مگر واصف کے خاک پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

digest library.com

''وہ میم...... میری کافی دنوں سے ٹوٹو میم سے بات نہیں ہوئی۔ باکو جا کر تو وہ بہت بزی ہو گئی ہیں...... میں دیکھتا ہوں۔'' اس نے جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔ اس دوران ماریہ نے اپنے سیل سے ٹوٹو کا نمبر واصف کو سینڈ کر دیا تھا۔

واصف کی جان میں جان آئی...... اس نے فوراً نمبر ڈائل کیا...... مگر شاید ٹوٹو اجنبی نمبر ریسیو نہیں کرتی تھی۔

''میرا خیال ہے سگنل ایشو ہے...... کال کنیکٹ نہیں ہو رہی۔'' یہ کہہ کر واصف نے اپنا سیل فون عرشلہ کی طرف بڑھا دیا۔

''آپ چیک کر لیں میم...... یا پھر تھوڑا ویٹ کر لیتے ہیں...... may be...... وہ خود کال بیک کریں۔''

عرشلہ نے اس کے ہاتھ سے سیل فون لے لیا۔

''میں دیکھتی ہوں......'' عرشلہ نے بہانے سے ٹوٹو کا نمبر saved کر دیا۔ سیوڈ ہوتے ہی ٹوٹو کی NGO کا Logo آ گیا۔ اس نے ڈیٹا آف کر کے ملایا اور ثمینہ کو دکھانے لگی۔

''یہ دیکھیے ممی...... کنیکٹ نہیں ہو رہا......''

ثمینہ نے بہت غور سے دیکھا۔ سامنے ٹوٹو کی NGO کا لوگو واضح تھا۔ کوئی شک شبہ ہی باقی نہ رہا۔ ثمینہ کے چہرے پر ایک سکون کی کیفیت نظر آنے لگی۔ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے سیل فون واصف کی طرف بڑھایا۔

''اوکے...... فی الحال...... ہم تمہیں تین مہینے ٹرائل پر رکھ کر دیکھتے ہیں، اب عرشی اور ماریہ ہی تم سے بات چیت کریں گی...... میں زندہ رہی تو تین مہینے بعد تم سے میٹنگ کروں گی۔'' وہ اب اٹھنے کے لیے چھڑی پر زور ڈالنے لگیں۔ عرشلہ اور ماریہ نے تو جیسے رکی ہوئی سانسیں نکالنا شروع کیں بس نہیں چل رہا تھا کہ مبارک ہو، مبارک ہو کی صدائیں بلند کرنے لگیں۔ ایک اعصاب شکن جنگ لاحق ہوئی تھی مگر ''ٹیبل ٹاک'' پر تمام ہو گئی تھی۔ ایک طرح سے واصف کامیاب ہو چکا تھا۔

ماریہ، ثمینہ کو اٹھنے میں مدد دے رہی تھی۔ عرشلہ نے واصف کی طرف دیکھتے ہوئے شکر ادا کرنے کے انداز میں چہرے پر ہاتھ پھیرے۔

واصف نے بھی خود کو ہواؤں میں اڑتا محسوس کیا...... یوں جیسے دور افتادہ گاؤں کا باشندہ کسی جگمگاتے شہر میں آ بسا ہو...... اسے ثمینہ کی ''احتیاط'' سمجھ آ رہی تھی۔ ایک بوڑھی عورت کے پاس دولت کا انبار لگا ہو...... اس کی تو نیند میں بھی ایک آنکھ کھلی رہے گی۔

''اسے چائے، کافی سرو کرو ماریہ...... میں دیکھ رہی ہوں ٹیبل پر پانی کا گلاس تک نہیں ہے۔'' وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کانپتی آواز میں کہہ رہی تھیں۔

واصف نے گویا ایک بوڑھی خاتون کو اتنا چوکنا اور الرٹ پا کر دل ہی دل میں سیلوٹ کیا تھا۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

digest library.com

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سبزدگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا حسین اتنا عجب لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوردیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

قسط نمبر 20

"میں بالکل ٹھیک اور اپنے senses میں ہوں میری خالہ...... مجھے پتا ہے آپ مجھے بیوقوف بنا کر کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جارہی ہیں۔" فری جو کمپیوٹر میں خود کو مصروف کرنے کے لیے بے مقصد سائٹس وزٹ کررہی تھی اور مریم کے مشوروں کو نظر انداز کرنے کی کوشش کررہی تھی ایک دم پھاڑ کھانے کو دوڑی۔
مریم، فری کے بالکل ساتھ لگ کر کھڑی تھی بے ساختہ اس نے فری کا سر اپنے ساتھ لگا لیا۔

''اللہ نہ کرے تمہیں ایسا کچھ ہو کہ میں تمہیں بہانے بنا کر کنسلٹیشن کے لیے لے کر جاؤں صرف تین، چار مہینے کی بات ہے تم اس بند کمرے سے کچھ گھنٹے مختلف ماحول میں اور مصروفیت میں گزارو گی تو تمہیں بہت فرق پڑے گا..... آگے کیا کرنا ہے سمجھ آنے لگے گا..... ''مریم نے پیار سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔

''خالہ..... اب مجھے سمجھ کر کرنا بھی کیا ہے..... ؟ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں..... پلیز مجھے آپ لوگ میری مرضی سے جینے دیں..... ''فری نے بیزاری سے خود کو مریم سے الگ کیا۔

''اسے جینا نہیں کہتے میری جان..... ایک بار خالہ کی بات مان لو..... تمہیں خود اچھا محسوس ہوگا۔ ''مریم ایک تہیہ کر کے فری کے پاس آئی تھی۔ اچانک بیوہ ہو جانے والی بہن کو وہ مزید امتحانوں سے بچانے کی کوشش کر رہی تھی جس کا کل اثاثہ یہ اکلوتی اولاد تھی۔

''جو باس ہیں نا، جب تم ان سے ملو گی تو تمہارا دل خود بخود چاہے گا کہ اس پیس فل ماحول میں کچھ وقت گزارو..... اتنا شاندار آفس سیٹ اپ ہے کہ اندر داخل ہوتے ہی بندہ energetic ہو جاتا ہے..... بلیو اور اسکائی بلیو کلر کا کامبنیشن ہے..... گرین پلانٹس..... ایکیوریم..... فاؤنٹینز (fountains) لائٹ تھیم..... ایک برابر ڈائننگ روم ہے، باہمیں بندے ایک ساتھ لنچ کرتے ہیں..... لنچ باہر سے نہیں آتا آفس کچن میں ہی تیار ہوتا ہے..... چائے، کافی کا سیٹ اپ اور اسٹاف الگ ہے..... فری ایسا آفس سیٹ اپ بڑا بزنس مین نہیں بناتا..... بڑے دل والا ہی بناتا ہے..... اس لیے کہ مال تو بہت سے لوگوں کے پاس ہوتا ہے دل مگر کسی، کسی کو ملتا ہے۔''

مریم نے کچھ اس طرح سے نقشہ کھینچا گویا جنت کے کسی علاقے کا تذکرہ کر رہی ہو کیونکہ سچ میں بہت اثر ودم ہوتا ہے جو دل میں خود بخود جذب ہو جاتا ہے۔

''اوکے..... میری خالہ..... ایک بار وزٹ کر لیتی ہوں..... آپ اتنا کونس کرنے کی کوشش کر رہی ہیں تو..... یہ سمجھ لیتی ہوں کہ آپ کا آفس دیکھنے جا رہی ہوں..... ''فری کے تھکے ہوئے اعصاب خلوص و محبت کے اس پریشر کی تاب نہ لا سکے۔ حرارت خود بخود دم توڑنے لگی۔ اتنا کچھ سن کر بھی وہ نڈھال ہی نظر آ رہی تھی۔

☆☆☆

رات گئے اسے ماریہ کا میسج ملا تھا کہ ثمینہ بیگم صبح آپ کے ساتھ ناشتا کریں گی اور بیگم فلورا سے وڈیو لنک پر میٹنگ بھی کریں گی۔

واصف کے اعصاب چٹخنے لگے جس کام کو وہ بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھ رہا تھا وہ تو جوئے شیر لانے کے مترادف ثابت ہو رہا تھا۔

مرشلہ اور ماریہ سے میٹنگ کے بعد زندگی باد بہار کا جھونکا لگنے لگی تھی۔ نظروں کے سامنے کم سے کم 1300cc کی نئی کار جگمگانے لگی تھی۔ مگر بیگم ثمینہ نے تو مختصری میٹنگ میں گویا اس کو گلے سے پکڑ لیا تھا۔ اس نے فوری اپنے معمولات کا جائزہ لیا تاکہ اندازہ لگا سکے کہ ''ناشتا میٹنگ'' کے بعد وہ اپنے کون، کون سے کام انجام دے سکتا ہے۔

اس کے بعد اسے بیگم ثمینہ کی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھنے اور ایک شاندار رنگ دینے کے لیے پہناوے کا بھی انتخاب کرنا تھا۔

''اوہ گاڈ..... اس عمر میں یہ ''ایکسرا..... ''نکالتی آنکھیں ہیں تو جوانی میں کیا حال ہوگا..... شاید مرحوم شوہران حسین جاسوس نگاہوں کی تاب نہ لا سکے..... جلدی جان چھڑا لی۔''

اس ناشتے کی وجہ سے اس کا یومیہ نظام قدرے درہم برہم ہو رہا تھا مگر معاملہ اتنا نازک تھا کہ ہر صورت سنبھالنا

ہی تھا۔ وہ ''جمعے'' کے لیے تیار شلوار سوٹ منگل کو پہننے پر راضی ہوگیا تاکہ ایک نئی ''لک'' میں سامنے جائے...... شاید جھاگ جیسا سفید رنگ ماحول میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا باعث بن جائے۔

اس نے سفید شلوار قمیص کے ساتھ سیاہ لیدر کی پشاوری چپل پہنی تھی اور ''وہائٹ عود'' کا اسپرے بھی کرلیا تھا...... گویا منگل کو جمعہ کرلیا۔ اس نے بائیک کے بجائے آن لائن ٹیکسی سے سفر کرنا مناسب سمجھا تاکہ کڑک لباس کی آب و تاب قائم رہے...... یہ نہ ہو کہ اتنی محنت کے بعد بھی لگے کہ لباس صراحی سے کھینچ کر نکالا گیا ہے۔ قد آدم آئینے میں خود پر ایک آخری طائرانہ نظر ڈال کر وہ کمرے سے نکل گیا تھا...... گھر میں ماں تو تھی نہیں جسے اہتمام سے خدا حافظ کہتا۔

☆☆☆

''میم میں آپ کا کوئی سمپل سا ہیئر اسٹائل بنا دیتی ہوں...... اس کافی کلرڈ شرٹ کے ساتھ......'' ماریہ، عرشلہ کے طلب کرنے پر اس کے کمرے میں آئی تھی۔ عرشلہ کا موڈ آف تھا وہ خاکی رنگ کی جینز اور کافی کلرڈ شرٹ پہنے ایزی چیئر پر جھول رہی تھیں۔

''کل ہی تو میٹنگ ہوئی ہے...... اب صبح، صبح ناشتے پر بلالیا...... سمجھ نہیں آرہی اب کیا رہ گیا پوچھنے کو......؟'' عرشلہ نے ماریہ کی بات کا جواب دینے کے بجائے پھٹ پڑنے کے انداز میں اپنی بات کی۔

''ممی کو پتا بھی ہے کہ early جاگنے سے میں سارا دن ڈسٹرب رہتی ہوں۔ پھر بھی نو بجے ناشتے کا ٹائم رکھ

لیا۔" وہ بڑبڑائیں۔

"لیکن میم نے تو آپ کو بتایا ہے اور یہ کہا ہے کہ آپ کی مرضی آپ ناشتے میں شامل ہونا چاہیں تو نو بجے ٹیبل پر آ جائیں......" ماریہ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا تھا...... وہ عرشلہ کے آف موڈ سے گھبرائی تھی۔

"لیکن ساتھ تو بیٹھنا پڑے گا ناں...... پتا نہیں کیا، کیا سوال پوچھ لیں اور ہماری ساری محنت بیکار جائے۔ بس...... میں ایسے ہی ٹھیک ہوں...... تم ممی کو دیکھو...... ان کو تیار ہونے میں بہت ٹائم لگتا ہے...... جیولری باکس لے کر بیٹھی ہوں گی...... سو کر یزی......" عرشلہ نے بولتے، بولتے اپنی پیشانی دبانا شروع کر دی۔

"پتا نہیں اب کیا پوچھنا رہ گیا ہے؟ شاید یہی کہ پیرامڈ (اہرام مصر) کی کنسٹرکشن کے ٹائم progenitor I mean forefathers (میرا مطلب باپ، دادا، اسلاف) کیا سروس دے رہے تھے......؟ یا ریڈ انڈینز کے ساتھ کبھی کھانا وغیرہ کھاتے تھے؟" یہ کہہ کر عرشلہ نے اپنے سر پر ہتھیلی سے دھپ، دھپ کیا گویا مساج کر رہی ہوں۔

"پتا ہے ممی کو میں اتنی جلدی اٹھ بھی جاؤں تب بھی دو گھنٹے تک نیند میں ہوتی ہوں...... نیا بندہ ہے...... نیا بندہ ہے...... ہونہہ...... ہمارے خزانے تو مغاسکر کے غاروں میں چھپے ہوئے ہیں...... یہ وہاں پہنچ ہی نہیں سکتا...... ہر کسی پر شک کہ اس کی نظر ہماری دولت پر ہے...... FBR سرٹیفکیٹ کے ڈبل چارج کرتا ہے ہمارا لائر...... ممی اس سے ٹائم ہی اتنا زیادہ ڈیمانڈ کرتی ہیں۔"

ماریہ نے باہر نکلتے، نکلتے عرشلہ کی آخری بڑبڑاہٹ سنی...... وہ فکر مند سی نظر آ رہی تھیں کہ ناشتے کی میز پر کوئی بدمزگی نہ ہو جائے۔

☆☆☆

مریم، فری کو پک کرنے بہت مارجن سے پہنچی تھی...... کہ اسے یقین ہی نہیں تھا کہ وہ اسے تیار ملے گی۔ لازماً اسے چارج کرنا پڑے گا...... لیکن اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ بلیک پینٹ اور سی گرین کرتی پہنے تیار ملی تھی۔ چھوٹا سا بلیک اسکارف بھی گلے میں لٹکایا ہوا تھا...... جیولری نہ میک اپ...... کیچر میں مقید بال اور بالکل سپاٹ چہرہ......

"میری خالہ...... CV نہیں ہے میرے پاس...... میرا موڈ نہیں بنا...... بتانے کا بس یوں سمجھیں میں آپ کے آفس کا وزٹ کرنے جا رہی ہوں...... جاب واب کا بعد میں دیکھوں گی۔" وہ بے تاثر لہجے میں گویا ہوئی۔ آنکھوں سے ایسی اداسی ٹپک رہی تھی کہ مریم کا دل دکھ سے بھر گیا مگر اس نے خود پر قابو پا کر اسے پیار کیا۔

"کوئی بات نہیں...... اب چلو...... آپا اور پھپھو کو خدا حافظ بولو...... پھر رش میں خالہ کی ڈرائیونگ دیکھنا...... اوور ٹیک نہیں کرنے دیتی کسی کو......" مریم نے ہلکی پھلکی بات کر کے اس کا موڈ بنانا چاہا۔

"اف رش میں ڈرائیو کر کے آپ تھکتی نہیں ہیں؟" فری تو گویا سن کر ہی تھک گئی تھی۔

"آفس پہنچ کر ساری تھکن اتر جاتی ہے...... گھر سے پیور بٹر کے سلائس لے جاتی ہوں...... بڑے سے مگ میں کافی بنواتی ہوں پھر اس کے بعد الیکٹرک ٹرین یا جیٹ طیارہ بن جاتی ہوں...... اسی لیے تو آج تمہیں اپنا آفس دکھانے لے جا رہی ہوں کہ environment کا انسانی ذہن پر کتنا گہرا اثر ہوتا ہے۔"

وہ اسے شانوں سے تھامے لاؤنج میں لے آئی تھی جہاں سارہ ان دونوں کی منتظر تھیں۔

"میری اس نے ناشتا نہیں کیا......" انہوں نے دونوں کو دیکھ کر بہن سے کہا۔

"آپا میں نے بھی نہیں کیا صرف ایک کپ چائے پی کر نکلی ہوں...... آپ فکر نہ کریں، آج میں اسے بہت اچھا ناشتا کراؤں گی......" مریم نے تسلی دی۔

"ماما پھپھو کہاں ہیں......؟" فری نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر شمسہ کو تلاش کیا۔

"وہ شاید اوپر قرآن پڑھ رہی ہوگی......" سارہ نے اندازے سے کہا۔

"اوپر......؟" مریم نے قدرے الجھ کر دیکھا۔

"ٹیرس پر......اس وقت روشنی اچھی ہوتی ہے تو قرآن لے کر اوپر چلی جاتی ہے۔"

"اوکے......تو پھر ٹھیک ہے......ہم چلتے ہیں......میں تو شام کو ہی واپس آتی ہوں مگر فری کو میں آفس وین سے پہلے ڈراپ کرادوں گی، آپ پریشان نہ ہونا......" مریم نے آگے بڑھ کر سارہ کے رخسار پر بوسہ دیا۔

"نہیں، تمہیں پریشانی کی کیا بات......تمہارے ساتھ ہے......تسلی ہے۔" سارہ نے غم واندوہ کی کاٹ دار لہریں جگر میں جذب کرتے ہوئے کہا تھا۔

digest library.com

☆☆☆

"سنگل پیرنٹ چائلڈ ہو......؟" ثمینہ نے گلاسز کے موٹے عدسوں سے واصف کی طرف گھورا۔ عرشلہ کانپ گئیں......کہیں اسی نکتے کو بنیاد بنا کر ممی، واصف کو ریجیکٹ نہ کردیں۔ انہوں نے گھبرا کر ماریہ کی طرف دیکھا جو دلیا ثمینہ کے باؤل میں ڈال رہی تھی اور ان کے دائیں جانب کھڑی معمول کا ناشتا کرا رہی تھی۔

واصف بھی لب ولہجے پر ٹھٹکا سا گیا تھا۔

"یس میم......میری ماں نے مجھے پرورش کیا ہے اور بہترین اکیڈمیز میں مجھے تعلیم دلائی ہے۔" واصف نے بڑے اعتماد سے جواب دیا تھا۔

"اوکے......قادر کے بارے میں کیا بتانا چاہو گے......؟" ثمینہ نے باؤل سامنے کرتے ہوئے واصف کی طرف دیکھا۔

"کچھ خاص نہیں......سپریشن ہوگئی تھی......میں نے اپنے ہوش میں قادر کو نہیں دیکھا۔"

"how strange!" ثمینہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا اسپون واپس باؤل میں رکھ دیا۔

"انہوں نے کبھی ملنے کی کوشش نہیں کی؟" ثمینہ نے پھر سوال کیا۔

"ممی......واصف ہمارے پاس جاب کے لیے آیا ہے......شادی کا کینڈیڈیٹ نہیں ہے۔" اب عرشلہ کی بس ہوگئی تھی۔

"ڈونٹ ڈسٹرب......" ثمینہ نے عرشلہ کی طرف خفگی سے گھورا۔

"بیک گراؤنڈ کی بہت اہمیت ہوتی ہے۔"

"آپ نے واصف کا اکیڈمک ریکارڈ دیکھا ہے ناں...... کتنا شاندار ہے......ہمارے لیے یہ بہت ہے......پلیز ممی آپ جاب سے related بات کریں......وہ شاید ان سوالوں کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہوگا......آپ تو ایک سمپل جاب کو سی ایس ایس کا پیپر بنا رہی ہیں......" عرشلہ بھی گویا ڈٹ گئی تھیں، یوں بھی نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے ان کے اعصاب چیخ رہے تھے۔

"یہ سب جاب سے ہی ریلیٹڈ ہے۔ میں اپنا اطمینان کر رہی تھی کہ ہمارا کام کرتے ہوئے اس کے اپنے پرابلمز تو ساتھ نہیں چل رہے......ہمارا سارا کام حساب کتاب کا ہے......سانپ سیڑھی کا کھیل ایک زیرو کم زیادہ پڑھنے سے سارا سوفٹ ویئر اپ ڈیٹ کرنا پڑ جاتا ہے......" ثمینہ نے قدرے سخت لہجے میں عرشلہ کو سمجھایا۔

واصف نے دل ہی دل میں ایک بیمار بوڑھی مگر اسمارٹ خاتون کو داد دی جو اتنی مستعد تھی کہ باریکیوں میں اتر جاتی تھی۔

"بہر حال مجھے خوشی ہوئی کہ واصف پر گھر کی طرف سے کوئی بھاری ذمے داریاں نہیں ہیں......تمہاری طرح

اپنی ماں کی اکلوتی اولاد ہے۔۔۔۔۔۔ نہ بہنوں کی شادیاں کرنی ہیں۔۔۔۔۔۔ نہ چھوٹے بہن، بھائیوں کا کیریئر بنانے کے لیے جان کھپانی ہے۔۔۔۔۔۔ یعنی ہم آرام سے اس کے اٹھارہ گھنٹے بھی لے سکتے ہیں یہ available ہوگا۔۔۔۔۔۔''

ثمینہ نے بڑی شانِ بے نیازی سے کہا تھا۔۔۔۔۔۔ ماریہ کو عرشلہ سے زیادہ چکر آئے تھے کیونکہ وہ کھڑی ہوئی تھی۔۔۔۔۔۔ واصف کو ہاتھ میں پکڑا کافی مگ ٹیبل پر رکھنا دوبھر ہو گیا تھا۔

''اٹھارہ گھنٹے۔۔۔۔۔۔؟ یہ دنیا میں کہاں ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔؟'' وہ سچ مچ ذہنی طور پر منتشر ہو گیا تھا۔۔۔۔۔۔ ''available کا مطلب۔۔۔۔۔۔ میم ثمینہ اسے جب چاہے طلب کر سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔'' اس کی اپنی زندگی کی کوئی ترتیب نہیں ہوگی۔۔۔۔۔۔ اچھی سی نئی کار پلک جھپکتے میں پھر کھٹارا بائیک میں تبدیل ہوگئی۔

''میرا خیال ہے واصف میری بات سن کر ڈبل مائنڈڈ ہو گیا ہے؟'' ثمینہ نے تائید طلب نظروں سے عرشلہ کی طرف دیکھا۔

''آپ نے اتنا گریٹ پلان اسے دیا ہے۔۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے وہ بے تحاشا خوشی کی وجہ سے بات کرنا بھول گیا ہے۔۔۔۔۔۔'' عرشلہ نے جل کر ماں کو جواب دیا تھا اور ماریہ نے بمشکل مسکراہٹ ضبط کی تھی۔

ثمینہ نرگلا ادا طرح سے مسکرائیں اور واصف کے کافی مگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولیں۔

''ڈونٹ وری مین۔۔۔۔۔۔ کافی پیو۔۔۔۔۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔۔ سیلری تمہیں آٹھ گھنٹے کی سروس پر ملے گی۔ اس کے بعد per hour (فی گھنٹہ) تمہیں اوور ٹائم ملے گا اور یہ per day ہوگا۔۔۔۔۔۔ جتنے گھنٹے ایکسٹرا سرو کرو گے اسی دن تمہارے اکاؤنٹ میں کریڈٹ جائے گا تاکہ تم روز لائف انجوائے کرو۔۔۔۔۔۔ اور جس دن تم ہمیں ایکسٹرا ٹائم نہ دینا چاہو تو سوری کہہ سکتے ہو۔۔۔۔۔۔'' ماریہ، عرشلہ، واصف نے گویا اپنی رکی ہوئی سانسیں سینوں سے آزاد کی تھیں۔

''کتنا سنگ۔۔۔۔۔۔!'' عرشلہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔۔۔۔۔ جبکہ واصف ابھی تک بے یقینی کی کیفیت میں تھا۔

ماریہ بھی بہت دلی مسرت محسوس کر رہی تھی۔۔۔۔۔۔ عرشلہ نے جلد بازی میں آنکھوں میں کچھ حسین سپنے سجا دیے تھے۔

''اب سنو۔۔۔۔۔۔ میں یہ سب کچھ کیوں کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔'' ثمینہ نے نیپکن سے اپنا منہ صاف کرتے ہوئے واصف کی طرف غور سے دیکھا۔

تینوں ہی ہمہ تن گوش ہو گئے تھے۔

''میں چاہتی ہوں ہمارا کام کرتے ہوئے۔۔۔۔۔۔ اس سے بہتر جاب کے لیے اپنی "CV" جگہ، جگہ شیئر نہ کرو۔۔۔۔۔۔ اور ہم آئے دن employ تلاش نہ کریں۔ ویسے بھی ہمارے معاملات بہت کانفیڈنشل قسم کے ہیں۔۔۔۔۔۔ ہمیں بہت سارے رازداروں کی ضرورت نہیں ہے۔'' ثمینہ نے دوٹوک انداز میں جواب دے کر چائے کا کپ اٹھالیا۔

اب عرشلہ نے حیرت و مسرت سے ماں کی طرف دیکھا تھا۔

''it means۔۔۔۔۔۔ ہم واصف کو ہمیشہ کے لیے لے رہے ہیں۔'' وہ اپنی فطری بے ساختگی سے گویا ہوئی تھیں مگر ثمینہ نے ٹوکنے والی نگاہ سے بیٹی کو گھورا تھا۔

''رِبش۔۔۔۔۔۔ ہائرنگ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ جس طرح یونس چالیس سال سے ہمیں serve کر رہے تھے۔''

''اوہ۔۔۔۔۔۔ سوری۔۔۔۔۔۔'' عرشلہ نے قدرے کھسیا کر معذرت کی۔

واصف لفظ ''چالیس سال'' پر چکرا کر رہ گیا تھا۔ ''چالیس سال کی غلامی۔۔۔۔۔۔''

''سوری تو ہے۔۔۔۔۔۔ میم۔۔۔۔۔۔ جاب کے لیے ہائرنگ ہوتی ہے کوئی employ کو خریدتا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔ انسان کوئی بھی کام کرے اسے فریڈم کا احساس ہونا چاہیے تو وہ اپنا بیسٹ پیش کرتا ہے۔۔۔۔۔۔'' واصف نے حاضر دماغی سے وہ جواب دیا جو اس میٹنگ کے بعد دیا جاتا تو بے اثر ہو جاتا۔

"اوہ شیور...... مجھے تمہارے اس جواب سے بہت خوشی ہوئی...... تم پیسے کی اٹریکشن میں معقولاً بھی خاموش رہ سکتے تھے...... تمہارے جواب سے تمہارا کانفیڈنس لیول شو ہو رہا ہے اور ہمیں یہی چاہیے۔ میرا مطلب بڑا سمپل سا ہے کہ ہم اپنے employ کو اتنا خوش رکھیں کہ وہ خود ہمیں چھوڑ کر جانا پسند نہ کرے...... اس کے بعد بھی اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ہمارے ساتھ کمفرٹیبل نہیں ہو تو ریزائن کرنا تمہارا رائٹ ہے...... وہ تو کوئی بھی تم سے نہیں چھین سکتا۔"

ثمینہ کے جواب سے ماحول ایک دم ہلکا پھلکا ہو گیا...... عرشلہ نے سکون کی گہری سانس لی تھی۔

"آپ ٹھیک سے ناشتا کریں واصف پھر میں آپ کو اپنے گھر میں ان ڈور گیمز کا سیٹ اپ دکھاتی ہوں...... اپنا بیس منٹ والا سوئمنگ پول، اسکواش کورٹ، اسنوکر ہال، ٹیبل ٹینس روم...... کیرم، لوڈو، چیس (شطرنج) کارڈز کھیلنے کے لیے فلور سٹنگ ممی نے میرے لیے سب کچھ بنایا ہوا ہے...... میرے کلاس فیلوز میرے گھر آ کر کھیلتے تھے...... بہت انجوائے کرتے تھے۔ پھر ممی نے میری شادی کر دی......" بولتے، بولتے عرشلہ کی آواز میں عجیب سا دکھ ابھرنے لگا۔

digest library.com

"عرشی...... پیچھے نہیں دیکھو...... آج میں رہو...... ابھی کی بات کرو...... تم ضرور واصف کو وزٹ کراؤ...... اچھا ہے...... واصف جب کام سے تھک جایا کرے گا تو بیس منٹ میں جا کر انجوائے کر لیا کرے گا۔" یہ سن کر تو عرشلہ خاصی پُرجوش نظر آنے لگیں جیسے گزرے دنوں کی کوئی فلم آنکھوں کے سامنے چل پڑی ہو۔

"میں اپنے ہزبینڈ کے ساتھ اسکواش کھیلتی تھی اور ٹوٹو کے ساتھ ٹیبل ٹینس...... ایک اور فرینڈ تھی موی...... اس کے ساتھ چیس کھیلتی تھی۔ ایکچوئلی چیس تو مجھے موی نے ہی سکھائی تھی مگر میں ہمیشہ اس سے ہار جاتی تھی...... شاید یہ گیم sharp minded لوگوں کا ہے اور میں بہت سلو ہوں......" عرشلہ کی آواز میں محسوس ہونے والی اداسی در آئی تھی۔

ٹیبل پر ناشتے کے نام پر جتنے لوازمات دھرے تھے اس کا صرف دو فیصد ہی استعمال ہوا تھا...... ثمینہ کی بے تکان بات چیت کے دوران بس اتنا ہی کھایا پیا جا سکتا تھا...... خود ثمینہ تو اپنا دلیا ایک فرنچ ٹوسٹ اور چائے لے کر فارغ ہو چکی تھیں اور بڑی تسلی سے واصف و عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ایسے میں واصف کو کھانا پینا دشوار لگ رہا تھا۔ ماریہ، ثمینہ کے ناشتے کے بعد اندر چلی گئی تھی۔

"ممی...... میں واصف کو بیس منٹ میں لے جاؤں......؟" عرشلہ نے ماں سے اجازت چاہی۔

"شیور...... میں اب اپنے روم میں جا کر میڈیسن لوں گی...... I will meet very soon gentleman"

یہ کہہ کر ثمینہ نے ماریہ کو آواز دی اور تھوڑے فاصلے پر دیوار کے ساتھ لگی اپنی اسٹک کی طرف دیکھا۔ واصف ان کی نگاہوں کے تعاقب میں تھا۔ اس نے ماریہ کے آنے سے پہلے ہی بڑی پھرتی سے کھڑے ہو کر آگے بڑھ کر اسٹک اٹھا کر ان کی طرف بڑھا دی۔

ثمینہ نے خوش ہو کر واصف کی طرف دیکھا۔

"ویری اسمارٹ...... تھینک یو ویری مچ......"

ثمینہ کے تاثرات پر عرشلہ کے سر سے گویا منوں ٹنوں بوجھ اتر گیا تھا۔ ماریہ بھی ایک طرف سے تیز، تیز چلتی آتی دکھائی دی۔

☆☆☆

آفس میں اندر داخل ہوتے ہی گویا فری پر سحر سا طاری ہو گیا۔ ایک وسیع لاؤنج میں ریسپشن سیٹ اپ...... دائیں بائیں بلیو لیدر کے صوفے، داخلی دروازے کے ساتھ سرخ گملوں میں ہرے بھرے پودے، پودوں کے پیچھے

چکنے پتھروں کی کیاریاں جن پر برقی روشنیاں برس رہی تھیں...... صوفوں کے درمیان فش ایکیوریم جس میں چمکتے رنگوں کی چھوٹی، چھوٹی مچھلیاں غوطے لگا رہی تھیں۔ مختلف فاصلوں پر تین خوب صورت ترین ایکیوریم، شیشے کی ٹیبلو پر عجیب نظارہ پیش کررہے تھے۔ سامنے ہی کشادہ لابی تھی جس کے دونوں طرف شیشے کے کیبن تھے جن میں کچھ لوگ کام میں مصروف نظر آرہے تھے۔ لابی کے اختتام پر گول دائرے میں آبشار کی بہاریں تھیں۔ برقی روشنیوں کے رنگ بدلنے سے آبشار سے گرتے پانی کا رنگ بھی بدل جاتا تھا۔ ماحول میں ٹیولپ ایئر فریشنر کی دل خوش کن خوشبو رچی ہوئی تھی۔

مریم، فری کو لے کر اپنے کیبن میں داخل ہوگئی...... بڑی سی بیضوی شکل کی شیشے کی ٹیبل پر کمپیوٹر اور لیپ ٹاپ رکھا ہوا تھا۔ مریم نے اپنا شولڈر بیگ ٹیبل پر رکھ دیا اور اپنی چیئر سنبھالتے ہوئے...... سامنے رکھی چیئر کی طرف اشارہ کرکے فری کو بیٹھنے کے لیے کہا۔

فری خاموشی سے بیٹھ گئی...... مریم کے بائیں طرف آٹھ درازوں والا آئرن لاکر رکھا ہوا تھا اسی کے ساتھ کاؤنٹر کے ساتھ دیوار پر کیبنٹس بنے ہوئے تھے۔ کاؤنٹر پر ایک خوب صورت گلدان، ایش ٹرے اور مریم کے بچوں کی فوٹوز جو فریم میں تھے لگے ہوئے تھے۔

''میری خالہ! آفس تو واقعی کمال ہے...... آپ کو تو کام کرتے ہوئے ٹائم کا پتا ہی نہیں چلتا ہوگا......'' بالآخر اس نے لب کشائی کی۔

''تو میں تم سے کوئی جھوٹ تو نہیں بول رہی تھی...... آفس میں داخل ہوتے ہی سمجھو میں کسی اور planet (سیارے) پر آجاتی ہوں...... environment بہت بیٹر کرتی ہے میری جان...... تمہیں تو پتا ہے ناں میں اپنی شادی سے پہلے سے یہاں جاب کررہی ہوں...... شادی کے بعد مجھے کوئی فنانشلی پرابلم نہیں تھی...... تمہارے انکل کا اپنا گھر تھا جاب بہت اچھی تھی...... اور انہیں میری جاب کی ضرورت بھی نہیں تھی...... مگر میں نے جاب continue رکھی...... بس یہاں میں بہت سکون سے کام کرتی ہوں...... ہینڈسم سیلری لیتی ہوں...... بات، بات پر ہزبینڈ سے پیسے مانگنے کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔'' مریم نے اپنا شولڈر بیگ کھول کر باڈی اسپرے نکال کر ہلکا سا اسپرے کیا۔

''کبھی، کبھی آپ کو دیکھ کر میں سوچتی تھی میری خالہ ہمیشہ relaxed نظر آتی ہیں...... smiling face ہر کوئی خالہ سے مل کر خوش ہوتا ہے...... تو یہی وجہ ہے کہ آپ خود کو کمفرٹ ایبل فیل کرتی ہیں۔''

''آف کورس میری جان...... اللہ کا شکر ہے...... شاید ہمیں ان لوگوں کی نظر لگی ہے جو کہتے تھے کہ ہم دونوں بہنوں کی قسمت بہت اچھی ہے...... آپا بھی سالار بھائی کے ساتھ خوش اور مطمئن تھیں...... ہر طرح کی نعمت میسر تھی۔'' مریم کے لہجے میں افسردگی اتر آئی مگر اپنی رو بہکنے پر خود ہی چونک پڑی۔ اور خود کو سنبھالنے کے لیے زبردستی مسکرائی تھی۔

اسی وقت غیبی مدد آگئی اور انٹر کام پر رنگ ہوئی...... گھنٹی کی آواز نے دونوں کا ذہن بدل دیا۔

مریم نے ریسیور اٹھایا۔

''جی سر......!'' پھر رک کر کالر کی بات سننے لگی۔

''جی سر......! مجھے پتا ہے آپ نے کیمرے کی آنکھ سے دیکھ لیا ہوگا کہ میں فریشہ کو لے آئی ہوں...... آتی ہوں سر......''

یہ کہہ کر مریم نے ریسیور رکھ کر فری کی طرف دیکھا...... اور کرسی دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی اور اشارے سے فری کو بھی سیٹ چھوڑنے کا کہا۔

فری نے باہر کی طرف جاتی مریم کی تقلید کی۔

مریم اسے لے کر مصنوعی آبشار کی طرف آئی۔ آبشار کے ساتھ ہی ایک گھومتا ہوا چکردار زینہ اوپر جا رہا تھا۔
دونوں زینہ طے کر کے اوپر پہنچیں تو بائیں جانب ایک چم چم کرتا آبنوسی دروازہ نظر آیا پورے فلور پر صرف دروازے نظر آ رہے تھے۔
مریم نے پہلے دروازے پر آہستگی سے دستک دی......اور ساتھ ہی ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا......دروازہ کھلتے ہی ہلکی سی خنکی کے ساتھ جاں فزا خوشبوؤں نے والہانہ خیر مقدم کیا۔
ٹیک کی لکڑی کی دیواروں ہی کا ہم رنگ فرنیچر تھا۔ فل سائز آفس ٹیبل جس پر ٹیبل کیلنڈر، لیپ ٹاپ اور کچھ فائلیں رکھی ہوئی تھیں اور ایک بہت خوب صورت نفیس صرف چار انچ جگہ گھیرنے والا ٹیبل لیمپ بھی نظر آ رہا تھا۔
ٹیبل کے اس پار مریم کے باس کو دیکھتے ہی فری کو 440 وولٹ کا جھٹکا لگا تھا۔ اسے رات میں مدھم روشنیوں میں داؤد علوی سے ہونے والی ملاقات اس طرح یاد آئی جیسے......بادلوں سے بھرے آسمان میں بجلی کا کوندا لپکتا ہے جبکہ داؤد علوی چونکے تو نہیں تھے مگر ایک سوچ آنکھوں میں ابھری تھی۔ گویا اپنی یادداشت پر زور ڈال رہے ہوں۔

digest library.com

وہ ایک دم سے فری کو پہچان بھی نہیں سکتے تھے......جس فری کو انہوں نے اس کے گھر کے گیٹ کے سامنے دیکھا تھا......وہ اپنے شوہر کے ساتھ بہت اچھے حال میں تھی......ماڈرن ڈریس، جیولری، پارٹی میک اپ......اس وقت تو وہ فری سامنے بیٹھی تھی جو منہ دھو کر گھر سے نکلی تھی کانوں میں ٹاپس تک نہیں تھے......بال کیچر میں سمٹے ہوئے تھے۔
"have a seat please" داؤد علوی کی آواز نے ماحول میں ارتعاش پیدا کیا۔
مریم کو فری کے دم بخود ہونے کی وجہ سے عجیب سی شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ کم از کم اسے سلام تو کرنا چاہیے تھا۔ کچھ داؤد علوی کا انداز نگاہ بھی سمجھ میں آنے والا نہیں تھا۔
"ایکسکیوزمی سر......شاید آپ ایک مرتبہ ہمارے گھر آ چکے ہیں۔ آپ نے شاید اپنا وزیٹنگ کارڈ بھی دیا تھا......"
فری کی بات پر مریم نے چونک کر فری کی طرف دیکھا تھا۔
"اوہ......یس مجھے بھی آپ کو دیکھ کر کچھ recall ہو رہا تھا......ایچ گلی میں واصف سے ملنے گیا تھا......اور آپ اپنے ہزبینڈ کے ساتھ کوئی پارٹی اٹینڈ کر کے واپس گھر آئی تھیں...... میں نے آپ سے واصف کے نیو ہاؤس کا ایڈریس لیا تھا۔"
"جی...... مجھے یاد ہے......" فری نے جواب دیتے ہوئے پہلو میں بیٹھی خالہ کی طرف دیکھا۔
"nice to meet you آپ کے ہزبینڈ کیسے ہیں......؟ آج کل کیا کرتے ہیں؟" داؤد علوی پوچھنے لگے تو مریم کی سانسیں سینے میں اٹکنے لگیں۔ جن یادوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس نے اتنی محنت کی تھی وہ لمحوں میں اکارت چلی گئی تھی۔
فری نے جواب دینے کے بجائے سر جھکا لیا تھا۔ وہ ابلتے ہوئے آنسوؤں کا راستہ روکنے کی مشقت میں پڑ چکی تھی۔
داؤد علوی حیرت کی انتہا پر باری، باری خالہ، بھانجی کی طرف دیکھ رہے تھے کہ آخر انہوں نے ایسا کیا پوچھ لیا......یہ تو معمول کے "ملاقاتی الفاظ" ہیں۔
"I am sorry سر......میری آپ سے ریکویسٹ ہے فی الحال اس ٹاپک کو یہیں روک دیں......کیونکہ یہ ایک مشکل وقت سے گزر رہی ہے اسی لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہ تھوڑا بزی ہو جائے اور اس کا ماحول چینج ہو۔" مریم نے بڑے قرینے سے صورت حال پر قابو پایا۔

''اوکے...... اوکے آئی ایم سوری...... میری کسی بات سے مس فریشہ کی فیلنگز ہرٹ ہوئی ہیں تو میں دل سے معذرت کرتا ہوں......'' داؤد علوی تو وقتی طور پر در حقیقت چکرا گئے تھے۔
''نو پرابلم سر...... جب کسی کو facts (حقیقت) پتا نہیں ہوتی تو وہ کوئی بھی بات کر سکتا ہے۔'' مریم نے جلدی سے داؤد علوی کو نا کردہ جرم کے احساس سے آزاد کیا۔
''ہم ڈائریکٹ کام کی بات شروع کر دیتے ہیں...... مسز خان آپ ہمارے ہاں سینئر موسٹ ہیں...... آفس کے تمام معاملات اچھے سے سمجھتی ہیں...... صنوبر چار ماہ کی چھٹیوں پر گئی ہیں...... ہم فی الحال فریشہ سے وہی کام لیں گے جو صنوبر کر رہی تھیں...... وہ واپس آئیں گی تو فریشہ کے لیے کچھ نیا سوچیں گے۔'' داؤد علوی نے کمالِ مہارت سے ماحول تبدیل کر دیا تھا۔
''میں مسز کمال سے کہتا ہوں وہ کچھ وقت نکال کر مس فریشہ کو ان کا کام سمجھا دیں...... کیونکہ آپ کا کام بہت sensitive ہے، آپ اپنے کام پر فوکسڈ رہیں......'' داؤد علوی نے مریم کو براہِ راست مخاطب کرتے ہوئے کہا...... یہ الگ بات ان کی اڑتی پڑتی نظر فری کی طرف جاتی تو فکر مندی کے تاثرات جھلکنے پر رہے تھے۔
''اوکے...... سر...... بنڈل آف تھینکس...... آپ نے میری بات رکھ لی۔'' مریم اٹھ کھڑی ہوئی فری نے بھی تقلید کی۔
"my pleasure" داؤد علوی نے بڑے عاجزانہ انداز میں اپنے سینے پر ہاتھ رکھا۔ ''لنچ کے بعد آپ مجھ سے ملیں......'' انہوں نے مریم سے کہا تھا۔
''اوکے سر......''
''اور سر...... آپ نے فریشہ کی سی وی تو دیکھ ہی لی ہوگی...... ؟ آپ کو میل کی تھی۔''
''یس...... وہ میں دیکھ چکا ہوں...... ماشاء اللہ...... اکیڈمک ریکارڈ بہت شاندار ہے۔''
''جی سر...... اس نے ابھی تک پڑھنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کیا۔''
مریم نے ہنستے ہوئے کہا اور فری کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئی۔
دونوں کے باہر جاتے ہی داؤد علوی اٹھ کر اپنا کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر لٹکانے لگے آنکھوں میں گہری سوچ تھی۔
''گزری ہوئی وہ رات...... ایک خوب صورت طرح دار لڑکی...... لگژری کار سے اتری تھی۔ کتنا نمایاں فرق تھا اس رات کی لڑکی اور آج دن میں نظر آنے والی لڑکی میں......''

☆☆☆

''یا اللہ...... کون لوگ ہیں یہ...... جنت میں رہ کر پریشان......'' واصف بیس منٹ میں اسکواش کورٹ سے باہر آتے ہوئے حیران پریشان تھا۔ تعمیراتی دنیا کا شاہکار اس کے سامنے تھا۔
سوئمنگ پول گھر کے پچھلے حصے کا آخری نظارہ تھا۔ جہاں سورج کی روشنی بغیر کسی رکاوٹ کے آ رہی تھی۔ سوئمنگ پول کی طرف بڑھتے ہوئے تقریباً چار، پانچ واش روم تھے جن کے دروازوں پر بنے نشانات مردانہ وزنانہ کا فرق بتا رہے تھے۔ وہ سوئمنگ پول کے کنارے پر آ کھڑا ہوا یہ دیکھنے کے لیے کہ سورج کی روشنی کا راستہ کیا ہے...... اس کی نگاہ اوپر اٹھتی چلی گئی...... یہ کوٹھی کا عقبی اور آخری حصہ تھا۔ کمروں کی کھڑکیاں اور بالکونیاں اس طرف بھی نظر آ رہی تھیں۔
''میرے خدایا...... دو جانیں...... اور اتنا پھیلاوا......''
''جب بھی تمہارے پاس وقت ہو آ جایا کرو...... ہم اسنوکر اور ٹیبل ٹینس کھیلا کریں گے...... اگر تمہیں اسکواش

نہیں آتی تو میں سکھا دوں گی...... تم اتنے اسمارٹ ہو...... دو دن میں ٹرینڈ ہو جاؤ گے......"

عرشلہ کافی دنوں بعد جیم منٹ میں آئی تھیں اور خاصی پُرجوش نظر آ رہی تھیں۔ واصف نے بے اختیار عرشلہ کی طرف دیکھا تھا۔ دبلی پتلی اسمارٹ خوب صورت، سادہ مزاج، بات چیت میں بے ساختگی بچوں کی طرح پل میں خوش اور پُرجوش پل میں موڈ آف...... جو وہ ثمینہ کی موجودگی میں ملاحظہ کر چکا تھا۔

ایک سوال ذہن میں ابھرا تھا مگر اس نے ہونٹوں تک آنے نہیں دیا تھا کہ...... "اتنی مالدار، حسین، سادہ مزاج خاتون ابھی تک سنگل یا تنہا کیوں ہے؟"

"sure...... مجھے جب بھی ٹائم ملا یہاں وقت گزارنا اچھا لگے گا۔" واصف نے بڑے وقار سے جواب دیا تھا۔

"سوئمنگ تو آتی ہو گی ناں......؟" عرشلہ نے اشتیاق سے پوچھا۔

واصف کے حواس باختہ ہونے لگے کہ کہیں عرشلہ یہ نہ کہہ دے کہ میرے ساتھ سوئمنگ بھی کیا کرو......

"جی اسکول، کالج میں تو بہت کی ہے...... پھر جم جوائن کیا تو گرمیوں میں ریگولر کرتا تھا...... مگر "نگینہ ہاؤس" کے بعد چھوڑ دی تو دوسری مصروفیات شروع ہو گئیں۔" واصف نے سوئمنگ پول کے کناروں پر رکھے ہوئے بڑے بڑے سرخ گملوں پر نظر دوڑاتے ہوئے جواب دیا۔

"مطلب...... آتی تو ہے ناں......؟" عرشلہ نے مسکرا کر واصف کی طرف دیکھا۔

"جی اچھی خاصی آتی ہے...... کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لیے "try best" کر سکتا ہوں، امید ہے کنارے پر لے آؤں گا۔" واصف نے قدرے لطیف انداز میں جواب دیا۔

"ڈوبتے کو بچانا تو بہت بڑی نیکی ہے......" عرشلہ نے معصومیت سے کہا تھا۔

"جی بالکل...... سوئمنگ سکھانے والے کا شکریہ...... بڑا نیک کام کر رہا ہے۔" واصف کے برجستہ انداز پر عرشلہ کا کھنک دار قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔

"جنٹل مین تمہارے ساتھ کوئی بھی بور نہیں ہو سکتا......" وہ ہنسی روکتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"دیکھا تم نے کتنا گریٹ انوائرمنٹ ہے۔ مگر میرے بیٹے کو انٹرسٹ ہی نہیں اپنے روم میں فرینڈز کے ساتھ کارڈ، کیرم کھیل لیتا ہے یا آؤٹ ڈور ایکٹویٹیز انجوائے کرتا ہے۔"

"آپ کا بیٹا......؟" واصف کا چونکنا بے ساختہ تھا۔

"او یس...... my son ملواؤں گی...... اس وقت تو کالج جا چکا ہو گا......"

"اور آپ کے ہزبینڈ......؟" اب وہ فطری تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو گیا تھا۔

"گم ہو گئے......" عرشلہ نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور واپسی کے لیے پلٹ گئی...... لامحالہ واصف کو اس کے ہم قدم ہونا پڑا۔ لیکن مزید سوال نہیں کر سکتا تھا۔

☆☆☆

داؤد دہلوی بہت دکھ کی کیفیت میں مریم کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بہت بڑی ٹریجڈی ہے...... یقین کریں سن کر دلی افسوس ہوا کیونکہ یہ زیادہ پرانی بات نہیں ہے بلکہ مس قریشہ سے ملاقات کے بعد تو یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کل ہی کی بات ہو۔" داؤد دہلوی اپنے خیال کی رو میں بہہ کر بولتے چلے گئے۔

"جی...... سر...... میری بہن کے گھر میں تو اچانک اندھیرے چھا گئے...... ماں اور بیٹی دونوں لائف پارٹنر سے محروم ہو گئیں...... شاید آپ نے تو کبھی ایسا سنا بھی نہیں ہو گا۔" مریم دل گرفتہ انداز میں گویا ہوئی۔

’’کسی نے کیا دیکھا، کیا، کیا سنا...... کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا...... ایسی، ایسی قیامتیں برپا ہو جاتی ہیں کہ پڑوسی کو پتا نہیں چلتا۔‘‘ داؤد علوی کا لہجہ ذو معنی اور شکستہ تھا۔ مریم نے کبھی ان کا یہ انداز نہیں دیکھا تھا۔ کچھ سوالات نے ہلچل مچائی مگر اس نے مصلحتاً ضبط سے کام لیا۔

’’جی سر...... سب ہی اپنے، اپنے حصے کے بوجھ اٹھائے پھرتے ہیں...... کیا کریں اسی کا نام زندگی ہے۔‘‘ وہ سر جھکا کر گویا ہوئی۔

’’آپ بالکل فکر نہ کریں۔ اچھا ہوا مجھ پر حقیقت ظاہر ہوگئی...... مس فریشہ کے ہزبینڈ کا امپریشن بہت اچھا رہا تھا۔ he was a gentleman,graceful اور ابھی تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہ ادھورا ملن تو بہت ہی اذیت ناک ہوتا ہے مگر آپ بے فکر رہیں...... میں مس فریشہ کے انٹرسٹ کے لحاظ سے اس آفس میں انہیں مصروف رکھنے کی بہترین کوشش کروں گا...... ان شاء اللہ آہستہ، آہستہ وہ نارمل ہو جائیں گی......‘‘ داؤد علوی، مریم کو اپنی کمپنی کا اثاثہ سمجھتے تھے۔ اس کے مسائل گویا ان کے ذاتی مسائل تھے۔

’’یہ تو آپ ہم پر بہت ہی بڑا احسان کریں گے سر...... ہماری پریشانی ہی یہی ہے کہ یہ بند کمرے سے باہر نہیں نکل رہی...... آپا کو بیوگی کا غم ہی کافی تھا، سوچیں بیٹی کا حال دیکھ کر ان پر کیا گزرتی ہوگی......‘‘ مریم کی آواز پر آنسوؤں کا اثر جھلکنے لگا۔

digest library.com

’’کوئی احسان وحسان...... اور آئندہ آپ یہ لفظ استعمال بھی نہ کیجیے گا...... کوئی انسان اگر کوئی بھلائی کرنے کا اختیار رکھتا ہے تو اسے سوچنا نہیں چاہیے بلکہ کر گزرنا چاہیے...... یہ تو مالک کا احسان ہوتا ہے کہ وہ آپ سے بھلا کام لے رہا ہے۔‘‘

داؤد علوی نے بہت پُر وقار اور دھیمی آواز میں مریم کو ٹوک دیا تھا۔

مریم پھر بھی شکریہ ادا کر کے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

☆☆☆

’’ماں آپ کو اگر میرا فون آف ملے تو پریشان نہ ہونا...... میں لیپ ٹاپ پر بزی ہوں گا......‘‘ واصف نے فون آف کرنے سے پہلے شمسہ کو کال کی...... کیونکہ فی الحال ماں، بیٹے کے درمیان رابطے کا واحد ذریعہ فون ہی تھا۔

’’ایسا کون سا کام شروع ہو گیا ہے کہ فون آف کرنے کی نوبت آگئی......؟ تمہارا تو یہ حال ہے گویا سیل کے بغیر تمہارا ایک سیکنڈ نہیں گزرتا......‘‘ شمسہ واقعی حیران تھیں۔

’’تو ماں میں سیل فون پر وڈیوز اور موویز تو نہیں دیکھتا رہتا...... آج کل تو سارے پڑھنے پڑھانے کے کام بھی اسی پر ہوتے ہیں۔‘‘ اس نے عجلت بھرتے انداز میں جواب دیا تھا کیونکہ ماں کی فکریں اس کے سر پر سوار ہو چکی تھیں۔

’’اب میں یہ تو نہیں کہہ رہی کہ تم وقت ضائع کرتے ہو...... پڑھی لکھی ماں ہوں تمہارے کاموں میں دلچسپی لیتی ہوں اس لیے پوچھ لیا تھا۔‘‘ شمسہ نے پیار کے انداز میں ڈانٹا تھا۔

’’اس کا مطلب ہے...... فی الحال ماں کی طرف آنا نہیں ہوگا......‘‘ شمسہ نے اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اپنی طرف سے پوچھ لیا۔

’’سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ماں...... ایک ہفتے کے لیے تو آپ مجھے بھول جائیں۔‘‘ واصف کے انداز میں عجلت بھی تھی اور بے پروائی بھی۔

’’الٰہی خیر...... وزیراعظم بن گیا ہے میرا بیٹا......‘‘ شمسہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

’’بد دعا نہ دیں...... آپ سے دعاؤں کی امید رہتی ہے......‘‘ واصف نے بھی لہجہ سنبھال کر ماں کو مطمئن

کرنے کی کوشش کی۔

''ٹھیک ہے بیٹا...... اللہ آسانیاں عطا فرمائے...... آمین۔'' یہ کہہ کر انہوں نے اپنی طرف سے بات چیت کا سلسلہ منقطع کر دیا۔

واصف سیل پاورڈ آف کرنے لگا۔

''پوچھنا چاہتا ہوں ماں کہ ''لوگ'' کیسے ہیں......؟ مگر کیا کروں گا پوچھ کر...... ایک آگ ہے جسے جلتے رہنا ہے...... اسی لیے خود کو بھلا کر مصروف ہوں......''

وہ سیل فون رکھتے ہوئے روحانی طور پر ماموں کے گھر میں موجود تھا۔ چہرے پر محسوس ہونے والی گہری اداسی تھی۔

عشق نے سیکھ ہی لی وقت کی تقسیم کہ اب
وہ مجھے یاد تو آتا ہے مگر کام کے بعد

☆☆☆

''دیکھو صاحب جی...... جیسے بات چل رہی ہے چلنے دو...... جنے کو کیا چاہیے...... پیٹ بھر روٹی...... گرمی میں ٹھنڈا سردی میں گرم کمرا گیس، بجلی کے بل بھرنے کو بہت سارا پیسہ...... اچھے، اچھے کپڑے لتے...... اِدھر اُدھر اٹکتے بھٹکتے ان غلاموں کا دوزخ بھرنے کو راشن نہیں راشن کے گودام چاہئیں۔ لو...... ثواب نہیں کمار ہی چنبیلی...... جن کو ماں، باپ اٹھا کر پھینکیں انہیں چنبیلی سینے سے لگائے...... خصماں کھانیاں کھرا پھیلائیں، چنبیلی سمیٹے میرے سے صرف روکڑے کی بات کیا کرو...... عہد توڑو گے تو پچھتاؤ گے......'' چنبیلی نے رات کی سیاہی میں لہجے کی سیاہی سے اضافہ کیا۔

''کوئی خاص خرچہ نہیں کرتے تم...... ہر وقت تو نیاز، لنگر کے کھانے چلتے ہیں بہت کچھ دے چکا ہوں...... آزاد ہونا چاہتا ہوں...... میری بہن کسی یتیم خانے میں پلتی تو یتیم خانے والے اب تک اس کی شادی بھی کر چکے ہوتے......'' زین ٹھنڈے یخ بند کمرے میں گوشت کے پہاڑ کے سامنے بیٹھا خرگوش نظر آ رہا تھا۔

کمرے کی تیز روشنی آف تھی فاصلے پر رکھا اسٹینڈ لیمپ روشن تھا جس کی زرد بیمار سی روشنی ماحول کو پُراسرار بنا رہی تھی۔ زین کا لہجہ بھی بہت نرم تھا۔

''شکر کر کسی یتیم خانے میں نہیں پلی...... کسی ریڑھی والے سے شادی کر دیتے بیٹھی آنہ پائی گن رہی ہوتی...... یہاں شہزادی بن کر عیش کر رہی ہے...... اچھا کھاتی پہنتی ہے، گرمی میں ٹھنڈے کمرے میں سوتی پڑھتی ہے۔''

''تم اپنے عیش کی خاطر اسے عیش کرا رہے ہو مگر اب میں کسی کی دولت کے انتظار میں اسے دن رات روتا نہیں دیکھ سکتا۔'' زین کے لہجے کے قطعی پن پر چنبیلی نے چونک کر دیکھا تھا۔

''ناشکری تیرے سامنے روتی ہے......؟'' خواجہ سرا چنبیلی بھڑک اٹھا تھا۔

''دیکھ زینے...... بہت صاحب جی...... صاحب جی کر لیا میں نے...... اگر تو نے ذرا سی بھی انیس بیس کی تو تجھے زینب یہاں نہیں ملے گی ویسے بھی تو وہ ''ہیڑے'' میں شریک ہے...... یہاں کوئی نہیں جانتا زینب کو......'' چنبیلی نے غرا کر دھمکی دی اسی وقت نیلم پری نے دروازہ دھڑ دھڑا دیا تھا۔

''گرو جی...... گرو جی...... دروازہ کھولو...... پولیس آئی ہے...... میں نے سب کو بولا ہے۔ پچھواڑے کود کر بھاگ جاؤ......'' نیلم پری حواس باختگی اور بے قراری میں دروازہ کھلنے کا انتظار کیے بغیر بولتا چلا گیا۔

یک ثانیے خواجہ سرا چنبیلی کا رنگ متغیر ہوا...... مگر ڈھٹائی کے خمیر سے جنم لیا تھا۔ ایک دم سنبھل گیا اور دانت نکوسا کر زین کی طرف دیکھا۔

''خرچے سمجھ میں آ رہے ہیں؟'' لاکھوں کا بھتا دینا پڑتا ہے...... ان کے لیے جو اس دھندے میں پل رہے ہیں......''

''گرو جی...... جلدی باہر آؤ...... پولیس چھال (چھلانگ) مار کر اندر آ رہی ہے......''

''تُھو، تو دفع ہو منحوس...... مردوں کے لیے اچھل کود کر رہے ہیں...... سلیم ڈیری والے نے رپٹ لکھوائی ہوگی...... میں نے پارسل جو نہیں بھیجا تھا۔ منحوس مارا...... ہزار دو ہزار میں ''سودا'' مانگتا ہے...... آتی ہوں ان وردی والوں کو پکڑتی ہوں گدی سے...... ابھی ''race'' ہو جائیں گے۔'' یہ کہتے ہوئے زین کی طرف دیکھا۔

''ان بھیڑیوں سے بچاتی ہوں...... قدر کرو میری...... باہر مت آنا...... تھانے پہنچا دیں گے...... اپنی ''موم ٹوم'' کو بلانا پڑے گا...... ضمانت کے واسطے۔''

زین اب بالکل گم صم حواس باختہ بیٹھا تھا...... چنبیلی کے باہر نکلتے ہی اس نے اپنی کلائی کی گھڑی میں ٹائم دیکھا...... رات کا آخری پہر تھا تین بج رہے تھے...... خواجہ سرا چنبیلی دروازہ بند کرتا باہر نکلا تھا۔

زین نے خالی، خالی نگاہوں سے کمرے کا جائزہ لیا...... شیشم کا چھوٹا بیڈ جس پر گولڈن نقاشی تھی اور بیڈ شیٹ بھی ایسی تھی جو نئی نویلی دلہن کے بیڈ پر نظر آتی ہے۔

سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر ڈھیروں میک اپ کا سامان سجا ہوا تھا۔ ایک طرف کھونٹی پر مختلف رنگوں اور ڈیزائن کی وگیں جھول رہی تھیں۔

جب بڑے، بڑے سیٹھوں سے مذاکرات چلتے تھے تو یہ وگیں استعمال ہوتی تھیں...... چنبیلی کے اپنے ذاتی بال تو انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ زین پولیس کی آمد کی وجہ سے اتنا خوفزدہ تھا کہ دماغ منجمد سا ہو چکا تھا۔

☆☆☆

''ماریہ، واصف کا سیل تو ساری رات پاورڈ آف رہا...... اس طرح سے کیسے کام چلے گا۔'' عرشلہ تیل میں چپڑے بالوں کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئیں۔ کچھ دیر قبل ان کی خاص مساج کرنے والی بیوٹیشن کی ہیلپر مساج کر کے جا چکی تھی۔ ہفتے میں دو بار اس کا وزٹ ہوتا تھا مڈ ویک اور ویک اینڈ پر۔

مساج کی وجہ سے چہرہ بھی خاصا تمتما رہا تھا۔

''میم...... کوئی خاص وجہ...... آپ کیوں واصف کو ٹرائی کر رہی تھیں......؟ وہ کہہ کر تو گئے ہیں کہ وہ سکس منتھس ورکنگ کر کے آپ کو دو دن بعد mail کر دیں گے۔ پھر آپ اور ثمینہ میم چیک کر کے میٹنگ کال کریں گی......'' ماریہ حیرت و الجھن سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''بس یہی تو پتا کرنا چاہ رہی تھی اس نے ورکنگ شروع کی یا نہیں......؟ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے بس ممی کی طرف سے ٹینشن رہتی ہے...... پتا نہیں کب ان کا موڈ بدل جائے اور سب بیکار نظر آنے لگے...... میں واصف سے unsatisfied ہوں اب مجھ سے اور بھاگ دوڑ نہیں ہوگی۔'' عرشلہ مٹی کی طرح صوفے پر ڈھیر ہو گئیں۔

''میم آپ پہلے سے نیگیٹو انرجی کے زیرِ اثر آنے لگتی ہیں اسی لیے اسٹیمنا کھو دیتی ہیں...... وہ ڈیوٹی فل ہیں اپنا کام ضرور کر رہے ہوں گے۔ میرا اپنا خیال ہے ان کے لیے اس جاب میں اتنی زیادہ اٹریکشن ہے کہ وہ لوز ہی نہیں کر سکتے...... آپ ریلیکس کریں۔'' ماریہ نے تسلی دی۔

''اوکے...... کل اس کے ساتھ بیس منٹ میں بہت ساری باتیں کیں...... بہت اچھا لگا اس کی پرسنالٹی اور کیریکٹر ہوگی...... تمہاری وجہ سے ایک ڈھنگ کے انسان سے ملاقات ہوئی...... لاٹ آف تھینکس ماریہ......'' انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ماریہ کا ہاتھ تھام لیا۔ ماریہ کی خواب نا آشنا آنکھوں میں خواب جھلملانے لگے۔

''میم آپ نے مجھے اتنا ذہنی سکون دیا ہے کہ مجھے ہر وقت آپ کے لیے اچھا سوچنا اور کرنا چاہیے۔'' ماریہ نے

عرشلہ کا ہاتھ اوپر کیا اور محبت بھرا بوسہ دیا۔
''میرا دل چاہ رہا ہے آج میں واصف کے ساتھ اسنو کر کھیلوں...... کیا میں اسے آفر کر سکتی ہوں؟'' عرشلہ نے بچوں کے انداز میں ماریہ سے صلاح لی۔
''نو میم...... ابھی نہیں...... بالکل بھی مناسب نہیں ہے...... پہلے آپ ان کا کام چیک کریں۔ یہ اس کے بعد کی بات ہے...... پلیز ڈونٹ مائنڈ......'' ماریہ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے رائے دی۔
''اوکے ڈیئر...... میں تمہاری کوئی بات بھی مائنڈ نہیں کرتی...... شاید ایک طویل تنہائی نے مجھے پاگل سا کر دیا ہے۔'' عرشلہ کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔
''میم...... عامر صاحب اب بھی آپ کا ویٹ کر رہے ہیں...... یہ آپ کی لائف کا گولڈن چانس ہے......'' ماریہ نے گرم لوہے پر ضرب لگائی۔

digest library.com

''مجھے سمجھ آتی ہے...... مگر وہ بہت اچھے ہیں...... پتا نہیں کیوں مجھے لگتا ہے میں ان کو خوش نہیں رکھ پاؤں گی...... ذہن کی وجہ سے devided (تقسیم شدہ) رہوں گی...... وہ تو اتنے اچھے ہیں کہ کوئی بھی گریٹ لیڈی ان کو اپنا فخر محسوس کرے گی...... اور وہ کچھ ان کو دے گی جو میں نہیں دے سکتی......'' یہ کہتے ہی عرشلہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
''ان کو دینے کے لیے میرے پاس ہے ہی کیا......'' انہوں نے اشک صاف کرتے ہوئے کہا۔
''یہ وہ عورت کہہ رہی ہے جس کی کئی ملکوں میں جائداد اور بینک اکاؤنٹس ہیں۔'' ماریہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔
''ساری دنیا...... مال کے حصول کے لیے دوڑ لگا رہی ہے۔ سیاہ سفید آپس میں ملا رہی ہے...... اور ملک کی ایک متمول عورت اپنے خالی پن کا اعلان کر رہی ہے۔''
''آپ کے پاس ایک محبت بھرا دل ہے میم...... کبھی، کبھی سب کچھ مل جاتا ہے بس ایسا دل نہیں مل سکتا......'' ماریہ نے اس کی خاطر جمع کرنے کی کوشش کی...... یا جمع خاطر کی نیت سے یہ الفاظ کہے۔
''جس نے مجھے اپنایا تھا...... اسے یہ دل کیوں نظر نہیں آیا......؟ کتنی بے دردی سے مجھے بھلا کر جی رہا ہے...... پتا نہیں کہاں......'' عرشلہ پھر رو پڑیں۔
ماریہ کو ان کی حالت دیکھ کر احساس جرم ستانے لگا...... اس سے تو بہتر تھا واصف کو کال کر کے بلا لیا جاتا...... اب یہ ڈپریشن جانے کب تک عرشلہ کی جان سے چمٹا رہے گا۔
''ثمینہ میم کی وجہ سے میں بیس منٹ میں نہیں جا سکتی ورنہ مجھے اسنو کر کھیلنا بہت اچھا لگتا ہے......'' ماریہ بہت شرمندہ نظر آ رہی تھی کیونکہ عرشلہ کے آنسو رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے...... عرشلہ کے دل کی تعریف تو اسے الٹی پڑ گئی تھی...... عجب بے بسی کا عالم تھا...... عرشلہ جتنے آنسو پونچھتی تھیں اس سے زیادہ گرنے لگتے تھے۔

☆☆☆

''یا اللہ تیرا شکر ہے...... آج خود سے اٹھ کر تیار ہو کر چلی گئی...... ورنہ کل تو جب واپس آئی تو چہرے سے کچھ پتا ہی نہیں چل رہا تھا۔'' سارہ، شمسہ کے پاس کچن میں آ کر کہہ رہی تھیں...... شمسہ نے کافی دن بعد سارہ کے اعصابی تناؤ میں واضح کمی محسوس کی تھی۔
''جی ہاں...... بھابی اس کے چہرے سے کچھ اندازہ نہیں ہو رہا تھا...... ڈر کے مارے میں نے تو کچھ پوچھا ہی نہیں...... پھر آپ نے بھی بتا دیا تھا کہ مریم کا فون آیا تھا اور وہ بتا رہی تھی کہ اس نے فری کو کونس کر لیا ہے۔''
''بس اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اسے سنبھال لے...... اس کی ایجوکیشن امپروو ہو اس کے پاپا کے خواب کو تعبیر مل

انہوں نے تو اظفر کا پروپوزل ہی اس شرط پر او کے کیا تھا کہ وہ امریکا جا کر پہلے اپنی ایجوکیشن مکمل کرے گی...... اور وہ بچہ ایسا تھا بھی نہیں کہ مس کمٹ منٹ کرتا...... قسمت ساتھ دیتی تو فری امریکا ہی میں پڑھتی......'' بولتے، بولتے سارہ کی آواز بھرانے لگی۔

''میں تو تقدیر کا لکھا جان کر صبر کرنے کی کوشش کرتی ہوں...... ایک دن نعیم بھائی کو فون کر کے اظفر کی تعزیت کرنا چاہی تو اظفر نے کال ریسیو کی اور بتایا پاپا کی طبیعت سنبھلنے کا نام نہیں لے رہی...... اس کے بعد سے اظفر ہی فون کر رہا ہے...... فری کو وہ سب کچھ دینا چاہ رہا ہے جو وہ پہلے بتا چکا ہے مگر میں فری سے اس موضوع پر بات نہیں کر سکتی...... اور ڈاکومنٹس مکمل کیے بغیر یہ معاملہ اسی طرح لٹکا رہے گا۔''

سارہ نے دکھ سے بوجھل ایک آہ سینے سے آزاد کی۔

''سارے قسمت کے کھیل ہیں بھابی...... کبھی وہ سپر لگژری لائف کی چاہ کرتی تھی، آج دولت اس کے پیچھے بھاگ رہی ہے...... اور اسے پروا بھی نہیں......'' شمسہ کی آواز میں بھی درد کی کراہیں تھیں۔

''وہ وقت بھی گزر گیا...... یہ بھی گزر ہی جائے گا...... دعا کرو میری بیٹی کو پھر سے بہاریں دیکھنا نصیب ہوں...... اس اولاد کی وجہ سے زندگی کی حرارت محسوس ہوتی ہے...... ورنہ سالار کے بغیر اس زندگی میں رکھا ہی کیا ہے......'' سارہ اپنے آنسو چھپاتی ہوئی کچن سے باہر چلی گئیں۔

شمسہ کی خالی، خالی نظریں ان کا تعاقب کر رہی تھیں۔

☆☆☆

''مس فریشہ...... میں نے مسز کمال سے آج سب سے پہلے رپورٹ لی...... وہ حیران ہیں کہ آپ پر تو زیادہ محنت کرنے کی ضرورت ہی نہیں...... ان کے خیال میں آپ fast learner ہیں...... ویسے تو آپ کا تعلیمی ریکارڈ ہی آپ کا بہترین تعارف ہے......'' داؤد علوی حوصلہ افزائی کے معنوں میں یہ کلمات ادا کر رہے تھے۔

''تھینک یو سر...... یہ کوئی راکٹ سائنس تو نہیں...... آپ کو اچھے سے بات کرنا آتی ہو...... tone کو کنٹرول رکھیں...... یہ تو بڑی سمپل سی جاب ہے......'' فری تعریف پر خوش ہونے کے بجائے سادہ انداز میں وضاحت کرنے لگی۔ آواز اتنی دھیمی تھی کہ گویا خود کلامی کر رہی ہو۔

آج اس نے وہائٹ پینٹ کے ساتھ وہائٹ اور لائٹ براؤن لائننگ والی کرتی پہنی ہوئی تھی اور وہائٹ نیٹ کا دوپٹا دوپٹا کے انداز میں کاندھوں پر ڈالا ہوا تھا۔

چہرہ میک اپ سے عاری اور کان اور گلا جیولری سے آزاد...... آنکھوں میں ایسی خاموش محسوس ہونے والی اداسی تھی...... گویا آس پاس سے ماتمی سازوں کی آواز آ رہی ہو۔

''اس سیٹ پر آپ صرف چار ماہ کے لیے ہیں...... آپ کے پاس موقع ہے کہ آپ باقی کے پیپرز بھی دے کر فارغ ہو جائیں...... پھر آپ کو اکاؤنٹس میں ایڈجسٹ کر دیں گے...... اگر آپ چاہیں گی تب...... آپ جاب کے ساتھ بھی بی بی اے کر سکتی ہیں۔ لوگ جاب کے ساتھ ایم بی اے کر رہے ہیں...... آپ کے لیے تو یہ مشکل ہی نہیں ہے......'' داؤد علوی مسلسل اس کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ فری نے نظر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

ڈارک براؤن کوٹ پینٹ اور وہائٹ شرٹ کے ساتھ میرون ٹائی میں ان کی شخصیت بہت پُر اثر دکھائی دے رہی تھی...... سبز کانچی آنکھیں ہیرے کی کنی کی طرح دمک رہی تھیں...... کنپٹیوں پر قدرے سفید بال جبکہ سر سفید بالوں کی کمی کی وجہ سے گرے محسوس ہوتا تھا...... تھوڑا سا ترچھا بیٹھ کر چیئر کو دائیں بائیں جھلا رہے تھے۔

اس رات پہلی ملاقات میں بھی ان کا تاثر بہت اچھا تھا مگر اظفر کی موجودگی میں اس نے زیادہ توجہ نہیں دی تھی۔

پہلی ملاقات کا خیال آتے ہی معاذہ بری طرح چونک پڑی تھی۔
''سر...... اس رات جب آپ ہمارے گھر آئے تھے تو واصف کا پوچھ رہے تھے۔ آپ واصف کو کیسے جانتے ہیں......؟'' فری ابھی تک لاعلم تھی کیونکہ شمسہ، سارہ، مریم...... کسی نے بھی اس کے سامنے ذکر نہیں کیا تھا کہ واصف، داؤد علوی کے ہاں ہوم ٹیوشن دیتا ہے۔
''واصف میری بہن کے بچوں کو ہوم ٹیوشن دیتے ہیں...... آپ کے کزن ہیں، آپ کی ان سے بات نہیں ہوئی......؟'' داؤد علوی نے حیرت سے فری کا چہرہ دیکھا۔ فری کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا...... وہ بری طرح الجھی ہوئی دکھائی دی...... اور اسی تغیر کی وجہ سے داؤد علوی کی نگاہ جم کر رہ گئی۔
''کیا سوچ رہی ہیں مس فریشہ......؟'' وہ فکرمند نظر آئے۔
''نو...... تھینک سر......'' اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر الجھے، الجھے انداز میں مختصر جواب دیا۔
''ایسا نہیں ہے...... آپ کچھ ڈسٹرب نظر آرہی ہیں...... اگر کوئی پرابلم ہے تو پورے کانفیڈنس سے شیئر کر سکتی ہیں......'' داؤد علوی کی فکرمندی بڑھنے لگی۔
''وہ...... سر آپ سے ریکوئسٹ ہے آپ واصف کو کبھی نہ بتائیے گا کہ میں آپ کے آفس میں جاب کر رہی ہوں......'' وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو داؤد علوی کو حیرت کا زوردار جھٹکا لگا تھا...... کیونکہ کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔
''آج کل تو بڑی ویل آف فیملیز کی پڑھی لکھی لڑکیاں جاب کر رہی ہیں یہ کوئی معیوب بات تو نہیں...... خیر کوئی بات نہیں اب اتنی اہم بات بھی نہیں کہ شیئر کرنا ضروری ہو...... مگر آپ کی آنٹی کو تو پتا ہے...... میں ان سے مل چکا ہوں......'' داؤد علوی بدستور الجھ رہے تھے۔
''پھپھو...... وہ آپ سے مل چکی ہیں......؟'' فری یوں گویا ہوئی جیسے اس کی ساری توانائی بہہ گئی ہو۔
''جی...... اسی رات جب آپ کی مہربانی سے ایڈریس ملا تھا......'' داؤد علوی نے جواب دیا وہ ہنوز گہری نگاہ سے اس کے تاثرات کا جائزہ لے رہے تھے۔
فری نے جھکا سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا تو نظر ملتے ہی گڑبڑا سی گئی۔
''وہ سر بس...... میں...... پھپھو اور ماما کو منع کر دوں گی کہ واصف کو پتا نہ چلے کہ میں یہاں جاب کر رہی ہوں......'' اس نے نظر چرا کر پھر سر جھکا لیا۔
''اوکے...... میں وجہ جاننے کے لیے کبھی آپ کو فورس نہیں کروں گا...... میرے لیے یہ زیادہ اہم ہے کہ میرے ساتھ کام کرنے والے ساتھی کمفرٹ ایبل فیل کریں...... اچھا پرفارم کریں، کمپنی کا گراف نیچے نہ آنے پائے......'' داؤد علوی نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔
''تھینک یو سر...... میں یہاں بہت peace محسوس کر رہی ہوں...... honestly میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میں کبھی ڈپریشن سے نکل سکتی ہوں......'' یہ کہتے ہوئے فری کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔
''بری بات...... آپ کے منہ سے ڈپریشن کی باتیں اچھی نہیں لگتیں، ابھی آپ کی عمر ہی کیا ہے...... آپ زندہ وجود ہیں اور ہر زندہ وجود اپنی صلاحیت کے حساب سے اپنی ڈیوٹیز پے کرتا ہے۔'' وہ نرمی سے بولے۔
''جیسے آپ کو یہ نہیں پتا تھا کہ آپ داؤد علوی کی کمپنی جوائن کریں گی...... اسی طرح آپ کو یہ نہیں پتا تھا کہ آنے والوں دنوں میں کون سے اچھے واقعات سامنے آنے والے ہیں۔ حادثہ زندگی کا حصہ ہوتا ہے مس فریشہ...... ٹوٹل زندگی نہیں...... remember.....only part of life آپ کیا سمجھ رہی ہیں کہ داؤد علوی ہمیشہ سے گروپ آف

کمپنیز کا چیئرمین ہے..... اس نے کبھی بری خبر نہیں سنی..... وہ ٹریجیڈی کے معنی نہیں جانتا..... ایک نہیں بہت سے حادثات نے مجھے grow کیا ہے۔ ٹوٹ پھوٹ کے بعد solid کنسٹرکشن ہوئی ہے..... زلزلے اب بھی آتے ہیں..... مگر اب یہ بلڈنگ زلزلہ پروف ہے.....'' آخری جملہ ادا کرتے ہوئے انہوں نے اپنی شہادت کی انگلی اپنے سینے پر رکھی لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی۔

فری نے بری طرح چونک کر داؤد دہلوی کی طرف دیکھا تھا۔ سوالات کا تانتا بندھنے لگا..... مگر سوال کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

digest library.com

''جی سر..... پاپا بھی یہی کہتے تھے کہ خوشی کا ویٹ نہیں کرتے..... جو بھی موجود ہے اسی سے خوشی نکال کر باہر لاتے ہیں..... لیکن سر.....''

''اتنی اچھی بات کے بعد ''لیکن'' اچھی سوچ کو ضائع کر دیتا ہے.....'' داؤد دہلوی نے قطع کلامی کر کے اسے لیکن سے آگے نہیں بڑھنے دیا۔

''اب..... میں جاؤں سر.....؟'' فری کو ڈر تھا کہ وہ پھر کوئی بے سروپا بات نہ کر بیٹھے اس لیے فوراً اٹھنے لگی۔

''جی..... بالکل..... اچھا سنیں..... یہ one...o...one میٹنگ بہت ضروری تھی۔ یہ میری روٹین پریکٹس ہے۔'' داؤد دہلوی نے کمال ذہانت کا مظاہرہ کرتے ہوئے باور کرایا کہ وہ اس سے ہمدردی کے ضمن میں بات چیت نہیں کر رہے تھے یہ معمول کی بات ہے..... فری کوئی جواب دیے بغیر باہر کی طرف بڑھی۔

داؤد دہلوی نے ایک نگاہ کی اور فوراً واپس موڑ لی۔

☆☆☆

''ماں..... آپ صرف میرے لیے کھانا بنانے آئی ہیں؟'' واصف کچن میں آکر پوچھ رہا تھا..... ساتھ ہی گیلے بال تولیے سے خشک کر رہا تھا۔

''اور نہیں تو پھر کیا جن، بھوت کے لیے کھانا بناؤں گی..... اب لوگوں کا آنا جانا بھی کم ہو گیا ہے..... وہاں مجھے کون سا دعوت کا کھانا بنانا ہوتا ہے..... کل سے اسکول بھی جانا ہے..... جو چھٹیاں لی تھیں آج ختم ہو گئیں۔''

''اوہ..... تو یہ بولیں ناں..... میں سمجھا میری ماں مجھے گرم چپاتی کھلانے آئی ہے.....'' واصف بولتے ہوئے واپس اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔

''مجبوری میں وہاں رکی ہوئی ہوں..... سچ تو یہ ہے کہ مجھے تمہارا بہانے، بہانے سے جنک فوڈ کھانا پسند نہیں..... گھر کے پکے ہوئے تازہ سالن، روٹی.....''

''بس کر دیں ماں..... کون سا روز جنک فوڈ کھاتا ہوں..... ڈھابے کا چائے پراٹھا بھی کھالیتا ہوں..... اور کل تو ایسا شاہی ناشتا کیا ہے کہ بس سوچ ہے آپ کی.....'' وہ اپنے کمرے کے دروازے کے درمیان کھڑا کہہ رہا تھا رخ کچن کی طرف تھا۔ ثمرہ کے آٹا گوندھتے ہاتھ لمحہ بھر کو رک گئے۔

''شاہی قلعہ گئے تھے؟'' انہوں نے مڑ کر واصف کی طرف دیکھا۔

''شاہی قلعہ..... نہیں ماں..... کل..... کہتے ہیں۔ پاکستان غریب ملک ہے، ماں یہاں تو صرف ایک گھر کے دو فیملی ممبر ایک کروڑ لوگوں کا حصہ دبائے بیٹھے ہیں۔ دلیا کافی پر گزارہ ہے مگر مال گننے سے فرصت نہیں۔'' واصف بولتا ہوا بالکنی کی طرف جا رہا تھا..... وہاں الگنی پر گیلا تولیا پھیلاتا تھا۔

''میرے اللہ..... کس کی بات کر رہے ہو؟'' ثمرہ نے آٹے کا تھال ڈھانپتے ہوئے حیران ہو کر پوچھا۔

''ان کی جن کی کوئی بات ابھی تک آپ سے نہیں کی..... جو کچھ فری کے خیالوں میں تھا، آج کل میں اسے

حقیقت میں دیکھ رہا ہوں......'' وہ ہیئر برش بالوں میں چلاتا پھر باہر آ گیا تھا۔

شمسہ یکلخت افسردہ نظر آنے لگیں۔

''فری کی بات مت کرو...... وہ جس عذاب سے گزر رہی ہے...... میرا دل خون کے آنسو روتا ہے...... گزرے دنوں کی کوئی بات مجھ سے نہیں بھولتا...... اس کی خالی ویران آنکھیں مجھے بہت تڑپاتی ہیں۔ کس حال میں آ گئی ہے...... اب بھی بدلے لوگے اس سے......؟'' شمسہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

''ایسا کچھ نہیں ہے ماں...... اس کے دکھوں پر خوش نہیں ہوں...... بہت تکلیف ہے ماں...... میں تو اس کے سکھ کی خاطر اسے اپنی شکل بھی دکھانا نہیں چاہتا...... ماں...... خود سوچیں آپ کا بیٹا کم ظرف کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ ماں جس نے اپنی ساری جوانی بیٹے کی پرورش میں گزار دی...... جو بیٹے کی بدتمیزیاں برداشت کرتے ہوئے اسے تمیز سکھاتے نہیں تھکی...... جس نے بھائی کا رویہ نہیں صرف ان کے احسانات یاد رکھے۔'' واصف نے ماں کے قریب آ کر ان کے کاندھے پر سر رکھ دیا۔

''ماں، فری کے دکھ بہت بڑے ہیں...... اور مجھے بہت تکلیف ہے...... میں نے تو کچھ بھی نہیں کھویا...... جو پہلے تھا...... اب بھی ہے......'' اس کے لہجے میں ایسا کچھ ضرور تھا جس سے شمسہ کے دل پر چوٹ سی لگی۔

''تمہاری بات سے مجھے بہت سکون ملا ہے واصف...... شکر ہے اللہ نے میری محنت قبول کرلی......'' شمسہ کی آواز بہت مدھم تھی جیسے اشک پینے کی کوشش کر رہی ہوں۔

''ماں...... فری سے کہنا...... وہ بے فکر ہو جائے...... واصف اس سے بہت دور جا چکا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے کچن سے باہر نکل گیا تھا۔

آتشی حصار

محبت کے زندان میں قید ہونے والی ایک حاسد اور عاقبت نااندیش حسینہ کی خطرناک کارروائیوں کی عبرت اثر داستان

ایچ اقبال کی ایک اچھوتی تحریر

آخری وار

ماضی کا آئینہ، بااختیار اور بے اختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات **زویا صفوان** کے قلم کی روانی

شہ زور

حسن و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیزی، لطیف رشتوں اور کثیف سازشوں کے جال **اسما قادری** کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

ناہید سلطانہ اختر، عیوق بخاری، صائمہ دانش، عمران قریشی، محمد شاہ زین رضوان و دیگر کی خوب صورت تحریریں

شمسہ آنچل میں آنکھوں کی نمی جذب کررہی تھیں۔

☆☆☆

''میں سب کچھ بھول گئی ہوں زین...... تمہیں بالکل بھی گلٹی فیل کرنے کی ضرورت نہیں بس مجھے تمہاری پروگریس چاہیے۔'' عرشلہ بہت پیار سے زین کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔

''مام...... میں آپ کے لیے بہت sensitive ہوں...... sharing برداشت نہیں کرسکتا۔''

''I know ایکچوئیلی می کا جب سے بائی پاس ہوا ہے انہیں ہروقت یہی فکر رہنے لگی ہے کہ میں یہ سب کیسے سنبھالوں گی...... یہ نہ ہوجائے، وہ نہ ہوجائے...... عامر انہیں سمجھ آگئے تو وہ کونس کرنے لگیں...... لیکن تمہارا reaction دیکھ کر میں نے منع کردیا۔'' عرشلہ بہت محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

''مام...... مجھے بھی اکیلے ہی جینا ہے ناں...... کون میرا لائف پارٹنر بنے گا...... بن بھی گیا تو کتنے دن میرے ساتھ رہے گا؟'' زین کے لہجے میں چھپے کرب نے عرشلہ کو تڑپا کر رکھ دیا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔

''یہ سب بندے کی luck ہوتی ہے زین...... میرا لائف پارٹنر تو مجھے چھوڑ گیا...... مجھ میں کیا کمی تھی......؟'' وہ آنسو پونچھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

اچانک انہیں احساس ہوا کہ وہ کیا کہہ گئی ہیں...... زین کو تو یہی بتایا گیا تھا کہ اس کا باپ تو مرچکا ہے۔

''میرا مطلب ہے زین پارٹنرز میں سے کسی ایک کی ڈیتھ ہوجائے تب بھی تو پارٹنرشپ ٹوٹ جاتی ہے...... اور انسان اکیلا ہوجاتا ہے......'' بولتے ہوئے عرشلہ بے ربط ہورہی تھیں جیسے حلق میں کچھ پھنس رہا ہو۔

''مام...... آپ بہت گریٹ ہیں...... مجھے تو بہت پہلے سے پتا چل چکا ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں...... مگر میں ابھی یہ سب ڈس کلوز نہیں کرسکتا...... مجھے پیسہ چاہیے جتنا مجھے پیسہ چاہیے وہ آپ اور نانو مانگنے سے کبھی نہیں دیں گی...... اس کے لیے مجھے بس انتظار کرنا ہے۔'' اس نے سوچتے ہوئے عرشلہ کا ہاتھ تھاما اور ان کے ہاتھ کی پشت پر ایک بوسہ دیا۔

''ماما...... آپ نانو کی بات مان لیں...... بس مجھے کوئی چھوٹا سا اپارٹمنٹ دلا دیں۔ آپ کی شادی کے بعد میں یہاں نہیں آؤں گا...... آپ مجھ سے آکر ملتی رہیے گا...... ویسے بھی ایک دن مجھے اکیلے تو رہنا ہی ہے ناں......'' زین کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

''تم میرے بغیر رہ سکتے ہو...... میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی زین...... میری زندگی کے ہر فیصلے میں تم شامل رہو گے...... میں سیلفش نہیں ہوں......'' عرشلہ یہ کہہ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

''آپ selfish نہیں ہیں مام...... مگر میں سیلفش ہونے پر مجبور ہوں...... اس جرم کے بغیر میرا گزارہ نہیں ہوسکتا۔''

☆☆☆

''ماما...... واصف، داؤد علوی کے گھر جاتا ہے...... روزانہ...... شاید ان کی بہن کے بچے ہیں جن کو وہ ٹیوشن پڑھاتا ہے......'' فری، سارہ کے بیڈروم میں ان کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی جبکہ سارہ ٹیک لگائے تسبیح ہاتھ میں لیے بیٹھی تھیں۔

''تو تمہارا اس معاملے سے کیا تعلق ہے...... وہ اپنا کام کررہا ہے...... تم اپنا کام کرو......'' سارہ نے حیرت سے فری کی طرف دیکھا جیسے انہیں کچھ سمجھ نہیں آئی ہو۔

''ماما...... یہ جاب میری ضرورت نہیں ہے...... only just for change مگر وہ تو یہی سمجھے گا ناں...... کہ پاپا کے بعد ہم فنانشلی کرائسس میں آگئے ہیں اور پتا نہیں کتنی مجبوری ہے...... آپ بس پھپھو کو سمجھا دیں کہ

ہنسنا بھی علاج بھی

ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ لوگ روٹین کے تھکا دینے والے کاموں میں الجھ کر ہنسنا بھول گئے ہیں۔ کبھی کبھار ایک قہقہہ یا دھیمی سی مسکراہٹ بھی دن بھر کی تھکن زائل کر دیتی ہے اور اگر ہم کوشش کریں تو فرسٹریشن جیسی بیماری سے بھی ایک قہقہے کی مدد سے [illegible] حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ کا خوشگوار رویہ نہ صرف آپ کی صحت اور موڈ پر بلکہ آس پاس موجود لوگوں پر بھی مثبت اثر [illegible] ہے۔ جذبات اور تاثرات براہ راست انسان کی جسمانی اور نفسیاتی صحت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اچھی حس مزاح نفسیاتی او[illegible] دباؤ کم کر سکتی ہیں۔ جبکہ مدافعتی نظام کی بے قاعدگیوں کو بھی درست کر سکتی ہے۔ یاد رکھیں جب آپ خود کو ہلکا پھلکا [illegible] کریں گے تو بڑے سے بڑے حالات کا مقابلہ بھی بآسانی کر سکتے ہیں۔ آپ کے طرز زندگی میں بھی نمایاں تبدیلی [illegible] ہے۔ اس ضمن میں یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ اگر انسان کا دل خوش ہے تو اس کی دماغی صلاحیتوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اندرونی و بیرونی مسائل، نفسیاتی مسائل میں مزید اضافہ کرتے ہیں۔ اچھی اندرونی حس مزاح، خوشگوار موڈ اور مثبت رویہ تخلیقی صلاحیتوں میں اضافے اور مسائل کو درست انداز میں حل کرنے میں مدد دیتا ہے۔ حافظے کو مضبوط، ابلاغی خصوصیات میں معاون اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو نمایاں کر سکتا ہے۔ اگر آپ ملازمت پیشہ ہیں تو آپ کے لیے مزاج میں شائستگی اور خوش گفتاری لازمی ہے۔ یہ صفات نہ صرف آپ کے دن کو بلکہ آپ کی زندگی کے دوسرے شعبوں کو بہتر کر سکتی ہیں۔ حس مزاح اپنانے سے یہ مراد نہیں کہ پورا دن صرف ہنسی مذاق یا قہقہے لگانے میں ہی گزار دیا جائے اور ہر معاملے میں غیر سنجیدگی دکھائی جائے۔ اس خوبی سے [illegible] فائدہ حاصل کریں کہ دیکھنے والوں کو آپ زندگی سے بھرپور اور خوش نظر آئیں ہر وقت لبوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ [illegible] کو منفرد بنا سکتی ہے۔ یاد رکھیے آپ خود کو ہلکا پھلکا بھی رکھ سکتے ہیں اور اپنے کام کو بہتر بھی کر سکتے ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ پچھتاوا آپ کو گھیرے کہ زندگی کے قیمتی لمحات روتے بسورتے گزر رہے ہیں انہیں خوشگوار بنانے کی کوشش کیجیے۔

ایک مفکر کے خیال میں "مسکراہٹ ایک ایسا خم ہے جو ہر چیز کو سیدھا کر دیتا ہے۔ [illegible] روزمرہ معمولات میں اچھی اور بامعنی چیزوں کے ساتھ حس مزاح اور خوشگوار یادوں کو بھی شامل کر لیجیے، اپنی خامیوں [illegible] کیجیے، اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا ان پر ہنسے آپ خود انہیں تلاش کر کے درست کریں۔

نائمہ شاہد، دبئی

وہ واصف کو بھی نہ بتائیں کہ میں داؤد علوی کی کمپنی میں جاب کر رہی ہوں...... ورنہ میں یہ جاب نہیں کروں گی...... اسی کمرے میں بند رہوں گی...... کہیں اور جاب کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... میں ہر طرح کے environment میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی...... نہ میں ایسا کوئی رسک لوں گی...... بتا رہی ہوں آپ کو......" سارہ نے اپنی ضدی اور انا پرست بیٹی کی طرف بہت دکھ سے دیکھا تھا۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتیں...... فری پھر بول پڑی۔

"یہ تو میں میری خالہ کی وجہ سے کر رہی ہوں...... وہ بھی وہاں ہیں...... اور ماحول بھی بہت اچھا ہے...... کام بھی مشکل نہیں ہے......"

"فری بیٹا...... تم اپنے خیالات میں الجھی ہوئی ہو...... واصف کی ماں کو اچھی طرح پتا ہے کہ تمہیں کسی جاب کی ضرورت نہیں ہے...... باپ بہت کچھ چھوڑ گیا ہے اظفر کی طرف سے بے حساب آ رہا ہے جو ہم نہیں لے رہے...... حالانکہ اظفر فون کرتا ہے کہ آنٹی لیگل پراسس کے لیے فری کا مائنڈ میک اپ کریں......" سارہ نے ایک جھٹکے میں اس کے وا ہے، وسوسے اڑا کر رکھ دیے۔

"پھپھو کو یہ سب پتا ہے ماما......؟" اس نے کروٹ لے کر ماں کی طرف دیکھا۔

"ظاہر ہے آج کل وہ دولت ہمارے ساتھ ہے...... ہر بات اس کے سامنے ہوتی ہے کئی مرتبہ اظفر کا فون

اس کے سامنے آیا ہے۔ واصف کو اگر پتا نہیں ہے تو کسی روز پتا چل جائے گا...... تم واصف کو سر پر سوار کرنے کے بجائے خود کو سنبھالنے اور زندگی کو آگے بڑھانے کا سوچو بیٹا...... وہ دے رہا ہے...... ہمیں بھی دے گا...... اس کی طاقت قدرت کے سامنے ہر انسان بے بس ہے......" سارہ نے آنسو پیتے ہوئے فری کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

"ماما آپ کو نہیں پتا وہ مجھ سے کتنا جیلس ہے...... ایسے دیکھتا ہے جیسے میرا مذاق اڑا رہا ہو...... بس اسے دیکھتے ہی مجھے غصہ آنے لگتا ہے......" فری نے بولتے ہوئے ماں کے زانو پر سر رکھ دیا۔

"وہ یہاں سے جا چکا ہے...... میں نے اسے کہا وہ رات کو یہاں کھانا کھا لیا کرے کیونکہ شمسہ ہمارے گھر میں رکی ہوئی ہے مگر وہ نہیں آتا...... ماں فون کر کے بلاتی ہے پھر بھی نہیں آتا اور تم ہو کہ فضول میں اس کو سر پر سوار کیے ہوئے ہو اور بیٹا تم نے چیئر مین کی، وہاں کے ماحول کی خود تعریف کی ہے...... اللہ نے تمہیں سنبھلنے کا ایک بہترین موقع اور راستہ دیا ہے۔ بیٹا ہمارے پاس دو ہی راستے بچے ہیں...... ایک تو یہ کہ جانے والوں کے غم میں خودکشی کر کے حرام موت مر جائیں یا پھر تقدیر کے فیصلے پر صبر کر کے راضی ہو جائیں اور زندہ رہنے کے راستے نکالیں......" سارہ نے فری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بڑی دلسوزی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی۔ ماں کی بات میں اثر تھا...... فری اگرچہ لاجواب ہو چکی تھی مگر انا نے پھر بل کھایا۔

"پھر بھی ماما...... آپ پھپھو کو کہہ دیجیے گا......" سارہ نے بے بسی کے ساتھ ایک گہری سانس لی...... مگر اب خاموش رہیں۔

☆☆☆

"دیکھ شرمیلی تو میری تجوری ہے...... ادھر جتنے بھی ہیں حرام خور بھی ہیں اور نمک حرام بھی...... "دھندا" تو دو تین کرے ہیں...... ہم نے تو تجھے دیوی جی بنا کر رکھا ہوا ہے...... جو تو بولتی ہے کرتے ہیں...... ہم نے تجھے پڑھائی سے روکا......؟ ہم نے دیسی گھی میں روٹی چور کر تجھے کھلائی ہے تب ہی تو پڑھائی میں اچھے لمبر (نمبر) لاتی ہے۔ بھیک ہم مانگ نہیں سکتے۔ ہمیں تو بیٹھے، بیٹھے نوٹ گننے کی لت لگ چکی ہے......" خواجہ سرا چنبیلی بڑے اپنائیت والے لہجے میں شرمیلی سے مذاکرات کر رہا تھا۔

"بھیا تیرا دھمکی دے کر گیا ہے کہ اب کچھ نہیں دے گا...... اب تو اسے سمجھا۔" چنبیلی نے اپنے گھنے چٹے بالوں پر دونوں ہاتھ پھیرنا شروع کر دیے۔

"کیا سمجھاؤں......؟" شرمیلی کے لہجے میں گہری یاسیت واضح تھی۔

"ارے...... یہی کہ وہ روکڑا نہیں دیوے گا تو، تو دھندا کرے گی...... آخر ہمارا احسان مانے گی کہ نہیں......؟ ہم نے تیرے باپ سے پچاس ہزار میں خریدا تھا...... وہ بولتا تھا یہ تو خواجہ سرا جنے ہے یا بیٹیاں...... مجھے بیٹا چاہیے...... سائیکل پنکچر والے کے پاس بٹھا دوں گا تو سو پچاس دیہاڑی گھر لا دے گا...... دوتو وہ پہلے ہی ایدھی کے جھولے میں ڈال چکا تھا۔ کچا کام ہم بھی نہیں کرتے...... اچھا سا چونا لگا کر اس سے شناختی کارٹ (کارڈ) کی کاپی بھی لے لی تھی...... تاکہ جب تو جوان ہووے تو تیری اصلیت تجھے بتا دیں۔"

"پچاس ہزار کے بدلے...... زین سے لاکھوں تو وصول کر چکے ہو گرو جی......" شرمیلی نے غصے کی لہر دباتے ہوئے زندگی میں پہلی بار گرو جی کی بات کاٹی تھی چنبیلی کے تلوے سے لگی اور سر پر بجھی...... بھڑک کر بولا۔

"اور جو تیرے اوپر لٹایا ہے...... اس کا حساب کتاب نہیں کرے گی؟ کسی بینک کی منشی بنے گی تو پائی، پائی کا حساب ہو گا، سمجھ لے......"

"ہاں تو کر لو زین کے ساتھ حساب جو بنتا ہے میں بولوں گی تو وہ دے، دے گا مگر اس کے بعد تم مجھے یہاں رہنے پر مجبور نہیں کر سکو گے......"

شرمیلی یہ سن کر کہ زین، چنبیلی سے فیصلہ کُن بات کر چکا ہے۔ حوصلہ پکڑ چکی تھی۔

''تیرے کون سے ''سیاں اناڑی'' باہر بیٹھے تیرا رستہ دیکھ رہے ہیں؟ کہاں جائے گی؟ بھیا کے گھر میں تو کروا لے کوارٹر میں بھی کوئی رہنے نہیں دے گا۔ پول کھلتے ہی وہ مال دار بڈھی تیرے بھیا کو بھی لات مار کر باہر کرے گی۔''

چنبیلی نے بڑی حقارت سے شرمیلی کی طرف دیکھا۔

''ہماری فکر نہ کرو...... وہ بھی پڑھا لکھا ہے...... میں نے بھی انٹر کیا ہے۔ ہم دونوں کہیں جاب کر کے کرایے کے گھر میں رہ لیں گے۔''

زین کے فیصلے نے شرمیلی کے تمام ڈر، خوف ہمیشہ کے لیے دفن کر دیے تھے۔ وہ بہت بے خوفی سے جواب دے رہی تھی...... آنکھوں میں آنسو بھر کر بات نہیں کر رہی تھی۔ چنبیلی کا بلڈ پریشر ہائی ہو رہا تھا مگر وہ ہاتھ کے ہاتھ شرمیلی کو سزا ابھی نہیں دے سکتا...... ابھی نوٹوں کا آسرا باقی تھا...... امید نہیں ٹوٹی تھی۔

''تو، تو ہمارا سودا پرافٹ ہے۔ سب منہ سے کھاویں، میں کیا ناک سے کھاؤں ہوں؟'' یہ کہتے ہی چنبیلی نے شرمیلی کی گردن دبوچنے کے انداز میں پکڑ کر اس کا چہرہ اونچا کیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر غرایا۔

''جب مالِ معشوق ہووے تو ''جتوں'' کی جائیں...... کیڑے کوڑوں جیسی لگے ہیں، تجھے تو ہم کچھ نہ کہویں گے...... پر بھیا کو ہرڈ ھونڈے گی...... دھندا کر کے دے گی ناں؟'' یہ کہہ کر اس نے شرمیلی کو زور سے جھٹکا دے کر پیچھے دھکیلا اور گھورتا ہوا باہر چلا گیا۔

شرمیلی حالت بے بسی میں پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

''عرشی تم نے آج کی mail چیک کی......؟'' عرشلہ جاگنگ کے لیے شوز پہن رہی تھیں کہ ثمینہ چھڑی پر زور ڈالتے ہوئے اندر داخل ہوئیں۔

''نہیں...... ممی...... مجھے یاد نہیں رہا...... اب رات کو چیک کروں گی......'' عرشلہ نے بال سمیٹ کر کیچر میں قید کرتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

''ماں مر جائے گی تو یہاں یاد دلانے کے لیے کون ہے؟ میں تمہیں ٹرینڈ کر رہی ہوں مگر تم سیریس ہی نہیں ہو...... صبح کا کام صبح کو ہوتا ہے...... رات آرام کے لیے ہوتی ہے...... میں سیریس پیشنٹ ہو کر اپنی ڈیوٹیز پوری کر رہی ہوں...... اور تم ابھی تک بے بی بنی ہوئی ہو......'' ثمینہ نے سخت غصے میں جھاڑ پلائی۔

''آپ میری شادی کے بعد بھی مجھے بے بی کہتی تھیں ممی...... اب یہ رجسٹرڈ ہو چکا ہے۔'' عرشلہ نے انگلی سے اپنی کنپٹی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

''silly یہ میری غلطی تھی...... مگر میری حالت دیکھ کر تو تمہیں ہوش میں آ جانا چاہیے۔'' ثمینہ ہانپتی ہوئی عرشلہ کی ایزی چیئر پر ڈھے گئیں۔

''ہاں تو ممی ہوش میں تو آ چکی ہوں...... واصف کی ہائرنگ میں نے ہی تو کی ہے، آپ کو کوئی شاک نہیں دینا چاہتی تھی ورنہ یونس انکل کی خبر سن کر تو آپ کی طبیعت خراب ہو جاتی۔'' عرشلہ نے فخر سے اپنا ''کارنامہ'' یاد دلایا۔

''وہ تو میری گڈ لک ہے کہ ہائی چانس یہ ہو گیا...... ورنہ بہت بڑا رسک لیا تھا تم نے......'' ثمینہ نے عرشلہ کا فخر خاک میں ملا دیا۔

''یہی تو شروع سے ہوتا آ رہا ہے ممی...... ہمیشہ good luck آپ کی ہوتی ہے اور bad luck میری...... mail رات کو بھی چیک ہو سکتی ہے...... رات تک ہم کسی اور planet (سیارے) پر شفٹ تو نہیں کر جائیں گے......'' عرشلہ جھلائیں۔

''مگر کوئی میل ایسی بھی ہوتی ہے جس پر کوئیک ریسپانس دینا ہوتا ہے۔ ورنہ بلنڈرز ہو جاتے ہیں...... زیادہ ٹائم لگ جاتا ہے۔ نئے کام رک جاتے ہیں...... پرانے کو پیٹنا پڑ جاتا ہے۔ open your mind۔''

''مائنڈ تو open تھا...... ابھی کے ابھی آپ نے کلوز کیا ہے۔'' عرشلہ پھر جھلائیں۔

''یعنی اب بھی تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی......؟ leave it...... واصف کو بلاؤ...... شاید اس کی بات تمہیں سمجھ آ جائے۔'' ثمینہ نے چھڑی سے عرشلہ کے سیل فون کی طرف اشارہ کیا۔

''یعنی...... اب مجھے میرا employ سمجھانے آئے گا...... وہ بھی میری ممی کی ایک فون کال پر......؟''

digest library.com

عرشلہ کے دماغ کے تو گویا پرخچے اڑ گئے۔

''یس...... آف کورس...... ہم اسے بہت زیادہ پے کر رہے ہیں......'' ثمینہ کے انداز میں اب غضب کی ضد تھی۔

''ممی ہم نے ہائرنگ کی ہے اسے خریدا نہیں ہے......'' عرشلہ نے پہنے ہوئے شوز غصے میں اتارنا شروع کر دیے۔

''اتنا کوئی نہیں دیتا...... سمجھو ہم نے اسے خرید ہی لیا ہے......'' ثمینہ نے رعونت سے کہا۔

''ممی آپ اس طرح اس جینٹل مین کی انسلٹ نہیں کر سکتیں...... اس سے تو بہتر ہے آپ اس سے سوری کر لیں کہ ہمیں اس کی سروسز کی ضرورت نہیں......'' عرشلہ کی رگ، رگ میں تڑپتی انسانیت بلبلا اٹھی۔

''جس میل کی وجہ سے ہم اس وقت ایشو کری ایٹ کر رہے ہیں۔ اسی میل سے decide کرنا ہے کہ ہمیں واصف کی ضرورت ہے یا نہیں...... میں پاگل نہیں ہوں...... جو تم سے الجھ رہی ہوں......'' ثمینہ نے پھر جھاڑ پلائی۔

''تو ممی آپ نے اتنا سارا ٹائم کیوں ویسٹ کیا...... میل تو آپ خود بھی پڑھ لیتی ہیں......'' عرشلہ اب بہت زیادہ زچ نظر آ ئیں۔

''نہیں...... یہ اسٹیپ تم نے لیا تھا...... اب فلورا نے اس پر اپنا in put دیا ہوگا...... وہ تم میرے سامنے پڑھ کر سناؤ گی...... اگر پوزیٹو ہوا تو تمہارا کانفیڈنس ڈیولپ ہوگا اگر against ہوا تو تم میرے کسی کام میں فرسٹ اسٹیپ نہیں لو گی......''

''ممی...... آپ اس کے ساتھ بریک فاسٹ ٹیبل پر میٹنگ کر چکی ہیں اسے own کر چکی ہیں...... پھر ایسی باتیں کر رہی ہیں......؟'' عرشلہ کو مارے حیرت کے چکر آنے لگے۔

''اس لیے کہ فلورا نے اس سے اسکائپ پر میٹنگ کر کے اسے جاب کے لیے فٹ قرار دیا تھا۔ آج اس نے واصف کی ورکنگ پر رپورٹ میل کی ہے۔'' ثمینہ کی حالت ہی ایسی تھی کہ وہ اعصابی تناؤ کی وجہ سے ہر پل شدید کیفیت میں رہتی تھیں۔ اور حکم عدولی اور بحث مباحثے کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتی تھیں۔

اور عرشلہ نفسیات کی ان گتھیوں کو سلجھانے کی صلاحیت نہیں رکھتی تھیں۔

''اچھے بھلی ممی...... آپ کو غصہ صرف میرے فرسٹ اسٹیپ لینے پر ہے۔ آپ کو بس بہانہ چاہیے تھا...... سمپل سی بات تھی، آپ آرام سے میل پڑھ لیتیں اس کے بعد جو فیصلہ کرتیں...... اس پر میں کوئی آبجیکشن کر ہی نہیں سکتی تھی...... کیونکہ میں ایسا کر ہی نہیں سکتی......''

''میں تمہیں ٹرینڈ کر رہی ہوں...... کیونکہ میں مرنے جا رہی ہوں...... کون سنبھالے گا یہ سب......؟'' ثمینہ پھر غضب ناک ہو گئیں۔

''بلیک میل نہ کریں ممی...... سب ہی مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں...... داؤد ملوی کو پتا تھا آپ اسے کبھی بھی فرسٹ اسٹیپ نہیں لینے دیں گی اس لیے اس نے بہانہ بنا کر مجھے چھوڑ دیا......'' یہ الفاظ عرشلہ نے روتے ہوئے ادا کیے تھے۔

''تم پھر درمیان میں داؤد ملوی کو لے آئیں...... کیوں نہیں بھول جاتیں اسے؟'' ثمینہ ہذیانی انداز میں چلائیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

قسط نمبر21

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت [illegible] سرور ہے... انا "دکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا [illegible]
محبت فراست ہے جس سے چراغ [illegible] ہیں
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو رویوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

فری کان سے ریسیور لگائے ڈائری میں کچھ نوٹ کرتے ہوئے سر بھی ہلاتی جارہی تھی۔ داؤد علوی لفٹ سے باہر آکر موڑ پر ٹھٹک کر رک گئے تھے۔ جیٹ بلیک کلر کے کلیوں والے کُرتے اور گھیر دار شلوار میں ملبوس فری آس پاس سے بے خبر بال پوائنٹ سے بڑی تیزی میں لکھ رہی تھی۔ پین بائیں سے دائیں چل رہا تھا جس سے پتا چلتا تھا کہ وہ انگلش میں لکھ رہی ہے، نوٹس کے قابل نکتہ یہ تھا کہ لکھتے وقت رفتار بہت غیر معمولی تھی، پین وقفہ نہیں لے رہا تھا۔

digest-library.com
Scanned with CamScanner

ساتھ، ساتھ وہ شانوں پر پھسلتے شیفون کے دوپٹے کو بھی سنبھال رہی تھی۔ اس کے کام کرنے کے انداز میں غیر معمولی سنجیدگی کا عنصر نمایاں تھا۔ پھر اس نے اچانک پین رکھ دیا اور ساتھ میں تھینکس کہہ کر ریسیور بھی۔

پھر اپنے سیدھے ہاتھ کی انگلیوں کو موڑنے اور کھولنے لگی جیسے انگلیوں میں درد محسوس ہو رہا ہو...... چوتھی بار جب اس نے مٹھی بند کر کے کھولی جیسے کسی سے کچھ لے رہی ہو تو داؤد علوی نے کوٹ کی جیب میں اٹکا پار کر پین اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا۔ فری نے چونک کر جھکا ہوا سر اٹھایا تھا اور داؤد علوی کو سامنے پا کر گڑبڑا سی گئی۔

''اوہ...... سر آپ...... آپ کب آئے مجھے تو پتا ہی نہیں چلا......'' اس نے خفت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ نظر چراتے ہوئے کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنی جاب کو سیریس لے رہی ہیں، اپنا کام ایمانداری سے کر رہی ہیں...... گڈ...... ویری گڈ......''

'' job is job sir جاب کو سیریس ہی لینا چاہیے...... ایکچوئیلی تو مجھے میری خالہ کا بہت سارا شکریہ ادا کرنا چاہیے...... مجھے over thinking سے نجات مل گئی...... جو زندہ ہے اسے زندگی کے ساتھ چلنا تو ہے...... بند کمرے میں پاپا زندہ ہو کر تو نہیں ملیں گے۔'' بولتے، بولتے فری کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے...... جو اس نے فوراً ہی اپنے دوپٹے میں جذب کر لیے۔

داؤد علوی کے حساس دل پر ایک ضرب سی لگی تھی۔ انہوں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا...... ایک طرف کیبنز میں کچھ لوگ کام کرنے میں مصروف تھے۔ داؤد علوی نے خود کو نارمل کرنے کی نیت سے ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائی۔

'' its ok لنچ پر ملتے ہیں...... مریم بھی ہمارے ساتھ ہوں گی......'' داؤد علوی نے دایاں ہاتھ قدرے اونچا کر کے اپنی انگلیوں کو حرکت دی اور کیبنز کی طرف بڑھ گئے۔ فری کی نظریں ان کی پشت پر جمی رہ گئی تھیں جیسے کسی خیال کی گرفت میں ہو۔

digest library.com

☆☆☆

واصف پڑھی ہوئی کتابوں کے حساب سے جس کام کو بائیں ہاتھ کا کھیل سمجھ رہا تھا۔ وہ سانپ اور سیڑھی کے کھیل کے مصداق تھا...... اب اسے سمجھ آ رہی تھی کہ ثمینہ کیوں مطمئن نہیں ہو رہی ہیں...... بینکوں کی اسٹیٹ منٹ تک تو معاملہ بہت آسان تھا مگر انٹرنیشنل مارکیٹ کے شیئرز کی نبض پکڑنا اور ماضی کی ہسٹری کے حساب سے مین ٹین رکھنا اور نقصان سے پہلے شیئرز فروخت کا فوری فیصلہ کرنا اصل کام تھا...... آف شور کمپنیز کا کھاتا بالکل مختلف تھا...... ایک کمپنی کو چیک کرتے ہی ایک پوری لیگل ٹیم خوش آمدید کہنے کو تیار ملتی تھی۔ ہر ایڈووکیٹ کی فوٹو کے ساتھ ہی اس کا پورا تعارف موجود ہوتا تھا اب یہ طے کرنا ہوتا تھا کہ ان سے رابطہ کرنے کی بنیادی وجہ کب بنتی ہے۔

یہاں پر اسے فلورا کی اہمیت کا اندازہ ہوا اور اس بات کا بھی کہ آخر یہ دولت مند گھرانا اسے لاکھوں روپے کیوں ادا کرنے کو تیار ہے؟

سیدھی سی بات تھی سمندر سے دو چار گلاس بھر کر اسے دیے جا رہے تھے اس نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر دیوار کی طرف گھورنا شروع کر دیا۔

''یار صحیح طریقے سے امیر بندہ بننا تو واقعی بہت مشکل کام ہے۔ اور ان ماں، بیٹی کو آخر مسئلہ کیا ہے؟ ''بس......'' کیوں نہیں کر دیتیں؟ بھانت، بھانت کے لوگوں کی شکلیں دیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ اللہ نے جب اتنا دے دیا ہے تو چین کی نیند سوئیں...... بڑھاپے میں بھی چین نہیں...... گھر میں میڈیکل اسٹور کھل چکا ہے...... فل ٹائم نرس...... بھلا یہ بھی کوئی زندگی ہے؟''

Scanned with CamScanner

library.com

واصف کے دماغ میں جو گرہ پھنس گئی تھی اور جو فلورا نے کھولنا تھی...... وہ گرہ اس وقت ایک ٹن کا گٹھر بن چکی تھی...... جس کے وزن سے گویا گردن دھنسی جا رہی تھی۔

اب اسے سمجھ آ رہی تھی کہ اکثر دولت مند ناک پر مکھی کیوں نہیں بیٹھنے دیتے، سر پر جو اَن دیکھے وزن اٹھائے پھرتے ہیں...... اسی وقت ذہن کے پردے پر ایک جھماکا سا ہوا...... سامنے داؤد علوی مسکرا رہے تھے۔

”داؤد علوی کی زندگی بھی تو پُر تعیش ہے...... وسیع کاروبار ہے مگر وہ تو بہت ہلکے پھلکے انداز میں جی رہے ہیں...... جبکہ ایک نفسیاتی مریضہ بہن بھی ان کے گلے کا ڈھول ہے...... جسے بجا بھی رہے ہیں اور اس کے دو بچوں کی ذمے داری سے دیکھ بھال بھی کر رہے ہیں۔“ اس نے تھک کر جیسے آنکھیں موند لیں۔ سر بیڈ کے اونچے سرہانے سے ٹکا ہوا تھا...... اب وہ بالکل خالی الذہن تھا۔

شدید ذہنی کشمکش کے دوران دماغ عموماً اس طرح کے وقفے لیتا ہے۔ معاً ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا...... اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ اور اپنا سیل اٹھا کر الارم سیٹ کرنے لگا...... فلورا صرف ایک طے شدہ وقت میں میسر ہوتی تھیں اور آج کا دن ضائع ہو جانے کا مطلب تھا کہ وہ ثمینہ کی توقعات پر پورا اترنے سے قاصر ہے...... اور یہ جاب یوں گئی گویا ملکہ نور جہاں کے کبوتر فضا میں...... کہ پہلا خود اُڑ گیا دوسرا خود اڑا کر دکھایا کہ پہلے والا ایسے اُڑا تھا۔

غفلت کے بعد غلطی زندگی بھر کا پچھتاوا بن جاتی ہے۔ وہ فوراً چوکس و مستعد ہو گیا...... سنہرے خواب جھلملانے لگے...... پیدائشی سکندر کون ہوتا ہے...؟ اکثر لوگ آغاز میں واصف ہی ہوتے ہیں۔

اس نے خود کو جھکنے، بکھرنے سے... بچا لیا...... کیونکہ خواب بہت مضبوط تھے۔

☆☆☆

''ہمارے آفس میں ون ڈش ہوتی ہے...... سلاد کئی قسم کے بنتے ہیں فریش دہی لازمی ہوتا ہے۔ یہاں سب ایک جیسا لنچ کرتے ہیں...... اس لیے میں آپ سے تکلفاً بھی نہیں پوچھوں گا کہ آپ اس کے علاوہ کیا پسند کریں گی۔'' داؤد علوی اپنا کوٹ اتار کر اسٹینڈ پر لٹکا چکے تھے۔ ٹائی کی گرہ ڈھیلی کر چکے تھے...... شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں۔ یعنی خود کو آرام دہ حالت میں لا چکے تھے۔

فری لاشعوری طور پر ان کی طرف دیکھ رہی تھی...... کوٹ کے بغیر وہ بہت بے تکلف اور برابر کے محسوس ہو رہے تھے۔ باس گویا کھانے کی میز پر موجود نہیں تھا۔

''میں اکثر اپنے روم میں ہی لنچ کرتا ہوں اس لیے آپ کو اور مریم کو یہیں بلا لیا......'' وہ بند دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''مریم......'' کا نام سنتے ہی فری کو بھی خیال ہوا کہ خالہ ابھی تک نہیں آئیں جبکہ کھانا لگا ہوا تھا...... اسے تو داؤد علوی نے انٹرکام پر کال کر کے خود ہی بلا لیا تھا۔

''یہ میری خالہ ابھی تک نہیں آئیں۔'' اس کے منہ سے بے اختیار خود کلامی کے انداز میں نکلا تھا۔

''اوں...... ہوں...... ناٹ میری خالہ...... آفس میں خالہ، بھانجی نہیں ہوں گی مسز خان...... یا مریم میم...... او کے......؟ آفس انوائرمنٹ بہت میٹر کرتا ہے...... ایمپلائی اپنا بیسٹ ڈیلیور کرتا ہے۔'' داؤد علوی نے ٹوکا ضرور تھا مگر بہت اپنائیت و نرمی سے شرمندہ کرنے والی ٹون نہیں تھی۔

''سوری سر...... آ گئی ہوں تو بہت کچھ سیکھ ہی لوں گی......'' فری نے سر جھکا کر بڑی سادگی سے کہا تھا۔

"its ok" داؤد علوی نے اپنی رسٹ واچ پر ایک نگاہ کی۔

''انصر کہتے تھے کہ میں تمہارے لیے پرا پر آفس سیٹ اپ بناؤں گا......'' فری لاشعوری طور پر ماضی کے سینے سے جا لگی تھی۔ یا انجانے میں داؤد علوی کو جتا رہی تھی کہ وہ بھی کسی بزنس مین کی چاہت رہی ہے۔

''انصر......؟'' داؤد علوی قدرے الجھے...... جیسے یادداشت پر زور ڈال رہے ہوں۔

اسی وقت مریم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

''سو...... سوری سر...... میں اقبال صاحب کے ساتھ آن لائن میٹنگ کر رہی تھی۔ ان کی طرف سے نیٹ پرابلم تھی...... اس لیے۔''

''نو پرابلم...... آ گئی ہیں ناں...... بس شروع ہو جائیں...... اور مس فریشہ سے اچھی، اچھی باتیں بھی کریں...... تاکہ یہ ہمارے ساتھ لنچ انجوائے کریں......'' داؤد علوی نے مریم کو مزید معذرت سے باز رکھتے ہوئے کہا۔

مریم بڑی پھرتی اور اعتماد سے اسی طرح کھڑے، کھڑے خالی پلیٹیں داؤد علوی اور فری کے سامنے رکھنے لگی ساتھ ہی اس نے مٹن کنا تھوڑی مقدار میں داؤد علوی کی پلیٹ میں ڈالا پھر ہاٹ پاٹ سے چپاتی نکال کر دوسری پلیٹ میں رکھ کر داؤد علوی کو پیش کی...... سلاد کے لیے خالی باؤل اور چمچہ بھی سامنے رکھا۔ سلاد کی ڈش اٹھا کر داؤد علوی کے سامنے کی۔

فری بہت انہماک سے خالہ کی کارگزاری دیکھ رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

یہ سب اسے ''چمچہ گیری یا مکھن بازی'' کے مترادف لگ رہا تھا۔

''فری کیا دیکھ رہی ہو...... شروع کرو...... آدھے گھنٹے کا لنچ بریک ہوتا ہے...... آل ریڈی لیٹ ہو گئے ہیں۔ باس کو چار بجے ایک میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے۔ اس لیے میں باس کو ہیلپ کر رہی ہوں......'' مریم اپنی فطری پھرتی اور کم وقت میں زیادہ کام نمٹانے کی عادت کی وجہ سے مجبور تھی۔

''تھینک یو مسز خان...... اب آپ بھی شروع ہو جائیں۔ آپ کے پاس صرف بیس منٹ ہیں۔''

مریم اور داؤد علوی کے درمیان احترام واپنائیت کا وہ رشتہ تھا جو برسوں کی پُر اعتماد رفاقت کے نتیجے میں وجود میں آتا ہے۔ مریم جب اس آفس میں آئی تو داؤد علوی کے بال بالکل سیاہ تھے۔ جواب گرے کلر میں تبدیل ہو چکے تھے۔ یعنی سیاہ و سفید کا ملغوبہ۔

digest library.com

''جی...... مس فریشہ...... آپ کسی جنٹل مین انصر کی بات کر رہی تھیں۔'' مریم کا نوالے والا ہاتھ ایک لمحے کے لیے ہونٹوں سے چپک کر رہ گیا۔ اس نے زاویہ تبدیل کیے بغیر آنکھوں کی پتلیاں گھما کر پہلو میں بیٹھی فری کی طرف دیکھنے کی کوشش کی اور منہ میں رکھا نوالہ چبانا ہی بھول گئی۔

''یہ...... باس سے انصر کی باتیں کر رہی تھی؟''

''نہیں، سر...... وہ بس...... ویسے ہی......'' مریم کی وجہ سے فری اب گڑبڑا سی گئی تھی۔ جان بوجھ کر تو ویسے بھی انصر کا ذکر نہیں کر رہی تھی درحقیقت کسی یاد کا روزن خود بخود کھل گیا تھا۔

''باس، انصر سے فری کا نکاح ہوا تھا...... میں نے آپ کو سب تفصیل بتائی تھی۔'' مریم کے لہجے میں اداسی اتر آئی۔

''اوہ...... سوری...... ایکچوئلی...... میرے ذہن میں یہ بات آئی تھی کہ شاید فری کسی اور کی بات کر رہی ہوں...... مجھے فری کے ہزبینڈ کا نام معلوم نہیں تھا...... شاید آپ نے بتایا بھی ہو تو میں بھول گیا ہوں......'' داؤد علوی نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے قدرے شرمندگی کا اظہار کیا مگر مریم کے دل کا بوجھ کم نہ ہوا۔

''کیا یہ اب بہانے، بہانے سے انصر کو یاد کرتے ہوئے زندگی گزارے گی......؟''

''آئی...... ایم سوری سر...... وہ بس ایسے ہی میرے منہ سے نکل گیا تھا...... کوئی ایسی خاص بات بھی نہیں تھی......'' فری نے بھی مریم کی موجودگی کی وجہ سے قدرے شرمندگی کے انداز میں کہا۔

''کوئی بات نہیں مس فریشہ...... پلیز آپ ٹھیک سے لنچ کریں......'' داؤد علوی نے بڑی متانت سے قصہ کوتاہ کیا۔

مگر ماحول میں ایک محسوس ہونے والی اداسی سرگوشیاں کرتی چاروں اور سرگرداں تھی۔

☆☆☆

''جب داؤد علوی کی کوئی بات ہوتی ہے یہ اس طرح ری ایکٹ کرتی ہے۔ ٹرنکولائزر لے کر بارہ، بارہ گھنٹے سوتی رہتی ہے...... اب تم بتاؤ...... میں اس پر بھروسا کر سکتی ہوں......؟ چالیس سال سے ہمارا آفس سیٹ اپ اسکاٹ لینڈ میں ہے۔ پہلے میں ہر چھ ماہ بعد اسکاٹ لینڈ جاتی تھی...... جب سے انٹرنیٹ کی سہولت ملی ہے میرے لیے بہت آسانی ہو گئی ہے...... مگر اب اس آسانی کے ساتھ بھی کام سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔'' ثمینہ بولتے، بولتے ہانپنے لگیں...... اور گہری گہری سانس لینے لگیں۔

ماریہ خاموشی سے بس ان کی طرف تکتی جا رہی تھی۔ داؤد علوی کو وہ نہیں جانتی تھی نہ کبھی عرشلہ نے اس سے ذکر کیا تھا...... البتہ یہ اس کے علم میں تھا کہ عرشلہ کی شادی ہوئی تھی اور طلاق بھی...... معاشرے میں ایسا اکثر ہوتا چلا آرہا ہے یہ کوئی نئی، انوکھی، نرالی بات نہیں تھی جس پر حیرت کی انتہا ہوتی اور وہ خود سے عرشلہ کے ساتھ سوال جواب کرتی...... بقول شاعر......

Scanned with CamScanner

حادثہ تھا گزر گیا ہو گا
کس کے جانے کی بات کرتے ہو؟

''اسی لیے میں چاہتی ہوں کسی خاندانی اور کوالیفائڈ مرد سے اس کی شادی ہو جائے جو خود بھی ہماری کلاس سے میچ کرتا ہو...... دولت کمانا اور سنبھالنا جانتا ہو۔ داؤد علوی خاندانی تو تھا مگر ہماری کلاس کا نہیں تھا...... اس کا باپ ایک اٹھارہویں گریڈ کا سرکاری افسر تھا...... وہ ہینڈ ٹو ماؤتھ والے لوگ تھے۔ بس میری عقل پہ ہی پردہ پڑ گیا تھا۔ خوب صورت، ہینڈسم، ویل ایجوکیٹڈ تھا پھر عرشی سے زیادہ بڑا بھی نہیں تھا...... عرشی انیس سال کی تھی اور وہ چوبیس سال کا۔''

ثمینہ پھر رک گئیں...... ہاتھ میں پکڑی چھڑی پر دوسرا ہاتھ بھی رکھ لیا اور سر جھکا کر گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

''داؤد کی بہن بہت کلیور (ہوشیار) تھی اس نے کالج میں ایسے لڑکے کو پھنسایا جس کی فیملی یو ایس اے میں سیٹلڈ تھی...... وہ یہاں اپنے انکل کے ساتھ رہتا تھا...... انکل کی خدمت بلاوجہ نہیں ہو رہی تھی اس کے انکل کا ریئل اسٹیٹ کا بزنس تھا...... وہ ڈائیلسز پر تھے...... بیوی مر چکی تھی بیٹیاں شادی کے بعد کینیڈا میں سیٹلڈ تھیں...... اس کے باپ کی بھائی کی پراپرٹی پر نظر تھی اس لیے بیٹے کو چوکیدار بنا کر بھائی کے سر پر بٹھا دیا تھا۔''

ثمینہ بول رہی تھیں اور ماریہ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ داؤد علوی کی بہن کا ذکر خیر کیوں شروع ہو گیا...... مگر ثمینہ کو ٹوک کر سوال کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

''بہت چالاک لڑکی تھی...... مہر میں جائداد لکھوالی تھی...... اسی کی چالاکیوں کی وجہ سے داؤد علوی کی شادی عرشلہ سے ہوئی...... ورنہ ہم ان ننگے بھوکوں کو کہاں جانتے تھے......'' ثمینہ کے لہجے میں حقارت کا زہر اتر رہا تھا۔

ثمینہ کا تکبر اور تحقیر آمیز لہجہ ماریہ کو باور کرا رہا تھا کہ وہ خوب جان لے کہ اس کی خود کی ثمینہ کی نظر میں کیا حیثیت ہے...... جو اٹھارہ گریڈ کے افسر کو بھی غریبوں کی فہرست میں رکھتی ہے۔

ماریہ نے تصور ہی تصور میں اپنے کانوں کو چھو کر توبہ، توبہ کی۔

''اصل میں تو اسی لڑکی کی وجہ سے عرشی کی شادی خراب ہوئی...... اس کی پہلے دن سے ہماری دولت پر نظر تھی...... میاں تو اسے چھوڑ کر یو ایس اے بھاگ گیا تھا۔ ایک نمبر کی شاطر اور فسادن عورت......'' لعن طعن کرتے، کرتے ثمینہ نے اپنی ساری توانائی کھپا دی اور صوفے کی بیک سے پشت ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

ماریہ نے ترحم آمیز نظروں سے ثمینہ کی طرف دیکھا تھا جو اس وقت بھی بیش قیمت گاؤن میں ملبوس تھیں، کانوں میں ٹاپس تھے جن میں بڑے سائز کے ڈائمنڈ جڑے ہوئے تھے۔

ڈھلتی شام کی وجہ سے لاؤنج کی مدھم روشنیاں جل چکی تھیں جو ثمینہ کے ہیرے کے ٹاپس کی حقیقت اجاگر کر رہی تھیں۔

انسان دولت کے نشے میں مدہوش ہو کر یہاں آپہنچتا ہے اور اسے پتا بھی نہیں چلتا کہ ہیرے جواہرات سے دست برداری کا وقت سر پر آن پہنچا ہے۔

کم عمر ماریہ نے وہ سختیاں جھیلی تھیں کہ ہمیشہ کے لیے بیدار ہو گئی تھی اور دولت مند ترین خاندان میں دن رات گزارنے کے بعد زندگی کے سارے تجسس ہی ختم ہو گئے تھے۔

کم ہے تو کیا؟
بہت ہی زیادہ ہے تو کیا؟
کوئی مل گیا تو کیا؟
مل کر بچھڑ گیا تو کیا؟

Scanned with CamScanner

زندگی آرام سے گزری تو کیا؟
دل ہلا دینے والے حادثے کے بعد بھی بچ رہی تو کیا......؟

تاب لاتے ہی بنے گی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

بہت روئے تو کیا؟

digest library.com

بہت ہنسے تو کیا؟
بتدریج اپنے اختتام کی طرف بڑھتی زندگی......

سب نے بس وہی پل جیا جو کسی اچھی نیت کے ساتھ بسر ہوا...... خیر خواہی میں کام آیا۔ وگرنہ کھا پی کر سو کر تو جانور بھی وقت پورا کر کے چلے جاتے ہیں۔ ماریہ اب سفر سے واپس پلٹ آئی تھی جس میں منزل کا تجسس باقی نہیں رہتا...... اسی وجہ سے اب اسے بیش قیمت اشیا سے فرق پڑتا تھا نہ خالی ہو جانے کے خوف لاحق تھے۔

اس کے سامنے ایک ستر، بہتر سال کی بوڑھی عورت نڈھال حالت میں بیٹھی تھی جو اپنی بیماریوں کی وجہ سے سو سال کی بوڑھی عورت دکھائی دے رہی تھی۔ دولت محفوظ بنانے کی کشاکش میں جس کا اعصابی نظام تباہ ہو چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں میں لرزش رہنے لگی تھی۔

اس بوڑھی عورت نے ایک، ایک پل اپنی مرضی و پسند سے بسر کیا۔ لیکن آج پہلے سے زیادہ خوفزدہ زندگی جی رہی تھی۔ دولت ضائع ہو جانے کا خوف...... باپ کے باپ کی دولت، باپ کی دولت، شوہر کی، شوہر کے باپ کی دولت...... اور اکلوتی، نااہل، وارث......

دیکھا جائے تو انسان دوسروں کو متاثر کرنے کی کشاکش میں جینا چھوڑ دیتا ہے۔ ہمہ وقت خود کو دوسروں کی نظر سے دیکھتا ہے...... اور گود میں پڑی خوشیوں سے بے خبر رہتا ہے۔

جو پل موجود ہے وہی زندگی ہے...... جو گزر گیا واپس نہیں آتا جو امکان ہے وہ سراب ہے۔ کسی بھی لمبے سانس کی تار ٹوٹ جائے گی...... ماریہ نے ثمینہ کی تیز، تیز چلتی سانسوں پر نگاہ کی۔

ہیرے جواہرات، بیش قیمت ملبوسات، خوشبویات، فر کے کوٹ، سمور کی شالیں، اٹلی، فرانس کے جوتوں کے ڈھیر...... جائدادیں...... سب سے دست بردار ہونے کا وقت سر پر آ کھڑا ہوا...... مگر بند آنکھیں کھل کر نہیں دے رہیں۔

صرف جمع شدہ جوتوں کی مالیت کا حساب کیا جائے تو اتنی رقم بنتی تھی کہ کئی غریب گھرانوں کے لائق بچوں کی سالوں کی فیس ادا ہو سکتی تھی۔

مگر ہم انسان صرف محسوسات کے جہان کی سیر کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔

''میم...... آپ بیڈ پر ریسٹ کریں...... بیٹھے، بیٹھے تھک جائیں گی۔'' ماریہ ہڑبڑا کر خیالات کے عمیق سمندر سے باہر آئی۔

''نو...... مجھے اسی طرح بیٹھے رہنے دو...... لیٹ گئی تو سو جاؤں گی...... فلورا سے بات کیے بغیر میں بیڈ پر نہیں جاؤں گی...... آج مجھے فل اینڈ فائنل فیصلہ کرنا ہے کہ اس لڑکے کو......'' وہ رک گئیں۔

''کیا نام ہے اس کا؟'' انہوں نے خوابیدہ ذہن کے ساتھ یادداشت پر زور دیا۔

''واصف......'' ماریہ نے سہولت کاری کی۔

''اوہ...... یس...... واصف کو اپائنٹ منٹ ویٹ دینا ہے یا نہیں......''

''لیکن میم...... آپ کی تو وڈیو لنک پر فلورا میم سے میٹنگ ہو چکی ہے۔'' ماریہ قدرے تشویش میں مبتلا ہوئی۔

Scanned with CamScanner

''ہاں...... مگر وہ اتنی زیادہ مطمئن نہیں کہ میں اس لڑکے پر بھروسا کرنے لگوں...... بینکنگ معاملات تک تو وہ کام سمجھ گیا ہے مگر دوسرے معاملات ایسے ہیں کہ اسے بہت زیادہ پریکٹس کی ضرورت ہے جس میں یونس خان ایکسپرٹ ہے...... (تاحال وہ یونس خان کی وفات سے بے خبر تھیں۔) جب تک وہ کچھ وقت اسکاٹ لینڈ میں نہیں گزارے گا اور ہماری لیگل کمپنی کے ساتھ نہیں بیٹھے گا معاملات نہیں سنبھال سکتا...... اس کی ذرا سی غلطی سے ہم پر بھاری ٹیکس پڑ سکتے ہیں۔'' ثمینہ خود کلامی کے انداز میں کہہ رہی تھیں ماریہ کو کان لگا کر سننا پڑ رہا تھا۔

''تو میم آپ واصف صاحب کو اسکاٹ لینڈ بھیج دیں...... آخر یہ کام کسی کو تو کرنا ہی ہے...... ٹریول سے ''آئی کیو لیول'' بھی grow کرتا ہے...... سیکنڈ یہ کہ ان کی ٹریننگ ہونے کے بعد آپ اپنا آفس سیٹ اپ اپنے گھر میں بنا سکتی ہیں...... ماشاء اللہ اتنا بڑا گھر ہے، انیکسی کا فرسٹ فلور خالی پڑا ہے...... وہ کام میں آجائے گا اور آپ کو اور عرشلہ میم کو بہت سہولت رہے گی...... آپ خود بھی کچھ وقت آفس میں spend کر سکتی ہیں۔'' ماریہ کی بات سن کر ثمینہ نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''اچھا آئیڈیا ہے...... مگر واصف کو اسکاٹ لینڈ بھجوانے میں expenses (خرچہ) بہت ہوں گے...... ویزا، پاسپورٹ، ٹکٹ، stay (قیام) کھانا پینا...... میڈیکل۔''

ماریہ کا جی چاہا اپنے دونوں ہاتھ زور سے اپنے سر پر مارے۔

''یا الٰہی...... یہ بچت...... کس کی خدمت کر رہی ہے؟''

''اکیلا تو پھر بھی وہ کچھ نہیں سنبھال پائے گا...... جب تک میں یا عرشی اس کے ساتھ نہ ہوں......''

''تو آپ عرشلہ میم کو واصف کے ساتھ بھیج دیں......'' ماریہ کے منہ سے بلا ارادہ نکل گیا تھا۔

''عرشلہ میم بھی تھوڑا گھر سے باہر وقت گزاریں گی تو ان پر اچھا اثر پڑے گا۔''

''اسی لیے تو میں چاہتی ہوں کہ عامر کے ساتھ اس کی شادی ہو جائے...... وہ ہنی مون پر جائے گی تو کچھ وقت اسکاٹ لینڈ میں بھی گزار لے گی...... عامر یہ سب کام بہت اچھے سے سنبھال سکتا ہے۔'' ثمینہ نے کمزور آواز میں اپنے دل کی بات کی اور چھڑی پکڑ کر پھر آنکھیں موند لیں۔

''یہ زین تو ہماری خوشیوں کا دشمن بن چکا ہے...... اس گھر میں کینسر کی طرح جڑ پکڑ چکا ہے...... پلیز ماریہ، عرشلہ کو کنونس کرو...... یا اس لڑکے کو بولو...... یہ یہاں سے چلا جائے۔'' ثمینہ غصے کی شدت میں بے ترتیب ہو گئیں اور ہاتھوں کی لرزش میں اضافہ ہو گیا۔

''آخر عامر کتنا ویٹ کرے گا...... وہ تو ٹوٹو کی وجہ سے میرے ساتھ انگیجڈ ہے ورنہ اسے بہترین لائف پارٹنر مل سکتا ہے...... وہ کیوں ہمارا ویٹ کرے......؟'' وہ بڑبڑائیں۔

''زین واقعی عرشلہ میم کی خوشیوں میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے...... مگر میں اسے گھر سے جانے کا کیسے کہہ سکتی ہوں میم......؟'' ماریہ نے اتفاق کیا۔

"are you agree with me"؟ اپنی تائید میں ماریہ کے الفاظ سن کر ثمینہ کی پوری آنکھیں کھل گئیں۔ مگر ماریہ خاموش رہی...... اسے گمان ہوا کہ وہ اپنی حدود کراس کر رہی ہے۔

☆☆☆

''ماما...... آپ کو یہ ریسیو ہی نہیں کرنا چاہیے تھا...... میں کیا کروں گی اس کا کس کو پہن کر دکھانا ہے۔''

سارہ نے وصول ہونے والا ڈائمنڈ سیٹ فری کے سامنے کیا تو فری نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا...... بلکہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسا کر ہاتھ گود میں رکھ لیے۔

Scanned with CamScanner

سارہ کا دل کسی نے گویا مٹھی میں لے کر زور سے دبایا۔

''اظفر نے کافی دن پہلے مجھے کہا تھا کہ یہ کمپنی کی طرف سے ڈائریکٹ آپ کے پاس پہنچے گا...... انفر اس کی پوری پے منٹ کر چکا ہے۔'' بولتے، بولتے سارہ کی آواز گلوگیر ہوگئی...... آنسو حلق میں گرنے لگے۔ ماں کی آنسو بھری آواز نے گویا فری کے زخموں کے ٹانکے اُدھیڑ دیے تھے اس نے سارہ کو اپنے بازو کے گھیرے میں لے کر کندھے سے سر لگا دیا...... اور بلک، بلک کر رونے لگی۔

''ماما انفر بہت اچھے تھے...... اتنے اچھے، اتنے اچھے کہ میں اتنا اچھا پارٹنر ڈیزرو ہی نہیں کرتی تھی...... اللہ میاں نے کہا یہ لڑکی اس کے قابل ہی نہیں ہے...... اس لیے اللہ میاں نے انہیں اپنے پاس بلا لیا...... اور شاید میں پاپا جیسا فادر بھی ڈیزرو نہیں کرتی تھی...... اس لیے سب اچھے لوگ مجھ سے دور ہو گئے......'' وہ ہچکیاں لے، لے کر کہہ رہی تھی اور سارہ غم کی انتھاہ میں اترتی چلی جا رہی تھیں۔

وہ حادثہ جو انسان کی ہستی جھنجوڑ کر رکھ دے اسے سب سے کاٹ کر اپنی ذات کا جائزہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے...... الزام تراشیوں کے سلسلے منقطع ہو جاتے ہیں۔ انسان ہر نقصان کی ذمے داری قبول کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ آگہی کا یہ اچانک کھلنے والا دروازہ انسان کو خوابوں کی دنیا سے نکال کر حقیقت کی پتھریلی چٹانوں پر پٹخ دیتا ہے۔

اسی لیے اللہ نے قیامت کے دن کی منظر کشی کرتے ہوئے بتایا ہے۔'' وہ دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔''

یعنی شعوری منزلیں پلک جھپکتے میں طے ہو جائیں گی۔ بڑی قیامت سے پہلے چھوٹی، چھوٹی قیامتیں شعور کا سفر طے کرانے کے لیے برپا ہوتی رہیں گی۔

digest library.com

سارہ کو یقین نہیں آ رہا تھا...... مہنگی چیزوں کے لیے حد درجہ ضد کرنے والی فری ڈائمنڈ کا بیش قیمت جیولری سیٹ سامنے رکھ کر خود کو کمتر گردان رہی ہے اور اتنی قیمتی چیز اس وقت اس کے سامنے مٹی برابر ہے۔

''بس کرو بیٹا...... تمہاری یہ بات ٹھیک ہے کہ جانے والے دونوں انسان ہمارے لیے اللہ کا بہترین تحفہ تھے...... مگر اب وہ واپس نہیں آئیں گے...... اب جو آگے وقت آ رہا ہے بس یہی دعا کرنی چاہیے کہ اللہ ہمیں مزید نہ آزمائے، ہم پر رحم کر دے ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ ہم پر نہ ڈالے...... آمین......'' یہ کہہ کر انہوں نے فری کے سر پر محبت بھرا بوسہ ثبت کیا۔

'' تمہارے دو پیپرز رہتے ہیں...... اب کالج جانے کا تو تمہارا موڈ نہیں بن رہا۔ پرائیویٹ اپلائی کر کے فیس جمع کرا دو...... اس سال کے اینڈ تک اسے نمٹا دو بیٹا تاکہ اگلے سال یونیورسٹی میں تمہارا ایڈمشن ہو جائے اور تم اپنے پاپا کا خواب حقیقت میں بدل دو...... وہ تمہارا شاندار کیریئر چاہتے تھے کہتے تھے کہ میں چاہتا ہوں میری بیٹی بہترین... کی پوسٹ (key post) پر نظر آئے تاکہ اس کے ساتھ رہنے والے اس پر خرچ کر کے احسان نہ جتائیں اس لیے کہ انحصار نہ کرنے والی عورت میں بہت اعتماد ہوتا ہے وہ بہت پریکٹیکل ہوتی ہے۔''

سارہ نے فری کو اپنے ساتھ لگا کر زور سے دبایا...... کہ اب اس کی کُل پونجی ہی اس کی ماما تھیں اس لیے لازم تھا کہ وہ ہر پل ماں کی موجودگی کو محسوس کرتی رہے، تنہائی کا عفریت اسے بے عمل نہ بنا دے۔

''ماما...... اسے کسی غریب لڑکی کو گفٹ کر دیں...... مجھے اب اس کا کیا کرنا ہے۔'' فری اٹھ کر جانے لگی مگر جیولری پر نظر پڑتے ہی رک گئی۔ اس نے ابھی تک جیولری کو چھوا بھی نہیں تھا۔

''یہ بہت مہنگا ہے اس سے سیل کر کے تو ایک بے سہارا بچی کی پوری شادی ہو سکتی ہے۔'' سارہ نے ڈبا بند کرتے ہوئے جواب دیا۔

''تو پھر کسی غریب لڑکی کی شادی کرا دیں...... انفر کو ثواب ملے گا۔'' یہ کہہ کر فری آگے بڑھ گئی تھی۔

Scanned with CamScanner

''شادی کرتے نہیں ہیں...... شادی ہوتی ہے...... اب اللہ ہی جانے اس کا کیا مصرف ہے......'' سارہ بیگ واپس پیک کرتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ دوپٹے سے نم آنکھیں بھی پونچھ رہی تھیں۔

☆☆☆

''ارے یہ تمہاری دوست فری تو شادی کے بعد غائب ہی ہو گئی۔'' عرشلہ ایک پیکٹ ہاتھ میں لیے زین کے کمرے میں آئی تھیں...... زین نے کوئی کتاب آن لائن منگائی تھی۔ وہ لاؤنج میں کل شام سے پڑی ہوئی تھی اسی بنا پر عرشلہ کو تشویش ہوئی تھی کہ کیا زین کل سے گراؤنڈ فلور پر ہی نہیں آیا۔

زین لیپ ٹاپ پر ورکنگ کر رہا تھا...... اس کی نظر پہلے عرشلہ کے ہاتھ پر پڑی جس میں کتاب تھی۔ "on line" کی مخصوص پیکنگ تھی۔

''شادی نہیں ہوئی مام...... صرف نکاح ہوا ہے...... اور یہ آپ کیا لائی ہیں؟'' اس نے وضاحت کے ساتھ عرشلہ کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے استفسار بھی کیا۔ جیسے بہت عجلت میں ہو...... اور عرشلہ کی آمد سے بوجھ پڑا ہو۔

''آرڈر کر کے بھول جاتے ہو...... کل شام سے لاؤنج میں پڑی ہے، تم نے دیکھا نہیں؟'' عرشلہ بیڈ کے کنارے پر ٹک گئیں اور تعجب سے دیکھنے لگیں۔

''اچھا...... یہ میری بک آئی ہے...... میں سمجھا تھا شاید آپ نے کوئی آرڈر کیا تھا۔'' زین نے جلدی سے عرشلہ کے ہاتھ سے پیکٹ لیا...... اور پیکنگ کھولنے لگا۔

''ہاں تو میں تم سے فری کا پوچھ رہی تھی...... اتنی اچھی companion (ساتھی) تھی...... تم اس کے ساتھ بہت اچھا ٹائم گزارتے تھے...... مجھے بھی وہ بہت اچھی لگتی ہے...... مگر وہ تو جیسے ایک دم غائب ہی ہو گئی...... اب وہ تمہارے کانٹیکٹ میں نہیں ہے......؟'' عرشلہ نے بیڈ پر بکھرے کارڈز پر نظر دوڑاتے ہوئے پوچھا تھا۔

فری کا خیال آنے کی وجہ بھی یہی بکھرے ہوئے کارڈز تھے کیونکہ زین اکثر یہی جملے بولتا تھا۔

''مام فری کے گھر جا رہا ہوں...... کارڈز کھیلیں گے۔'' یا کبھی کبھار فری کو انوائٹ کر لیتا تھا کہ ''مام فری آ رہی ہے کارڈز کھیلیں گے۔''

''اس کے فادر کی ڈیتھ ہو گئی ہے مام......'' زین نے سپاٹ لہجے میں نمٹانے والے انداز میں مختصر جواب دیا۔

"oh my God" عرشلہ نے بے اختیار اپنے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

''very shocking news تم نے مجھے بتایا تک نہیں......'' عرشلہ واقعی صدمے میں آ گئی تھیں اور پلکیں جھپکانا ہی بھول گئی تھیں۔

''ہمارے اپنے گھر میں بہت اشوز چل رہے تھے، میں کالج بھی نہیں جا رہا تھا۔ فیلوز نے بتایا تو میں نے کانٹیکٹ کیا مگر نہ کال اٹینڈ ہوئی نہ ہی میسج سین ہوا...... لگتا ہے اس نے نمبر چینج کر لیا ہے۔ کسی سے بھی کانٹیکٹ میں نہیں ہے...... کالج بھی نہیں آ رہی۔ complete silent۔'' آخری الفاظ کہہ کر اس نے اپنا سیل فون اٹھا کر خود کو مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے عرشلہ کی موجودگی سے دماغ کو بوجھ ہو رہا ہو...... اور چاہتا ہو کہ وہ کمرے سے چلی جائیں۔

''ہمیں اس کے گھر condolence (تعزیت) کے لیے جانا چاہیے May Allah's mercy be upon her loved one'' (اللہ اس کے پیارے پر رحم فرمائے)

عرشلہ کی نظروں کے سامنے ہنستی مسکراتی فری کا چہرہ جھلکیاں مار رہا تھا۔ اور پھر اتنی جذباتی دوستی اور اتنے بڑے سانحے پر زین کی لاتعلقی...... صدمے اور حیرانی کی ملی جلی کیفیات تھیں۔

Scanned with CamScanner

''مام...... سب فیلوز try best کر چکے ہیں...... وہ کسی کے بھی کانٹیکٹ میں نہیں ہے۔ ہم خود سے جا کر کھڑے ہو جائیں...... پتا چلا اس کا اسٹوپڈ سا کزن سامنے کھڑا ہے...... وہ ڈفر بڑے آرام سے کسی کی بھی انسلٹ کر سکتا ہے۔ میں فری سے کانٹیکٹ کیے بغیر بھی آپ کو اس کے گھر نہیں لے جا سکتا......'' زین کا انداز اکھڑا اور جان چھڑانے والا تھا۔

''اس کا کزن......؟ تم نے تو مجھ سے کبھی شیئر نہیں کیا......؟'' عرشلہ کو نئی نویلی حیرانی نے آ لیا۔

''اس ڈفر کی پروفائل آپ سے شیئر کرتا...... ویسٹ آف ٹائم...... ویسٹ آف کیلوریز......'' زین نے جھلا کر، چڑ کر جواب دیا تھا۔

digest library.com

عرشلہ نے اب مکمل توجہ سے اس کی بیزاری کی ملاحظہ کی اور گہری سانس لی۔

''اوکے...... لیکن مجھے بہت افسوس ہوا...... میں تو یہ سمجھتی رہی کہ تم اس کے ساتھ ایموشنلی اٹیچڈ ہو۔'' وہ اب کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔ زین کے ہونٹوں پر تلخ، طنزیہ اور پُراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

☆☆☆

''میم...... مجھے تو معاملہ زگ زیگ ہی لگ رہا ہے......'' ماریہ خاصی فکر مند نظر آ رہی تھی۔ عرشلہ جیسے ہی زین کے کمرے سے نکل کر نیچے لاؤنج میں آئیں تو ماریہ کو فکر مند انداز میں ٹہلتا ہوا پایا...... حقیقی معنوں میں عرشلہ کا دل دھک سے رہ گیا تھا کہ اب کون سی بری خبر ان کی منتظر ہے۔

''خیریت......؟ ممی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......'' وہ تیز، تیز چلتی ماریہ کے بالکل مقابل آ کر کھڑی ہو گئیں اور غور سے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کرنے لگیں۔

''میم...... ثمینہ میم، واصف سے مطمئن نہیں ہیں...... شاید وہ اس کی ایج کم ہونے کی وجہ سے ڈبل مائنڈڈ ہیں......'' ماریہ نے تذبذب کے انداز میں اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے کہا۔

''تم سے کچھ کہہ رہی تھیں......؟'' عرشلہ بدحواس نظر آنے لگیں۔

''جی...... ان کا خیال ہے وہ un experienced (ناتجربہ کار) ہے کہیں کوئی بڑا نقصان نہ ہو جائے......'' ماریہ نے سر جھکا کر جواب دیا۔

''اُفوہ...... ممی کوئی نقصان کروا کر ہی رہیں گی...... ہر وقت نقصان کے خوف میں مبتلا رہیں گی تو پھر تو نقصان ہو سکتا ہے......'' عرشلہ نے جھلا کر کہا۔

''اب کسی اور پلانٹ (سیارے) سے ورکر آئے...... یا جاپان سے روبوٹ ہائر کریں...... یونس انکل کے بعد وہ کسی کے ساتھ بھی...... کمفرٹیبل نہیں ہوں گی...... میں لکھ کر دیتی ہوں...... after all she is my mother,I understand her psychology very well'' (آخر وہ میری ماں ہیں میں ان کی نفسیات سمجھتی ہوں اچھی طرح سے) عرشلہ نے کہا۔

''بس تم سن کر سائڈ ہو جایا کرو...... کام تو واصف ہی کرے گا...... ممی جو مرضی بولیں......'' عرشلہ نے اتنے فیصلہ کُن اور پُراعتماد انداز میں کہا کہ ماریہ حیرت زدہ رہ گئی۔

ہر معاملے میں تذبذب کا شکار رہنے والی عرشلہ کا یہ نرالا روپ تھا۔

"good change" ماریہ نے بے ساختگی سے سراہا تھا۔

''میم...... یہ کانفیڈنس لیول چاہیے...... اس بزنس ایمپائر کو سنبھالنے کے لیے لیکن...... یہ چینج...... اچانک کیا ہوا میم......؟'' ماریہ خوشگوار حیرت میں مبتلا سوال کر رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

''واصف کی وجہ سے..... اس نے مجھے motivate (کچھ کرنے کا جذبہ) کیا ہے یار..... اس کے پاس صرف ڈگری ہے..... پرانی کار تک نہیں ہے۔ مگر اس کا کانفیڈنس لیول دیکھو جیسے یونیورس خرید نے گھر سے نکلتا ہے۔'' عرشلہ کے الفاظ و انداز اتنے برجستہ و بے ساختہ تھے کہ ماریہ اپنی ہنسی نہ روک سکی مگر ہنسی روکنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

''اب میں ممی کو کنونس کر کے ہی دم لوں گی..... ویسے بھی پہلے دن سے ہی میں واصف کی وجہ سے بہت کمفرٹ ایبل فیل کر رہی ہوں..... کیا یہ بات کافی نہیں کہ وہ چیلنجز سے نہیں گھبراتا ایسے لوگ ضرور کچھ کر کے دکھاتے ہیں..... اب میں اسے یہاں بلا کر ممی کی باتیں نہیں سناؤں گی بلکہ خود اس سے ملنے اس کے گھر جاؤں گی..... اس کی مدر سے بھی ملوں گی..... واصف سے کہوں گی کہ وہ مجھے کافی بنا کر پلائے.....'' عرشلہ پُر جوش نظر آرہی تھیں..... متذبذب، افسردہ، الجھی ہوئی عرشلہ اس وقت نئے روپ میں نظر آرہی تھیں..... ماریہ کے لیے یہ وقت بہت خوشگوار ہو چلا تھا..... اسے اس وقت عرشلہ کو سمجھانے بجھانے کے لیے الفاظ خرچ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

''تو کیا آج ہی جائیں گی.....؟ ثمینہ میم کو کیا بتا کر جائیں گی.....؟'' ماریہ نے اب قدرے فکرمندی سے سوال کیا تھا۔

''تم ہو ناں ممی کے پاس..... ممی جب روم میں ہوں گی..... میں چپکے سے چلی جاؤں گی..... پھر تم ممی کو سنبھالنا..... کہہ دینا..... ڈپریشن بہت تھا ٹیبلیٹ لے کر سو رہی ہوں..... وغیرہ، وغیرہ.....'' یہ کہہ کر عرشلہ نے کھنکھناتا ہوا چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔

ماریہ کے اپنے وجود میں بجلیاں دوڑنے لگیں..... وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔

یہ حقیقت ہے کہ افسردہ، اداس، مایوس لوگوں کی رفاقت بہت بوجھل ہوتی ہے..... انسان کم کام کرتا ہے مگر تھک جلدی جاتا ہے۔

''اچھا تم زویا کو فون کر کے بلا لو.....'' عرشلہ نے اپنی بیوٹیشن کو بلانے کا کہا جو عرشلہ کو گھر پر ہی سرو کرتی تھی، ہفتے میں دو مرتبہ مساج کے لیے آتی تھی..... عرشلہ کو کہیں جانے کے لیے خصوصی طور پر تیار ہونا ہوتا تھا تو وہ اپنے لوازمات کے ساتھ حاضر ہو جاتی تھی..... وہ بھی اس گھر کی تنخواہ دار تھی..... مہینے میں کام کم ہو یا زیادہ اسے طے شدہ تنخواہ وقت پر ملتی تھی۔ ثمینہ کی ہیئر کٹنگ، فیشل، پیڈی کیور، مینی کیور وغیرہ وہی کرتی تھی۔ ماریہ نے سامنے ٹیبل پر پڑا اپنا سیل فون اٹھا کر زویا کا نمبر ملانا شروع کر دیا تھا۔

☆☆☆

بہت جاذب اور مشامِ جان کو معطر کرنے والی ائیر فریشنر کی خوشبو ماحول میں رچی ہوئی تھی۔ (ہر گھنٹے بعد ڈسٹنگ کرنے والا لڑکا ڈسٹنگ کے بعد ائیر فریشنر کا اسپرے لازمی کرتا تھا۔)

فری، مریم کا انتظار کر رہی تھی اس کا ٹائم آف ہو چکا تھا مگر مریم کانفرنس روم سے باہر آ کر نہیں دے رہی تھی فری کرسی کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی کافی لوگ آفس سے جا چکے تھے اِکا دُکا اپنے کیبن میں بیٹھے نظر آرہے تھے۔ فری کے خیالات بھٹکنے لگے..... انھر کا بیش قیمت گفٹ جسے اس نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا..... سیٹ کے ساتھ جو رسیدیں کارڈ وغیرہ پیکنگ میں رکھے ہوئے تھے سارہ نے لاشعوری طور پر بڑبڑاہٹ کے انداز میں سیٹ کی ڈالرز میں قیمت بتائی تھی..... جو پاکستانی کرنسی میں لاکھوں بنتے تھے۔

اتنا چاہا کہ اپنا تن من دھن نچھاور کر رہا تھا۔ ایک، ایک لمحہ آنکھوں کے سامنے فلم کی طرح چلنے لگا۔ بات چیت کے دوران جب اس نے اس کی پہنی ہوئی شرٹ کے بارے میں پوچھا تھا کہ کیا ''یہ زارا ز'' کی ہے تو اس نے سادگی سے کہا تھا۔

Scanned with CamScanner

''میں ''برانڈ کانشس'' نہیں ہوں...... کچھ اچھا لگتا ہے تو خرید لیتا ہوں نہ برانڈ چیک کرتا ہوں نہ پرائس......''

کتنی سیدھی، سیدھی بات کرتا تھا۔ جھوٹ، مبالغہ، شیخی، تکبر سے پاک اس کی شخصیت کتنی صاف اور نکھری ہوئی تھی۔ کتنا معصوم تھا جیسے باغ میں تتلیوں کے پیچھے بھاگتا ہوا معصوم بچہ......

''انفر، اللہ نے تمہیں مجھ سے بچانے کے لیے اپنے پاس بلا لیا...... تم رانگ نمبر ڈائل کر رہے تھے۔ میں بہت بری ہوں...... پاپا کو اسٹریس دیتی تھی، ماما سے لڑتی تھی، انفر...... تم بہت لکی ہو، تمہاری جان چھوٹ گئی مجھ سے...... میں کہاں جاؤں......؟ مجھے ہر وقت رونے کے لیے بہت ساری انرجی چاہیے۔ ماما، ماما...... میں پاگل ہو گئی ہوں...... ماما...... ماما......''

فری نے جیسے مکمل کنٹرول کھو دیا تھا۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی بری طرح چلا رہی تھی۔ صفائی کرنے والا اسٹاف پہلے نمودار ہوا کیونکہ بند کیبن میں یہ چیخ و پکار اپنی اصل توانائی میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔

اسٹاف نے بند دروازے دھڑ دھڑا دیے۔

چند منٹوں میں تینوں فلورز پر موجود لوگ فری کے اردگرد گھیرا ڈال چکے تھے۔ کانفرنس روم میں موجود لوگ جن میں مریم شامل تھی بعد میں نیچے آئے۔ داؤد علوی، مریم کو کراس کر کے برق رفتاری سے فری کے قریب پہنچے تھے۔ مریم کی حالت تو ویسے ہی غیر ہو رہی تھی...... حیرت، دکھ، شرمندگی کے ملے جلے تاثرات نے اسے الجھا دیا تھا۔

فری اب اپنے بال بھی نوچ رہی تھی، اس کی آواز پھٹ رہی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا ایک جن نہیں جنات کی پوری جماعت اس پر غالب آ چکی ہے۔

''پلیز...... آپ لوگ اپنی، اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں......'' داؤد علوی نے اسٹاف کے لوگوں کو نرم

digest library.com

انداز میں حکمیہ کہا۔

فری پر ''بھیڑ'' لگنے سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس کی آواز بری طرح پھٹ رہی تھی مگر وہ پورا زور لگا کر چلانے کی کوشش کر رہی تھی جیسے حلق میں پھنسی کوئی گٹھلی نکال پھینکنا چاہ رہی ہو۔

داؤد علوی کے حکم کے بعد سب وہاں سے چلے گئے یا سوائے مریم کے جو فری کو بازوؤں میں سمیٹنے کی کوشش کرتے ہوئے مارے شرمندگی اور دکھ کے خود بھی رونے لگی تھی۔ آنسو تواتر سے رخساروں پر گر رہے تھے۔

''سوری...... سو...... سوری سر...... میں اسے گھر لے جاتی ہوں......'' مریم کی شرمندگی سے بری حالت ہو رہی تھی۔

''کمال کرتی ہیں مسز خان...... یہ گھر لے جانے والی پوزیشن ہے...... انہیں اسپتال لے جانے کی ضرورت ہے۔ ایک سائیکالوجسٹ میرے سرکل میں ہیں، میں ان سے بات کرتا ہوں...... ان کا اپنا اسپتال ہے...... بہت اچھا کام ہو رہا ہے وہاں...... میں کانٹیکٹ کرتا ہوں...... آپ دونوں میری گاڑی میں بیٹھیں...... میں دو منٹ میں آتا ہوں......'' یہ کہہ کر داؤد علوی لفٹ کے بجائے زینے سے اوپر جانے لگے...... فری اب نیم بے ہوش حالت میں مریم کے بازوؤں میں آ رہی تھی۔ مریم کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا...... بے بسی سے فری کی طرف دیکھ رہی تھی۔

☆☆☆

شمسہ حق دق کھڑی عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''آپ واصف کی مدر ہیں ناں......؟'' عرشلہ پیرٹ گرین اور سی گرین کی آمیزش کے کلیوں والے کرتے اور تنگ پاجامے میں ملبوس تھیں، سی گرین بڑا سا شیفون کا دوپٹا بائیں کاندھے پر تھا جتنا آگے لٹک رہا تھا اتنا ہی پیچھے...... پاؤں میں بغیر ہیل کے نازک سی سوفٹی، ہاتھ میں میچنگ کلچ، سب سے بڑھ کر گلے میں پڑی جگر جگر کرتی چین تو اتنی منفرد تھی کہ شمسہ نے کبھی تصور میں بھی نہیں دیکھی تھی...... نازک سی گولڈ کی چین جس کے نازک سے چھلوں

Scanned with CamScanner

کے درمیان ڈائمنڈ کی کنیاں جڑی تھیں...... جن سے پھوٹتی شعاعوں کا نظارہ ہی بڑا نظر نواز تھا۔
سب سے بڑھ کر عرشلہ کے وجود سے اٹھتی خوشبو نے 1800 اسکوائرفٹ کے اپارٹمنٹ کو اپنے مکمل حصار میں لے لیا تھا۔ ایک طرح سے تو شمسہ کے اوسان ہی خطا ہو رہے تھے۔ خوب صورتی اپنی جگہ مگر عرشلہ کے صاف دل کا عکس جوان کے چہرے پر ایسی جاذبیت دیتا تھا کہ جس کی نظر پڑے چند ثانیے مبہوت ہی کھڑا رہ جائے۔
شمسہ نے فوراً خود پر قابو پا کر عرشلہ کو اندر آنے کی راہ دی۔
''وہ...... بہت معذرت چاہوں گی...... اصل میں واصف نے صرف ایک مرتبہ ہی آپ کا نام لے کر ذکر کیا تھا...... اس لیے فوراً آپ کو نہیں پہچان پائی۔'' شمسہ، عرشلہ کو ڈرائنگ روم کی طرف لے کر بڑھ رہی تھیں...... عرشلہ ان سے ایک قدم پیچھے تھیں۔
''صرف ایک بار اس نے میرا نام لیا......؟ کمال ہے...... وہ تو ہمارے پاس جاب کر رہا ہے...... اس نے کمپلیٹ انٹروڈکشن نہیں کرایا...... میری لائف میں چھوٹا بڑا کچھ بھی ہوتا ہے، میں تو اپنی ممی سے ضرور شیئر کرتی ہوں...... اگر شیئر نہ کروں تو مجھے نیند ہی نہیں آئے۔'' عرشلہ نے سادگی سے کہہ کر بڑی حسین ادا سے شمسہ کی طرف دیکھا۔
شمسہ نے اشارے سے بیٹھنے کے لیے کہا...... عرشلہ کی بے ساختگی نے ماحول خود بخود بے تکلف اور ہم آہنگ بنا دیا تھا۔
شمسہ کے حواس بحال ہو چکے تھے اب وہ بہت دلچسپی سے عرشلہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔
عرشلہ کے وجود پر نظر آنے والی ایک، ایک شے سے امارت کا تاثر واضح تھا۔ خاص طور پر گلے میں پڑی چھوٹے سائز کی چین اور کانوں کے ٹاپس...... مصنوعی زیورات میں اصلی زرقون بھی پڑے ہوں تو ہیرے کی شعاعیں پیدا نہیں کرتے ٹاپس سے جو کرنیں پھوٹ رہی تھیں ان میں باقاعدہ رنگ بھی جھلک پڑتے تھے کرنوں میں اتنی توانائی تھی گویا کسی ماہر کا نشانہ اپنے ہدف تک پہنچے...... ایسی چمکتی دمکتی خوشبودار، وضع دار خاتون...... کہ شمسہ پہلی بار خود کو کسی ان دیکھی توانائی کے سامنے بے بس محسوس کر رہی تھیں۔
''آپ کیا لینا پسند کریں گی میم......'' شمسہ نے آداب میزبانی نبھائے۔ ''چائے، کافی، فریش جوس......؟''
''کیا واصف گھر پر نہیں ہے؟'' عرشلہ نے قدرے پریشان ہو کر نظریں دوڑائیں۔ شمسہ کے تکلفات تو یہی ظاہر کر رہے تھے کہ خاطر تواضع واصف کے بغیر ہوگی۔
''جی...... وہ تو ٹیوشن کے لیے جا چکا ہے...... رات گیارہ بجے تک ہی واپس آئے گا۔'' شمسہ نے مطلع کیا۔
''اوہ...... نو...... مائی گاڈ...... میری طرف سے تو یہ...... آج اس کے لیے سرپرائز تھا......'' عرشلہ تو گویا صوفے پر مٹی کی طرح ڈھیر ہو گئیں...... جتنی پُرجوش، توانائی سے بھرپور محسوس ہو رہی تھیں اب...... بھیگے کاغذ کے مصداق نظر آ رہی تھیں۔
''تو کیا واصف نے آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ہوم ٹیوشن دیتا ہے؟ تین گھر ہیں...... ہر گھر میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹا دیتا ہے، رات کو بہت لیٹ آتا ہے......'' شمسہ یوں گویا ہوئیں جیسے ان سے کوئی جرم سرزد ہوا ہو۔
''good God شاید ماریہ کو بتایا ہو...... یا شاید مجھ سے بھی ذکر کیا ہو...... مگر میں بھول جاتی ہوں...... honestly میں آپ کو بتاؤں...... میں نے بہت دنوں تک ٹرنکولائزر یوز کی ہے ناں...... تو میری میموری پر اس کا بہت نیگیٹو اثر ہوا ہے سو سوری...... میں نے تو آپ کو خواہ مخواہ ڈسٹرب کیا......'' اب عرشلہ کو احساس ہونے لگا کہ اس نے خواہ مخواہ سکون سے اپنے گھر میں بیٹھی خاتون کو کام سے روکا۔
''ارے نہیں...... آپ نے مجھے بالکل بھی ڈسٹرب نہیں کیا...... بلکہ مجھے تو آپ سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی...... شکر اللہ پاک کا وہ ہمیں اچھے لوگوں سے ملا دیتا ہے...... واصف جن گھروں میں ٹیوشن دینے جاتا ہے، ان کی بھی بہت تعریف کرتا ہے...... کہ بہت عزت دیتے ہیں۔'' شمسہ بڑی سادگی سے بات کر رہی تھیں...... سادگی میں ویسے

Scanned with CamScanner

ہی قدرت نے بہت طاقت اور کشش رکھی ہے...... دل خود بخود جھکنے لگتے ہیں، عرشلہ بہت غور سے شمسہ کی طرف دیکھ رہی تھیں...... شمسہ چہرے سے بڑی عمر کی عورت کا تاثر نہیں دیتی تھیں۔ رنگ صاف اور جلد شکنوں سے پاک اور چمکدار تھی۔ مگر بالوں کی سفیدی جو مختلف حصوں سے جھلکتی تھی ظاہر کرتی تھی کہ جوانی کی بہاریں رخصت ہوا چاہتی ہیں......''

جب سے بالوں میں سفیدی اترنا شروع ہوئی تھی انہوں نے کبھی بال نہیں رنگے نہ ہی مہندی لگائی...... چوٹی بنا کر اس کا جوڑا بنا لیتی تھیں ہر موسم کا یہی 'ہیئر اسٹائل'' تھا۔

ایک ''عظیم من مانی'' کے بعد آئینے میں خود کو غور سے دیکھنا ہی چھوڑ دیا۔

''میم...... کیا پیش کروں...... اگر آپ تکلف کریں گی تو میں اپنی مرضی سے کچھ لے آؤں گی......'' شمسہ کچن جانے کے ارادے سے اٹھنے لگیں۔

''واصف کے گھر میں، میں بھی تکلف نہیں کروں گی...... میرا نام عرشلہ ہے می مجھے عرشی کہتی ہیں آپ جو مرضی بولیں...... بس میم نہ بولیں...... میں کمفرٹ ایبل رہوں گی......'' عرشلہ نے اپنے فطری انداز میں کہا اور فوراً کھڑی ہو گئیں۔

''میں پھر آ جاؤں گی...... واصف کی موجودگی میں اچھی سی کافی بھی پیوں گی......'' عرشلہ نے بہت اپنائیت سے شمسہ کے شانے پر اپنا نازک سا ہاتھ رکھ دیا۔

''نہیں، نہیں پلیز آپ تشریف رکھیں...... پہلی مرتبہ آپ گھر آئی ہیں...... اچھا نہیں لگتا......'' شمسہ نے خاصے شرمندہ انداز میں اصرار کیا۔

''میں humiliated نہیں ہوں...... بس آپ کا ٹائم ضائع کرنے منہ اٹھا کر آ گئی۔'' پھر رک کر دھیرے سے ہنسیں۔

''ویسے میری اردو بہت خراب ہے...... مگر میری ممی کو تین زبانوں پر کمانڈ حاصل ہے۔ اردو، انگلش اور پرشین (فارسی) یہ منہ اٹھا کر، آنا جانا میں نے ممی سے ہی سنا ہے۔ وہ تو اپنی فرینڈز کا بھی بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتیں...... اس حساب سے تو میں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے ناں......'' عرشلہ نے بے ساختگی کے انداز میں شمسہ کو گلے سے لگا کر الوداعی بوسہ دیا اور تیزی سے باہر نکل گئیں۔

شمسہ تو اتنی پھرتی و ہماہمی کا مقابلہ ہی نہ کر سکیں بس دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں۔

آئے بھی لوگ بیٹھے بھی اٹھ بھی کھڑے ہوئے
میں جا ہی ڈھونڈتا تری محفل میں رہ گیا

☆☆☆

ایک تو سارہ عدت کے آخری دنوں سے گزر رہی تھیں، دوسرے عظیم صدمات سے ابھی تک سنبھل نہیں پائی تھیں اولاد کی خاطر خود کو سنبھالنے کی کوشش ضرور کرتی تھیں۔ صبر کے اجر سے حوصلہ پکڑتی تھیں۔

مگر مریم کا بہن ہونے کے ناتے گمان غالب تھا کہ وہ اس وقت فری کی موجودہ حالت دیکھ کر گر جائیں گی...... لے دے کر کل پونجی ہی یہ اولاد ہے...... اس لیے مریم نے فری کو میڈیکل سینٹر لے جانے اور... ایمرجنسی ٹریٹ منٹ دینے کے بارے میں کوئی اطلاع دینے کے بجائے صرف اتنا کہہ دیا کہ آج وہ اور فری لیٹ ہو جائیں گی...... زیادہ دیر ہونے کی صورت میں وہ فری کو اپنے گھر ہی لے جائے گی۔

سارہ کے لیے یہ کوئی نرالی خبر نہیں تھی...... ورکنگ وومن کو ایسے مسئلے پیش آ سکتے ہیں۔

لیکن رات کے سائے گہرے ہوتے ہی فری شدت سے یاد آنے لگی...... جی چاہا اس سے کچھ دیر باتیں ہی کر لیں اس طرح یہ بھی پتا چل جائے گا کہ مصروفیات کی نوعیت کیا تھی۔

انہوں نے فری کا نمبر ملایا...... پہلی رنگ پر کال اٹینڈ ہو گئی مگر فری کے بجائے مریم کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''السلام علیکم آپا......!''

Scanned with CamScanner

پہلے تو سارہ یہی سمجھیں کہ انہوں نے فری کے بجائے مریم کا نمبر ڈائل کر دیا ہے۔ پھر سوچا...... چلو ایسا ہی ہو گیا ہے تو کیا ہوا فری سے بات تو ہو ہی جائے گی۔

''وعلیکم السلام...... تم تو بچوں کے ساتھ لگی ہوگی...... فری کہاں ہے، آج تو اس سے بات ہی نہیں ہوئی...... حالانکہ وہ روزانہ آفس سے ایک کال ضرور کرتی ہے۔'' سارہ بیٹی سے بات کرنے کے لیے بے تاب تھیں۔

''سوگئی ہے آپا...... بہت تھک گئی تھی اور شاید کل تو آفس ہی نہ جائے میں صبح اسے گھر ڈراپ کر دوں گی...... آپ فکر نہ کریں...... آرام سے سو جائیں۔'' مریم کا لہجہ نارمل اور پُرسکون تھا جس سے سارہ مطمئن ہوگئیں۔

''چلو ٹھیک ہے جلدی سوگئی، اچھی بات ہے، صبح جلدی اٹھ جائے گی، اب تم بھی آرام کرو...... خدا حافظ......''

یہ کہہ کر سارہ نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ چہرے پر گہرے اطمینان کی کیفیت مترشح تھی۔

''یہ خون کے رشتے بھی کتنی بڑی نعمت ہیں...... جبھی کوئی مشکل وقت آیا مریم میرے ساتھ کھڑی ہوئی...... مجھ سے بہت چھوٹی ہے مگر حوصلے مجھ سے بڑے ہیں، اللہ میری بہن کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔'' وہ دل ہی دل میں بہن کو دعا دیتی وضو کی نیت سے لاؤنج سے ملحق کامن واش روم کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

digest library.com

''میں پہلے بھی آئی تو تم صوفے پر لیٹے ہوئے تھے...... اب رات ہوگئی ہے تب بھی اسی طرح لیٹے ہوئے ہو۔ بیڈ روم میں کوئی پرابلم ہے......؟'' مہ لقا...... داؤد علوی کے سر پر کھڑی تعجب سے پوچھ رہی تھیں۔

داؤد علوی گہرے خیالات سے ہڑبڑا کر باہر نکلے تھے...... ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئے اور خوابیدہ سا تاثر دیتی نگاہوں سے بہن کی طرف دیکھا۔

''آپا...... گھر ہے، انسان کہیں بھی لیٹ کر آرام کر سکتا ہے...... اس میں پریشان ہونے والی کیا بات ہے......؟''

''ہے ناں...... ٹیوٹر کے جانے کے بعد تم آئے تھے...... کوٹ اتار کر جانے کہاں پھینکا ہے...... ٹائی ابھی تک گلے میں لٹک رہی ہے...... سوکس بھی نہیں اتارے، ایسا کیا تم بادبانی کشتی چلا کر آ رہے ہو جو اتنا تھک گئے؟'' مہ لقا نے تنک کر پوچھا۔

''بادبانی کشتی......؟'' داؤد علوی کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔

''آپا...... آن لائن اردو ٹیچر سے کلاس لے رہی ہیں......؟'' ورنہ آپ نے تو جنازے کو جنازہ کہنا چھوڑ دیا ہے...... جب آپ funeral بولتی ہیں تو میں دماغ پر زور ڈال کر سوچتا ہوں اسے اردو میں کیا کہتے ہیں؟'' ماحول وقتی طور پر خود بخود ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔

''بادبانی کشتی...... واہ...... سنتے ہی کانوں میں ہوا کی موسیقی سنائی دینے لگی......'' داؤد علوی اپنے زانوؤں پر دونوں ہاتھوں سے وزن ڈال کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ہاں ناں...... تیز ہوا میں وہ کشتی چلانا آسان ہوتا ہے...... ہوا کم ہو تو بہت محنت لگا کر push کرنا ہوتی ہے۔ کبھی اماں، بابا کے ساتھ لاہور جاتی تھی ناں...... تم تو شاید پیدا ابھی نہیں ہوئے تھے اس وقت راوی میں بہت پانی ہوتا تھا...... ہم سب بچے کشتی میں ضرور بیٹھتے تھے۔''

''سب بچے......؟ لیکن میں تو پیدا ابھی نہیں ہوا تھا؟'' داؤد علوی نے بہن کی طرف شریر مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا۔

''افوہ...... میں کزنز کی بات کر رہی ہوں...... جو آج ایک فون بھی نہیں کرتے کوئی جرمنی میں ہے، کوئی ناروے میں...... کوئی سعودیہ میں عمرے پر عمرے کر رہا ہے مگر رشتے داروں کو نہیں پوچھتا......'' مہ لقا نے رک کر سانس لی۔

''اب تم بتاؤ ایسے انسان کے عمرے قبول ہوں گے......؟'' مہ لقا کی رو بہکنے لگی۔

''آپا...... یہ اللہ اور بندے کا معاملہ ہے...... کوئی پیشگوئی نہیں کر سکتا...... آپ بس اپنا، میرا اور بچوں کا خیال

Scanned with CamScanner

رکھیں اور جو دور جا چکے ہیں ان کے لیے دعا کیا کریں۔''
''لو مجھے کیا پڑی ہے...... مطلبی لوگوں کے لیے دعائیں کرتی پھروں......'' مہ لقا کو قصۂ پارینہ بن جانے والے رشتے دار یاد آئے تو غصہ چڑھنے لگا۔ اب یہ خطرے کی گھنٹی تھی...... داؤد علوی کو فوراً منظر سے غائب ہونے کے لیے بہانہ درکار تھا...... دوسرے مریم کو فون کر کے فری کی خیریت بھی پتا کرنا تھی۔ جس کی چیخیں ان کے اعصاب میں ابھی تک پیوست تھیں۔
''کھانے پر ملتے ہیں آپا...... میں فریش ہونے جا رہا ہوں......'' وہ یہ کہہ کر آگے بڑھے۔
''ایک منٹ داؤد...... اتنے دنوں سے تو تم مجھے نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ بہت ضروری بات کرنی ہے......''
مہ لقا نے یوں تعاقب کیا گویا دبوچ ہی لیں گی۔
''جی...... بولیے......'' اب داؤد علوی کو رکنا ہی تھا۔
''اس ٹیوٹر کو چلتا کرو...... مجھے ایک کھٹک شروع ہو گئی ہے۔'' مہ لقا نے اپنے لہجے میں زمانے بھر کی پُراسراریت سمو کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔
''اب کیا ہوا......؟'' داؤد علوی سب کچھ سمجھنے کے باوجود چونک پڑے۔
''یہ ڈرائنگ روم لاک کر کے بچوں کو پڑھاتا ہے۔ اب ہمیں کیا پتا کہ یہ بچوں سے کیا باتیں کرتا ہے۔''
''ڈونٹ وری آپا...... ڈور ٹیوٹر لاک نہیں کرتا...... بچے لاک کرتے ہیں...... وہ کہتے ہیں...... ہم اسٹڈی کر رہے ہوتے ہیں تو ماما ڈسٹرب کر دیتی ہیں......'' داؤد علوی کو بولتے ہوئے اندازہ نہیں ہوا کہ انہوں نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا ہے۔
مہ لقا تو سنتے ہی چراغ پا ہو گئیں۔
''اپنے باپ کی طرح الزام تراشیاں کرتے ہیں...... پورے کے پورے باپ پر پڑے ہیں۔ اب میں ماں ہوں...... مجھے فکر تو ہو گی ناں...... چیک کرنا میرا فرض ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پڑھتے وڑھتے نہیں ہیں...... موبائل پر گیم کھیلتے ہیں...... ٹیوٹر ٹائم پاس کرنے آتا ہے......''
یوں لگ رہا تھا کہ گویا بارودی سرنگ کو آگ نے چھو لیا ہو۔
''آپا...... وہ تو بچوں کے رزلٹ سے پتا چل جائے گا کہ پڑھ رہے تھے یا گیم کھیل رہے تھے۔'' یہ کہہ کر داؤد علوی گویا جان بچا کر اپنے بیڈ روم میں داخل ہوئے اور پھرتی سے دروازہ بند کر کے لاک کر دیا۔
''یہ تینوں مجھے اور تمہیں مل کر بیوقوف بنا رہے ہیں...... آج لکھ لو، میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ ان کا باپ دوسری بیوی رکھ کر مجھے سالوں بیوقوف بنا تا رہا۔'' دروازے کے پار سے مہ لقا کے چلّانے کی آواز آ رہی تھی۔
مہ لقا کی ہذیانی کیفیت خود بخود ان کا ذہن فری کی طرف موڑنے لگی۔ ایک آہ سرد سینے سے خارج ہوئی تھی۔
''اللہ نہ کرے فریشہ کہ تم اس حال کو پہنچو......'' انہوں نے دل سوزی سے دعا کی۔

☆☆☆

''عرشلہ میم آئی تھیں......!'' واصف الجھن و حیرانی کی کیفیات میں گھر اماں کی شکل دیکھ رہا تھا۔
''مجھے تو خود ان کے آنے کا مقصد سمجھ نہیں آ رہا...... کہہ رہی تھیں میں تو واصف کو سرپرائز دینا چاہ رہی تھی۔'' شمسہ بھی متردد تھیں۔
واصف نے چونک کر شمسہ کی طرف دیکھا۔
''سرپرائز......؟ پورا گھول کر پی چکا ہوں ان لوگوں کو اب کون سا سرپرائز باقی رہ گیا ہے؟'' وہ گرنے کے انداز میں ماں کے تخت پر بیٹھ گیا۔

Scanned with CamScanner

''کتنے لوگ ہیں......؟ تم تو کہہ رہے تھے بس دو ماں، بیٹی ہیں......'' شمسہ نے ذرا الجھ کر واصف کی طرف دیکھا۔

''نہیں ماں...... ایک بیٹا بھی ہے...... جس سے ملاقات ہونی باقی ہے۔'' واصف اب تخت پر سیدھا، سیدھا دراز ہو گیا...... مگر ذہن عرشلہ کی آمد پر الجھ کر رہ گیا تھا۔

''سیدھی پہنچ گئیں...... ایڈریس وغیرہ بھی کنفرم نہیں کیا۔ وہ تو خیر سی وی پر دیکھ لیا ہوگا۔''

''کس کا بیٹا ہے...... ماں کا یا بیٹی کا میرا مطلب ہے عرشلہ کا......؟'' شمسہ نے کچن میں داخل ہو کر کچن کاؤنٹر پر پھیلے برتن سمیٹ کر سنک میں رکھنا شروع کر دیے...... اب آوازوں میں برتنوں کی آوازیں بھی خلط ملط ہونے لگیں۔

djgest library.com

''عرشلہ میم کا......'' واصف نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے جواب دیا جیسے کسی گہری سوچ سے باہر آ کر جواب دیا تھا۔

''اوہ اچھا...... اچھا...... ویسے خاتون کی شخصیت میں جادو ہے۔ مجھے تو بہت سادہ مزاج لگیں۔'' شمسہ نے پلٹ کر واصف پر ایک نگاہ کی۔

''چھوڑیں ماں...... جس پر جادو چلنا چاہیے تھا اس پر تو چلا نہیں ایسی جادوگری کا کیا فائدہ......؟'' واصف نے ہلکے پھلکے انداز میں دھیرے سے ہنس کر جواب دیا۔

''میاں نے چھوڑ دیا تھا۔'' شمسہ کے اندر تجسس کی لہریں سر اٹھانے لگیں۔ حیرت زیادہ تھی کہ اتنی خوب صورت، طرح دار عورت کو کون سر پھرا ٹھکرا کر چلا گیا۔

''ہو سکتا ہے خلع لی ہو...... بندہ ہی ٹھیک نہ ہو۔'' شمسہ کیونکہ ابھی تک عرشلہ کے سحر میں گرفتار تھیں اس لیے انہیں باقاعدہ موضوع بنا لیا تھا۔

''اُف ماں...... آپ پر تو وہ واقعی جادو کر کے چلی گئی ہیں...... اب ہمیں کیا خلع لی یا ڈائیورس ہوئی...... وہ خوش ہیں...... اللہ انہیں خوش رکھے۔'' واصف کے برجستہ ردِعمل پر شمسہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ جھلکی۔ ورنہ بھائی کے وصال کے بعد تو مسکراہٹ ہی گم ہو چکی تھی۔ تمام تر مصروفیات کے باوجود...... جانے والا بہانے، بہانے سے سامنے آ کھڑا ہوتا تھا۔

''بہت اچھی بات ہے، ماشاء اللہ روز بروز پریکٹیکل ہوتے جا رہے ہو...... انسان جتنا حقیقت پسند ہوتا جاتا ہے زندگی آسان ہوتی جاتی ہے۔'' شمسہ اب برتن دھونا شروع ہو چکی تھیں۔ واصف نے فی الحال کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا...... برتنوں کا پھیلاوا اس لیے زیادہ تھا کہ آج کافی دنوں بعد انہوں نے شامی کباب اور کٹلس بنا کر فریز کر دیے تھے۔ ملازمت پیشہ خواتین کی مجبوری ہوتی ہے...... اچانک مہمانداری یا بے وقت بھوک لگ جانے کی وجہ سے فروزن چیزوں سے بڑی سہولت رہتی ہے۔ اور واصف دال سبزی کے ساتھ شامی کباب ضرور مانگتا تھا۔

''ماں، صرف ایک خاتون کی اتنی خاطر تواضع کی کہ برتنوں کا رش لگ گیا۔ ایسا کیا کھلا دیا......؟'' واصف کو برتنوں کی کھٹر پٹر سے کوفت ہو رہی تھی۔

''ارے...... اس بیچاری نے تو پانی تک نہیں پیا...... کوئی خاطر مدارت نہیں ہوئی۔ یہ تو میں اپنے کام نپٹا رہی تھی۔'' شمسہ نے جواب دیا۔

''یعنی جس کی خاطر مدارت نہ ہو وہ بیچارہ یا بیچاری ہوتی ہے۔ واہ......'' واصف کو اچانک خیال آیا کہ دو گھنٹے سے اس نے ای میل چیک نہیں کیں...... وہ اٹھ کر بیٹھ گیا...... اور پاؤں میں سلیپر پہننے لگا۔

''اچھا ماں...... میں تو اب گم ہونے جا رہا ہوں...... صبح میم عرشلہ سے کانٹیکٹ ہوا تو تشریف آوری کی وجہ پوچھ

لوں گا...... ان کو تو اپنے محل کے سامنے ہمارا گھر گڑیا کا گھر محسوس ہوا ہو گا۔'' وہ اپنی رو میں بہہ کر جانے کہاں پہنچ گیا تھا۔

''اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ہے...... ہمارا اپنا گھر...... اللہ میرے بھائی کو کروٹ، کروٹ جنت نصیب کرے...... جن کی مہربانی سے ہمیں یہ چھت نصیب ہوئی...... جس کو اللہ نے محل دیا ہے اس کو مبارک ہو...... رسنا بسنا نصیب ہو...... اس کی ہر نعمت میں برکت ہو...... آمین ثم آمین......'' شمسہ نے پورے جذبے سے دعا کی۔

''مجھے بھی آمین کہنا ہو گا...... ہاں......'' واصف اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''کہنا چاہیے...... جو دوسروں کی نعمت دیکھ کر خوش ہوتے ہیں وہی ہمیشہ خوش رہتے ہیں......'' شمسہ اب لائٹ آف کر کے کچن سے باہر آ رہی تھیں۔

''کاش لوگ اپنی پھوپھو پر ہی چلے جایا کریں......'' اس کا ذہن فوراً فری کی طرف پلٹا کھا گیا تھا...... جو نعمتوں بھری زندگی میں بھی کمی کی تلاش کرتی تھی...... انا، خود پرستی کی بھاری زنجیریں بھی اسے نہیں تھکاتی تھیں...... باپ سے محرومی کا جھٹکا کیا انسان کی فطرت تبدیل کر سکتا ہے۔

''پتا نہیں...... دل کیوں اس طرف جاتا ہے۔ شاید...... اس لیے کہ اس میں مصنوعی ادائیں نہیں ہیں...... مصلحت اور منافقت سے آشنا نہیں ہے...... جو ہے، جیسی ہے، جہاں ہے کی بنیاد پر سامنے آتی ہے...... دل خالی رکھتی ہے۔ جو دل میں آتا ہے منہ کے راستے باہر نکال پھینکتی ہے۔ معمہ نہیں ہے، کھلی کتاب ہے...... شاید اس لیے...... اگر ناشکری نہ ہوتی تو بے مثال ہوتی۔ دوسری طرف عرشلہ میم ہیں...... اتنا کچھ ہے مگر پرواہ ہی نہیں......''

وہ لیپ ٹاپ کھولتے، کھولتے اپنے ہی خیال پر چونک پڑا۔

''what a nonsense بھلا عرشلہ میم اور فری کا مقابلہ...... ایک کی پریکٹیکل لائف ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی۔ اور فری کو تو پتا ہی نہیں کہ پریکٹیکل لائف کیا ہوتی ہے...... فری تم نے مجھے توڑ پھوڑ کرتے سرے سے

بیوپاری

فکر معاش میں مبتلا ایک محبت کرنے والے انسان کی غلط سمت کا انتخاب...... کٹھن مراحل اور خطرناک نتائج پر مشتمل ایک پراثر داستان

عاطر شاہین کی ایک اچھوتی تحریر

صنف آہن

ماضی کا آئینہ...... بااختیار انسانوں کے سبق آموز اور عبرت آمیز واقعات روبینہ خان کے قلم کی روانی

شہ زور

عشق و محبت کے سحر انگیز جذبوں کی جنوں خیز...... ن اور کثیف سازشوں کے جال اسما قادری کے قلم کا کمال

جنگ باز

معاشرتی ناسوروں اور درندوں کی خوں ریز سازشوں اور زخم زخم ہونے والے ایک جنگ باز کی دلدوز داستان

ڈاکٹر عبدالرب بھٹی کے قلم کی جادوگری

اس کے علاوہ

طاہر جاوید مغل، عیوق بخاری، عائشہ نصیر، شاہ سنان، و دیگر کی خوب صورت تحریریں

digestlibrary.com

بنادیا ہے۔۔۔۔۔۔اس کے لیے تمہارا شکریہ کہ تم نے مجھے ٹوٹ پھوٹ کے خوف سے آزاد کردیا۔ مجھے توڑنے کے لیے ایک ''انفر'' کی ضرورت تھی۔۔۔۔۔ میں ''انفر'' سے بھی گزر گیا۔۔۔۔۔اب اور کیا ہوتا ہے۔۔۔۔۔؟''

وہ لیپ ٹاپ کی روشن اسکرین پر نظر جمائے سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔دل کی دھڑکن یوں بے ترتیب تھی جیسے کوئی خزاں کے سوکھے پتوں پر چل رہا ہو اور ماحول میں خشک پتوں کے چور، چور ہونے کی کراہیں ابھر رہی ہوں۔

☆☆☆

''خالہ۔۔۔۔۔ مجھے نہیں پتا ایک دم سے مجھے کیا ہوا تھا۔۔۔۔۔ میں تو بہت ریلیکس ہو کر آپ کا ویٹ کررہی تھی۔'' فری اب بالکل نارمل نظر آرہی تھی اور بہت زیادہ شرمندہ بھی۔۔۔۔۔رات کی گہری تاریکی خالہ کا گھر۔۔۔۔۔ ماں سے دوری۔۔۔۔۔ دماغ کا ایک، ایک خلیہ جاگ اٹھا تھا۔ پھر اسپتال میں ہونے والی دیکھ بھال مسکن دوائیں بھی اپنا اثر دکھا رہی تھیں۔

''فری آج تو تم نے مجھے مروا ہی دیا۔۔۔۔۔سب کے سامنے اتنی شرمندگی محسوس ہورہی تھی کہ سمجھ نہیں آرہی تھی خود کو کہاں چھپاؤں۔۔۔۔۔ تینوں فلور تمہاری چیخوں سے ہل رہے تھے۔'' مریم بہت محبت سے فری کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''سوری میری خالہ۔۔۔۔۔میری وجہ سے آپ کو پریشانی ہوئی۔۔۔۔۔اب میں دوبارہ وہاں نہیں جائیں گی۔۔۔۔۔ بلکہ کہیں بھی نہیں جائیں گی۔۔۔۔۔ مجھے اب ڈر لگ رہا ہے مجھے اپنی فیلنگز یاد آرہی ہیں۔۔۔۔۔ اندر سے بہت زیادہ پریشر آرہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا اگر میں زور، زور سے نہ چیخی تو میرا دماغ پھٹ کر باہر آجائے گا۔۔۔۔۔میری خالہ میری پوری باڈی vibrate (ارتعاش) ہورہی تھی۔۔۔۔۔ مجھ سے کنٹرول نہیں ہورہا تھا۔۔۔۔۔ میں کیا کرتی۔۔۔۔۔'' فری نے کروٹ لے کر اپنا سر مریم کی گود میں رکھ دیا اور پھوٹ، پھوٹ کر رونے لگی۔

مریم چند ثانیے اس کے سر پر ہاتھ رکھے دیکھتی رہی جیسے کسی گہرے خیال میں ہو۔

''فری۔۔۔۔۔ شاید جو لوگ کسی تختی کے پیش آنے سے پہلے زندگی کا ایک، ایک پل اپنی پسند اور مرضی سے گزارتے ہیں، وہ مشکل وقت کا بوجھ برداشت نہیں کرپاتے کیونکہ ذہن عادی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ ورنہ میری جان۔۔۔۔۔ اس دنیا میں تو لوگ وہ کچھ بھی برداشت کرجاتے ہیں جو دوسرے صرف سن کر ہی نڈھال ہوجائیں۔'' مریم کا انداز سمجھانے والا نہیں خود کلامی کا سا تھا۔

تو خالہ اس میں میرا کیا قصور ہے۔۔۔۔۔انسان اپنی چوائس سے تو پیدا نہیں ہوتا۔۔۔۔۔اس کو پیدا ہونے سے پہلے یہ تو نہیں پتا ہوتا کہ وہ کہاں پیدا ہوگا۔۔۔۔۔اس کے پیرنٹس کون ہوں گے اس کا religion کیا ہوگا۔''

مریم کو فری سے اتنی گہری اور پختہ بات کی امید نہیں تھی۔۔۔۔۔درحقیقت وہ لاجواب ہوچکی تھی۔ سب قصوروار نظر آرہے تھے فری کے علاوہ۔۔۔۔۔

''فری میری جان۔۔۔۔۔ حادثہ بہت بڑا ہو گزرا ہے۔۔۔۔۔ سنبھلتے، سنبھلتے وقت تو لگے گا۔۔۔۔۔مگر زندگی باقی ہے تو اللہ جینے کے راستے بھی بتادے گا۔'' مریم نے جھک کر فری کی پیشانی چوم لی۔

''علوی صاحب کا فون بھی آیا تھا تمہاری طرف سے بہت فکرمند ہورہے تھے۔''

''بس چھوڑیں خالہ۔۔۔۔۔علوی صاحب بہت اچھے ہیں۔۔۔۔۔ مگر شاید اب میں ان کو کبھی فیس نہیں کرسکوں گی۔۔۔۔۔ مجھے اب کبھی نہیں ملنا ان سے۔۔۔۔۔ آپ ان کو میری طرف سے تھینک یو بول دیجیے گا۔'' فری کا انداز حتمی اور فیصلہ کن تھا۔

مریم نے اندازہ کرلیا تھا کہ اب مزید کچھ کہنا الفاظ ضائع کرنے کے مترادف ہے۔

☆☆☆

''ماریہ۔۔۔۔۔تم واصف کی مدر سے ملوگی ناں تو بہت اچھا فیل کروگی۔۔۔۔۔ گریس فل، سمپل، سوفٹ ٹون۔۔۔۔۔ چھوٹا سا گھر اتنا پیارا ڈیکوریٹ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔ میں وہاں تھوڑی دیر رہی مگر بہت ہی اچھا feel کیا۔'' عرشلہ بچوں کی

Scanned with CamScanner

طرح خوش ہو کر اپنی تنہائی کی ساتھی ماریہ کو دلی کیفیات بتا رہی تھیں۔

ماریہ اپنی ڈائری اور قلم ٹیبل پر رکھتے ہوئے عرشلہ کی طرف دیکھنے لگی۔

''میم ایک بات کہوں...... پلیز آپ مائنڈ مت کیجیے گا۔'' ماریہ کے لہجے میں گہری سنجیدگی اتری ہوئی تھی۔

''میں تمہاری کسی بات کو نیگیٹو نہیں لیتی...... بولو......'' عرشلہ متجسس نظر آئی تھیں۔

''میم آپ کو واصف کے گھر نہیں جانا چاہیے تھا...... آپ اس کی باس ہیں، وہ لوگ آپ کی اس اپنائیت کو پتا نہیں کس طرح لیں گے۔ سیکنڈ...... ابھی واصف نے آپ کو کچھ deliver بھی نہیں کیا۔'' ماریہ نے بہت مناسب الفاظ استعمال کیے تا کہ عرشلہ کو بھاری نہ پڑیں۔

''لیکن میں تو سے done کر چکی ہوں ماریہ...... میں ممی کے سامنے اس کے لیے اسٹینڈ لوں گی...... میرا سرکل بہت لمیٹڈ ہے...... میری زندگی میں اچھی سوچ رکھنے والے انسانوں کی ہمیشہ کمی رہی ہے...... تمہاری اور واصف کی کیمسٹری بہت پوزیٹو اور کلیئر ہے...... تم جیسے لوگ تو میرا asset (اثاثہ) ہیں وہ نہیں جو ممی نے میرے لیے جمع کیا ہے...... ماریہ...... اب مجھے میری مرضی سے جینے دو...... مجھے کسی سے مل کر اچھا لگ رہا ہے تو مجھے ملنے دو...... مت سوچو کہ دوسرا کیا سوچے گا......؟ اس کی مرضی جو سوچے...... جو مرضی calculate کرے...... مجھے جہاں، جہاں خوشی نظر آئی میں اس کا پیچھا کروں گی...... میرے پاس خوشی کے علاوہ سب کچھ ہے۔'' عرشلہ بہت جذباتی انداز میں بولتی چلی گئیں۔

''میم...... عامر صاحب اب بھی آپ کا wait کر رہے ہیں...... لائف پارٹنر آخر لائف پارٹنر ہوتا ہے...... ٹو میم آپ کے ساتھ اتنی سینئر ہیں کہ وہ کسی غلط بندے کو آپ سے ملا ہی نہیں سکتیں۔'' ماریہ کو درست مشورہ دینے کا خود بخود راستہ بن گیا تھا۔

''عامر بہت ہی اچھے ہیں ماریہ...... کوئی شک ہی نہیں...... مگر میں زین کی وجہ سے بہت کانشس ہوں...... ایک رشتہ ابھی بنا نہیں مگر زین کا اور میرا تو مضبوط ہے ناں...... میں اب کوئی رسک نہیں لوں گی...... کیونکہ میں کسی guilt (احساسِ جرم) کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتی۔''

عرشلہ کی باتوں سے ماریہ کو اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی کوششیں رنگ لا رہی ہیں...... عرشلہ اپنے ذہن سے کام لینا شروع کر چکی ہیں۔

ہر وقت ماں کی طرف دیکھنے کے بجائے غور و خوص پر لگ گئی ہیں۔ زین کا نام آتے ہی ماریہ کے احساسات تبدیل ہونے لگے۔ اس بات پر وہ ثمینہ سے متفق تھی کہ...... یہ ایسی غلطی ہوئی ہے جس کی اصلاح ہی نہیں ہو سکتی۔

''ویسے کمال ہے میم...... عامر صاحب کے خلوص نے ابھی تک آپ پر کوئی اثر نہیں کیا۔'' ماریہ نے ڈائری قلم میز سے اٹھا کر جانے کے لیے پر تولے۔

''وہ جو زندگی میں آ کر جا چکا ہے...... وہ عامر سے بھی زیادہ اچھا لگا تھا۔'' یہ کہہ کر عرشلہ نے کھنکناتا ہوا چھوٹا سا قہقہہ لگایا۔

کھل کر ہنستی ہوئی عرشلہ اتنی حسین دکھائی دیں کہ چند ثانیے کے لیے ماریہ مبہوت سی رہ گئی۔

حسین اور تنہا عورت کے بارے میں اٹلی کی ایک کہاوت مشہور ہے۔ ''سڑک کے کنارے باداموں سے لدا ہوا درخت یہ بتا رہا ہے کہ بادام ''کڑوے'' ہیں...... لیکن یہ کڑوے باداموں والا درخت نہیں ہے...... یہ تو نیم کا درخت ہے۔ جس سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہیں مجھ سمیت...... ٹھنڈی چھاؤں دینے والا جو شدید ترین تپش بھی سہہ جاتا ہے۔''

ماریہ آگے بڑھتے ہوئے سوچتی جا رہی تھی۔

عرشلہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے گہرے خیالوں میں اتر چکی تھیں۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

''نہیں، نہیں مسز خان...... ایسا نہیں ہوگا...... اس طرح تو وہ ہمیشہ کے لیے ذہنی مریض بن جائے گی...... اپنی will کھو کر ٹوٹل آپ لوگوں پر انحصار کرنے لگے گی۔ کوئی گہرے پانی میں ڈوب رہا ہو تو اسے کھینچ کر باہر نکالنے کی کوشش تو کرتے ہیں ناں...... وہ ہماری سوسائٹی کا بہترین دماغ ہے...... اس طرح کے باصلاحیت اور ذہین لوگوں کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔''

داؤد علوی جو زندگی کے اتار چڑھاؤ سے گزر کر یہاں تک پہنچے تھے یہ سن کر ایک دم جذباتی ہو گئے کہ فری نے جاب کرنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ وہ بہت شرمندگی محسوس کر رہی ہے۔

''سر...... میں نے تو اسے ہر طرح سے سمجھا کر دیکھ لیا...... رات وہ میرے ہی پاس تھی۔'' مریم نے آزردہ سے لہجے میں یوں کہا جیسے اب کوشش کرنا بیکار ہے۔

''آپ پریشان نہ ہوں...... میں اسے ٹریٹ کروں گا...... کیونکہ اس میں بہت spark ہے...... ہمیں مل کر اسے ضائع ہونے سے بچانا ہے۔ مجھے زندگی نے یہ سکھایا ہے کہ کہیں کچھ اٹک جائے تو جلدی نہیں کرنا چاہیے آخری سانس تک کوشش کرنی چاہیے۔ کبھی کبھی جلدی کے چکر میں ایسے نقصان ہو جاتے ہیں کہ نقصان پورا کرنے میں ہی زندگی پوری ہو جاتی ہے۔ آپ روز کی طرح سکون سے اپنا کام کریں...... فریشہ کو میں خود ہینڈل کروں گا۔ ان شاءاللہ...... ایک دن وہ ہماری کمپنی کا اثاثہ ثابت ہوگی...... جیسے کہ آپ......'' داؤد علوی نے اپنے تعاون کا یقین دلاتے ہوئے مریم کے حوصلے بھی بڑھائے۔ چند الفاظ کا جادو مریم کے سر چڑھ کر بولنے لگا...... وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

digest library.com

''تھینک یو ویری مچ سر...... آپ نے تو میرے سارے بوجھ ہی اتار دیے۔''

''کاش اتار سکوں......'' داؤد علوی کے ہونٹوں پر امید مسکراہٹ کا لبادہ اوڑھ کر نمودار ہوئی۔ بڑی ادا سے سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم کیا تھا۔

☆☆☆

''ارے...... آپ خود کیوں آگئے......؟ پہلے فون تو کر لیتے......'' عرشلہ ڈرائنگ روم میں لشتم پشتم داخل ہوئی تھیں...... اپنے بالوں کو سمیٹ کر کیچر بھی لگا رہی تھیں۔ سیاہ سلک کے گاؤن میں ملبوس تھیں، لگتا تھا کہ بیڈ سے چھلانگ مار کر اتریں اور دوڑتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آگئیں۔ واصف ہکا بکا ان کی شکل دیکھ رہا تھا...... بڑا عجیب سوا گت تھا۔

''وہ...... میم...... آپ رات کو گھر آئی تھیں ناں......!'' واصف گڑبڑا رہا تھا۔

''ہاں تو فون کر لیتے...... آنے کی کیا ضرورت تھی؟'' عرشلہ نے کسی خیال سے چونک کر آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

واصف کو آج ان کی حرکات و سکنات عجیب سی محسوس ہو رہی تھیں۔ شرمندگی بھی ہو رہی تھی۔

''اگر ممی کو پتا چل گیا تو لے کر بیٹھ جائیں گی...... پھر سمجھو کہ گئے......'' عرشلہ دھپ سے صوفے پر ڈھے گئیں۔

''ابھی تو ممی اپنے روم میں لنچ کر رہی ہیں...... ماریہ وہیں ہے...... ان کے پاس...... آپ فوراً چلے جائیں...... میں نہیں چاہتی کہ ممی آپ کے ساتھ سٹنگ کریں...... اور آپ کی کیلوریز ویسٹ ہوں...... ڈونٹ مائنڈ واصف، آپ کو فیور کر رہی ہوں...... آپ پریشان نہ ہوں......''

اسی وقت دروازہ کھلا تھا۔ عرشلہ اچھل کر کھڑی ہو گئی تھیں مگر یہ دیکھ کر حیران ہوئیں کہ سامنے زین کھڑا بڑی عجیب نظروں سے واصف کی طرف گھور رہا تھا۔

(جاری ہے)

Scanned with CamScanner

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

Digest Novels Lovers Group ❤❤

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ''دکھ بذن'' ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو

قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو

چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو

وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 22

واصف کا اپنا اعصابی نظام تلپٹ ہو رہا تھا۔ دھچکا ہی اتنا زوردار تھا کہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھیں مگر عرشلہ کی توجہ واصف کے بجائے زین پر تھی، انہیں زین کے تاثرات سمجھ نہیں آ رہے تھے۔
''ارے وہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر آ جاؤ، واصف سے ملو، یہ ہماری کمپنی کے نئے ایمپلائی ہیں۔ تمہاری ایجوکیشن کمپلیٹ ہو جائے گی تو پھر تم انہی سے ٹریننگ لو گے۔'' عرشلہ نے کچھ کیا تھا نہ خیال منفی تھے۔ ان کا تو انداز

وہی برجستہ و بے ساختہ اور خاصا خوشگوار بھی تھا۔
عرشلہ کی آواز نے واصف کو سنبھلنے کے لیے موقع دے دیا تھا۔ اس کے لیے یہ اطمینان کافی تھا کہ عرشلہ کی توجہ مکمل طور پر زین کی طرف تھی۔

"guy... tell to my Mom yourself why do I know you already...?"

(جناب، آپ خود بتائیے کہ میں آپ کو پہلے سے کیوں جانتا ہوں؟) زین اندر کی طرف آتے ہوئے بڑے طنزیہ انداز میں مسکرا کر کہہ رہا تھا۔
عرشلہ ایک دم گویا ہونق سی ہو کر باری، باری دونوں کی طرف دیکھنے لگی تھیں۔
"what do you mean?" وہ حیرت کی انتہا پر سوال کر رہی تھیں۔
"okey.... is she your mom?" (اچھا تو یہ آپ کی مام ہیں۔) واصف کو اپنا اعتماد بحال کرنے میں زیادہ وقت بھی درکار نہیں ہوتا تھا۔
''اوفوہ...... خود ہی ایک دوسرے سے بولتے رہو گے یا مجھے بھی کچھ بتاؤ گے؟'' عرشلہ بے صبری سے گویا پھٹ پڑیں۔
''مام، یہ فری کا سیکنڈ کزن ہے، فری اس کو بالکل لائک نہیں کرتی۔ یہ بی ہیو ہی اس طرح کرتا ہے کہ بس...... اب میں آپ کو کیا بتاؤں، وہ تو شاید اسے انسان ہی consider نہیں کرتی۔ اس لیے یہ فری کا نام ہی نہیں لے پا رہا تھا تو مجھے خود بتانا پڑا۔''

"be have yourself Zain, he is my guest and my subordinate."

digest library.com

عرشلہ کو زین کے انداز سے اتنی زیادہ شرمندگی و خفت محسوس ہو رہی تھی کہ بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے زور سے ڈانٹ دیں پھر بھی انہوں نے نرم لہجے میں ٹوک دیا کیونکہ زین کو نئے سرے سے ناراض کرنے کے بعد آگے کام بہت بڑھ جاتا تھا۔
''جو کچھ یہ صاحب میرے ساتھ کر چکے ہیں ناں......'' زین بولتے، بولتے رک گیا اور گہری سانس لی۔ اس نے ابھی تک بیٹھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔
''اوکے، ابھی تم جاؤ، فی الحال تمہارا ہمیں کمپنی دینا ٹھیک نہیں ہے۔ میں تم سے بعد میں بات کروں گی۔'' عرشلہ کے نازک اعصاب اس معما بازی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ تو چند منٹ کی کشاکش سے نڈھال ہو جاتی تھیں۔
واصف جو بڑے، بڑے معرکوں سے ساتھ خیریت سے گزر آیا تھا آج پہلی بار اسے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کئی دن کی محنت سے کمائی جمع پونجی جوئے میں ہار بیٹھا ہو۔ گزرے دنوں کی شب بیداریاں، جسمانی مشقت کی کوئی قیمت نہ رہی ہو...... سانپ اور سیڑھی کے کھیل میں چھکا لگا کر گوٹ ننانوے (99) پر جا کر سیدھی نیچے آ گئی ہو۔ اس کے ذہن نے کام کرنا بند کر دیا تھا، خیالات کے بیچ جو غیر محسوس وقفہ آتا ہے وہ وہیں کہیں اٹک گیا۔ ساکت ہو جانے کی وہ کیفیت جہاں انسان سانس تو لے رہا ہوتا ہے مگر ماضی، مستقبل سے کٹ جاتا ہے۔
عرشلہ نے حواسوں میں آ کر واصف کی کیفیت پر توجہ کی۔
''آئی ایم سو سوری واصف، فی الحال مجھے کچھ سمجھ نہیں آئی، کچھ بھی کلیئر نہیں ہے۔ ایسی سچویشن میں ہمیں شارٹ بریک لینا چاہیے۔ میں ماریہ سے بھی ڈسکس کروں گی اور زین سے بھی اکیلے میں بات کروں گی...... مگر

Digest Novels Lovers Group

آپ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ زین کی وجہ سے ہمارے کام رک جائیں گے۔ ہمارا کام ہماری سانس لینے کی طرح ضروری ہے۔''

عرشلہ نے حیرت انگیز طور پر بہت دانش مندی سے صورت حال پر قابو کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے واصف کو فوری سنبھلنے کا موقع مل گیا۔

"no problem Mam, its part of life,not whole life." (کوئی مسئلہ نہیں میم، یہ زندگی کا حصہ ہے، ساری زندگی نہیں۔) اس نے اب متانت اور اعتماد سے جواب دیتے ہوئے براہ راست عرشلہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''گریٹ!'' عرشلہ کو اس کے انداز نے بہت متاثر کیا۔ وہ کسی طرح سے گھبرایا ہوا یا احساسِ جرم کا شکار محسوس نہیں ہو رہا تھا جس سے عرشلہ کو خاصی تقویت محسوس ہو رہی تھی۔

''اب آپ مجھے اجازت دیں اور جو بھی ڈیسائڈ کریں مجھے انفارم کردیں، میں wait کرسکتا ہوں۔'' وہ یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

''کچھ بھی نیا نہیں کرنا ہے، جو کر رہے تھے وہی continue ہوگا۔ تم ڈس ہارٹ (شکستہ دل) ہرگز مت ہونا۔'' عرشلہ کے سامنے زین کے کسی ردِعمل کی ایسی اہمیت نہیں تھی کہ مضبوط فیصلے آناً فاناً ہوا میں اڑ جائیں اور اس سوچ کی نشوونما میں اہم کردار ان کی اپنی ماں ثمینہ کا تھا۔ یہ ایسا ہی تھا گویا کسی کو پہناتا ثر کرتے ہوئے یا'' الفا

اسٹیٹ“ میں لے جاتے ہوئے بار، بار دُہراتے ہیں کہ آپ کو نیند آرہی ہے...... آپ سو رہے ہیں...... آپ سو چکے ہیں، پھر ایسا ہوتا ہے کہ ”معمول“ بیچ بیچ نیند یا لاشعوری حواس میں چلا جاتا ہے۔
ثمینہ نے تو اس تواتر سے زین کو مسترد کرنا شروع کر دیا تھا کہ عرشلہ لاشعوری طور پر ماں کے الفاظ کے زیر اثر رہنے لگی تھیں، یہ الگ بات کہ مزاحمت کرتی نظر آتی تھیں۔
واصف کے لیے عرشلہ کے الفاظ سفر آسان بنانے والا ایندھن تھے، وہ پوری توانائی کے ساتھ باہر کی طرف بڑھا۔
عرشلہ اس کے جانے کے بعد بھی کھلے دروازے کی طرف دیکھتی رہیں، پلکیں جھپکنے کا عمل بھی رک چکا تھا گویا کوئی مصور انہیں سامنے بٹھا کر کینوس پر تصویر کشی کر رہا ہو۔

digest library.com

☆☆☆

مریم، فری کو گھر ڈراپ کرتی ہوئی آفس گئی تھی، سارہ سے آمنا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ یوں بھی آفس جانے والے ٹریفک کی صورتِ حال کی وجہ سے خاصی افراتفری میں ہی ہوتے ہیں۔ فری نے سارہ سے نگاہ چرا کر صرف اتنا بتایا تھا کہ ڈی ہائیڈریشن کی وجہ سے آج وہ چھٹی کر رہی ہے۔
مریم نے سارہ کو تو یہی بتایا تھا کہ فری کی طبیعت بھی کچھ سیٹ نہیں ہے، دوسرے وہ لیٹ ہوگئی ہے اس لیے فری کو ساتھ لے جا رہی ہے۔ اگر وہ سارہ کو ”اسپتال یاترا“ کا بول دیتی تو سارہ کے لیے وقت کاٹنا مشکل ہو جاتا، اس نے فری کو بھی تاکید کی تھی کہ وہ کل ہونے والے واقعات کا ذکر ماں سے نہ کرے۔ طبیعت خراب ہوگئی تھی مگر اب ٹھیک ہے تو گزرے دن کا ذکر خود بخود بے معنی ہوگیا۔
سارہ نے بھی اسے تھکا، تھکا سا محسوس کیا تو خود ہی سے زیادہ کھوج نہیں کی۔
فری چپ چاپ اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر دراز ہوگئی۔ اب وہ خالی، خالی آنکھوں سے مسلسل چھت کی طرف گھور رہی تھی، گزرے دن فلم کی طرح نگاہ میں گزر رہے تھے۔
رات کو اپنی پسند کے سارے کام کر کے یعنی انٹرنیٹ کے سارے فائدے اٹھا کر، دوستوں سے گپ شپ، سمسٹر کی تیاری پھر سونے کا موڈ بنانا، صبح کالج جانے کا تصور، ناشتے پر باپ سے ہلکی پھلکی بات چیت پھر افراتفری کے عالم میں کالج بیگ اٹھا کر باہر کی طرف بھاگنا...... ماں کی تعاقب کرتی آوازیں، زین کے دھڑا دھڑ میسج کہ آرہی ہو ناں، چھٹی کا موڈ تو نہیں ہے؟ وغیرہ وغیرہ...... ہر وقت کی بھاگ دوڑ...... اور اب ایسا جمود گویا سب کچھ برف میں دھنس گیا ہو یا جیسے تیز رفتاری سے دوڑتی ٹرین پچھلے پہر کسی جنگل میں رک گئی ہو اور ہر طرف انجن فیل ہونے کا شور مچ گیا ہو...... پانی بھی ختم ہوگیا ہو اور بچا کھانا بھی خراب ہوگیا ہو، بے بسی کے اس عالم میں کھڑکیوں سے باہر جھانکتے ہوئے گہرے اندھیرے کو گھورنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو۔
معاً اسے یوں لگا جیسے باہر لاؤنج میں کال بیل کی آواز گونجی ہو۔ اس نے ہمیشہ کی طرح کوئی توجہ نہ دی۔ یہ کبھی اس کی ذمے داری نہیں تھی کہ وہ کال بیل بجنے کا نوٹس لے اور تجسس کرے کہ کون آیا ہے، البتہ یہ ضرور ہوا کہ تصورات کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا، وہ واپس اپنے ماحول میں تھی، کمرے میں موجود اشیا پر نظر دوڑانے لگی، بالکل خالی الذہن جیسے کوئی پہلی بار کچھ دیکھتا ہے۔
اسی وقت اس کے کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی اور سارہ دروازہ کھول کر اندر آگئیں، چہرے پر قدرے حواس باختگی تھی۔
فری ماں کو دیکھتے ہی سنبھل کر اٹھ بیٹھی اور سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔
”فری، وہ تمہارے چیئرمین داؤد علوی آئے ہیں، خیریت ہے ناں بیٹا؟ کل آفس میں کوئی گڑبڑ تو نہیں ہوئی؟“ سارہ کی تشویش بجا تھی۔ جمعہ، جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے تھے اسے آفس جاتے ہوئے اور کمپنی کا مالک

خود چل کر گھر آن پہنچا تھا۔

یہ سن کر تو گویا فری کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ سارہ سے زیادہ حواس باختہ نظر آرہی تھی۔

''سس...... سس...... سر...... آئے ہیں؟'' وہ بدحواس سی ہو کر بیڈ سے نیچے اتر کر پاؤں میں سلیپر اڑسنے لگی۔

''مگر سر کیوں آئے ہیں؟'' وہ جلدی جلدی بال سمیٹ کر کیچر لگاتے ہوئے بے ربط نظر آئی۔

''اب یہ تو تمہیں پتا ہونا چاہیے یا جو آئے ہیں انہیں پتا ہوگا۔ میں ابھی عدت میں ہوں، ان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتی، وہ ڈرائنگ روم میں ہیں...... فاخرہ (ملازمہ) چائے پانی پوچھ رہی ہے۔ تم چینج کر کے چلی جاؤ۔'' سارہ یہ کہہ کر عجلت کے انداز میں پلٹنے لگیں، چہرے پر تفکرات کی لکیریں کھنچی ہوئی تھیں۔

''چینج کر کے...... اُف...... ف...... بس ٹھیک ہے ماما۔'' اس نے اپنا سراپا ایک نظر جانچا اور بیزاری کے انداز میں ردِعمل دیا۔

''کیا مطلب...... اس حلیے میں تم اپنے باس سے ملو گی؟'' سارہ نے تعجب سے اسے سر سے پاؤں تک گھورا۔

لوز ٹراؤزر اور نرم کپڑے کی چھوٹی آستینوں والی ٹی شرٹ اس وقت اس کا لباس تھا۔

''ماما، دیر ہو جائے گی...... وہ اتنی دیر ویٹ کریں گے؟ میں آپ کی نماز والی چادر (بڑا دوپٹا) اوڑھ لیتی ہوں۔'' وہ یہ کہہ کر سارہ سے پہلے کمرے سے نکل گئی۔ وہ اتنا تیز چلی کہ سارہ کو تقریباً دوڑنا پڑا تاکہ اسے بتائیں کہ ان کی نماز والی چادر کہاں رکھی ہے۔

digest library.com

☆☆☆

داؤد علوی ڈرائنگ روم میں تو سیٹر صوفے کے مرکز میں براجمان طائرانہ نظروں سے چاروں اور دیکھ رہے تھے، ملازمہ اسے ہی آن کر کے ٹھنڈا پانی رکھ کر چلی گئی تھی۔ انہوں نے پانی کی طرف دیکھا ضرور تھا مگر گلاس کو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

ڈرائنگ روم میں تقریباً بیس بائیس افراد کے بیٹھنے کا انتظام تھا۔ تو سیٹرز کے تقریباً چار سیٹ، تین سیٹرز کے تین سیٹ اور پانچ سنگل سیٹس تھیں۔ خاصا بڑا ڈرائنگ روم تھا، دیوار گیر شوکیس بھی تھے اور کارنر اسٹینڈ بھی...... جن پر مختلف آرائشی اشیا سجی ہوئی تھیں۔ دیوار گیر شوکیس کے ایک طرف کاؤنٹر پر بہت ساری فریم شدہ فیملی فوٹوز سجی ہوئی تھیں۔ پھر ان کی توجہ سالار صاحب کی تصویر کی طرف گئی۔ تقریباً تین فٹ لمبا اور ڈھائی فٹ چوڑا بہت خوب صورت منقش لکڑی کا فریم تھا، یہ تصویر کسی مصور کا شاہکار پینسل اسکیچ تھا۔ شاہکار اس لیے کہ آنکھوں سے مسکراہٹ تک جھلکتی محسوس ہوتی تھی۔ واقعی ایک نابغۂ روزگار تصویر تھی۔ داؤد علوی بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کر تصویر کے قریب چلے گئے۔ ابھی نظر جمی بھی نہ تھی کہ فری آف وہائٹ بڑی سے چادر نما دوپٹے میں اندر داخل ہوئی۔ داؤد علوی نے اپنے گہرے دھیان سے چونک کر فری کی طرف دیکھا۔

''السلام علیکم سر!'' فری نے ان کی توجہ کا مرکز محسوس کرتے ہوئے قدرے اداس مسکراہٹ کے ساتھ سلام کیا۔

''والسلام......!'' ساتھ ہی انگلی سے سالار صاحب کے اسکیچ کی طرف اشارہ کیا۔

''میرے پاپا ہیں...... ''تھے'' نہیں کہہ سکتی کیونکہ وہ تو ہر وقت میرے ساتھ ہی محسوس ہوتے ہیں۔'' فری نے قریب آ کر بے اختیاری کیفیت میں فریم کے شیشے پر ہاتھ پھیرا۔

''obviously (ظاہر ہے)...... ایسا ہی ہے...... مگر کمال اسکیچ ہے...... اسے کہتے ہیں بولتی ہوئی تصویر۔'' داؤد علوی نے اوڑھی لپٹی فری پر یوں نگاہ کی جیسے کوئی جرم کر رہے ہوں، فوراً ہی نگاہوں کا رخ موڑ لیا۔

''جی، جو دیکھتا ہے یہی کہتا ہے۔ پاپا شاید میری پیدائش سے پہلے ٹریننگ پر ہالینڈ گئے تھے وہاں انہیں یہ آرٹسٹ ملا تھا۔ مجھے انہوں نے اس کا نام بھی بتایا تھا مگر وہ اتنا مشکل نام ہے کہ مجھے کبھی یاد ہی نہیں ہوا۔ کوئی فرنچ اولڈ مین

تھا..... لاسٹ ٹرم میں کچھ تھینو، میتھیو...... آتا تھا۔" فری نے یوں مسکرا کر جواب دیا جیسے گن پوائنٹ پر مسکرا رہی ہو۔
"شکر ہے...... آپ کی طبیعت پہلے سے بہت بہتر محسوس ہو رہی ہے۔" داؤد علوی نے اسے روانی سے بات کرتا پا کر کلمۂ تشکر ادا کیا۔
"میں تو رات کو ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا...... جتنی مرتبہ نیند ٹوٹی آپ ہی کی طرف دھیان گیا۔" داؤد علوی کا انداز عام انسانوں کی طرح تھا جیسے حساس اور ذمے دار لوگ کسی کی بھی تکلیف کو اپنی تکلیف کی طرح محسوس کرتے ہیں مگر فری پتا نہیں کیوں بری طرح چونک گئی تھی۔
"سر، میں اتنی اہم تو نہیں ہوں...... جس جگہ پر میں ہوں وہاں تو کوئی بھی آ کر آرام سے بیٹھ سکتا ہے، بس یہ ہے کہ فل ٹائم اٹینٹو رہنا پڑتا ہے۔"
"اور آپ کو فی الحال اسی کی ضرورت ہے، فل ٹائم اٹینشن۔ اسے کہتے ہیں پاور آف ناؤ (power of now) یعنی کہ زندہ وجود...... حاضر وقت میں حاضر...... جو گزر گیا اللہ کے حوالے، جو آنے والا ہے پتا نہیں آئے گا بھی کہ نہیں۔ میرا asset (اثاثہ) تو یہ لمحہ ہے جو مجھے اللہ کی مہربانی سے مل گیا ہے۔ مجھے اس حاضر وقت میں موجود ہونا ہے، مجھے حاضر وقت کی ویلیو کو محفوظ کرنا ہے...... ہر جانے والا یہی میسج دے کر جا رہا ہے کہ ہم جا رہے ہیں...... اور کسی بھی وقت آپ ہمارے پاس آ رہے ہیں۔" داؤد علوی کی بات میں اتنا گہرا اثر تھا کہ فری چند ثانیے کے لیے مبہوت سی ہو کر رہ گئی...... گویا بوند، بوند ترستے صحرا پر اچانک کہیں سے گہرے بادل آ کر برس پڑیں...... یکسر منظر ہی بدل جائے۔
"آپ بہت اسٹرانگ ہیں سر، ہر کوئی آپ کی طرح نہیں ہو سکتا۔" فری نے رکی ہوئی سانس دھیرے، دھیرے بحال کرتے ہوئے بے بسی کے انداز میں کہا جیسے کوئی نا اہل یہ کہتے ہوئے کوئی پروجیکٹ واپس کر دے کہ "یہ میرے بس کی بات نہیں۔"
"اپنی نوٹ بک میں میرے نام کے ساتھ لکھ لیجیے کہ کوئی بھی پیدائشی طور پر مضبوط نہیں ہوتا، مضبوط ہونے کے لیے بہت مرتبہ ٹوٹنا پڑتا ہے...... پھر ٹوٹے ٹکڑوں کو سمیٹ کر نئی شیپ دینا ہوتی ہے...... ایک، ایک کرچی...... ایک، ایک partical (ذرہ) چننا پڑتا ہے...... کہیں کچرے میں نہ چلا جائے اور نئی شیپ ادھوری رہ جائے۔" وہ ان کی باتیں سن رہی تھی اور سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
"فری، یاد رکھیں دنیا کے تمام کامیاب ترین لوگوں کا ماضی توڑ دینے والی ناکامیوں سے بھرا ہوتا ہے مگر وہ ہر ناکامی کو پارٹ آف لائف کہہ کر آگے بڑھتے رہتے ہیں...... پھر ایسے لوگوں کی کامیابیاں پیچھے آنے والوں کے لیے mile stone (سنگ میل) بن جاتی ہیں اور ان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہتی ہیں۔"
فری سحر زدہ کیفیت میں یک ٹک داؤد علوی کی طرف دیکھے جا رہی تھی، پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔ بلیک چیک کے کوٹ، بلیک پینٹ، وہائٹ شرٹ، میرون ٹائی...... کوٹ کی جیب میں اٹکا میرون رومال، شتر مرغ کی کھال کے چم، چم کرتے جوتے، بالوں کا نفیس کٹ، تازہ شیو کی نیلاہٹیں، کنجی چمکتی آنکھیں...... نرم و پُرسکون لہجہ، باوقار انداز نشست، قرینہ، نفاست، شائستگی...... صاف ستھرے دل کی وجہ سے بھرپور اعتماد۔
"بس دیکھتی رہیں گی...... کچھ بولیں گی نہیں؟" داؤد علوی کو اس کی بے ساختہ کیفیت میں لطف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ بے اختیاری کیفیت میں مسکرا رہے تھے۔
فری یک دم گڑبڑا سی گئی، خفت بھری مسکراہٹ لبوں پر ابھرنے لگی اور وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑنے لگی جیسے الفاظ تول رہی ہو۔
"سر، آپ کی فیملی بہت لکی ہے۔ جس فیملی کا ہیڈ آپ جیسا ہو ان کے پاس تو ہر وقت کی خوشی ہے...... اسپیشلی آپ کے بچے......" وہ ستائش کر رہی تھی۔

''بچے نہیں ہیں...... مگر میری بڑی سسٹر کے بچے میرے ساتھ ہیں اس لیے مجھے کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔''
داؤد دہلوی نے پُروقار انداز میں جواب دیا۔

''آپ کی وائف......''

''وہ بھی نہیں ہیں۔'' داؤد دہلوی نے گویا اسے آگے بولنے سے ہی روک دیا تھا۔

''are you single?...... آپ نے شادی نہیں کی؟ حالانکہ بہت سے لوگوں نے آپ سے شادی کرنا چاہی ہوگی...... سب کچھ تو ہے آپ کے پاس۔'' فری اپنے پرانے ڈھب پر واپس آکر اب بے تکے انداز میں سوال کررہی تھی۔

داؤد دہلوی کی ہلکی سی ہنسی بے ساختہ تھی۔

''بہت سے ''لوگوں'' نے......؟''

''وہ سر...... میرا مطلب ہے فیمیل......'' فری سچ مچ شرمندہ ہوگئی۔

''میری شادی بہت ینگ ایج میں ہوگئی تھی۔ پھر ہمارا بریک اپ ہوگیا۔'' داؤد دہلوی نے اپنے لحاظ سے بکھرا موضوع سمیٹا تھا۔

digest library.com

مگر فری بری طرح چونک گئی۔

''بریک اپ......! کون بیوقوف آپ کو اپنا بنا کر چھوڑ سکتا ہے؟'' فری کی فطرت اس ایک برجستہ جملے سے آشکار تھی۔

داؤد دہلوی کی حیرت زدہ نگاہ میں پوشیدہ سی مسکراہٹ بھی تھی، شاید پہلی بار انہوں نے بڑی توجہ سے سنجیدگی سے فری کے چہرے کا جائزہ لیا تھا۔

''کبھی ممی نے ٹوکا نہیں کہ بولنے سے پہلے سوچنا چاہیے؟'' داؤد دہلوی نے اب قدرے شریر انداز میں مسکرا کر سوال کیا تھا۔

فری پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ اب بھی اسے اپنے جملے میں کوئی غلطی نظر نہیں آرہی تھی مگر وہ اس لیے شرمندہ ہورہی تھی کہ داؤد دہلوی کا انداز و سوال شرمندہ کرنے کے لیے ہی تھا...... اس لیے کہ ماں تو غلط بات پر روک ٹوک کرتی رہی تھی۔ اس سے کوئی جواب نہیں بن پڑ رہا تھا بس فرش کو گھورے جارہی تھی۔

''کسی کی ظاہری لُک پر کبھی حتمی رائے نہیں دیتے فری...... ساتھ رہنے والے اپنے، اپنے رویّے کی بنیاد پر دن اور رات بسر کرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے میں نے اپنے رویّے سے اپنے پارٹنر کو مایوس کیا ہو اور پھر مایوس کردینے کے بعد اس کے جذبات کا جائزہ بھی نہ لیا ہو...... اپنے آپ کو ہنڈریڈ پرسنٹ ٹھیک سمجھا ہو۔ کبھی، کبھی ہم اپنی ذات سے انسان کو شدید مایوسی کی طرف لے جاتے ہیں جہاں اسے دور، دور تک روحانی خوشی ملنے کی امید نہیں ہوتی، تب اسے ہمارے ہونے یا نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' اس مرتبہ بولتے ہوئے داؤد دہلوی کا لہجہ انتہائی سنجیدگی کو ظاہر کررہا تھا، گویا وہ اس وقت حال سے ماضی کی طرف سفر کررہے تھے۔

اتنی بے رحمی سے اپنا تجزیہ کرنے والا انسان جسے اس بات کی کوئی فکر نہیں تھی کہ سامنے بیٹھی ہوئی فریشہ سالار ان کے بارے میں کیا رائے قائم کرے گی۔

''یعنی...... آپ سمجھتے ہیں اس بریک اپ میں غلطی آپ کی ہے؟'' فری نے اب قدرے ڈرتے، ڈرتے پوچھا تھا کیونکہ اس وقت وہ بہت ''پرسنل'' ہوچکی تھی، یہ جاننے کے باوجود تجسس کے ہاتھوں مجبور تھی۔

''جب مرد بریک اپ کا فیصلہ کرتا ہے تو وہ ہمیشہ غلط ہوتا ہے جبکہ اس کے پارٹنر کی مورل ویلیوز (اخلاقیات) بھی کمزور نہ ہوں۔''

فری کے نزدیک یہ زندگی کا بہت بڑا انکشاف تھا۔
"ضروری تو نہیں سر...... کسی وقت عورت بھی اپنے پارٹنر کو بہت مایوس کر سکتی ہے۔" ایک پختہ سوچ کے حامل شخص کی وقتی صحبت نے فری کو بھی گہرائی بخش دی تھی کیونکہ وہ داؤد علوی کا حرف، حرف تول کر سن رہی تھی۔
"اگر بیوی میں آپ کو کوئی خوبی نظر نہیں آتی تو یہی خوبی بہت ہے کہ وہ صرف آپ کی ہے، اس کی سوچ آپ سے شروع ہو کر آپ پر ختم ہوتی ہے۔ مرد آزاد ہے...... ڈھٹائی، بے غیرتی، تکبر، انا کی آخری حدیں کراس کر کے بھی...... توبہ کر کے اچھا بن جاتا ہے...... مگر سوسائٹی ایک عورت کی اخلاقی غلطی کو اس کے ساتھ قبر میں دفن نہیں کرتی...... اس کی نسلوں کے لیے سنبھال کر رکھتی ہے۔" داؤد علوی کے لہجے میں رومی کی بانسری کا سوز تھا۔
"I wish...... میں آج کی سٹنگ کی ساری باتیں ریکارڈ کر لیتی اور بار، بار سنتی...... سر، یہ سب تو میں نے پہلی بار سنا ہے۔" فری فرط جذبات سے بے ربط ہو رہی تھی۔
سرکش نفس کے گھوڑے کی ایسی ٹانگیں کٹی تھیں کہ بے بسی کی کیفیات نے دماغ کا ایک، ایک خلیہ روشن کر دیا تھا...... جسے چودہ طبق روشن ہونا کہتے ہیں۔ شاید آج سے کچھ وقت پہلے کوئی اس کے سامنے یہ باتیں کرتا تو وہ دو منٹ بعد اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی اور اسمارٹ فون پر کوئی من پسند میوزک سنتی...... مگر اس وقت تو وہ گویا زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو چکی تھی۔ جیسے دم توڑتا مریض اچانک نارمل سانس لینے لگے بلکہ اٹھ کر ہی بیٹھ جائے...... زندگی پوری قوت کے ساتھ اسے گلے لگا کر بھینچ رہی تھی۔
"آپ کی ذرہ نوازی ہے کہ آپ کو میرے الفاظ نے متاثر کیا...... مگر یہ حقیقت ہے فری، پارسا...... محتاط عورت price less (انمول) ہوتی ہے...... ایسی عورت کے لیے قیمتی لفظ استعمال کرنا مناسب نہیں...... اس عورت کی تو کوئی قیمت ہی طے نہیں ہو سکتی اس لیے طلاق یافتہ کا لیبل دے کر اسے عمر بھر کی اذیت نہیں دینی چاہیے...... پھر فطرت کی طرف سے بھی نہ بھی ری ایکشن ضرور آتا ہے...... جسے قانونِ لین دین کہا جاتا ہے۔ ضمیر کے بوجھ کسی کی مدد سے نہیں اترتے...... یہ قبر میں جانے والے ساتھی ہیں۔" داؤد علوی کی آواز اتنی مدھم تھی گویا خود کلامی کر رہے ہوں۔
اسی وقت ملازمہ ٹرالی کے ساتھ اندر داخل ہوئی۔ شامی کباب، پکوڑے، انڈوں کا حلوا اور دہی بڑے۔ سب چیزیں گھر کی بنی ہوئی، کوئی بیکری آئٹم نظر نہیں آ رہا تھا۔ ٹرالی کی طرف دیکھتے ہوئے فری کو چائے پیش کرنے میں تاخیر کی وجہ سمجھ آ گئی، خود اسے تو داؤد علوی کی باتیں سنتے ہوئے کچھ ہوش ہی نہ تھا۔ اسے بے اختیار اپنی سلیقہ شعار ماں پر پیار آنے لگا۔
"یہ اتنا تکلف؟ بریک فاسٹ، لنچ، ڈنر...... سب کچھ ایک ٹرالی میں؟" داؤد علوی نے ہلکے پھلکے انداز میں مسکرا کر ٹرالی کی طرف اشارہ کیا۔
"سر، میری ماما کو گیسٹ کا انتظار رہتا ہے، کوئی گیسٹ آئے اور وہ کچن کے پانچ برنرز جلا کر کھڑی ہو جائیں۔" فری اپنے فطری برجستہ انداز میں گویا ہوئی اور اٹھ کر خالی پلیٹ اٹھا کر داؤد علوی کو تھمائی، ساتھ ہی ایک چمچہ بھی پلیٹ میں رکھا۔
"آپ کے کچن میں پانچ برنرز ہیں؟" داؤد علوی بظاہر سنجیدہ نظر آئے مگر لہجے میں ہلکی سی شرارت تھی۔
فری نے چونک کر پہلے تو ان کی طرف دیکھا پھر قدرے شرمندہ ہو کر مسکرائی۔
"ویسے تو ٹوٹل سات ہیں...... ڈرٹی کچن میں چھوٹی بڑی دو انگیٹھیاں بھی ہیں۔" فری نے اپنے دونوں ہاتھوں کی سات انگلیوں سے اشارہ کر کے سات اچھی طرح "رجسٹرڈ" بھی کرا دیا۔
داؤد علوی کا ہلکا سا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ فری نے پہلے شامی کباب کی پلیٹ اٹھا کر انہیں پیش کی۔
"پھر آپ کل آ رہی ہیں؟ بلکہ روز آ رہی ہیں۔ آپ اپنی ایجوکیشن بھی جاری رکھیں گی، آفس میں بھی ٹائم دیا

گی، گھر میں ماما کو بھی ہیلپ کریں گی، اپنے کپڑے خود پریس کریں گی...... گارڈن میں پودوں کو پانی بھی دیں گی، جم بھی جائیں گی...... آٹھ گھنٹے آرام، سولہ گھنٹے کام...... آپ چوبیس گھنٹے خود ڈیوائڈ (تقسیم) کریں گی۔"

فری اب آنکھیں پھاڑے داؤد علوی کی طرف دیکھے جا رہی تھی، بھول گئی تھی کہ اس کے ہاتھ میں کبابوں کی پلیٹ ہے۔

"اتنا سارا کام......؟ سر...... امپاسبل......" اس نے نفی کے انداز میں گردن ہلا دی۔ سو فیصد معذرت تھی ساتھ میں بے تحاشا بدحواسی بھی۔

"اُف...... کپڑے پریس کرنا، اتنا مشکل کام اور میں تو پہنتی بھی کاٹن ہوں۔"

"پھر یہ کباب واپس رکھیں اور مجھے صرف ایک کپ چائے بنا دیں۔" داؤد علوی کسی حاذق حکیم کی طرح اس کے علاج پر کمربستہ ہو چکے تھے۔

"یہ نہ کریں سر...... پلیز!" وہ بری طرح الجھ رہی تھی۔

"فری، میں سیریس ہوں کیونکہ سالوں پہلے میں نے خود سے ایک کمٹمنٹ کی تھی کہ زندگی میں کوئی بھی باصلاحیت انسان مجھ سے connected ہوگا تو میں اسے ضائع نہیں ہونے دوں گا...... میں سنگل ہوں، بہت سی ذمے داریوں سے آزاد ہوں...... میرے پاس بے تحاشا دولت ہے، اسٹیٹس ہے...... بس اللہ کا شکر کرنے کا یہ راستہ ڈھونڈا ہے...... اس کے علاوہ میری کسی سے کوئی غرض ہے نہ مطلب۔" یہ کہہ کر انہوں نے ایک کباب اٹھا کر اپنی پلیٹ میں رکھا اور فری کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"سر، میں کوشش کروں گی...... آپ بہت گریٹ ہیں۔" فری کی آواز بہت آہستہ اور سر جھکا ہوا تھا۔

"اللہ دی گریٹ...... ہم تو جانے کے لیے آئے ہیں، یہ زندگی کا وقفہ بہت ہی مختصر ہے...... جلدی، جلدی کچھ کر سکتے ہیں تو کر لیں۔" داؤد علوی کباب کا چھوٹا سا پیس منہ میں رکھتے ہوئے فری سے کہہ رہے تھے۔ یہ الفاظ تو فری پر بجلی بن کر گرے تھے۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں سر...... کہاں ہیں پاپا...... جو اسی ڈرائنگ روم میں اکثر آفیشل میٹنگز بھی کیا کرتے تھے...... دس، پندرہ جونیئرز کے ساتھ...... کہاں ہے انصر......؟ جو لیٹ آورز میں بھی کتنا فریش نظر آتا تھا، بلیو یا ریڈ شرٹ پہن کر ہنستے ہوئے باتیں کرتا تھا تو لگتا تھا ہم سو سال تک یونہی باتیں کرتے رہیں گے۔" وہ گم صم ہو چکی تھی۔

سالار صاحب اور انصر ذہن کی اسکرین پر بار، بار جلوہ گر ہو رہے تھے۔

"ہمیں ایسے خیال پر رکنا چاہیے جو اگلے لمحے میں ہمیں یا کسی کو بھی فائدہ دے، اس طرح سوچتے رہنے سے کوئی فائدہ نہیں...... اب آپ مجھے یہ گرم پکوڑے ٹیسٹ کرائیں ورنہ یہ ٹھنڈے ہو کر ساری اسپرٹ ہی ٹھنڈی کر دیں گے۔"

داؤد علوی نے بڑی مہارت، ذکاوت، ذہانت کے ساتھ اسے ماحول میں واپس بلایا تھا...... فری کا اٹھ کھڑے ہونے کا انداز بھی افراتفری والا تھا۔

☆☆☆

"مریم، میرا تو دل گھبرا رہا ہے۔ تم تو داؤد علوی کی بہت تعریف کر رہی تھیں۔ گھنٹے بھر سے فری کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں...... یہ کیا طریقہ ہے...... employ نے چھٹی کی تو خود بھی چھٹی کر کے اس کے گھر آ بیٹھے...... جوان بچی ہے...... بھئی تم اپنا آفس، اپنے باس اپنے پاس رکھو...... مجھے ایسے رنگ رنگیلے باس کے ساتھ اپنی بچی کو کام نہیں کروانا...... اور یہ ادھیڑ عمر کے کھیلے کھائے مرد...... یہ تو "ٹھرکی" ہوتے ہیں۔"

سارہ کا پارہ اچھا خاصا ہائی تھا، دل تو چاہ رہا تھا دروازے سے کان لگا کر بیٹھ جائیں اور سنیں کہ آنے والا "ٹھرکی شخص" ان کی بیٹی کو کیا پٹیاں پڑھا رہا ہے مگر آتی جاتی ملازمہ کی وجہ سے یہ کرنے سے قاصر تھیں، مریم بھی اپنی جگہ ہکا بکا تھی۔ فرسٹ ہاف کی معمول کی میٹنگ کے بعد سے داؤد علوی آفس سے غیر حاضر تھے۔ کئی لوگ ان کی راہ

دیکھ رہے تھے جن میں وہ خود بھی شامل تھی۔

''آپا، میرا تو ذہن واقعی کام نہیں کر رہا...... مگر ایک بات تو بالکل کلیئر ہے کہ باس کے کیریکٹر پر کوئی سوال نہیں۔ میں سولہ سال سے یہاں ہوں، جو یہاں سے جا چکے ہیں وہ بھی آج تک باس کی عزت کرتے ہیں۔'' مریم حق سچ تو کہہ رہی تھی مگر اُلجھن بھی بہت تھی۔ وہ یوں سوچ، سوچ کر بول رہی تھی کہ سننے والا الفاظ گن سکتا تھا۔

''ارے ہٹاؤ...... اس وقت جو میرے سامنے ہے میں تو یہی دیکھوں گی ناں، تم ایک گھنٹے بھی قصیدے پڑھو مجھے کیا فرق پڑے گا۔''

''آپا، کل جو کچھ ہوا وہ آپ کو نہیں پتا۔ میں نے اور فری نے جان بوجھ کر آپ سے چھپایا۔ کل فری اتنا چیخ، چیخ کر روئی تھی کہ تینوں فلورز کے لوگ فری کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ سالار بھائی کو پکار رہی تھی...... رو، رو کر پاگل ہو رہی تھی، ہم اسے اسپتال لے گئے تھے...... آپا، روتے، روتے وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ اسی لیے میں اسے اپنے ساتھ گھر لے گئی تھی...... اس کی آنکھیں رو، رو کر اتنی سوج گئی تھیں کہ آپ دیکھتیں تو پریشان ہو جاتیں...... اب بھی آپ غور سے اس کی شکل دیکھیں تو پتا چل جائے گا...... فری نے دوبارہ کمرے میں بند رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا جو میں نے آج صبح بہت شرمندگی کے ساتھ سب باس کو بتا دیا تھا...... شاید اسی وجہ سے......''

مریم...... داؤد علوی کی تصویر سے گرد جھاڑ رہی تھی اور سارہ گونگی ہو کر سن رہی تھیں۔ وہ اب نہ الفاظ ترتیب دے سکتی تھیں نہ ہنکارا ابھر سکتی تھیں۔

digest library.com

☆☆☆

''پھر آپ کل سے اپنے کام پر ہیں؟'' داؤد علوی اب جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''جی سر...... اب سولہ گھنٹے کا شیڈول بنا کر آپ کو شو کرانا ہے۔'' فری اس وقت توانائی کا ذخیرہ بن چکی تھی۔

''بس آج سے یہ بات خود کو remind کرانی ہے کہ ہم سب جانے کے لیے آئے ہیں...... مگر اپنی باری پر جائیں گے...... نہ ہم اپنی چوائس پر آئے تھے نہ اپنی چوائس پر جائیں گے۔ آج کی ڈیٹ میں آپ اپنی نوٹ بک پر یہ گولڈن ورڈز بڑا، بڑا کر کے لکھ لیجیے۔ یہ الفاظ میرے نہیں ہیں، ایک مشہور سوشیالوجسٹ چارلس ہینڈی کے ہیں۔ وہ اپنی کتاب "The Age of Unreason" میں لکھتا ہے کہ...... ''وہی معاشرہ جو تبدیلی کو دل سے قبول کر لیتا ہے وہ تبدیلی کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کر سکتا ہے، بجائے اس کے ساری زندگی ری ایکشن (ردِعمل) میں پھنسا رہے......'' یہ آپ نے اپنی نوٹ بک میں لکھنا بھی ہے اور مجھے دکھانا بھی ہے، اگر رائٹنگ پسند آئی تو اچھے نمبر ملیں گے ورنہ فیمین پرسنٹ نمبر کاٹ کر اپنے سائن کر دوں گا۔''

داؤد علوی ایک مشاق ٹیچر کی طرح اسے تاکید کر رہے تھے۔ اپنی جادو اثر مسکراہٹ کے ساتھ فری نے جواباً صرف بچوں کی طرح اثبات میں گردن ہلائی...... جیسے وہ ننھا بچہ جو بولنے پر قدرت نہیں رکھتا مگر بات سمجھ آنے پر گردن ضرور ہلا دیتا ہے۔

☆☆☆

سارہ کے دل کو تو گویا پنکھے لگ گئے، بس نہیں چل رہا تھا خود ہی گھڑی کی سوئی بن جائیں کیونکہ وقت ایک جگہ رُک چکا تھا۔ ان کے دل کی دھک، دھک کلاک کی سوئیوں کی ٹک، ٹک پر غالب تھی۔ لاؤنج میں ایک فل ٹائم اور ایک پارٹ ٹائم ملازمہ کی نگاہ ہے، گاہے آر جار جاری تھی سو وہ اپنی کیفیات چھپانے کی غرض سے اپنے کمرے میں کچھ دیر کے لیے دم سادھ کر بیٹھ جاتیں...... ہضم ہونا تو دور کی بات ان کے تو حلق سے یہ بات نہیں اتر رہی تھی کہ کسی کمپنی کے مالک کو اپنی نئی نویلی employ کی اتنی فکر ہو کہ اپنے سارے کام چھوڑ کر بیٹھ جائے۔ مریم کی طرف سے مطمئن کرنے کی ساری کوششیں بے سود ثابت ہو رہی تھیں۔

وہ بے قراری سے چلتی ہوئیں ایک مرتبہ پھر اپنے کمرے سے باہر آئیں تو یہ دیکھ کر سکون کی گہری سانس لی کہ فری باہر سے اندر لاؤنج میں داخل ہو رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر ماں کی طرف دیکھا تو سارہ کی روح کپکپانے لگی...... لوگوں کے ہزار جتن کے بعد بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ جھلک کر نہ دی...... کبھی سر جھکا کر بیٹھ گئی، کبھی منہ اٹھا کر چل دی۔

"چلے گئے علوی صاحب؟" انہوں نے حواس بحال کرنے کی کوشش میں ایک مختصر سا سوال کیا۔

"جی ماما، سر تو موٹیویشنل اسپیکر ہیں، اتنی لاجیکل باتیں کرتے ہیں کہ انسان کنونس ہو جاتا ہے...... میں تو بس سانس لے رہی تھی ورنہ تو پاپا اور......" وہ ایک پل کے لیے رکی۔ سارہ نے گہری نگاہ اس کے چہرے پر جما دی۔

"اور اظہر کے ساتھ ہی مر چکی تھی...... ماما...... وہ دونوں کبھی ہمارے پاس نہیں آئیں گے...... ہمیں ہی ان کے پاس جانا پڑے گا...... مگر پتا نہیں کب...... میں زندہ ہوں...... اپنی ماما کا خیال تو رکھ سکتی ہوں...... ماما تو ہیں ناں میرے پاس۔" یہ کہہ کر اس نے سارہ کو اپنی بانہوں میں بھر لیا اور رخسار پر بوسہ دیا۔ وہ تو ورطۂ حیرت میں ڈوبنے لگیں۔

جب سے مریم اسے ڈراپ کر کے گئی تھی تب سے اس کے ہونٹوں پر قفل پڑے تھے...... خاموش، خاموش، نڈھال اور بیزار......

"ایک گھنٹے میں وہ کیا منتر پڑھ کر پھونک گئے؟" سارہ نے اس کے بازوؤں کا حلقہ توڑ کر اسے شانوں سے تھام لیا اور غور سے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھنے لگیں۔ پپوٹوں پر اب بھی ہلکی سی سوجن اور گلابی پن جھلک رہا تھا۔

"کل بہت روئی تھیں......؟ اسپتال پہنچ گئیں...... اور ماں کو خبر تک نہیں...... میری بیٹی غم کی شدت سے نڈھال تھی...... اور ماں کھانا کھا رہی تھی۔" سارہ کی آواز پر آنسو غالب آ گئے...... بولتے، بولتے رک گئیں۔

"میری خالہ نے بولا تھا کہ ماما کو کچھ نہ بتاؤ...... پتا نہیں اکیلے میں کتنا روتی ہوں گی...... پریشان ہو جائیں گی...... ورنہ ماما...... جب انسان اسپتال کے بیڈ پر ہوتا ہے تو سب سے زیادہ ماں یاد آتی ہے۔ میرا تو دل چاہ رہا تھا بس ایک سیکنڈ میں آپ آ جائیں۔"

سارہ نے بے اختیار اسے سینے سے لگا لیا۔

"روئی کیوں تھیں بیٹا...... کسی نے کچھ کہہ دیا تھا؟" وہ اس کی پیشانی چوم کر پوچھ رہی تھیں۔

"پاپا بہت یاد آتے ہیں...... ہر وقت ان کی آواز کانوں میں سنائی دیتی ہے...... ہر طرف سے ان کی خوشبو آتی ہے۔ شروع، شروع میں تو ماما مجھے صبح، صبح یوں لگتا تھا کہ پاپا بیڈ کے پاس کھڑے ہیں...... اور مجھے کہہ رہے ہیں...... فری اٹھو...... کالج نہیں جانا؟" فری کی آواز آنسوؤں میں بھیگنے لگی۔

"مجھے تو آج تک بھی وہی جگا رہے ہیں، گہری نیند میں ان کی آواز سنتی ہوں...... سارہ اٹھو...... اور پٹ سے میری آنکھ کھل جاتی ہے...... شاید جو اچانک چلے جاتے ہیں...... وہ نہیں جاتے۔" یہ کہہ کر سارہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"بس ماما...... اب ہمیں زندہ رہنے کے لیے ہمت تو کرنا پڑے گی...... I wish کہ آپ سر کی باتیں سنتیں...... کتنے اسٹرانگ اور realistic (حقیقت پسند) ہیں...... اتنا سولفلی energize کرتے ہیں کہ مرتا ہوا بھی زندہ ہو جائے...... میں پھر مرنے جا رہی تھی ماما...... لیکن زندہ ہو گئی ہوں...... آپ نے دیکھا انہوں نے مجھے کتنا ٹائم دیا...... بلکہ میں نے ان کا کتنا قیمتی ٹائم کھا لیا۔ ایسے ہائی پروفائل لوگوں سے تو ملنے کے لیے ٹائم لینا پڑتا ہے۔"

"ایسی کیا باتیں کر رہے تھے وہ؟" دیر سے مچلتا سوال بالآخر زبان پر آ ہی گیا۔

"بس...... یہی کہ بہت پہلے انہوں نے خود سے ایک کمٹمنٹ کی تھی کہ وہ کہیں بھی ٹیلنٹ اور worth دیکھیں گے تو اسے ویسٹ ہونے سے بچائیں گے...... اسے فل سپورٹ دیں گے کہ سوسائٹی کو بہترین انسانوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے...... زندہ انسان ہو تو اسے زندہ نظر بھی آنا چاہیے۔"

فری نے سارہ کو شانوں سے پکڑ کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے کہا تو سارہ بجی دق سی صورت لے کر بیٹھ گئیں۔ دماغ میں آنے والی مشاہدہ شدہ، تجربہ شدہ سوچیں شرمندہ کر رہی تھیں۔ وہ فوکر طیارے کا ناپ تول کر رہی تھیں جبکہ سامنے تو بوئنگ یا ائربس تھی۔

ان کے تو ذخیرہ شدہ الفاظ ہی ختم ہو گئے تھے۔ چند ثانیے دم سادھے بیٹھی رہیں پھر فری کی طرف دیکھا جو اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔

''اتنی عمر ہے، شادی شدہ تو ہوں گے؟'' یونہی ایک سوال منہ سے نکل گیا۔

''شادی ہوئی تھی ماما...... مگر ابھی پھر سے سنگل ہی ہیں۔''

فری پھر فری تھی...... بہت محنت سے ماں کو اردو میں جواب دیتی تھی۔ یہ کہہ کر فری آگے بڑھ گئی اس بات سے قطع نظر کہ اس کے جواب نے ماں کو صحیح سے ''کام'' پر لگا دیا ہے۔ چال میں فطری بے نیازی تھی۔

''پھر سے سنگل ہیں......؟'' سارہ زیر لب بڑبڑائیں۔

digest library.com

''ٹھیک ہے، فری کا کزن ہے...... ان کے انٹرنل ایشوز ہو سکتے ہیں۔ جوائنٹ فیملی سسٹم میں بہت سی پرابلم آجاتی ہیں، ہم جو فرسٹ ٹائم دیکھتے ہیں ہمیں کیا پتا کہ وہ ایکشن تھا یا ری ایکشن؟'' عرشلہ بہت حلم و نرمی سے زین کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''مام، بس کر دیں۔ اس نے میری انسلٹ کی تھی، مینٹل ٹارچر کیا تھا جس کی وجہ سے میرا ایکسیڈنٹ ہوا تھا...... مجھے انجری آئی تھی...... I can't forget that movement, no.... never!'' زین بری طرح بگڑا ہوا تھا، کچھ سننے کے لیے تیار نہ تھا۔

''اگر واصف نے مس بی ہیو کیا تھا تو فری نے ری ایکٹ نہیں کیا ہوگا یا وہ خاموشی سے دیکھتی رہی؟'' اب عرشلہ کو الجھن سی ہو رہی تھی۔ اس سے زیادہ وہ اپنی توانائی نہیں کھپا سکتی تھیں۔

''ہاں، اس نے بڑا خوفناک ری ایکٹ کیا تھا...... اپنے دانتوں سے اس کا شولڈر کاٹ لیا تھا۔ اسے ٹھیک ٹھاک بلیڈنگ بھی ہوئی تھی...... مگر اس کے ساتھ ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔'' زین نے اسی سابقہ انداز میں بگڑ کر جواب دیا۔

عرشلہ تو گویا یہ سن کر سناٹے میں رہ گئیں۔

''bleeding? ...... او مائی گاڈ! فری کا غصہ اتنا خطرناک ہے...... وہ تو کسی کو شوٹ بھی کر سکتی ہے۔ اس طرح کے لوگوں میں humanity تو ہوتی ہی نہیں سکتی...... یہ لوگ تو مرڈر کر سکتے ہیں، پیٹرول چھڑک کر آگ لگا سکتے ہیں...... واصف غصہ کر رہا تھا، اس نے کسی کو فزیکل ٹارچر تو نہیں کیا تھا...... میں اب بھی تمہیں فری سے نہیں ملنے دوں گی۔ اسے کبھی تم پر غصہ آ گیا تو وہ تمہیں بھی کوئی بڑا نقصان پہنچا سکتی ہے۔''

عرشلہ بچوں کی طرح سہم رہی تھیں، جو چیونٹی کو مسلنا پسند نہ کرے اس کے لیے تو کسی کو دانتوں سے کاٹ کھانا ''اقدام قتل'' جیسا خطرناک عمل تھا۔

''اوہ...... اتنی دیر میں آپ نے یہی conclusion نکالا ہے کہ گلٹی (مجرم) فری ہے اور یہ guy انوسینٹ ہے...... اس لیے کہ یہ آپ کو ٹریپ کر چکا ہے؟'' زین نئے سرے سے بگڑ اٹھا۔

''silly ...... وہ مجھے کیوں ٹریپ کرے گا، وہ ہمارے پاس تھرو پراپر چینل آیا ہے...... راستے میں نہیں ملا تھا...... اور مجھے یہ تو بتاؤ جس وقت یہ سب کچھ ہو رہا تھا فری کے پیرنٹس کہاں تھے؟'' عرشلہ کو یک دم سالار صاحب اور سارہ سے اپنی ملاقات یاد آ گئی۔

''وہ گھر پر نہیں تھے۔'' زین نے جان چھڑانے والے انداز میں جواب دیا مگر عرشلہ چونک گئی تھیں۔

''تمہارا ایکسیڈنٹ تو رات تین بجے کے قریب ہوا تھا، تم اس لڑائی جھگڑے کے فوراً بعد وہاں سے نکل گئے ہو گے؟'' عرشلہ نے پوچھا۔

"obviously!" زین نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

''ہوں......ں......ں۔'' عرشلہ کا ''ہوں'' خاصا طویل تھا جیسے وہ بات کی تہ میں اترنے کی کوشش کر رہی ہوں۔

''لیٹ آورز میں تو کوئی بھی گریس فل فیملی اپنے بچوں کو allow نہیں کرتی، یہ سب تو وہاں ہوتا ہے جہاں پیرنٹس آؤٹ ڈور پارٹیز انجوائے کر رہے ہوتے ہیں اور جب گھر واپس آتے ہیں تو ڈرنک (نشے میں) ہوتے ہیں، انہیں ہوش ہی نہیں ہوتا کہ وہ اپنے بچوں کی ایکٹوٹیز واچ کریں...... it seems Wasif would have been reacted...! '' (ایسا لگتا ہے کہ واصف اسی وجہ سے ردِّعمل کر رہا ہوگا۔)

عرشلہ سوچتے ہوئے تجزیہ کر رہی تھیں۔ وہ اپنے نظریات سے کسی طور پیچھے ہٹنے کو تیار نظر نہیں آ رہی تھیں جو انہوں نے پچھلی تمام ملاقاتوں میں واصف کے لیے قائم کیے تھے۔

"who is he...? he is not her father." زین اپنے نظریات پر ڈٹا ہوا تھا، فوراً بھڑک اٹھا۔

''فیملی ممبر کو اس کی duties بتائی نہیں جاتیں زین، سب کو اپنی ڈیوٹیز کا پتا ہوتا ہے۔ اس کے پیرنٹس گھر میں نہیں تھے، اسے خود احتیاط کرنی چاہیے تھی۔ وہ اب CNIC ہولڈر ہے، چار، پانچ سال کی بچی تو نہیں...... any how...... میں تمہارے concerns کی وجہ سے ایک ٹیلنٹڈ بندے کو جاب لیس نہیں کر سکتی...... its none of your business''

عرشلہ نے دیر کی کشاکش سے بہرحال نجات حاصل کی۔ اس دردِ سر سے انہیں خود ہی نمٹنا تھا۔ ثمینہ کو اس سب کی ہوا بھی لگ جاتی تو ایک نیا ''دیوانی مقدمہ'' شروع ہو جاتا، انہیں فوری فیصلہ کرنا تھا، وہ ماریہ سے بھی جیادانہ خیال کرنا نہیں چاہتی تھیں۔ انہیں محسوس ہوتا تھا کہ ماریہ کو زین سے شکایتیں ہیں، وہ درست رائے دینے کے بجائے جذباتی ہو سکتی ہے۔ دوسرے، پہلی بار بہت بڑا قدم اٹھانے کے بعد وہ خود اعتمادی کا سفر شروع کر چکی تھیں، اسی وجہ سے جو کچھ سینے میں دفن تھا ماں کے سامنے کھول بیٹھی تھیں اور داؤد علوی کے چلے جانے کو ثمینہ کے فیصلوں کا نتیجہ قرار دے چکی تھیں جس کا مطلب تھا کہ سابقہ شوہر آج بھی ان کے دل میں کہیں بسا ہوا تھا...... علیحدگی ہو چکی تھی مگر خلا آج بھی موجود تھا۔

''آپ مجھے ہر وقت disown کرنے لگی ہیں...... نانو بنتی جا رہی ہیں...... فری CNIC ہولڈر ہے تو میں بھی بچہ نہیں ہوں، میں ماریہ کو لائک نہیں کرتا مگر وہ میرے گھر میں ہے...... میں واصف کی شکل دیکھنا نہیں چاہتا، وہ آپ کو پسند ہے۔'' زین غصے میں آگ بگولا نظر آنے لگا۔

''تم تو میری ماں کو بھی لائک نہیں کرتے زین...... حالانکہ ہم ان کے گھر میں رہتے ہیں۔ انہوں نے finances کو مینٹین رکھا ہے، جس کی وجہ سے ہم ایک پیس فل لائف گزار رہے ہیں...... مگر اب مجھے ان کا رائٹ ہینڈ بننا پڑ رہا ہے کیونکہ ان کے ساتھ سیریس ہیلتھ ایشوز چل رہے ہیں۔'' عرشلہ بولتے، بولتے بیڈ کے کنارے سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''تم خود کو تیار کرو...... ایجوکیشن کمپلیٹ کرو...... پھر یہ سارا سسٹم خود بخود تمہارے ہینڈ اوور ہو جائے گا، اس وقت تک تم خود کو ہمارے بزنس سیٹ اپ سے بالکل الگ رکھو اور اپنی اسٹڈی پر فوکس کرو۔'' یہ کہہ کر عرشلہ تیز رفتاری سے کمرا چھوڑ گئیں۔

زین چند لمحوں تک تو اندر ہی اندر کھولتا رہا پھر زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ دیوار کو گھورتے ہوئے خود کلامی کرنے لگا۔

''ایجوکیشن کمپلیٹ ہو بھی گئی اور نانو 100 years (سو سال) زندہ رہیں تو پھر ایجوکیشن کا کیا فائدہ...... زیادہ تر لوگ تو پہلے ہارٹ اٹیک میں ہی مر جاتے ہیں مگر نانو...... ان کا تو منرل واٹر بھی یوکے سے آتا ہے...... یہ تو پہلے ہم

سب کو ماریں گی...... پھر......" اس نے کشن اٹھا کر زور سے زمین پر دے مارا۔

digest library.com

☆☆☆

"دیکھ بیٹا...... انسان گھر میں دھنیا پودینہ بھی اگا دے ہے تاں تو دیکھ بھال کرے ہے۔ تو اتی پلی پلائی جوان جہان چھوکری...... ہمارا خزانہ ہے اور ہم اپنے خزانے پر ناگ بنے بیٹھے ہیں...... اُدھر بڈھی مری اور تیرے بھاگ کھلے...... زین دو منزل بنگلا، ڈیفنس میں لے کر دیوے گا...... دو منزل کا آٹھ، دس لاکھ کرایہ آوے گا...... ہمارے "بیڑے" کا انتظام چلتا رہے گا...... ہم تم دونوں، بہن بھائی کو مڑ کر بھی نہیں دیکھیں گے...... پھر جدھر سینگ سمائے چلے جانا۔" چنبیلی نے اچھی خاصی تقریر کے بعد حقہ گڑگڑانا شروع کر دیا۔ جلدی میں زیادہ کش کھینچ لیے تو بری طرح ٹھسکا لگا۔ کھانس، کھانس کر بے حال ہونے لگا۔

"ارے کہاں غرق ہو گئے سب کے سب، ایک گلاس پانی تو پکڑائیو۔" چنبیلی کھانسی کے دوران بمشکل بول پایا۔ پانی زینب (شرمیلی) بھی دے سکتی تھی مگر غم و غصے کی آگ میں جل رہی تھی، ایسی آگ جسے سمندر بھی نہیں بجھا سکتا تھا۔ چنبیلی کی ہر چھوٹی بڑی تکلیف اس کے لیے باعث راحت تھی...... رات کے تاریک سناٹوں میں ایک خواہش ناگ کی طرح پھنکارتی تھی کہ چنبیلی کا آخری وقت جلد آجائے اور وہ اس "ڈائنا سور" کو نزع کی تکلیف میں تڑپتا دیکھ کر کلیجا ٹھنڈا کرے۔

غیر فطری زندگی گزارنے والے اس بڑے سے "گروہ" کے درمیان زندگی گزارنا ایسا ہی تھا گویا پہاڑ کی چوٹی سر کرنے کی کوشش میں بار، بار پھسل کر نیچے آنا۔ وہ تو زین کا دم غنیمت تھا کہ وہ کسی رات کو ایک دو گھنٹے گزار جاتا تھا اور اسے تسلی دیتا تھا کہ رات ضرور ہے، صبح بھی ہوگی۔

چنبیلی اسٹیل کے اس بڑے گلاس سے پانی پی رہا تھا جو نیلم پری نے افتاں و خیزاں دوڑ کر "حاضر خدمت" کیا تھا۔

پانی پی کر قدرے تقویت پہنچی تو پھر ہذیان بکنے لگا۔

"ارے میں نے تو عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر منت مانی ہوئی ہے، جس دن بڈھی مری سات قورے کی دیگیں اور تین زردے کی دیگیں لنگر میں دوں گی...... تو بھی کوئی منت مان لے تاکہ ہم سے تیری جان چھوٹے...... زین کو بولوں تو وہ بڈھی کو زہر بھی دے دیوے مگر ان رئیسوں کے بڑے لمبے ہاتھ ہوویں...... زین کو پولیس نے دھر لیا تو ڈیڑھ پسلی کا ایک چابک نہ سہہ پاوے گا...... وہ بھی قبولے گا جو پڑوسیوں نے کیا ہوگا...... بس یہ سوچ کر صبر سے بیٹھے ہیں...... ایک دن تو مرے گی ہی...... تو بھی صبر کر۔"

"ہاں...... بھائی کی وجہ سے صبر سے قید تو کاٹ رہی ہوں...... کہیں ایسا نہ ہو جس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہو اس سے پہلے میں ہی مر جاؤں۔" زینب کی آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گرنے لگے۔

"دیکھ شرمیلی، یہ تو میں جانوں کہ تو بھاگے گی نہیں...... تو ہر گھڑی بھائی کی طرف دیکھے ہے مگر تجھے اس واسطے اسکول پڑھانے سے منع کیا کہ تو جھورت (خوب صورت) ہے، کوئی جنا تیرے پیچھے لگ کر بیڑے تک آگیا تو ہماری ساری پول پٹی کھل جاوے گی...... پولیس کا منہ بھر، بھر کر خالی ہو گئے ہیں...... کیا خبر تیری عاشقی معشوقی ہو جاوے...... ہم تو پھر جوا ہار گئے ناں...... اس بات کو سمجھ اور چپکی ہو جا۔" چنبیلی نے سیدھے، سیدھے طریقے سے اپنے خدشات ظاہر کر دیے۔

"ایسے بے نام و نشان لوگوں سے کون کرتا ہے عاشقی معشوقی؟ دل بہلانے کے لیے بیوقوفوں کو ڈھونڈتے ہیں۔" یہ کہہ کر زینب ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھی اور جائے پناہ کی طرف چل پڑی۔

"ارے اس نامراد عشق معشوقی کے پیچھے تو "جنے" اپنے بسے بسائے گھر خراب کر لیویں...... اولاد دیکھیں نہ خاندان...... تو کل کی "جنی" تجھے کیا خبر...... عاشق مزاجوں کی کیا کمی...... مفت میں بکنے کو تیار۔"

چنبیلی نے بڑبڑانے کے بعد حقہ گڑگڑانا شروع کر دیا۔

☆☆☆

شمسہ آٹا گوندھ رہی تھیں، واصف واش روم میں شاور لے رہا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے سیل فون پر رنگ ہوئی تو انہوں نے توجہ نہ دی پھر پانچ منٹ بعد رنگ ہوئی تو سوچا...... جہاں پڑھانے جاتا ہے وہاں سے کال آرہی ہوگی۔ دوستوں کا ہجوم نہیں تھا، لے دے کے ایک یونیورسٹی کا دوست تھا جو کبھی کبھی گھر آجاتا تھا، وہ بھی کسی کال سینٹر میں جاب کرنے لگا تھا۔ بقول واصف دن بھر سوتا ہے رات بھر جاگتا ہے، اب تو فون پر بھی کبھی کبھی بات ہوتی ہے۔

پانچ منٹ کے مزید وقفے کے بعد جب تیسری مرتبہ رنگ ہوئی تو ان سے رہا نہ گیا، ہاتھ پونچھتے ہوئے صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ کس کی کال بار، بار آرہی ہے سیل فون تک آئیں...... سیل کو ہاتھ لگائے بغیر جھک کر دیکھا، عرشلہ کی کال آرہی تھی۔ وہ چند ثانیے سوچتی رہیں، اتنی دیر میں خود ہی رابطہ منقطع ہوگیا اور فون لاک ہوگیا۔ عین اسی لمحے واش روم کا دروازہ کھلا اور واصف باہر آگیا۔

”کس کی کال آرہی تھی ماں؟“ وہ یہ سمجھا تھا کہ شمسہ نے کال ریسیو کرلی ہے کیونکہ واش روم میں ring ٹون صاف سنائی دے رہی تھی۔

”بار، بار کال آرہی تھی، میں یہی دیکھنے آئی تھی۔ عرشلہ کی کال آرہی تھی مگر میری بات نہیں ہوئی...... تم خود دیکھ لو، کوئی خاص بات ہی ہوگی جو وہ بار، بار کال کررہی ہیں۔“ شمسہ باہر نکلتے ہوئے بولتی جارہی تھیں۔

”خاص بات!“ واصف کے ہونٹوں پر پُراسرار معنی خیز سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ شمسہ نے چونک کر پلٹ کر ایک ثانیے کو اس کے چہرے پر نگاہ کی۔

”ظاہر ہے تم ان کے ہاں جاب کررہے ہو، یورپ، امریکا میں بزنس کرتے ہیں، وہاں تو اس وقت ورکنگ آورز چل رہے ہوں گے...... تو خاص بات کا مطلب ہے کوئی ضروری کام ہوگا۔“ شمسہ نے ”خاص بات“ کی وضاحت کی کیونکہ واصف اپنی پڑھی لکھی ماں کو اپنی جاب کی نوعیت وتفصیل سے بتاچکا تھا۔

”کیا سوچ رہے ہو؟ کال بیک کرلو...... پوچھو کیا معاملہ ہے؟ ظاہر ہے وہ تم سے گپ شپ لگانے کے لیے تو کال نہیں کریں گی۔“

شمسہ کچن کاؤنٹر سے برتن وغیرہ اٹھا کر سنک میں رکھتے ہوئے حیرت سے دور کھڑے واصف کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ان سے زیادہ جلدی تو واصف کو ہونی چاہیے تھی مگر وہ تو بہت سکون سے تولیا بالوں میں رگڑ رہا تھا۔

”ماں، آپ کیوں اتنا کانشس ہورہی ہیں؟ قسمت میں ہوگا تو کام مل جائے گا...... نہیں تو نہیں...... کچھ اور کرلیں گے۔“ وہ بولتا ہوا بالکنی کی طرف جارہا تھا جہاں وہ اپنا گیلا تولیا پھیلاتا تھا۔

”نہیں...... کام نہیں ملا......؟ تو اتنی بھاگا دوڑی کس خوشی میں ہورہی ہے...... کبھی یہ گرتم پڑتم بھاگا جارہا ہے، کبھی وہ گرتی پڑتی آرہی ہیں۔“ شمسہ کے خاک بھی پلے نہیں پڑا تھا، بہتری اسی میں سمجھی کہ خاموش رہیں۔ کچھ بتانا ہوگا تو خود ہی بتادے گا، بہرحال زندگی تو گزر رہی تھی۔

واصف فی الوقت عرشلہ سے بات کرنے سے زیادہ اہم اپنی ٹیوشن پڑھانے والی جگہ کو سمجھ رہا تھا جہاں بچوں سے زیادہ ان کے والدین اس کی راہ میں آنکھیں بچھائے بیٹھے ہوتے تھے...... کہ ٹیوٹر اتنا زیادہ چارج کرتا ہے اور دیر سے آتا ہے...... وہ الفاظ سننا نہیں چاہتا تھا۔ وقت کی پابندی کی شہرت کی وجہ سے تو دو بچوں کا مزید اضافہ ہوگیا تھا اور مزید پچاس ہزار کا منہ دیکھ لیا تھا۔ شمسہ اس سے لگا نہیں لیتی تھیں، اب ان کی بچت یہ تھی کہ اس نے ”پاکٹ منی“ لینا بند کردی تھی۔ اس کے اپنے اخراجات کنٹرول میں رہتے تھے، لاکھ سوا لاکھ کیش تو مہینے کے آخر تک پڑا رہتا، پچاس ہزار دادا کی وصولی سے ملتے تھے۔ چھ بچے ایک ہی پروجیکٹ کے اپارٹمنٹس میں مل گئے تھے، پوش ایریا میں سپر

لگژری اپارٹمنٹس...... جن کی مینٹیننس ہی لاکھ روپے کے لگ بھگ تھی۔ دو بچوں کے پچاس ہزار تو تھے مگر بہت کھلتے تھے۔ ٹیوٹر کی فل نگرانی ہوتی تھی۔ بچوں کے بہترین گریڈ چاہئیں کیونکہ پھر انہیں ہائر اسٹڈیز کے لیے آکسفورڈ یا برکلے...... یا یونیورسٹی آف لندن جانا تھا۔

ایسے حالات میں عرشلہ کی جاب کی کیا اہمیت رہ جاتی تھی جہاں روز ہی معاملہ لٹکتا ہوا نظر آنے لگتا تھا۔

اس نے عجلت کے انداز میں ایک وائس نوٹ ضرور ارسال کر دیا کہ وہ فی الحال ٹیوشن دے رہا ہے، لیٹ آورز میں کال بیک کرے گا اس لیے وہ wait کریں، اس کے بعد اس نے جلدی، جلدی بال سنوارے، پرفیوم اسپرے کیا، موبائل، والٹ، بائیک کی چابی اٹھائی، تیزی سے باہر آیا، چند سیکنڈ ماں کے لیے رکا۔

”اللہ حافظ ماں۔“

”اللہ حافظ! کھانا گھر آ کر ہی کھانا، باہر کچھ الٹا سیدھا کھانے کی ضرورت نہیں۔“ انہوں نے معمول کی ہدایت کی۔

”الٹا تو الٹا ہوتا ہے ماں، سیدھے پر پابندی کیوں؟“ وہ ماں سے شرارت کرتا ہوا لمحوں میں دروازہ کھول کر اوجھل ہو گیا۔

”دومنٹ نکال کر بیچاری“ کو کال بیک کر لیتا، پتا نہیں کتنی ضروری بات کرنا چاہ رہی ہوں۔“ وہ پھر عرشلہ کے بارے میں سوچ رہی تھیں جوان کے ذہن کے پردے پر بڑے گہرے نقوش چھوڑ گئی تھیں۔

☆☆☆

”مجھے لگتا ہے وہ ہمیں سوری بول دے گا۔ زین نے ایک طرح سے اس کی انسلٹ ہی کی تھی۔ کوئی گھر آتا ہے تو اپنی عزت ہوسٹ کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔“ عرشلہ بے قراری سے ادھر اُدھر ٹہلتے ہوئے انگلیاں آپس میں پھنسا رہی تھیں۔

”میم، ریلیکس کریں...... کبھی، کبھی انسان بہت زیادہ انگیجڈ بھی ہو جاتا ہے، پبلک پلیس میں ہو سکتا ہے...... اور پھر اس کے پاس تو کار بھی نہیں ہے، بائیک پر کال ریسیو کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ ایسا رسک تو بس کچھ من چلے ہی لیتے ہیں، یہ تو ون وہیلنگ کرنے جیسا ہے۔“ ماریہ اپنی خداداد ذہانت کی وجہ سے اتنی ”منجھ“ چکی تھی کہ چٹکیوں میں انہیں سنبھال لیتی تھی۔

digest library.com

"oh yes of course" عرشلہ نے چونک کر مؤدبانہ کھڑی ماریہ کی طرف خوش ہو کر دیکھا۔

"you are absolutely fit and healthy." (تم بالکل فٹ اور صحت مند ہو۔)

”ماشاء اللہ بھی بولیں میم۔“ ماریہ نے بڑے اعتماد سے مسکرا کر ٹوکا۔

”ماشاء اللہ...... ماشاء اللہ، ہر طرح کی سچویشن میں پوزیٹو سوچتی ہو مگر اچھا ہوا کہ ایک اہم پوائنٹ سامنے آ گیا۔ میری اور ممی...... کی الگ، الگ کاریں ہیں، میں اپنی والی واصف کو دے دیتی ہوں تا کہ اسے آنے جانے میں آسانی رہے۔“ عرشلہ نے اس انداز میں تالی بجا کر کہا جیسے بچہ روحانی مسرت کا اظہار کرتا ہے۔

”good, God...... میم، اپنے ایمپلائی کو کون مرسیڈیز دیتا ہے؟“ ماریہ نے تصور ہی میں گویا اپنا سر پیٹ لیا تھا۔

”ارے تو کیا ہوا، use کی چیز ہے، تم چلانا چاہو تو تم یوز کر لو، there is no objection۔“ وہ اس وقت مکمل ”ٹینشن فری“ ہو چکی تھیں۔

عرشلہ نے فیاضی کی ریکارڈ توڑ ڈالے تھے۔ ماریہ بہت محبت سے دیکھ رہی تھی۔

”میم، ہم لوگوں کی عادتیں خراب نہ کریں...... کہ پھر آپ کے بغیر ہمارا گزارہ ہی نہ ہو سکے۔“

”خبردار...... بی کیئر فل، الگ ہونے والی sad, sad باتیں کرنا allowed نہیں ہے۔ میں تمہیں مرسیڈیز سے بھی اچھی کار دینے کا حوصلہ رکھتی ہوں۔ that is why, I have got every thing

easily.... did'nt efforts, struggle, hard work, thanak God, thanks my parents... thanks to my grand parents, thanks my great grand father.'' (اس لیے کہ میں نے ہر چیز آسانی سے حاصل کی، اللہ کا شکر ہے، میرے والدین کا، میرے دادا دادی کا، میرے پردادا کا...... شکریہ۔)

عرشلہ کے لہجے سے آشکار تھا کہ وہ سر سے پاؤں تک احساس شکر گزاری میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ دکھاوے یا نمائش کے لیے ''مشینی تھینک یو'' نہیں ہے۔

''good job...... میم، ان شاء اللہ آپ ہمیشہ لگژری لائف گزاریں گی، اس لیے کہ آپ کے اندر سچ مچ شکر گزاری ہے...... اور اسی وجہ سے میرا دل کہتا ہے کہ عامر صاحب آپ کا wait کرتے سے تھکیں گے نہیں۔''

ماریہ اپنے پراجیکٹ سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔

''دعا کرو زین نارمل رہے۔ پھر تو سب کچھ ایزی رہے گا۔''

عرشلہ کی بات سن کر ماریہ کی سانسوں میں کڑواہٹ گھلنے لگی مگر اس کے منصب کا تقاضا تھا کہ وہ یہ ''ناگواریاں'' برداشت کرتی رہے مگر یہ بھی بہت تھا کہ آج عامر کے ذکر پر انہوں نے فیصلہ کن ردِ عمل نہیں دیا تھا بلکہ انہیں تو فوراً ٹوٹو یاد آنے لگی تھی۔

''ماریہ، فرائیڈے نائٹ کو ٹوٹو آجائے گی، ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت مس کرتے ہیں۔ ٹوٹو بہت گریٹ ہے اسی لیے اللہ اس سے اچھے، اچھے کام لیتا ہے۔ بہت سنسیئر ہے، ہپوکریسی (منافقت) تو اسے چھو کر بھی نہیں گزری، بہت energetic ہے۔ کبھی، کبھی میں اسے بولتی تھی ٹوٹو، تمہاری انرجی سے تو ایک بجلی کا پٹر کو فیول (ایندھن) دیا جاسکتا ہے۔'' یہ کہہ کر عرشلہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ صرف ٹوٹو کی آمد کے تصور سے وہ روحانی مسرت کشید کرنے لگی تھیں۔

ماریہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ کم از کم واصف کی طرف سے تو ان کا ذہن ہٹانے میں کامیابی ملی اور وہ ہنستی، کھلکھلاتی نظر آئیں ورنہ زین نے تو ان کی زندگی سے رنگ ہی چھین لیے ہیں۔

☆☆☆

''آپا، آپ علوی صاحب کی طرف سے اطمینان رکھیں، میں سولہ سال سے وہاں کام کر رہی ہوں، وہ غلطی سے بھی لوز ٹاک نہیں کرتے، بہت محتاط رہتے ہیں۔ وہ تو کسی خاتون کو پرسنل سیکریٹری بھی نہیں رکھتے، ایک ریٹائرڈ نیوی آفیسر ان کو assist کرتے ہیں۔ ایک محترمہ دس سال پہلے ان کی پرسنل سیکریٹری بنتے ہی ان پر لٹو ہو گئی تھیں، بڑی مشکل سے پہلے ان کو سائٹ آفس ٹرانسفر کیا پھر اسلام آباد آفس ٹرانسفر کیا تو وہ خود ہی چھوڑ کر چلی گئیں۔'' مریم بہت مشکل سے ٹائم نکال کر غموں سے چور بہن کی تسلی تشفی کرنے آئی تھی، مبادا غیر ضروری احتیاط فری کو پھر کرے میں قید کردے، اس کے بعد دور، دور تک کوئی راہ سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

''وہ تو ٹھیک ہے...... مگر سالار کے بعد میری ذمے داری بہت بڑھ گئی ہے اور جو حالات ہیں وہ تو اندیشے ہی پیدا کرتے ہیں۔'' سارہ اب خاصی مطمئن نظر آرہی تھیں، ساتھ ہی حالات کے حوالے سے اندیشے بھی ظاہر کررہی تھیں۔

''فری سے دگنی عمر ہے ان کی، سترہ اٹھارہ سال ہو گئے جب انہوں نے اپنی وائف کو ڈیوورس کیا تھا۔ پھر دوسری شادی بھی نہیں کی...... کر سکتے تھے مگر پتا نہیں کیوں نہیں کی۔ ان کی وائف نے خلع لے کر جان نہیں چھڑائی تھی، انہوں نے خود ڈیوورس کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ بات کافی سال پہلے انہوں نے خود مجھے بتائی تھی، وہ مجھے فیملی ممبر کی طرح لیتے ہیں۔'' مریم نے سارہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

''فری آپ کی بیٹی ہے...... میری بھی تو کچھ لگتی ہے آپا۔''

سارہ نے بے اختیار چھوٹی بہن کو گلے سے لگالیا اور اس کے سر پر بوسہ دیا۔
"فری مصروف ہے...... بند کمرے سے باہر آگئی ہے...... مجھے اور کیا چاہیے...... آگے عمر پڑی ہے، یادوں کے سہارے زندگی نہیں گزرتی۔ جو کچھ ہوا مجھے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا، یوں جیسے کوئی دل دہلا دینے والا خواب دیکھ رہی ہوں، آنکھ کھلتے ہی خواب، خواب ہی رہ جائے گا...... مگر کتنی دیر خود کو دھوکا دے کر جی لوں گی۔"
"ماما، آپ پھر سے رونے کی تیاری کر رہی ہیں؟" اچانک فری کی مداخلت ہوئی۔ وہ نہا دھو کر سادہ سے لباس میں باہر آئی تھی۔ سارہ جلدی سے سنبھل کر آنچل سے آنسو خشک کرنے لگیں۔
"ارے نہیں، ہم تو ویسے ہی عام سی بات کر رہے تھے۔" مریم نے زاویہ بدل کر فری کی طرف دیکھا۔
"آپا بتا رہی تھیں کہ آج علوی صاحب تمہاری خیریت پتا کرنے آئے تھے۔" مریم بات بنانے کے چکر میں بولتی چلی گئی۔
"جی خالہ، وہ بہت گریٹ ہیں...... بہت ڈیپ ٹاک کرتے ہیں۔ کم از کم ان کی کمپنی میں رہنے والے لوگ disappoint (مایوس) تو کبھی نہیں ہو سکتے۔" فری، ماں اور خالہ کے درمیان تقریباً پھنس کر بیٹھ گئی تھی۔
"تھینک گاڈ، میں تم میں بہت چینج دیکھ رہی ہوں۔ اب ایسے ہی رہنا...... زندگی ہمیں روز یاد دلاتی ہے کہ ہم اپنے حصے کا کام کریں۔ ہمارے ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، دماغ...... سب کو انرجی اس لیے مل رہی ہے کہ ہم کچھ کریں۔ اب مجھے دیکھو، تمہارے انکل نے مجھے جاب کے لیے کبھی فورس نہیں کیا مگر میں نے آئی ٹی اور کامرس میں distinction (امتیازی نمبر) حاصل کی تھیں، دن رات محنت کر کے اسٹڈی کی تھی...... اپنی اس محنت کو ضائع نہیں جانے دیا کیونکہ یہ میرا اپنا ٹیلنٹ ہے، میرا اپنا فنگر پرنٹ ہے جو صرف مجھے ملا ہے، میں اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کر رہی ہوں۔ فائدہ یہ کہ میرے پاس ہر وقت کیش ہوتا ہے، مجھے اپنی عام سی خواہشات پوری کرنے کے لیے کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ گھر میں دو ہیلپر رکھے کیونکہ ان کو اکاؤنٹ ڈیپارٹمنٹ میں کام کرنا نہیں آتا۔ وہ مجھے ہیلپ کر کے میری انرجی اور ٹائم بچاتی ہیں، انہیں مجھ سے کیش اور دوسری مورل سپورٹ ملتی ہیں یعنی میرے کام کرنے سے دو فیملیز کو ریلیف ملا۔ زندگی یہ ہے...... اچھے سے جینا اسے کہتے ہیں۔ لینے سے زیادہ دینے کے بارے میں سوچنا چاہیے۔" مریم نے فری کو اپنے ساتھ لگا کر زور سے دبایا۔
"علوی صاحب کے آفس میں جو کام کرے گا، ایک دن وہ "خالہ" بن جائے گا۔"
سارہ کی بوجھل طبیعت فری کے اس جملے سے ہلکی ہوگئی، بہت دنوں بعد وہ بڑی بے ساختگی سے مسکرائی تھیں۔ مریم نے بھی ہنس کر ظاہر کیا کہ فری نے بہت دلچسپ جملہ پھینکا ہے۔
"خالہ، اب آپ کی پک اینڈ ڈراپ کی ڈیوٹی ختم، وہ ماما کی چھوٹی کار ہے ناں...... میں خود ڈرائیو کر کے چلی جایا کروں گی۔ جو کام میں خود کر سکتی ہوں اس میں آپ کا ٹائم کیوں لوں!"
فری کی بات سن کر دونوں بہنوں کے اندر گہرا سکون اترنے لگا، گویا اسے بات سمجھ آنا شروع ہوگئی تھی۔
"گریٹ...... مائی ڈارلنگ!" مریم نے پھر اسے اپنے ساتھ لگا کر پیار کیا۔

digest library.com

☆☆☆

"میم، میری طرف سے ریلیکس کریں، جب تک آپ مجھے ٹرمینیٹ نہیں کریں گی میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ آج تین ای میلز جو بہت اہم تھیں میں نے ریپلائی کر دیا تھا جو ریسیو ہوگیا تھا۔ ایک نئی فائل کل اوپن کی تھی، میرے کچھ سوالات تھے جو میں نے میم فلورا کو سینڈ کر دیے تھے۔ ان کے جواب کا ویٹ کر رہا ہوں۔" واصف جلدی، جلدی ٹو دی پوائنٹ بات کر رہا تھا کیونکہ کچھ دیر بعد اسٹوڈنٹس آن لائن ہونے والے تھے، انہیں اسائنمنٹ مکمل کرانا تھا۔
"بہت جلدی میں ہو...... اتنی رات ہو چکی ہے، اب بھی کہیں پہنچنے کی جلدی ہے؟" واصف کے بجائے عرشلہ

ی سانس پھول گئی تھی۔

"تو میم، مجھے کہیں نہیں جانا۔ جا، جا کر تو اب بیڈ تک پہنچا ہوں۔" واصف نے ہلکے پھلکے مزاحیہ انداز میں جواب دیا۔

"تو پھر...... مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم جلدی میں ہو؟" عرشلہ نے سادگی سے سوال کیا۔

"ایکچوئلی میم، مجھے اپنے اسٹوڈنٹس کو اسائنمنٹ کے لیے میٹر ڈیلیور کرنا ہے، تھوڑی دیر بعد وہ آن لائن ہو جائیں گے۔" واصف نے موبائل کے کونے پر نظر ڈال کر ساتھ، ساتھ ٹائم بھی دیکھا۔

"اوہ...... جب تمہیں میرے ہاں اتنی اچھی جاب مل گئی ہے تو کیوں ایکسٹرا برڈن لے رہے ہو؟" عرشلہ کے انداز میں الجھن نمایاں تھی۔

"میم، یہ جاب ملنے سے پہلے کی کمٹمنٹس ہیں، یہ تو fullfil کرنا ہی ہوں گی۔ میں اسٹوڈنٹس کو اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا، ان لوگوں نے مجھ پر ٹرسٹ کیا ہے...... ایڈوانس پے کیا ہے۔" واصف نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"گریٹ...... تم سے جب، جب بات کرتی ہوں بہت سکون محسوس ہوتا ہے کہ میں نے لائف میں پہلی بار اتنا بڑا اسٹیپ لیا اور صحیح لیا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ مجھے اپنے سلیکشن پر کبھی افسوس نہیں ہوگا۔ تمہاری مورل ویلیوز بہت، بہت اسٹرانگ ہیں۔" عرشلہ سراہ رہی تھیں۔

"تھینک یو میم، may Allah blessed upon me" وہ مسلسل ٹائم دیکھتا جا رہا تھا۔ ابھی تک عرشلہ کے کال کرنے کی وجہ سامنے نہیں آئی تھی۔

"I wish same...... میں نے صرف تمہیں ریلیکس کرنے کے لیے فون کیا ہے کہ زین بچہ ہے، تم اسے اگنور کرو اور صرف کام پر فوکس کرو۔ اس پر کوئی ذمے داری نہیں ہے اور مجھ پر برڈنز (بوجھ) آنا شروع ہو گئے ہیں۔"

گھر کے ہر فرد کے لیے
ماہنامہ پاکیزہ کراچی
کے باذوق قارئین کے لیے خوشخبری

کون خوابوں کے پار رہتا ہے

خوابوں، خیالوں اور تخیلات کی دنیا ہمیشہ ہی مسحور کن لگتی ہے۔ سنہرے اور روپہلے خوابوں پر نہ کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ امنگوں، آرزوؤں کی تکمیل میں تخیلاتی دنیا کبھی معاون ہوتی ہے تو کبھی انسان مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں مایوسی بھی آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حسیں داستاں اور خوابوں کی تعبیر ...... ایسے ہی تو بنتی ہے ایک دلکش تحریر

مایہ ناز قلمکار، ہردلعزیز ناول نگار محترمہ

افشاں آفریدی

کے ماہرانہ انداز بیان کا ایک اور دلکش، حسین و پرلطف قسط وار ناول

جلد ہی ماہنامہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے

آخر وہ اپنے نکتے پر آ گئیں۔
"جی...... میں بھی اتنی جلدی ہار ماننے والا نہیں ہوں۔ میں نے آپ کی کال کا بھی ویٹ نہیں کیا، اپنا کام کرتا رہا۔" واصف نے بہت اعتماد اور سکون سے جواب دیا۔
"great...... تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ تمہارا آئی کیو لیول بہت ہائی ہے اور اسی وجہ سے تمہارا کانفیڈنس grow ہوتا رہے گا۔ give and take کا فارمولا اپلائی ہو گا تو تمہیں ہماری طرف سے بہت کچھ مل جائے گا۔ میں نے تمہیں facilitate (سہولت) کرنے کے لیے بہت کچھ سوچا ہے، وہ بہت جلد میں تمہیں بتاؤں گی۔" عرشلہ نے اپنی طبیعت کے برعکس، بہت محتاط انداز میں بات کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ماریہ ان کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی اور "فل الرٹ" تھیں۔ عرشلہ بات کرتے ہوئے گاہے، گاہے ماریہ کی طرف دیکھ لیتی تھی کہ اس کے تاثرات سے اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ "ٹھیک" جا رہی ہیں یا نہیں۔
"تھینک یو میم، ان شاء اللہ میں دو تین گھنٹے کے اندر فریش انفارمیشن آپ کو میل کر دوں گا، آپ کل دیکھ لیجیے گا...... شیئرز پر چیز کیے ہیں، وہ ڈیٹیل بھی آپ کو مل جائے گی۔ آپ ثمینہ میم سے شیئر کر لیں۔" واصف نے بہت سنجیدہ و نپے تلے انداز میں کسی تجربہ کار بیوپاری کے انداز میں کہا تھا جسے سن کر عرشلہ نے دلی مسرت کا اظہار فوری کیا تھا۔
"excellent...... یعنی تم کام سمجھ گئے ہو...... مجھے یقین آ گیا۔"

digest library.com

☆☆☆

ورکنگ آورز میں داؤد علوی کا ڈرائیور اور گارڈ ان کے ساتھ ہوتا تھا۔ آفس کے اوقات میں وہ ڈرائیو کر کے خود کو نہیں تھکاتے تھے جیسا کہ عموماً کسی ادارے میں مرکزی کردار ادا کرنے والے افراد کا معمول ہوتا ہے۔ مگر رات میں ہونے والی تقریبات (جو بہت دیر تک چلتی ہیں) میں وہ خود ڈرائیو کر کے آنا جانا کرتے تھے، وہ بھی صرف ان تقریبات میں جن سے ان کے کاروباری معاملات میں سہولت ملنے کا امکان ہوتا تھا۔
آج رات بھی وہ ایک فائیو اسٹار ہوٹل میں منعقدہ سیمینار میں شرکت کرنے کے بعد گھر واپس جا رہے تھے۔ دو تو راستے ہی میں بج چکے تھے۔ کار ہمیشہ کنٹرول اسپیڈ میں رکھتے تھے، دسیوں پیچھے آنے والی گاڑیاں انہیں اوورٹیک کرتی آگے نکل جاتی تھیں۔
گھر سے تھوڑا پہلے انہیں یوں محسوس ہوا کہ دو بائیکس ان کے دائیں بائیں چل رہی ہیں۔ پہلے تو انہوں نے کوئی توجہ نہ کی مگر جب محسوس ہوا کہ ٹریک صاف ہونے کے باوجود وہ ان کی کار کے متوازی چل رہی ہیں تب انہوں نے توجہ کی۔ ان کے دائیں جانب چلنے والی بائیک پر دو نہیں، تین سوار تھے اور بائیں جانب والی بائیک پر دو نوجوان نظر آ رہے تھے۔ پانچوں نے ناک سے اوپر تک رنگ برنگے رومال باندھے ہوئے تھے۔ اصل میں تو ان "رومالوں" نے ہی چونکایا اور خطرے کی گھنٹی بجائی تھی۔ معاً انہیں ایک "ٹک" سے ملتی جلتی آواز سنائی دی کیونکہ کار کے شیشے بند تھے، باہر سے آنے والی آوازیں واضح نہیں ہوتی تھیں مگر یہ ہوا کہ ان کی چلتی کار لہرانے لگی۔ ان کی تو اسکرین پر گویا اشارہ ملا کہ کار کا پچھلا ٹائر پنکچر ہو چکا ہے۔ کیونکہ انہوں نے خطرہ بھانپ کر اسپیڈ بڑھا دی تھی اس لیے پنکچر ٹائر کا حشر نشر ہو گیا...... یعنی ذبح شدہ جانور کی کھال بن کر روڈ پر چپکنے لگا۔ وہ پھر بھی نہیں رکے۔ اب ان کے بائیں جانب والے اگلے ٹائر پر فائر ہوا۔ کار یوں لہرائی جیسے ٹوٹی شاخ ہوا میں جھول رہی ہو۔ لامحالہ انجن بند کرنا تھا۔ کار رکتے ہی پانچوں بائیک سواروں نے بائیک سے اتر کر کار کی ونڈوز کے ساتھ پوزیشن سنبھال لی۔
داؤد علوی کو احساس تھا کہ مزاحمت فضول ہے۔ کار سفر کے قابل نہیں رہی، کچھ دے دلا کر ہی جان چھڑانا پڑے گی اس لیے انہوں نے ونڈو کا شیشہ نیچے کرنے کے بجائے دروازہ کھول کر اترنے کا فیصلہ کیا اور باہر آ گئے۔ کار میں ایک خفیہ مقام پر ان کا لائسنس والا پسٹل موجود تھا لیکن پانچ مسلح افراد کے سامنے بارہ بور کے ریوالور کی

حیثیت تھی، الٹا انہی کے خلاف استعمال ہو سکتا تھا۔
''سیٹھ، والٹ کی آرتی اتارنی ہے، دیدار تو کراؤ۔'' ایک لمبا تڑنگا نوجوان چٹان کی طرح ان کے سامنے ڈٹ گیا۔
''یار، سیٹھ کا موبائل نکالو...... یہ سالے کالا دھندا سفید بنانے والے موبائل بھی پانچ لاکھ والا رکھتے ہیں۔''
دوسرا نوجوان جو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں بھی ڈارک گلاس لگائے تھا، اپنے ساتھی کو ٹہوکا دے رہا تھا۔
داؤد علوی نے خاموشی سے سیل فون اور والٹ نکال کر ان کے حوالے کر دیا۔
''اب جاؤ...... جان چھوڑو۔'' داؤد علوی نے یہ سوچ کر کہ ان کا مطلب پورا ہو گیا بیزار کن انداز میں کہا۔
''سر...... ہم نہیں...... آپ تشریف لے جائیں...... کار کی چابی نکال مستانے، شکل کیا دیکھ رہا ہے۔'' سامنے کھڑے لمبے تڑنگے نوجوان نے فاصلے پر کھڑے ایک سینگ سلائی سے نوجوان کو جس طرح حکم دیا اس سے صاف اس کے ''سرغنہ'' ہونے کا سراغ ملتا تھا۔
''یہ پنکچر کار تمہارے کس کام کی؟'' داؤد علوی اس وقت بڑی بے بسی محسوس کر رہے تھے۔ تقریباً ڈیڑھ دو کلومیٹر دور کے فاصلے پر پیٹرول پمپ کی روشنیاں بھی نظر آ رہی تھیں۔
''سیٹھ، ٹائروں کا غم نہ کرو۔ ہم ایک مہینے سے ریکی کر رہے تھے۔ ہمیں تمہاری اس کار سے عشق ہو گیا ہے، ہم اس کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ سیٹھ کو کیا خبر اس کار کے عشق میں کیسے ہم نے پل، پل تڑپ کر گزارہ ہے...... سو دو سو غمناک گانے گائے ہیں، اسے خوابوں میں دیکھ، دیکھ کر چیخیں ماری ہیں۔''
اب چوتھا جوان بولا جو اب تک گونگا بنا کھڑا تھا۔ سب سے زیادہ ڈائیلاگ اسی نے جھاڑے۔
پہلا لمبا تڑنگا نوجوان والٹ کھول کر کریڈٹ کارڈ نکال رہا تھا اور وہ سینگ سلائی سالڑ کا اگنیشن سے چابی کھینچ رہا تھا۔ جس تسلی اور سکون سے وہ کام کر رہے تھے اس میں تو کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ واقعی ان کی ''ریکی'' ہو رہی تھی اور یہ ان کے تمام آؤٹ ڈور معاملات سے آگاہ ہیں اور ان کو کس جگہ روکنا تھا یہ بھی ان کے پلان کا حصہ تھا۔
''سیٹھ کا کریڈٹ کارڈ ہے بھائی، دس لاکھ limit تو ہوگی...... سیٹھ، میں اپنا اکاؤنٹ نمبر بول رہا ہوں، ذرا دس لاکھ تو اس نمبر پر ٹرانسفر کرو۔'' نوجوان نے داؤد علوی کا سیل ان کی طرف بڑھایا۔ ''کوئی ڈرامے بازی نہیں چلے گی...... سیٹھ کا انٹرنیٹ بند نہیں ہوتا...... جلدی کرو...... گھر نہیں جانا...... ہم ناشتا نہیں کراتے۔''
''میں اپنی limit یوز کر چکا ہوں...... اور اکاؤنٹ میں دس لاکھ ہوں گے بھی نہیں، ٹرانزیکشن فیل ہو جائے گی۔'' داؤد علوی نے ٹیکنیکل طریقے سے کچھ بچت کرنے کی کوشش کی کیونکہ رات کے اس پہر وہ اپنے سیل فون اور قیمتی کار سے تو محروم ہو ہی گئے تھے۔
اسی وقت ایک بڑی لگژری کار جو تیز رفتاری سے آ رہی تھی، ان کے قریب آتے، آتے آہستہ ہو رہی تھی۔ شاید کار ڈرائیور نے دور ہی سے کچھ بھانپ لیا تھا۔ داؤد علوی نے فوراً دونوں ہاتھ اونچے کر کے کار کو رکنے کا اشارہ کیا۔
اسی وقت کئی فائر ہوئے۔ تڑ، تڑ کی آوازیں فضا میں گونجیں اور اس کے ساتھ ہی آہستہ رفتار کار جیٹ طیارے کی طرح سڑک پر دوڑتی نظر آئی۔ جو بھی تھا جان بچا کر بھاگا۔
اس کے ساتھ ہی داؤد علوی کو یوں محسوس ہوا کہ ان کی پنڈلی سے گرم، گرم خون نکل رہا ہے اور جوتا خون سے بھر رہا ہے۔
''سیٹھ، ہم سے زیادہ اسمارٹ نہیں ہو۔ کر لیا ناں اپنا نقصان۔ ہمارا شکریہ ادا کرو...... گولی ٹانگ پر ماری ہے...... دل کا نشانہ نہیں لیا۔ لگتا ہے سیٹھ کو کسی کی دعا ہے...... کاؤنٹر فائل تو گاڑی میں ہوگی۔ اب یہ کار تو ہماری ہے...... ہمارے دولڑکے چوکیداری کریں گے...... اسٹپنی نکال سو کھے...... شکل کیا دیکھ رہا ہے...... تین ٹائروں کے ساتھ پیٹرول پمپ تو چلی جائے گی......''

”ابے...... نابینا...... سیٹھ کو اس کے گھر کے پاس چھوڑ دے...... سونے کا انڈا دینے والی مرغی کو حلال نہیں کرتے...... پھر کسی ٹیم (ٹائم) کام آئے گا۔“ سرغنہ، سیاہ گلاسز والے نوجوان سے مخاطب تھا۔

”معاف کرنا سیٹھ، کچے کے ڈاکو بھی ہم سے بھتا لیتے ہیں۔ سخت مجبوری ہے، دو چار لاکھ کی دیہاڑی میں گزارہ نہیں ہوتا۔“

تین ڈکیت بڑی مشاقی سے کار کا ٹائر بدل رہے تھے، ان کی پھرتی بتا رہی تھی کہ یہ کام کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔

بلیڈنگ کی وجہ سے اب داؤد علوی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔ وہ بمشکل خود کو سنبھال رہے تھے۔ انہیں محسوس ہوا کہ کوئی پوری قوت سے کھینچ کر انہیں بائیک پر بٹھا رہا ہے۔ اس کے بعد انہیں کچھ ہوش نہیں تھا۔

بہر حال آ کر گزر جانے والی کار کی مداخلت سے جو افراتفری ہوئی اس میں کریڈٹ کارڈ والا معاملہ فائرنگ میں ہوا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد تو وہ ڈکیتوں کی خدمت کرنے کے قابل ہی نہیں رہے تھے۔

digest library.com

☆☆☆

واصف کو صبح پانچ بجے عالی شان نے کال کر کے جگایا تھا، وہ رو رہا تھا۔

”ٹیچر...... ممو کی حالت بہت سیریس ہے، ماما بھی بے ہوش ہیں۔ میں اور عالی جاہ بالکل اکیلے ہیں۔“

واصف جو بری طرح تھک کر بستر پر گرا تھا یوں اٹھ بیٹھا گویا سو نہیں رہا تھا، سونے کی اداکاری کر رہا تھا۔ دماغ کے ضائع شدہ خلیات بھی زندہ ہو گئے تھے۔

”آپ کدھر ہو عالی شان...... کیا ہوا ہے؟“ عالی شان کی ہچکیوں بھری آواز نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

عالی شان نے اسپتال کا نام بتا کر اسے جلدی پہنچنے کے لیے کہا اور گڑگڑا کر کہا۔ واصف چند ثانیے تو یہ فیصلہ ہی نہیں کر پایا کہ اسے فوری طور پر کیا کرنا چاہیے۔ بیڈ سے اتر کر کان سے سیل فون لگائے بے قراری سے ادھر ادھر چکرانے لگا۔

”عالی شان، یہ تو بتاؤ ممو کو ہوا کیا ہے...... وہ کیوں اسپتال میں ایڈمٹ ہیں؟“

”ان کو بلٹ انجری (گولی کا زخم) ہے...... ٹیچر پلیز...... آپ...... فوراً ہمارے پاس آئیں...... ماما گر گئی تھیں...... ان کی ٹریٹمنٹ بھی اسٹارٹ ہو گئی ہے۔“ اس نے بتایا۔

”پلیز ٹیچر...... جلدی آئیں، ہم اکیلے ہیں...... ہمارے تو اور siblings (بہن بھائی) بھی نہیں ہیں... ہم کیا کریں؟“ یہ کہہ کر عالی شان نے رابطہ منقطع کر دیا۔

اس کے آخری الفاظ نے سوچ کو بڑے پر لگا دیے تھے۔ عالیشان محلات میں رہنے والے گنے چنے افراد...... کس مقام پر آ کر ”رشتوں“ کے بارے میں سوچنا شروع کرتے ہیں...... باپ آج بھی یاد نہیں تھا "siblings" یاد تھے ٹوٹے ہوئے خاندان کے بچے مدد کے لیے اپنے ٹیوٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا تو شمسہ تہجد کے بعد کی تسبیحات میں مصروف تھیں جو فجر کی اذان تک جاری رہتی تھیں۔

”ماں...... عالی شان کا فون آیا ہے...... داؤد علوی ایڈمٹ ہیں۔ ان کی اینا رل ماں بھی اسپتال کے بیڈ پر ہے...... اس لیے بس میں فوراً نکل رہا ہوں۔“ یہ کہہ کر وہ واپس پلٹا۔

”عالی شان نے یہ نہیں بتایا کہ علوی صاحب کیوں ایڈمٹ ہیں؟“ شمسہ اس کے پیچھے، پیچھے چلی آئیں۔

”گولی لگی ہے...... یہ نہیں پتا کہ کیوں لگی ہے۔“ وہ جلدی، جلدی اپنا سیل، والٹ اٹھاتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔

شمسہ ہکا بکا کھڑی دیکھ رہی تھیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

Digest Novels Lovers Group

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دُکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو — دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں — چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر — بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سُبک اتنا سُبک لگتا ہے — کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوریوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم وحوا کی کہانی

قسط نمبر 23

فری سیل فون کان سے لگائے ہق دق کھڑی تھی، اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا، وہ منہ سے کچھ بولنے کے قابل نہیں تھی بس مریم جو کہہ رہی تھی سنتی جارہی تھی البتہ سمجھ کچھ نہیں آرہی تھی۔ ذہن بس اس جملے پر رک چکا تھا کہ وہ "ICU" میں ہیں۔"

"فری......ہیلو، ہیلو......" مریم کوئی ردِعمل نہ پاکر یہی سمجھی کہ رابطہ منقطع ہوگیا۔

”جی...... جی...... میری خالہ...... ڈاکٹر کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا وہ وینٹی لیٹر پر ہیں؟“ اب ذرا اوسان بحال ہونا شروع ہوئے۔

”نہیں...... لیکن آفس میں جعفری صاحب سے بات ہوئی ہے، وہ اسپتال سے ہی بات کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ انہیں وینٹی لیٹر پر شفٹ کرنے کی اپروول تو لی ہے مگر ابھی وہ وینٹی لیٹر پر نہیں ہیں، فی الحال تو بلڈ دے رہے ہیں۔ جعفری صاحب ایکچوئلی بلڈ دینے ہی پہنچے ہیں کیونکہ علوی صاحب کا بلڈ گروپ A نگیٹو ہے جو آسانی سے نہیں ملتا...... اور سر کو فوری بلڈ کی ضرورت تھی۔“ مریم کے ایک، ایک لفظ سے گہری تشویش آشکار تھی۔

فری کے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ کئی سال پہلے جب وہ 9th گریڈ میں تھی، اس نے چھٹی والے دن سالار صاحب کی بلند آواز سنی، وہ واصف کو نیچے بلا رہے تھے۔ لاؤنج میں ان کی پاٹ دار آواز گونج کی شکل اختیار کر لیتی تھی پھر اس نے اپنے کمرے میں پھپو کی آواز سنی جو کہہ رہی تھیں کہ واصف کسی سیریس پیشنٹ کو بلڈ دینے گیا ہوا ہے۔ اس کا بلڈ گروپ A نگیٹو ہے، اسی لیے وہ سال میں ایک بار ڈونیٹ بھی کر دیتا ہے۔ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے واصف کی خون سے رنگین آستین بھی آئی۔ اتنا قیمتی بلڈ اس نے ضائع کیا تھا۔

حالات کے تھپیڑوں میں اتنی عظیم توانائی ہوتی ہے کہ وہ دماغ کے خلیوں کو صرف تیز حرکت نہیں دیتے بلکہ مُردہ خلیوں کو بھی ”قم باذن اللہ“ کہہ کر زندہ کر دیتے ہیں۔ پھر ظاہری آنکھ سے نظر آنے والی اشیا غائب ہو جاتی ہیں اور چھپا ہوا آشکار ہو جاتا ہے۔

”فری، میں آدھے گھنٹے میں اسپتال کے لیے نکلوں گی، تم کہو گی تو تمہیں پک کرلوں گی۔ آفس کے تقریباً سب ہی لوگ پہنچے ہوئے ہیں۔“ مریم کی آواز سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔

”جی...... خالہ...... آپ مجھے پک کرلیں، میں تیار ہوں، میں ماما کو بتاتی ہوں۔“ اس نے یہ کہہ کر اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا۔ اس وقت ہر حرکت غیر اختیاری و اضطراری تھی۔

☆☆☆

داؤد علوی آئی سی یو میں تھے، ماہ لقا یعنی عالی جاہ اور عالی شان کی والدہ محترمہ وہ الگ اسپیشل وارڈ میں تھیں۔ یہ صورتِ حال تو سراسر واصف کے حق میں تھی۔ اگر محترمہ بھی اس وقت ان تینوں کے ساتھ اوپن ایریا میں کسی اچھی خبر کے لیے گھڑیاں گن رہی ہوتیں تو اب تک واصف کی اپنی حالت غیر ہو چکی ہوتی۔ فی الحال تو جو سب سے بڑی فکر یا تشویش لاحق تھی وہ داؤد علوی سے وابستہ تھی۔ دنیا کی ہر پریشانی یا کوفت اس وقت کوئی معنی نہیں رکھتی تھی۔

عالی شان اور عالی جاہ رو، رو کر تھک چکے تھے۔ اس وقت واصف کی حیثیت ان کے لیے ایک سائبان کے مصداق تھی کیونکہ ماموں اور ماں دونوں منظر سے اوجھل تھے۔ واصف نے کیفے ٹیریا میں دونوں کو ناشتا کرا دیا تھا، خود ایک کپ کافی پر اکتفا کر لیا تھا۔ کچھ کھانے کی طرف طبیعت مائل ہی نہیں ہو رہی تھی۔ سر اٹھاتے ہوئے اندیشے توانائی یوں توڑ رہے تھے جیسے بھاڑ میں کانٹے جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ سورج نکلنے سے پہلے، پہلے پولیس کی بھی آر جار لگی رہی تھی۔ کھلا رہزنی، ڈکیتی کا کیس تھا۔ متعلقین سے پولیس کو کیا ملنا تھا مگر یہ دورانیہ بھی بہت زیادہ اعصاب شکن رہا تھا۔

”ٹیچر، موٹھیک ہو جائیں گے ناں؟“ عالی جاہ نے پھر تکرار شدہ سوال دُہرایا۔

”ان شاء اللہ۔“ واصف نے اسے شانوں سے پکڑ کر دبایا۔

”ٹیچر، آپ نے تو مو کو بلڈ دیا ہے، آپ کو تو اس وقت فروٹس اور ملک شیک پینا چاہیے تھا پھر آپ نے کافی کیوں پی؟ کافی تو ویسے بھی کوئی اچھا ڈرنک نہیں ہے۔“ عالی شان نے بڑی معصومانہ تشویش سے واصف کی طرف دیکھا جیسے اچانک کوئی خیال وارد ہوا ہو۔

digestlibrary.com

واصف بے ساختہ مسکرا دیا۔ اسے عالی شان کی اس اپنائیت سے بہت اچھا محسوس ہوا تھا، یوں جیسے وہ بھی تنہا نہیں ہے، دو پیارے سے معصوم دوست اب اس کی زندگی کا حصہ ہیں۔

"بلڈ دینے کے بعد مجھے فریش جوس پلایا گیا تھا، فوراً بیڈ سے تھوڑا ہی اتار کر کھڑا کرتے ہیں، ڈونرز کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔"

"ٹیچر، آپ کو weakness تو فیل نہیں ہو رہی، میں آپ کے لیے کینٹین سے کچھ لے کر آؤں؟" عالی جاہ کافی فکرمند نظر آ رہا تھا کہ فی الحال تو وہ ان کا "خیمہ" تھا جس میں وہ پناہ گزیں تھے۔

"تھینک یو فرینڈ، مجھے بھوک لگی تو کچھ کھا لوں گا۔" واصف نے عالی جاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبایا۔

اس وقت دونوں بچے اس کی ذات کو مکمل طور پر اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھے۔ اس نے تو اس عمر میں بھی ماں سے وقتی جدائی جھیلی تھی نہ ماموں سے اور نہ ماں جیسی مامی سے...... جو دور تھا وہ کبھی نہ ملا اور جو پاس تھے وہ پاس رہے...... اور یہ ٹوٹے ہوئے خاندان کے بچے جن کے تمام قریبی رشتے یورپ اور امریکا میں پُرسکون اور پُرکشش زندگیاں گزار رہے تھے اور شاید رشتوں کے معنی تک بھول چکے تھے...... اس وقت دو حقیقی رشتوں کی طرف سے اذیت جھیل رہے تھے۔ واصف تو خود بھی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ وہ تو داؤد علوی نے بڑی دانش مندی سے اسے سنبھالا تھا اور شاید اسی دن کے لیے۔

"اللہ نظام بناتا بھی ہے اور چلاتا بھی ہے اور یہ کام صرف اللہ ہی کر سکتا ہے۔" اس کا خیال گہرائی میں اترا ہی

تھا کہ جیب میں پڑے سیل فون میں ارتعاش پیدا ہوا۔اس نے فوراً سیل فون نکال کر دیکھا۔شمسہ کی کال آرہی تھی۔ گھر سے نکلنے کے بعد یہ ان کی چوتھی کال تھی۔اس نے کال وصول کی۔

''السلام علیکم، ماں!''

''واصف، کوئی اچھی خبر ہے تو سناؤ۔علوی صاحب کی کیا نئی رپورٹ آئی؟''

''ماں، اسی کا wait کر رہے ہیں۔دونوں بچے میرے ساتھ ہی ہیں۔''

''ناشتا تو کرلو بیٹا، اللہ رحم کرے گا، ان شاء اللہ علوی صاحب ٹھیک ہو جائیں گے۔'' شمسہ کو ماں کی حیثیت سے اس کے ناشتے کی فکر بھی پڑی ہوئی تھی کہ پتا نہیں بھاگ دوڑ میں اسے کھانے پینے کا موقع بھی مل رہا ہے یا نہیں۔

''آپ فکر نہ کریں ماں، بھوک لگی تو کچھ نہ کچھ کھا لوں گا۔اتنا بڑا کینٹے ٹیریا ہے، سب کچھ مل رہا ہے۔'' اس نے ماں کو تسلی دی۔

عالی شان اور عالی جاہ کی مکمل توجہ واصف کی طرف تھی، گویا کان لگا کر ایک، ایک لفظ سن رہے تھے، آنکھوں میں قدرے حیرت بھی تھی۔

digest library.com

خدا حافظ کہہ کر اس نے سیل واپس جیب میں رکھا تو عالی جاہ بے اختیار بول اٹھا۔

''ٹیچر، آپ اپنی مدر کو ماں بولتے ہیں؟'' عالی جاہ نے نگاہ ملتے ہی سوال کیا۔

''ایک بار میں نے بھی اپنی مدر سے پوچھا تھا کہ جب سے میری میموری کام کرتی ہے، یاد آتا ہے کہ میں ماں ہی بول رہا ہوں...... آپ کو امی یا ممی نہیں بولتا، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو میری مدر نے جواب دیا کہ جب تم نے بولنا شروع کیا تو میں نے تمہیں امی بولنا سکھایا مگر تمہارے منہ سے امی کے بجائے ماں نکلتا تھا جو مجھے بہت اچھا لگتا تھا پھر میں نے تمہیں کبھی نہیں ٹوکا۔'' یہ کہہ کر واصف مبہم سا مسکرایا اور دونوں کی طرف دیکھا۔

''اور یوں مجھے ماں کہنے کی عادت پڑ گئی۔''

(شاید میں جان بوجھ کر ماں کو ماں کہتا ہوں۔جیسے خود کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے سوائے ماں کے۔)

اب وہ خالی، خالی نظروں سے ایک گھنے اونچے درخت پر کوؤں کے اڑتے غول دیکھ رہا تھا مگر نگاہ میں وہ کچھ تھا جس کو آس پاس موجود نگاہیں نہیں پا سکتی تھیں۔

☆☆☆

سارہ گم صم کیفیت میں بالکل خالی الذہن بیٹھی فری کی طرف دیکھ رہی تھیں جو بے چینی سے اپنی رسٹ واچ بار، بار دیکھ رہی تھی۔اسے مریم کا انتظار تھا۔

''ماما، اگر سر کو کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہوگا؟'' فری کا انداز ایسا تھا گویا رو پڑے گی۔

سارہ تو ہق دق سی رہ گئیں۔ایک لمحے کو تو گویا سمجھ ہی نہ پائیں کہ وہ کیا بول گئی ہے۔

''اللہ نہ کرے کہ ان کو کچھ ہو، اللہ کرے وہ جلد صحت یاب ہو کر اپنے گھر جائیں...... مگر بیٹا، سوچ سمجھ کر بات کیا کرو، غیر مرد کسی عمر کا ہو غیر ہوتا ہے۔جب لڑکی گھر سے باہر نکلتی ہے تو اسے بہت احتیاط سے کام لینا چاہیے۔وہ تمہارے باس ہیں، ایک وقتی تعلق...... اور ان کا آفس تمہاری مصروفیت کا ایک عارضی بہانہ ہے۔وہ ہماری زندگی پر کیوں اثر ڈال سکتے ہیں؟'' سارہ کو الفاظ کے ناپ تول میں بہت دقت پیش آرہی تھی۔وہ فری کے ذہن میں وہ تاثر منتقل نہیں کرنا چاہتی تھیں جو اس کے ذہن میں دور، دور تک تھا ہی نہیں۔

''اُف...... ایسا کیا بول دیا میں نے؟ ماما، آپ نے تو میری کلاس ہی لے لی۔'' اضطراری کیفیت میں مبتلا فری کو ماں کے سمجھانے بجھانے سے ذہن پر بوجھ محسوس ہوا تھا...... یہ کہہ کر بیزار کن انداز میں ٹہلنے لگی۔ساتھ، ساتھ جیسے غور و خوض بھی کر رہی تھی کہ ماں کی باتوں کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

''دیکھیں ناں ماما، پاپا بھی چلے گئے، انفر بھی چلا گیا...... اب ایک سر ہی تو ہیں میرے پاس جو مجھے موٹیویٹ کر رہے ہیں، جن کی باتوں سے مجھے انرجی ملتی ہے، اٹینشن ہو کر آگے بڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اگر اللہ میاں نے سر کو مجھ سے چھین لیا...... میں تو سچ مچ مر ہی جاؤں گی۔''

سارہ کے تو ہوش گم ہونے لگے، اس حقیقت کو جاننے کے باوجود کہ فری اپنی فطری سادگی اور سچائی کے ساتھ اپنے احساسات کا اظہار کر رہی ہے۔ اس کے سامنے اس کا باس صرف باس ہی ہے جو بتدریج اس کا mentor (اتالیق) بننے جا رہا ہے۔

فری کی بے ساختگی ہی تو انفر کو اس کا دیوانہ بنا گئی تھی۔ دنیا بھر کی لڑکیوں سے ''ہیلو، ہائے'' کرنے والا انفر پہلی ملاقات ہی میں اس کا اسیر ہو گیا تھا۔ اس کے نزدیک تو وہ لوگ price less (انمول) ہوتے ہیں جن کا دل اور زبان ایک ہی لے پر رقص کرتا ہے۔

اسی وقت انٹر کام پر رنگ ہوئی۔

''ماما، آپ دیکھ لیں۔ میرا خیال ہے گارڈ ہے، میری خالہ آگئی ہیں۔'' فری نے صوفے سے اپنا شولڈر بیگ اٹھایا اور مشتم پشتم باہر کی طرف دوڑی۔

سارہ نے انٹر کام کا ریسیور اٹھانے کی زحمت نہیں کی کہ گارڈ فری کو باہر آتے ہوئے دیکھ چکا ہوگا۔

''مریم ہی سے بات کرنا ہوگی، وہی اس کو سمجھا سکتی ہے، نظر بھی اسے ہی رکھنی ہے کہ اس کی کوئی بیوقوفی سب کو کسی مشکل سے دوچار نہ کر دے۔ اگر واقعی علوی صاحب ذمے دار اور شریف انسان ہیں تو انہیں خود بھی اپنی حدود اور ذمے داریوں کا احساس ہوگا۔'' فری کو سمجھانے میں بڑی وقت تھی مگر خود کو تو سمجھا سکتی تھیں۔ ''اللہ ان کو صحت و شفا عطا فرمائے۔ اس وقت تو وہ خود بہت بڑے امتحان سے گزر رہے ہیں۔''

سارہ پُرسکون ہونا چاہ رہی تھیں مگر ایک نامعلوم سی بے چینی لاحق ہو چکی تھی۔ کوئی کرنے والا کام سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

☆☆☆

''I am so sorry میم، اس وقت میں اسپتال میں ہوں۔ یہاں ایک ایمرجنسی چل رہی ہے، میں ایک گھنٹے کے لیے بھی یہاں سے move نہیں کر سکتا۔ میرے ایک ملنے والے ہیں، ICU میں ایڈمٹ ہیں۔'' واصف عرشلہ کی کال آنے پر انہیں مطلع کر رہا تھا اور جان بوجھ کر بچوں سے فاصلے پر چلا گیا تھا۔

''تھینک گاڈ، تم نے کلیئر کر دیا، میں تو شاکڈ ہوگئی تھی۔ کوئی مسئلہ نہیں، میں تو روٹین کے میٹرڈ سکس کرنا چاہ رہی تھی، وہ بعد میں بھی ہو سکتا ہے۔ شیور تم اپنے پیشنٹ کو اٹینڈ کرو۔ کیا کوئی آپریشن وغیرہ ہے؟''

''robbers کی فائرنگ سے انجری آئی ہے، بلٹ تو نکال دی ہے مگر بلڈ بہت ضائع ہوا ہے اس لیے کومہ میں ہیں، بس آپ دعا کیجیے۔'' واصف نے دور بیٹھے بچوں پر نظر دوڑاتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ویری سیڈ، بائی دا وے کون ہیں...... کوئی فیملی فرینڈ؟'' حساس طبع عرشلہ تو دکھ سے یوں بھیگ گئیں جیسے پرانا کاغذ پانی میں فوراً حلول کر جاتا ہے۔

''ایکچوئلی میم، میں ایک جگہ ٹیوشن دیتا ہوں۔ یہ اس گھر کے ہیڈ آف دی فیملی ہیں۔ بہت بڑے بزنس مین ہیں، انویسٹر بھی ہیں۔ شاید آپ نے نام بھی سنا ہو...... داؤد علوی...... بزنس سرکل میں تو تقریباً سب ہی ان کو جانتے ہیں۔ ثمینہ میم نے تو لازمی ان کا نام سنا ہوگا۔'' واصف کے لیے تو عرشلہ کی کال ویسے بھی وقت گزاری کا بہانہ بن گئی تھی۔ وہ بولتا چلا گیا اور اسے محسوس ہی نہیں ہوا کہ عرشلہ کی طرف سے کوئی ردِعمل نہیں آ رہا۔

"ok... good luck." عرشلہ کی انتہائی مدھم آواز واصف کی سماعت سے ٹکرائی اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

واصف اچانک رابطہ منقطع ہونے پر قدرے حیران تو ہوا مگر جس صورت حال سے دوچار تھا وہاں حیرت کے ٹھہر جانے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے ایک نظر سیل کی اسکرین پر دوڑائی اور جیب میں رکھ لیا۔

☆☆☆

”silly...... بے وقوف تم اس کے لیے رو رہی ہو، جس کی وجہ سے ساری زندگی suffer کی ہے۔“ ثمینہ پہلے تو خبرین کر دم بخود ہوئیں پھر عرشلہ کو زار و قطار روتا پا کر یکلخت بھڑک اٹھیں۔

”ممی، ساری غلطی داؤد کی تو نہیں تھی، ہم بھی تو کہیں نہ کہیں غلط ہوں گے۔ ممی، اب تو وہ ICU میں پہنچ گیا ہے، اب تو اس سے نفرت نہ کریں۔“ عرشلہ بچوں کی طرح بلک، بلک کر رو رہی تھیں۔

ثمینہ ماں تھیں، ظاہر ہے ایک ماں کو اولاد کے آنسو بہت تکلیف دیتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ مادی معاملات کو سرفہرست رکھنے والے تاجرانہ ذہن کے حامل لوگ عام لوگوں کے مقابلے میں خاصے بے مروت اور سخت دل ہوتے ہیں۔

”ربش...... اگر تمہاری عامر سے شادی ہو چکی ہوتی تو کیا تم اس کے سامنے بھی اسی طرح روتیں؟“ ثمینہ کی کوشش تھی کہ عرشلہ رونا دھونا ختم کر کے فوراً نارمل ہو جائیں۔

”تب بھی روتی...... اس لیے کہ انسان ہوں۔ اس شخص کے ساتھ لائف کا سب سے خوب صورت پیریڈ بھی گزارہ ہے۔ ہم تو ٹھیک چل رہے تھے پھر پتا نہیں کیا ہوا...... ہم ایک دوسرے سے گم ہو گئے۔“ یہ کہہ کر عرشلہ نے پھر بلک، بلک کر رونا شروع کر دیا۔

ثمینہ نے بے بسی سے اپنا سر پکڑ لیا۔

”سب کچھ ہو گیا، بس یہی کسر باقی رہ گئی تھی۔ میں تو سمجھ رہی تھی جان چھوٹی، وہ تو ایک گھوسٹ (بھوت) کی طرح ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔“ ثمینہ بڑبڑاتی ہوئی اپنی چھڑی پر وزن ڈال کر کھڑی ہو رہی تھیں۔

”وہ گھوسٹ نہیں ہے ممی، انسان ہے...... وہ پارٹ آف لائف تھا۔ ممی، میں ٹوٹل میڈ (مکمل پاگل) بھی ہو جاؤں تو وہ میموری سے wash نہیں ہوگا۔ واصف بتا رہا تھا وہ ”کومہ“ میں ہے۔“ روتے، روتے عرشلہ کی آواز بھترانے لگی۔

”اب بس بھی کرو۔ اچھا ہوا کہ ابھی تک تمہاری عامر سے شادی نہیں ہوئی ورنہ ادھر بھی بریک اپ ہو جاتا۔“ ثمینہ کے اعصاب شل ہو گئے۔ وہ شدید غصے کی کیفیت میں آگے بڑھ رہی تھیں۔

”تو پھر زین کو کریڈٹ دیں گی ناں؟“ عرشلہ اب آنسو پونچھ رہی تھیں۔

”یقین نہیں آتا کہ میں نے تمہیں نو مہینے اپنے پیٹ میں رکھ کر جنم دیا ہے۔ شادی کے بعد برسوں اولاد کا انتظار کیا...... اولاد ہو گئی مگر لگتا ہے اڈاپٹ کیا ہے۔“

منظر سے اوجھل ہونے تک ثمینہ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

واصف ICU سے تازہ معلومات لے کر باہر آ رہا تھا مگر حیرت سے اپنی جگہ ٹھٹک کر رک گیا۔ اس کے سامنے سارہ ماں کی چھوٹی بہن مریم کے ساتھ فری بھی نظر آ رہی تھی۔ پینٹ اور کھلی کرتی کے ساتھ دوپٹا بھی گردن کے گرد مفلر کی طرح لپیٹا ہوا تھا۔ پہلے تو اسے یہ سب نظر کا دھوکا محسوس ہوا پھر دھیان فوراً مریم کی طرف گیا کہ شاید خدانخواستہ مریم کی فیملی میں کوئی پرابلم آئی ہے مگر مریم کے چہرے سے زیادہ تو فری کے چہرے کے تاثرات قابل توجہ تھے۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی اور سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔ بے قرار نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی اور اتنی بدحواسی میں چل رہی تھی کہ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرتے، گرتے بچی۔

واصف کے لیے مریم انجان نہیں تھی۔ سارہ کے حوالے سے اس کی بہت اہمیت تھی۔ وہ ایک دم مریم کے

سامنے آگیا۔

''السلام علیکم میری خالہ، خیریت ہے...... آپ یہاں کیسے؟'' واصف نے جان بوجھ کر فری کو نظر انداز کر کے اپنی توجہ مریم پر ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

مریم اور فری دونوں اچانک واصف کو سامنے پا کر حیران پریشان نظر آنے لگیں۔

''ہمارے چیئرمین یہاں ایڈمٹ ہیں، بہت سیریس انجری آئی ہے، ICU میں ہیں...... مگر تم یہاں کیسے نظر آرہے ہو...... خیریت ہے ناں؟ شمسہ آپا تو ٹھیک ہیں ناں؟'' مریم کے انداز میں اضطرار، اضطراب اور عجلت کا ملا جلا تاثر تھا۔ فری ابھی تک سنبھل نہیں پائی تھی، اسی طرح ہکا بکا سی کھڑی تھی اور انجانے میں بس واصف کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

''جی...... میرے ایک ملنے والے ہیں، ایکچوئلی میں ان کی فیملی میں ان کی ٹیوشن دیتا ہوں، داؤد علوی نام ہے...... ان کے ساتھ بھی رات بہت ہی......''

''داؤد علوی......؟'' مریم صرف حیرت زدہ تھی مگر فری کے سر پر بم پھٹا تھا۔ مریم نے واصف کو جملہ مکمل کرنے نہیں دیا اور بول پڑی۔

''داؤد علوی ہی تو ہمارے چیئرمین ہیں...... انہی کی خیریت لینے آئے ہیں۔ جلدی سے بتاؤ کیسی طبیعت ہے...... ڈاکٹر نے کیا کہا...... کب تک ہوش میں آجائیں گے...... تم اندر سے ہی آرہے ہو ناں؟'' مریم بڑی بدحواسی میں بولتی جارہی تھی جبکہ فری کی یہ حالت تھی کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن...... اس کے دماغ میں تو بس سائیں، سائیں ہورہی تھی۔

''یہ تو داؤد علوی کے گھر میں گھسا ہوا ہے۔ ہم تو صرف ''آفس کے لوگ'' ہیں۔'' اس کے ذہن میں ان چند الفاظ کا قبضہ تھا، وہ ششدر سی اپنی جگہ کھڑی تھی۔

''جی...... فی الحال تو انہوں نے شام چار بجے تک wait کرنے کا بولا ہے، اگر امپروومنٹ ہوگئی تو اچھی خبر ورنہ وینٹی لیٹر پر شفٹ کردیں گے۔'' واصف کے لہجے میں صدیوں کی تھکاوٹ اتری ہوئی تھی۔ فری اس کے سامنے تھی مگر اس کے چہرے پر نگاہ کرنے کی خواہش تھی نہ نیت۔ باہر دو بچے بے تابی سے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ذہن ذرا سا بھی پُرسکون ہوتا تو پہلا سوال یہی ہوتا کہ داؤد علوی، مریم کے چیئرمین ہیں...... یہ محترمہ کیوں ''شامل باجے'' کی طرح ہمراہ ہیں۔ سب سے بڑھ کر پریشان اور فکرمند بھی نظر آرہی ہیں۔

''oh no.'' مریم کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ ''واصف، پرائیویٹ اسپتالوں میں تو یہ چلتا ہی ہے...... مگر علوی صاحب کی طرف سے جس نے بھی یہاں سائن کیے ہیں ان سے بولو وہ علوی صاحب کو وینٹی لیٹر پر شفٹ کرنے میں جلدی نہ کریں...... پلیز، یہ تو تم کرو ناں...... ان کی فیملی میں اٹھتے بیٹھتے ہو، تم یہ بات کرسکتے ہو۔'' مریم کسی سگی بہن کی طرح مضطرب نظر آرہی تھی۔

''ان کی فیملی میں ان سے بڑی بس ان کی ایک سسٹر ہیں، ان کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں، وہ بھی تقریباً بے ہوش ہی ہیں۔'' واصف نے فری کی طرف سے قدرے چہرہ دوسری طرف موڑتے ہوئے جواب دیا جو لاشعوری طور پر اب بہت انہماک سے واصف کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اس اچانک پڑنے والی افتاد نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی سلب کرلی ہو۔

''ہیں......؟ تو پھر علوی صاحب کو ایڈمٹ کس نے کرایا تھا؟'' مریم کی حیرانی عظیم تر ہوچکی تھی۔

''ان کے ملازم نے، ڈرائیور نے ان کی دوسری کمپنی کے CEO کو فون کیا تھا۔ سب کچھ انہوں نے ہی سنبھالا تھا، مجھے تو بچوں نے بعد میں فون کر کے بلایا تھا۔ وہ گھر میں بغیر کسٹوڈین کے پریشان ہو رہے تھے کیونکہ ان

کی مدر کو بھی ایمبولینس میں ہی لے کر گئے تھے۔ ان دونوں کو میں ہی لے کر آیا ہوں یہاں۔‘‘
’’اوہ...... چلو...... میں بھی بچوں سے مل لوں گی...... مگر تم اسپیشلی ان کا خیال رکھنا، ان کے لیے تو یہ بہت بڑی قیامت ہے۔‘‘ مریم نے غیر ارادی طور پر واصف کے شانے پر ہاتھ رکھ کر گویا اپنائیت بھری درخواست کی تھی۔
’’میری خالہ، آپ اس طرف سے تو بالکل بے فکر ہو جائیں۔ جب تک ان کی مدر کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی بچے میرے ساتھ ہی رہیں گے۔‘‘ واصف نے تسلی دی۔
’’دیکھو علوی صاحب ہیں ہی اتنے اچھے، اللہ خود بخود ان کی مدد کر رہا ہے۔ اللہ کرے بس جلدی سے ہوش میں آجائیں...... علوی صاحب کے وسیلے سے کتنے سارے لوگ سکون سے روزی کما رہے ہیں، اللہ ان کو صحت والی لمبی زندگی دے۔ باپ کی طرح سب کا خیال رکھتے ہیں۔‘‘ مریم بے ساختگی سے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعائیہ انداز میں خود کلامی کر رہی تھی، گالوں پر آنسوؤں کے قطرے پھسل رہے تھے۔
’’آمین۔‘‘ واصف، فری سے نظر بچانے کی نیت سے فرش کو گھور رہا تھا۔ ’’وہ ہوش میں تو نہیں ہیں...... آپ دور سے دیکھ سکتی ہیں۔‘‘ واصف، مریم سے مخاطب ہوا۔
’’ہاں ظاہری بات ہے...... ہم انہیں دیکھنے ہی آئے ہیں۔‘‘ یہ کہہ کر مریم نے فری کا ہاتھ یوں پکڑا جیسے رش میں ماں بچے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیتی ہے۔
فری سر جھکائے مریم کے ساتھ آگے کی طرف چل پڑی اور وہ الجھ رہا تھا کہ میری خالہ کے ساتھ آجانا کوئی ’’خیر‘‘ تو نہیں...... مگر وہ پریشان بہت ہے۔ اندر داخل ہوتے وقت جو فری کے تاثرات تھے وہ پہلی نگاہ نے یوں محفوظ کیے تھے جیسے کسی کاغذ پر پکی سیاہی کی مہر ثبت ہوتی ہے...... پھر اس کے بعد اس کی بے قرار نگاہوں کا بار، بار سامنے کی طرف اٹھنا جیسے اسے آگے بڑھنے کی بے چینی لاحق ہو۔ یہ سب کچھ واصف کی سمجھ سے بالاتر تھا۔
جو آج اتنی زیادہ غیر حاضر دماغ تھی کہ واصف کو دیکھ کر نفرت و ناگواری کا اظہار کرنا بھول گئی تھی، جو اس کی زندگی میں عین فرض کے مصداق تھا۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ نظر واصف پر پڑے اور تاثرات میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ آج تو گویا اسے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ سامنے واصف کھڑا ہے۔ یہ تو وہ دشمن تھا جس کی گھات میں بیٹھا جاتا ہے اور تاک کر نشانہ لیا جاتا ہے۔

digest library.com

☆☆☆

’’ممی، پلیز مجھے صرف ایک مرتبہ کے لیے allow کر دیں، بس ایک نظر دیکھ کر آجاؤں گی۔‘‘ عرشلہ عجیب دیوانگی کی کیفیت میں مبتلا تھیں۔ بہت سارا رونے کے بعد پھر ثمینہ کے نیم تاریک کمرے میں آ کر ان کے بیڈ کے ساتھ لگی کھڑی تھیں۔
’’وہ تمہارا کچھ نہیں لگتا...... ایک اجنبی، ایک غیر مرد...... پچھتانے کے بعد جس سے تم دوسری مرتبہ شادی بھی نہیں کر سکتیں...... یعنی غیر سے بڑھ کر غیر۔‘‘ ثمینہ دھیمی آواز میں دانت پیس کر غرائیں۔
’’کبھی اپنا تو تھا ممی...... اس کا DNA نو، نو مہینے میں نے سنبھالا ہے۔ وہ دونوں زندہ ہوتے تو آج اس کو پاپا بولتے...... ایک دم سے تو غیر نہیں بنا ممی...... شاید وہ ہمیشہ کے لیے جانے والا ہو۔‘‘ عرشلہ اب بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئیں اور ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیا، آنکھوں سے ٹپ، ٹپ آنسو گر رہے تھے۔
’’ہمارے لیے وہ ہمیشہ کے لیے جا چکا ہے۔ جو اتنی چاہنے والی بیوی سے انا کی جنگ کر کے نکلا...... میری بیٹی جیسی سیدھی سادی معصوم لڑکی کو ٹھکرا کر گیا تھا...... اس کو arrogance (غرور) ہونا سوٹ ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ تو میرا paid (معاوضہ دیا ہوا) son in low (داماد) تھا، اسے تو ہمارا احسان مند ہونا چاہیے تھا۔‘‘ ثمینہ کے لہجے میں کڑواہٹ بھر چکی تھی۔

''ممی، وہ مجھے اکیلے میں کہتا تھا کہ honey میں کسی اور کے بچے کا باپ نہیں بن سکتا......اسے وہ feel نہیں دے سکتا...... میں کسی بے قصور بچے کو step father (سوتیلے باپ) کی feel کیوں دوں۔ البتہ اتنا arrogant (مغرور) تو وہ ضرور تھا کہ اپنے DNA کو سپر consider کرتا تھا۔ آپ نے فیملی tree (شجرۂ نسب) دیکھ کر ہی میری شادی کی تھی...ناں! ۔'' وکالت کرتے، کرتے عرشلہ کو ایک نکتہ اچانک یاد آ گیا۔

''میں قصوروار ہوں، میں ذمے دار ہوں...... hang کردو مجھے (پھانسی دے دو۔)'' ثمینہ بہت نڈھال انداز میں اب خودکلامی کر رہی تھیں اور بازو آنکھوں پر رکھ لیا تھا۔

''وہ تو کومہ میں ہے ممی، اسے تو پتا بھی نہیں چلے گا کہ میں اسے دیکھ کر جا چکی ہوں۔ پر اس ممی، اگر وہ ہوش میں آ گیا تو میں اسے ملے بغیر واپس آ جاؤں گی۔'' عرشلہ کے دل کو وہ بے قراری لگی تھی جیسے کسی عاشق کے دل کو لگی ہو اور کھڑے، بیٹھے، لیٹے چین نہ پڑتا ہو۔

کورے کاغذ جیسا دل تھا جب وہ اس کی زندگی میں آیا تھا۔ مردانہ وجاہت ایسی کہ حسیناؤں کے قبیلے میں کھلبلی مچی رہتی ہو، رومانس کرے تو دل ہی نکال کر لے جائے، نگاہ کرے تو محبوبہ حیا سے بات کرتے، کرتے بھول جائے کہ وہ کیا کہنے جا رہی تھی۔

لوگوں کی موجودگی میں کبھی ''عرشی'' نہ کہا، پورا نام لے کر مخاطب کرتا تھا اور تنہائی میں کبھی عرشلہ نہ کہا، ہمیشہ honey کہتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ علیحدگی کے بعد عرشلہ کو سنجیدہ نفسیاتی بیماریوں نے آ گھیرا تھا۔ وہ تو خدا کا فضل ربی تھا کہ اسے دنیا کے بہترین معالج دستیاب تھے اس کے باوجود نارمل زندگی میں واپس آتے ہوئے ایک عرصہ لگا۔ اس دوران زین کی موجودگی نے بھی اس کو مکمل پاگل ہونے سے بچایا۔ ایک ہنستے کھیلتے بچے کا اسے ماما کہہ کر پکارنا بھی اس کے حق میں نعمت بن گیا تھا۔

''عرشی، میری جان...... میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں، اس لیے کہ ماں ہوں۔ خوب صورت، مالدار، جوان عورت اگر سادہ مزاج بھی ہو تو شہر میں جگہ، جگہ رشتے اُبل پڑتے ہیں۔ میڈیسن اور دو وقت کے کھانے کے علاوہ میری سوچ تم سے شروع ہوتی ہے اور تم پر ختم ہوتی ہے۔ بیٹا، عامر تمہارا بہت خیال رکھے گا...... اور میں سکون سے مر سکوں گی۔'' ثمینہ کی ذخیرہ شدہ توانائی مزاحمت کے جھکڑوں کی زد میں آ کر تنکوں کی طرح بکھر چکی تھی۔ وہ بہت شکستہ و نڈھال کیفیت سے دوچار تھیں، اتنی کمزور اور نڈھال جیسے نزع کی کیفیت سے کچھ پہلے انسان بے حواس ہونا شروع ہوتا ہے۔

''love you Mummy...... مجھے پتا ہے، مجھے آپ کی محبت پر شک نہیں ہے مگر کیا میں ہمیشہ غلط ہو سکتی ہوں؟ میں اس وقت داؤد کے ساتھ engaged ہوں، آپ مجھے عامر کی طرف فولڈ کر رہی ہیں...... ممی، فیلنگز نیچرل ہوتی ہیں، کوئی کسی کی فیلنگز کنٹرول نہیں کر سکتا...... try to understand۔''

''اچھا ٹھیک ہے...... ماریہ کو ساتھ لے جاؤ تاکہ میں یاد رہوں اور تم جلدی واپس آ جاؤ۔ ویسے بھی میں دو گھنٹے ریسٹ کرنا چاہتی ہوں۔'' ثمینہ، عرشلہ سے خودکلامی کے انداز میں مخاطب تھیں، آنکھیں بند تھیں۔

عرشلہ کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا کہ واقعی انہیں اجازت مل گئی ہے۔

''بنڈل آف تھینکس ممی۔'' عرشلہ پلٹیں اور ماں کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

''عامر امریکا میں رہتا ہے...... واصف بھی اچھا ہے...... عمر میں چھوٹا ہے مگر شادی تو ہو سکتی ہے۔ ہینڈسم بھی ہے اور ڈیوٹی فل بھی۔''

عرشلہ دروازہ آدھا کھول چکی تھیں مگر قدم اٹھانا بھول گئیں۔ پوری آنکھیں کھولے ماں کی طرف دیکھ رہی تھیں جو مسلسل خودکلامی کر رہی تھیں۔

''او مائی گاڈ...... واصف......! ممی کتنے آرام سے سب کچھ سوچ لیتی ہیں۔ کیا مینٹل فریڈم (ذہنی آزادی) ممی

کے لیے تو سب کچھ آسان ہے۔ آئی تھنک ممی اب نارمل نہیں ہیں، سیلف کنٹرول کھو چکی ہیں۔'' مرشلہ کو ایک نئی تشویش نے آلیا...... عامر، داؤد، واصف...... ثمینہ نے کتنے آرام سے انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا تھا...... کتنی جدوجہد سے خود کو تلاش کر رہی تھیں، انہیں پھر خود سے جدا کر دیا تھا۔

وہ جو گھنٹوں سے داؤد کے رنگ میں تھیں کھڑے، کھڑے بے رنگ ہو گئی تھیں۔ انہوں نے ادھ کھلے دروازے سے ماریہ کو آتے دیکھ لیا تھا مگر ذہن نے جیسے ان کے پاؤں پکڑ لیے تھے۔ پلٹ، پلٹ کر ثمینہ کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

بلند و بالا چھتوں والے وسیع و عریض کنکریٹ کے گھر شاید دو افراد کو زیادہ جگہ گھیرنے کی سزا دینے کے لیے وجود میں آتے ہیں۔

digest library.com

☆☆☆

مہ لقا فکر، فکر مریم اور فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ڈرپ لگی ہوئی تھی، بال تکیے پر یوں بکھرے ہوئے تھے جیسے بھوسے کا گٹھڑ کھلتے ہی آندھی چل پڑی ہو۔

اب وہ مکمل حواسوں میں تھیں۔

''داؤد سے مل کر آ رہی ہو؟ کوئی بات کی اس نے؟ میرا تو پوچھا ہو گا ناں...... یہ ان لوگوں نے مجھے کیوں باندھ کر لٹا دیا ہے......؟ گولی تو داؤد کو لگی ہے...... نرس کو بلاؤ، اسے بولو نکالے یہ...... مجھے داؤد سے بات کرنی ہے۔'' مہ لقا کا انداز ایسا تھا گویا وہ کینولا ڈرپ نکال کر پھینک دیں گی۔

مریم اور فری تو جیسے ڈر ہی گئیں۔

''آپ پلیز ریسٹ کریں، آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ داؤد صاحب کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے۔'' مریم انہی الفاظ کا استعمال کر سکتی تھی۔

''میں داؤد سے ملنا چاہتی ہوں، مجھے اس کے پاس لے کر چلو۔ جب تک میں اس سے نہیں ملوں گی کسی کی بات کا یقین نہیں کروں گی...... oh my God...... میں نے اتنا سارا بلڈ دیکھا ہے اور آپ لوگ کہہ رہے ہیں کہ وہ پہلے سے بہتر ہے...... آپ لوگوں کو جھوٹی خبریں پھیلانے کے لیے رکھا ہے اس نے؟'' مہ لقا یکلخت برسنے لگیں۔

فری کی جو حالت ہوئی سو ہوئی، مریم اپنا فطری اعتماد کھونے لگی۔

''میم...... اتنا بڑا حادثہ ہوا ہے۔ آہستہ، آہستہ ہی بہتری کی طرف جائیں گے، ان کو بلڈ دے رہے ہیں.... ان شاءاللہ رات تک وہ ہوش میں آ جائیں گے۔'' مریم نے اعتماد بحال کرنے کی جدوجہد کے ساتھ پھر تسلی دی۔

''یہ لڑکی کیا کام کرتی ہے، یہ تو شکل سے ہی بیوقوف لگ رہی ہے۔ یہ داؤد کے آفس میں کام کرتی ہے یا ویسے ہی تمہارے ساتھ چپک کر آ گئی ہے؟'' مہ لقا نے اب براہ راست فری کو نشانے پر لیا جو درحقیقت مہ لقا سے مل کر مکمل حیرت کی تصویر بنی ہوئی تھی کیونکہ مہ لقا کا لب و لہجہ عام لوگوں سے بہت مختلف تھا۔ دوسرے اس کے فرشتوں کو شاید یہ ادراک نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ کسی بھی خوب صورت چہرے کو آسانی سے ہضم نہیں کرتیں...... یا تو عیب نکالتی ہیں یا توہین کرتی ہیں۔

ان کے شوہر نے انہیں ٹھکرا کر ایک عام شکل و صورت رکھنے والی جوان خاتون سے شادی کی تھی...... یہی توہین ان کی ذہنی بیماری کی وجہ بھی بنی تھی۔ وہ عورت جو دن رات میں دس مرتبہ آئینے سے اپنے حسن کی گواہی مانگتی ہو اور اسی نشے میں سوتی جاگتی ہو...... ٹھکرائے جانے کے بعد وہ صرف ایک زخم ہوتی ہے، سر سے پاؤں تک زخم ہی زخم......

''یہ آفس میں ہی ہوتی ہے...... داؤد صاحب ہم دونوں ہی کے پاس ہیں، آفس کے تقریباً تمام لوگ ہی آ چکے ہیں، سب کو فکر ہے، سب دعائیں کر رہے ہیں۔'' مریم نے اپنے مضبوط اعصاب کی مدد سے گویا مہ لقا کو قابو کرنے کی سعی کی۔

''دیکھو لڑکی......!'' مہ لقا اب فری کو مخاطب کر رہی تھیں۔

فری خوفزدہ ہو کر مریم سے تقریباً چپک ہی گئی اور اپنا بازو مریم کی کمر کے گرد حمائل کر دیا۔
”تمہیں ہر جگہ بہت لفٹ ملتی ہوگی مگر زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں۔ جس کی شکل جتنی زیادہ اچھی ہوتی ہے وہ اتنا ہی روتی ہے جیسے کہ میں...... تم تو کچھ بھی نہیں ہو...... مجھے دیکھ کر تو لوگ کھڑے سے گر جاتے تھے۔“ مہ لقا نے حقارت سے فری کو گھورا۔
”میری خالہ، میں باہر ہوں۔ آپ آنٹی سے بات کر کے آجائیں۔“ فری کا انداز ایسا تھا گویا سرپٹ دوڑ پڑے گی۔ خوف و شرمندگی سے اس کی پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا، ہتھیلیاں پسیج رہی تھیں۔
”آنٹی......! تمہیں پتا ہے آنٹی کسے کہتے ہیں؟“
اس سے قبل کہ مہ لقا کے منہ سے مزید کچھ نکلتی بڑی سرعت سے وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔ سامنے کاؤنٹر پر دو تین نرسیں نظر آئیں، وہ بھاگ کر ان کے قریب پہنچی۔
”پلیز...... میری آنٹی کو ریلیز کرائیں، انہیں روم سے باہر لائیں۔ پلیز!“ فری کا انداز اتنا بے ساختہ تھا جیسے دشمن نے بے خبری میں میزائل دے مارا ہو۔
تینوں جو آس پاس سے بے خبر کھسر پھسر میں لگی ہوئی تھیں تقریباً اچھل پڑیں۔
”اوہ...... روم 02 کی پیشنٹ؟“ ایک نرس نے پلٹ کر فری کی طرف دیکھا جو لگتا تھا رو ہی پڑے گی۔
”او کے...... آپ لوگوں کو ہم پہلے ہی کہہ رہے تھے کہ آپ نہ جائیں۔ شاید انہوں نے کچھ زیادہ ہی اسٹریس لیا ہے، ان کی ذہنی حالت نارمل نہیں ہے۔ علوی صاحب کی وجہ سے انہیں سنبھال رہے ہیں ورنہ ڈسچارج کر دیتے۔“ نرس بولتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔
علوی صاحب کی بہن ہونا بھی اسپتال کے مالکان کی خوش نصیبی ہو سکتی تھی۔ ایک رات گزرنے کے بعد جو غضب کی ٹرانزیکشن ہوئی ہے اس کی وجہ سے علوی صاحب کی دس بہنوں کے بھی نخرے اٹھائے جا سکتے ہیں۔
پھر فری نے دیکھا مریم افتاں و خیزاں اس کی طرف آرہی تھی۔
فری نے جو سکون کی سانس لی واپس پھیپھڑوں سے نکالنے کو جی نہ چاہا۔ طویل کاریڈور دونوں خالہ بھانجی نے یوں عبور کیا گویا الیکٹرک انجن فٹ کر دیا گیا ہو۔

☆☆☆

ماریہ گم صم نظروں سے عرشلہ کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے کوئی مناسب حل دینے کے لیے مضبوط اور لاجواب کر دینے والا نکتہ کھوج رہی ہو۔
”یہ بڑی بات ہے کہ ممی ایک گھنٹا تمہارے بغیر رہنے کے لیے تیار ہو گئی ہیں اور پوری لائف میں پہلی بار انہوں نے اتنی جلدی میری کوئی بات مانی ہے۔“ عرشلہ جذباتی انداز میں اپنی انگلیاں آپس میں پھنسا کر مروڑ رہی تھیں اور بے قراری سے ادھر ادھر ٹہل رہی تھیں۔
”ثمینہ میم نے آپ کی بات مانی ہے، ایک ریکویسٹ میری بھی مان لیں۔“ بالآخر ماریہ نے میدان میں اترنے کے لیے کمر کسی۔
”ہاں بولو، میں تو تمہاری ہر بات کو importance دیتی ہوں۔“ عرشلہ کی نظر میں تجسس کروٹیں لے رہا تھا۔
”بولو ناں...... میں سن رہی ہوں۔“ عرشلہ اضطراری کیفیت میں تھیں۔
”میم...... نہ جائیں......!“ ماریہ نے یہ چند لفظ کہے اور خاموش ہو گئی۔
عرشلہ ششدر سی رہ گئیں۔
”لیکن کیوں......؟“ وہ بولیں۔

”اس لیے میم...... یہ آخری سین آپ کی میموری سے واش نہیں ہو سکے گا اور بار، بار re call ہوگا (دہرایا جائے گا) آپ پھر present (حال) سے کٹ جائیں گی کیونکہ یہ لائف کا سب سے زیادہ تکلیف دینے والا سین ہوگا اور پھر ضرورت ہی کیا ہے...... جو لمحہ پھٹ کر گم ہو چکا ہے وہ واپس book میں نہیں جوڑا جا سکتا...... آپ کیوں یاد کرتی ہیں انہیں جو اس طرح چلے گئے کہ واپسی کا کوئی دروازہ کھلا نہیں چھوڑا...... ثمینہ میم اور میں آپ کو ایک نئی اور خوشگوار زندگی گزارتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں...... زین کی شکل میں آل ریڈی آپ کے پاس فل ٹائم ٹینشن موجود ہے...... آپ مزید کے لیے ٹرائی نہ کریں...... پلیز میم، میں آپ کے ساتھ ہنڈرڈ پرسنٹ ہوں...... ڈونٹ مائنڈ پلیز۔“ ماریہ بول رہی تھی۔ اس کی نظریں فرش پر مگر عرشلہ کی نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔

”اب میری سنو گی؟“ عرشلہ کی آواز کسی گہرے کنویں سے باہر آ رہی تھی۔

”جی میم۔“ ماریہ نے اب نگاہ اٹھائی۔ عرشلہ کا چہرہ بے تاثر تھا۔

”داؤد میرا پہلا اور آخری رومانس ہے۔ ہم ملے اور فوراً شادی ہوگئی۔ ہم نے یورپ میں ہنی مون پیریڈ گزارہ...... اس کے دل اور ذہن میں عرشلہ اور عرشلہ کے دل و ذہن میں داؤد...... داؤد کہتا تھا عرشی آج تک کسی خوب صورت لڑکی نے مجھے اگنور نہیں کیا...... مگر میں نے بھی کسی لڑکی کو خوش فہمی میں بھی مبتلا نہیں کیا...... اس لیے کہ مجھے پتا ہے کہ میں اٹریکٹ کرتا ہوں کسی میگنیٹ کی طرح، اس میں کسی لڑکی کا کیا قصور۔ جس کا کوئی قصور نہیں اسے کس بات کی سزا دی جائے؟ لڑکیاں بہت نازک ہوتی ہیں، نہ ان سے کھیلنا چاہیے نہ ان کو توڑنا چاہیے...... آپ جس کو اپنا نہیں سکتے تو اس کا مطلب ہے وہ کسی اور کی امانت ہے، خیانت کرنا مردانگی نہیں۔“ عرشلہ یوں بول رہی تھیں جیسے کاغذ پر لکھا پڑھ رہی ہوں اور ماریہ کی حالت یہ تھی کہ جنبش محال تھی...... لب بستہ، ساکت بیٹھی تکے جا رہی تھی۔

”کتنی خوش نصیب ہیں عرشلہ میم کہ داؤد علوی ان کو ملا اور کتنی بدنصیب ہیں کہ داؤد ان سے جدا ہوا۔“

”شاید ہی کسی لڑکی نے اتنا پرفیکٹ رومانس انجوائے کیا ہو کیونکہ ہم ہزبینڈ وائف تھے...... ڈیٹ کرنے والے lovers نہیں تھے۔ ہمارا کھانا پینا، آنا جانا، کار...... بیڈ روم...... بیڈ ایک تھا۔ داؤد کہتا تھا early شادی میری پلاننگ میں کبھی نہیں تھی مگر ہوگئی تو میں خوش ہوں۔ بیوی وہ کہ جسے جب دیکھو طبیعت خوش ہو جائے، اب وہ جس age میں بھی ملے۔“ یہ کہہ کر عرشلہ سنگل سیٹ پر سر ڈال کر بیٹھ گئیں، وہ غمزدہ نظر آ رہی تھیں۔

”sorry to say میم...... جو اتنا پیار کرتا ہے وہ اتنی آسانی سے چھوڑ کر نہیں جاتا۔ آپ کو بھروسا کرنے کی عادت ہے، آپ نے بس بھروسا کیا تھا۔“ ماریہ کے لیے ضروری تھا کہ وہ ماضی کی اس سحر زدہ کو ماضی کے شکنجے سے نجات دلائے خواہ وقتی طور پر پتھر جیسے الفاظ استعمال کرنا پڑیں۔

”بس ممی کی ego سے وہ ہرٹ ہوا تھا۔ زین کے آنے سے پہلے بہت بحث ہوتی تھی۔ وہ تو ممی کو ڈائریکٹ جواب ہی نہیں دیتا تھا...... وہ جو کہتا تھا میں ہی ممی کو convay کرتی تھی...... بس ممی میری وجہ سے پریشان تھیں۔ ڈاکٹر کی advise کو سیریس لے کر بے بی اڈاپٹ کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ داؤد کہتا تھا...... وہ ڈیڈ بے بیز پیدا ہوئے ہیں، تھرڈ زندہ بھی پیدا ہو سکتا ہے...... ہم ویٹ کریں گے مگر ممی میری وجہ سے بہت پریشان تھیں۔ میں ان کا ٹوٹل asset ہوں، خود تو وہ ودو تھیں، بچہ پیدا نہیں کر سکتی تھیں۔ میں تو بیڈ پر تھی، ممی اور داؤد ہی آپس میں لڑ پڑے تھے۔ ممی نے داؤد سے کہا کہ تمہارا کوئی رائٹ ہی نہیں ہے کیونکہ میں نے بیٹی کے لیے شوہر ڈھونڈا نہیں خریدا ہے...... میں اپنی بیٹی کی زندگی کی خاطر سب کچھ کروں گی، تم اسے چھوڑ دو گے تو اسے تم سے بہتر دوسرا شوہر بھی مل سکتا ہے...... اسے رشتوں کی کمی پہلے تھی نہ اب ہوگی...... بس پھر اس کے بعد داؤد خاموش ہو گیا...... اور خاموشی سے ہی اس گھر سے ہمیشہ کے لیے چلا گیا۔ اس نے فوراً طلاق کے پیپرز نہیں بھجوائے تھے...... ہم نے دو سال اسے تلاش کیا...... کوئی پتا نہ ملا...... پھر ایک دن انٹرنیشنل کوریئر سروس سے طلاق کے پیپرز بھجوا دیے جو تیار پاکستان میں ہی ہوئے تھے مگر پتا نہیں کیوں اس نے اتنا

لیٹ بھجوائے۔ واشنگٹن ڈی سی...سے کوریز ہوئے تھے......میں اور ممی تو یہی سمجھتے رہے کہ وہ US میں سیٹلڈ ہے۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ اسی شہر میں رہتا ہے۔'' یہ کہہ کر عرشلہ نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکالیا اور آنکھیں موند کر اپنی پیشانی دبانے لگیں۔

ماریہ پھر گہری سوچ میں ڈوب چکی تھی، نظریں خوب صورت ٹائلز پر مرکوز تھیں۔

''اگر آپ نہیں گئیں تو کیا ہوگا؟'' ماریہ نے قدرے توقف کے بعد کھنکھارتے ہوئے سوال کیا۔

''سو نہیں سکوں گی......کوئی نہ کوئی فلم چلتی رہے گی۔'' عرشلہ نے اسی طرح آنکھیں بند کیے جواب دیا۔

''ویسے بھی سالوں نیند کی گولی کھا کر ہی سوتی رہی ہوں۔'' اب عرشلہ نے پوری آنکھیں کھول کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''آپ کو ماضی سے پیچھا چھڑانے کے لیے کچھ نیا اور اچھا کرنا ہوگا کیونکہ healthy انسان پریزنٹ (حال) میں رہتا ہے۔'' ماریہ نے سوچتے ہوئے یوں کہا گویا خود سے باتیں کر رہی ہو۔

''کیا نیا کروں؟ ممی کے پاس تو میرے ہر مسئلے کا حل میری سیکنڈ میرج ہے اور آج تو انہوں نے بہت ہی عجیب بات کی...... کہہ رہی تھیں واصف ہینڈسم اور ڈیوٹی فل ہے، عمر میں چھوٹا ہے تو کیا ہوا شادی ہو سکتی ہے۔'' عرشلہ روانی میں بولتی چلی گئیں۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت ایک نادیدہ پہاڑ ماریہ پر آپڑا ہے۔ وہ خیال جو کبھی غلطی سے بھی اسے چھو کر نہیں گزر سکتا تھا وہ عرشلہ نے اس تک یوں پہنچا دیا جیسے رائفل سے نکلنے والی گولی آر پار ہونے کے بجائے جسم میں کہیں پھنس جائے۔

زندگی میں اس نے نہ جانے کتنی casualties ہسپتال میں دیکھی تھیں گویا ''شاک پروف'' ہی ہوگئی تھی مگر آج زندگی نے نیا سبق دیا کہ ''تیار رہو''......جو جان چکے ہو اس سے کہیں زیادہ چھپا ہوا ہے جو جاننے کے لیے باقی ہے۔

''آپ تیار ہوجائیں میم، میں آپ کو لے چلتی ہوں کیونکہ میں آپ کو کونس...... نہیں کرسکی۔'' ماریہ نے اندر برپا ہونے والے حشر سے گھبرا کر فوراً منظر تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا مبادا عرشلہ کے پاس دینے کے لیے مزید کوئی اطلاع ہو جو اس کی استطاعت سے بڑھ کر ہو۔

''میں تیار ہوں ماریہ......ہم اسپتال جارہے ہیں کسی بوفے میں نہیں۔'' عرشلہ اس وقت سگریٹ پینٹ اور فل سلیوز کا لروالی پھول دار شرٹ میں ملبوس تھیں پاؤں میں بلیک لیدر سوفٹی تھی، بال کیچر میں سمٹے ہوئے تھے۔

''او کے میم......میں امی کو بتا کر آتی ہوں۔'' وہ گم صم کیفیت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

''تھینک گاڈ، تمہاری امی سروائیو کرگئی ہیں، چلنے پھرنے لگی ہیں۔ میں کل ان سے ملنے گئی تو دیکھا وہ کپڑے پریس کر رہی تھیں۔'' عرشلہ یوں بول رہی تھیں جیسے ماریہ کا دل رکھنے کے لیے خانہ پری کر رہی ہوں۔ درحقیقت ذہنی طور پر وہ اس وقت اسپتال پہنچی ہوئی تھیں۔

ماریہ لاؤنج سے باہر جارہی تھی مگر اس طرح گویا قدم من، من بھر کے ہو رہے ہوں۔

digest library.com

واصف نے سمجھا بجھا کر عالی شان و عالی جاہ کو گھر بھیج دیا تھا کیونکہ دونوں بیٹھے، بیٹھے نیند کے غلبے کی وجہ سے اِدھر اُدھر لڑھکتے تھے پھر سنبھل کر بیٹھ جاتے تھے۔ نازونعم میں پلنے والے بچے اتنی مشقت کہاں سہار سکتے تھے، اندھیرے سے اٹھے بیٹھے تھے پھر خوف، تشویش، اعصابی تناؤ، بے آرامی کی انتہا......واصف کو اندازہ تھا کہ گھر جاکر بستروں پر گرے تو ہوش بھی نہیں رہے گا۔ وہ خود اس وقت چہار سو سے آنے والے دباؤ کا شکار تھا۔ ICU سے اپ ڈیٹ لینا، مہ لقا کی حالت سے باخبر رہنے کے لیے اندر کے چکر پھر بچوں کو تسلی تشفی دینا، کھانے پینے کا خیال رکھنا، عرشلہ کے کام کے حوالے سے گاہے گاہے میلز چیک کرنا۔

بچے ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہوئے تو دباؤ قدرے کم ہوا مگر داؤد علوی کی سنجیدہ طبّی حالت جو ابھی تک خطرے سے باہر نظر نہیں آرہی تھی اس کا وزن اعصاب کی گنجائش آزمانے کے لیے کافی تھا۔ ابھی تک اس کا خیال اس امکان کی طرف نہیں گیا تھا کہ اگر مہ لقا روم سے ڈسچارج ہو کر باہر آگئیں تو کیا ہوگا...... عام حالات میں بھی اس کا ذہن مہ لقا کی طرف جاتا تھا تو یہی سوچتا تھا کہ پاکستان میں بہت سے لوگ کس طرح رشتے نبھاتے ہیں ورنہ یورپ، امریکا میں تو ''یہ'' اسپتالوں کا سامان سمجھے جاتے ہیں۔

معاً اس کی نظر مین گیٹ سے اندر آنے والی بلیک مرسیڈیز پر پڑی جو اندر آتے ہی درمیان میں رکی، پچھلی طرف کے دونوں دروازے کھلے، ایک دروازے سے عرشلہ دوسرے دروازے سے ماریہ اترتی دکھائی دی۔ گارڈ کی سیٹیاں ماحول میں کان پھاڑنے لگیں جو رکنے والی گاڑیوں کو فوراً آگے بڑھنے کے اشارے کررہے تھے۔

عرشلہ کی کار ڈرائیور تیزی سے آگے لے گیا۔ اس کے تعاقب میں کئی گاڑیاں دوڑتی نظر آئیں۔ عرشلہ فوراً ہی لان کی طرف آگئیں جبکہ ماریہ کو چلتی گاڑیوں کی وجہ سے آگے بڑھنے میں دقت پیش آرہی تھی۔

واصف تو پتھر کا مجسمہ بن کر رہ گیا۔

''یا اللہ...... یہ تو میرا پیچھا کرتی ہوئی اسپتال تک پہنچ گئیں، میرے خدایا، کمر پہنچ جاتی ہیں، اسپتال پہنچ جاتی ہیں...... کوئی مسئلہ ہی نہیں...... اوکے کار، پٹرول، ایک وقت میں تین بندوں کا کھانا کھانے والا اکھڑ ڈرائیور...... یہ تو راکٹ خرید کر مارس (مریخ) پر پہنچ سکتی ہیں'' شدید تھکاوٹ، مشقت، سامنے زندگی موت کی کشمکش سے دوچار انسان...... انسان بھی وہ جسے دیکھ کر بل کر انسانیت کے حقیقی معنی سمجھ آئیں۔

''ہینڈسم سیلری کے لالچ نے مجھے کہاں پھنسادیا'' وہ یہیں تک سوچ پایا تھا کہ عرشلہ اور ماریہ تقریباً دوڑتی ہوئی اس کے قریب آچکی تھیں کیونکہ اسے دور سے دیکھنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں تھی۔ ٹی شرٹ بھی وہ پہنی ہوئی تھی جو وہ عرشلہ کے گھر پہن کر جاچکا تھا۔ جو اس وقت تو ائرپورٹ پر لہرائے جانے والا بلیے کارڈ بن گئی تھی۔

''ہیلو واصف......any good news!'' عرشلہ خاصی جذباتی اور بدحواس نظر آرہی تھی جبکہ ماریہ پر کسی ''ڈمی'' کا گمان ہوتا تھا۔

واصف تقریباً ہونق ہی ہو گیا۔ ٹکر ٹکر آنکھیں پھاڑے عرشلہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''یہ محترمہ اسپتال میں کون سی گڈ نیوز سننے آئی ہیں؟''

''داؤد کیسے ہیں...... ڈاکٹر کیا بولتے ہیں...... کوئی امید؟any hope اور ہاں...... میں داؤد کو دور سے دیکھ تو سکتی ہوں ناں؟ اندر جانے سے تو منع ہی کررہے ہوں گے؟'' عرشلہ طوفانی بارش کی طرح برس گئیں۔

''داؤد کیسے ہیں؟'' حیرت کی آخری حدود کراس کرچکا تھا'' نہ کہ داؤد علوی یا علوی صاحب......''

''آپ داؤد علوی کو دیکھنے آئی ہیں...... آپ انہیں جانتی ہیں؟'' واصف کی الجھن بتدریج رفع ہونے لگی۔ بزنس کلاس میں عام طور پر شناسائیاں ہوتی ہی ہیں جو کاروبار کا ایک ستون ہی ہوتی ہیں۔

"He is my ex husband."(وہ میرے سابقہ شوہر ہیں۔) عرشلہ نے عین فطرت کے مطابق سیدھا، سیدھا جواب دیا۔

بس یہی کسر رہ گئی تھی۔ چند ثانیے کے لیے تو واصف کو گویا سانپ سونگھ گیا تھا۔ اس نے عرشلہ کے بجائے ماریہ کی طرف دیکھا، گویا مہر تصدیق ثبت کروانا چاہتا تھا۔

ماریہ نے ردِّعمل کے طور پر نظریں جھکالیں۔

''کیا سوچنے لگے واصف؟ ایکس ہزبینڈ کی خیریت پتا کرنا کوئی کرائم تو نہیں ہے جبکہ ہم تو الگ ہونے سے پہلے بہت سا را لڑے بھی نہیں...... بس پتا نہیں کیا ہو گیا تھا...... ہماری اولڈ میڈ کہتی تھی کہ ہمیں نظر لگ گئی تھی کیونکہ خوب

صورت کیل کو نظر لگ سکتی ہے...... مگر اب کیا ہو سکتا ہے؟ میں اسے آخری بار دیکھنا چاہتی ہوں...... پھر پتا نہیں......"
"میم، ایسا نہ بولیں۔" واصف کو ہلانے کے لیے تو لفظ "آخری بار" کافی تھا۔ "ڈاکٹر hopeful ہیں، چار بوتلیں بلڈ کی لگ چکی ہیں، ہارٹ بیٹ امپروو ہوتے ہی ان شاء اللہ وہ survive کر جائیں گے۔" واصف اب خود کو خاصی حد تک سنبھال چکا تھا اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دے رہا تھا۔
سابقہ شوہر کے لیے اتنا جذباتی ہونے کی توقع عرشلہ سے کی جا سکتی تھی کہ اس طرف سب کچھ ممکن تھا۔ اکثر ردِعمل سامنے والے کی سوچ سے الٹ ہی آتا تھا۔
"تھینک گاڈ...... یہ تو واقعی اچھی نیوز ہے۔ اتنے اچھے انسان کو اتنی جلدی دنیا سے نہیں جانا چاہیے، دنیا کو اس کی ضرورت رہتی ہے۔" عرشلہ سادگی سے اپنے دل کی بات آشکار کر رہی تھیں اور واصف ورطۂ حیرت میں غوطے لگا رہا تھا۔
"کوئی ان بیگم صاحبہ سے پوچھے کہ وہ اتنے ہی اچھے تھے تو آپ الگ کیوں ہوئے؟" واصف صرف سوچ کر رہ گیا۔ اپنی طرف سے کچھ اضافہ کرنے کا مطلب تھا کہ دو گھنٹے کی کہانی شروع ہو گئی۔
"پلیز مجھے گائیڈ کرو...... میں دیکھ کر فوراً واپس آ جاؤں گی...... ڈاکٹر تو end تک hope دلاتے رہتے ہیں۔" عرشلہ اندازہ لگا کر آگے بڑھنے کی جلدی میں بولتی چلی جا رہی تھیں۔ ماریہ اور واصف کو ان کی تقلید کرنا لازم ہو گیا تھا۔

☆☆☆

فری راستے بھر خاموش رہی، اس کی نظروں کے سامنے بار، بار واصف کا چہرہ آ رہا تھا۔ اس کے تو وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آ سکتا تھا کہ واصف جیسے بے حیثیت شخص کا تعلق داؤد علوی جیسے بڑے بزنس مین سے یوں ہو سکتا ہے۔ جس طرح داؤد علوی کے بھانجے اس سے چپکے ہوئے تھے، دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے وہ ان کا کوئی سگا ہو۔ وہ اٹھتا تو اس کے ساتھ چل پڑتے، بیٹھتا تو دائیں بائیں چپک کر بیٹھ جاتے۔ ایک اس کے کندھے سے سر لگاتا تو دوسرا زانو پر ہاتھ جما دیتا جیسے انہیں خطرہ ہو کہ وہ انہیں چھوڑ کر نہ چلا جائے۔
داؤد علوی کی فیملی سے اتنی قربت......
ایک ٹیوٹر سے صرف اتنا تعلق ہی بنتا ہے کہ وہ پڑھائے اور جگہ چھوڑ دے۔ جب اسے پتا چلا تھا کہ وہ ان کے ہاں ٹیوشن دینے جاتا ہے تو یہی سوچ آئی تھی کہ ایک ٹیوٹر کی جو جگہ ہوتی ہے اسے بھی اتنی ہی جگہ ملی ہوگی مگر بچوں کا جو اپنائیت کا رویہ تھا اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ واصف محض ٹیوٹر نہیں ہے...... وہ تو اسپتال میں "فل اٹینڈنٹ" نظر آ رہا تھا۔ جیسا کہ واصف بھی مریم کو بتا رہا تھا کہ بچوں نے فجر کے وقت سب سے پہلے اسے ہی فون کر کے مطلع کیا تھا۔
ابھی کچھ کلیئر نہیں تھا مگر یہ کلیئر تھا کہ داؤد علوی دوبارہ زندگی کی طرف پلٹ آئیں تو وہ ان کے آفس میں کام نہیں کرے گی۔ اس سے یہ کیسے برداشت ہوگا کہ وہ ان کے آفس کی ریسپشنسٹ اور فون آپریٹر بھی جائے اور واصف، داؤد علوی کا فیملی ممبر...... کل کو داؤد علوی اپنے آفس میں اسے اچھی سیٹ پر بٹھا کر اس کا "باس" بھی بنا سکتے ہیں۔ یہ تو وہ کسی صورت برداشت نہیں کر پائے گی۔
مریم ڈرائیو کرتے ہوئے بار، بار اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے خیال میں فری "deep shock" میں تھی...... بڑے، بڑے حادثوں سے گزرنے کے بعد یہ نیا حادثہ...... ناقابلِ یقین صورت حال میں تو یوں بھی الفاظ اپنے معنی کھو دیتے ہیں...... ساری توانائیاں خاموشی میں جذب ہو جاتی ہیں اور خاموشی اتنی طاقتور ہو جاتی ہے کہ کائنات میں ارتعاش پیدا کر سکتی ہے۔
یہ وہ لمحہ ہوتا ہے جب دعا "کن" کی تاثیر میں ڈھل جاتی ہے...... مگر فری "دعا" کے تصور سے فارغ اور انا کے زنداں میں قید تھی۔ انا جو کہ خوف و اندیشوں کا دوسرا نام ہے۔
کار گھر کے گیٹ سے جا لگی تو فری حواسوں میں واپس آئی۔ اور اترنے کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی۔

مریم نے زیرِ لب اسے خدا حافظ کہا۔

☆☆☆

عرشلہ ٹھنڈے یخ شیشے سے پیشانی ٹکائے دنیا و مافیہا سے بے خبر داؤد علوی کو دیکھ رہی تھیں۔ آکسیجن ماسک سے چہرہ آدھے سے زیادہ چھپا ہوا تھا، سینے تک گرے بلینکٹ پڑا ہوا تھا، سر کے بال بے ترتیب تھے، پیشانی ہمیشہ کی طرح چمک رہی تھی، دائیں بائیں اوپر کی جانب فٹ مشینوں سے پھوٹنے والی روشنیاں پیشانی کی چمک واضح کر رہی تھیں۔ داؤد علوی کا چہرہ ہمیشہ چمکدار اور روشن نظر آتا تھا، ایک آئیڈیل صحت مند جلد کا تحفہ انہیں فطرت نے عطا کیا تھا۔ اس پر مسکراتی آنکھوں کا جادو سر چڑھ کر بولتا تھا۔

عرشلہ کے سامنے ایک تسلسل کے ساتھ ماضی کے لمحات چل رہے تھے، خاموش آنسو رخساروں پر لڑھک رہے تھے۔

معاً انہیں اپنے شانے پر ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ عرشلہ چونک پڑیں، پلٹ کر دیکھا تو ایک نوجوان ڈاکٹر نرمی سے مسکرا کر انہیں باہر جانے کا اشارہ کر رہی تھی۔

"doctor... just a minute... may I take a pic of my patient." عرشلہ نے بیگ کھولتے ہوئے جیسے منت کے انداز میں درخواست کی۔

ڈاکٹر نے مہربانی فرمائی، سر کے اشارے سے اجازت دی۔

عرشلہ نے آنسوؤں کی دھند بچوں کی طرح ہتھیلی کی پشت سے صاف کی گویا بہت عجلت میں تھیں۔

ایک کے بجائے انہوں نے دو تین، فوٹو زلیں اور مسکراہٹ کی زبان میں ڈاکٹر کا شکریہ ادا کرتی باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

digest library.com

☆☆☆

"چلیں مس ماریہ، آپ کی مہربانی سے بہت سارے سوالات کے جواب خود بخود مل گئے...... سوالات بھی وہ جو نہ میں علوی صاحب سے کر سکتا تھا نہ ہی میم سے۔ یہ تو خیر اچھی سوچ ہے کہ انسان زندگی میں کی جانے والی غلطیوں کو تسلیم کرے، ہر وقت کی الزام تراشی سے کچھ حاصل بھی تو نہیں ہوتا...... سوائے اس کے کہ روح کمزور اور نڈھال ہو جاتی ہے۔" واصف یہ کہہ کر اس طرف دیکھنے لگا جہاں سے عرشلہ نے باہر آنا تھا۔

ماریہ نے بلا ارادہ نگاہ بچا کر واصف کی طرف دیکھا۔

"کہاں سے پڑھ گیا ہے اتنا سارا...... ثمینہ میم نے ضرور کچھ پالیا ہے اس کے اندر...... کہ ایج فیکٹر کو بھی کھلم کھلا نظر انداز کر رہی ہیں...... عامر، عامر کرتے کرتے واصف کو بھی نظرِ عنایت میسر آنے لگی......"

"میرا کام بہت مشکل ہو گیا ہے۔" ماریہ اتنا کہہ کر رکی اور ایک گہری سانس کھینچ کر پوری قوت سے باہر نکالی اور آہستہ سے گویا ہوئی۔

"داؤد علوی صاحب بھی میری جاب میں ایڈ ہو گئے ہیں۔"

واصف نے چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

وہ پرپل آف وہائٹ پرنٹ کا فلیپر اور کرتا پہنے ہوئے تھی، پرپل جارجٹ کا دوپٹا شانوں پر پھیلایا ہوا تھا، تراشیدہ بال سیاہ ہیئر بینڈ سے قابو کیے ہوئے تھے۔ نوجوان چہرے کی صاف شفاف چمکتی جلد، ہونٹوں پر لپ گلوز کی چمک، جیولری کے نام پر کانوں میں ٹاپس تک نہیں تھے۔

عرشلہ کے تصور کے ساتھ ثمینہ کا ہیولہ...... واصف کو ماریہ درحقیقت بہت قابلِ رحم محسوس ہونے لگی۔

اس سے پیشتر وہ مزید خیال آرائی کرتا سامنے سے عرشلہ ٹشو پیپر سے آنکھیں پونچھتی باہر آتی دکھائی دیں۔

ماریہ بہت معصومانہ حیرت سے عرشلہ کو آنسو پونچھتا دیکھ رہی تھی۔

ایک بھولے بسرے گیت کا مصرع کانوں میں گونجنے لگا۔

کل تڑپنا پڑے یاد میں جن کی
روک لو ان کو جانے نہ دو

کوئی رشتہ بے نام تک نہ رہا...... مگر اس کے حصے کے آنسو آج بھی باقی ہیں۔ عرشلہ کا حال پا کر ماریہ کے حساس دل میں درد کی لہر اٹھی۔

"ماریہ، کرم داد کو کہو گاڑی لے آئے۔" عرشلہ نے آتے ہی ماریہ کو گلوگیر آواز میں مخاطب کیا۔ اپنے اشکوں کی وجہ سے وہ دونوں سے نظریں چرا رہی تھیں۔ واصف تو روزِ اول سے ہی عرشلہ کو براہ راست دیکھنے سے گریز کرتا تھا، نظر جھکا کر بات کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عرشلہ مخاطب پر نگاہ جما کر بات کرتی تھیں کہ شانِ بے نیازی تو "گھٹی" میں پڑی تھی، دوئم ان کا دل آئینے کی طرح شفاف رہتا تھا۔ وہ دو خیالات کے مابین کم ہی ہوتی تھیں۔ ان کی بے ساختگی کو لوگ "اپنار ملیٹی" سمجھتے تھے کیونکہ معاشرہ تو دل کی بات چھپانے کے عمل کو دانش مندی قرار دیتا ہے۔

ماریہ ڈرائیور کو کال کرنے لگی۔ عرشلہ گرنے کے انداز میں سنگی بینچ پر بیٹھ گئیں۔ وہ آس پاس سے بے خبر اپنے کسی گہرے خیال کی گرفت میں تھیں۔ واصف اس طرف دیکھ رہا تھا جس طرف عرشلہ کی کار نے آ کر رکنا تھا۔

معاً ایک آواز سماعت سے ٹکرائی اور واصف کو 440 وولٹ کا کرنٹ لگا۔ یہ آواز مہ لقا کی تھی۔

"تمہارا ابھی کوئی مر گیا ہے یہاں......؟ واصف، یہ تمہاری کیا لگتی ہے؟" مہ لقا ایک بلائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئی تھیں۔ وہ اسپتال کے لباس میں نہیں تھیں بلکہ اپنے نائٹ ڈریس پر بڑا سا پر تعیش سلکی گاؤن پہنے ہوئے تھیں جو شاید صبح انہوں نے اپنے ملازم سے منگوایا تھا۔

سیدھا سا مطلب تھا اسپتال میں کسی کا باپ انہیں ڈسچارج ہونے سے نہیں روک سکتا تھا۔

واصف اور ماریہ تو اس اچانک افتاد پر سنبھل ہی نہیں پا رہے تھے جبکہ عرشلہ غضب ناک نظروں سے مہ لقا کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"واصف، میں پوچھ رہی ہوں...... یہ تمہارے ساتھ کیوں نظر آ رہی ہے...... کیا لگتی ہے تمہاری...... ان لوگوں نے میرے بھائی کا خون پی لیا...... تمہیں بتانا پڑے گا یہ تمہاری کیا لگتی ہے......؟ جب تم ہمارے گھر آنا شروع ہوئے تھے تب ہی کیوں نہیں بتایا کہ یہ تمہاری کچھ لگتی ہے۔ میں تو تمہیں اپنے گیٹ کے سامنے سے بھی نہ گزرنے دیتی۔"

ماریہ نے خوفزدہ ہو کر عرشلہ کا ہاتھ تھام لیا۔

"پلیز میم...... چلیں...... یہ تو کوئی پاگل عورت ہے، اسپتال میں گاؤن پہن کر گھوم رہی ہے۔" ماریہ نے عرشلہ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے اُن کے کان میں سرگوشی کی۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو...... یہ ٹوٹل مینٹل ہے، اپنا گھر بھی تباہ کیا اور میرا بھی۔" عرشلہ نے دانت پیس کر مہ لقا کو گھورا۔ واصف کو تو سرِ شام ہی تارے نظر آنے لگے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ مہ لقا کہیں عرشلہ پر جھپٹ ہی نہ پڑیں۔ اس نے نظر ہی نظر میں ماریہ سے التجا کی کہ وہ عرشلہ کو لے کر چلی جائے۔ ماریہ نے عرشلہ کا ہاتھ چھوڑ کر بازو پکڑ لیا۔

"میم...... چلیں، سب لوگ دیکھ رہے ہیں...... پلیز میم۔" وہ باقاعدہ عرشلہ کو کھینچ رہی تھی۔

واصف، مہ لقا کے سامنے دیوار کی صورت جم کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے۔

"میم...... پلیز...... یہ گھر نہیں اسپتال ہے...... اندر ہمارا پیشنٹ بہت سیریس حالت میں ایڈمٹ ہے......"

مجھے کیا پتا یہ کون لوگ ہیں...... اندر ان لوگوں کا بھی کوئی پیشنٹ ایڈمٹ ہے...... یہ وزیٹرز تھے...... میری تو ......

"کی رنگ" کہیں گر گئی ہے، میں وہ ڈھونڈ رہا تھا...... میں ان لوگوں کو نہیں جانتا...... آپ ان لوگوں کو جانتی ہیں تو اس میں میرا کیا قصور ہے...... دیکھیے کتنے سارے وزیٹرز آئے ہوئے ہیں...... نہ میں ان کو جانتا ہوں نہ یہ مجھے جانتے ہیں۔"

واصف رٹا ہوا ''مائی بیسٹ فرینڈ'' بلاتوقف سنا رہا تھا۔ مدعا یہ تھا کہ وہ مہ لقا کو اس وقت تک الجھائے رکھے جب تک عرشلہ کار میں بیٹھ کر روانہ ہو جائے...... مگر مہ لقا کی عقابی نظریں عرشلہ و ماریہ کا پیچھا کر رہی تھیں۔ اس کے حساب سے تو واصف ''مائی بیسٹ فرینڈ'' ہی سنا رہا تھا۔

''یہ بہت خطرناک عورت ہے...... دیکھو اتنے سال بعد بھی میں نے اس کو پہچان لیا۔ کہیں اور ملتی تو بتاتی اس کو اچھی طرح...... پتا نہیں اس کا کون ایڈمٹ ہے یہاں...... تم نے پوچھا نہیں اس سے؟'' عرشلہ کی کار پلک جھپکتے منظر سے اوجھل ہو چکی تھی۔

''میم...... میں stranger کا انٹرویو کیسے کرسکتا تھا...... I don't know about her , please no more'' واصف تیر کی طرح آگے بڑھا تاکہ ICU سے تازہ ترین اپ ڈیٹ لے کیونکہ یہی ''نجات'' کا واحد راستہ تھا۔

''شاید اس کی ماں ایڈمٹ ہوگی...... خود تو ''بانجھ بنجر'' تھی، نہ کوئی رونے والی نہ رونے والا...... لیکن کیا خبر اس نے دوسرا تیسرا ابھی کر لیا ہو...... وہی نہ مرنے کو پڑا ہوا ہو...... میرے بھائی کو غلام بنا کر رکھا ہوا تھا۔'' مہ لقا ہنوز گیٹ کی طرف گھور رہی تھیں جہاں سے نکل کر عرشلہ کی کار نظر سے اوجھل ہوئی تھی۔ یوں بھی انہیں لکیر پیٹنے کی عادت تھی۔

digest library.com

''میم، پلیز اب دوبارہ یہاں مت آیئے گا...... اور ثمینہ میم کو تو اس لیڈی کے بارے میں کچھ مت بتایئے گا۔'' ماریہ دھیمی آواز میں عرشلہ سے درخواست کے انداز میں بات کر رہی تھی۔

عرشلہ سیٹ کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے یوں نظر آ رہی تھیں گویا سو رہی ہوں۔ ماریہ کی بات سے ان پر کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا، حالت میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔ ماریہ نے اس خاموشی کو غنیمت جانا اور خود سے خاموش رہنے کا وعدہ کر کے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

کار مناسب رفتار سے منزل کی جانب دوڑ رہی تھی جیسے بادبانی کشتی ہوا کے رخ کے حساب سے ہموار چلتی ہے...... پھر لگژری کار کی اپنی چال ہوتی ہے، بقول شخصے ''پیٹ میں پڑا پانی نہ ہلے۔''

ہلکی، ہلکی خنکی، ائرفریشنر کی ہلکی اور مسحور کن خوشبو جو عرشلہ کے ملبوس کی مہک سے یک جان ہو رہی تھی...... پھر بامعنی گہری خاموشی۔

ماریہ پر غنودگی سی طاری ہونے لگی، باہر کے نظاروں سے توجہ ہٹنے لگی۔

''میں نے اور ممی نے تو کبھی اس ''مینٹل کیس'' کو کنسیڈر ہی نہیں کیا...... داؤد بھی اس کو بہت اچھے سے سمجھتے تھے...... بہت جیلس تھی مجھ سے۔ ممی کہتی تھیں داؤد بالکل straight forward بندہ ہے، یہ اسے پٹیاں پڑھاتی ہے...... لیکن مجھے کیا...... گوٹو ہیل (جہنم میں جائے)...... یہ دیکھو ماریہ......''

ماریہ جو چپ چاپ سن رہی تھی کہ اس کے سوا چارہ نہ تھا یک دم چونک پڑی۔ عرشلہ کے ہاتھ میں ان کا اسمارٹ فون تھا، روشن اسکرین پر داؤد دہلوی کی ICU میں لی گئی pic تھی۔

ماریہ کے ذہن سے غنودگی کا غبار فوراً چھٹ گیا۔

''یہ کیا ہے میم؟'' وہ بے ربط ہونے لگی۔

''silly...... یہ کیا ہے نہیں، یہ کون ہیں...... یہ داؤد دہلوی ہیں...... میں نے وہاں دل سے دعا کی ہے...... یہ ضرور ICU سے باہر آئیں گے مکمل senses کے ساتھ...... میں واصف سے کہوں گی کہ وہ کبھی بھی داؤد کو نہ بتائے کہ میں داؤد کو دیکھنے اسپتال آئی تھی...... بس ایک نظر دیکھنا تھا...... دیکھ لیا۔'' یہ کہہ کر عرشلہ نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

ماریہ کو اب سچ مچ چکر آنے لگے۔

ICU کی pic...... اگر عرشلہ بند کرے میں یہ تصویر ہزار مرتبہ بھی دیکھیں تو کون اس کو ن روک سکتا ہے...... مگر ان کے نازک حواس جس طرح متاثر ہوں گے، جو نتائج سامنے آئیں گے ان کا علاج ممکن نہیں ہوگا۔

"یہ دیکھو...... یہ زوم کیا اور کلوز شاٹ لیا تھا...... داؤد کی lashes آج بھی بہت thick اور ڈارک ہیں...... یوں لگ رہا ہے جیسے تھک کر گہری نیند سو رہے ہیں...... پتا نہیں کیا ہو گیا تھا ہمیں...... پتا نہیں ہم کیوں الگ ہو گئے تھے......؟" عرشلہ سرگوشی کے انداز میں خود کلامی کر رہی تھیں۔

ماریہ کے ذہن کے تمام طاقتور سگنلز بھرپور کام کرنے لگے تھے۔

"جب ہم مکمل بے اختیاری و بے بسی محسوس کرتے ہیں تو در حقیقت یہی ہمارا اصل ہے...... جب، جب خود کو بااختیار جانا تب، تب خود کو دھوکا دیا۔" وہ گہری سوچ میں تھی۔ عرشلہ کی فطری کیفیت کے سامنے دلائل کی قوت زائل ہو کر صفر ہو چکی تھی۔

"اُف...... بس اس فوٹو کی کسر باقی رہ گئی تھی......"

☆☆☆

سارہ کے کان سے انٹر کام کا ریسیور لگا ہوا تھا، چہرے سے حیرت و الجھن کے تاثرات مترشح تھے جیسے کوئی انہونی ہوئی ہو۔

"زین...... اوہ...... اچھا...... ہاں...... ٹھیک ہے...... اسے اندر بھیج دو۔" یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا اور خود باہر کی طرف بڑھیں تاکہ زین کو اپنی تقلید میں ڈرائنگ روم میں لے جائیں۔

لاؤنج کے داخلی دروازے سے باہر آتے ہی زین گیٹ سے اندر آتا ہوا دکھائی دیا۔ تنگ جینز اور سیاہ کٹ سلیوز ٹی شرٹ، بالوں میں لہردار آئرن ہیئر بینڈ، دونوں کلائیوں میں سیاہ موتیوں کے بریسلیٹ...... سارہ کا بہت کم زین

ماہنامہ پاکیزہ کراچی
کے باذوق قارئین کے لیے خوشخبری

کون خوابوں کے پار رہتا ہے

خوابوں، خیالوں اور تخیلات کی دنیا ہمیشہ ہی مسحور کن لگتی ہے۔ سنہرے اور روپہلے خوابوں پر نہ کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ امنگوں، آرزوؤں کی تکمیل میں تخیلاتی دنیا بھی معاون ہوتی ہے تو کبھی انسان مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں مایوسی بھی آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حسیں داستاں اور خوابوں کی تعبیر ...... ایسے ہی تو بنتی ہے ایک دلکش تحریر

مایہ ناز، قلمکار، ہردلعزیز ناول نگار محترمہ

افشاں آفریدی

کے ماہرانہ انداز بیان کا ایک اور دلکش، حسین و پرلطف قسط وار ناول

جلد ہی ماہنامہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے

سے آمنا سامنا ہوا تھا مگر جب بھی دیکھا اسی حال میں دیکھا۔ آج بھی اس کے ظاہر میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئی۔

''ہائے آنٹی۔'' اس نے سارہ کو سامنے پا کر اپنا نازک ہاتھ بلند کر کے لہرایا۔

''السلام علیکم بیٹا۔'' وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے...... ہم اپنی وضع کیوں بدلیں کے مصداق سارہ نے بڑے وقار سے ردِعمل دیا۔

digest library.com

''و ع ع ع لے کم اسلام۔'' جس ماحول میں اس کی پرورش ہوئی تھی اس لحاظ سے اس کا ''وعلیکم السلام'' تھا...... اور یہ بھی بہت تھا کہ اسے سلام کا جواب دینے کا شعور تھا۔

''آیئے بیٹا۔'' سارہ نے اپنے بائیں جانب بڑھ کر ڈرائنگ روم کا دروازہ دھکیل کر زین کو اندر جانے کا اشارہ بھی کیا پھر اس کے پیچھے خود بھی اندر داخل ہو گئیں اور زین کو بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ریموٹ اٹھا کر AC آن کر دیا۔

''سو...... سوری آنٹی...... جب مجھے فری کے فادر کی ڈیتھ کا پتا چلا تھا ناں تو مجھے بہت دکھ ہوا تھا...... فیلوز تو same day آئے تھے مگر میں نہیں آیا تھا کیونکہ مجھے پتا تھا کہ فری بہت رو رہی ہو گی...... میں نے ہمیشہ اسے ہپی فیس کے ساتھ دیکھا ہے...... آنٹی، آج پتا ہے میں کیوں آیا ہوں؟'' زین نے بولتے، بولتے اچانک پینترا بدل کر سوال کیا۔

''نہیں بیٹا...... آپ بتاؤ گے تو مجھے پتا چلے گا۔'' سارہ کے سامنے معمول سے ہٹ کر لب و لہجے والا لڑکا بیٹھا تھا۔ وہ وقتی طور پر گڑبڑا سی گئیں۔

''آنٹی جی...... میں نے سوچا تھا کچھ دنوں بعد فری نارمل ہو جائے گی اور کالج آنا شروع کر دے گی...... مگر وہ تو بالکل ہی disappear ہو گئی...... اور پھر جو کچھ میرے ساتھ ہوتا رہا ہے وہ تو میں آپ کو بتا بھی نہیں سکتا...... آپ تو آل ریڈی grief (غم) میں ہیں...... میں نے کالج میں میم سے بھی کوئسچن کیا تھا کہ جب کسی کے فادر کی ڈیتھ ہو جاتی ہے تو کیا forty دن کی leave ملتی ہے؟ تو میم نے مجھے نان سینس بولا...... means...... شٹ اپ کال دی۔''

زین، سارہ کے ظاہری مشرقی حلیے، بڑے سے دوپٹے کا پھیلاؤ دیکھ کر پوری کوشش کر رہا تھا کہ اچھی اردو میں بات کرے مگر عادت لمحوں میں تو ختم نہیں ہوتی مگر سارہ کو زین کی سادگی بہت اچھی محسوس ہو رہی تھی۔

"I love Faree.... so much Aunti Jee."

سارہ کے متاثر ہونے کے عمل کے دوران ہی ایک زوردار جھٹکا لگا تھا۔ سارہ کی پیشانی کی کھڑی لکیریں گہری ہو گئیں۔ ہکا بکا انداز میں وہ زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

''آنٹی جی...... یہ وہ والا love بالکل بھی نہیں ہے، جس میں guyes ڈیٹ کرتے ہیں...... کورٹ شپ کرتے ہیں...... یا شادی بنانے کا سوچتے ہیں...... آپ کو کوئی اچھا لگتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ اس کو اوکیوپائڈ (قبضہ) کر لیں...... جبکہ آپ کو معلوم بھی نہ پڑا ہو کہ اس کی بھی same feelings ہیں یا نہیں...... یہ تو بہت بری بات ہے ناں آنٹی جی؟''

سارہ کے پھیپھڑوں سے رکی ہوئی سانسیں آزاد ہوئیں۔

اب وہ بہت گہری دلچسپی سے بغور زین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ گزرے وقت میں جب وہ سیل فون گفٹ کرنے عرشلہ کے ساتھ آیا تھا تو اس پر اتنی توجہ ہی کہاں گئی تھی۔ عرشلہ کی موجودگی میں کسی اور کو توجہ سے دیکھنے کی مہلت ہی کہاں ملتی ہے کسی کو۔ معمول کے حالات میں وہ آتا رہتا تھا مگر سارہ نے کبھی توجہ ہی نہیں دی۔ فری کے دیگر کلاس فیلوز کا بھی آنا جانا لگا رہتا تھا مگر وہی جو ٹین ایجرز کی افراتفری ہوتی ہے...... وہی دیکھ پاتی تھیں۔

''میں نے ہمیشہ فری کو فل آف اسپرٹ دیکھا ہے...... میں روتی ہوئی فری کو دیکھتا تو فری سے زیادہ روتا......

آنٹی جی، فری کو بلائیں ناں۔" بولتے، بولتے زین کی بس ہوگئی۔ فری آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"بیٹا، وہ اپنی آنٹی کے گھر گئی ہوئی ہے، شاید رات کو آئے گی یا کل۔" سارہ نے جواب دیا تو زین یوں بجھ گیا جیسے سمندر کی جھاگ اڑاتی لہر کنارے سے ٹکرا کر معدوم ہو جاتی ہے۔

"آپ جلدی سے بتا دیتیں...... میں نے آپ کا ٹائم ویسٹ کیا...... سوری آنٹی۔"

"ارے نہیں بیٹا...... فری آجائے گی تو آپ دوبارہ فون کر کے آجائیں۔" سارہ نے اس کی دلجوئی کی۔

"یہی تو پرابلم ہے...... فری نے شاید یا تو اپنا نمبر change کر دیا ہے یا میرے دونوں نمبر بلاک کر دیے ہیں...... جب ہی تو مجھے ڈائریکٹ آنا پڑا۔" زین کی ساری توانائی صفر ہوگئی تھی، نڈھال سا نظر آنے لگا۔

"آپ کے پاس ہمارا لینڈ لائن نمبر نہیں ہے؟" سارہ نے پوچھا۔

"نہیں...... کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی...... واٹس ایپ، انسٹاگرام، فیس بک پر ہم linked رہے تھے...... مگر اب تو فری فیس بک اور انسٹاگرام پر ایکٹو ہی نہیں ہے...... واٹس ایپ اور sim پر کال نہیں لگتی...... مطلب اس نے بلاک کیا ہوا ہے۔" زین بولتے، بولتے نہایت بددلی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"وہ آتی ہے تو میں اسے بولتی ہوں، میرا خیال ہے آج کل وہ کسی کے ساتھ بھی connected نہیں ہے، ہم اسے ایکٹو کرنے کے لیے بہت کوشش و محنت کر تو رہے ہیں...... لیکن آپ دو منٹ تو بیٹھیں، میں آپ کے لیے کچھ لے کر آتی ہوں۔" سارہ نے تکلفات کا آغاز کر دیا۔

"وتھینکس آنٹی جی...... نیکسٹ ٹائم آؤں گا ناں تو فری کے ساتھ بیٹھ کر چائے، کافی انجوائے کروں گا...... فری کو بولیں میں بہت ویٹ کرنے کے بعد آیا تھا کیونکہ اب میری بس ہوگئی تھی...... فرینڈز کے ساتھ ایسا بھی کرتے ہیں؟ بولیے گا آنٹی جی۔"

"ہاں ضرور...... میں اس کو آپ کا میسج ضرور دوں گی، آپ فکر نہ کریں۔" سارہ نے تسلی دی۔

"Oh... Love you." زین کا انداز کچھ اس طرح کا تھا کہ سارہ گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوگئیں مبادا وہ "عید" ملنے لگے۔

"بائے آنٹی جی......!" زین زبردستی کے انداز میں مسکراتا باہر نکل گیا۔ جس جذبے سے اس گھر تک پہنچا تھا اسے دوبارہ زندہ کرنا اس کے نزدیک کسی کارِ مشقت سے کم نہ تھا۔ سارہ اس کے چلنے کے ڈھنگ کو دیکھ کر گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

☆☆☆

داؤد علوی کے آفس سے آٹھ دس لوگ وزیٹر ٹائم آف ہونے کے بعد بھی رکے ہوئے تھے اور اوپن ایریا میں واصف کو گھر جا کر آرام کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ تقریباً چوبیس گھنٹوں سے جاگ رہا ہے مگر واصف نے صاف کہہ دیا تھا کہ گھر جا کر بھی وہ آرام نہیں کر سکے گا، ذہن اِدھر ہی لگا رہے گا۔ علوی صاحب کے بھانجے بھی اسے گاہے، گاہے فون کرتے ہیں۔ وہ ہر قسم کی صورتِ حال کے لیے خود کو تیار کر کے یہاں اپنا اخلاقی فرض ادا کر رہا ہے۔ نیند کا غلبہ زیادہ ہوا تو کسی بینچ پر لیٹ کر کچھ دیر آرام کر لے گا...... پھر تمام ڈیوٹی اسٹاف اسے جانتا ہے جن سے وہ صبح سے رابطے میں ہے۔

جب مخلصین کا بہت پریشر آیا تو اس نے اتنی وزنی دلیل دی کہ سب اپنی جگہ بے بس ہو گئے۔

"جب اس ماں کی نہیں مانی جو میری وجہ سے گھر میں بے آرام ہے تو سوچ لیں میں کسی کی کیا مان سکتا ہوں۔"

سب اسے دل ہی دل میں سراہتے ہوئے واپس جانے ہی لگے تھے کہ اناؤنسمنٹ شروع ہوگئی۔

"داؤد علوی کے اٹینڈنٹ ICU میں تشریف لے آئیں۔" اسپیکر میں آواز گونج رہی تھی مگر داؤد علوی کا تلفظ

بہت نمایاں تھا۔
آفس کے موجود تمام لوگوں کے قدم گویا زمین نے پکڑ لیے تھے، اندیشوں اور گھبراہٹ چھپا نہیں سکتے تھے، ایک دوسرے سے نظر چرا کر اس طرف دیکھنے لگے جس طرف واصف دوڑنے کے انداز میں گیا تھا۔

digest library.com

فری، مریم کے لاؤنج میں صوفے پر گرتے ہی سو گئی تھی۔ مریم نے اسے بے ترتیب انداز میں سوتا پا کر سونے دیا کہ فطری نیند سے بڑی نعمت کوئی نہیں۔ اب اسے اٹھا، جگا کر کہا جائے کہ اندر جا کر آرام سے بیڈ پر سو جاؤ تو ممکن ہے اسے نیند ٹوٹنے کے بعد دوبارہ نیند ہی نہ آئے۔ اس نے سارہ کو تو فون کر کے بتا دیا تھا کہ وہ سو رہی ہے، خود ہی اٹھے تو ٹھیک ہے ورنہ میں اسے خود سے نہیں جگاؤں گی۔
مگر اس وقت وہ اپنے بیڈروم سے تقریباً بھاگتی ہوئی فری کو جگانے آئی تھی۔ سیل فون کان سے لگا ہوا تھا، چہرے پر خوشی کے تاثرات تھے۔
فری اس کے آنے سے قبل ہی اٹھ کر بیٹھ چکی تھی، آنکھوں میں نیند کا خمار تھا اور جیسے غور و خوض کر رہی تھی کہ اسے صوفے پر سوتے ہوئے کتنے گھنٹے گزرے۔
''اللہ کا لاکھ، لاکھ شکر ہے...... واصف، تم نے علوی صاحب کی فیملی کو بتا دیا، بچے بہت پریشان ہو رہے تھے۔'' مریم بڑے سرگرم لہجے میں واصف سے بات کر رہی تھی ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے فری کو خوشخبری سنا رہی تھی کہ علوی صاحب کو ہوش آ گیا ہے۔
''واصف'' نام سن کر جو عجیب سی بدمزگی طاری ہونے لگی تھی وہ ہوا میں بکھر گئی۔ اس نے اپنے وجود میں ایک انوکھی روحانی مسرت کو سرایت کرتا محسوس کیا بلکہ ہلکی سی کپکپی طاری ہو گئی۔
سالار صاحب اور الفر کے بعد تو ہر نازک صورتِ حال اسے خوف کی انتہا پر لے جانے کو کافی ہو چکی تھی۔
''اللہ حافظ واصف!'' مریم نے خدا حافظ کہہ کر فری کو گلے سے لگا لیا۔
''شکر ہے...... تم نے دیکھا فری...... علوی صاحب تو جیسے سب کو فیملی ممبر کی طرح محسوس ہوتے ہیں...... واصف بتا رہا تھا کہ تینوں آفسز سے لوگ گروپس بنا کر آ رہے تھے۔ کافی لوگ ابھی اسپتال میں موجود ہیں۔'' مریم تو اتنی زیادہ خوش نظر آ رہی تھی گویا گھر کا کوئی فرد برسوں بعد دیارِ غیر سے واپس اپنے گھر آ رہا ہو اور گھر والے خوشیاں منا رہے ہیں۔
''میری خالہ...... چلتے ہیں۔'' فری دوپٹا اٹھا کر کھڑی ہو گئی۔
''ڈرائیور تمہیں چھوڑ آئے گا، میں نے اسے بول دیا تھا، آپا کو بھی بتا دیا تھا۔ چائے بنواؤں تمہارے لیے؟''
مریم کے سارے سوئچ آن ہو چکے تھے۔ سرگرم، پُرجوش، توانائی سے بھرپور نظر آ رہی تھی۔
''میں گھر جانے کی بات نہیں کر رہی...... سر کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اب مجھے سنی سنائی پر یقین نہیں آتا...... پاپا اور الفر کے بعد میں کچھ سننا نہیں چاہتی...... اب مجھے ہمیشہ اپنی eye witness چاہیے......''
''واصف بتا رہا تھا......'' مریم نے فری کی بات درمیان میں کاٹ کر اپنی بات کرنا چاہی تو فری نے بولنے نہیں دیا۔
''چھوڑیں واصف کو...... کچھ نہیں ہوتا...... میں ریکویسٹ کروں گی کہ بس ہمیں ایک منٹ کے لیے allow کر دیں، ہم پیشنٹ سے بات نہیں کریں گے، بس صرف دیکھیں گے۔'' فری اپنی اس ضدی فطرت پر اتر آئی جس سے اس کا خمیر اٹھا تھا...... ''یہی چاہیے''...... ''بس یہی چاہیے'' والا۔
''خالہ، اگر سر پاپا کے پاس چلے جاتے ناں تو شاید مجھے بھی کچھ ہو جاتا پھر میں سب کو بتاتی کہ ''ٹوٹل لاس'' کا کیا مطلب ہوتا ہے۔'' فری بول رہی تھی...... مریم دم بخود تھی۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا "دکھ بدن" ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال نہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت ع... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ... بلاؤں اس کو
قید کر لوں ... کے تنہاں خانے میں
چلنا چاہے ... پاؤں مرے سینے پر
وہ مجھے اتنا نیک لگتا ہے

دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دو رویوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

قسط نمبر 24

"فری، ہم اس وقت اسپتال نہیں جا سکتے، وہاں واصف اور آفس کا جونیئر اسٹاف موجود ہے۔" مریم بیبر طور خود کو خاصا سنبھال چکی تھی۔ وہ فری کی جذباتیت سے کوئی منفی اخذ نہیں کر رہی تھی مگر اس معصومانہ جذباتیت کو کسی بھی قسم کا بند باندھ کر روکنا بھی از حد ضروری تھا۔

"کیوں نہیں جا سکتے بھلا.....؟ لوگ راتوں کو پارٹیز اور شادیوں سے واپس آ رہے ہوتے ہیں۔ مر بھی تو بہت

لیٹ واپس آرہے تھے۔'' فری کو تو مزاحمت سے ازلی نفرت تھی، اس نے مریم کی بات کو ذرہ برابر اہمیت نہ دی۔
''فری، میں شادی شدہ ہوں۔ مجھے تمہارے انکل کو بھی وقت دینا ہوتا ہے، اپنی پریزنس میں ان کا ڈنر ارینج کرنا ہوتا ہے۔ صبح آفس جانے کے لیے انہوں نے کیا پہننا ہے، وہ بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ وہ لنچ گھر سے لے کر جاتے ہیں، میں رات کا سالن نہیں دیتی، دوپہر تک تو وہ اور پرانا ہو جاتا ہے۔ ان کا ڈریس، ناول، سوکس، رومال، والٹ، سیل فون صبح ان سب چیزوں کا دھیان رکھنا ہوتا ہے۔'' وہ بہت نرمی و پیار سے فری کو سمجھا رہی تھی۔ فری منہ کھولے آنکھیں پھاڑے مریم کی طرف دیکھ رہی تھی۔
''ایسے کیا دیکھ رہی ہو، اس میں حیرانی والی بات کیا ہے؟'' مریم نے ہلکی سی چپت فری کے رخسار پر لگائی۔
''میری خالہ! ماما یہ سب کچھ کرتی تھیں تو میں یہی سوچتی تھی کہ ماما ہاؤس وائف ہیں، ان کے پاس ٹائم ہی ٹائم ہوتا ہے مگر آپ تو ورکنگ وومن ہیں، انکل کا فنانشلی برڈن (معاشی دباؤ) شیئر کرتی ہیں، انہیں آپ کا خیال کرنا چاہیے۔ یہ کیا بات ہوئی بیوی پیسہ بھی جنریٹ کرے پھر بھی لیس سر، لیس سر کرتی رہے۔'' اب فری بری طرح جھنجلا رہی تھی۔ اس کی نگاہ اپنے ہدف پر تھی اور مریم تیر کمان اس سے چھیننے پر تلی ہوئی تھی۔
''وہ تو مجھے جاب کے لیے فورس نہیں کر رہے، مجھے اپنی پندرہ سال کی محنت secure کرنے کی پڑی ہوئی ہے۔ فورٹی تھاؤزنڈ سے سیلری اسٹارٹ ہوئی تھی، آج تین لاکھ کے قریب بات پہنچ گئی ہے۔ میں محنت کرتی رہی، پروموٹ ہوتی رہی۔ آج میرا ایک اسٹیٹس ہے۔''
''جب کوئی عورت تین لاکھ کما سکتی ہے تو پھر اسے ایسے ہزبینڈ کی کیا ضرورت ہے جو اس سے اتنے سارے کام لے؟ انسان کو احساس تو کرنا چاہیے ورنہ پارٹنر شپ کا کیا فائدہ؟ فضول کا برڈن۔'' فری جیسی آرام پسند لڑکی کے لیے تو مریم کی مشقت ایک آسمانی عذاب ہی تھی، خون ہی کھولنے لگا تھا۔
''تین لاکھ سیلری لینے والی عورت کے لیے ایک عدد شوہر بہت ضروری ہوتا ہے کیونکہ جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو لوگوں کا بس نہیں چلتا کہ وہ اسے پبلک پراپرٹی بنا کر دم لیں۔ جب عورت کی بیک پر ایک اعتماد کرنے والا ہزبینڈ ہوتا ہے تو وہ کھل کر اپنا ٹیلنٹ یوز کرتی ہے، اس میں بہت زیادہ کانفیڈنس ہوتا ہے، لوگ بھی اس کے ساتھ محتاط ہو کر ٹریٹ کرتے ہیں۔''
digest library.com
''بس کریں خالہ، اب یہ فارمولا بھی نہیں ہے۔ سوسائٹی میں ڈیوورسی (مطلقہ) اور میرے جیسی اور ماما جیسی widows (بیوائیں) بھی ہوتی ہیں۔ اب ہم کیا مر جائیں؟'' فری نے بے رحمی سے قطع کلامی کر کے ایک برچھی مریم کے سینے میں اتار دی تھی۔ مریم نے بے اختیار فری کو سینے سے لگا لیا۔
''تم کون سا اس کے ساتھ رچی بسی تھیں، ایک کاغذ کا رشتہ۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمہارے لیے خوشیوں کے دروازے کھول دے۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے میری جان!'' مریم کی آواز پر آنسو غالب آرہے تھے۔
''مل تو گئیں خوشیاں، اب کیا مجھی ہی رہیں گی؟ اللہ میاں کو میرے علاوہ اور بھی تو بہت کام ہیں، ان کی بھی تو ''ٹرم'' (باری) شروع ہو گی جو ابھی تک خوشیوں کا ویٹ کر رہے ہیں۔'' فری نے بھیگی آنکھیں خالہ سے چھپانے کی کوشش کی۔
''ایسے نہیں سوچتے فری، اللہ کے پاس اتنی پاور ہے کہ وہ ایک وقت میں ساری دنیا کو خوشیاں دے سکتا ہے۔ سر نے تمہیں اتنا سمجھایا پھر بھی تم اس طرح کی باتیں کرو گی تو انہیں بہت دکھ ہوگا۔''
داؤد علوی پھر درمیان میں آگئے تھے۔ فری چونک پڑی، یوں گویا چلتے، چلتے مسافر کو احساس ہوا ہو کہ وہ بھٹک گیا ہے پھر وہ فوراً ہی درست راستے کی طرف مڑ جائے۔
''اوکے خالہ، میں ہمیشہ سر کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ he is my asset now۔ (وہ اب میرا

اچھا شہ ہیں) ہم دونوں ایک دوسرے کو سپورٹ کرتے ہیں میری خالہ۔" فری نے سر جھکا کر کہا۔

مریم کے سر پر پھر کوئی وزنی شے آ گری۔ اس نے بدحواس ہو کر فری کی طرف دیکھا۔

"کک... کیا مطلب ہے فری؟ مجھے سمجھ نہیں آئی۔" مریم بے ربط ہونے لگی۔

"ہمیں... انہوں نے بریک اپ کے بعد سیکنڈ میرج نہیں کی اور مجھے بھی انفر دوبارہ نہیں ملے گا۔ اب میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔" فری نے اتنی سادگی سے اپنے سابقہ جملے کی وضاحت کی کہ مریم اپنی سوچ پر شرمندہ سی ہو گئی۔

"ہم صبح اسپتال جائیں گے، ابھی تم کچھ کھا پی لو پھر میں تمہیں گھر ڈراپ کرا دوں گی۔ آپا بھی تمہارا ویٹ کر رہی ہوں گی، وہ بھی تو اتنے بڑے گھر میں اکیلی ہوتی ہیں۔ ہمیں ان کا بھی تو خیال رکھنا ہے فری۔" مریم نے بہت محبت سے فری کی پیشانی چوم لی۔

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں خالہ۔ ماما واقعی میرا ویٹ کر رہی ہوں گی۔" فری بھی چونک پڑی۔ اسے بڑی شدت سے ماں سے دوری کے احساس نے آ لیا۔

"خالہ، فی الحال تو میرا کچھ کھانے کا موڈ نہیں۔ بھوک لگی تو گھر پر کھا لوں گی، ماما میرے لیے کچھ اسپیشل بنا کر رکھتی ہیں۔" اب فری پر ماں کے پاس پہنچنے کی عجلت طاری ہونے لگی تھی۔

"رابعہ، مظفر کو بولو گاڑی ریڈی کرے، فری بی بی آ رہی ہیں۔" مریم نے بلند آواز سے اپنی ملازمہ کو متوجہ کیا جو

مریم کے حساب سے آس پاس ہی موجود ہوتی تھی۔

نرم بالوں سے کچر نکال کر اپنے سر سے بال سمیٹنے لگی۔ چہرے پر ایسی گہری سنجیدگی کے سائے تھے جو "چونڈا" دھوپ میں سفید کرنے والوں کے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ روح میں گڑ جانے والے حادثے پل میں ہزاروں، دکھوں بھری سالوں کا سفر طے کرا دیتے ہیں۔

digest library.com

☆☆☆

"ابھی میرے سامنے ڈیلیٹ کرو۔ یہ کیا سودا اٹھا لائی ہو اسپتال سے۔" ثمینہ پر شدتِ غیظ سے لرزہ طاری ہو رہا تھا۔

"اور میں کیوں دیکھوں؟ تم نے آخر مجھے سمجھا کیا ہے؟ یہ میری میموری کا کینسر ہے، میری وہ غلطی جو میری زندگی کھا گئی ذلت کے لیے میں نے خود گھر کے دروازے کھولے...... میری جوان بیٹی ویران ہو گئی...... تم کیا سمجھتی ہو، میں اس کی شکل دیکھنے کو زندہ ہوں؟" ثمینہ کی ہذیانی کیفیت دیکھ کر عرشلہ کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ فوراً سے فوراً کیا کریں کہ ماں پُرسکون ہو جائے۔

زریہ کچن میں کافی بنا رہی تھی، وہ مگر آن چھوڑ کر گرتی پڑتی لاؤنج میں پہنچی۔ اس نے طائرانہ توقف کے ساتھ صورتِ حال کا جائزہ لیا اور عرشلہ کے ہاتھ میں ان کا اسمارٹ فون دیکھ کر سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں تہہ تک پہنچ گئی اور عرشلہ کے ہاتھ سے فون جھپٹ لیا۔

"سوری نو سے میم! ثمینہ میم کا کیا کنسرن ہے، آپ کیوں ان کو ہرٹ کر رہی ہیں؟" اس نے بٹن پش کر کے اسکرین روشن کی۔ سامنے داؤد علوی کا کلوز شاٹ تھا جو زریہ نے بڑی جرأت سے ڈیلیٹ کر دیا پھر باقی کی پکس بھی ڈیلیٹ کر دیں۔

"I am sorry کی... extremely sorry --- by mistake ایسا ہو گیا۔ after all, he used to part of my life" (بہر حال وہ میری زندگی کا حصہ ہوا کرتا تھا)

"میں تمہارے پاپا کو یاد کرتی ہوں، وہ تمہیں یاد کراتے ہیں...... Dawood none of our business (داؤد سے ہمارا کوئی مطلب نہیں۔) آج کے بعد اگر تم نے اس کا نام لیا تو میں ٹوٹو کے شیلٹر ہوم میں شفٹ ہو جاؤں گی۔"

ثمینہ نے بہت ہی خوفناک دھمکی دی تھی۔ عرشلہ بری طرح سہم گئیں کیونکہ ٹوٹو کا شیلٹر ہوم زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ یہ بنگلہ جو ہزار گز کی قطع اراضی پر محیط تھا ٹوٹو کے قادر نے اسے گفٹ کیا تھا جسے کچھ عرصے بعد اس نے بے سہارا خواتین کی پناہ گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ خود تو وہ دنیا کے نقشے پر کہیں ٹک کر رہتی نہیں تھی پھر اسے جائداد کی کمی بھی نہیں تھی۔ سسر کا اولڈ ہاؤس، شوہر کی وسیع و عریض کوٹھی۔ ایک طرح سے وہ اپنی NGO کی سب سے بڑی ڈونر بھی بن گئی تھی جس کی بنیاد پر اسے سالانہ ایک خطیر رقم ڈونیشن کے نام پر ملتی تھی۔ ٹوٹو کا شیلٹر ہوم بے سہارا خواتین کی جنت تھا جہاں خواتین اپنے، اپنے ہنر سے پیسہ بھی کماتی تھیں۔ بہترین خوراک، موسم کے پھل، بیماریوں میں مہنگا ترین علاج معالجہ میسر ہوتا تھا۔ شیلٹر ہوم کے لان کو دیکھ کر آس پاس کے مکین رشک کرتے تھے۔ ٹوٹو مسلسل سفر میں رہتی تھی۔ مختلف ملکوں سے پھول، پودے، بیلیں لا کر لگاتی تھی۔

عرشلہ پر ثمینہ کی اس دھمکی کا گہرا اثر اسی لیے ہوا تھا کہ ممی کو وہاں بھی لگژری لائف مل سکتی تھی۔ خطرہ تھا کہیں سچ مچ چلی ہی نہ جائیں۔ انہوں نے ممی کے ہاتھ تھام لیے اور لجاجت سے بولیں۔

"پرامس ممی، میں کبھی آپ کے سامنے اس کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"meanu...... میرے سامنے نہیں کروگی مگر XYZ کے سامنے ضرور کروگی؟" ثمینہ نے کڑے تیور کے ساتھ گھورا۔

"no, never Mummy." عرشلہ نے گھبرا کر نفی میں گردن گھمائی۔

ماریہ نے سیل فون عرشلہ کی طرف بڑھاتے ہوئے یوں سکون کی سانس لی گویا راستے میں تنگ کرنے والا تنگ جوتا گھر میں داخل ہوتے ہی اتار پھینکا ہو، جان میں جان آگئی ہو۔

☆☆☆

واصف نے یخ بستہ ماحول اور گہرے سناٹے میں گویا داؤد علوی کے چہرے پر ٹکٹکی جمائی تھی۔ آکسیجن ماسک کی لرزش ان کی حیات بخش سانسوں کی گواہی دے رہی تھی۔

وہ ان کی آنکھیں کھلنے کا منتظر تھا کیونکہ ڈاکٹر نے خوشخبری سنائی تھی کہ علوی صاحب نے ایک دومنٹ کے لیے آنکھیں کھول کر اسے فوکس کیا تھا، سو وہ بڑی بے تابی سے ان کی آنکھوں میں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ آنکھیں جو جس طرف اٹھتی تھیں جاہی پھیر دیتی تھیں۔ یہی ان کی اصل طاقت تھی...... کم بول کر زیادہ سے زیادہ کام لے لیتے تھے۔

اسٹاف خود بھی آگاہ تھا، مزید تاکید کے ضمن میں واصف نے بھی کہہ دیا تھا کہ علوی صاحب کی بہن کو اس وقت تک علوی صاحب سے دور رکھیں جب تک وہ ڈسچارج ہو کر گھر جانے کے قابل نہ ہو جائیں۔ دوسری وجہ عرشلہ کی اچانک آمد تھی۔ عرشلہ نے اسے خاص تاکید کی تھی کہ داؤد کو غلطی سے بھی پتا نہ چلے کہ وہ آئی تھیں، اپنی حد تک تو وہ پابند تھا مگر مہ لقا کا جو غیظ و غضب ملاحظہ کیا تھا، اس سے یہی اندیشہ تھا کہ داؤد علوی کو ہوش و حواس میں پا کر سب سے پہلی خبر یہی "بریک" کی جائے گی۔ آنکھوں میں جو نفرت وانتقام کے شعلے بھڑکتے دیکھے تھے وہ اس امر کا غماز تھے کہ دشمنی "قبائلی" نفسیات پر پروان چڑھی ہے جو نسلوں کے باغ اجاڑنے کے لیے وجود میں آتی ہے...... کہ کتنا بھی خون بہہ جائے پیاس نہیں بجھتی...... نہ عشق کی آگ چین لینے دیتی ہے نہ انتقام کی۔

یہاں سے گویا اس کی زندگی کی سخت ترین ڈیوٹی شروع ہو چکی تھی۔

وہ بہت صبر و سکون کی حالت میں تھا، زندگی اور موت کی جنگ لڑنے والا انسان اپنے متعلقین کو صبر کی "روح" کا بھرپور اور مکمل شعور دیتا ہے۔ بے بسی کی آخری حد انسان کو اس کی اپنی اوقات بتاتی ہے کیونکہ "انا" ان لمحات میں کہیں تھک کر ستا رہی ہوتی ہے۔

پھر اچانک اس کا دل خوشی کی کیفیت میں دھڑکا۔ داؤد علوی کی آنکھیں بند تھیں مگر پپوٹے جنبش کر رہے تھے، یوں جیسے وہ کوئی رنگ بھرا خواب دیکھ رہے ہوں۔

معاً اسے یوں لگا جیسے داؤد علوی کچھ کہہ رہے ہوں، ہونٹ جنبش کر رہے تھے مگر آواز نہیں تھی۔ واصف کے لیے یہ بھی بہت تھا، بحالی کے راستے نظر آ رہے تھے۔

مشینوں کی ہلکی، ہلکی ارتعاش کی طرح محسوس ہوتی آوازیں صرف سناٹے کی وجہ سے محسوس ہو رہی تھیں، عام چلت پھرت کے دوران ان کی کوئی آواز محسوس نہیں ہوتی۔

اسٹاف جھانک کر چلا جاتا تھا۔ واصف کے ساتھ سب نرم تھے۔ ایک وجہ وہ داؤد علوی کا اٹینڈنٹ تھا، دوسرے اس کا ظاہر...... مضبوط جسم کا پُراعتماد نوجوان جو اتنی روانی سے انگریزی میں بات کرتا تھا گویا کسی انگریز ماں نے نو ماہ کا پراسس مکمل کر کے جنم دیا ہو، وقفہ کرتا تھا نہ آ...... ایں...... کے pause دے کر الفاظ تلاش کرتا تھا۔ آج معاشرے میں انسانوں نے متاثر ہونے کا پیمانہ ہی اس بین الاقوامی زبان کو بنالیا ہے۔

نوجوان نرسوں کے لیے تو اس کی موجودگی ہی ماحول میں گداز پیدا کر رہی تھی۔ اس کے باوجود کہ بال منتشر،

ایک ہی ملبوس یعنی ٹی شرٹ و جینز، پاؤں میں ہینگے سلیپر جو کھٹکنے نہیں دیتے۔
یہ امر فطری ہے، قابلِ اعتراض نہیں۔ فطرت صرف اپنے اصولوں پر کام کرتی ہے۔ اسی لیے باہر کام کرنے والی عورت کو ''ہراسمنٹ'' کے مسائل بھی پیش آجاتے ہیں، مرد بھی ''ہنی ٹریپ'' کا شکار ہوجاتے ہیں بلکہ بعض حساس بین الاقوامی معاملات میں تو یہ سب ورکنگ پراسس میں ہی سمجھا جاتا ہے۔ مذہب بھی یہی بات کرتا ہے کہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ فیشن کے طور پر فطرت کو جھٹلایا جاسکتا ہے مگر درحقیقت نہیں۔ اسٹاف تو واصف کے ساتھ ایسا ہی تھا جیسے وہ اپنے گھر میں ہو۔
اب داؤد علوی آنکھیں کھولنے کی کوشش کررہے تھے مگر جیسے مصنوعی روشنیوں کے باعث یہ عمل بہت مشکل ہوگیا تھا، یہ کوشش ظاہر کررہی تھی کہ لاشعوری حواس سے شعوری حواس کا سفر شروع ہوچکا ہے۔
واصف بہت بے تابی سے ان کی آنکھیں کھلنے کا انتظار کررہا تھا۔ بس نہیں چلتا تھا کہ اپنے ہاتھ استعمال کرکے آنکھیں کھول دے۔ معاً اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے جھک کر داؤد علوی کے بائیں کان میں سرگوشی کی۔
''آپ بالکل ٹھیک ہیں سر...... میں واصف...... بالکل آپ کے پاس ہوں۔'' اس کا بس یہ چند الفاظ کا استعمال تھا کہ داؤد علوی نے چونک کریوں آنکھیں کھول دیں جیسے کمرے میں بیٹھا تنہا شخص جو خیال کی اتھاہ میں اترا ہوا ہو اور اچانک بند دروازہ کھلنے پر چونک پڑے۔
واصف نے سرخوشی کی کیفیت میں ان کی مخمور آنکھوں میں جھانکا اور ان کی کلائی سے تھوڑا اوپر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
داؤد علوی چند ثانیے واصف کی طرف دیکھتے رہے پھر پُرسکون انداز میں یوں اپنی آنکھیں موند لیں گویا کڑی مسافت کے بعد منزل کے واضح نشان دیکھ کر مسافر ساری تھکاوٹ بھول کر پُرسکون ہوجاتا ہے۔

digest library.com

☆☆☆

''ہوں...... تو واصف اس کے گھر آتا جاتا ہے؟'' ثمینہ نے ماریہ کی طرف دیکھا جو اُن کی گود میں نیپکن پھیلا رہی تھی۔
''جی میم۔ بلکہ اچھی خاصی اسٹرانگ ریلیشن شپ ظاہر ہوتی ہے۔'' ماریہ کے انداز آج خاصے بدلے بدلے تھے۔ وہ بالکل سیدھے، سیدھے جواب دینے کے موڈ میں تھی۔
خواب عطا کرنے والوں نے ہی خوابوں پر ڈکیتی کی واردات ڈالی تھی۔ واصف ایک لوئر مڈل کلاس نوجوان جو آنے والے وقتوں میں اپر مڈل کلاس میں شفٹ ہوتا نظر آرہا تھا، وہ اس کی رسائی میں تھا۔ اس جیسے نوجوان کے خواب دیکھنے پر فطرت کی طرف سے کوئی پابندی نہیں تھی۔ اس نے BS کرنے کے بعد نرسنگ ٹریننگ کی پھر جاب کے ساتھ کمپیوٹر سائنس میں ماسٹرز کیا۔ 25، 26 سال کی عمر، شکل بھی اچھی، خود کمانے والی۔ واصف کسی بزنس کلاس کا بیٹا نہیں تھا جس کے سرپرست اپنی ہی کلاس میں اسے کیش کرائیں تاکہ دولت، دولت کو ضرب دے۔ گویا واصف ناممکنات کی دنیا کا باسی نہیں تھا۔
''اس کا موڈ تو ابھی ٹھیک نہیں ہوگا، مجھے لگتا ہے وہ ٹرنکولائزر لے کر سوئی ہوگی۔ I don't care...... موڈ خراب کرتی ہے تو کرے مگر میں اسے قبروں پر فاتحہ پڑھتے رہنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔'' یہ کہہ کر ثمینہ نے ناشتا شروع کردیا اور کارن فلیکس سے آغاز کیا۔
''آپ کی ول پاور بہت اسٹرانگ ہے میم، آپ ٹوٹو میم کو فورس کریں کہ وہ جلد سے جلد حامر صاحب اور عرشلہ میم کی شادی کرائیں۔ وہ شاید کمنگ سنڈے کو پہنچ رہی ہیں، عرشلہ میم بتارہی تھیں۔''
ماریہ نے انڈے کا سینڈوچ پلیٹ میں قرینے سے سجا کر ثمینہ کے سامنے رکھتے ہوئے اس طرح کہا کہ اس کی

آواز کے زیر و بم سے اس کے اندرونی احساسات کا اندازہ نہیں ہو سکتا تھا۔

''اوہ، یس...... میں تمہیں بتانا بھول گئی تھی کہ لولو منڈے کو واپس آرہی ہے۔ اس کے آنے کی خبر سن کر تو میں بالکل ریلیکس کر گئی ہوں۔ لولو میری بات کو بہت اچھے سے انڈر اسٹینڈ کرتی ہے...... تھینک گاڈ!'' ثمینہ نے رکھے ہوئے ٹشو سے استفادہ کیا اور پھر خاموشی سے ناشتا کرنے لگیں۔ ماریہ ان کے لیے گرین ٹی تیار کرنے لگی مگر اس انداز میں جیسے گہری سوچ میں گم ہو۔

''لیکن اب میں ذرا ایبل مائنڈڈ ہو رہی ہوں۔ عامر کا US میں پرانا بزنس سیٹ اپ ہے، اس لحاظ سے مرشلہ کو شادی کے بعد زیادہ وقت US میں گزارنا ہوگا اور میں اپنا گھر چھوڑ کر US میں سیٹلڈ نہیں ہو سکتی۔ میں لولو سے واصف کے آنٹن پر ڈسکس کر کے دیکھتی ہوں۔ عرشی فورٹی (40) کی ہے مگر لگتی تو نہیں، سلم ہے، ریگولر "Spa" کرتی ہے۔ وہ تو شاید لیٹسٹ ٹین ایجز (دس سال) ایسی ہی لگ دے گی۔ واصف تو دس سال میں ویٹ gain کر سکتا ہے، سر کے بال بھی کم ہو سکتے ہیں اور میرے خیال میں جس کلاس سے وہ belong (تعلق) کرتا ہے اس کلاس کے لڑکے ایسی آپرچونیٹیز (مواقع) ضائع نہیں کرتے ہے۔''

''آپ کا مطلب ہے بیگم کہ for sale (برائے فروخت) ہوتے ہیں؟'' ماریہ نے شاید پہلی بار ثمینہ کی بات کاٹی، ایسے ہی جیسے کچھ ''سرزد'' ہو جاتا ہے بغیر نیت وارادے کے۔

ثمینہ نے چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔ اس کے لیے انہیں پوری طرح سر اٹھانا پڑا کیونکہ ماریہ بالکل پہلو سے لگی کھڑی تھی۔

''I think so... (ایسا میرا اپنا خیال ہے۔)

ثمینہ نے فوراً سر جھکا لیا اور چھری سے سینڈوچ کے ٹکڑے کرنے لگیں۔

ماریہ اب قطعی خاموش ہو گئی۔ اس کی حیثیت اتنی نہیں تھی کہ وہ اپنی مالکن سے اس سے زیادہ بات کر سکے مبادا وہ اپنی ملازمت سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے کیونکہ ثمینہ کے بارے میں کوئی بھی تو پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اگلے لمحے... اپنا کون سا رنگ دکھائیں گی۔

''اور پھر میری بیٹی نے دیکھا ہی کیا ہے...... سترہ سال سے تنہائی کاٹ رہی ہے...... جوانی کے سترہ سال اس ظالم احسان فراموش کی وجہ سے ویران ہو گئے۔ واصف تو جوان بھی ہے، ساتھ کسی بہن بھائی کی ذمے داری بھی نہیں ہے جیسے کہ دادی ''قطامہ'' بہن تھی، دور بیٹھ کر ڈوریں ہلاتی تھی...... تھینک گاڈ وہ تو ایک دن دادو سے بینک فراڈ بھی کروا لیتی...... وہ تو ہماری جان چھوٹ گئی۔'' ثمینہ سینڈوچ منہ میں رکھ کر منہ چلانے لگیں۔

''بینک فراڈ......؟'' ماریہ بری طرح چونک پڑی کیونکہ جس ''قطامہ'' کا ذکر خیر ہو رہا تھا اس کو ماریہ نے اپنی آنکھوں سے ڈریسنگ گاؤن میں ''ملبوس'' دیکھ رکھا تھا۔

''آپ کا کوئی پرسنل بینک بھی ہے؟'' ماریہ نے ٹشو پیپر کا پیک ثمینہ کے قریب رکھتے ہوئے بڑی حیرت آمیز معصومیت سے بے ساختہ پوچھ لیا۔

''silly...... بھئی وہ میرے بینک اکاؤنٹ کی ویلیو تو جانتا تھا ناں...... بینک اسٹاف کو رشوت دے کر heavy amount (بھاری رقم) نکلوا سکتا تھا۔ وہ تھی ہی ایسی، مجھے تو لگتا ہے وہ بلیک میجک (کالا جادو) جانتی تھی۔ اس نے لڑکا پھنسا کر ایک ہزار گز کا ہاؤس اپنے مہر میں لکھوا لیا تھا...... کچھ سمجھیں تم؟'' ثمینہ نے سر اٹھا کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

ماریہ نے واقعی ناسمجھی میں گردن ہلا دی۔

"اور مطلب یہ کہ لوگ اپنا دماغ ... یہ پہلا صاحب ہو جاتا ہے اور وہ ہو گئی تھی۔" ثمینہ نے اپنے گرین ٹی کا گھونٹ بھرا۔
"اور تم تصور کرو ... پھر بھی مگر ... تو ... یہاں ہم وہ بول ... " ماریہ نے ... اختلاف کیا۔
"ہاہاہا ہاہاہا ہاہاہا ... یہ کام وہی کر سکتا ہے جس پر کسی نے کالا جادو کرا یا ہو۔ کوئی ہوش مند انسان نہیں کر سکتا۔ وہ کنوارا تھا، کوئی سا چار بچوں کا باپ، لہٰذا جو دوسری شادی کی خاطر شرطیں مان رہا ہو۔ بس یہ مجھے جب سب پتا چلا تو میں الرٹ ہو گئی۔ تو وہی والا اس کے انٹرسٹ کو ختم کر کے اسے ایک بڑی رقم پر تیار کرنا ہو کہ تم اپنے پیپرز ... میں نے عرشی کا ... اکاؤنٹ ہی نہیں کھلوایا تھا۔ البتہ اب جو اسٹ اکاؤنٹ ہے مگر ... میں ... ہوں۔ ... میں ہی ... کرتی ہوں۔ ... ہے مگر ... تو ہے ناں......
ایک عذاب ہو ... میں خود اٹھا کر گھر لائی ہوں ... مجھے پتا ہے عرشی وہ واصف کے ساتھ شادی پر بھی راضی نہیں ہوئی مگر میں تو ... کروں گی۔" ثمینہ کی اپنی الجھنیں ... سوئی ایک جگہ اٹک گئی تھی گویا گراموفون پر ریکارڈ چلتے، چلتے اچانک اٹک گیا ہو۔

digest library.com

"تو تو یہ ہیم، عرشلہ یہم کو کنونس کرنے کی ٹرائی کر سکتی ہیں۔ واصف کو کون کنونس کرے گا؟ ان کی اپنی لائف ہے یہم، پلیز ڈونٹ ٹرائی۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو embarrasement (شرمندگی) ہو اور ایک عیلینڈ کو آرڈ اینڈ ہمیں چھوڑ دے۔"
ماریہ بات بالکل درست کہہ رہی تھی مگر یہ ایک لاشعوری مزاحمت بھی تھی کیونکہ یہ تو کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ واصف کی تحقیق کس خوش نصیب کی خاطر ہوئی ہے۔
"تمہاری ایڈوائس بالکل ٹھیک ہے ماریہ، ہم بھی واصف کو "ڈرے" میں رہا کر کچھ دینے نہیں جا رہے مگر اس کی کیمسٹری چیک کرنے میں حرج ہی کیا ہے؟" ثمینہ سب کچھ مان رہی تھیں مگر اپنی "اٹکی ہوئی سوئی" کے ساتھ۔
ماریہ نے گہری سانس لے کر گرین ٹی کا گھونٹ بھرتی یہم کی طرف دیکھا مگر خاموش رہی۔
"تم نے دیکھا، میں نے اتنی دیر میں تم سے داود کی کوئی بات نہیں کی کیونکہ میں اس سے نفرت کرتی ہوں...... ہمیشہ کے لیے بھول جانا چاہتی ہوں۔" ثمینہ نے اب اپنی تعریف کے لیے وقت نکالا۔
"مصیبت تو یہی ہے کہ ہم نفرت جن سے کرتے ہیں ان کو اتنی شدت سے یاد رکھتے ہیں کہ خود کو بھلا دیتے ہیں۔"
ماریہ یوں کھڑی تھی گویا ثمینہ کی سونے کے دستے والی ہاتھی دانت کی چھڑی ہو، ساکت وصامت...... بت کی طرح استادہ... خالی الذہن...... ایک خواب جو ریت کی طرح مٹھی سے پھسل رہا تھا۔

☆☆☆

"الحمدللہ...... یہم، داود ہوش میں آ گئے ہیں۔" عرشلہ نے نیند ٹوٹتے ہی سب سے پہلے واصف کو فون کیا۔
عرشلہ کو "تھینک گاڈ" کہنے کی پریکٹس تھی اور واصف کی تربیت خاص مواقع پر الحمدللہ کہنے کی تھی۔
عرشلہ کے کانوں کو بہت خوب صورت ارتعاش ملا۔ ایک داود علوی کے ہوش میں آنے کی اطلاع، دوئم "الحمدللہ" کے الفاظ جو واصف کی آواز میں بہت پُرکشش محسوس ہوئے تھے۔
"الحمدللہ۔" عرشلہ نے شاید پہلی بار تھینک گاڈ کے بجائے "الحمدللہ" کہا تھا۔ بات یہ نہیں تھی کہ اسے آگاہی نہیں تھی، اسکولنگ اسٹارٹ ہونے سے پہلے ثمینہ نے اسے قرآن پڑھوانا شروع کر دیا تھا، ایک عمر رسیدہ اور مستند قاری صاحب قرآن پڑھانے آتے تھے۔ اکثر رئیسوں کے گھروں میں یہ اہتمام ضرور ہوتا ہے، یہ اور بات کہ ماحول کے اختلاف کی وجہ سے قرأت زندگی کا حصہ نہیں بن پاتی مگر مذہبی فریضہ تو اسی طرح نبھایا جاتا ہے جیسے سال میں عید پر قربانی وہ بھی پورے تین دن اور زندگی میں ایک حج توفیق باللہ۔

"میری بات یاد ہے ناں واصف؟ کبھی ہائی سینک بھی داؤد کو چاہنے چلے کہ میں ان کے لیے اہم ہوں تو آ گئی تھی۔"
عرشلہ نے یاد دہانی کرائی۔
"ڈونٹ وری میم، نہ وہ کبھی مجھ سے آپ کی بات کریں گے اور نہ مجھ سے یہ غلطی ہو گی۔" واصف نے تسلی دی۔
یہ سن کر عرشلہ کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا، گویا کوئی دھچکا لگا ہو۔
"تم داؤد سے اتنے کلوز ہو، فل ٹائم اٹینڈ کر رہے ہو، انہوں نے کبھی ہائی داؤد نے بھی میرا نام نہیں لیا۔" دکھ آواز کو کمزور بنا دیتا ہے، عرشلہ کی آواز بھی بہت مدھم تھی۔
"never...... ہم کبھی اتنا پرسنل نہیں ہوئے میم، میں تو ان کی بہن کے بچوں کی وجہ سے انہیں اخلاقی طور پر اٹینڈ کر رہا ہوں۔ ابھی وہ اتنے بڑے نہیں ہیں کہ اس طرح کے سیریس معاملات فیس کر سکیں۔" واصف نے اچھے سے تسلی کرائی تاکہ سوالات کا سلسلہ ختم ہو جائے۔
"اوکے... خیر، میں ان کی گڈ بک یا گڈ میموری میں تو نہیں ہوں لیکن وہ تو میری گڈ بک میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس دنیا میں تو ہم دوبارہ اکٹھے نہیں ہو سکتے مگر شاید مرنے کے بعد ایسا ہو۔ اگر میں ان سے پہلے چلی گئی تو ان کا wait کروں گی...... گڈ لک واصف۔" یہ کہہ کر عرشلہ نے اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا۔
دوسری طرف واصف گم صم ہو کر رہ گیا۔ کانوں میں کبھی یہ گیت پڑا ہوگا...... جو دل یہاں نہ مل سکے...... ملیں گے اس جہان میں......
"لیکن اس کے لیے سیکنڈ پارٹی کی بھی تو رضامندی اشد ضروری ہے اور یہ ایک سوالیہ نشان ہے۔" وہ سوچ رہا تھا۔
سادہ سی، پارسا جوانی ایک ڈھب پر گزر رہی تھی۔ ماں کی محبت، ماموں کی جھاڑ جھپاڑ، کسی "ستم گر" کی ستم ظریفیاں، اسکول، کالج، یونیورسٹی......
اچانک دن رات بدل گئے۔ ہر صبح کے بعد زندگی کا انوکھا موڑ...... قابلیت تو اتنی بڑھ چکی تھی کہ دنیا اس کی "پاکٹ" میں سما رہی تھی۔

☆☆☆

داؤد علوی کو ICU سے روم میں شفٹ کرنے کا عمل شروع ہو چکا تھا۔ فری اور مریم ویٹنگ لاؤنج میں کارروائی مکمل ہونے کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھیں۔
آفس کے کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ pin drop خاموشی تھی۔ ایک، ایک سیکنڈ کا ارتعاش روح میں اتر رہا تھا۔ فری نے کوئی بات کرنا چاہی تو مریم نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا مبادا وہ کوئی جذباتی احمقانہ بات کر بیٹھے۔ مریم کے پہلو میں اس کی جونیئر کولیگ بیٹھی تھی، مریم کے ساتھ فری اور فری کے ساتھ والی قطار کی آخری کرسی خالی تھی۔
اسی لمحے واصف عجلت کے انداز میں اندر داخل ہوا۔ مریم اور فری پر نظر پڑتے ہی قدرے ٹھٹکا پھر سنبھل کر ہاتھ اٹھا کر اشارے سے مریم کو سلام عرض کیا۔ مریم نے بھی جواباً ہاتھ بلند کر کے انگلیوں کو حرکت دے کر جواب دیا۔ فری نے چہرہ اس طرف موڑ لیا جس طرف خالی چیئر تھی۔ لامحالہ واصف کی جگہ وہی بنتی تھی کیونکہ اس کے علاوہ چیئر خالی نہیں تھی۔ وہ تو اپنی دھن میں براجمان ہوا تھا مگر فری کو تو یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر اسے چڑانے کے لیے بیٹھا ہے۔ اس نے فوراً اپنا سر جھکا لیا۔
واصف کے تین دن کے پرانے ملبوس سے ابھی تک اس کے پسندیدہ پرفیوم کی مہک اٹھ رہی تھی۔ خوشبو کے بغیر وہ کبھی گھر سے باہر نہیں نکلتا تھا۔ جب سے لاکھ ڈیڑھ لاکھ جیب میں آنا شروع ہوئے اس نے اپنے پہلے خواب کی تکمیل کی اور پچھتر ہزار کا برانڈڈ پرفیوم خریدا جس کے دو اسپرے کپڑے دھلنے کے بعد بھی اپنی موجودگی کا پتا دیتے تھے۔

میرے بچپن کے دن

کچھ یادیں، کچھ کڑوی کسیلی باتیں آج ماضی کے چند اوراق الٹے تو وہ وقت یاد آگیا۔۔۔ جب ہم کلاس 6th میں تھے۔ کوئی انگلش میڈیم، پرائیویٹ اسکول نہ تھے۔ یہی گورنمنٹ کے اسکول بہترین اسٹاف۔ ماں سے زیادہ پیار کرنے والا ماحول مگر ٹھہر جائیں۔ کبھی، کبھی ایک آدھ شخصیت اپنے گھناؤنے چہرے کا نقش تا دیر ذہن پر چھوڑ جاتی ہے۔ جب بال پوائنٹ قلم نہ تھے بلکہ ہمارا ایک پیریڈ خوش خطی کا ہوتا تھا۔ اور سرکنڈے کے قلم سے کالی سیاہی سے لکھائی کی جاتی تھی۔ اسکول کے پاس ایک صوفی قلم فروش تھے جو بچوں کو خاص طور پر خوش خطی کے لیے قلم چاقو سے بنا کر دیتے۔ کاپی پر لکھنے کو آئی کی نب زیڈ کی نب ہوتی تھی۔ خیر میری لکھائی بہت خوب صورت ہوتی اکثر شاباش ملتی۔ (اب تو زمانے ہوگئے بس کیڑے مکوڑے ہی لکھ پاتے ہیں) ایک روز میں اپنے قلم سے خوش خطی کر رہی تھی تو کلاس کی ایک لڑکی رضیہ میرے پاس آئی۔ فریدہ! تم اپنا قلم مجھے دے دو اور میرے والا لے لو۔ بعض لڑکیاں عمر میں خاصی بڑی اور پکی ہوتی تھیں۔ ہم ٹھہرے بھولے نادان۔ خیر میں نے اپنا قلم ان کو دے دیا اور اس نے مجھے اپنا قلم پکڑا دیا۔ اب بریک کے بعد جب لکھائی کا پیریڈ آیا اور میں لکھ ہی رہی تھی کہ ایک نسیم نام کی لڑکی آئی اور اس نے شور مچا دیا۔ ارے یہ تو میرا وہ قلم ہے جو چوری ہوگیا تھا۔ بس...... مس...... فریدہ نے میرا قلم چرایا ہے۔ زمین پھٹے اور میں اس میں دھنس جاؤں۔ بہتیرا یقین دلایا کہ یہ قلم تو مجھے رضیہ نے ابھی دیا ہے وہ میرا قلم لے گئی ہے۔ مگر مجال ہے جو کسی نے میری بات کا اعتبار کیا ہو۔ ٹیچر بھی کلاس کے ساتھ ہوگئیں۔ میری بات کا کوئی یقین ہی نہیں کر رہی تھیں۔ حتیٰ کہ رضیہ نے بھی انکار کر دیا۔ رو، رو کر میرا برا حال تھا۔ مگر میں آج تک وہ دکھ

پھول اور خوشبو اس کائنات کی سب سے خوب صورت سرگوشی ہے۔ یہ خوشبو فری کو بار، بار النصر کی یاد کی طرف لے جا رہی تھی۔ اہتمام سے شاور لینے والا، کولون، شاور جیل، ہیئر اسپرے پھر ملبوس کی خوشبو اس کی موجودگی میں تو کائنات کے بند دروازے کھلتے محسوس ہوتے تھے۔

”یہ النصر کے لیول پر تو کبھی نہیں آسکتا...... مڈل کلاس اور ایلیٹ کلاس کبھی ایک سرکل میں رقص نہیں کرتے۔ اب میرا شمار ایلیٹ کلاس میں ہوتا ہے کیونکہ میں النصر کی widow (بیوہ) ہوں۔“

فری کو واصف کا پہلو میں بیٹھنا بہت کھل رہا تھا۔

جس شخصیت کی عقیدت میں بے قرار ہو کر اسپتال آئی تھی، اپنے اسی اتالیق کی محنت اکارت کر رہی تھی۔ واصف کو وہ مہرہ لگا کر کیا باور کرانا چاہتی تھی...... شاید اسے خود بھی معلوم نہیں تھا۔ عادت قوت ارادی سے بدل سکتی ہے مگر فطرت کی تبدیلی کے لیے طاقتور نیت، کسی معجزے یا کسی صاحب نظر و کردار کی تکب پر توجہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

درندے پالنے کا شوق رکھنے والے اپنی ہستی بھلا کر ان کو سدھاتے ہیں، اپنی دولت ان کی خوراک پر لٹاتے ہیں، صرف اس جنون، اس انا کی خاطر کہ چرچے ہوں...... کیا ”مہان“ لوگ ہیں، درندے تک ان کے دوست ہیں...... مگر اکثر ایسے حادثے ہوتے ہیں کہ درندے نے اپنے ہی مالک کو چیر پھاڑ کر رکھ دیا...... بھوک کی شدت، خوراک کی سپلائی میں تاخیر...... درندہ تو بھوک کی شدت میں صرف ایک ہی کام جانتا ہے کہ بھوک لگی ہے، جو سامنے ہے چیر پھاڑ دو...... کیونکہ اس کی تخلیق اسی فطرت پر ہوئی ہے۔ بچے پیدا کرنے اور چیر پھاڑ کرنے کے علاوہ اس کا دماغ دوسری ”جاب“ ہی نہیں جانتا۔

digest library.com

دوسری طرف واصف بہت اعتماد اور مضبوطی سے فروکش تھا۔ داؤد علوی کی صحت بحالی، ثمینہ کی ای میلز...

نہیں بھولی اور اس ٹیچر کو بھی دل سے معاف نہیں کیا جس نے صرف کلاس کی چمچہ گیری کرنے والی لڑکیوں کا ساتھ دیا۔ گھر آ کر اماں کی گود میں سر رکھ کر بہت روئی۔ ماں بھی سادہ سی تھیں، کوئی اور چالاک ماں ہوتی تو اگلے روز ضرور اسکول آ کر پرنسپل کے پاس شکایت کرتیں۔ اور میں آج تک حیران ہوں کہ اتنی عقل نہ تھی کہ سیدھی پرنسپل کے دفتر جا کر یہ ماجرا بیان کرتی۔ سالوں گزر گئے مگر یہ واقعہ نہ بھلا سکی اور اپنا مقدمہ اپنے اللہ کے ہاں بھیج دیا۔

اگلے روز چند لڑکیاں میرے پاس آ کر تسلی دے رہی تھیں کہ استانی نے بڑی بے انصافی کی ہے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ خیر چھٹی کلاس پاس کر کے ساتویں میں آئی تو اماں سے کہہ کر وہ اسکول ہی چھوڑ دیا۔ بڑی مشکل سے اسکول سے جان چھوٹی۔ پرنسپل بار بار اماں سے کہتیں کہ فریدہ تو ہمارے اسکول کا نام روشن کرے گی اسپورٹس میں۔

الحمدللہ! دوسرے اسکول جا کر ہمارا اعتماد بحال ہوا اور بہت اچھے نمبروں سے فرسٹ ڈویژن سے میٹرک پاس کیا۔

بھجوایا یہ واقعہ اس وجہ سے بھی لکھا کہ آج بھی بھولی بھالی بچیاں اور مائیں موجود ہیں۔

تحریر: فریدہ افتخار، اسلام آباد

مساوات

عورت کی پیدائش مرد کے جسم سے ہوئی ہے لیکن وہ نہ تو اس کے پیر سے نکلی ہے کہ اسے کچلا جائے اور نہ ہی اس کے سر سے نکلی ہے کہ اس پر حکومت کی جائے بلکہ وہ مرد کے پہلو سے نکلی ہے تاکہ اس کے ساتھ مساوات کا درجہ روا رکھا جائے مرد کی بغل میں رہے تاکہ اس کی حفاظت کی جائے اور دل کے قریب رہے تاکہ اس سے محبت کی جائے۔

مرسلہ: نرگس سعید قریشی، کراچی

عالی شان اور عالی جاہ کی پریشانی، ان کی ماں کی چیخ پکار...... عرشلہ کی جادو اثر آواز......

دنیا نے تیری یاد سے بیگانہ کر دیا
تجھ سے بھی دلفریب ہیں غم روزگار کے

یہ شعر خاص طور پر شاید اس جنریشن کے نوجوان واصف کی خاطر ہی الہام ہوا تھا...... لیکن پہلو میں بیٹھی فری اب اس کی خاموش ذمے دار تھی۔ وہ اس کی دل آزاری چاہتا تھا نہ جاہی...... کیونکہ جاہی کے تمام معاملات اس کے اپنے ہاتھوں انجام پا چکے تھے۔ وہ آج بھی اس کی اس خوبی کو مانتا تھا کہ فری آج کی تیز طرار اپنا الو سیدھا کرنے والی منافق لڑکی نہیں ہے۔ اس کا دل اور زبان ایک تال پر رقص کرتے ہیں۔ اگر یہ کسی کی برداشت کو چیلنج ہے تو پھر یہ اس کا مسئلہ ہے۔

گو میں رہا رہینِ ہائے ستم روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

کے مصداق خیال تو تھا مگر درمیان میں القمر کے نام کی "دیوارِ گریہ" بھی تھی اور "دیوارِ گریہ" پر تو صدیاں بھی اثر انداز نہیں ہوتیں۔ بے شمار انسان خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں...... اپنی، اپنی دیوارِ گریہ تعمیر کر لیتے ہیں جس کی طرف منہ کر کے اپنے ضمیر کے بوجھل آنسو گراتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے انسان کتنے نام کی دیواریں کھڑی کر دے، ضمیر اپنے اصل خالق کو ایسے ہی پہچانتا ہے جیسے ہجوم میں باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے۔

فری کی بس ہو گئی۔ داؤد دھلوی کے حوالے سے ابھی تک کوئی تازہ معلومات نہیں پہنچی تھیں۔

پہلو سے ایسی آنچ آ رہی تھی گویا روٹیاں پکنے کے بعد تندور ٹھنڈا ہونے جا رہا ہو۔

"میں باہر ہوں میری خالہ، ماسک کی وجہ سے میرا دم گھٹ سا رہا ہے۔" وہ مریم کے کان میں سرگوشی کرتے ہی پھرتی سے اٹھ کر باہر کی طرف چل پڑی۔

یہی روپے تو روحوں کو فولادی زنجیروں سے باندھ دیتے ہیں، وہ دوست کم یاد آتے ہیں...... دشمن آسیب کی طرح پکارتا ہے۔

واصف کی معنی خیز مسکراہٹ پوشیدہ تھی...... روح کا ارتعاش رگ دل کو کافی تھا۔

یار زندہ...... صحبت باقی......!

digest library.com

☆☆☆

"میں تو پریشان ہو گئی ہوں شمسہ، ہم تو اسے بند کمرے سے نکالنے کے جتن کر رہے تھے...... یہ تو گھر سے ہی نکل گئی۔" سارہ از حد پریشان تھیں۔ شمسہ خود بھی خاصی بے آرام تھیں اس لیے سارہ کی خیر خیریت کے لیے چلی آئیں۔ اسکول میں گھبراہٹ ہو رہی تھی، بریک سے پہلے کے تین پیریڈ لے کر آدھے دن کی رخصت پر اسکول سے نکل آئیں۔ تنہائی میں وقت کاٹنے کے وحشت انگیز خیال سے گھبرا کر کچھ وقت سارہ کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کیا اور چلی آئیں۔

"یہ جذباتیت سمجھ میں آنے والی نہیں بھابی...... مگر آپ پریشان نہ ہوں، مریم ہر وقت اس کے ساتھ ہے۔ میں تو خود واصف کی طرف سے فکر مند ہوں۔ اسے تو اپنا ہوش ہی نہیں ہے، فون پر بات کرو تو اسے فون بند کرنے کی جلدی پڑی ہوتی ہے...... ہاں، ریلیکس کریں...... میں ٹھیک ہوں...... ناشتا کر لیا تھا...... میں آپ کو خود فون کروں گا...... بس اتنی سی بات۔" شمسہ نے اپنے دل کی بھی سنا ڈالی۔

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں شمسہ، اس شخص میں ایسا کیا ہے۔ مریم کو دیکھو تو اس کے پاس ایک ہی بات...... آپا، سر کے لیے دعا کریں...... فری سے بات کرو تو وہ سننا پڑتا ہے جس کی سمجھ نہیں آتی...... واصف کو دیکھو، دن رات وہیں پڑا ہوا ہے۔ مریم کہہ رہی تھی آفس کا جونیئر اسٹاف اٹینڈ کرنے کو تیار ہے مگر واصف مان کر نہیں دے رہا۔" سارہ نے یوں کہا جیسے خود غرضی کا عمل بھی جاری ہو۔

"بھابی، یہ ایک ٹریجڈی نہیں تو اور کیا ہے؟ بے حساب دولت مگر کوئی خون کا رشتہ، بیوی، بچے پاس نہیں۔" شمسہ کے انداز میں تاسف تھا۔ سارہ چونک پڑیں۔

"بیوی، بچے......؟ فری بتا رہی تھی کہ زمانے ہو گئے بیوی کو تو چھوڑ کر بیٹھے ہیں۔ بچوں کا کچھ پتا نہیں...... شاید مریم کو پتا ہو۔" سارہ سوچنے لگیں۔

"ایک سگی بہن تو ہے ناں، جس کے دو بچوں کو واصف ٹیوشن دیتا ہے مگر وہ بہن نیم پاگل ہے، ہر چیز کا ہوش ہے، کھانے پینے، فیشن، ڈرائیونگ تک کر لیتی ہے مگر جب بولتی ہے تو کسی کا باپ اسے روک نہیں سکتا...... پہلے کان بند کرتی ہے پھر بولنا شروع کرتی ہے۔" شمسہ نے واصف کی دی ہوئی معلومات کی روشنی میں اپنے الفاظ میں تصویر کشی کی۔

"اللہ...... توبہ۔" سارہ تو دہل کر رہ گئیں۔

"یہ اسپتال کا سامان علوی صاحب نے گھر میں کیوں رکھا ہوا ہے؟" وہ سوالیہ انداز میں گویا ہوئیں۔

"اسپتال میں بھی رہی ہیں۔ ٹوٹل میڈیسن پر ہیں...... ایک ہی بہن ہے، اب بھائی پاگل خانے میں پھینکنے سے رہا...... واصف بتا رہا تھا بھی چیختی چلاتی ہے تو دیواریں بھی لرزتی ہیں...... نوکر ادھر ادھر چھپ جاتے ہیں ورنہ وہ تو جو ہاتھ میں آئے دے مارے۔" شمسہ نے مزید اطلاع بہم پہنچائی۔

"استغفر اللہ...... ہمت ہے علوی صاحب کی۔ اللہ کل خلق کو ایسی آزمائش سے بچائے، آمین۔ آخر زندہ

انسان تو ہے، پتا نہیں ایسی کیا پڑی جو سمجھ نہیں سکی۔" نرم دل سارہ کو اچانک بند کرے میں حافل بیٹی کا وقت یاد آ گیا۔ یک دم لرز کر مہ لقا کے لیے دعا کرنے لگیں۔

"آمین ثم آمین۔ واصف کہتا ہے علوی صاحب دونوں بچوں کا اتنا خیال رکھتے ہیں کہ باپ بھی شاید نہ رکھ سکے۔ رات کو ایک گھنٹا لازمی بچوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں، ناشتا بچوں کے ساتھ کرتے ہیں...... چھٹیاں گزارنے دوسرے ملک لے کر جاتے ہیں، دونوں بچوں کے پاس اپنی، اپنی اسپورٹس کار ہے...... بچوں کی رائڈنگ کے لیے ایک عربی نسل کا گھوڑا تک خریدا ہوا ہے۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ایک ریٹائرڈ صوبیدار فوجی رکھا ہوا ہے۔ بچے امریکا میں پیدا ہوئے تھے، ڈبل شہریت ہے۔" شمسہ نے حاصل شدہ معلومات منتقل کرنے کا عمل مکمل کیا۔

سارہ نے پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا۔

"یا اللہ، ایسا ماموں کہیں دیکھا نہ سنا۔ یہ تو جنتی انسان ہے۔ شاید اسی لیے اللہ نے مخلوق کے دل میں اس کے لیے اتنی محبت ڈالی ہے۔"

"ہو سکتا ہے...... کیونکہ اللہ کسی کا ادھار نہیں رکھتا۔ اب یہی دیکھ لیں، آج تک کبھی سنا کہ ڈکیت گھر کے قریب پھینک کر گئے ہوں۔ جو چھیننا تھا چھین چکے تھے، اس کے بعد تو بھاگنے کی پڑی ہوتی ہے۔ بھابی، یہ انسان کے خیر کے کام ہی ہوتے ہیں جو اندھیروں میں روشنی بن جاتے ہیں۔ یہ روشنی اللہ کے اشارے سے بن جاتی ہے...... ٹانگ پر گولی ماری، خدانخواستہ دل پر بھی نشانہ لے سکتے تھے لیکن اللہ کے ارادے کے بغیر جنم ہے نہ موت۔" شمسہ کا انداز خود کلامی کا سا تھا۔

سارہ نے بے اختیار شمسہ کو کھینچ کر گلے سے لگا لیا، ان کا دل بھر آیا۔

"تو، تو ولی اللہ بن گئی ہے شمسہ...... تیرے صبر کا کوئی کیا مقابلہ کرے؟ اپنے بھائی کو دل سے معاف کر دینا...... وہ دنیادار تھے مگر شقی القلب نہیں تھے۔"

"ایسا نہ بولیں بھابی، میرے جیسا بھائی تو شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو۔ جو کچھ میں نے کیا اس کے بعد تو لوگ زندہ کو مردہ تصور کر کے ہمیشہ کے لیے جان چھڑا لیتے ہیں۔ میرے بھائی نے مجھے بھیڑیوں کے آگے نہیں پھینکا...... میرا سر ننگا نہیں ہونے دیا...... ان کا غصہ نہیں تھا، تکلیف کی آہیں تھیں۔ میرا دل کہتا ہے ان کی قبر میں روشنی بھی ہوگی اور خوشبو بھی، سرہانے جنت کی کھڑکی بھی کھلی ہوگی...... میں ان کے سامنے آٹھ پہر کا دکھ تھی، ان کی روح شاد و آباد ہے بھابی، میں روز انہیں ہدیہ بھیجتی ہوں...... وہ بہت خوش ہیں۔"

شمسہ کی آواز سسکیوں میں ڈوب گئی۔ سارہ کے خاموش آنسو رخساروں سے یوں پھسل رہے تھے جیسے کھڑکی کے شیشے پر بارش کے قطرے۔

☆☆☆

"سر، اگر آپ survive نہ کرتے تو شاید میں بھی لائف ٹائم سروائیو نہ کر پاتی۔" فری قدرے جھک کر داؤد علوی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہہ رہی تھی۔

داؤد علوی نے یہ سن کر آنکھیں موند لیں۔ چند لمحے اسی حال میں گزرے پھر انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں، زیر لب مسکرائے اور دایاں ہاتھ اپنے دل کی جگہ پر رکھ کر گویا شکریہ ادا کیا۔

"سر، اب آپ میرے mentor (اتالیق، جو تعلیم کے ساتھ تربیت بھی کرتا ہے) ہیں۔ بس آپ جلدی سے بیڈ چھوڑ کر روٹین پر آجائیں۔" فری اس وقت داؤد علوی کے ساتھ بالکل تنہا تھی کیونکہ ملاقات کے لیے یہ پابندی تھی کہ ایک وقت میں صرف ایک وزیٹر اندر جا سکتا ہے۔

اجازت ملتے ہی واصف اٹھا تھا مگر مریم نے اس کا ہاتھ دبا کر روک لیا تھا اور اشارہ کیا تھا کہ فری کو پہلے جانے دے تا کہ یہ پُرسکون ہو جائے اور باقی لوگ اپنا، اپنا کام سکون سے کرنے لگیں۔

”سر، آپ ابھی بات نہیں کر سکتے لیکن جیسے ہی آپ بات کرنے لگیں مجھے ضرور کانٹیکٹ کیجیے گا، میں فون پر آواز سن کر اچھی سی نیند سونا چاہتی ہوں...... کئی دنوں سے سو نہیں پا رہی...... میں زیادہ ٹائم نہیں لوں گی، باہر کافی لوگ ویٹ کر رہے ہیں...... all the best Sir۔“ یہ کہہ کر فری نے بہت توجہ سے داؤد علوی کا چہرہ دیکھا جو آنکھیں بند کیے نہ جانے کیا سوچ رہے تھے۔

digest library.com

☆☆☆

واصف بہت بے قراری سے اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ مریم اپنے سیل پر آفس کے کسی ورکر سے ترسیلِ پیغامات میں مصروف تھی۔

واصف ایسے ذہن رسا کا حامل نہیں تھا کہ باطنی آنکھ سے روحانی جائزے لے سکے مگر ایک الجھن کا کانٹا تو اٹکا ہوا تھا کہ فری یک دم داؤد علوی کو اتنی اہمیت کیوں دینے لگی؟ انداز ایسے تھے جیسے اُن کی قربت میں پلی بڑھی ہو...... داؤد علوی پر ایک لاشعوری استحقاق جتاتی ہوئی...... کسی کی پروا نہ کرتی ہوئی...... جیسے سمندر کی لہریں متعین کردہ راستے پر رواں دواں ہوتی ہیں، اس کے علاوہ ان کو کوئی دوسرا کام نہیں آتا۔

وہ اپنے خیالات سے چونک پڑا۔ سامنے سے فری اپنی چادر درست کرتی ہوئی مُسکیک رفتار آ رہی تھی۔ چادر پیشانی پر جھکی ہوئی تھی، آدھا چہرہ ماسک میں چھپا ہوا تھا۔

وہ ایک دم سنبھل کر بیٹھ گیا اور پلٹ کر مریم کی طرف دیکھا جو فری کو دیکھتے ہی مستعد ہو چکی تھی۔

”بس میں دو منٹ میں آتی ہوں پھر فری کو گھر چھوڑتے ہوئے آفس چلی جاؤں گی، وہاں بہت کام جمع ہو رہا ہے۔“ مریم نے ہاتھ اٹھا کر تمام انگلیاں جوڑ کر گویا درخواست کی۔

”اوکے میری خالہ، آپ جائیں...... میں تو یہیں ہوں۔“ واصف نے تسلی دی۔

مریم، فری کو کراس کرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ اس نے رک کر مہلت لینے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ فری، واصف کی طرف پشت کر کے کھڑی ہو گئی۔

واصف کو بیزاری کی لہروں نے اتھل پتھل کیا تو اس نے اندر لاؤنج میں بیٹھ جانے کو ترجیح دی اور فری سے یوں گزر گیا جیسے گھڑسوار سنگِ میل سے گزر جاتا ہے۔

☆☆☆

ماریہ اپنی جگہ ہق دق کھڑی تھی۔ نیا سوئپر بوائے، ذین کے کمرے سے جھاڑو لگا کر باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں پانچ ہزار کے نوٹ والا نیا کور پیکٹ تھا، پن کھلی ہوئی تھی، کافی نوٹ نکلے ہوئے تھے۔ لڑکا بالکل نیا تھا اور شاید بیچارے سولہ، سترہ سال کے غریب لڑکے نے پانچ ہزار کے اکٹھے اتنے سارے نوٹ پہلی بار دیکھے تھے۔ اس پر تو جیسے تپ لرزہ طاری ہو گیا۔ پیکٹ ماریہ کے حوالے کرتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

”یہ تمہیں کہاں سے ملے؟“ ماریہ نے بھی لرزتے دل کو سنبھالا۔

”میم...... وہ...... میں نے تھوڑی سی ڈریسنگ ٹیبل کھسکائی تھی تاکہ پیچھے سے کچرا نکال دوں، بیڈ کے نیچے سے بھی بہت کچرا نکلا ہے۔“ لڑکے نے ایک طرف پڑے ڈسٹ بن کی طرف اشارہ کیا جس میں ٹافیوں، چاکلیٹوں کے ریپرز، کیچپ، ساس وغیرہ کے ساشے، میڈیسن کی خالی اسٹرپس وغیرہ نظر آ رہی تھیں۔ لگتا تھا کہ آج بند گھر کی صفائی شروع ہوئی ہے۔ اس سے پہلے جو میڈ صفائی کر رہی تھی، آتے ساتھ ہی پریگننٹ ہو گئی تھی۔

تھوڑا سا کام کرکے اِدھر اُدھر گری پڑی نظر آتی تھی۔ نیچے فلور کا اسٹاف الگ تھا، دو جھاڑو لگانے والے، ایک پوچا لگانے والا، دو ڈسٹنگ کرنے والے...... جبکہ فرسٹ فلور پر صرف دو نوکر صفائی کرتے تھے۔ میڈ ایلیوری کے لیے روانہ ہوئی تو ہوم سرونٹ سپلائی دفتر سے یہ نیا لڑکا بلانا پڑا۔

ماریہ کو بہرحال ایک گہرے اطمینان نے تو آلیا۔ کم از کم اس نئے نوکر کی ایمانداری تو لگے ہاتھوں ثابت ہو گئی تھی۔ اس کے تعاقب یا نگرانی کی ضرورت نہیں تھی۔

”یہ مالکوں کی امانت ہے لیکن جانسن، میں اپنی طرف سے تمہیں انعام ضرور دوں گی۔“ ماریہ نے اب سنبھل کر حوصلہ افزائی کے ضمن میں بات کی۔

”نو میم، میں نے آپ پر احسان نہیں کیا، آپ کی چیز آپ کو دی ہے۔ میری ماں مرگئی تھی، مجھے معذور باپ نے محنت مزدوری کرکے پالا بھی اور آٹھویں کلاس تک پڑھایا بھی۔ میرا باپ معذوری کا بہانہ بنا کر بھیک بھی مانگ سکتا تھا مگر اس نے رلیاں (پلنگ پوش) بنا کر کمائی کی۔ دن رات سوئی دھاگے کا کام کرکے اب ان کی آنکھیں جواب دے گئی ہیں تو میں نے پڑھائی چھوڑ کر کام شروع کر دیا۔ مجھے آپ سے کوئی انعام نہیں چاہیے۔“

اس کی باتیں سن کر ماریہ کا دل بھر آیا، آنکھیں نم ہونے لگیں۔

زین کی عمر کا تو ہوگا، ایک کا بھر کر بھی نہیں دے رہا...... دوسرا خالی ہاتھ مگر سر سے پاؤں تک بھرا ہوا...... سیراب..... پیٹ بھر کر کھانا کھا کر خوشی سے رقص کرنے والا...... کائنات کا نوخیز امیر ترین نوجوان۔ ماریہ پانچ ہزار کے نئے نویلے نوٹوں پر نظر جمائے سوچ رہی تھی۔

”جانسن، ان پیسوں کا ذکر ثمینہ اور عرشلہ میم سے مت کرنا۔ یہ پیسے میں تمہارے سامنے زین صاحب کو دوں گی۔“ ماریہ کا لہجہ بہت معنی خیز تھا...... جانسن چونک پڑا۔

”میرے سامنے کیوں میم؟“

”اس لیے کہ میں بھی تو اس گھر میں جاب کرتی ہوں، فیملی ممبر تو نہیں ہوں۔ تم نے یہ پیسے مجھے ہینڈ اوور کیے ہیں، جس کے روم سے ملے ہیں اسی کو دیے جائیں گے۔ اسٹاف کے رومز چھت پر ہیں، روم نمبر 3 تمہیں دے دیا ہے، جب میں تمہیں فون کروں گی تم نیچے آجانا...... اس لیے کہ زین صاحب ابھی گھر سے باہر ہیں۔“

ماریہ کے لہجے میں پُراسراریت تھی جو جانسن تو سمجھ نہیں سکتا تھا۔

ماریہ نے پیکٹ کو پنکھا بنا کر دو تین مرتبہ ہوا لی۔ پیکٹ کا نمبر بتا رہا تھا کہ اس میں سے ایکس نوٹ نکالے جا چکے ہیں۔ نئے نوٹوں کی خوشبو آنچ کے حسن کی تھی۔

☆☆☆

”مجھے آج کی اپ ڈیٹ آج رات آٹھ بجے تک چاہئیں۔ فلورا کی جو میلو آئی ہیں میں واصف کی رپورٹ سے ٹیلی کرنا چاہتی ہوں۔“

عرشلہ تو شتر مرغ کی طرح ریت میں سر دے کر یعنی حقائق سے نظر چرانے کی کوشش میں خود کو کمرے میں قید کیے ہوئے تھیں، ماریہ کو سامنے پا کر ثمینہ اسی پر چڑھ دوڑیں۔

ماریہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھی، ایک دم ٹپٹا گئی۔ وہ تو انہیں بیڈ پر دراز دیکھ کر دوسرے کاموں میں مصروف ہوگئی تھی۔ وہ اب نرس نہیں تھی، ہاؤس منیجر، فون آپریٹر، آفس کوآرڈینیٹر اور بھی بہت کچھ تھی۔ تین لاکھ سیلری ہو چکی تھی۔ ایک لاکھ پر تو بطور نرس آئی تھی جبکہ شروع، شروع میں ماریہ کو دن میں ریسٹ دینے کے لیے ایک اور جز وقتی نرس کا انتظام کیا گیا تھا۔ جیسے، جیسے ثمینہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئیں اس نرس کو فارغ کر دیا گیا تھا۔

"یہ تم big amount (بڑی رقم) لے کر کیوں گھر میں واک کر رہی ہو؟" ماریہ نے ہر چند چھپانے کی نیت و کوشش کی تھی مگر وہ پیکٹ تو فولڈ نہیں کر سکتی تھی۔ زندگی میں شاید پہلی بار ماریہ نے وقتی طور پر مکمل اعتماد کھو دیا تھا۔

"وہ میم...... یہ میرے نہیں ہیں۔"

"وہ تو مجھے بھی پتا ہے۔ تم اتنا اماؤنٹ کیوں لے کر گھوم رہی ہو بھئی...... مگر یہ تمہیں دیے کس نے ہیں، تم تو اوپر سے آ رہی ہو؟" ثمینہ کی نگاہوں میں کسی عظیم رشوت خور "SHO" کی جاسوسی کی لپک تھی جو "شکار" کو دیکھ کر پلک نہیں جھپکتا اور ثابت کرتا ہے کہ "پکڑ ہی لیا"۔

ماریہ کے ذہن نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔ زین کے روم سے برآمدگی کا بتاتی ہے تو مشکل، کسی اور جگہ کا نام لیتی ہے تو موسلا دھار بارش جیسے سوالات کا سامنا۔ حلق بالکل بند ہو گیا تھا حالانکہ وہ پوری قوت سے آواز باہر نکالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

digest library.com

اس نے یک دم پیکٹ ثمینہ کی طرف بڑھا دیا جیسے انہی کے لیے لائی ہو مگر ثمینہ نے ہاتھ یوں پیچھے کیا گویا ڈنک لگنے کا اندیشہ ہو۔ دایاں ہاتھ تو ان کا چھڑی کے دستے پر تھا۔

"مجھے کیوں دے رہی ہو؟" اب انہوں نے غصے اور حیرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ ماریہ کو گھورا۔

"وہ میم...... جسٹ اے منٹ...... میں بتاتی ہوں۔ پلیز آپ پریشان نہ ہوں۔" ماریہ کے حلق میں کانٹے پڑے ہوئے تھے، بدقت گویا ہوئی۔

ماریہ کی حالت سے کسی بھی قسم کا شک و شبہ پیدا ہونا فطری امر تھا۔ ثمینہ کی پیشانی کی لکیریں گہری ہو گئیں بلکہ اب ان کا ہاتھ جو چھڑی کے دستے پر جما ہوا تھا لرزنے لگا تھا جیسے رعشہ طاری ہو رہا ہو۔

"میم...... یہ زین کے پیسے ہیں۔" ماریہ پھٹ پڑی اس لیے کہ دو ہی صورتیں تھیں یا تو سچ بتا دے یا کھڑے کھڑے مر جائے۔

ثمینہ کا ہاتھ چھڑی کے دستے پر تیزی سے کانپنے لگا۔ یوں محسوس ہوا کہ شاید وہ گر پڑیں گی۔ ماریہ نے آگے بڑھ کر انہیں بازو کے حصار میں لے لیا اور ثمینہ نے ماریہ کے سینے سے یوں سر ٹکا دیا جیسے بے پناہ کو جائے پناہ میسر آ گئی ہو۔

"ماریہ...... یہ تمہیں زین نے دیے ہیں؟" ثمینہ کی آواز لرز رہی تھی۔

"میم، وہ مجھے اتنا بڑا اماؤنٹ کیوں دیں گے؟ یہ تو مجھے سوچیر جانسن نے دیے ہیں۔ زین کے روم میں کہیں پڑے ہوئے تھے۔ آپ جانسن سے خود پتا کر لیں۔" اب ماریہ خوف کے پنجرے سے آزاد ہو کر کھل کر اڑان بھرنے لگی تھی۔

یہ سنتے ہی ثمینہ نے ماریہ کے ہاتھ سے پیکٹ جھپٹ لیا جیسے بلی کبوتر پر جھپٹتی ہے۔ آخر "مالِ مسروقہ" تھا۔ حالانکہ ہاتھ کپکپا رہے تھے، خود ماریہ کے سینے سے لگی تھیں، پیکٹ اپنے سینے سے لگا لیا جیسے مدتوں بعد ملنے والے شناسا کا خیر مقدم کر رہی ہوں۔ بات کرنا محال تھا، جذبات کا ہجوم تھا...... الفاظ گم تھے۔ ماریہ کو لے کر گویا زمین میں دھنس رہی ہوں۔ پورا وزن ماریہ پر ڈالا ہوا تھا۔

ماریہ پوری قوت سے ان کا وزن سہار کر آگے بڑھنے کی جدوجہد کر رہی تھی اور ثمینہ بار، بار پیکٹ کو دیکھ رہی تھیں۔ حیرت و صدمے کی کیفیت میں آنکھیں تک ابل پڑی تھیں۔

انہیں یہ ہوش نہیں تھا کہ کہاں کھڑی ہیں مگر یہ ہوش ضرور تھا کہ یہ "خزانہ" زین کے بیڈ روم سے برآمد ہوا ہے۔ اپنی فطرت کے حساب سے در و دیوار ہلانا چاہتی تھیں مگر ناتوانی رکاوٹ تھی۔ عجیب بے بسی کا عالم تھا۔

احتجاج، لعنت ملامت کے لیے الفاظ کا ذخیرہ موجود تھا مگر لرزتا وجود "جانے" سے نکلنے نہیں دے رہا تھا۔
اسی لمحے جانسن اپنی دُھن میں زینہ پھلانگتا نیچے آیا مگر ٹھٹک کر رک گیا۔ عجیب نظارہ تھا۔ مالکن، نرس کے سینے سے لگی تھیں اور نوٹوں کا پیکٹ سینے سے چپکا ہوا تھا۔
"جانسن ...... پلیز ہیلپ می ...... میم کو بیڈ تک لے جانا ہے۔"
"don't touch." ثمینہ نے ماریہ کی بات کاٹ کر انگلی کے اشارے سے جانسن کو فاصلے پر رہنے کی تاکید کی کیونکہ وہ سوئپر تھا۔
"اوکے ...... عرشلہ میم کا ڈور ناک کرو۔" ماریہ بدقت تمام ثمینہ کو "ڈھوتے" ہوئے قدم بڑھا رہی تھی۔
نظارہ ہی ایسا تھا کہ جانسن جست لگا تا عرشلہ کے بیڈروم کی طرف بڑھا اور اپنے ماحول اور تربیت کے حساب سے دستک دینے کے بجائے اس طرح دروازہ دھڑ دھڑایا گویا کوئی ولن دروازہ ٹھوکر سے کھول کر "یہ شادی نہیں ہو سکتی" کا نعرہ بلند کرتا داخل ہوتا ہے۔ جانسن کا بھی قصور نہیں تھا، صورت حال ہی نازک نظر آ رہی تھی۔ ماریہ سے ثمینہ سنبھالی نہیں جا رہی تھیں اور غریب جانسن "touch me not" تھا۔
اس نے صرف ایک مرتبہ دھڑ دھڑ نہیں کی بلکہ دروازے کو گاؤں کے مراثی کا ڈھول بنا دیا۔ لامحالہ عرشلہ نے دروازہ بدحواسی میں ہی کھولنا تھا۔ وہ نائٹ سوٹ میں تھیں جس کی شرٹ کمر سے چند انچ نیچے ہی تھی، بال بکھرے ہوئے، آنکھوں میں نیند کی گولی کا غلبہ ...... سینے پر ہاتھ رکھے دل کو پکڑ کر رکھنے کی جدوجہد بھی تھی۔
جانسن نے بولنے کے بجائے اپنی پشت پر اشارہ کیا کہ اُدھر دیکھیں۔
کاریڈور کے اختتام پر ماریہ اور ثمینہ نظر آ رہی تھیں۔ یہ وہ راستہ تھا جہاں سے وسیع و عریض لاؤنج شروع ہوتا تھا۔ اسی لاؤنج کی آخری حد سے دو طرفہ زینے اوپر جاتے تھے۔
عرشلہ سرپٹ دوڑیں، جانسن نے بھی تقلید کی حالانکہ وہ کچھ کرنے کی استطاعت سے محروم ہو چکا تھا کیونکہ وہ "ڈونٹ ٹچ می" تھا۔
"ممی ...... کیا ہوا ...... اور آپ یہ پیسے لے کر کیوں کھڑی ہیں؟" عرشلہ کے خمار آلود دماغ سے اسی قسم کے کلمات کی توقع کی جا سکتی تھی۔
"میم، پلیز ہیلپ می ...... پہلے میم کو ان کے روم میں لے کر جاتے ہیں۔ مجھے لگ رہا ہے کہ میم کا بی پی شوٹ کر رہا ہے۔ پہلے ان کو ٹیبلیٹ دیتی ہوں ...... آپ یہ پیسے میم سے لے لیں۔" ماریہ کے اندر اب ایک فرض شناس نرس کی روح طاقت پکڑ رہی تھی۔
"اوکے۔" عرشلہ نے بدحواسی کی کیفیت میں پیکٹ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ثمینہ نے سختی سے پیکٹ دبوچ لیا اور اشارے سے منع کیا۔
عرشلہ حواس باختہ ہو کر ماریہ کی طرف دیکھنے لگیں۔ جانسن بڑی معصومیت سے یہ "رسہ کشی" ملاحظہ کر رہا تھا۔ اسے عالیشان گھر کو اندر سے دیکھنے کا بہت شوق تھا۔ اس کے حساب سے تو اس وقت ہالی ووڈ کی کوئی تہلکہ خیز مووی چل رہی تھی۔
ثمینہ کو عرشلہ اور ماریہ نے دائیں بائیں سے تھام لیا۔ وہ چلتے، چلتے غافل ہو گئیں، کرنسی نوٹوں کا پیکٹ فرش پر آ رہا جو جانسن نے لپک کر اٹھایا اور عرشلہ کو تھما دیا۔
عرشلہ کے ذہن کا پردہ اب شفاف آئینہ بن چکا تھا۔ کبھی پیکٹ کی طرف، کبھی ماں کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ خواب آور گولی کا اثر یوں غائب ہوا جیسے گدھے کے سر سے سینگ ...... خوشبودار نوٹوں کا اپنا نشہ ہوتا ہے، خواہ امیر

کے پاس ہوں یا اتفاق سے غریب کے پاس۔

digest library.com

☆☆☆

فری آتے ہی لاؤنج میں صوفے پر ڈھے گئی اور کشن سینے پر رکھ کر آنکھیں موند لیں۔ سارہ چپ چاپ اس کے مقابل آ کر بیٹھ گئیں مگر انہوں نے لب کشائی میں پہل نہیں کی۔ ایک انجانا سا خوف زباں بندی پر مجبور کر رہا تھا مبادا ایسے الفاظ کا سامنا کرنا پڑے کہ گھنٹوں خود کو سمجھانا پڑے۔

فری کو بھی احساس تھا کہ ماں قریب ہی بیٹھی ہے مگر وہ آنکھیں موندے انجان بنی رہی۔

''شمسہ آئی ہوئی تھیں، کچھ دیر پہلے ہی گئی ہیں...... تمہیں کچھ کھانے کو دوں؟''

دو انسان قریب ہوں، جاگ رہے ہوں، رشتہ بھی براہ راست ہو تو طویل خاموشی کا جواز نہیں رہتا۔ سارہ ماں تھیں اور ہر جاندار کی ماں کو بچوں کی بھوک پیاس کا دھیان رہتا ہے...... پھر یہاں تو سامنے نڈھال اکلوتی بیٹی تھی جس کے سارے حسین خواب کسی صدیوں پرانے قبرستان کی طرف پرواز کر گئے تھے...... یتیمی اور بیوگی کا بھاری بوجھ اٹھا کر جی رہی تھی...... جیسے قدرتی آفات کے بعد اجڑی بستیوں کی بحالی کا کام برسا برس جاری رہتا ہے۔

بستی	بسنا	کھیل	نہیں
بستے	بستے	بستی	ہے

لیکن قدرتی آفت انسانوں کی بے حساب خوش فہمیاں، منصوبے لمحوں میں زیر، زبر کر دیتی ہے۔

''بیٹا...... زندگی میں قدرتی سکون کا ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ ہے اپنے اللہ سے کانٹیکٹ میں رہنا۔ ہماری نماز یہی سلیقہ سکھاتی ہے۔ اکیلے میں اللہ سے باتیں کرنے سے بھی بہت سکون ملتا ہے۔ جب تم قاریہ انابیہ فاطمہ سے قرآن پڑھتی تھیں تو انہوں نے کتنی سمجھداری سے تمہیں نماز پر لگا دیا تھا۔ ظہر اور عصر وہ تمہارے ساتھ پڑھ کر گھر جاتی تھیں۔ ان دنوں میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا، کسی سے ذکر تک نہیں کرتی تھی کہ کہیں میری چھوٹی سی بیٹی کو نظر نہ لگ جائے...... پھر تمہارے گریڈ بڑھتے گئے، اسکول سے واپسی دیر سے ہوتی، قرآن ختم ہوتے ہی یہ روٹین بھی ختم ہوگئی۔ میں تمہیں یاد دہانی کراتی رہی مگر آہستہ آہستہ سب کچھ بدل گیا۔ انابیہ نے ساری مسنون دعائیں تمہیں یاد کرائی تھیں۔ چار سال کے بچے کی میموری بہت شارپ ہوتی ہے، اس عمر میں جو یاد کر لے بھولتا نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں وہ سب دعائیں اب بھی یاد ہوں گی۔'' سارہ بہت محتاط اور محبت بھرے لہجے میں مخاطب تھیں۔ وہ شعوری طور پر داؤد علوی کو موضوع بنانے سے احتراز کر رہی تھیں۔

''یاد ہیں ماما...... سب یاد ہیں...... لاسٹ والی سکس سورتیں بھی یاد ہیں، آیت الکرسی بھی یاد ہے، سورۂ حشر کی لاسٹ آیات بھی یاد ہیں...... سورۂ توبہ کی last two verses (آخری دو آیات) 128-129 بھی یاد ہیں۔'' فری اب آنکھوں پر بازو رکھے خود کلامی کے انداز میں جواب دے رہی تھی۔ ''اور ہاں ماما، سب کلمے بھی یاد ہیں...... ڈونٹ وری۔''

مسرت کی انتہائی کیفیت نے سارہ کے وجود پر لرزہ طاری کر دیا۔ ان کا دل چاہا چیخ، چیخ کر رونے لگیں کہ...... در و دیوار ہل جائیں۔ انہوں نے بحیثیت ماں، بیٹی پیدا ہونے اور پروان چڑھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی مگر سالار صاحب کے لاڈ پیار سے من مانی پروان چڑھنے لگی۔ وہ منع کرتی تو ماحول میں انتشار کا اندیشہ پیدا ہوتا تھا۔

سارہ کی روحانی مسرت کمال کو چھو رہی تھی...... یہ جان کر کہ اسے سب یاد ہے بلکہ وہ ماں کو اس طرح جواب دے رہی تھی جس طرح ماں کو اس کا منصب مدِنظر رکھ کر دیا جانا چاہیے۔

''اچھا آج ماما کو کوئی دعا سناؤ جو انابیہ نے تمہیں یاد کرائی تھی۔'' سارہ کا اشتیاق دیدنی تھا، آخر ان کے جگر کا

ٹکڑا انہی کا DNA تھی۔

"اس سے کیا ہوگا ماما؟" فری نے فوراً آنکھوں سے بازو ہٹا کر قدرے الجھی ہوئی نظروں سے سارہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے خوشی ملے گی..... اور تمہیں ثواب..... اور تمہیں پتا ہے ثواب پوزیٹو انرجی کو کہتے ہیں۔" سارہ کو یوں محسوس ہو رہا تھا گویا صدیوں ترسنے کے بعد انہیں کوئی خوشی ملی ہو۔

فری اب یادداشت پر زور ڈالنے لگی کیونکہ مدت سے یہ سب اس کی پریکٹس میں نہیں تھا۔

"میں پڑھ تو رہی ہوں مگر یوٹیوب پر بھی چیک کرلوں گی۔"

پھر اس نے ایک دعا بسم اللہ پڑھ کر سنا ہی دی۔

(ترجمہ): "اے اللہ، میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ تیری دی ہوئی نعمت کو زوال آجائے، میرے کسی گناہ کی وجہ سے اچانک کوئی سزا وارد ہو جائے، تقدیر کی برائی آنکلنے سے اور اس بات سے کہ تیرا غصہ مجھ پر نازل ہو۔"

فری نے دعا عربی میں پڑھی تھی اور آنکھیں بند کر کے پڑھی تھی۔ سارہ کا بلڈ پریشر بلند ہونے لگا، آنسو گرنے لگے، اس کے بعد ہچکیاں بندھ گئیں۔ فری چھلانگ مار کر صوفے سے اتری اور ماں کے پہلو میں بیٹھ کر اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

"what happend?..... کیا ہوا..... کیا میں نے کوئی mistake کی ہے..... ماما..... آپ اس طرح کیوں رو رہی ہیں؟ ماما، پلیز یہ نہ کریں ورنہ میں آپ سے زیادہ رو کر دکھا سکتی ہوں۔" فری نے بے بسی کے عالم میں دھمکی سے کام لیا۔

"نہیں..... میری جان..... میں تو خوشی کی وجہ سے رو رہی ہوں..... بہت بھاری قیمت ادا کی ہے میں نے اس

گھر کے ہر فرد کے لیے
پاکیزہ کے باذوق قارئین کے لیے خوشخبری

ماہنامہ پاکیزہ
کون خوابوں کے پار رہتا ہے

خوابوں، خیالوں اور تخیلات کی دنیا ہمیشہ ہی مسحور کن لگتی ہے۔ سنہرے اور روپہلے خوابوں پر نہ کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ امنگوں، آرزوؤں کی تکمیل میں تخیلاتی دنیا بھی معاون ہوتی ہے تو کبھی انسان مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں مایوسی بھی آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حسین داستاں اور خوابوں کی تعبیر ...... ایسے ہی تو بنتی ہے ایک دلکش تحریر

مایہ ناز، قلمکار، ہردلعزیز ناول نگار محترمہ

افشاں آفریدی

کے ماہرانہ انداز بیان کا ایک اور دلکش، حسین و پرلطف قسط وار ناول

جلد ہی ماہنامہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جارہا ہے

خوشی کی...... میری بیٹی میرے ساتھ ہے، حقیقت میں ساتھ ہے، مجھے خبر ہے، محسوس کرتی ہے۔'' اور یہ کہتے، کہتے کرب سے سارہ نے ہونٹ دانتوں تلے دبالیا۔ ''اور میرا احساس کرتی ہے۔'' سارہ نے وارفتگی سے فری کی پیشانی، رخساروں کے بوسے لیے...... وہ فدا ہو رہی تھیں۔

''ماما، اگر دعا سنانے سے آپ کو اتنی خوشی ملتی ہے تو پھر اس میں daily آپ کو سب دعائیں سنایا کروں گی۔'' فری نے کمالِ سادگی اور معصومیت سے وعدہ کیا۔

لے دے کے ماں ہی تو اثاثہ تھی اور اتنی قناعت پسند کہ صرف دعا سن کر ہی خوشی سے رونے لگ پڑی۔

''بیٹا، یہ دعائیں ماں کو نہیں سناتے...... اللہ کو سناتے ہیں۔''

''اوکے ماما...... میں اللہ کو سنا دیا کروں گی اور آپ کو میسج کر دیا کروں گی کہ میں نے اللہ کو سنا دی ہیں۔'' فری کے نزدیک اس وقت اس بات کی سب سے زیادہ اہمیت تھی کہ آج اس نے ماں کو بہت خوش کیا ہے۔ سارہ نے...... بے اختیار اس کا رخسار چوم لیا۔

''مجھے میسج کرنے کی ضرورت نہیں میری جان، آپ نے دعا کی اللہ نے سن لی اور بس۔''

سارہ کو اپنا وجود پھول کی طرح ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔

digest library.com

☆☆☆

مہ لقا کو حتی المقدور روکنے کی کوشش کی گئی تھی مگر اس نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا تھا۔ کاؤنٹر پر کے مار، مار کر دھمکیاں دی تھیں۔

''ایک ہی بھائی ہے میرا...... میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں کہ واقعی وہ ہوش میں ہے یا تم لوگ بل بنانے کے چکر میں ہمیں بیوقوف بنا رہے ہو۔''

اب اس کے بعد تو سب نہتے ہو گئے۔ روکنے کی دلیل ڈھونڈے نہ ملی۔ سیکنڈ ہاف گزر رہا تھا، ایک بڑی ٹرانزیکشن مہ لقا کی رضامندی سے ہونا تھی۔ واصف بھی پشت پر ہاتھ باندھے بے بس نظر آیا۔ اس وقت اپنی عزت اپنے ہاتھ والی صورتِ حال تھی۔

''مسٹر واصف، kindly آپ میم کو فالو کریں، ان کے ساتھ رہیں۔'' سینئر اسٹاف نرس نے اپنے ناگواری کے تاثرات چھپاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں واصف کو تاکید کی۔

واصف نے دل پر ہاتھ رکھ کر اشارے سے ''ok'' کہا۔

''یہ میرا گارڈین ہے یا میں مینٹل کیس ہوں...... کیا سمجھا ہے مجھے؟'' مہ لقا نے پلٹ کر غضب ناک نظروں سے واصف کو گھورا۔

''میم، یہ ایشوز کری ایٹ کرنے کا ٹائم نہیں۔ علوی صاحب بھی آپ کا ویٹ کر رہے ہوں گے، آخر آپ بھی تو ان کی سنگل سسٹر ہیں۔ مجھ سے آپ کا پوچھ بھی رہے تھے۔'' واصف نے نہایت دانش مندی سے صورتِ حال قابو کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ مہ لقا کے تاثرات تبدیل ہو گئے۔ اب اعصاب پر زخمی بھائی سوار ہو گیا۔ وہ برق رفتاری سے لفٹ کی طرف بڑھیں، واصف ان کے تعاقب میں گیا۔

☆☆☆

''ابھی بلا وزین کو...... مجھے کچھ نہیں پتا۔'' ثمینہ بیڈ پر دراز تھیں، نوٹوں کا پیکٹ سرہانے دائیں جانب رکھا ہوا تھا۔ عرشلہ پاؤں کی طرف بیٹھی آہستہ، آہستہ ماں کے پاؤں دبا رہی تھیں۔ گویا ماں کو پرسکون رہنے کی خاموش تاکید کر رہی ہوں۔ ماریہ دوا کھلانے کا فرض ادا کر کے خاموش نئے حکم کی منتظر تھی۔

''ممی، وہ خود ہی اس وقت تک آجاتا ہے۔جیسے ہی آتا ہے میں آپ کے پاس لے کر آؤں گی...... پلیز ٹینس نہ ہوں، طبیعت خراب ہوگئی تو آپ پھر suffor کریں گی...... پلیز ممی۔'' عرشلہ منت خوشامد کررہی تھیں۔

''ہاں تو پھر چیک کرو...... وہ تو آ کر روم میں بند ہوجاتا ہے۔ او مائی گاڈ، میں جھولے سے سنبھولیا اٹھا کر لائی اور خوب دودھ پلایا۔ یہ تو چور، ڈاکو کا DNA ہے...... مائی گاڈ، وہ میری ڈائمنڈ رنگ...... میری ماں کی رولیکس واچ، بھی پانچ غائب بھی پندرہ غائب...... اور ہاں، وہ میری سفائر (نیلم) پینڈنٹ تو ابھی تک مسنگ ہے...... ویسے تو میں نے ٹھیک سے تلاش بھی نہیں کیا مگر مجھے اب ڈر ہے کہ وہ بھی اب کبھی نہیں ملے گی۔'' ثمینہ نے یوں دل تھاما گویا سینے سے نکل بھاگے گا۔

''ممی، کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ آپ نے تو اسے ''tag'' ہی لگا دیا۔ پہلے پتا تو کرلیں کہ یہ کرنسی نوٹ اس کے ہیں بھی یا نہیں؟'' عرشلہ کے نازک ذہن پر لفظ چور، ڈاکو بارودی دھماکے سے کم نہیں تھا۔

''خاموش رہو...... مال کھانے والے کی سوچ میں اور مال کما کر کھلانے والے کی سوچ میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے...... ڈارلنگ، تم بھولا بھولو...... مگر عامر کے ساتھ یا واصف کے ساتھ۔ میں ذرا زین سے نپٹ لوں پھر تمہارے ہوش ٹھکانے لگاتی ہوں۔ تم نے ہر وقت اس کو ہر طرح سے سپورٹ کیا، راتوں کو لیٹ آتا ہے تو صاف ظاہر ہے باہر روبری (ڈکیتی) کرتا ہے۔ اس کا کون سا بینک اکاؤنٹ ہے جہاں سے یہ قائد اعظم لے کر آیا ہے۔ کہیں واردات ڈالی ہے، اپنا حصہ لے کر آیا ہوگا۔'' ثمینہ کی سانس دھونکنی کی طرح چل رہی تھی مگر بولنے سے باز نہیں آرہی تھیں۔ اتنے سفاک بے رحم الفاظ کہ عرشلہ کے حواس جواب دینے لگے۔

ڈکیتی، واردات، حصہ...... کتنی طاقت تھی ان الفاظ میں کہ ایک ایٹم بم تیار ہوجائے۔ عرشلہ کی استطاعت کے حساب سے تو ایسا ہی تھا۔

''ممی...... پلیز...... سٹاپ...... میں زین کو لے کر آتی ہوں۔'' عرشلہ ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

''دیکھو داؤد، گزرا وقت واپس نہیں آتا۔ مجھے نہیں پتا کہ اب تمہیں عرشلہ سے کیا لینا دینا ہے اور تم مجھے بتائے بغیر اس سے کانٹیکٹ میں ہو۔''

داؤد علوی کی حالت ہر طرح سے خطرے سے باہر تھی مگر آکسیجن لیول مستحکم رکھنے کے لیے بلاتوقف آکسیجن دی جارہی تھی۔

واصف نے چکراتے دماغ کو بمشکل سنبھالا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ آکسیجن کی سپلائی جاری تھی ورنہ بہن صاحبہ نے تو بم شیل گرا ہی دیے تھے۔

''ایک منٹ سسٹر۔'' واصف نے بلاوجہ ہی دور کھڑی فائل سنبھالتی نرس کو آواز دے کر گویا پھونک سے دھواں منتشر کرنے کی کوشش کی اور کن انکھیوں سے ساتھ ساتھ داؤد علوی کی طرف بھی دیکھا کیونکہ باقاعدہ عرشلہ کا نام لیا گیا تھا۔

داؤد علوی کی ہیرے کی کنیوں کی طرح دمکتی پتلیاں مرلقا کے چہرے پر جمی تھیں، پلک جھپکنے کا عمل معطل تھا۔ بظاہر تاثرات سے خالی آنکھیں تھیں۔

''ڈاکٹر نے زیادہ بات چیت سے منع کیا ہوا ہے۔ بہت ہی بدتمیز اسٹاف ہے...... بہن کو بھائی سے ملنے سے روکتے ہیں...... شیم آن...... مگر تم فکر نہ کرو، مجھے ہر طرح کی غنڈا گردی سے نمٹنا آتا ہے۔ بس میں تو تاکید کرکے جاؤں گی مگر تم بھی کہہ دینا کہ کسی عرشلہ نام کی عورت کو داؤد سے ملنے کی اجازت نہیں ہے...... اچھا میں چلتی ہوں۔ پانچ منٹ سے زیادہ ہوگئے تو یہ کمبخت مجھے دوبارہ ملنے نہیں دیں گے۔ تمہیں ہوش میں دیکھ کر دل کو سکون مل گیا......

میرے بھائی کی خیر ہو..... گولی مارنے والوں کی ٹانگیں ٹوٹیں۔'' یہ کہہ کر مہ لقا نے داؤد علوی کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا اور پلٹ کر خونخوار نظروں سے نرس کی طرف دیکھا۔

''ٹائم نوٹ کر لو اسٹاف..... پانچ منٹ سے زیادہ نہیں رکی..... حد ہے ان ''دو ہوتوں'' سے۔ زندہ، مُردہ سب پر قبضہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں۔'' مہ لقا بولتی ہوئی جھٹکے سے دروازہ کھول کر باہر نکل گئیں۔

پھر یوں لگا گویا بارانِ رحمت برسنے لگا ہو۔

اسٹاف کو تو آئے روز ایسے حالات واقعات سے گزرنا پڑتا ہے۔ نرس پر تو مہ لقا کی گل افشانی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا مگر واصف کی جان پر بن آئی تھی۔ اب اسے داؤد علوی کو فیس کرنا تھا، جھوٹ وہ بول نہیں سکتا تھا۔

داؤد علوی نے سینے پر دھرے ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کیا کہ وہ قریب آئے۔

واصف فوراً ان پر جھک گیا۔ اس نے دیکھا وہ کچھ کہنے کی کوشش کر رہے تھے مگر چہرے پر آکسیجن ماسک فٹ تھا، نرس بھی لپک کر آ گئی۔

''سر، پلیز..... بات نہ کریں۔ بار، بار آپ کا آکسیجن لیول 90 سے نیچے آ جاتا ہے۔'' نرس نے بہت مؤدبانہ درخواست کی۔

واصف نے داؤد علوی کا بیڈ پر رکھا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور جھک کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا پھر چوم لیا۔

''سر، صرف چوبیس گھنٹے کی بات ہے، کل صبح آپ کو وارڈ کے لیے لے جائیں گے..... آپ بالکل ٹھیک ہیں، بس اب آپ کی will power کام دکھائے گی۔ میں ہر وقت آپ کے آس پاس ہوں، عالی شان اور عالی جاہ کو بھی کانٹیکٹ میں رکھے ہوئے ہوں۔ آپ کی خیریت کا سن کر بہت خوش ہیں۔''

واصف نے مقدور بھر تسلی و تشفی کے کلمات ادا کیے مگر اس کا کیا کرتا جو کانٹا مہ لقا، داؤد علوی کے قلب میں اٹکا کر جا چکی تھیں۔

واصف کو محسوس ہوا کہ داؤد علوی نے مسکرانے کی کوشش کی ہے۔

''سر، سب لوگ آپ کے لیے دل سے دعائیں کر رہے ہیں۔ آپ پہلے کی طرح بالکل نارمل ہو جائیں گے۔ سر، دعا میں دوا سے زیادہ پاور ہوتی ہے۔ آپ پہلے سے زیادہ energetic نظر آئیں گے..... ان شاء اللہ۔''

واصف کے وجود سے خارج ہونے والی پرخلوص لہریں داؤد علوی کے وجود میں حلول کر گئیں۔ انہوں نے یوں آنکھیں موند لیں جیسے شیر خوار سیراب ہو کر غافل ہو جاتا ہے۔ واصف نے مشینوں پر نظر دوڑائی، وہاں کوئی خطرے کا الارم نہیں تھا۔

بندھے جکڑے داؤد علوی کو مہ لقا، عرشلہ نام کی زنجیر سے مزید جکڑ چکی تھیں۔ واصف کو اپنی اگلی جواب دہی بے سکون کر رہی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

گھر میں داخل ہوتے ہی زین کو ماریہ نے آ لیا جو مکمل چوکس حالت میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔

بلیو ٹائٹ جینز، گلابی ٹی شرٹ، کلائی میں بلیک بینڈز، بالوں کی پونی، ایک کان میں بالی، گلے میں سونے کی چین، پشت پر لٹکا ہوا برانڈڈ کالج بیگ، برانڈڈ جوگرز..... ماریہ کو سامنے ستون کی طرح استادہ دیکھ کر پہلے ٹھٹکا پھر بگڑ گیا۔

''کیا پرابلم ہے؟ mind your business''

''ثمینہ میم بلا رہی ہیں۔'' ماریہ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

زین، ثمینہ کا نام سن کر بری طرح چونکا کیونکہ یہ پہلی بار ہوا تھا کہ گھر میں داخل ہوتے ہی ثمینہ نے اپنے حضور

طلب کیا ہو۔ معمولات تو یہی تھے کہ سیدھا اپنے بیڈ روم میں جاتا تھا، کچھ دیر سیل فون استعمال کرتا پھر فریش ہو کر اپنے روم میں ہی لنچ منگوا لیتا...... پھر مغرب تک پڑا سوتا رہتا۔ اس لیے اس کی حیرت حد سے گزر رہی تھی۔

"فریش ہو کر آتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ آگے بڑھا۔

"نہیں، میم سے ملے بغیر اوپر نہیں جانا، وہ desporatoly (بہت شدت سے) آپ کا ویٹ کر رہی ہیں۔" ماریہ راہ میں مزاحم ہو گئی۔

"ماما کہاں ہیں؟" اب زین کی آنکھوں سے فکرمندی جھلکنے لگی۔

"وہیں ہیں...... میم کے روم میں۔"

زین چند لمحات کے لیے گہری سوچ میں ڈوبا پھر چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

"Okey." یہ کہہ کر وہ ثمینہ کے بیڈ روم کی طرف بڑھ گیا۔ ماریہ اس کے تعاقب میں چلی۔

دونوں آگے پیچھے ثمینہ کے بیڈ روم میں داخل ہوئے۔ زین پر نظر پڑتے ہی عرشلہ گھبرا کر بیڈ کے کنارے سے اٹھ کھڑی ہوئیں اور خوفزدہ نظروں سے ماں کی طرف دیکھا۔

ثمینہ کو تو کوئی برقی جھٹکا لگا تھا، حیرت انگیز طور پر بغیر کسی کی مدد کے اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ عرشلہ اور ماریہ کی جان پر بن آئی جبکہ زین حیران پریشان باری، باری سب کو دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ تھا سمجھ سے بالاتر تھا۔

"بھوکے ننگے ہو...... روڈ پر پڑے ہو......؟ جس تھالی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو...... ابھی پولیس کو کال کرتی ہوں...... ساری زندگی جیل میں سڑو گے...... کوئی نہیں ہے تمہیں رونے والا۔"

ثمینہ پوری طاقت سے چیخ رہی تھیں۔ ماریہ نے ہمت کر کے ان کو تھامنے کی کوشش کی تو بری طرح ان کے ہاتھ جھٹک دیے اور ہاتھ اٹھا کر تھپڑ مارنے کی دھمکی بھی دی۔

"نانو، ہوا کیا ہے...... کیوں مجھے جیل کرانے کی تھریٹ کر رہی ہیں؟" زین اب زیادہ دیر خاموش رہ کر برداشت کرنے کے قابل نہیں رہا تھا، جواباً ہسٹریائی انداز میں چیخا۔

"تو...... تو...... زین!" عرشلہ بدحواس ہو کر اس کی طرف بڑھیں۔

"یہ تمہارا باپ دے کر گیا ہے؟ آواز اونچی کی تو گلا دبا دوں گی...... کس نے دیا ہے تمہیں یہ ہیوی اماؤنٹ؟" ثمینہ نے پاگلوں کے انداز میں پیکٹ اٹھا کر زین کے سامنے پھینکا۔

زین کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ تو عالم بیہوشی میں بھی اس پیکٹ کو پہچان سکتا تھا۔ ایک مہینے سے وہ اس پیکٹ کو ڈھونڈ، ڈھونڈ کر پاگل ہو چکا تھا۔ ذہن بار، بار ماریہ کی طرف جاتا تھا کہ وہی سارے گھر میں آزادی سے گھومتی پھرتی ہے مگر مشکل یہ تھی کہ وہ ایک بڑی رقم کی بابت اس سے پوچھ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اس نے خون آشام نظروں سے ماریہ کی طرف گھورا اور اس کی گھورتی نظروں کو ثمینہ اور عرشلہ دونوں نے پکڑا۔

"ماریہ کی طرف کیا دیکھ رہے ہو؟ مجھ سے بات کرو۔" ثمینہ پھر چیخیں۔

ماریہ نگاہ بچا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

"مجھے نہیں پتا کیا چکر ہے۔ مجھے اتنے سارے کرنسی نوٹ کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے تو پوری لائف میں اتنے سارے نوٹ نہیں دیکھے۔" اب زین نے بڑی مہارت سے پینترا بدلا اور بڑی بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"ماریہ......!" ثمینہ زور سے چلائیں۔ عرشلہ بدحواس ہو کر بیڈ پر چڑھ گئیں۔

"جی میم؟" ماریہ نے پرسکون لہجے میں جواب میں سوال کیا۔

"بتاؤ اسے، یہ تمہارے پاس کیسے آئے؟" ثمینہ کی بات سے زین کا شک یقین میں بدل گیا۔ گویا فسادی جڑ ماریہ ہی تھی۔

"مجھے جانسن نے دیے ہیں۔ اسے صفائی کرتے ہوئے زین کے روم سے ملے ہیں۔ بتا رہا تھا کہ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کھسکائی تو یہ پیکٹ بیک پر کہیں پھنسا ہوا تھا، موومنٹ کی وجہ سے نیچے گر گیا، اس نے اٹھا کر مجھے دے دیا۔" ماریہ یوں گویا ہوئی جیسے مجسٹریٹ کے سامنے بیان ریکارڈ کرا رہی ہو۔ زین کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ درحقیقت اس کی ساری طراری ہوا ہوگئی۔ اب اس کی وحشتوں کا مرکز ماریہ بن رہی تھی۔ "لوئر مڈل کلاس کی ایک نرس یہ اماؤنٹ چھپا بھی تو سکتی تھی...... مگر یہ مجھے اس گھر سے نکالنا چاہتی ہے اس لیے تبر بتا رہی ہے۔"

"خاموش کیوں ہو؟ بتاؤ ممی کو کہاں سے آئے ہیں اتنے سارے نوٹ؟" عرشلہ کی حالت بگڑنے کے قریب، قریب تھی۔

digest library.com

"نہیں بتاتا...... آپ کے اکاؤنٹ سے تو نہیں نکالے، آپ اپنا اکاؤنٹ چیک کرلیں۔ آپ مجھے جیل کرا ئیں یا سمندر میں پھینک دیں، نہیں بتاؤں گا...... جو مرضی کرلیں۔ امیروں کا گیٹ اپ کرکے غریبوں کی طرح سوچتے ہیں...... ایک، ایک پینی (سکے) پر جان نکلتی ہے...... یہ میرے پیسے ہیں۔" یہ کہہ کر زین نے جھپٹ کر پیکٹ اٹھا لیا۔

"ہمت ہے تو بلائیں پولیس کو۔" زین نے پیکٹ اپنے بیگ کی زپ کھول کر جس انداز میں ٹھونسا...... تینوں چند لمحات کے لیے سکتے کی کیفیت میں آگئی تھیں۔

"listen Nano." اب وہ ثمینہ سے براہ راست مخاطب ہوا۔

"نہیں ہوں میں تمہاری نانو۔" ثمینہ اس مرتبہ چلائیں تو کھانسی شروع ہوگئی۔ ماریہ جلدی سے ان کی پشت سہلانے لگی۔ عرشلہ نے پانی کا گلاس اٹھایا۔

"مجھے پتا ہے آپ میری نانو نہیں ہیں...... یہ میری مام نہیں ہیں۔" زین نے عرشلہ کی طرف اشارہ کیا۔

عرشلہ اور ثمینہ کے حواس جواب دے رہے تھے۔ زین کی ڈھٹائی، غراہٹ اور بے خوفی سے پیکٹ اٹھا کر بیگ میں رکھنا حواس معطل کرنے کو کافی تھا۔ وہ یوں کھڑا تھا گویا اس گھر کا حقیقی مالک وہی ہو۔

"ماریہ، پولیس کو فون کرو...... گارڈ کو بولو یہ گھر سے جانے نہ پائے...... یہ کوئی شے ہے...... اس کی حقیقت کا پتا لگنا چاہیے۔" ثمینہ غصے کی شدت سے کانپ رہی تھیں۔

"ممی...... یہ زین ہے...... آپ کیا بولیں گی پولیس کو......؟ ممی، پلیز آپ ریلیکس کریں، میں آرام سے پوچھوں گی تو مجھے بتادے گا۔" عرشلہ کے پاس اس وقت صرف منت سماجت کرنے کی صلاحیت باقی بچی تھی۔

"مجھے اور پیسے چاہئیں...... almost... ten millions (تقریباً ایک کروڑ)...... ابھی کے ابھی...... آج ہی گھر چھوڑ دوں گا...... ہر شے فار سیل ہے آپ لوگوں کے لیے...... سب کچھ خرید لو...... بچے خرید لو...... بڑے خرید لو...... میں ایک پارسیل ہوا ہوں لیکن آپ لوگوں نے ابھی تک فل حساب نہیں کی...... انسٹالمنٹ والا پروجیکٹ بنایا ہوا ہے...... بلائیں پولیس کو...... مگر میں ایسا تماشا کروں گا کہ آپ لوگ مجھ سے معافی مانگیں گے...... عرشلہ میم...... بتائیں میں کون ہوں......؟ کتنے ظالم ہیں آپ لوگ...... زندہ انسانوں کو میڈیسن کی طرح خریدتے ہیں۔" زین اتنی زور سے چیخا کہ اس کی آواز پھٹ گئی۔

"عرشلہ میم" یہ لفظ ہتھوڑا یا پتھر نہیں تھا، کراما کاتبین کا "گرز" تھا۔

عرشلہ تیورا کر کھڑے سے گر گئیں۔

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا ق[illegible] ہے۔
محبت [illegible]گی و بے ساختگی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ’’[illegible]‘‘ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت علیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

[illegible] کے آدم وحوا کی کہانی

قسط نمبر 25

ماریہ کو زین نے ایک چونکا دینے والی سوچ دی تھی، گویا کرۂ ارض سے پرواز دے کر کسی ’’بلیک ہول‘‘ سے گزار دیا تھا۔ اسے یوں محسوس ہورہا تھا...... وہ ہمدردی، وفاداری، صبر جیسی انمول تو انائیاں، خود غرض، بے رحم سمندر کی جھاگ، جھاگ لہروں کے سپرد کررہی تھی۔ اس کی انا کا تقاضا اور حالات کی مجبوری اسے ایک بہترین تاثر پیش کرنے کی ذمے دار تھی...... کیا وہ واقعی اتنی اچھی ہے کہ وفاداری اس پر ختم ہے؟ یا مجبوریاں اسے وفاداری کے

نام پر کسی سمجھوتے سے زنجیر پہنا رہی تھیں...... اور یہی حقیقت ہے کہ سچ کی وضاحت و تشریح نہیں ہوتی...... سچ خود بتاتا ہے کہ "میں ہوں" جیسے "آفتاب آمد بر دلیلِ آفتاب"۔

سورج کا ظاہر ہونا ہی سورج کے ہونے کا اعلان ہوتا ہے...... سچ روح میں یوں اترتا ہے جیسے صحرا کی خاک بارش کے اولین قطروں کو آغوش میں لے کر گم کر دیتی ہے...... مگر خوشبو ترجمانی کرتی ہے کہ اس خاک میں قدرے پانی نے تصرف کیا ہے۔

digest library.com

فیملی ڈاکٹر، عرشلہ اور ثمینہ کو فرسٹ ایڈ دے کر جا چکا تھا...... فی الوقت دونوں غافل تھیں، انہیں ماریہ کی کسی "سروس" کی ضرورت نہیں تھی۔

مگر ماریہ، زین کے کمرے کے باہر یوں بے قراری سے طواف کر رہی تھی گویا...... گھونسلا تباہ ہونے کے بعد پرندہ اپنے ٹھکانے کے ارد گرد گھومتا نظر آتا ہے، وہ بار، بار زین کے بیڈ روم کے بند دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ دستک دینے کا حوصلہ نہیں تھا۔

جنگیں، لڑائیاں نگر کے لوگوں سے کسی بھی وقت وقوع پزیر ہو سکتی ہیں۔ لیکن اُس جان سے اُلجھنے میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ جو صرف موت خریدنے میدانِ کارزار میں اترتا ہے۔

اسے بہت کچھ جاننے کی بے قراری تھی...... تا کہ وہ اپنی توانائیاں درست سمت میں خرچ کرے۔ جبکہ وہ بہت ہی اچھی طرح جانتی تھی کہ زین اس پر نظر پڑتے ہی آپے سے باہر ہو سکتا ہے۔ لیکن جو زندگی میں آسانیاں اس نے اس گھر سے پائی تھیں اس کی طرح کے لوئر مڈل کلاس کے لوگ صرف خواب ہی دیکھ سکتے ہیں۔ اسے پینے کو سب سے ستھرا پانی ملتا تھا...... غذائیت سے بھرپور خوراک ملتی تھی، تنخواہ اتنی پرکشش تھی کہ ایک بڑی رقم اس کے کھاتے میں جمع ہو جاتی تھی۔ اس وقت وہ لاکھوں کے بینک بیلنس کی مالک تھی، ماں کو چیک اپ کے لیے لے جانا ہوتا تو عرشلہ کی بلیک مرسڈیز یا ثمینہ کی فورچونر تیار ملتی...... جس انسان کے خمیر میں شکر گزاری ہو اس کے ضمیر کی آواز بہت تیز ہوتی ہے، ناشکری جو کچھ بہترین ہوتا ہے وہ چھین لیتی ہے۔

وہ سب کچھ فیس کرنے کے لیے تیار تھی بس وہ حقائق کے ساتھ زندہ رہنا چاہتی تھی۔ پھر شاید مرتکز لہروں کا کمال تھا جو شاید زین تک پیغام رسانی کر رہی تھیں۔ زین کے بیڈ روم کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا اور اس سے زیادہ زوردار جھٹکا اسے ماریہ کو سامنے پا کر لگا تھا۔

زین نے خفگی سے نگاہوں کا زاویہ بدل لیا اور نوجوان پیشانی پر ان لکیروں کی جگہ واضح ہوئی جو ادھیڑ عمری میں مستقل نقش ہوتا تھیں۔

"ایکسکیوزمی زین...... مجھ سے بات کیے بغیر روم سے باہر نہ آنا......" ماریہ لپک کر زین کے مدِمقابل کھڑی ہو گئی تھی۔

زین کا غصہ اپنی راہ لگا اب وہ حیرت سے ماریہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماریہ اتنے قریب جا کھڑی ہوئی تھی کہ دراز قامت زین کو سر جھکا کر اس کی آنکھوں میں دیکھنا پڑ رہا تھا۔ یہ حرکت غیر ارادی تھی کہ حیرت انتہا درجے کی تھی۔

"زین پلیز...... آرام سے میری بات سنو...... میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ آج جو ری ایکشن میں نے دیکھا...... میں سمجھتی ہوں اس کا کوئی huge بیک گراؤنڈ ہے...... اگر تم خود اوپن نہیں کرو گے تو سب کے ساتھ، ساتھ تم بھی suffer کرو گے...... کرائسس کے بیچ اگر کچھ اچھا ہونے کا امکان ہے تو let's try (کوشش کرتے ہیں)۔" ماریہ یوں جلدی، جلدی بول رہی تھی گویا کوئی اس کے تعاقب میں ہو اور کسی بھی وقت پیچھے سے آ کر دبوچ لے گا۔

"لیکن میں کیوں تم سے بات کروں......؟ اب کچھ نہیں ہو سکتا...... مجھے یہ گھر ہمیشہ کے لیے چھوڑنا ہے......

لیکن خالی ہاتھ ہو کر نہیں...... now you can go"

"تمہیں عرشلہ میم کی ذرا پروا نہیں جو تم سے بے حد پیار کرتی ہیں...... انہوں نے تو تمہاری خاطر اپنی اس خوشی کو قربان کر دیا جو اُن کی زندگی میں رنگ بھر سکتی تھی۔ تمہیں اسی سے اندازہ ہو جانا چاہیے کہ ان کی زندگی میں تمہاری کیا ویلیو ہے۔ تم ایک کروڑ پر بس کر رہے ہو، وہ تو اپنا سب کچھ تمہیں دے سکتی ہیں...... تم ایک اسٹوڈنٹ ہو...... ایک اسٹوڈنٹ کو پانچ لاکھ کے پیکٹ کی کیا ضرورت پڑ سکتی ہے جبکہ عرشلہ میم تمہاری ہر ضرورت اچھے سے پوری کرتی ہیں...... گھر میں تمہاری مرضی کا کھانا ملتا ہے...... تمہارے ڈریسز، شوز، فیس، پیٹرول، کار سب میم کی ذمے داری ہے...... پھر اتنے سارے پیسوں کی تمہیں کیا ضرورت ہے؟ کیا کرتے ہو؟ یہ تو میں جانتی ہوں بلکہ اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ تم drugs (منشیات) یوز نہیں کرتے......" ماریہ نے ایک سانس میں اتنا کچھ بول دیا۔

"وقت ضائع کر رہی ہو...... پرسنل ہو رہی ہو...... enough is enough" زین یہ کہہ کر دروازہ بند کرنے لگا مگر اتنی آہستگی سے کہ ماریہ کو پیچھے ہٹنے کی مہلت مل جائے مگر ماریہ نے زور لگا کر دروازہ پورا کھول دیا۔ چوکھٹ سے stopper تک جا لگا! اگر stopper نہ ہوتا تو دروازہ دھڑ سے دیوار سے ٹکراتا۔

اور خود کمرے کے درمیان آ کھڑی ہوئی...... اب زین اپنی جگہ متردد کھڑا تھا۔ کیونکہ ماریہ کا یہ روپ اور یہ انداز وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا...... ورنہ اس "جاسوسہ" سے تو ایک خاموش مگر کاٹنے کی دشمنی چل رہی تھی۔ خاص طور

پر اس واقعے کے بعد جب وہ گونگا بنا ہوا تھا اور ماریہ نے اس دھوکا دہی کا ڈراپ سین کر دیا تھا۔

''تمہیں ''آڈیٹر'' کی جاب بھی مل گئی ہے......؟ مجھ سے حساب کتاب کرنے آئی ہو؟ لیکن میں تو عرشلہ میم کو حساب دینے کو تیار نہیں ہوں...... تم تو پھر ایک salaried (تنخواہ دار) ہو......'' زین شدید ذہنی دباؤ سے دوچار تھا۔ وہ ماریہ پر چیخنے چلانے کا جواز ہی نہیں رکھتا تھا کیونکہ وہ تو بہت صلح جو اور دوستانہ انداز میں بات کر رہی تھی۔

''میں کوئی حساب کتاب نہیں کر رہی ہوں...... It's none of my business (یہ میرا دردِ سر نہیں ہے) میں تو سب کے لیے Peace (امن) چاہتی ہوں...... میں بالکل نہیں چاہتی کہ ثمینہ میم تمہارے معاملے میں ایکسٹریم پر جائیں...... اس سے عرشلہ میم کا بہت نقصان ہوگا...... زین ten millions میں تو کوئی ڈھنگ کا اپارٹمنٹ بھی نہیں ملتا، اچھی لوکیشن پر...... پھر تمہیں......''

''اسٹاپ!'' زین نے اسے مزید بولنے سے ہاتھ اوپر اٹھا کر روک دیا۔ ''It's none of your business۔'' (یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے)

''میرا مسئلہ ہے زین...... میں ایک ہی وقت میں دو، دو میر لیس پیشنٹس کو ایک آفر نہیں کر سکتی...... جاب تو مجھے کہیں بھی مل جائے گی مگر عرشلہ میم تو نہیں ملیں گی...... پلیز زین جو کچھ ہے مجھ سے شیئر کرو...... تاکہ شکوک و شبہات ختم ہوں۔ جو کچھ بھی ہے وہ سب پر کلیئر ہو...... کچھ بھی چھپ چھپا کر کرنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ یہ سب کچھ کرنے سے میری سیلری نہیں بڑھے گی نہ assets میں شیئر ملے گا...... بس عرشلہ میم کے احسانات کی وجہ سے میں ان کے ساتھ loyal (وفادار) ہوں...... ان کی زندگی میں سوائے تمہارے کوئی خوشی نہیں ہے...... تم نے دیکھا تو ہوگا میم کے علاوہ ان کی کوئی اور فرینڈ بھی نہیں ہے...... کیونکہ لوگ انہیں سائیکو سمجھ کر ان سے دور ہوتے چلے گئے۔''

"It's okey" اب زین کی بے تاثر آواز میں ہار ماننے کا تاثر تھا، وہ اس لیے کہ ''عرشلہ میم'' کی گردان نے اس کے نازک اعصاب پر گہری ضرب لگائی تھی۔ ماریہ نے اس کے بدلے ہوئے لہجے کو محسوس کرکے قدرے مسرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

''مجھے تھوڑا وقت چاہیے...... جب تک میں خود باہر نہ آؤں کوئی ڈور ناک نہ کرے...... پلیز اب چلی جاؤ...... for God sake (خدا کے لیے)۔'' زین کے اعصاب شل ہو رہے تھے، وہ جنگ کی نیت بھی کر لیتا تو جنگ کرنے کی طاقت نہیں تھی۔ اب انداز نڈھال اور ہتھیار پھینک دینے والا تھا۔

''اوکے...... ابھی تو میں تمہاری بات مان لیتی ہوں مگر مجھے ملے بغیر کہیں مت جانا، اطمینان رکھو...... عرشلہ میم تمہاری ہر پرابلم حل کرنے کے لیے available ہوں گی...... جلد بازی میں کچھ نہ کرنا......'' یہ کہہ کر ماریہ نے جب یہ دیکھا کہ وہ اس کی بات سنتے ہوئے آہستگی سے دروازہ بند کر رہا ہے تو اسے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کرنے کا موقع نہیں ملا وہ پلٹ کر زینہ اترنے لگی۔

☆☆☆

''ہاں ثمرہ...... وہ آکر لیٹتے ہی سو گئی تھی...... بس میں نے پانچ، دس منٹ ہی بات کی اور وہ بے خبر ہوگئی بہت تھکی ہوئی تھی......''

''پتا نہیں بھابی...... اس بندے میں ایسا کیا ہے مقناطیس کی طرح بچوں کو کھینچ رہا ہے...... واصف کو تو اپنا ہوش ہی نہیں ہے...... دن رات لگا ہوا ہے، ہم نے تو پوری زندگی میں ایسا باس نہیں دیکھا...... یہاں تو آفس کی سیاست کے بغیر نوالہ حلق سے نہیں اترتا...... اور پیٹھ پیچھے جو باس کی سات پشتوں کے بخیے ادھیڑے جاتے ہیں...... اللہ کی پناہ......'' ثمرہ فکر مند ہونے کے باوجود ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوئیں۔

''حالانکہ چودہ، پندرہ سال کا بچہ اچھا خاصا سمجھدار ہوتا ہے...... باری، باری دونوں بچے ماموں کو اٹینڈ کر سکتے

تھے مگر واصف ''آگا'' ہی نہیں دے رہا۔''

''ماں سے زیادہ ماسٹا ابل رہی ہے...... بچوں کو ہر طرح کی صورتِ حال سے نمٹنے کی تربیت بھی دینی چاہیے۔''
سارہ نے بھی واصف کی گردشی تھکاوٹ کا احساس کرتے ہوئے دلسوزی سے کہا۔

''ٹیوشن ہی پڑھاتا ہے ناں...... کون سا منیجر سے ترقی کر کے ڈائریکٹر لگ جائے گا۔ دو، تین مرتبہ شاور لینے کی عادت ہے...... وہاں تو پتا نہیں منہ دھونے کی بھی فرصت ملتی ہوگی یا نہیں...... پتا نہیں کتنی دیر کی نیند ہوتی ہوگی...... اللہ میرے بچے کی خدمت قبول کرے، علوی صاحب خیریت سے گھر واپس ہوں، آمین...... بس آپ فری کا دھیان رکھیں...... فری بہت زیادہ سیریس لے رہی ہے...... اسے بے سوچے سمجھے بولنے کی عادت ہے...... مرد ہم عمر ہو یا ادھیڑ عمر...... مرد ہی ہے ناں......'' شمسہ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گئیں جو وہ دل میں روک لینا چاہتی تھیں۔

''میں بہت الرٹ ہوں شمسہ...... اس فوجی کی طرح جو رات کو بارڈر پر ڈیوٹی دیتا ہے...... ابھی تک اس کے ذہن کی سلیٹ بالکل صاف ہے...... شاید سالار اور انعم کے اچانک بچھڑنے سے اس کی زندگی میں بہت بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔ سالار ہوتے تو یہ سب ہوتا ہی نہیں، وہی اس کو سنبھال رہے ہوتے، اب وہی کام علوی صاحب نے کیا تو یہ کچھ سامنے آرہا ہے۔''

digest library.com

''جی بھابی...... فری جلد باز ہے، بے سوچے سمجھے بول پڑتی ہے مگر معصوم ہے...... اسے ابھی دنیا کی سمجھ نہیں جو کہ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ آتی ہے...... کوئی چاہے یا نہ چاہے، وقت سکھا کر ہی رہتا ہے...... اللہ ہمارے بچوں کی اور سب کے بچوں کی، حفاظت فرمائے، آمین۔''

''آمین۔'' شمسہ کے آمین کے بعد سارہ کا ''آمین'' بھی برجستہ تھا۔

''اللہ حافظ بھابی...... میں آپ کے لیے ہر وقت حاضر ہوں......'' یہ کہہ کر شمسہ نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔

☆☆☆

ICU سے روم تک کی منتقلی کا عمل اتنا صبر آزما ہوگا۔ واصف کو اندازہ نہیں تھا۔ وہ تو یہی سمجھ رہا تھا کہ تھوڑی دیر بعد وارڈ بوائے آئیں گے علوی صاحب کو وہیل چیئر پر بٹھا کر پانچ منٹ میں ان کے VIP روم کے بیڈ پر لٹا چھوڑیں گے۔

مگر پہلے تو تین ڈاکٹر، دو نرسیں ICU میں ان کا بیڈ گھیرے کھڑے اپنی کانفرنس کرتے رہے...... ایک نرس فائل میں دیکھ، دیکھ کر ''طبی اصطلاحات'' کے ساتھ تازہ صورتِ حال سے مطلع کر رہی تھی۔

اس کے بعد لباس کی تبدیلی کا مرحلہ آیا...... پھر کسی دوا کا وقت ہو گیا۔ اس کے بعد اسٹاف نے علوی صاحب کو بیڈ سے وہیل چیئر پر منتقل کیا اور تمیز طریقے سے باہر کی طرف لے کر چلے۔ واصف ان کے عقب میں چل پڑا مگر وہ ایک ایسے راستے کی طرف جاتے دکھائی دیے جو ایک اندر ہی اندر چلنے والے طویل کاریڈور کی شکل میں تھا ہر 100 قدم کے بعد ایک موڑ آجاتا تھا...... واصف اب بالکل ساتھ، ساتھ چل رہا تھا۔

داؤد علوی گاہے گاہے بند آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھ لیتے تھے اور ہونٹوں کے بجائے آنکھوں سے مسکراہٹ جھلکتی تھی۔ بالآخر تیسرے موڑ کے بعد ایک لفٹ کے پاس جا کر اسٹاف رک گیا اور بٹن پش کیا۔ واصف نے دیکھا کہ انہیں بذریعہ لفٹ تھرڈ فلور پر جانا تھا، اسی لمحے فری اچانک نمودار ہوئی اس کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بھاگتی ہوئی آرہی ہے۔

''السلام علیکم سر...... تھینک گاڈ...... آپ کو ICU سے باہر دیکھ کر بہت خوشی ہو رہی ہے...... سر میں نے رو، رو کر آپ کے لیے دعائیں کی تھیں۔ اللہ نے سن لیں......'' اسی وقت لفٹ کا ڈور کھلا۔ کوئی پیشنٹ اسٹریچر پر تھا اور اسٹاف ساتھ تھا...... سب ایک طرف ہو گئے تاکہ اسٹریچر کو باہر نکالنے میں آسانی ہو۔

''ٹھیک ہے سر...... اب میں کل آؤں گی...... میں نے روم نمبر پتا کر لیا ہے ویسے بھی ڈاکٹرز ہمیں منع کر رہے

ہیں کہ اپنے پیشنٹ سے زیادہ بات نہ کریں۔'' وہیل چیئر اندر جانے تک فری کا جملہ مکمل ہو چکا تھا۔
واصف...... اسٹاف اور علوی صاحب کے ساتھ اندر داخل ہوا اور لفٹ کا دروازہ بند ہو گیا۔ فری کا پُر مسرت، پُرسکون چہرہ اوجھل ہو گیا۔
واصف نے لفٹ میں لگے آئینے میں اپنی صورت دیکھی۔ بڑھی ہوئی شیو اور رت جگوں سے بے حال آنکھیں...... آنکھوں میں کچھ بے ساختہ و برجستہ سوال......
''چند سیکنڈز کے لیے وہ صرف ''تھینک گاڈ'' کہنے 12 کلومیٹر کا راستہ طے کر کے آئی تھی؟''
داؤد علوی کی آنکھیں بند تھیں۔ نقاہت بھی تھی اور ادویات کا اثر بھی۔ چند سیکنڈ میں وہ تھرڈ فلور کے VIP روم ڈبل زیرو سکس (006) کے سامنے تھے۔
''وہ فری...... آج آپ آفس گئی تھیں...... ؟ سب لوگ آئے تھے؟'' داؤد علوی بہت آہستہ آواز میں سوال کر رہے تھے۔
''سر...... فری جا چکی ہے......'' واصف نے بے معنی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ اب وہ کمرے میں داخل ہو چکے تھے۔
''اوہ...... اچھا...... میں سمجھا وہ لفٹ میں ہمارے ساتھ ہے۔''
''سر وہ آپ کو خدا حافظ کہہ کر گئی ہے۔'' واصف کے لہجے میں وہ گہرائی تھی جو سمندر کا جھاگ اڑاتی لہروں کے نیچے سر پٹخ رہی ہوتی ہے...... مگر سطح پر سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا......
داؤد علوی آخر کانٹی نینٹل بزنس مین ہے...... کوئی مذاق تو نہیں...... ماضی انسان کا وہ آسیب ہے جو آخری سانس تک پیچھا نہیں چھوڑتا...... فری کا حال اس کے ماضی کے آئینے میں دیکھنا اس علم کی حد تھی جو اس کی رسائی میں تھا، فری، داؤد علوی تک کیسے پہنچی...... ؟ داؤد علوی اس کے لیے اہم کیوں ہو گئے...... ؟ یہ وہ سوال تھے جو شاید...... بے جواب ہی رہنا تھے۔ داؤد علوی کی شخصیت اتنی مضبوط نظر آتی تھی کہ فری کی بے ساختگیاں اس نونہال کے مانند محسوس ہو رہی تھیں جو اپنے ماں، باپ کے ساتھ کار میں سفر کرتے ہوئے دوسری سواریوں کو دیکھ کر ہاتھ لہرا رہا ہو۔
اسٹاف داؤد علوی کو بیڈ پر لٹا کر بیڈ ایڈجسٹ کر رہا تھا۔ واصف نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں...... ڈارک براؤن صوفہ سیٹ کے علاوہ اٹینڈنٹ کے لیے بھی بیڈ موجود تھا۔ کمرا بہت وسیع و عریض، روشن و ہوادار تھا۔ دو بڑی، بڑی کھڑکیاں تھیں جن میں سے ایک اسپتال کے سرسبز لان کی طرف کھلتی تھی...... دیوار گیر وارڈ روب تھی۔ واصف نے پٹ کھول کر وارڈ روب چیک کی ایک شیلف میں جائے نماز و قرآن بھی رکھا ہوا تھا۔ باقی پوری وارڈ روب خالی تھی، چھ، سات خالی ہینگر لٹک رہے تھے۔
واصف وارڈ روب کی تلاشی لے کر پلٹا تو داؤد علوی کو اپنی طرف دیکھتا پایا۔ وہ لپک کر ان کی طرف بڑھا، اسے محسوس ہوا وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ وہ ان پر قدرے جھک گیا تاکہ وہ جو کہیں وہ ٹھیک سے سن پائے۔
''جی...... سر...... آپ کچھ کہہ رہے ہیں...... ؟'' اس نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔ وہ چھت کی طرف گھور رہے تھے۔
''واصف...... کیا واقعی عرشلہ آئی تھی؟'' داؤد علوی کی آواز اتنی آہستہ تھی گویا خود کلامی کر رہے ہوں۔
واصف جواب دینے کے بجائے بری طرح الجھ گیا۔ مہ لقا کو ''شوشا'' چھوڑے ہوئے خاصی دیر ہو چکی تھی...... مگر داؤد علوی تو ابھی تک اسی لمحے میں مقید تھے جس لمحے ان کی سماعت سے عرشلہ کا نام ٹکرایا تھا۔
گہری خاموشی کا دباؤ اتنا شدید تھا کہ داؤد علوی نے پوری آنکھیں کھول کر واصف کی طرف دیکھا، فری ہوا کے جھونکے کی طرح آ کر گزر گئی مگر داؤد علوی کی توجہ اس پر نہیں تھی کہ وہ آ کر جا چکی ہے۔ اس سے بہت پہلے عرشلہ کا نام سنا اور ہنوز بند گھڑی کی سوئی کی طرح ایک جگہ اٹکے ہوئے تھے...... اور اتنی دیر سے وہ گویا صرف عرشلہ کو سوچ

رہے تھے۔ موقع میسر آتے ہی عرشلہ کا نام زبان پر آ گیا۔

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

زندگی میں کچھ تعلق روح میں یوں پیوست ہو جاتے ہیں گویا سفید کپڑے پر انار کے رس کے نشان جو کسی ٹوٹکے سے مدھم تو پڑ جاتے ہیں مگر مٹتے نہیں۔

”خاموش کیوں ہو واصف......؟“

”شاید وہ اپنے کسی پیشنٹ کی عیادت کے لیے آئی ہوں گی...... میم ان کا نام لے رہی تھیں تو مجھے بس یہی یاد رہا...... پلیز سر آپ اپنے ذہن پر دباؤ نہ ڈالیں...... بہت مشکل سے آپ کا آکسیجن لیول مین ٹین ہوا ہے...... آپ گھر واپس جائیں گے تو میم، آپ کو خود ہی کچھ نہ کچھ بتا دیں گی......“ واصف نے بہت اعتماد اور سکون سے صورت حال سنبھالی تھی۔

digest library.com

داؤد علوی نے گہری سانس لی۔

”وہ میرے لیے کیوں آئے گی...... کوئی رشتہ بے نام بھی نہیں......“ داؤد علوی بند آنکھوں کے ساتھ بڑبڑائے اور چند گہری، گہری سانسیں لیں۔

”آئی ایم سو سوری عرشلہ......“

اسی آن دو نرسیں پیشہ ورانہ پھرتی کے ساتھ اندر داخل ہوئیں، پیچھے پیچھے وارڈ بوائے ڈرپ اور لوازمات کے ساتھ آ رہا تھا۔

”گڈ ایوننگ سر...... ہاؤ آر یو......؟“ نرس نے مخاطب کرتے ہوئے تھرمامیٹر داؤد علوی کے منہ میں ڈال دیا۔

واصف، صوفے پر جا کر بیٹھ گیا اور نرسوں کی کارروائی ملاحظہ کرنے لگا۔

مکمل بحالی صحت کے بعد پھر عرشلہ کا تذکرہ ہوا تو وہ کیا کرے گا؟ بات تو بس اتنی تھی کہ ایک سابقہ بیوی اپنے سابقہ شوہر کی حالت زار دیکھنے آئی اور روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ سچ یہی تھا مگر وہ شاید مر کر بھی بیان کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا...... دوسری جانب...... عرشلہ بھی اس سے سوال کر سکتی ہے۔ ایک لاحاصل سوال جواب کے بیچ اس کی اپنی پوزیشن کس قدر احمقانہ ثابت ہونے جا رہی تھی۔

ایک طرف اخلاقی اقدار تھیں دوسری طرف لاکھوں میں تنخواہ......

”آخر جب لوگ ایک دوسرے کو چھوڑ دیتے ہیں...... تو پھر کسی ”بیچ والے“ کی شامت کیوں بلاتے ہیں......؟ اپنی بھول، غلطی کا اثر دوسروں پر کیوں ڈالتے ہیں؟ بس یہ لوگ کچھ بھی پوچھیں...... میں کہہ دوں گا......

”مجھے نہیں پتا“ ایک دوسرے سے مل کر پوچھ لیں......“

تھکن اور رت جگوں سے ہارے ہوئے اعصاب ”مجھے نہیں پتا“ پر آ کر تھم گئے۔ پتا ہونے میں بڑی مشقت ہے۔ پتا نہ ہونا باعث نجات ہے۔

”مجھے نہیں پتا“......وہ گہرے خیال میں تھا...... بلا ارادہ منہ سے نکل گیا۔

ڈرپ چیک کرتی نرس نے پلٹ کر حیرت سے واصف کی طرف دیکھا۔

"are you saying something sir?"

"no nothing" واصف نے چونک کر نرس کی طرف دیکھا...... انداز میں خفت تھی۔

☆☆☆

”قری میں اپنے کئی ضروری کام چھوڑ کر گرتی پڑتی آپا کی وجہ سے آئی ہوں...... تمہیں اس طرح اسپتال نہیں

جانا چاہیے تھا...... تم نے ماما سے اجازت بھی نہیں لی صرف بتا کر چلی گئیں...... یہ تو بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے......'' مریم غصے کے بجائے قدرے دکھ اور حیرت کی کیفیت میں فری کو لیے بیٹھی تھی۔

''میری خالہ...... میں نے کوئی کرائم کیا ہے......؟ hardly میں اسپتال میں دس سے پندرہ منٹ رہی ہوں...... سر شفٹ ہو رہے تھے انہیں دیکھا سکون مل گیا...... اینڈ دیٹس آل۔''

مریم نے اپنی پیشانی پکڑ لی۔

''سکون مل گیا۔'' اسے تو سکون مل گیا مگر ماں اور خالہ تو بے سکون ہو گئی تھیں۔ سارہ نے مریم کی طرف یوں دیکھا تھا گویا دل بیٹھ گیا ہو۔

''فری...... علوی صاحب میرے اور آپ کے باس ہیں...... وہ پارٹ آف جاب ہیں...... پارٹ آف لائف نہیں......''

''پتا ہے مجھے...... لیکن فی الحال وہ پارٹ آف لائف ہیں۔'' فری نے جھلا کر کہا تھا...... دونوں بہنوں کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔

''کیا مطلب......؟'' مریم نے بہرحال پوچھا۔ سارہ تو دم سادھے بیٹھی تھیں۔

''مطلب یہ کہ میں سوسائڈ (خودکشی) کے ٹریک پر جا رہی تھی...... میرا روم سے باہر آنے کا دل نہیں چاہتا تھا...... ماما مغرب کے وقت میرے روم کی لائٹ آن کرتی تھیں تو میرا دل چاہتا تھا کوئی ہاکی مل جائے تو میں ساری لائٹس توڑ دوں...... مجھے گھپ اندھیرے میں بہت سکون ملتا تھا...... داؤد علوی نے مجھے اندھیرے سے نکالا...... مگر آپ لوگوں کو پتا نہیں کیا پرابلم ہو رہی ہے۔'' فری نے نڈھال لہجے میں جواب دیا۔

''بیٹا کوئی پرابلم نہیں ہو رہی...... ہم دنیا کو بھی سائڈ کر دیتے ہیں...... مگر علوی صاحب کیسے فرق کریں گے کہ تمہاری طرف سے صرف ''شکریہ'' ہے یا تم ان کو آئیڈیالائز کر رہی ہو۔'' سارہ نے نرم و شفیق لہجے میں نکتہ سمجھانے کی کوشش کی۔

''آئیڈیل تو وہ بن چکے ہیں...... میرے علاوہ بھی اور بہت سے لوگوں کے آئیڈیل ہوں گے...... مگر آئیڈیل بنانے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آپ کسی پر قبضہ چاہتے ہیں...... سیکنڈ میرج کے لیے ان کو بہت ٹائم ملا...... وہ میرا انتظار نہیں کر رہے تھے...... اب میں کوئی اتنی چھوٹی سی بچی بھی نہیں ہوں کہ آپ لوگوں کی پریشانی کا مطلب بھی نہ سمجھ سکوں...... اگر پاسبل ہوتا اور میں ان کو لائف پارٹنر بنانے کا سوچتی تب بھی کوئی غلط بات نہیں تھی...... قائداعظم کے علاوہ کچھ اور مشہور لوگ ہیں جنہوں نے بہت زیادہ age differance (عمر کے فرق) کے ساتھ پارٹنر شپ بنائی ہے۔ ایک شادی داؤد علوی نے کی تھی...... ایک شادی میں نے بھی کی تھی الفر کے ساتھ......''

''صرف نکاح ہوا تھا...... میری جان......'' مریم نے بہت دکھ سے قطع کلامی کی تھی۔

''نکاح ہی شادی ہوتی ہے خالہ...... انگیج منٹ ''صرف'' ہوتی ہے۔ ''نکاح'' سب کچھ ہوتا ہے...... لائف کا سب سے بڑا فیصلہ...... نکاح کے بعد تو الگ ہونے کے علاوہ آپ کے پاس آپشن ہی نہیں بچتا...... میری شادی ہوئی...... میں وڈو (بیوہ) ہو گئی...... میں اس وجہ سے شادی نہیں کروں گی کہ زندگی میں لائف پارٹنر ہونا ضروری ہے، میں ایسے ہی ٹھیک ہوں...... پلیز آپ لوگ سر علوی کو اپنا مسئلہ نہ بنائیں...... اور مجھے ان سے ملنے سے نہ روکیں...... وہ اپنی limits جانتے ہیں اور میں اپنی باؤنڈریز کو پہچانتی ہوں...... پلیز میری خالہ آئندہ آپ ''گرتی پڑتی'' مت آیئے گا آرام سے آیئے گا......'' یہ کہہ کر فری جگہ سے اٹھی اور اپنی راہ لی۔

دونوں بہنیں چند ثانیے خالی الذہن ایک دوسری کو تکتی رہیں...... پھر سارہ نے گہری سانس لے کر اس طرف دیکھا جس طرف فری گئی تھی۔

''اس کے اندر تو واقعی شادی شدہ رچی بسی ہے اب عورت کی روح حلول کر چکی ہے۔'' الفر کی بیوہ'' کے لقب

کے ساتھ ''راضی'' ہے۔''

''آپا فی الحال آئندہ اس ٹاپک پر آپ اس سے کوئی بات نہ کریں...... نہ آنے جانے پر ٹوکیں...... میں خاموشی سے watch کرتی رہوں گی...... ہمیں ہماری فریشہ چاہیے خدانخواستہ زندہ لاش نہیں......'' مریم نے اٹھ کر گہری سوچ میں ڈوبی سارہ کو گلے سے لگالیا اور رخسار پر بوسہ دیا گویا تسلی دے رہی ہو۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو...... ڈاکٹر تو کہہ رہے تھے کہ چھ مہینے کے لیے آپ اسے لے کر کسی ہل اسٹیشن چلی جائیں۔'' سارہ نے جیسے یاد دلایا۔

''وہاں کوئی الٹا سیدھا پیچھے لگ جاتا...... پھر کیا کرتے......؟ محرم کے بغیر تو ہل اسٹیشن پر بھی جانا خطرے سے خالی نہیں......''

سارہ نے شکستہ سی آواز میں کہا۔ گویا خود کلامی کررہی تھیں۔

digest library.com

☆☆☆

سائٹ آفس کے جنرل منیجر رضی طاہر اسپتال کو پل، پل مانیٹر کررہے تھے۔ اب واصف ان کا بہت صبر آزما چکا تھا...... وہ فون پر بھی اور براہ راست بھی گھر جاکر کچھ گھنٹے گہری نیند سونے کی باقاعدہ درخواست کر چکے تھے...... دو بار تو وہ خود آکر ریل کر گئے تھے مگر واصف، عالی شان وعالی جاہ کی وجہ سے داؤد علوی کو خود اٹینڈ کرنا چاہتا تھا۔ بچے ہر گھنٹے دو گھنٹے بعد ممو کی خیریت پتا کرتے...... واصف کی تسلیوں سے مطمئن ہوجاتے۔ دونوں کے فائنل ایگزام بھی سر پر تھے وہ اسپتال میں ہونے کے باوجود ان کی فل نگرانی کررہا تھا...... نرسیں پوائنٹس سینڈ کررہا تھا۔ داؤد علوی کا ڈراوا دے کر انہیں اسٹڈی پر فوکسڈ رہنے پر مجبور کررہا تھا۔ اس کے اسپتال سے غیر حاضر ہونے کا مطلب تھا کہ وہ گلے سے بچھڑی بھیڑوں کی طرح حواس باختہ پھرتے نظر آئیں گے......واصف کے احساسِ ذمے داری کا عملی مظاہرہ ان کے لیے باعث تقویت تھا...... گھر جاکر اگر سوتا بھی تو فون آف کر کے ہی سوتا ورنہ گھر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔

مگر اس وقت رضی طاہر نے واصف کی توجیہہ قبول نہیں کی بلکہ اسے یہ کہہ کر لاجواب کردیا کہ ''واصف تمہاری وجہ سے ہم اپنے پیدا ہونے پر شرمندہ ہورہے ہیں...... جن کی مہربانیوں سے عیش وآرام کی زندگی گزار رہے ہیں، ان کے مشکل وقت میں ان کی کوئی خدمت ہی نہیں کرسکتے۔ یار اپنے کھائے پیے پر شرمندگی ہورہی ہے...... ڈونٹ مائنڈ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ تم نمبر بنارہے ہو...... بہرحال تمہاری طرف سے جواب تو میں دے چکا ہوں کہ علوی صاحب کی کوئی بیٹی نہیں ہے اور نہ ہی واصف کمپنی کا employee ہے۔ جو اسے پروموشن کا لالچ ہو......'' واصف کے سامنے اب اپنی بات منوانے کی تاثیر ختم ہوگئی تھی۔ اس لیے داؤد علوی کو بتا کر وہ گھر کی طرف روانہ ہوگیا تھا مگر یہ اہتمام اس نے ضرور کیا تھا کہ رخصت ہوتے وقت رضی طاہر اس کے ساتھ ہوں تا کہ...... ''عرشلہ'' کی مداخلت نہ ہو...... اسپتال سے باہر آتے ہوئے اسے یوں لگا جیسے اس کے کاندھوں پر کوئی بوجھ دھرا تھا...... جو اتر چکا ہے اور وہ بوجھ خدمت کا نہیں تھا...... تعلق کے سیدھے، سیدھے راستے میں عرشلہ کسی بھٹکی ہوئی روح کے مانند مقابل آکھڑی ہوئی تھی۔

''آخر داؤد علوی، عرشلہ کا کیوں پوچھیں......؟ اور آخر وہ کیوں عرشلہ کا نام ان کے لیے اپنی زبان پر لائے؟''

ہر انسان اپنی آخری سانس سے پہلے غلطیوں کا خمیازہ اور گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کا پابند ہے یہ قانون فطرت ہے اور فطرت کو اپنے قوانین پر عمل درآمد کرانے کے سارے راستے معلوم ہیں...... کوئی اکڑنے کے بعد ٹوٹتا ہے...... کسی کو قدرت معافی تلافی کا موقع دے کر احسان عظیم کرتی ہے تا کہ اس کی روح ٹھیک ہوکر پرواز کرے۔

بہرکیف عرشلہ نے انجانے میں اسے کوالٹی آف لائف کی طرف دھکیلا تھا تو اب تھکے ہوئے وجود کو ستانے کا موقع بھی اسی کی وجہ سے مل رہا تھا۔ اس کائنات کے مالک کی قدرتوں وتدبیروں کا احاطہ عقلِ انسانی نہیں کرسکتی۔

☆☆☆

”ماریہ، ممی اسے نکال کر ہی دم لیں گی دیکھ لینا۔“ ماریہ، عرشلہ کی فرمائشی کافی کے ساتھ اپنی گرین ٹی بھی تیار کر کے لائی تھی۔ عرشلہ کی آنکھیں رو، رو کر سوجی ہوئی تھیں۔ بال اس قدر منتشر تھے...... بار، بار چہرے پر آ رہے تھے مگر انہیں کچھ ہیئر بینڈ تک لگانے کا ہوش نہیں تھا۔ گاہے گاہے، پیچھے دھکیلنے کی مشقت اٹھا رہی تھیں...... بات کرنے، سننے اور زین کی بابت جاننے کی بے چینی تھی...... وہ کریم کلر سلک کے نائٹ سوٹ میں ملبوس تھیں۔ ڈیڑھ فٹ کی بغیر آستینوں کی شرٹ...... پنڈلیوں سے اوپر ٹراؤزر اتنی بدحواسی والی کیفیت ماریہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

”داؤد کے کہنے پر میں نے اسموکنگ چھوڑ دی تھی...... ممی سے چھپ کر کبھی، کبھی کیا کرتی تھی...... آج میرا دل چاہ رہا ہے...... کیا میں ڈرائیور سے منگوا لوں......؟“ عرشلہ شیر خوار کی طرح ہاتھوں میں آ رہی تھیں۔

”نو میم...... اب خود کو دھوکا دینے کی عادت چھوڑنا ہو گی...... اور آپ بے فکر رہیں...... زین کہیں نہیں جائے گا...... کہیں جائے گا تو آپ کو بتا کر جائے گا۔ میری اس سے بات ہو گئی ہے......!“ ماریہ نے اخلاقی درس کے ساتھ تسلی و تشفی کا عمل بھی مکمل کر لیا۔

”ریئلی؟“ عرشلہ کی آنکھیں مسرت سے جگمگانے لگیں۔

”اور کیا، کیا باتیں کیں تم دونوں نے......؟“ گویا عرشلہ کی جان میں جان آ گئی تھی۔ اپنی فطری سادگی کے ساتھ کھل کر آشکار ہوئیں۔

”ابھی بہت سی باتیں ہوں گی، میں نے اسے باؤنڈ کر دیا ہے...... اسے ایزی فیل کرایا ہے...... اب آپ کافی انجوائے کریں...... وہ کہیں نہیں جا رہا...... اگر ثمینہ میم اسے نکالنے کی بات کریں گی تو میں آپ کے ساتھ resist کروں گی۔“ ماریہ نے عرشلہ کے مقابل بیٹھتے ہوئے اپنے کپ سے ایک گھونٹ بھرا...... وہ بہت پرسکون نظر آ رہی تھی اور عرشلہ کو تقویت پہنچ رہی تھی۔ انہوں نے بھی کافی کے گھونٹ لیے مگر گہری سوچ میں ڈوبے، ڈوبے......

"only five lacs" (صرف پانچ لاکھ) inflation (مہنگائی) اتنی ہے ماریہ...... فائیو لیکس تو کچھ ہیں ہی نہیں۔“ ماریہ کے سامنے عرشلہ نے پہلی بار عام پاکستانی عورت کے انداز میں بات کی...... مگر یہ جملہ ان کے منہ سے عجیب و اجنبی محسوس ہوا تھا۔

”آپ کو کس نے بتایا...... ثمینہ میم نے بتایا ہو گا کہ مہنگائی بہت ہو گئی ہے؟“ ماریہ کا انداز بہت لطیف تھا...... جیسے لطف اندوز ہو رہی ہو۔

”کم آن...... ماریہ...... پہلے کلیننگ اسٹاف 25000 میں مل جاتا تھا۔ اب ممی ون لیک (ایک لاکھ) سیلری دیتی ہیں...... 4 ممبرز ہیں ٹیم میں، گارڈنرز (مالی) اور 5 ہیلپر ڈیڑھ لاکھ لیتے ہیں۔ پہلے زمانے میں تو 5000 میں بہترین گارڈنر مل جاتا تھا۔ زین بیچارے کا کیا قصور ہے۔ ممی کی وجہ سے مانگتے ہوئے ڈرتا ہے، میں اے ٹی ایم یا بینک use کروں تو کھٹ سے ممی کے پاس بینک کا ایس ایم ایس پہنچ جاتا ہے، میں بھی ان کی پرمیشن کے بغیر کیش نہیں نکال سکتی اور تمہیں راز کی بات بتاؤں......؟“ عرشلہ نے رازدارانہ انداز میں ماریہ کی طرف قدرے جھک کر کہا۔

”الٰہی خیر، اب کس راز سے پردہ اٹھنے جا رہا ہے۔“ ماریہ اندر ہی اندر سہم گئی۔

”میرے پاس ten lacs کیش ہے۔ ممی کے فرشتوں کو بھی یاد نہیں۔ میں اور ممی چار سال پہلے UK گئے تھے تو ممی نے کچھ پاؤنڈز مجھے بھی دیے تھے۔ انہی دنوں ہمارا UK والا اپارٹمنٹ خالی ہوا ہم وہیں تھے تو ہمیں ڈپازٹ کیش میں ملا، وہ ممی نے رکھ لیا اور جو کیش میرے پاس تھا دو مہینے بعد انہیں یاد نہیں رہا۔ مجھے بھی یاد نہیں تھا۔ وہ تو ایک دن ہینڈ بیگ خالی کرتے ہوئے پاؤنڈز ملے تو یاد آیا کہ یہ تو ممی نے دیے تھے...... مگر میں نے پہلی بار ممی

سے چیٹنگ کی، ان کو واپس نہیں کیے۔ جانتی ہو کیوں......؟ یہ زین کے لیے سنبھالے تھے۔ میرا بیٹا کبھی زیادہ خرچ کر دیتا ہے تو ممی کا موڈ کئی دن تک خراب رہتا ہے۔ ماریہ، میرا بیٹا عرشلہ کا بیٹا ہے کوئی bagger (بھکاری) تو نہیں...... پاکٹ منی، پیٹرول کے علاوہ بھی بچوں کے expenses ہوتے ہیں۔ اتنا سارا ہے ماریہ...... تم اور میں imagine نہیں کر سکتے۔ اُف...... ہم کیا کریں گے اتنی wealth (دولت) کا؟'' عرشلہ نے سر پکڑ لیا۔

''کچھ بھی نہیں ہیں فائیو لیکس...... تھنگ...... ماریہ، جلدی سے جاؤ چیک کرو، زین چلا تو نہیں گیا۔'' بولتے، بولتے عرشلہ بدحواس ہو گئیں۔

''میم، آپ کی تسلی کے لیے چیک کر لیتی ہوں ورنہ وہ جا نہیں سکتے۔ میں نے گارڈ کو بھی الرٹ کر دیا تھا کہ اگر زین باہر جانے لگے تو فوراً بتانا اور گیٹ مت کھولنا۔'' یہ کہہ کر ماریہ نے بچی کچھی ٹھنڈی گرین ٹی کے آخری دو تین گھونٹ بھرے۔

''او...... کیوٹ۔'' عرشلہ پھر بچوں کی طرح یقین کر کے پُرسکون ہو گئیں مگر ماریہ ان کی تسلی کی خاطر باہر جا رہی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

ماریہ گہری سوچ میں آگے بڑھ رہی تھی۔ اس نے عرشلہ سے بھی زین کو خصوصی طور پر موضوع نہیں بنایا تھا۔ اگرچہ وہ آتے ہی بہت سے حقائق جان چکی تھی۔ ثمینہ کی خدمت کے دوران...... یہ کیسے ممکن تھا کہ ثمینہ شدید غصے کی کیفیت میں ماریہ کو زین کی حقیقت نہ بتاتیں۔ یہ حقیقت جان کر ماریہ کو کوئی خاص حیرت نہیں ہوئی۔ بہت سے گھرانے کسی نہ کسی وجہ سے بچہ گود لے لیتے ہیں جبکہ عرشلہ کے جو جذبات زین کے لیے وہ دیکھتی تھی اس پر البتہ اسے حیرانی ہوتی تھی۔ عرشلہ کی کیفیات دیکھنے کے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ زین، عرشلہ کی اپنی کوکھ سے پیدا کی ہوئی اولاد نہیں ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ زین کی مشکوک حرکات وسکنات کے باعث بہت چوکنی تھی۔ وہ محسوس کرتی تھی کہ وہ عرشلہ جیسی ماں کو دھوکا دے رہا ہے جس نے اپنی زندگی کی بہت بڑی خوشی قربان کر دی تھی۔

وہ زینے کے دو چار اسٹیپ ہی چڑھی تھی کہ ہاتھ میں پکڑا اسیل فون مرتعش ہوا۔ ماریہ نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔ ''ثمینہ میم'' کا نام بلنک ہو رہا تھا۔

ماریہ کو یوں لگا اس کے وجود کی بچی کچی توانائی کسی نادیدہ راستے سے بہہ کر زمین کی اتھاہ میں اتر گئی ہو۔ عرشلہ کا ڈپریشن دیکھنے کے بعد ثمینہ سے آمنا سامنا ایک قیامت سے کم نہ تھا۔ حالانکہ اصولی طور پر ثمینہ اس کی ذمے داری تھیں، عرشلہ نہیں۔

چند لمحوں کے لیے تو اسے یوں محسوس ہوا وہ اپنا ذہنی توازن کھو رہی ہے۔ اس نے ریلنگ مضبوطی سے پکڑ کر چند گہری، گہری سانسیں لیں۔ وہ ثمینہ کی نرس تھی۔ ان کی کال پر حاضری اس کی پیشہ ورانہ ذمے داری تھی۔ ممکن تھا انہیں فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہو جو اسی نے مہیا کرنا تھی۔

وہ واپس نیچے اتری اور تقریباً بھاگتی ہوئی ثمینہ کے بیڈ روم میں داخل ہوئی۔ ثمینہ کو دیکھ کر اسے ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ بیڈ پر نہیں تھیں بلکہ اپنی چھڑی تھامے کمرے میں ٹہل رہی تھیں۔ ماریہ کی حیرت بجا تھی کیونکہ جو میڈیسن ان پر اپلائی کی گئی تھی اس کے زیرِ اثر مریض چار پانچ گھنٹے تک بے خبر حالت میں ہوتا ہے، حواس آہستہ، آہستہ جاگتے ہیں مگر ثمینہ بمشکل تین گھنٹے ہی بے خبری کی کیفیت میں رہی ہوں گی۔ وہ اس وقت مکمل حواسوں میں تھیں۔ یہ ان نظروں سے ظاہر تھا جو ماریہ کی طرف اٹھی تھیں۔

''یس میم؟'' اس نے ایک جست میں فاصلہ عبور کیا اور مقابل جا کھڑی ہوئی۔

''کیا وہ لڑکا ایک کروڑ mean تین ملین لے کر ہماری جان چھوڑ دے گا؟ پتا کرو کیا شیورٹی (ضمانت)

بچوں کی تربیت

بچوں کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، قصص الانبیاء، سیرت صحابہؓ اور صحابیاتؓ اور اکابر مسلمانوں کی سیرت کی کہانیاں اس طرح سنائی جائیں کہ وہ ان کو رول ماڈل بنائیں اور ان کے نقشِ پا پر چلنے کی کوشش کریں۔ ان واقعات کو آج کی زبان میں اور آج کے حالات پر منطبق کر کے سنائیں۔ خصوصاً وہ واقعات جن میں صحابہ کرامؓ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اطاعت میں لپکتے نظر آتے ہیں۔

بچوں میں جنت کا شوق اور دوزخ سے بچنے کی تڑپ پیدا کرنے کے لیے جنت اور دوزخ کی کہانیاں بھی بکثرت سنائیں۔

الغرض بچوں میں توحید، خشیتِ الٰہی اور تقویٰ پیدا کریں۔ ان شاء اللہ ان صفات کے ذریعے اللہ پاک ہر جگہ حفاظت فرمائے گا۔

اچھے اداروں میں داخل کروائیں۔ ایسے اسکولوں اور اداروں میں نہ بھیجیں جو محض انگلش، فزکس، کیمسٹری اور میتھ میں تو بچوں کو طاق کر دیں۔ لیکن اسلامی حمیت، غیرت، حیا اور تقویٰ کو ختم کر دیں۔ اور آپ ان لڑکیوں کے والدین کی طرح ہاتھ ملتے رہ جائیں جنہوں نے دوسرے شہروں میں بچوں کو جدید قسم کے کالج میں داخل کرایا۔ آنکھیں اس وقت کھلیں جب فیس بک پر بچیوں کی قابلِ اعتراض تصاویر دیکھیں..... ادارے کے اصول و ضوابط دیکھیں اور انتظامیہ سے غیر اخلاقی سرگرمیوں پر احتجاج کر کے اپنے بچوں کا مستقبل محفوظ کر لیں۔

بچوں کی دوستیوں پر نظر رکھیں۔

بچوں کے گھر سے نکلنے کے لباس پر والدین نظر رکھیں۔ تقریبات میں کس طرح کا تقویٰ مطلوب ہے، مائیں خود بھی فکر کریں اور بچوں اور بچیوں کے لیے بھی فکرمند ہوں اور باپ کی ذمے داری ہے کہ وہ دونوں پر نظر رکھیں۔

جوائنٹ فیملی سسٹم

گھر میں اگر جوائنٹ فیملی سسٹم ہے تو بچوں اور بچیوں کو لباس اور اختلاط کی حدود سکھانا بھی والدین کا کام ہے۔ گھر میں کون،

دے گا؟ اگر وہ دس سال ہمارے پاس رہا تو دس کروڑ یوز کر لے گا..... ایک کروڑ کی بازگنگ ہے ہم ہر اڈ میں جا رہے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد تو وہ عرشلہ سے سب کچھ چھین سکتا ہے۔ عرشلہ کو تو نقش کی رتی برابر سمجھ ہے نہ قدر..... اسی لیے میں اس کی سیکنڈ میرج کے لیے سیریسلی سوچتی ہوں، اس سے جان چھوٹے گی..... عرشلہ کی سیکنڈ میرج ہو گی..... اب یہ قسمت کہ عامر سے ہوتی ہے یا واصف سے۔"

"پھر واصف..... جب عامر موجود ہے تو واصف کا کیوں سوچتی ہیں میم؟ وہ بیچارہ پہلے ہی لیبر بجگت رہا ہے۔ جو بھی عرشلہ میم سے شادی کرے گا، وہ ڈبل ڈیوٹی ہی کرے گا۔ عرشلہ میم کو بھی سنبھالنا ہو گا اور دولت کو بھی۔"

لاشعوری طور پر جو خیال ماریہ کے ذہن میں غوطہ زن تھے اسے خود بھی شاید ادراک نہیں تھا کہ جب ثمینہ، واصف کو داماد بنانے کی بات کرتی ہیں تو اسے کیوں برا لگتا ہے۔ ایسے ہی جیسے کسی بچے کو بدمزہ دوائی پینے کے لیے کہا جائے تو دوا پینے سے پہلے ہی اس کی زبان کڑوی ہو جاتی ہے اور وہ بھرپور مزاحمت کرتا ہے۔ ماریہ کے اندر مزاحمت طوفان کی طرح اٹھتی تھی مگر اسے قابو پانا پڑتا تھا۔ لاکھوں میں ملنے والی تنخواہ اس کی خاموشی کی قیمت تھی۔

"عرشلہ سے بات کرنا بیکار ہے، کسی طرح تم زین سے بات کرو۔ اگر وہ ہماری جان چھوڑ دے اور آج ہی اس گھر سے چلا جائے تو میں آج ہی اسے یہ اماؤنٹ دے دوں گی۔ اتنا کیش ہوتا ہے میرے پاس..... لیکن میں نے آج تک کسی کو نہیں بتایا..... عرشلہ کو بھی نہیں۔ خبردار، تم بھی ذکر نہ کرنا۔ پانچ ہزار کے نوٹ والے بیس پاکس پیکٹ ہیں، ان کو چھپانا کوئی مسئلہ نہیں ہوتا۔ پہلے تو میں یہی سمجھی کہ زین نے انہی میں سے یہ پیکٹ نکالا ہے مگر وہ اس تک پہنچ نہیں سکتا۔ میرے لاکر کے اندر ایک اور لاکر ہے جو نمبروں سے کھلتا ہے اور وہ نمبر عرشلہ کو بھی معلوم نہیں لیکن میں نے بینک لاکر میں اپنی وصیت لکھ کر رکھی ہوئی ہے۔ اس میں opening code بھی لکھا ہے۔ میرے مرنے کے بعد اسے کوئی پریشانی نہیں ہو گی۔"

کون سے اخبار، رسالے آتے ہیں ان کا ایمانی اور اخلاقی معیار کیا ہے؟ بچے کون سی کتابیں پڑھتے ہیں؟ کون سی sites دیکھتے ہیں؟ ڈرامے اور فلمیں کون سی دیکھی جاتی ہیں۔ موبائل اور کمپیوٹر کس عمر میں لے کر دیتے ہیں اور ان پر کیسے نظر رکھنی ہے اس کا بھی مکمل پروگرام والدین کے پاس ہونا چاہیے۔

۔۔۔ اہم بچوں کو دینی تعلیم کی فراہمی ہے اس کا منصوبہ بنایا جائے۔ الغرض والدین فکر کریں کہ بچوں کو جنت کے پھولوں ۔۔۔ پھول بنا کر پروان چڑھا رہے ہیں یا دوزخ کے ایندھن کے طور پر تیار کر رہے ہیں۔ جس پر مقرر سخت گیر فرشتے کسی پر تر۔۔۔ گے۔

نگہت آصف، سرگودھا

فضیلت ماہِ صیام

پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو آسمانوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور آخری رات تک بند نہیں ہوتے جو کوئی بندہ اس مبارک رات نماز پڑھتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے ہر سجدے کے عوض اس کے لیے پندرہ سو نیکیاں لکھتا ہے اور اس کے لیے جنت میں سرخ یاقوت کا گھر بناتا ہے۔ پس جو کوئی ماہِ رمضان کا پہلا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ مہینے کے آخر تک اس کے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور اس کے لیے صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور رات اور دن میں جب بھی وہ سجدہ کرتا ہے تو اس کے ہر سجدے کے عوض اسے جنت میں ایک ایسا درخت عطا کیا جاتا ہے کہ جس کے سائے میں گھڑسوار پانچ سو برس تک چلتا رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ ماہِ رمضان میں گھر والوں کے خرچ میں کشادگی کرو کیونکہ ماہِ رمضان میں خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی طرح ہے۔

از: نرگس نسیم، صابہ موہڑہ

ثمینہ مسلسل ٹہلتے ہوئے کانپتی آواز میں بول رہی تھیں۔ ماریہ پر اتنا اندھا اعتماد کہ اسے سب کچھ بتا چکیں جبکہ یہ راز تو شاید وہ دیوار کی طرف منہ کر کے اکیلے میں بھی آشکار نہ کرتیں۔ اس کا سیدھا سا مطلب یہ تھا کہ وہ زین سے جان چھوٹنے کی روحانی مسرت کے باعث خود پر قابو نہیں رکھ پا رہی تھیں۔ ایک کروڑ میں ماضی کی ''غلطی'' کا کفارہ ادا ہو رہا تھا۔ بہت ''سستے'' میں سودا طے ہو رہا تھا۔

''زین کے کمرے سے جو پیکٹ نکلا ہے وہ بالکل نیا ہے۔ میرے پاس کوئی نیا پیکٹ نہیں ہے۔ پہلے وہ قبول کرے گا کہ یہ بھی ہمارے ہی پیسے ہیں پھر ایک کروڑ میں سے پانچ لاکھ مائنس (نفی) کر کے اسے دوں گی۔'' یہ کہہ کر وہ چھڑی کے سہارے آگے بڑھیں اور تکیے کے نیچے سے چھوٹا سا پسٹل نکال کر ماریہ کی طرف دیکھا۔ ماریہ تو خوف سے لرزنے لگی۔

''عیاشی...... خوب ہری، ہری سوجھ رہی ہے، بہت ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے...... مگر اسے بتانا پڑے گا یہ آئے کہاں سے ہیں؟ ورنہ میں پولیس کو انوالو کروں گی، اس کے تو اچھے بھی بتائیں گے۔ فی الحال تم اس سے بات کرو میری طرف سے...... دیکھو پھر کیا جواب دیتا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ گرنے کے انداز میں اپنی وکٹورین ڈیزائن کی آرام کرسی پر ڈھے گئیں۔ پسٹل گود میں رکھ لیا۔

''اوکے...... میم...... میں کوشش کرتی ہوں۔'' ماریہ مکمل کر نہ بول سکی، منمنا کر رہ گئی۔

''کوشش نہیں...... یہ تمہاری ڈیوٹی ہے، مجھے تمہاری پرفارمنس چاہیے...... تم مرشلہ نہیں ہو جو کوشش کرو گی...... ok...... you are my subordinate......'' ثمینہ اپنی فطرت کے بموجب پل میں بے مروت نظر آئیں۔

ماریہ پر اب ایک عجیب سا خوف طاری ہونے لگا۔ چھری، چھری پسٹل کی طرف دیکھ رہی تھی۔

digestlibrary.com

"میں نے اس (اُلو....) کو کتنی سنائی تھیں مگر آج اس کی وجہ سے کتنی آسانی ہوگئی۔"
ماریہ گھبرا گئی۔ نہ جانے کس (اُلو کے ....) کا ذکر آ گیا تھا۔
"مم...... میم، کس کی بات کر رہی ہیں؟" ماریہ کا ذہن واصف کی طرف گیا۔ (ثمینہ جسے پیٹھ پیچھے الو کا کہیں اس کے سامنے بھی کہہ سکتی ہیں) وہ کسی خطرے کی بُو سونگھنے لگی۔
"ارے میں نے آٹھ سال پہلے اپنی بیس ایکڑ زمین سیل کی تھی۔ آس پاس کی زمینوں میں جھگڑے چل رہے تھے، میں نے بیچ کر جان چھڑائی۔ وہ فرسٹ پیمنٹ کیش لے کر آ گیا تھا جاہل، تب سے میں نے سنبھالے ہوئے ہیں...... ایسوں کو بھی اللہ دیتا ہے، وہ بھی چھپر پھاڑ کر جن کو انگلش میں سگنیچر (دستخط) تک کرنا نہیں آتے۔" اب ماریہ کے جانے کا وقت ہوا چاہتا تھا کیونکہ ثمینہ نڈھال ہو کر خود کلامی پر مجبور تھیں، کوئی سنے نہ سنے۔
"اوکے...... میم؟" ماریہ نے اجازت چاہی۔
"یس...... ہاں دیکھو، میں ڈنر میں صرف ویجیٹیبل لوں گی، بٹلر کو چیک کرو۔"
"اوکے میم۔" ماریہ جب سے اس گھر میں داخل ہوئی تھی تب سے آج تک اسے ثمینہ کا کمرا چھوڑنے کی کوئی آفت نہیں ہوتی تھی مگر آج اتنی سخت ڈیوٹی لگائی تھی گویا کوئی آفت ہی اس کے پیچھے لگ گئی تھی۔

☆☆☆

نیند کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ سولی پر بھی آجاتی ہے۔ وہ شاور لے کر اپنے بیڈ پر لیٹا تو لمحوں میں دنیا و مافیہا سے غافل ہو گیا۔ شمسہ جلے پاؤں کی بلی بنی گھر میں معمول کے کام نمٹا رہی تھیں۔ اس وقت وہ ایک روحانی سکون سے سرشار تھیں۔ بیٹا اپنے کمرے میں آنکھوں کے سامنے سو رہا تھا۔ کتنی راتیں بے کل گزری تھیں کہ نہ جانے کس کرسی یا بینچ پر بیٹھ کر کچھ دیر کے لیے سویا ہوگا۔
حالانکہ دل راضی تھا کہ ان کا بیٹا کسی کے مشکل وقت میں کام آرہا ہے۔ نیک کام کی توفیق بھی اللہ کے حکم سے ملتی ہے۔ یہ تو عین سعادت کا مقام ہوتا ہے مگر ایک ماں کو اولاد کی بے آرامی سے بھی چین نہیں پڑ رہا ہوتا۔ انہوں نے بہت محبت و اہتمام سے اس کی پسندیدہ ڈرم اسٹکس تیار کی تھیں، کھوئے والا سوئیوں کا زردہ جو وہ خاص ترکیب سے کھویا بھون کر بناتی تھیں، اس کا بھی اہتمام کیا تھا کہ کئی دن بعد گھر میں ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا کھانا کھائے گا۔
واصف نے فون آف نہیں کیا تھا بلکہ وائبریشن پر لگا کر شمسہ کے حوالے کر دیا تھا، مبادا اسپتال سے کوئی ایسی کال آجائے کہ اس کا وہاں پہنچنا ضروری ہو۔ یہی تاکید ماں کو کی تھی کہ کسی کا بھی فون آئے تو اٹینڈ نہ کریں لیکن اسپتال سے آئے تو مجھے فوراً اٹھا دیں۔
شمسہ نے اپنا اور واصف کا فون اپنے تخت پر ہی رکھا ہوا تھا۔ خود کمر سیدھی کرنے لیٹ گئیں اور اپنی تسبیح اٹھالی۔
تسبیح آدھی بھی نہیں ہوئی تھی کہ واصف کا فون مرتعش ہوا۔ اٹھا کر دیکھا تو عالی شان کی کال آرہی تھی۔ شمسہ کچھ متردد ہوئیں کہ کال لیں یا نہ لیں۔ واصف کو سوئے ہوئے چار گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے۔
اسی تردد میں کال پر مسڈ کال کا ٹیگ لگ گیا۔ شمسہ نے پھر تسبیح شروع کر دی مگر فوراً واصف کا فون دوبارہ مرتعش ہوا، دیکھا تو پھر عالی شان کی کال آرہی تھی۔ اب وہ اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کال ریسیو کر کے ڈرائنگ روم میں چلی گئیں کیونکہ لاؤنج میں آواز گونجتی تھی۔
"جی بیٹا...... السلام علیکم!" انہوں نے بڑے سبھاؤ سے بات کی۔
"آنٹی جی...... سر کہاں ہیں، ان کی کال آپ کیوں اٹینڈ کر رہی ہیں؟" عالی شان کی آواز میں پریشانی کا تاثر تھا۔
"بیٹا، آپ کے ٹیچر سو رہے ہیں، تھوڑی دیر بعد خود بخود اٹھ جائیں گے تو میں آپ کی بات کرا دوں گی۔"

''آنٹی، پلیز آپ ٹیچر سے بات کرادیں...... پلیز آنٹی جی...... ماما از کرائنگ۔''(ماما رو رہی ہیں)
یہ سن کر شمسہ کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔
''الٰہی خیر......'' ایسا کیا ہوا کہ ان کی ماں رونے لگی۔ واصف کا فون مسلسل ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ اسپتال سے کوئی کال نہیں آئی تھی۔

digest library.com

''بیٹا...... ماما کیوں رو رہی ہیں؟'' شمسہ کا دل اندیشوں سے بھرنے لگا۔
''آنٹی، وہ اسپتال میں کوئی بھی ماما کی کال کا رسپانس نہیں دے رہا...... اب موICU میں نہیں ہیں، وہ روم میں شفٹ ہو گئے ہیں۔ ہم تو ابھی تک وہاں گئے بھی نہیں ہیں، ہمیں تو پتا بھی نہیں...... اتنا بڑا اسپتال ہے، ہم مو کا روم کیسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔ ماما کہہ رہی ہیں کوئی گڑبڑ ہے، اسپتال کے لوگ ہم سے چھپا رہے ہیں۔ دیکھنا اب وہ ہم سے بولیں گے آپ ''ایدھی'' چلے جائیں اور ریسیو کرلیں۔'' عالی شان بڑی سادگی سے ماں کے خیالات بتا رہا تھا۔ شمسہ کا تو دل اتنی زور سے دھڑکا کو یا حلق سے نکل پڑے گا۔
''خدانخواستہ بیٹا...... ایسی باتیں نہیں کرتے۔ آپ کے موکو اللہ نے نئی زندگی دی ہے۔ اللہ انہیں صحت کے ساتھ زندگی میں برکت دے، آپ ماما سے بولیں ٹیچر تھوڑی دیر میں اٹھ جائیں گے تو وہ خود آپ سے کانٹیکٹ کریں گے...... ماشاء اللہ وہ ٹھیک ہیں، ہو سکتا ہے......''
''کیا ماشاء اللہ، ان شاء اللہ کیے جارہی ہیں میڈم آپ...... ہمیں بیوقوف سمجھا ہوا ہے۔''
شمسہ کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ عالی شان کے بجائے اس کی ماں کی روتی ہوئی مگر چیختی ہوئی آواز نے شمسہ کا کان ہی پھاڑ کر رکھ دیا۔
''اگر سب ٹھیک ہے تو واصف کا نمبر آپ کیوں اٹینڈ کررہی ہیں؟''
''وہ تھوڑی دیر ریسٹ کرنے کے لیے گھر آیا تھا، ابھی سو رہا ہے...... میں نے عالی شان کا نام دیکھ کر کال ریسیو کرلی۔'' شمسہ نے رسانیت سے وضاحت کی۔
''OMG...... میرے بھائی کو لاوارث سمجھ کر اکیلا چھوڑ دیا۔'' مہ لقا نے ایک دلدوز چیخ مار کر شمسہ کی ہڈی، ہڈی ہلادی۔
''وہاں آپ کے ایک employee رضی طاہر صاحب موجود ہیں۔ وہ اکیلے نہیں ہیں، اطمینان رکھیں...... مجھے امید ہے اب آپ کے پاس کہنے کو کچھ نہیں ہے اس لیے اللہ حافظ!''
مہ لقا کا بہت خوب تعارف تھا اس لیے شمسہ نے جان چھڑانے میں لمحہ بھر تاخیر نہیں کی۔
بچوں کا ٹیوٹر گھر والوں کا خادم نہیں ہوتا۔ بجائے شکریہ ادا کرنے کے شور مچا رہی ہیں۔ شمسہ کو مہ لقا کا انداز بہت کھلا تھا، شاید وہ بے خبر تھیں کہ یہ وہ انداز ہے جو سب ہی کو کھلتا ہے۔ کوئی مل کر کھلتا نہیں۔
فون پر اب تیسری بار عالی شان کے نمبر سے کال آرہی تھی مگر شمسہ کو اچھی طرح اندازہ ہو چکا تھا کہ بچوں کی ماں ہی کال کررہی ہوگی۔ سنا تو یہی تھا ذہنی مرض جتنا پرانا ہوتا جاتا ہے، ہذیان بڑھتا جاتا ہے۔
فون مرتعش ہوتا رہا اور وہ سکون سے تسبیح گھماتی رہیں۔ ان کے ذہن میں دور تک کوئی ڈرا دینے والی سوچ نہیں تھی...... بات ہوگئی...... بات ختم...... مگر وہ نہیں جانتی تھیں ایک انا پرست ہتھم مزاج انسان اپنی بھڑاس نکالنے کے لیے جتنا بے تاب ہوتا ہے اتنا تو کوئی دائمی مریض دوا کے لیے بھی نہیں ہوتا۔ کالے سفلی عملیات والوں کی پانچوں گھی اور سر کڑاہی میں اسی لیے ہے کہ حاسدوں اور جھوٹی ساکھ بنانے والوں کا ایک محشر برپا ہے۔
حسد، انتقام، کینہ، بغض روح کو پل بھر سکون کی سانس لینے نہیں دیتے۔ روح غلیظ ہوگی تو آئیڈیاز بھی ناپاک

آئیں گے۔
شمسہ حیران رہ گئیں، ایک نہیں، دو نہیں، تین چار نہیں...... گیارہ بار ٹرائی کی گئی تھی۔ شمسہ تسبیح بھول کر پیشانی پکڑے بیٹھی تھیں۔

☆☆☆

''پہلے اتنی کالز میسج کر رہا تھا، گھر بھی آ گیا تھا، اب میں کانٹیکٹ کر رہی ہوں تو نہ کال پک کر رہا ہے نہ میسج "seen" ہو رہے ہیں۔''

فری کے ہوش قدرے ٹھکانے آئے تو سارہ کی کئی بار کی تاکید یاد آئی کہ ''فری، زین کو فون ضرور کر لینا، بیچارہ بہت پریشان ہے کہ تم نے کالج چھوڑ دیا اور کسی fellow سے بھی کانٹیکٹ میں نہیں ہو۔''

ایسا ہونا بہت تعجب خیز تھا کہ نیند کی دُھند چھٹتے ہی پہلا خیال زین کا آیا تھا۔ ایسا کچھ اس کے معمولات کا حصہ نہیں تھا۔ البتہ النصر سے تعلق بننے کے بعد زیادہ تر ایسا ہوتا تھا کہ آنکھ کھلتے ہی ذہن النصر کی طرف جاتا تھا اور کوئی شرارتی سا میسج کرنے کو دل مچلتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ موت کے معین وقت سے پہلے کوئی نہیں مرتا۔ اللہ جس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے اسے تمام ضروری اسباب و وسائل مہیا کر دیتا ہے۔ جیسے کہ فری کی زندگی میں داؤد علوی کا کردار اچانک اہم ہو گیا تھا، جن کی شخصیت اتنی مضبوط و مستحکم تھی کہ ان کے سامنے اچھے اچھوں کا اعتماد جاتا رہتا۔

''پی'' میں کچھ دم خم ہوتا ہے جو امیر خسرو اپنی چھب بھول بیٹھتے ہیں۔

وہ تو ایک کم عمر، ناتجربہ کار، عیش پرست، نازک مزاج، نرم و نازک اعصابی نظام کی حامل دوشیزہ تھی جو اپنی سادگی، جذباتیت، ناتجربے کاری کی وجہ سے غلط ہاتھوں میں بھی پڑ سکتی تھی...... مگر ماں باپ کی کسی مقبول نیکی کو اللہ نے سبب بنا کر داؤد علوی سے ملوا دیا جو کوئی امرت پی کر اتنے سیراب تھے گویا ہر قسم کی نفسانی بھوک پر مکمل قابو تھا یا پھر عرشلہ نے انہیں کسی کا بننے ہی نہیں دیا تھا۔ کوئی سراپا عرشلہ کا نعم البدل نہیں لگا۔

اِک خلش کو حاصلِ عمرِ رواں رہنے دیا
جان کر ہم نے انہیں نا مہرباں رہنے دیا

صرف چند بار کی نشست و برخاست کا اثر تھا کہ وہ ماحول میں مکمل طور پر حالت بیداری میں تھی۔ اسے النصر سے پہلے کی زندگی، النصر کے ساتھ گزرے لمحات، النصر اور سالار صاحب کی رحلت کے بعد کا ہر پل ہر لمحہ ایک ساتھ یاد آنا شروع ہو گئے تھے۔ جس کا مطلب تھا وہ موجود وقت میں مکمل حاضر رہنے لگی تھی اس لیے پریشان حال زین کے وجود سے اٹھنے والی لہریں کسی سگنل کی طرح وجود میں جذب ہو رہی تھیں۔ اسے ایک دم سے زین، بہت شدت سے یاد آنے لگا...... بلکہ اسے افسوس ہوا کہ وہ پوری کلاس میں سب سے زیادہ زین کا خیال کرتی تھی۔ لڑکیوں کی طرح زین کی آنکھیں اشارے میں بھر آتی تھیں۔ جب فری کی آنکھیں کبھی نم نہیں ہوتی تھیں بلکہ وہ تو دوسروں کی آنکھیں نم کرنے کا ٹھیکا لیے ہوئے تھی۔

''فون نہیں اٹینڈ ہو رہا ہے تو کیا ہوا...... میں اس کے گھر تو جا سکتی ہوں، آخر وہ بھی تو میرے گھر آیا تھا...... جب میں نے سارے نمبرز بلاک کر دیے تھے تو زین کتنا دکھی ہوا ہوگا۔''

فری کو شدید بے چینی لاحق ہو گئی جو اس کی اپنی سمجھ سے بالاتر تھی۔ اس طرح تو اس نے زین کو کبھی مس نہیں کیا۔
وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ اس کا رخ سارہ کے بیڈ روم کی طرف تھا۔

☆☆☆

"زین، تمہیں ایک کروڑ شور مچائے بغیر بھی مل جائیں گے...... مگر عرشلہ میم جیسی محبت کرنے والی ماں 100 بلین میں بھی نہیں ملے گی۔ تمہاری جو بھی پرابلمز ہیں میم کے ساتھ بیٹھو، سب شیئر کرو...... اگر تم مجھ پر شک کرتے ہو کہ میں تمہیں گھر والوں کی نظر میں برا بنا کر اپنی جگہ پکی کرنا چاہتی ہوں تو خود سوچو میری جگہ تم سے زیادہ پکی تو نہیں ہو سکتی...... real ہو یا adopted مگر دنیا جانتی ہے کہ عرشلہ میم کے بیٹے ہو۔"

"اتنی زیادہ اچھی مت بنو...... مجھے کوئی ٹریپ نہیں کر سکتا، تائم ویسٹ کر رہی ہو۔" زین پر ماریہ کی کسی بات کا خاک بھی اثر نہیں تھا۔

ماریہ ہار مان کر جانے کے لیے اس کے پاس نہیں آئی تھی۔

"زین، ثمینہ میم تمہیں ten millions (ایک کروڑ) دینے کے لیے تیار ہیں...... میری ایک سال کی saving دو ملین (بیس لاکھ) ہے۔ جو میں ایک چیک میں تمہیں دینے کو تیار ہوں اس شرط پر کہ تم مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ میں بالکل بھی اچھی نہیں ہوں مگر اس فیملی کے ساتھ loyal (وفادار) ہوں۔ میں بیس ہزار بھی save نہیں کر سکتی تھی...... اس گھر میں آنے کے بعد اکاؤنٹ اسٹرانگ ہوا ہے...... اتنا gratitude (شکر گزاری) تو بنتا ہے کہ آپ سب کو کسی بہت بڑے دکھ اور ٹوٹل لاس سے بچانے کی کوشش کروں۔ اگر میں سنسیئرلی (مخلصانہ) کوشش کروں گی بہت کچھ اچھا بھی ہو سکتا ہے، بس تم سچ بولنا شروع کر دو۔ تمہاری ساری پرابلمز سولو ہو جائیں گی۔" ماریہ بولتی چلی گئی یہ جانچے بغیر کہ زین تو لمحۂ موجود سے کتنا ہوا ہے۔ وہ تو وہیں اٹکا ہوا تھا جہاں ماریہ نے انکشاف کیا تھا کہ ثمینہ ایک کروڑ دینے کو تیار ہیں۔

اس نے گروسے سنا تھا کنجوس بخیل تو اپنا "بخار" بھی نہ دے......

"نانو اور اتنے آرام سے ٹین ملین دے دیں......؟ OMG...... مجھے ٹریپ کیا جا رہا ہے...... مگر یہ نہیں جانتے کہ ٹریپ خود ہو رہے ہیں۔"

"دیکھو زین، اگر تمہاری کوئی بہن ہوتی......"

"اوہ...... یو شٹ اپ...... ٹیز کر رہی ہو مجھے۔" زین ایک دم جنونی نظر آنے لگا۔ ماریہ خوفزدہ ہو کر چار پانچ قدم پیچھے ہٹ گئی۔

I have two sister's...... ایک گم ہو گئی...... دوسری کو لک آفٹر کر رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے تم بہت شارپ ہو...... بہت اسمارٹ...... chase (تعاقب) کرتی رہی ہو...... بلیک میل کرو گی؟ جاؤ نہیں ہوتا بلیک میل۔ اب تو بات تب ہی ہو گی جب مجھے نانو ٹین ملین اور ماریہ دو ملین دے گی۔ رکھیں میرے سامنے ہارڈ کیش...... اور پھر جو مرضی مجھ سے پوچھیں، سب جواب دوں گا...... اور پھر ہمیشہ کے لیے یہاں سے چلا جاؤں گا...... ہمیشہ کے لیے...... I swear (قسم کھاتا ہوں) ماریہ، میں چلا جاؤں گا۔" یہ کہہ کر زین نے اپنے مخروطی انگلیوں والے نازک ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور بلک بلک کر رونے لگا۔

ماریہ تو ہکا بکا رہ گئی۔

"پلیز زین، مت روؤ...... مجھے دکھ ہو رہا ہے۔"

اسی لمحے ماحول میں فری کی آواز گونجی۔ وہ نیچے کسی ملازم سے مخاطب تھی۔ وسیع و عریض لاؤنج کے دو طرفہ زینوں سے فری کی آواز پھلانگتی زین کے کمرے میں دروازہ کھلا ہونے کے سبب صاف سنائی دی تھی۔

"اوہ...... مائی ڈیئر فری...... good God...... تم آ گئیں...... آؤ مجھ سے ملو...... کیونکہ ہم آج کے بعد کبھی نہیں ملیں گے۔" زین نے فری کی آواز سن کر آنسو چھپانے کی کوشش نہیں کی اور روتے ہوئے بھاگتا ہوا اس

جگہ جا کھڑا ہوا جہاں زینہ طے کر کے فری نے فرسٹ فلور پر پہلا قدم رکھنا تھا۔
ماریہ چکرا رہی تھی۔ فری کے ہاتھوں کے طوطے اڑ چکے تھے کیونکہ زین بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔ وہ فری کے سامنے کئی بار رویا تھا مختلف مواقعوں پر مگر اس وقت تو اس بری طرح رو رہا تھا کہ کوئی پتھر دل بھی دیکھتا تو پگھلنے لگتا۔
''زین کیوں رو رہا ہے...... اس کو کیا ہوا ہے؟'' فری کی شکل خود رونے والی ہو رہی تھی۔ وہ ماریہ سے مخاطب تھی۔
''زین، اپنی فرینڈ کو کمپنی دو، میں آپ لوگوں کے لیے کافی بھجواتی ہوں۔'' ماریہ نے کمال ذہانت سے صورتِ حال پر قابو پایا اور فری کی آمد کو ایک غیبی مدد ہی جانو گرنہ یہ مشقت تو ٹھیک ٹھاک گلے پڑ رہی تھی۔
ابھی تو اس نے عرشلہ سے زین کی دو بہنوں کی بابت پوچھنا تھا کیونکہ اسے دو بہنوں کے تذکرے نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ فری نہ آتی تو وہ ٹلنے والی نہیں تھی جب تک پوری معلومات تک رسائی نہ ہوتی۔
اب یہ کام عرشلہ کے ذمے ٹھہرا۔ اب عرشلہ ہی اسے زین کی دو بہنوں کے بارے میں بتا سکتی تھیں۔
وہ تیزی سے زینہ اتری، پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ صرف اتنا دیکھا کہ فری فرسٹ فلور پر دائرے کی شکل میں بنے لاؤنج کی طرف زین کو بازو سے پکڑ کر لے جا رہی تھی...... اور وہ بلا توقف روتا ہوا جا رہا تھا۔

☆☆☆

''ماں، وہ لوگ پریشان ہو کر اسپتال نہ پہنچ گئے ہوں۔ آپ مجھے جگا دیتیں تو میں عالی شان سے بات کر لیتا۔'' واصف بیدار ہونے کے بعد سیدھا اپنے سیل فون کی طرف لپکا تھا اور call log چیک کر رہا تھا۔ اسی دوران شمسہ نے عالی شان کی کال کا بتا دیا تھا۔
''تمہیں کوئی عالی شان سے بات کرنے دیتا تو کرتے ناں۔ اس کی ماں نے تو میرے کان کا پردہ پھاڑ کر رکھ دیا۔ اتنا اونچا بولتی ہے جیسے سامنے والا بہرا ہو۔'' درحقیقت شمسہ کو مہ لقا کے اونچا بولنے سے زیادہ وہ تکبرانہ لہجہ کھلا تھا جس انداز میں وہ واصف کو بے بھاؤ کی سنانے پر تلی ہوئی تھی اور وہ رابطہ منقطع کرنے پر مجبور ہوئی تھیں۔
''ماں، یہ ان کا یونیک اسٹائل ہے۔ وہ امریکا کے صدر سے بھی اسی ٹون میں بات کریں گی اگر کسی امریکی صدر کا برا وقت آیا۔'' واصف نے بہت مصروف انداز میں کہتے ہوئے پہلے رضی طاہر کو کال ملائی تاکہ اسپتال کی رپورٹ لے۔

digest library.com

پہلی رنگ پر ہی کال ریسیو ہو گئی۔
رضی طاہر خیریت رپورٹ کرتے ہوئے بتا رہے تھے کہ ''داؤد علوی ڈسچارج ہونا چاہتے ہیں۔ فالو اپ چیک اپ چلتا رہے گا۔ زخم ٹھیک ہونے کے بعد فزیوتھراپی شروع ہو جائے گی۔ صبح شام واک کا کہا ہے۔ میرا اندازہ ہے کل سیکنڈ ہاف میں سر کو ڈسچارج کر دیا جائے گا۔ مجھے بھی فورس کر رہے تھے کہ یار، مجھے اسپتال سے نکالو...... الحمدللہ زندہ ہوں، آہستہ آہستہ فٹ بھی ہو جاؤں گا۔'' رضی طاہر کے لہجے کی طمانیت ہی ''سب اچھا'' ہے کی دلیل تھی۔
''ٹھیک ہے سر، آپ ایک گھنٹا ویٹ کریں، میں بس کھانا کھا کر پہنچتا ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے خدا حافظ کہا اور رابطہ منقطع کر دیا۔
فوراً ہی اس نے عالی شان کا نمبر ملایا۔ کال فوراً ہی اٹینڈ ہو گئی مگر عالی شان کے بجائے مہ لقا کی آواز سماعت سے ٹکرائی۔
''شکر ہے تمہیں ہوش آ گیا، جب اسپتال سے آ رہے تھے تو ہمیں کیوں نہیں بتایا؟ تمہاری ماں نے بتایا وہاں کوئی رضی طاہر اٹینڈ کر رہے ہیں۔ میرے بھائی کی اتنی سیریس کنڈیشن ہے...... وہ تو پڑ کر سو گئے ہوں گے، تم مجھے فون کرتے میں خود چلی جاتی...... میں اپنے بھائی کی دن رات خدمت کر سکتی ہوں...... بوڑھی نہیں ہوں...... بہت

اسٹیمنا ہے...... سمجھے!"

"میم پلیز...... میں کچھ کہنا چاہتا ہوں، میری بھی سن لیجیے۔" واصف درخواست گزار ہوا۔
شمسہ جو اس کے لیے کھانا نکال رہی تھیں خفا، خفا نظروں سے فون کی طرف دیکھنے لگیں جیسے مہ لقا نظر آ رہی ہو۔
"بولو اور جلدی بات ختم کرو...... لمبی بات کرنے والوں سے مجھے وحشت ہوتی ہے۔" مہ لقا باقاعدہ برسیں۔
"سبحان اللہ......" واصف کے منہ سے تو نہ نکلا مگر روئیں روئیں سے نکلا۔
"کل علوی صاحب ڈسچارج ہو رہے ہیں، صبح پراسس شروع ہو جائے گا، اب آپ آرام کیجیے۔" واصف نے چند الفاظ ادا کرتے ہی کال کٹ کی۔
"اپنی کہہ کر فون بند کر دیا، ان کی تو سن لیتے ورنہ دوبارہ کال کریں گی۔" شمسہ نے کہا۔
"ماں، انہوں نے مختصر بات کرنے کی تاکید کی تھی۔ لمبی بات سے ان کو وحشت ہوتی ہے۔" وہ کچن کے سامنے پڑی راؤنڈ ٹیبل کی طرف آ گیا جہاں شمسہ دستر خوان "چن" رہی تھیں۔
واصف کی بات پر قدرے خشگیں پھر بے اختیار مسکرا دیں۔
"اس طرح کے انسانوں پر ترس بھی بہت آتا ہے۔ یہ بھی کوئی زندگی ہے، اللہ رحم کرے۔" اچانک در آنے والے خیال نے یکلخت سنجیدہ کر دیا تھا۔
نظر کے سامنے کچھ عرصہ پہلے کی فری آ گئی تھی جو بند کمرے کی مکین بن کر رہ گئی تھی۔ گہری سانس لے کر دل ہی دل میں استغفار کرنے لگیں۔
واصف اپنا پسندیدہ کھانا سامنے پا کر سب مشقتیں بھول بیٹھا تھا...... سامنے ماں، ماں کے ہاتھ کا بنا ہوا

ماہنامہ پاکیزہ کے باذوق قارئین کے لیے خوشخبری

کون خوابوں کے پار رہتا ہے

خوابوں، خیالوں اور تخیلات کی دنیا ہمیشہ ہی مسحور کن لگتی ہے۔ سنہرے اور روپہلے خوابوں پر نہ کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ امنگوں، آرزوؤں کی تکمیل میں تخیلاتی دنیا کبھی معاون ہوتی ہے تو کبھی انسان مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں مایوسی بھی آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حسین داستان اور خوابوں کی تعبیر...... ایسے ہی تو بنتی ہے ایک دلکش تحریر

مایہ ناز، قلمکار، ہردلعزیز ناول نگار محترمہ

افشاں آفریدی

کے ماہرانہ انداز بیان کا ایک اور دلکش، حسین و پرلطف قسط وار ناول

جلد ہی ماہنامہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے

کھانا...... یہ تو جنت کا سماں ہوتا ہے۔

digest library.com

☆☆☆

وہ حقائق جو ماریہ جاننے کے لیے بے تاب تھی...... زین نے حرف، حرف فری کو بتا دیے۔ فری تو کسی مجسمے کی طرح پتھرائی آنکھوں سے زین کی طرف دیکھ رہی تھی جو ابھی تک بہتے آنسوؤں پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ ٹشو پیپرز کا ڈھیر ڈسٹ بن میں نظر آ رہا تھا۔

''تمہیں یہ سب کب پتا چلا زین کہ عرشلہ آنٹی تمہاری رئیل مدر نہیں ہیں؟'' بالآخر فری کے ہونٹوں نے جنبش کی۔

''جب میں 7th کلاس میں تھا اور ٹینس کھیلنے جم خانہ جاتا تھا...... گرو ہمیشہ مجھے واچ کرتا تھا۔ اسے شروع سے پتا تھا کہ نانو نے مجھے adopt کیا ہے۔ جب مام مجھے پارک لے جاتی تھیں یہ وہاں بھی آ جاتا تھا لیکن فری مجھے اور مام کو تو نہیں پتا تھا کہ ہم اس کی واچ لسٹ میں ہیں...... پھر ایک دن یہ مجھے جم خانہ سے اپنے گھر لے گیا۔''

''تو تم کیوں گئے؟ اتنے چھوٹے بھی نہیں تھے۔'' فری نے برجستہ ٹوکا۔

''اس نے مجھے دو تین pics دکھائی تھیں۔ ویلفیئر آفس میں مام ڈاکومنٹس پر سائن کر رہی تھیں اور ایک میڈ infant (شیرخوار) گود میں لیے کھڑی تھی۔ ایک pic میری elder (بڑی) سسٹر کی تھی جو اسکول یونیفارم میں تھی جو آج بھی گرو کی قید میں ہے۔'' یہ کہہ کر زین بلک، بلک کر رونے لگا۔

فری کے تو اپنے آنسو رو، رو کر خشک ہو چکے تھے...... گویا جگر پاش، پاش ہو گیا، الفاظ گم ہو گئے۔ وہ بے ساختہ ہمدردانہ انداز میں زین کے شانے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ جی چاہتا تھا وہ زین کے ساتھ ہی جی بھر کر روئے مگر صدمے کی کیفیت نے گونگا بنا کر رکھ دیا تھا۔ ماحول ماتمی سا تھا۔ جس کافی کا وعدہ تھا وہ ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔ ٹشو پیپر کا پیک خالی ہونے جا رہا تھا۔

''صرف ایک پک سے کیسے پروف ہو جاتا ہے کہ عرشلہ آنٹی ہی ہیں...... فوٹو شاپ بھی تو ہوتی ہے زین!'' اتنی دیر میں فری کے ذہن میں یہ مزاحمتی نکتہ بیدار ہوا۔

''اور بھی pics اس نے بعد میں مجھے دکھائی تھیں۔ ایک میں مام کے ساتھ نانو بھی ہیں بلیک ساڑی میں...... اور ویلفیئر آفس کے اسٹاف کے تین چار لوگ بھی ہیں۔ فری، ہم اپنی مرضی سے دنیا میں نہیں آتے...... پھر ہمیں چور، ڈاکو، لٹیرا بننے پر کیوں مجبور کیا جاتا ہے؟'' زین کی روتے، روتے بس ہو گئی تھی۔

''تھوڑا حوصلہ دکھاتے...... عرشلہ آنٹی سے شیئر کرتے۔ وہ اتنی نائس ہیں...... وہ ضرور کچھ کرتیں اور تم بلیک میل ہونے سے بچ جاتے۔'' فری کو اس امر پر تعجب تھا کہ زین اتنا زیادہ خوفزدہ کیوں تھا جبکہ وہ ایک بااثر گھرانے کا فرد تھا۔

''اپنی سسٹر کی وجہ سے...... جو مجھے کہتی تھی زین، مجھے یہاں سے نکالو...... گرو کہتا تھا جب تمہاری رئیس ماں اپنی ماں کے مرنے کے بعد تمہارا جائیداد میں حصہ نکالے گی اور تم مجھے ڈیفنس میں بنگلا لے کر دو گے تو میں تمہاری بہن کو آزاد کر دوں گا۔ اگر تم نے کسی کو بتانے کی کوشش کی تو میں اسے ''مارکیٹ'' میں لے آؤں گا، چار پانچ لاکھ مہینے کے مل جایا کریں گے...... ابھی تک تو شرافت سے امیر ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے جن ڈھور ڈنگروں کو سنبھال رہا ہوں وہ سنیچر، اتوار سیٹھوں کی ''خدمت'' کو جاتے ہیں ناں!'' یہ کہہ کر زین پھر نسوانی انداز میں ہچکیاں لے کر رونے لگا۔

فری کے نازک اعصاب پر ایک خوفناک ضرب کاری پڑی تھی۔ جو کچھ وہ آج زین سے سن رہی تھی یہ تو کبھی اس کے وہم و گمان میں نہیں آ سکتا تھا۔ گرو کے ظلم کا تصور کر کے اس کی شریانوں میں خون ابل رہا تھا۔

''تو بچ زین، میں عرشلہ آنٹی سے بات کرتی ہوں۔ تم نے ڈر، ڈر کر بہت ٹائم ویسٹ کیا ہے۔''

”نہیں، نہیں پلیز...... فری، کیا میں نے تم سے شیئر کر کے غلطی کی ہے؟ میری بہن بہت اچھی ہے فری، وہ مجھ سے بہت different ہے...... نماز پڑھتی ہے، اس کا کوئی بوائے فرینڈ بھی نہیں ہے...... بلکہ اس کی تو کوئی فرینڈ ہی نہیں۔ جب میں کچھ پیسے لے کر جاتا ہوں تو گرو مجھے اس سے ملنے کی پرمشن دیتا ہے۔ اگر کچھ بھی نہ دوں تو اس کو روم سے باہر بھی نہیں آنے دیتا۔“

”پلیز...... اسٹاپ...... زین۔“ فری اب بلک، بلک کر رونے لگی۔ ظلم کی اس داستان نے اسے بے اختیار کر دیا تھا۔ اس دنیا میں یہ سب بھی ہوتا ہے۔ ریشم وحریر میں پلنے والی فری کتنا برداشت کر سکتی تھی۔

”تم کچھ بھی کہو...... میں اس گرو کو hang (پھانسی) کروا کر ہی دم لوں گی۔ میں سر داؤد سے یہ سب شیئر کروں گی...... تم دیکھنا اس گرو کا حشر نشر ہو جائے گا۔ وہ اس کو چھوڑیں گے نہیں...... اور میری ریکویسٹ کو تو کبھی اگنور کر ہی نہیں سکتے...... تمہیں پتا نہیں وہ کیا ہیں۔“ فری روتے، روتے بولتی جا رہی تھی اور حیرت کی انتہا پر زین اپنا رونا دھونا بھول چکا تھا۔

”سر داؤد......؟ who is he? I am listening first time his name۔“

”بس تم رہنے دو۔ سر جیسے ہی ڈسچارج ہوں گے میں ان سے بولوں گی کہ وہ تمہیں ہیلپ کریں، تمہاری سسٹر کو ریلیز کرائیں۔ ٹرسٹ می زین۔“

”مجھے صرف اپنی سسٹر کی فکر ہے فری...... مگر یہ سر داؤد کون ہیں؟ مجھے بتاؤ تو سہی۔“ زین کا تجسس فری کا اعتماد دیکھ کر بڑھتا جا رہا تھا۔

”اے گریٹ پرسنالٹی...... زین، ان کے پاس ہر پرابلم کا سلوشن ہوتا ہے، a char ismatic personality۔“ (ایک کرشماتی شخصیت) فری کے انداز میں بلا کا اعتماد، جوش و ولولہ اور یقین کی بھرپور توانائی تھی۔

ماریہ کافی دیر سے زینے کے ایک اسٹیپ پر ٹرے پکڑے دم بخود کھڑی تھی۔ وہ تو اپنی دھن میں ٹرے سجا کر زین کی دوست کی تواضع کرنے آ رہی تھی مگر جب فری کی روتی ہوئی آواز کان میں پڑی تو ٹھٹک کر رک گئی تھی اور لفظ داؤد سن کر تو بھول ہی گئی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے اور کیا کرنے آئی تھی۔

”کیا فری، داؤد علوی کی بات کر رہی ہے؟ ڈسچارج ہونے کی بات سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ داؤد علوی ہی کی بات کر رہی ہے...... جن کی عیادت کو عرشیہ جالت بے قراری میں گئی تھیں اور وہ ان کی ہم رکاب تھی۔ بہرحال کسی طرح سے خود کو سنبھالتی ہوئی وہ فرسٹ فلور پر نمودار ہوئی تو فری اور زین جلدی، جلدی اپنی بھیگی آنکھیں پونچھنے لگے۔ وہ ماریہ سے نظر چرا رہے تھے اور ماریہ انجان بنی چھوٹی سی تپائی نما ٹیبل پر ٹرے رکھ رہی تھی بلکہ اس نے دونوں کو شرمندگی سے بچانے کے لیے ان کی طرف دیکھا بھی نہیں اور الٹے پاؤں واپس پلٹ گئی۔

ماریہ کے منظر سے اوجھل ہوتے ہی فری نے بلا ارادہ ٹرے کی طرف دیکھا۔ دو کافی مگ کے ساتھ ایک باؤل میں ڈرائی فروٹ اور پلیٹ میں گھر کے بنے ہوئے چھوٹے، چھوٹے گرم، گرم سموسے رکھے ہوئے تھے۔ زین نے کافی کا مگ اٹھا کر فری کو پیش کیا۔

”فری، میں کوئی رسک افورڈ نہیں کر سکتا...... صرف گرو کی وجہ سے، مجھے یقین نہیں ہے کہ زینب میری بڑی سسٹر ہے...... جب مجھے facts (حقائق) پتا چلے تو میں نے خود فیلڈ ورک کیا...... ماں مر چکی تھی، باپ بھاگ چکا تھا، نیبرز (پڑوسی) سے پتا چلا کہ یہ گھر جس کا نمبر L-35 ہے، اس گھر کا مالک اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی سیل (فروخت) کر دیتا تھا۔ ایک بار پولیس ریڈ ہوئی تو بھاگ گیا...... پھر اس کی بیوی کی ڈیتھ ہو گئی اور لینڈ مافیا نے اس گھر پر قبضہ کر لیا۔ اب وہ جوئے کا اڈا ہے...... کچی آبادی کی ہینڈ ٹو ماؤتھ پاپولیشن وہاں ہے، وہ اس مافیا سے ڈرتی

ہے۔ پولیس بہتا لے کر چلی جاتی ہے۔ میں نے وہ گھر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے فری...... میں مام سے شیئر نہیں کر سکتا تھا فری...... مام بہت ایموشنل ہیں اور نانو کا کنسرن تمہیں بنتا۔ میں اپنی سسٹر کی وجہ سے کوئی رسک نہیں لے سکتا فری۔'' زین کے لہجے میں انتہا کی بے بسی تھی۔

''لیکن تم اتنے شیور کیسے ہو کہ وہ تمہاری رئیل سسٹر ہیں؟'' فری اب قدرے پُرسکون ہوئی تو ایک فطری سوال بیدار ہوا۔

digest library.com

''ہمارے برتھ سرٹیفکیٹ گرو کے پاس ہیں، ہمارے پیرنٹس کی NIC کا پیپرز اس کے پاس ہیں۔ ایک مڈ وائف میرے باپ سے کمیشن لیتی تھی۔ گرو کا ایک بہت اسٹرانگ نیٹ ورک ہے، اس کو ساری انفارمیشن اسی مڈ وائف سے ملتی تھی۔ یہ سب مجھے گرو نے خود بتایا ورنہ مجھے کیا پتا تھا کہ سوسائٹی میں اس طرح کے کام بھی ہوتے ہیں۔ اس وقت تو میں ٹین ایجر تھا فری...... میرے پاس اسمارٹ فون بھی نہیں تھا۔ او لیول اسٹارٹ ہوا تو مام نے مجھے سیل فون دیا تھا...... مجھے ایک richest (امیر ترین) فیملی نے اڈاپٹ کیا اور گرو نے ایک ٹارگٹ پلان کرلیا۔ اس کی نظر مام کی دولت پر تھی اور اب بھی ہے۔''

''میں اب کچھ نہ کچھ کروں گی زین...... ڈونٹ وری، داؤد سر کو تو تم imagine نہیں کر سکتے۔ وہ تمہارے ساتھ اسی طرح نظر آئیں گے جیسے ان کا تم سے کوئی بلڈ ریلیشن ہے۔'' فری انتہائی عظیم دکھ سن کر بے کل و بے چین تھی۔

''تو...... پہلے تو تم مجھے ان سے ملواؤ نا...... پھر اس کے بعد میں تمہیں allow کروں گا...... try to understand فری...... میں کوئی risk افورڈ نہیں کر سکتا۔'' زین کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

''پلیز زین، ٹرسٹ می...... پلیز...... پلیز۔'' فری نے جواباً اس کی منت کی۔

زین نے سموسے کی پلیٹ اٹھا کر فری کے سامنے کی مگر فری نے ہاتھ کے اشارے سے معذرت کی۔ اب کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے اس کا ذہن داؤد علوی کے گرد گھوم رہا تھا کہ وہ کب ان سے مل کر اس مسئلے کو حل کرنے کا راستہ پائے گی۔ اس نے کافی مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے زین کی طرف دیکھا۔

''زین، اب میں گھر جاؤں گی، بہت لیٹ ہو گئی ہوں۔ ماما پریشان ہو جائیں گی کیونکہ میں خود ڈرائیو کر کے آئی ہوں۔''

زین نے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر اوپر تلے رکھ کر گویا اجازت دی، سر کو خم بھی دیا۔ وہ متفکر تھا مگر مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک الوداعی مسکراہٹ بھی کار مشقت ٹھہری تھی۔

فری نیچے آئی تو لاؤنج میں ماریہ کو منتظر پایا جو دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''تھینک یو فری...... اس وقت ہم سب کو آپ کی مورل سپورٹ کی ضرورت ہے۔ پلیز، آپ مجھے بھی تھوڑا ٹائم دیں، بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

فری نے بری طرح چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔ نظر میں حیرت و سوال ہی سوال تھے پھر سنبھل کر پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بہت اہتمام سے "okay" کہا اور باہر کی طرف بڑھ گئی۔

ماریہ کی نظریں فری کی پشت پر جمی تھیں مگر ذہن میں ''داؤد علوی'' کا نام گردش کر رہا تھا۔

''عرشلہ کے سابقہ شوہر سے فری کا کیا تعلق ہو سکتا ہے......؟''

☆☆☆

''تمہاری آنکھوں سے لگتا ہے تم روئی ہو۔ تم تو زین کے گھر گئی تھیں...... کیا ہوا؟ وہاں کوئی بات ہوئی ہے جس سے تم ہرٹ ہوئی ہو؟''

سارہ نے پل، پل اس کے گھر واپس آنے کا انتظار کیا تھا۔ وہ پہلی بار لانگ روٹ پر گاڑی لے کر نکلی تھی۔ اس سے پہلے وہ جم، پارلر، قریبی سپر اسٹور تک ڈرائیو کر کے چلی جاتی تھی۔ سارہ نے اس خدشے کے سبب اسے فون یا میسج نہیں کیا کہ بہت دنوں بعد وہ اپنی مرضی سے کسی دوست کے گھر گئی ہے۔ ان کے فون کرنے سے چڑ جائے اور موڈ خراب کر کے گھر واپس آئے۔

''جی ماما...... بہت روئی ہوں...... اور اب بھی بہت رونا آ رہا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ وہیں لاؤنج کے صوفے پر بیٹھ گئی اور صوفے کی بیک سے پشت ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

سارہ کا دل دھک سے رہ گیا کیونکہ اس کی بند آنکھوں سے چند قطرے لڑھک کر رخساروں تک آ گئے تھے۔

سارہ گھبرا کر اس کے پہلو میں بیٹھ گئیں اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دبایا۔

''فری، میری جان...... ماما کو نہیں بتاؤ گی...... زین نے یا اس کی ممی نے کچھ کہا ہے؟'' سارہ خدشات کے طوفان سے نبرد آزما تھیں۔

''کسی نے کچھ نہیں کہا ماما! میں تو زین کی وجہ سے رو رہی ہوں...... ماما، وہ عرشلہ آنٹی کا real بیٹا نہیں ہے...... adopted ہے...... اس کے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے۔ پہلے تو میں سمجھتی تھی کہ کالج میں سب اس کی "look" کی وجہ سے kidding (شرارت) کرتے ہیں، اس سے وہ ہرٹ ہوتا ہے اور لڑکیوں کی طرح رونے لگتا ہے...... آج پتا چلا اسے فوراً سے رونا کیوں آ جاتا ہے۔'' یہ کہہ کر فری نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا جیسے سسکیاں روک رہی ہو۔

سارہ ہکا بکا فری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ ادھورے انکشاف نے انہیں بہت بڑے ذہنی خلفشار سے دوچار کر دیا تھا۔ کچھ بولنے کی کوشش کرتی تھیں مگر سمجھ نہیں آ رہا تھا کن الفاظ سے ابتدا کریں۔

''بہت سے بے اولاد لوگ بچہ ایڈاپٹ کرتے ہیں اور بہت اچھی طرح پرورش کرتے ہیں۔ کسی کا بچہ چھیننا ظلم ہے مگر گود لینا کوئی جرم یا ظلم کیسے ہو گیا۔ اتنے ویل آف گھرانے سے تعلق ہے...... ماں اصلی نہیں ہے مگر کتنی اچھی ہے، بیٹے کی خاطر تین لاکھ کا اسمارٹ فون تمہیں دیئے آ گئی تھی۔ وہ نیا ڈبا پیک...... خود زین کتنی مہنگی کار چلاتا ہے...... اٹھارہ، انیس سال کے لڑکے کو کون اتنی مہنگی چیزیں دلاتا ہے...... تم نے ہی بتایا تھا اس کا گھر تو ایک پیلس (محل) ہے۔'' اس سے پہلے کہ سارہ کی روانی قائم رہتی فری نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر بڑی بے بسی سے قطع کلامی کی۔

''پلیز ماما...... اسٹاپ...... میں سب سے زیادہ اسی سے امپریس (متاثر) ہوتی تھی۔ وہ کالج میں فرینڈز کو 5000 کا لنچ آرام سے کرا دیتا تھا۔ مجھے تو لگتا تھا وڈزنڈا پاکٹ منی ملتی تھی۔ ماما، وہ جو روٹین میں برانڈڈ جوگرز پہنتا ہے، اتنے پیسوں میں تو میں عید کی پوری شاپنگ بھی نہیں کرتی تھی مگر ماما...... آج مجھے اندازہ ہوا وہ اکیلے میں کتنا رو چکا ہے۔'' فری بمشکل اپنے آنسو پی رہی تھی۔

''پھر وہی بات...... سب کچھ ہے اس کے پاس پھر رونا کس بات کا؟'' سارہ کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی۔

''بتا دوں گی ماما...... میں آپ سے سب کچھ شیئر کروں گی...... زین کو بھی داؤدسر کی ضرورت ہے۔ تھینک گاڈ...... ان کی جان بچ گئی، وہ ٹھیک ہو رہے ہیں ورنہ میرا اور زین کا کیا بنتا۔''

چند ثانیے کے لیے سارہ ہونق بنی ہو کر اس کی طرف تکتی رہ گئیں پھر جی چاہا اپنا سر ہی پیٹ لیں...... یہاں بھی داؤد علوی خود بخود آ گئے تھے...... زین کی پتا میں بھی داؤد علوی...... ان کی نانی زندہ ہوتیں اور یہ سب کچھ ان کے سامنے ہوتا...... پہلے تو نظر اتارتیں، افاقہ نہ ہونے کی صورت میں اعلان کر دیتیں...... ''ارے بچی اتنی گرویدہ ہو رہی ہے، ضرور اس پر ''دوسفلی'' یا کالا علم کرایا ہے۔''

''یہ ہر بات پر داؤد علوی کا قصہ کیوں شروع ہو جاتا ہے؟ عرشلہ ماں ہے...... اہمیت اس کی ہے۔'' سارہ کے

اعصاب شل ہو گئے۔

"اب تم جس کو رو دھو کر دیکھو گی اسے داؤد علوی کے پاس لے کر پہنچو گی؟ علوی صاحب نے مریم کی وجہ سے تم پر خصوصی توجہ کی ہے، یہ مناسب نہیں ہے...... تم مجھے ساری بات بتاؤ، میں زین کی ماں سے مل کر جو مسئلہ ہے حل کرنے کی کوشش کروں گی...... ان شاء اللہ جو بھی مسئلہ ہے حل ہو جائے گا۔ کیونکہ زین کی ممی، زین سے، بہت محبت کرتی ہیں۔ تم سے زیادہ زین کی فکر اس کی ممی کو ہوگی۔ لے کر پالا ہے مگر اولاد ہی سمجھ کر پالا ہے ناں؟" سارہ نے فری کے سر پر نرمی سے ہاتھ رکھ کر گویا اسے داؤد علوی کو ملوث کرنے سے روکنے کی کوشش کی تھی۔

"leave it...... ماما، جب آپ کو سارے فیکٹس پتا چلیں گے ناں پھر آپ یہ والی بات repeat بھی نہیں کریں گی...... ماما، بہت تھک گئی ہوں، ریسٹ کرنے کے بعد میں آپ سے سب کچھ شیئر کروں گی۔" یہ کہہ کر فری نے پھسلنے کے انداز میں زاویہ بدلا اور سیدھی ہو کر لیٹ گئی، کشن منہ پر رکھ لیا۔

"کھانا تو کھا لو بیٹا...... پھر اپنے روم میں آرام سے سو جانا۔" سارہ کو اتنا اندازہ تو تھا جب اتنا رونا دھونا ہوا ہے تو کھانے پینے کا راستہ کہاں کھلا ہوگا۔ جب باطنی کیفیت یہ بھی کہ ذہن زین میں اٹکا ہوا تھا۔

"بعد میں۔" فری نے مختصر ترین جواب دیا جس کا مطلب تھا وہ ماں سے خاموش رہنے کی درخواست کر رہی تھی۔

سارہ اس پر ایک گہری سوچتی ہوئی نظر دوڑاتی اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

digest library.com

☆☆☆

"ماریہ...... میں نے اسے خریدا نہیں تھا، وہ ایسے کیوں کہہ رہا تھا۔ لگتا ہے کسی نے اس کی برین واشنگ کی ہے۔ داؤد اسی بات سے ہرٹ ہو کر ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلا گیا تھا...... ممی نے تو اسے بولا تھا کہ ہم نے داماد خریدا تھا مگر زین کو تو ہم نے لیگل پراسس کمپلیٹ کر کے ایک بہت بڑی ویلفیئر آرگنائزیشن سے adopt کیا تھا۔ انہوں نے ہم سے ایک panny (سکہ) بھی نہیں لیا تھا، بس صرف لیگل ڈاکومنٹس پر ہم نے کچھ معمولی رقم خرچ کی تھی۔" عرشلہ رو، رو کر تھک چکی تھیں، اب نڈھال انداز میں ماریہ سے دل کی باتیں کر رہی تھیں۔

"کس نے کی ہے اس کی برین واشنگ؟ اس کے فرینڈز میں تو کوئی بھی ایسا نہیں جس سے ہماری فیملی ٹرمز ہوں۔ ہم نے تو اپنے سرکل میں کسی کو ہوا بھی نہیں لگنے دی تھی کہ ہم نے بے بی اڈاپٹ کیا ہے کیونکہ میں تو ہر سال پریگننٹ ہو جاتی تھی...... نائن منتھ (نو ماہ) کا پراسس کمپلیٹ ہوتا تھا، ہمارے سرکل کے لوگ مجھے لوز ڈریس میں دیکھتے تھے...... زین کو اڈاپٹ کرتے ہی میں اور ممی تین مہینے کے لیے کشمیر چلے گئے تھے کیونکہ ان دنوں میری حالت بہت زیادہ خراب تھی۔ ایک میڈ ہمارے ساتھ تھی...... زین جب چار سال کا تھا تو اس میڈ کی ڈیتھ ہو گئی، جب ہم واپس کراچی آئے تو ممی نے بہت بڑی پارٹی دی تھی جو زین کے انٹروڈکشن کے لیے تھی تاکہ سب کو پتا چل جائے کہ زین ہمارا بے بی ہے...... داؤد UK جاتا رہتا تھا، اس وقت ہم نے یہی شو کیا کہ وہ یوکے میں ہے حالانکہ وہ ہمیشہ کے لیے جا چکا تھا۔" بولتے، بولتے عرشلہ کی سانس پھولنے لگی۔ اب وہ خاموش ہو کر گہری گہری سانس لے رہی تھیں۔ آنکھیں موند کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔

"سارے پروف ممی کے پاس saved ہیں...... پھر زین کو کس نے بتایا؟" وہ بے دم انداز میں بڑبڑائیں۔

"میم، آپ ریلیکس کریں، میں زین کو کانفیڈنس میں لینے کی ٹرائی کر رہی ہوں۔ وہ آپ کے ایکس ہزبینڈ کی طرح خاموشی سے نہیں جائے گا...... اس کی میں آپ کو شیورٹی دیتی ہوں...... اس کی فرینڈ فریشہ سالار آئی تھی۔ دونوں نے کافی ٹائم ایک دوسرے سے باتیں کیں، میں خود کافی بنا کر لے کر گئی تھی۔"

یہ سنتے ہی عرشلہ نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

''فریشہ......mean فری......؟'' وہ ماریہ کی طرف دیکھ رہی تھیں جو بیڈ کے ساتھ ہی ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

''یس میم......!'' ماریہ نے مختصر جواب دیا کہ باقی منظرنامہ پیش کرنے کے لائق نہیں تھا۔

''ماریہ......زرین جیسا بھی ہے میرا asset (اثاثہ) ہے......اگر اس میں کوئی کمی ہے تو وہ اس کا ذمّے دار نہیں ہے۔ یہ بات تو ہمیں سالوں بعد سمجھ آئی کہ اس کے ظالم، بے رحم پیرنٹس اسے جھولے میں ڈال کر کیوں بھاگ گئے تھے۔'' عرشلہ نے کہتے ہوئے ماریہ کی طرف کروٹ لی اور ہاتھ گال کے نیچے رکھ لیا۔

چند لمحے بالکل خاموش گزرے پھر عرشلہ کی بڑبڑاہٹ سنائی دی۔

''وہ ٹمن ملین (ایک کروڑ) مانگ رہا ہے......میں تو سب کچھ دے دوں گی......my beloved son''

(میرے پیارے بیٹے)

digest library.com

☆☆☆

داؤد علوی نے بیڈ چھوڑ کر آج پہلی واک کی تھی۔ وہ واکر کے سہارے قدم رکھتے رہے، واصف پہلو بہ پہلو چلتا رہا۔ اسپتال کا وسیع سرسبز لان، کھلے ہوئے رنگ برنگ پھول۔ درختوں پر شور مچاتے پرندے......آتے جاتے انسانوں کا جمِ غفیر۔

''دنیا کتنی خوب صورت ہے واصف......انسان اپنے جذباتی فیصلوں اور منفی رویّوں سے اس روشن دنیا کو تاریک کرتا جارہا ہے۔ اس گلوب (کرۂ ارض) پر نگیٹو انرجی کی لیئرز (تہیں) چڑھ چکی ہیں پوزیٹو انرجی تو غم اور نقصان پر صبر اور گہری خاموشی سے پیدا ہوتی ہے۔ جو شاید اس era (دور) میں انسانوں کے بس کی بات نہیں رہی......ہر کوئی ایک دوسرے پر چڑھ دوڑنے کے لیے تیار بیٹھا ہے......ابھی تک ہم انسانوں کو ہوش نہیں آرہا کہ ہماری پھیلائی ہوئی نگیٹو انرجی کی وجہ سے نیچرل ڈیزاسٹرز (قدرتی آفات) پیش آرہے ہیں......وہ گھروں کی حد تک ہوں یا دنیا میں پھیلتی ہوئی جنگوں کی صورت۔'' یہ کہہ کر وہ رک گئے۔ گہری، گہری سانسیں لینے لگے۔

''تھینک یو ویری مچ عرشلہ!'' وہ واکر کو مضبوطی سے پکڑے سر جھکائے مراقبے کی کیفیت میں نظر آئے۔

واصف کو زوردار جھٹکا لگا۔ اب درمیان میں ''عرشلہ'' آگئی تھیں۔ وہ جلدی، جلدی بندوبست سوچنے لگا......یہ پوچھا تو یہ جواب دے گا......وہ پوچھا تو فلاں فلاں جواب دے گا۔

''انسان ٹوٹل لاس (مکمل نقصان) کو فیس کرے اور پھر بھی زندہ مگر خاموش ہو تو اسے کفن سے پہلے کی زندگی اچھے سے سمجھ آہی جاتی ہے۔'' اب ان کا انداز خودکلامی کا سا تھا جو واصف کے لیے غنیمت تھا۔

اب وہ دونوں آہستہ، آہستہ اسپتال کے داخلی حصے کی طرف بڑھ رہے تھے۔

''آپا کو عرشلہ کہاں مل گئی تھی......؟ کیا تمہارے سامنے ایسا کچھ ہوا تھا واصف کہ آپا کی کسی gorgeous lady (خوب صورت خاتون) سے ملاقات ہوئی ہو؟''

واصف چند لمحات کے لیے چکرایا کیونکہ جھوٹ بولنے کی پریکٹس بالکل بھی نہیں تھی۔

''مم......وہ یہاں کافی لوگوں سے بات چیت کررہی تھیں، اکچولی تو میں نے کچھ نوٹ نہیں کیا۔'' وہ ایک وعدے کا پابند تھا......بات تو بنانا تھی......اور پھر بات بن بھی گئی۔

''اوکے......آپا تو ویسے بھی اس کی یاد میں مبتلا رہتی ہیں۔ ان کی ذہنی حالت بھی ایسی ہے......جو سوچتی ہیں وہ ان کو نظر بھی آتا ہے۔''

واصف کی روح گہری طمانیت سے بھر گئی......شیر آیا، شیر آیا......آخر وہ آکر جنگل کی طرف واپس بھاگ گیا۔

''تھوڑی دیر کہیں بیٹھتے ہیں۔ ایک دو فون کرلوں......اکچولی فری کو......کہیں دوبارہ گھر تو نہیں بیٹھ گئی۔ مجھے اس کی بہت فکر ہے کیونکہ وہ ٹیلنٹڈ ہے اور ٹیلنٹ ضائع نہیں ہونا چاہیے۔'' انہوں نے نظروں ہی نظروں میں کسی

خالی بینچ کو تلاش کرتے ہوئے کہا۔ اپنا اسمارٹ فون تو وہ گنوا چکے تھے، FIR اور SIM لاک کا پراسس بھی آفس کے ذمّے داران مکمل کر چکے تھے۔

''او مائی گاڈ...... میرے پاس تو فون ہی نہیں ہے۔'' داؤد علوی کو یاد آ گیا۔

''خیر، فری سے تو بات ہو سکتی ہے...... تمہاری کزن ہے، تمہارے فون میں تو اس کا نمبر saved ہوگا۔'' داؤد علوی کے لہجے میں یقین کا تاثر تھا۔

''نو سر...... میرے پاس اس کا نمبر نہیں ہے۔ پتا نہیں وہ تو کتنی sims چینج کر چکی ہے۔'' واصف نے جان چھڑائی۔ عجیب سے احساسات ہو رہے تھے...... فری یہاں بھی......؟

''کمال ہے، آپ لوگ ایک گھر میں رہتے تھے اور آپ کے پاس اس کا کانٹیکٹ نمبر ہی نہیں۔''

''ضرورت ہی پیش نہیں آئی، میں خود پتا نہیں کتنے فون چینج کر چکا ہوں۔'' واصف سوچ کر رہ گیا۔

''آپ تو بہت زیادہ اپ سیٹ ہو چکے ہو، میں مریم کی ڈیوٹی لگاتا ہوں، وہی نئے سیل کے لیے اسٹاف میں سے کسی کی ڈیوٹی لگائیں گی۔ ایک نیا آئی فون تو گھر میں پیک پڑا ہے مگر اس کا لاک کھلوانے کا پراسس ٹائم لے گا۔''

''سر، آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں؟ رات تک تو ہم ان شاء اللہ گھر چلے جائیں گے۔ کل میں آپ کا یہ کام کر دوں گا، ایک دن سے کیا فرق پڑتا ہے؟'' واصف نے انہیں ذہنی دباؤ سے بچانے کی کوشش کی۔

''اوکے...... ٹھیک کہہ رہے ہو۔'' وہ دھیرے سے مسکرائے۔

''دنیا سے چلا جاتا تو بھی کیا فرق پڑتا...... سسٹم تو چلتا رہتا ہے۔''

digest library.com

☆☆☆

''میں تم پر ٹرسٹ نہیں کر سکتا ماریہ...... کیونکہ تم فیملی سے loyal (وفادار) ہو اور میں کسی بھی قسم کا رسک افورڈ نہیں کر سکتا۔'' زین نے ماریہ کو صاف، صاف جواب دیا۔

ماریہ رات کے پچھلے پہر زین کے پاس آئی...... شمینہ اور عرشلہ مسکن ادویات کے زیرِ اثر گہری نیند میں جا چکی تھیں۔ یہ وقت تھا کہ ماریہ سکون اور توجہ سے زین کو ٹائم دے سکتی تھی مگر زین تو اس پر اعتماد کرنے کو تیار ہی نہیں تھا جبکہ وہ اپنی جمع پونجی تک دینے کی بات کر چکی تھی۔

''اگر میں فیملی کے ساتھ loyal ہوں تو فیملی میں تم بھی تو شامل ہو۔ عرشلہ میم کسی بھی قیمت پر تمہیں اس گھر سے کہیں اور جانے نہیں دیں گی۔ جب سے تم نے ان کو مام کے بجائے عرشلہ میم کہا ہے وہ ہر وقت روتی ہیں۔''

اب زین نے چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''میں کتنا بھی ایموشنل ہو جاؤں اس پوری یونیورس پر فرض ہے کہ وہ برداشت کرے...... اگر میں زمین پر دکھائی دیتا ہوں تو اس کی ذمّے داری مجھ پر نہیں ہے...... جو میری بات کو مائنڈ کرے وہی guilty (مجرم) ہے...... اگر میں ایک قلیم (شعلے) سے سب کچھ جلا دوں تو تب بھی میں غلطی نہیں ہوں...... پاگل ہونا میرا رائٹ (حق) ہے...... تھینک گاڈ، پاگل نہیں ہوا، اب تم جاؤ...... فری مجھے ایک ہوپ دے کر گئی ہے۔ وہ کسی داؤد سر سے میری میٹنگ کرانے جا رہی ہے...... کہتی ہے وہ ہر پرابلم کا سلوشن نکال سکتے ہیں...... ان سے ملنے سے پہلے میں کسی سے بات نہیں کروں گا...... مام سے نہ نانو سے نہ ہی تم سے...... please leave me alone''

''لیکن وہ تو اسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔'' ماریہ کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔

زین نے بری طرح چونک کر ماریہ کی طرف دیکھا۔

''تمہیں کیسے پتا......؟''

(جاری ہے)

سلسلے وار ناول

Digest Novels Lovers Group

پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

رفعت سراج

محبت کا پرندہ بسیط فضاؤں میں رقص کرتا ہے۔
انا قید خانہ ہے۔
محبت سپردگی ہے... انا سرکشی کا استعارہ ہے۔
انا ماضی کا آہنی شکنجہ ہے۔
محبت امن ہے... انا جنگ ہے۔
محبت من کا سُرور ہے... انا ”دُکھ بدن“ ہے۔
محبت بہاؤ ہے... انا مزاحمت ہے۔
محبت فراست ہے جس سے چراغ جلتے ہیں۔
انا عیار ذہانت ہے جس سے ایٹم بم بنتے ہیں۔
محبت کائنات کا ضمیر ہے... انا شیطان کا خمیر ہے۔
محبت کے نصاب میں سوال ہیں۔
محبت خیر مقدم ہے... انا ماتم ہے۔
محبت جنازہ پڑھواتی ہے... انا جنازہ اٹھواتی ہے۔
محبت عِلّیین... انا سافلین۔

وہ مرے پاس ہے کیا پاس بلاؤں اس کو
دل میں رہتا ہے کہاں ڈھونڈنے جاؤں اس کو
قید کرلوں اسے آنکھوں کے نہاں خانے میں
چاہتا ہوں کہ کسی سے نہ ملاؤں اس کو
چلنا چاہے تو رکھے پاؤں مرے سینے پر
بیٹھنا چاہے تو آنکھوں پہ بٹھاؤں اس کو
وہ مجھے اتنا سبک اتنا سبک لگتا ہے
کبھی گر جائے تو پلکوں سے اٹھاؤں اس کو

دوروںیوں سے نڈھال اکیسویں صدی کے آدم و حوا کی کہانی

چھبیسویں اور آخری قسط

ماریہ یکلخت لاجواب و حواس باختہ سی ہوگئی تھی۔ زین الجھی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور پلک نہیں جھپک رہا تھا۔

”وہ میری ایک دوست ہے، اُن کی کمپنی میں جاب کرتی ہے۔ کبھی کبھی اس سے کافی دیر تک بات ہوتی ہے، بتا رہی تھی کہ چیئرمین (داؤد علوی) کسی ایکسیڈنٹ میں زخمی ہوگئے تھے، آج کل ہاسپٹلائزڈ ہیں۔“ ماریہ کے ذہن

نے برق رفتاری سے راستہ نکال لیا تھا۔

''اوہ...... یہ ضروری تو نہیں کہ وہی داؤد سر ہوں۔ ایک نام کے بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔'' زین نے اب اسی الجھن بھری کیفیت میں جواب دیا۔

"may be." ماریہ نے اب پُرسکون انداز میں جواب دیا مگر جو کانٹا سا سینے میں گڑ چکا تھا وہ مستقل خلش بننے جا رہا تھا۔

''اگر یہ وہی داؤد علوی ہیں جنہوں نے ایک لے پالک بچے کا باپ بننے سے انکار کر دیا تھا، وہی اب عرشلہ کے لے پالک بیٹے کی داد رسی کریں گے؟''

''اوکے...... زین...... وش یو گڈ لک۔ اللہ کرے تمہاری سب پرابلمز solve ہو جائیں۔ یہ ہم سب کی وِش ہے...... اور ہمیں کیا چاہیے۔'' وہ کچھ دیر رکی اور پھر بولی۔ ''لیکن...... پلیز زین، اب عرشلہ میم کا خیال کرنا۔ وہ کسی extreme situation کو افورڈ نہیں کر سکیں گی۔ اب تم ان کا ٹوٹل asset (اثاثہ) ہو...... خدانخواستہ انہیں کچھ ہو گیا تو تم بھی ٹوٹل لاس (مکمل نقصان) میں چلے جاؤ گے اور سب سے بڑا نقصان ایک گلٹ (احساسِ جرم) ہوگا جو انسان سے خوش رہنے کا حق چھین لیتا ہے۔'' یہ کہہ کر ماریہ رکی نہیں...... تیزی سے پلٹ کر آگے بڑھتی چلی گئی۔

زین کی نگاہ بظاہر ماریہ کی پشت پر تھی درحقیقت ذہن کہیں اور تھا۔

☆☆☆

آفس پہنچتے ہی فری کو خوشخبری مل گئی تھی کہ داؤد علوی ڈسچارج ہو کر گھر جا چکے ہیں۔ یہ خبر مریم ہی کے ذریعے ملی تھی، جو آفس میں اپنی معمول کی ذمے داریاں ادا کرتی نظر آ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ موقع ملتے ہی فری، داؤد علوی سے ملاقات کرنے کی بات کرے گی اس لیے اس نے خاموشی سے ریسیپشن پر آ کر خود ہی فری کو بتا دیا تھا تاکہ وہ سکون اور توجہ سے اپنی ذمے داریاں ادا کرے۔

مگر فری کا حال تو یہ تھا کہ کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ جی چاہتا تھا اڑ کر داؤد علوی کے گھر پہنچ جائے اور اپنی آنکھوں سے انہیں چلتا پھرتا دیکھے۔

وہ کام ضرور کر رہی تھی مگر بار، بار رسٹ واچ بھی ملاحظہ کر رہی تھی۔

داؤد علوی سے ملنے کی بے چینی کی وجہ کچھ اور نہیں تھی بلکہ ''زین'' محرک تھا۔ اس کی شدید خواہش تھی کہ کسی طرح وہ زین کی میٹنگ داؤد علوی سے کرا دے۔

زین کی حقیقت جاننے کے بعد اسے ایک پل چین نہیں تھا۔ اتنے ہوشربا حقائق سامنے آئے تھے کہ اعصاب ٹھٹھر کر رہ گئے تھے۔ فطری طور پر خیالات کسی ان دیکھے دریا کی طرح اپنا بہاؤ رکھتے ہیں مگر جب سے زین سے ملاقات کر کے آئی تھی ذہن ایک نکتے پر ایسا جما تھا کہ آگے کی سوچتا تھا نہ پیچھے کی...... بس ایک امید کی شمع روشن تھی کہ جس طرح داؤد علوی نے اسے قبر نما بند کمرے سے باہر نکلنے میں مدد دی تھی جبکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ زندگی بس ختم ہے اب ایسے ہی گزرے گی، اسی طرح صرف زین کی ایک ملاقات ہونے کی دیر ہے اس کے سارے مسائل حل ہو جائیں گے اور وہ ہلکا پھلکا ہو جائے گا۔

وہ اکیلی تو داؤد علوی کے گھر نہیں جا سکتی، لامحالہ اسے مریم کے ساتھ ہی جانا ہوگا۔ ایک اور راستہ بھی تھا، وہ واصف کو بھی سیڑھی بنا سکتی تھی مگر یہ ناممکنات میں تھا کہ وہ خود آگے بڑھ کر واصف سے رابطہ کرے۔ اس میں تو اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ وہ صرف اس لیے اس سے رابطے میں پہل کرے کہ اسے واصف سے کام آ پڑا ہے...... لہٰذا اسے صبر سے انتظار کرنا تھا اس وقت کا جب مریم خود سے اسے کہے کہ میں داؤد علوی کے گھر جا رہی ہوں، چلنا ہے تو تیار ہو جاؤ۔

انٹرکام اور فون کی گھنٹیاں ایک ساتھ بجنا شروع ہو چکی تھیں اور وہ غائب دماغی کی کیفیت میں sets کی طرف یوں دیکھ رہی تھی گویا آنے والی کالز کے نمبرز زبانی یاد کر رہی ہو۔ کلیننگ اسٹاف کا لڑکا ڈسٹر ہاتھ میں پکڑے اس کی طرف دیکھتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ موڑ پر شروع ہونے والے زینے سے ٹھوکر کھا گیا۔

☆☆☆

داؤد علوی کے اسپتال سے گھر پہنچ جانے کے بعد واصف کی نوے فیصد ذمے داریاں ختم ہو گئی تھیں۔ ان کے گھر پہنچنے سے پہلے دو میل نرسز کی ہائرنگ ہو چکی تھی۔ 12,12 گھنٹے کے دو نرس ان کی دیکھ بھال کو کافی تھے۔ اس لیے اس نے سکون کی سانس لینے کے بعد عرشلہ کا کام نمٹانا شروع کر دیا تھا۔ کئی دن کی ای میلز اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ اسپتال میں موقع نکال کر اپنے اسمارٹ فون پر وہ کام البتہ کرتا رہا تھا جن کو بروقت نہ کرنے سے ''نوکری'' خطرے میں پڑ سکتی تھی۔

معاً اس کی نظر بینک سے آئے میسج پر پڑی۔ دو لاکھ روپے اس کے اکاؤنٹ میں کریڈٹ ہوئے تھے۔ اسے بالکل سمجھ نہیں آئی کہ یہ رقم کس نے بھجوائی ہے۔ اسے یوں لگا جیسے آن لائن ٹرانزیکشن میں کسی نے غلطی سے اس کے اکاؤنٹ میں رقم بھیج دی ہے کہ کبھی، کبھی ایک نمبر آگے پیچھے ہونے سے بھی گڑبڑ ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے واقعات بھی خال، خال رونما ہو جاتے ہیں۔

اس نے اپنے بینک کا سسٹم آن کیا تاکہ تفصیلات معلوم ہو سکیں۔ تب پتا چلا کہ یہ تو ثمینہ کے اکاؤنٹ سے آن لائن ٹرانزیکشن ہوئی ہے۔ اس نے فوراً سے پیشتر عرشلہ کا نمبر ملایا۔

دوسری رنگ پر ہی کال ریسیو ہو گئی اور عرشلہ کی مخموری آواز سماعت سے ٹکرائی۔

''کیسے ہو واصف...... اسپتال کی کیا خبریں ہیں؟ داؤد ٹھیک ہیں ناں......؟''

''جی میم...... داؤد سر ٹھیک ہیں، اپنے گھر شفٹ ہو گئے ہیں الحمدللہ...... اور میں اس وقت اپنے گھر پر ہوں اور آپ کا کام کر رہا ہوں۔ دو گھنٹے پہلے سائٹس بلڈرز اینڈ ڈیولپرز کے شیئرز کافی up گئے تھے...... میں نے سیل کر دیے تھے اور اسی اماؤنٹ سے الہادی پیٹرولیم کے شیئرز خرید لیے تھے۔ مارکیٹ کی خبریں ہیں کہ نیکسٹ منتھ الہادی پیٹرولیم بہت ہائی جائے گا...... میں نے لاسٹ سکس منتھ کا گراف چیک کر کے اسٹینڈ لیا۔'' واصف پیشہ ورانہ مہارت کے ساتھ بولتا چلا گیا۔

''اسٹاپ واصف...... یہ والی باتیں ممی سے کرنا۔'' عرشلہ نے اسے ٹوک دیا۔

''لیس...... میم، میں نے تو آپ کو اس لیے فون کیا تھا کہ ثمینہ میم کے اکاؤنٹ سے دو لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں آئے ہیں۔ مجھے اس مہربانی کی وجہ سمجھ نہیں آئی کیونکہ ابھی میری سیلری کا ٹائم بھی نہیں ہوا اور سیلری بھی اس سے زیادہ ہے۔''

''مائی گاڈ...... اب رکو بھی...... یہ تمہاری سیلری نہیں ہے، یہ تو جو تم نے لاسٹ منتھ شیئرز پرافٹ میں سیل کیے تھے۔ ممی نے خوش ہو کر اس میں سے تمہارا شیئر نکالا ہے۔ ڈالرز میں انویسٹمنٹ تھی ہم نے تو یورو کی ویلیو میں پرافٹ gain کیا ہے، تمہیں انکریج (حوصلہ افزائی) کرنا چاہیے ناں...... آخر تم ہمارا کتنا پیسہ بچا رہے ہو۔ ہم لندن آفس کے لیے تین دن کا ٹریول بھی کرتے تھے تو لاکھوں میں پڑتا تھا، اب تم ہمارے پاس بھی ہو اور ''ون ٹچ'' پر ہمیں پرافٹ بھی دلوا رہے ہو...... ممی تھوڑی کنجوس ہیں لیکن تم فکر نہ کرو، تمہیں زیادہ بھی ملیں گے۔ واصف، پلیز مجھے چھوڑ کر مت جانا...... تم experienced (تجربہ کار) ہو جاؤ گے تو تمہیں آفرز آنا شروع ہو جائیں گی۔ پرامس کرو مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ واصف، میرے چاروں طرف ڈارک (اندھیرا) ہے، مجھے any time تمہاری ضرورت ہے، مجھے پتا ہے دو لاکھ تمہیں کم لگ رہے ہوں گے......!'' وہ بولتی چلی جا رہی تھیں۔

''میم...... میم...... پلیز، مجھے اتنا بھی شرمندہ نہ کریں کہ بات کرنے کے قابل نہ رہوں۔ یہ تو ثمینہ میم کی مہربانی

ہے ورنہ مجھے تو میرے کام کی آپ لوگ ہینڈسم سیلری دے رہے ہیں...... بہر حال تھینک یو ویری مچ۔‘‘
عرشلہ کی ’’طومار‘‘ سے واصف کے کام کا حرج ہو رہا تھا۔ سامنے مانیٹر پر مختلف رنگوں کی روشنیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں۔ انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج کی ویب سائٹ کھلی ہوئی تھی، دنیا کے ٹریڈ ہو رہی تھی، پل، پل اسکرین تبدیل ہو رہی تھی۔ کوئی انٹرنیشنل ٹورنامنٹ چل رہا تھا۔ ’’عالمی جواری‘‘ روٹی پانی بھولے بیٹھے تھے اور ’’عرشلہ میم‘‘ کو یہ ’’ٹینشن‘‘ کھائے جا رہی تھی کہ واصف چھوڑ کر نہ چلا جائے اس لیے لگے ہاتھ تسلی دے دی جائے کہ دو لاکھ کے پیچھے ’’مزید‘‘ لاکھ بھی آئیں گے۔
’’اٹس اوکے...... شاید تم بہت بزی ہو...... مگر میں بہت ڈپریسڈ ہوں۔ میری destiny (مقدر) میں گھر کا سکھ نہیں ہے۔ ہم نے داؤد کو ہرٹ کیا تھا ناں...... ہمیں سکون کیسے مل سکتا ہے؟ خودکشی بھی کر لیں تب بھی نہیں مل سکتا...... داؤد کے لیے best wishes ‘‘ اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع ہو گیا۔
’’اس جاب کی آٹھ لاکھ سیلری بہت کم ہے۔ کوئی یہاں ایک مہینہ ٹک کر کام کر لے تو آٹھ لاکھ کی نوبت آئے گی۔ ماں بیٹی جو بونس میں وقت لے کر انسان کی توانائی اپنے نام کرتی ہیں یہ US میں کریں تو دس منٹ کے دو سو ڈالرز بنتے ہیں۔ اس حساب سے چوبیس گھنٹے میں جو وقت استعمال کیا جاتا ہے ہزار ڈالرز یومیہ بنتے ہیں۔ تیس ہزار ڈالرز ماہانہ پاکستانی کرنسی میں لاکھوں میں بات جا رہی ہے مگر ان کو سمجھائے کون...... یعنی بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے؟‘‘ واصف جو بڑے جذبے اور توجہ سے اپنے کام پر بیٹھا تھا لمحوں میں خود کو کمزور و بوڑھا محسوس کرنے لگا۔
ہم تمام انسان جو اس مادی دنیا کو پاؤں تلے رکھنے کے لیے میدان میں اترتے ہیں، اپنی عمریں کم کرنے کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں۔ اس ایک نام و مقام کو حاصل کرنے کے لیے جو دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے سب سے پہلے واپس لے لیا جاتا ہے...... اسپتال ایمرجنسی میں داخل ہوتے ہوئے کوئی خالد قریشی یا عبدالکریم ہوتا ہے، اندر داخل ہوتے ہی روح پرواز کر جائے تو اسٹریچر پر باہر نکلتے ہوئے میت یا ڈیڈ باڈی کہلاتا ہے...... روح کا یہ لمحاتی ناپائیدار سفر روح کو کتنا نڈھال کرنے کے بعد تمام ہوتا ہے۔
واصف کو کل ثمینہ کی لیگل ٹیم سے ویڈیو کانفرنس کرنا تھی جس کی تیاری اسے ایک دن پہلے مکمل کرنا ہوتی تھی مگر عرشلہ اب داؤد علوی کے ساتھ مل کر اسے دبوچ چکی تھیں۔ وہ خالی، خالی نظروں سے اسکرین کی طرف دیکھ رہا تھا۔
’’فری...... کس مقام پر لے آئی ہو...... مگر خود بھی کون سا مقام بنا کر بیٹھی ہو؟ تنہا، ویران، اپنی انا کی قیدی...... جو چاہا سب پا لیا...... مگر جو پایا تھا سود سمیت واپس لوٹا دیا...... نہ دل کو راحت نہ نظر کو نظارے میسر ہیں۔ ہم بے بس کر دینے والی بیماری یا کسی بڑے حادثے سے پہلے ’’بس‘‘ کیوں نہیں کرتے؟ خوشیاں تلاش نہیں کی جاتیں...... یہ تو تخلیق ہوتی ہیں۔‘‘
واصف نے کئی بار زور، زور سے سر جھٹکا گویا ان دیکھا کچرا دماغ سے جھٹک رہا ہو...... پھر وہ خود کو متوازن کرنے کے لیے سانس کی مشق کرنے لگا۔

☆☆☆

’’زین! کل شام پانچ بجے تم مجھے آفس سے پک کر لینا۔ ہم داؤد علوی کی عیادت کرنے ان کے گھر جائیں گے، میں نے پتا کر لیا ہے وہ شام کو اپنے گھر کے لان میں walk پر ہوں گے، ان کی صبح کی واک کا ٹائم صبح سات بجے ہے۔ ظاہر ہے اس وقت تو ان سے ملنا آکورڈ سا لگے گا، انہوں نے بریک فاسٹ بھی کرنا ہوگا...... ٹھیک ہے ناں؟‘‘ فری بہت پُرجوش انداز میں زین سے فون پر بات کر رہی تھی۔
’’تم تو داؤد علوی کو پتا نہیں کس طرح کنسیڈر کر رہی ہو۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی وہ میرے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ میری سسٹر کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟ while he is a patient himself‘‘ (جبکہ وہ خود پیشنٹ ہیں)

طویل تنہائی اور مسلسل آنسو بہانے کی وجہ سے زین کا ذہن پھر مایوسی کے اندھیروں میں ڈوب چکا تھا اور فری کی کئی گھنٹوں کی محنت اکارت جاتی نظر آرہی تھی۔

''کم آن زین...... اس طرح تو مرتے بھی نہیں ہیں ورنہ میں پاپا اور انفر کے فوراً بعد مرچکی ہوتی...... honestly...... مجھے اب تم سے زیادہ تمہاری سسٹر کی فکر ہے جس کی وجہ سے تم مسلسل بلیک میل ہو رہے ہو...... پلیز زین، اب زگ زیگ مت ہونا...... عرشلہ آنٹی کچھ بھی نہیں کرسکتیں، الٹا تمہاری سسٹر کو کوئی نقصان ہوسکتا ہے۔'' فری، زین کے بدلتے تیور محسوس کر کے بہت جذباتی ہو رہی تھی۔

''ہاں تو وہی ناں...... جب مام کچھ نہیں کرسکتیں تو تمہارے داؤد سر کیا نیٹو فورس بلوا کر زینب کو ریلیز کرائیں گے؟ وہ کوئی سپر نیچرل پرسنالٹی ہیں...... خود تو مرتے، مرتے بچے ہیں۔'' زین اب جھلّایا تھا۔

''بچ گئے ناں...... تھینک گاڈ...... تم ایک بار اُن کے ساتھ سٹنگ کرلو گے ناں تو تمہارا دل چاہے گا کہ بار، بار ان سے ملو۔''

فری کو درحقیقت اب زین سے زیادہ زین کی بہن کی فکر تھی جو ایک بہت غلط جگہ جیل سے بھی بدتر جگہ پر زندگی گزار رہی تھی۔ عرشلہ کی دولت نے اسے بازار کا کھلونا بننے سے بچایا ہوا تھا جو زین کے توسط سے حرام خوروں تک پہنچ رہی تھی۔

''اوکے...... تمہاری وجہ سے ون ٹائم تو میں ان سے ملوں گا...... میں کل تمہیں پک کرلوں گا...... ریڈی رہنا...... یہاں پر ماریہ نے میرے لیے مصیبت کھڑی کی ہوئی ہے، ہر وقت مجھے واچ کرتی رہتی ہے گھر میں اسے آل ریڈی داؤد سر کے بارے میں بتا چکا ہوں...... کل میں کالج سے واپس نہیں آؤں گا...... لنچ باہر کر کے ٹائم پاس کرلوں گا پھر تمہیں پک کرنے آجاؤں گا۔'' زین نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے دبی زبان میں فری کو مطمئن کیا۔

''تھینک یو زین...... مجھے تو ابھی سے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ کل ہم ان کے ساتھ ٹائم spend کریں گے۔'' فری اب مطمئن ہو چکی تھی۔

''تم داؤد سر کو اتنا سیریس لینے لگی ہو...... تم تو اُن سے شادی بھی کرسکتی ہو...... ایکسٹریم پر آئیڈیالائز کر رہی ہو...... مائی گاڈ!'' زین اب اپنی بنیادی فطرت پر بغیر سوچے سمجھے بول رہا تھا۔

''شادی کے بارے میں تو میں سوچتی بھی نہیں ہوں...... لیکن یہ پاسیبل ہے...... اگر شادی کرنا بہت ہی ضروری ہوا تو پھر میں داؤد علوی سے ہی شادی کروں گی۔ اب میں ڈائمنڈ، اسپورٹس کار سے امپریس ہونے والی فری نہیں ہوں زین یا تو سنگل رہوں گی یا کسی پرسنالٹی سے شادی کروں گی...... اگر سنگل رہوں گی تو داؤد سر کے پیٹرن پر گرتے ہوئے انسانوں کو موٹیویٹ کروں گی...... اینڈ دیٹس آل...... مجھے اپنا ٹریک کلیئر ہے۔'' فری بہت اعتماد سے بات کر رہی تھی۔

''لیکن فری، ایج ڈیفرنس تو بہت ہے...... وہ تم سے ڈبل ہوں گے......'' زین قدرے ہونق تو ہو ہی چکا تھا۔ داؤد علوی کے لیے تجسس بہت بڑھ چکا تھا۔

''شاید میں ان سے بھی بڑی ہو چکی ہوں...... ٹیک کیئر زین۔'' اس کے ساتھ ہی فری نے رابطہ منقطع کر دیا۔

زین کے دماغ میں ایسی ہلچل تھی جہاں کوئی خیال گرفت میں نہیں آتا۔

☆☆☆

''مائی گاڈ ماریہ...... تم مجھے اتنا لیٹ بتا رہی ہو۔ تمہیں تو فوراً میرے پاس آنا چاہیے تھا، اتنا سب کچھ ہو رہا تھا اور میرا انوسنٹ بیٹا اکیلا فیس کر رہا تھا۔ میں تو اپنے بیٹے کی خوشی کے لیے اپنا سب کچھ دے دوں گی...... میں ابھی اس سے بات کرتی ہوں۔'' عرشلہ ننگے پاؤں دیوانہ وار باہر کی طرف بھاگیں۔ ماریہ نے لپک کر انہیں بازو سے پکڑا۔

''میم، پلیز...... جسٹ اے منٹ...... آپ اتنی ایموشنل ہو کر اس سے ملیں گی تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ایک منٹ

سکون سے میری بات سنیں۔"

"نہیں، اب میں کچھ بھی نہیں سنوں گی۔ میں سمجھ گئی ہوں وہ کون ہے، میں نے اسے دیکھا ہوا ہے...... میرا اچھا کرتا رہا ہے...... میں اسے فوراً پہچان لوں گی۔ اسے پیسہ چاہیے ناں جس کی وجہ سے آج تک وہ میرے بیٹے کو بلیک میل کرتا آرہا ہے اور پتا نہیں وہ لڑکی زین کی بہن ہے بھی یا نہیں...... صرف مال بٹورنے کے لیے وہ زین کو بیوقوف بنا رہا ہو...... میں اس کو خود انویسٹی گیٹ کراؤں گی...... ساری زندگی جیل میں لیبر کرے گا...... بہت عیش کر لیے۔" عرشلہ پوری قوت سے ماریہ کو پیچھے دھکیل رہی تھیں۔ ایک وحشت سوار ہو چکی تھی۔

"میم، اگر اس نے زین کی سسٹر کو وہاں سے موو کر دیا تو زین آپ سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گا...... کبھی معاف نہیں کرے گا...... وہ پورا ایک گینگ ہے، پورے ملک میں اس کی چین ہے...... وہ او ور نائٹ زین کی سسٹر کو کہیں بھی شفٹ کر سکتے ہیں...... پھر پیسے ہمارے پاس ہوں گے لیکن زین اور اس کی سسٹر ہمارے ہاتھ سے چلے جائیں گے۔ آپ زین کا پاگل پن برداشت نہیں کر سکیں گی...... پھر وہ کچھ بھی کر کے دکھا سکتا ہے۔" ماریہ، عرشلہ کو دبوچے ہوئے سمجھا رہی تھی جبکہ اس کی اپنی سانس پھول چکی تھی۔

"ارے تو ہم پیسے دینے جا رہے ہیں...... اسے پیسہ ہی چاہیے ناں......؟ تم خوامخواہ ڈر رہی ہو...... پیسے دیں گے اور لڑکی کو لے آئیں گے۔" عرشلہ کو ماریہ کی حد درجہ احتیاط بالکل سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"میم، پہلے اُن سے بات ہوگی...... اچانک جانے سے وہ خوفزدہ ہو کر کچھ الٹا سیدھا کر جائیں گے...... کریمنلز (مجرمان) اندر سے ڈرے ہوئے ہوتے ہیں، armed (مسلح) بھی ہوتے ہیں...... ہمیں اس لڑکی کو کسی بھی قسم کے نقصان سے بچانا ہے۔" ماریہ زور لگا کر عرشلہ کو واپس بیڈ کی طرف موڑ رہی تھی۔ ماریہ کے آخری الفاظ نے کام دکھایا۔ عرشلہ کی مزاحمت دم توڑ رہی تھی۔ ان کا وجود ڈھیلا پڑ رہا تھا۔

"اوکے...... اب یہ بتاؤ کرو سے بات کیسے ہوگی؟" عرشلہ گرنے کے انداز میں بیڈ کے کنارے سے ٹک گئیں اور ماریہ کی طرف دیکھتے ہوئے گہری، گہری سانس لینے لگیں۔

زین اس مسئلے کے حل کے لیے داؤد علوی سے ملنے کو تیار تھا جو عرشلہ کھڑے، کھڑے حل کرنے کے لیے تیار تھیں۔

ماریہ، عرشلہ کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی...... عرشلہ تو اپنا سب کچھ اپنے لے پالک بیٹے کی خوشی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو چکی تھیں...... انہیں اس بات کا خوف بھی نہیں ستا رہا تھا کہ ایک بڑی رقم وہ ثمینہ سے کیسے لینے میں کامیاب ہوں گی...... جو پانچ لاکھ کے نقصان کو زندگی بھر کا نقصان سمجھ لیتی ہیں وہ کروڑوں کی باتیں سنیں گی؟ اس ڈیمانڈ پر تو انہیں سیریس اٹیک پڑ سکتا ہے۔

"اب میری شکل کیا دیکھ رہی ہو...... بتاؤ ڈیل کیسے ہوگی؟ ہمیں زین ہی ملوائے گا ناں؟" عرشلہ نڈھال انداز میں مخاطب ہوئیں۔

"یس میم...... obviously۔" (ظاہری بات ہے)

"تو میں اس سے بات کروں گی تب ہی تو وہ اسٹینڈ لے گا...... تم تو اس وقت بالکل ڈفر پروف ہو رہی ہو...... کیا کوئی سپر نیچرل آسمان سے اترے گا ہمیں ہیلپ کرنے کے لیے؟" عرشلہ جذباتی انداز میں اپنے بال نوچنے لگیں۔

اب ماریہ قدرے حواس باختہ ہو رہی تھی۔ اسے یہ ڈر تھا کہ زین، عرشلہ پر بھروسا نہیں کرے گا۔ جانے عرشلہ، گرو کے سامنے ایسا کیا کہہ دیں کہ معاملات سلجھنے کے بجائے بگڑ جائیں اور زین گھر سے ہی غائب ہو جائے۔ یہ تو عرشلہ برداشت ہی نہیں کر سکیں گی اس لیے وہ سکون سے سوچنا چاہ رہی تھی کہ بات چیت کا آغاز کس ڈھب سے ہو کیونکہ زین کو اتنا تو پتا تھا کہ عرشلہ، ثمینہ کی اجازت کے بغیر بینک سے پیسہ نہیں نکلوا سکتیں۔ ثمینہ پیسہ دینے کے بجائے پہلی فرصت میں

اپنا اثر رسوخ استعمال کر کے پولیس کو اپروچ کریں گی، پولیس ریڈ کرے گی اور زینب کا نقصان ہو سکتا ہے اور زینب کے نقصان کا مطلب تھا کہ عرشلہ، زین کو گنوا بیٹھتیں۔

جو کچھ زین نے اس سے شیئر کیا تھا اس سے یہ تو ثابت ہو چکا تھا کہ وہ جرائم پیشہ گروہ کے ہتھے چڑھا ہوا ہے۔ صرف وہی نہیں، اس کی بہن بھی جس کے بارے میں اسے کوئی شک وشبہ ہی نہیں کہ وہ اس کی بہن نہیں ہے۔

''میں زین سے پرائیویسی میں بات کرتی ہوں میم۔ اسے یقین دلاتی ہوں کہ آپ ہر صورت اس کی ہیلپ کریں گی، وہ آپ سے خود بات کرے۔ فی الحال تو اسے اس بات کا غصہ ہے کہ وہ adopted ہے تو اس سے یہ بات چھپائی کیوں؟''

''ہاں تو ہم اسے اپنا بنا چکے تھے، ہم تو سوچنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ ہمارا اپنا بچہ نہیں ہے۔'' عرشلہ نے تلملا کر ماریہ کی بات کاٹی۔ وہ زین سے بات چیت کرنے کے لیے بے قرار تھیں اور ماریہ رکاوٹ بنی ہوئی تھی اور ماریہ کو صرف یہ اندیشہ تھا کہ زین گھر سے نہ چلا جائے۔... جو عرشلہ کے لیے جان لیوا صدمہ ہوگا...... وہ اس وقت ڈپریشن کی اس انتہا پر تھا کہ کوئی بھی انتہائی قدم اٹھا سکتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ ثمینہ ایک بڑی رقم دینے کو تیار نہیں ہوں گی اسی وجہ سے وہ فری کے ترغیب دلانے پر داؤد علوی سے ملاقات پر بھی آمادہ ہو چکا تھا۔

''آج ہی بات کرو...... ابھی بات کرو...... مجھے آج ہی رزلٹ چاہیے۔'' عرشلہ کے انداز میں بچوں کی سی ضد تھی۔

''اوکے میم...... میں آج ہی آپ کو رپورٹ کروں گی۔ ہو سکتا ہے زین خود آپ سے ملنے آجائے۔ میں اسے پورا یقین دلاؤں گی کہ عرشلہ میم کو سب پتا چل چکا ہے، وہ آپ کو ہر طرح سے ہیلپ کریں گی۔''

''بالکل کروں گی اگر پروف ہو گیا کہ وہ لڑکی اس کی ریئل سسٹر ہے تو وہ بھی اس گھر میں ہمارے ساتھ رہے گی...... اگر وہ ایگری نہیں ہوگی یا ممی نہیں مانیں گی تو کوئی مسئلہ نہیں...... وہ ٹونو کے شاندار شیلٹر ہوم میں رہے گی۔ ہم اس کی اچھے سے لڑکے سے شادی بھی کرا سکتے ہیں۔'' عرشلہ اب بہت پُر جوش نظر آرہی تھیں۔ انہیں سب کچھ ممکن محسوس ہو رہا تھا۔

''ٹھیک ہے میم...... میں زین سے بات کر کے اس کا کانفیڈنس ڈیولپ کرتی ہوں۔ پلیز، آپ ریلیکس کریں...... اور سوچیں ہمیں ایک ہیوی اماؤنٹ ارینج کرنا ہے۔'' ماریہ نے آگے بڑھ کر عرشلہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ہتھیلی کی پشت پر ایک نرم بوسہ دیا۔

"Its okay my dear."

عرشلہ نے اپنی فطرت کے بموجب گویا ہتھیار ڈال دیے۔

☆☆☆

''تانی نے خصم کیا برا کیا...... کر کے چھوڑ دیا بہت برا کیا۔'' نیلم پری نے برا سا منہ بنایا اور زور سے تالی بجائی۔

چنبیلی نے حقہ گڑگڑایا پھر کھا جانے والی نظروں سے نیلم پری کی طرف گھورا۔

''ارے ''ست خصمی'' ہمیں تانی اور اس کے خصم سے کیا لینا دینا۔ اب کیا نیا رونا لے کر آئی ہے؟''

''گروجی...... وہ فیکا پہلوان ہے ناں ہڈی جوڑ کا ڈاگڈر (ڈاکٹر) وہ شجاع آباد سے کسی کی جنانی (زنانی) بھگا کر لایا تھا، سب سمجھے تھے یہ اسی کی جروا ہے۔ آج سویرے وہ ڈبو پنسار کے ساتھ بھاگ گئی...... بھاگم بھاگی کا جمانہ (زمانہ) چل رہا ہے، شرمیلی کو زیادہ چھوٹ دینے کی ضرورت نہیں...... تم سے کہہ رہی تھی ناں استانی بننے کی...... یہ سب کھسکنے کے بہانے ہیں...... ارے اس کے بہانے تو اللہ نے ہماری روٹی روزی لگائی ہوئی ہے۔'' نیلم پری نے تالی بجائی پھر چکر کھا کر ٹھمکا لگایا۔

چنبیلی نے اپنی فل سائز چپل اٹھا کر نیلم پری کی پشت پر دے ماری۔
''کالی جیب (زبان) لٹکا کے پھرے..... جیسی شکل ویسی عقل..... تو منہ سے کھاوے ہم ناک سے کھاویں......
صاحب جی نے جبان (زبان) دی ہے بڈھی مرے بھلے جندہ رہوے وہ کروڑ ہاتھ پہ رکھ کے بھین جی کو لے جاویں گے......ہم کروڑ کا رستہ دیکھیں.....تو بھاگنے ٹرنے کی باتیں کرے......نامراد نے کلیجا نکال کر رکھ دیا۔'' چنبیلی نے پھر شدومد سے حقہ گڑگڑانا شروع کر دیا جیسے نیلم پری کو سالم نگل رہی ہو۔
''کروڑ کے تو تم پان چبا کر تھوک دو گے کروجی.....ستر برس کی مزدوری کروڑ روپیہ.....اتنا سستا سودا.....پھر بولو عقل ہمیں نہیں۔'' نیلم پری ہاتھ پیچھے کر کے مسلسل کھجا رہا تھا۔ چپل مضبوط تھی نشانہ بھی پکا تھا۔
''تو دیکھ تو سہی گرو کرتا کیا ہے۔ کروڑ کے پیچھے دس کروڑ دوڑ کے آویں گے۔'' چنبیلی کی مسکراہٹ بڑی معنی خیز و پُراسرار تھی۔
نیلم پری اب ابرو چڑھا کر گرو کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ''دس کروڑ دوڑ کے آئیں گے'' یہ بات اس کی سمجھ سے واقعی بالاتر تھی۔

☆☆☆

''ممی میری مدر ہیں ٹوٹو.....مگر میں ان سے اپنی فیلنگز شیئر نہیں کر سکتی۔ انہیں اپنے اثاثے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ اگر ان سے ہیوی اماؤنٹ ڈیمانڈ کی جائے گی تو وہ اسپتال کی ایمرجنسی میں پہنچ جائیں گی اور اگر وہ مجھے ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر چلی جاتی ہیں تب بھی ایک guilt (احساسِ جرم) مجھے تنگ کرتا رہے گا۔'' عرشلہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہی تھیں۔
ٹوٹو کافی عرصہ کئی ملکوں کی یاترا کے بعد اور بہت ساری کامیابیاں سمیٹ کر واپس آئی تھی۔ اس کی آمد کا سن کر عرشلہ نے اس کے گھر آنے کا انتظار نہیں کیا تھا بلکہ خود ملنے پہنچ گئی تھیں۔ انہیں اس کے سامنے ساری بھڑاس نکالنے کی جلدی تھی۔ عرشلہ کے حساب سے وہ ٹوٹل ''عقلِ کُل'' تھی اور ماریہ ڈرپوک۔ وہ بہترین ایڈوائزر ضرور تھی مگر رسک لینے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔
جیسے ہی ٹوٹو نے گھر پہنچ کر عرشلہ کو مطلع کیا کہ وہ واپس آگئی ہے، عرشلہ کو یوں محسوس ہوا گویا میلے میں بچھڑنے والا بچہ اچانک مل گیا ہو۔ ذرا سی دیر میں انہوں نے تھیلا الٹا کر کے خالی کر دیا۔
''میں کہیں بھی گئی مگر بس مجھے تمہاری ہی فکر لگی رہی۔ فون پر کانٹیکٹ تو تھا مگر میں تم سے detailed باتیں نہیں کر پا رہی تھی.....باکو میں کچھ لیگل ایشوز آگئے تھے، وہ بھی ایک فارنر نے مس کمٹمنٹ کی تھی اس وجہ سے.....اس دوران میں اور ہنی (ہزبینڈ) اتنے انگیج رہے کہ اپنا ہوش نہیں رہا مگر مجھے نہیں پتا تھا تم اتنا سارا کام پھیلائے بیٹھی ہو۔ تمہیں تو ویسے بھی پریشان رہنے کا شوق ہے، آنٹی ٹھیک کر رہی ہیں.....وہ سب کچھ اپنے کنٹرول میں رکھتی ہیں، بہت اچھا کرتی ہیں۔ اگر وہ سب کچھ تمہارے ہینڈ اوور کر دیں تو تم سب کچھ پاکستان کے کریمنلز کے حوالے کر دو.....اور اس کے بعد بھی بلیک میل ہوتی رہو.....تم نے کبھی ایک پینی (سکے) کے لیے محنت نہیں کی، تمہیں نہیں پتا وہائٹ منی کیسے جنریٹ ہوتا ہے.....کیا تمہارے سب forefathers نے بلیک میلرز کے لیے اتنی محنت کی تھی جن کی وجہ سے تم ہمیشہ لگژری لائف انجوائے کر رہی ہو۔''
ٹوٹو نے عرشلہ کے آنسوؤں سے پگھلنے کے بجائے بہت اچھے سے طبیعت صاف کی تو عرشلہ آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ ہکا بکا ہو کر ٹوٹو کی شکل دیکھنے لگیں۔
''what do you mean Toto (تمہارا کیا مطلب ہے) یہ سب میرے بیٹے سے زیادہ امپورٹنٹ

ہے؟ کسی انسان کی لائف پیسے سے بڑھ کر ہو سکتی ہے؟ ڈیڈ باڈیز کو پیسے کی ضرورت نہیں ہوتی......"

"بالکل ایسا ہی ہے...... میں NGO چلا رہی ہوں، انسان کی جان، عزت، صحت کو پروٹیکٹ (محفوظ) کرنے کے لیے کام کرتی ہوں...... تم مجھے بتاؤ گی کہ انسان کی جان کی کیا امپورٹنس ہے؟ try to understand my darling...... ہم خود کو اس لیے نہیں تھکاتے کہ کریمنلز ہماری محنت پر عیش کریں۔ تم ایک پینی بھی نہیں دو گی۔ ملین ملینز (ایک کروڑ) راستے میں پڑے ملتے ہیں؟" ٹوٹو نے انصاف پسند جج کی طرح بڑی بے رحمی سے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

عرشلہ کا دل بیٹھ گیا۔ ٹوٹو نے انہیں شدید مایوس کیا تھا۔

"تم تو ممی بن رہی ہو ٹوٹو...... تم تو انسانیت کی خدمت کرتی ہو۔"

"ہاں تو کر رہی ہوں ناں...... تم بھی انسان ہو ناں...... تمہاری خدمت ہی تو کر رہی ہوں...... یہ کیا طریقہ ہے، جس کا جب جی چاہے ہمیں گن پوائنٹ پر لے کر ڈیمانڈ کرنے لگے۔ (گالی...)The are" ٹوٹو نے انگریزی میں زبردست مردانہ گالی فضا میں اچھالی۔

وہ کبھی کبھار غصے کی انتہا پر نظر آتی تھی اور اس کیفیت میں بہت وزنی مردانہ گالیاں منہ سے نکالتی تھی مگر بہترین انگریزی میں۔ عرشلہ کبھی شرما کر جھجک کر ٹوکتیں تو وہ صاف کہہ دیتی۔

"میں جس کام میں ہوں اس میں مردوں کی طرح ٹریٹ کرنا پڑتا ہے۔ ایسے، ایسے نمونے ملتے ہیں جو کھڑے، کھڑے بیچ کر کھا جائیں اور بکنے والے کو پتا تک نہ چلے۔"

"ٹوٹو، مائی ڈیئر...... اس کیس میں risk نہیں لیا جا سکتا۔ وہ زین کی رئیل سسٹر ہے۔ ماریہ 100% شیور ہے اسے کوئی ...... شک نہیں ہے...... ایک انوسنٹ گرل کو قید سے نکالنا ہے۔ اللہ نے شاید ہمیں اتنی زیادہ wealth (دولت) اسی لیے دی ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ بھلائی کریں۔" عرشلہ نے بڑی سادگی سے بھیگی پلکیں جھپکاتے ہوئے "بے رحم" ٹوٹو کو منانے کی کوشش کی۔

"چوروں، ڈاکوؤں، بلیک میلرز کی خدمت کریں اور ان سے بڑے ادب سے بولیں کہ آپ لوگ آرام فرماتے رہیے، ہم آپ کے لیے محنت کر تو رہے ہیں...... بلکہ آپ لیٹے رہیے ہم کھانے کی ٹرے آپ کے پیٹ کے اوپر رکھ دیتے ہیں...... بس آپ لیٹے، لیٹے کھاتے رہیے، ایسا نہ ہو کہ آپ بیٹھ کر کھائیں تو تھک جائیں...... اگر آپ تھک گئے تو ہمیں بہت تکلیف ہوگی۔" یہ کہہ کر ٹوٹو نے اپنے دونوں ہاتھ زور سے آپس میں جوڑے۔ "اللہ کو مانو یار۔" پھر گہری سانس لے کر چھت کی طرف دیکھا۔

"تھینک گاڈ...... کہ میں ٹائم سے واپس آ گئی...... اور اس ماریہ کو بھی میں آ کر پوچھتی ہوں...... تم بتا رہی تھیں ناں کہ وہ اپنے اکاؤنٹ سے زین کو کریڈٹ کرنے کے لیے ریڈی ہو گئی تھی۔" ٹوٹو نے دھمکی آمیز انداز میں کہتے ہوئے عرشلہ کا شانہ زور سے پکڑ کر ہلایا۔

"نہیں، نہیں...... اس بیچاری کو کچھ نہ کہنا...... وہ ایک نرس ہی نہیں ہے بہترین ہاؤس منیجر بھی ہے۔ اگر وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی......"

"اسٹاپ...... اگر...... if...... then...... بس کرو یار...... عرشلہ، کیا earn کیا ہے تم نے لائف میں؟ ڈر، خوف، پچھتاوا...... میں نے اپنی انرجی کھپا دی...... تم چینج ہونے کا نام نہیں لے رہیں...... مگر میرے ساتھ بھی ایک پرابلم ہے۔" یہ کہہ کر ٹوٹو نے گہری سانس لی۔

"وہ کیا......؟" عرشلہ نے شرمیلے، ڈرپوک بچے کے انداز میں سوال کیا۔

اپنے بچوں کے ساتھ کھیلیں

ایک بہترین عادت جو والدین اور بچوں کا آپس میں تعلق بہت مضبوط بناتی ہے، وہ ہے کھیل یا ''فیملی پلے ٹائم'' کیونکہ بچے چاہے کسی عمر کے ہی کیوں نہ ہوں، والدین کا ان کے کھیل میں شامل ہونا ان کے لیے خوشی، تسکین اور آپس کے مضبوط تعلق کا باعث ہوتا ہے۔

یاد رکھیے بچوں کے بہت سے پسندیدہ کاموں میں سب سے اہم والدین کے ساتھ کھیلنا ہے۔ اس لیے کوشش کریں کہ بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے وقت ضرور نکالیں روزانہ بالعموم اور ویک اینڈ پر بالخصوص کچھ وقت بچوں کے ساتھ کھیلنے کے لیے ضرور نکالیے۔

اِن ڈور کھیل

اگر آپ کسی وجہ سے پارک نہ جا سکیں تو بچوں کی عمر اور پسند کے مطابق ان کے ساتھ گھر کے اندر بلاکس، پزلز، بیڈمنٹن، پکڑن پکڑائی، چھپن چھپائی، چادروں سے گھر بنانا، ٹیچر اور اسٹوڈنٹ اور بہت سے کھیل کھیلے جا سکتے ہیں۔

کوئی نیا کھیل بھی ایجاد کیا جا سکتا ہے، جیسے غبارہ یا گیند اچھالنا، فیملی ریس وغیرہ۔

آؤٹ ڈور کھیل

اگر پارک یا پلے گراؤنڈ جانا ممکن ہو تو ایسا کھیل منتخب کریں جس میں ساری فیملی بالخصوص ماؤں کو شامل کیا جا سکے، مثلاً فٹ بال، کرکٹ، ہاکی، ٹینس، بیڈمنٹن، ریس وغیرہ۔ کیونکہ بچوں کی عمر اور پسند کے مطابق ان کے

''میں ہار نہیں مانتی...... سرینڈر نہیں کرتی۔'' ٹوٹو نے بھرپور اعتماد سے عرشلہ کی آنکھوں میں دیکھا۔

''وہ تو مجھے پتا ہے۔ تمہاری وجہ سے تو میں ریلیکسڈ رہتی ہوں ورنہ میں سی 100 کے بجائے مینٹل اسپتال کے بیڈ پر نظر آتی۔'' عرشلہ نے اپنے فطری انداز میں ٹوٹو کی اہمیت کا اعتراف کیا۔ اس پر ٹوٹو نے آگے کی طرف جھک کر عرشلہ کو گلے سے لگا لیا۔

''سوری عرشی...... کبھی، کبھی میں تمہاری سادگی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر تمہیں ٹھیک ٹھاک سنا دیتی ہوں لیکن یہ سب میرا تم سے پیار ہے...... میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ عامر کو دیکھو لو مرتا ہے تم پر۔ میں نے دس مرتبہ کہا کہیں اور دیکھ لو... میری بیوقوف دوست پر ٹائم ضائع کر رہے ہو...... پتا ہے اس نے کیا جواب دیا؟''

عرشلہ نے پلکیں جھپکا کر سوالیہ انداز میں دیکھا جیسے ملنے والے جواب سے پیشگی ڈر بھی رہی ہوں۔

''کہنے لگا یار ٹوٹو، عرشلہ سے ملنے کے بعد کوئی اچھا نہیں لگ رہا۔ ساری زندگی کا سوال ہے...... اب یا تو عرشلہ ہے یا پھر کوئی اور نہیں...... کتنی لکی ہو تم...... بندہ تم سے مل کر اپنی ایکس وائف کو بھی بھول چکا ہے۔ اس بیچارے کا خیال کر لو یار۔'' ٹوٹو نے حیران پریشان نظر آنے والی عرشلہ کے رخسار پر ایک بوسہ ثبت کر دیا۔

''وہ مجھے اتنا کچھ دیں گے مگر میں ریٹرن نہیں کر سکتی...... یہ تو پھر اُن کے ساتھ زیادتی ہو گی ناں ٹوٹو۔'' عرشلہ کی آنکھوں میں آنسو جھلملانے لگے...... ''وہ اور علوی......''

''میرے سامنے نام نہ لینا۔'' ٹوٹو نے بے رحمی سے عرشلہ کو ٹوک دیا۔

''وہ میں تمہیں یہ بتانا چاہ رہی تھی......'' عرشلہ جھجکتے ہوئے گویا ہوئیں۔

ٹوٹو نے اپنے ہاتھ دونوں کانوں پر رکھ لیے۔

ساتھ کھیل میں شامل ہو کر ان کو جسمانی اور ذہنی نشوونما کا بھرپور موقع دیا جا سکتا ہے۔

فوائد

☆ گھر کا ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے۔

☆ والدین اور بچوں کا آپس میں تعلق مضبوط ہوتا ہے۔

☆ بچوں کی ذہنی، جسمانی اور جذباتی نشوونما بہتر طریقے سے ہوتی ہے۔

☆ ....ا، ...بسازی، اعلیٰ گفتگو، حسنِ اخلاق، پرابلم سولونگ، اعتماد، قوتِ فیصلہ جیسی خوبیوں کو سیکھنے میں ...ردملتی

...وقت کا بہترین استعمال ہے۔

...... کھیل والدین اور بچوں دونوں کی ذہنی، جسمانی اور جذباتی صحت کے لیے ضروری ہے۔ فیملی پلے ٹائم ہنسی قہقہے، رابطہ، ...اور بچوں کی توانائی صرف کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

گھر میں کھیل کے لیے مناسب جگہ نہ ہونے کا ...نہ کریں بلکہ کھیل کے لیے مناسب جگہ خود تیار کریں۔

اپارٹمنٹ یا فلیٹ میں رہنے والے لوگ ہال (لونگ روم ...) ...سے ...کھیل، کھیل سکتے ہیں، جن میں فزیکل ایکٹیوٹی ہو سکے۔ ہال سے لے کر ماسٹر بیڈ روم تک براستہ ہال ... سکتے ہیں۔ پاکستان میں موجود اکثر گھروں میں بڑے صحن، لان یا چھت ہوتے ہیں جن میں کوئی بھی کھیل آرام سے ...جا سکتا ہے۔

از: آسیہ عامر، کراچی

"no......no...... مجھے کچھ نہیں سننا۔ اس کا نام سن کر تکلیف ہوتی ہے۔" ٹوٹو نے اسی طرح کانوں پر ہاتھ رکھے، رکھے عرشلہ کو باز رکھا۔ "تم اپنے ٹاپک پر رہو...... ہمیں کرنٹ افیئر solve کرنا ہے...... ابھی اپنے فرینڈز کے ساتھ ڈنر کریں گے اور میں تمہارے اور آنٹی کے ساتھ...... میں زین سے ون او ون میٹنگ بھی کروں گی۔ اب تم نے بالکل ٹینس نہیں ہونا...... ہر پرابلم کا پراپر سلوشن ہوتا ہے، بس مینٹل پیس (ذہنی سکون) کی ضرورت ہوتی ہے۔" ٹوٹو نے عرشلہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر نرمی سے دبائے۔

"Okay......" عرشلہ نے اب ٹوٹو کا ہاتھ بڑی محبت سے چوم لیا۔

☆☆☆

سرسبز وسیع و عریض لان میں سبز و سفید رنگوں سے مزین چھتری تلے وہائٹ امپورٹڈ لان چیئرز، ٹیبل کے اردگرد دلکش رنگوں کے پھولوں سے سجے بڑے، بڑے گملے...... ایک پُرفسوں و سحر انگیز ماحول تھا۔ سیاہ و سفید دھاریوں والے ٹریک سوٹ میں ملبوس داؤد علوی گم صم سی نظروں سے زین کی طرف دیکھ رہے تھے۔

آف وہائٹ ٹی شرٹ، بلیک تنگ جینز، بالوں میں آئرن ہیئر بینڈ، آج اس کی پونی نہیں بنی ہوئی تھی۔ شانوں سے قدرے اونچے بال ریشم کے تاروں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ ایک کلائی میں دنیا کی مہنگی ترین واچ دوسری کلائی میں سیاہ موٹے، موٹے موتیوں والا بریسلیٹ...... یونانی تیکھے نقوش...... اوپری ہونٹ میں گہرا نسوانی کٹ کہ ڈارک لپ اسٹک لگا دی جائے تو مصور کے برش کا گمان ہو...... جیسے مصور نے دل و جان سے ہونٹ میں خم ڈالا ہو۔ چھوٹا دہانہ مگر بھرے، بھرے ابھرے ہوئے گلابی ہونٹ جو کسی دوشیزہ کو ملتے تو عاشق مزاج شاعر ہونٹوں پر پورا دیوان لکھ ڈالتا...... کیا حسن و جمال ہے...... مگر نہ دوشیزگی کا غرور نہ مردانگی کا مان...... زین کے پہلو میں بیٹھی ہوئی فری بلیو پینٹ، بلیک کرتی، آف وہائٹ بڑی سی چادر پہنے، جس پر ہم رنگ ریشم سے بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔

''سر تو شاکڈ ہیں فری...... ہم نے ایک پیشنٹ کو اس وقت مینٹلی ٹارچر کیا ہے۔'' زین، داؤد علوی کی گہری خاموشی سے احساسِ جرم میں مبتلا ہونے لگا۔

فری بھی داؤد علوی کی خاموشی سے گھبرا رہی تھی، فوراً چادر سنبھال کر کھڑی ہو گئی۔ شرمندہ، شرمندہ انداز میں گویا ہوئی۔

''ایسا کرتے ہیں ابھی ہم چلتے ہیں پھر سر سے ٹائم لے کر دوبارہ آ جائیں گے۔''

''پلیز...... تشریف رکھیے۔'' داؤد علوی کی دھیمی اور بھاری آواز میں بہت ٹھہراؤ تھا۔ وہ فری سے مخاطب ہوئے تھے۔

فری سٹپٹا کر پھر بیٹھ گئی اور کن انکھیوں سے زین کی طرف دیکھنے لگی۔

''مطلب یہ کہ جب آپ infant (شیر خوار) تھے تب ہی ایک کپل نے آپ کو اڈاپٹ کر لیا تھا...... اگر یہ چویشن تھی تو بڑا ہونے کے بعد بچے کو بتانا ضروری نہیں ہوتا کہ وہ adopted ہے...... اس طرح سے بہت سے سائیکولوجیکل ایشوز آ سکتے ہیں...... وہ بے بی تو بڑا blessed ہے جسے ایک rich اور loving کپل نے گود لے لیا ہوتا ہے، وہ تو اپنی ساری پوزیٹو انرجی اپنے be loved بے بی پر انویسٹ کرتے ہیں، اس پر آپ کو اپنے گریٹ پیرنٹس سے خفا نہیں ہونا چاہیے بلکہ آپ کو تو ان کا اور اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔''

''سر...... میری مام سنگل پیرنٹ ہیں...... اور وہ خود سائیکو پیشنٹ رہی ہیں...... ان کی مدد اور ایک سنگاپوری میڈ نے مجھے پالا ہے...... مام تو میرے ساتھ ان ڈور گیم کھیلتی تھیں یا شام کو پارک لے جاتی تھیں اور PTM پیرنٹس ٹیچر میٹنگ اٹینڈ کرتی تھیں...... جب میں اسکول جانے لگا تو وہ میڈیسن کی وجہ سے سوتی رہتی تھیں، میری میڈ مجھے انہیں دور سے دکھا کر اسکول چھوڑنے جاتی تھی اور وہی pick کرنے بھی آتی تھی۔'' زین کی آنکھیں ڈبڈبا رہی تھیں۔ گویا اس وقت وہ ماضی کے درد میں ڈوب چکا تھا۔

''جی سر...... زین یہ سب کچھ مجھ سے شیئر کرتا رہا ہے لیکن میں اس کی ان باتوں کو کبھی سیریس نہیں لیتی تھی۔ میں سوچتی تھی زین اتنا rich (امیر) ہے...... اسے سب کچھ اے دن ملا ہوا ہے تو اسے ڈپریشن میں جانے کا بس کوئی شوق ہے...... اتنی سپر لگژری ڈریم لائف...... میں آپ کو کیا بتاؤں سر...... ابھی اس نے مجھے اپنی اوڈی Audi میں پک کیا ہے...... یہ تو فراری بھی خرید سکتا ہے لیکن سر...... اب مجھے اس کے درد کا اندازہ ہے۔ خوشی اوڈی، فراری میں کہاں ملتی ہے...... یہ تو ہم سپوز کرتے ہیں۔'' فری نے جلدی سے اضافہ کیا تاکہ داؤد علوی کے جذبات کو زیادہ سے زیادہ زین کے حق میں کر سکے اور وہ پلک جھپکتے میں زین کو خوش کر دیں۔

زین کی ادھوری ذات پر وہ ہمیشہ سے ترس کھاتی آ رہی تھی مگر خود روح کے گھاؤ کھائے تو زین کے درد اپنے درد کی طرح تنگ کرنے لگے۔

''ہوں...... ہو...... ں...... ہو...... ں۔'' داؤد علوی نے اپنی پلاستر زدہ ٹانگ کو مزید پھیلاتے ہوئے کئی بار طویل ''ہوں'' کی صدا بلند کی۔

''تو آپ کی مدر سنگل پیرنٹ ہیں؟''

''سنگل ہاف ہی کنسیڈر کریں سر...... ہاف مام ہاف نانو...... دونوں کو ملا دیں...... سنگل پیرنٹ۔'' زین نے اب قدرے تلخی و بیزاری سے جواب دیا تھا۔

''اوہ...... گرینی (نانی) بھی ہیں...... اوکے۔''

داؤد علوی کوئی سائیکالوجسٹ نہیں تھے مگر فری، زین کو بطور مریض ان کے پاس لائی تھی۔ وہ فری کا مان رکھنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔

''سنگل پیرنٹ کا کیا مطلب سمجھوں؟ آپ کی مام کی شادی کا بریک اپ ہوا تھا؟'' داؤد علوی ایک ادھوری ذات

کے لیے اس وقت بہت اذیت محسوس کر رہے تھے۔ ان کی پُراسرار گہری طویل خاموشی کا مطلب ہی یہی تھا کہ وہ کسی بھنور میں پھنسی ناؤ کو ساحل تک کھینچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

''جی......سر۔'' زین ایک طویل لاحاصل ملاقات سے اب بیزار نظر آ رہا تھا۔

''ویسے سر......عرشلہ آنٹی بہت نائس لیڈی ہیں، زین سے بہت پیار کرتی ہیں۔ ابھی اس کا موڈ ٹھیک نہیں ہے ناں تو آپ کو ایسا فیل ہو رہا ہوگا کہ شاید یہ عرشلہ آنٹی سے ناراض ہے......اتنی لونگ نیچر ہے سر اُن کی۔'' فری، داؤد علوی کے تاثرات سے بے نیاز عرشلہ کی شان میں قصیدہ پڑھتی جا رہی تھی۔

''عرشلہ......زین کی مدر کا نام ہے؟'' مضبوط اعصاب کے مالک داؤد علوی یوں محسوس کر رہے تھے جیسے ان کی روح ذرات کی شکل میں فضا میں تحلیل ہو رہی ہو۔ عرشلہ......ان کی کل زندگی کا حاصل......ہمیشہ یاد رہنے والا سبق۔

''جی سر۔'' فری نے جلدی سے جواب دیا۔ وہ زین کی بیزاری سے بوکھلا رہی تھی۔

''آپ کا ریذیڈنس؟'' داؤد علوی زین سے مخاطب تھے۔

''کلفٹن بلاک نمبر 1 ہاؤس نمبر 100۔'' زین نے اندر ہی اندر تلملا کر پورا پتا ہی بتا دیا۔ پوسٹ کوڈ پتا نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتا۔

اب داؤد علوی نے سر جھکا لیا تھا جیسے مراقبہ کر رہے ہوں۔ زین نے آنکھ کے اشارے سے اٹھنے کو کہا۔

''اوکے سر......نائس ٹو میٹ یو۔'' زین نے خفا خفا نظروں سے فری کی طرف دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔

''آپ کہیں نہیں جا رہے زین......ابھی ہم چائے پئیں گے پھر آج ڈنر بھی آپ کے ساتھ ہوگا......البتہ فری گھر جانا چاہے تو ہم ڈراپ کرا دیں گے......مگر زین، آج آپ مجھے وقت دیں گے......آپ کے سارے پرابلمز ان شاء اللہ solve ہوں گے......'' وہ نہایت ہموار لہجے میں کہہ رہے تھے۔

''آپ بہت blessed ہیں زین کہ فری آپ کی companion (ساتھی) ہے۔ یہ آپ کو ٹھیک جگہ پر صحیح بندے سے ملانے لائی ہے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے مسکرا کر فری کی طرف دیکھا۔

''تھینک یو ویری مچ فری......آج میری بھی ایک بہت بڑی پرابلم solve ہوئی ہے۔'' فولادی اعصاب کے حامل داؤد علوی نے خود کو یوں سنبھالا تھا جیسے آج تک ہر بڑے حادثے سے ہاتھ ملا کر آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

زین اب حیران پریشان اور خاصا حواس باختہ نظر آ رہا تھا۔ باقی سب کچھ ٹھیک تھا مگر اس کے اور فری کے آنے سے ان کی پرابلم کیسے حل ہو سکتی ہے......یہ اکلوتا خیال وجود میں کرنٹ کی طرح دوڑ رہا تھا۔ فری اس ردِعمل پر بہرحال بہت مطمئن نظر آنے لگی تھی گویا حقیقت میں داؤد علوی نے اس کا مان رکھ لیا تھا۔ وہ زین کے سامنے سرخرو ہو رہی تھی۔ دو ملازمین ایک عمر رسیدہ دوسرا نوعمر لڑکا تھا چائے اور لوازمات کی ٹرے اٹھائے آ رہے تھے۔

''لیجیے جناب، چائے بھی آ ہی گئی۔''

داؤد علوی ایک مدت بعد پُرمسرت نظر آنے کی اداکاری کر رہے تھے اس لیے کہ عرشلہ اور داؤد کی راہیں ہمیشہ کے لیے جدا کرنے والا ''نے پالک'' ان کے اپنے گھر میں ان کی نظر کے سامنے بیٹھا تھا جس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس کا بے مایہ وجود دو چاہنے والی روحوں پر اسکائی لیب کی طرح گرا اور روحیں سمندر سے اٹھنے والے بخارات کی طرح فضا میں اس طرح تحلیل ہوئیں کہ کیمیائی ترکیب زیروزبر ہو گئی......خود کو تلاش کرتے، کرتے وقت ہی گزر گیا اور پلٹ کر دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوا کہ پتھر بن جانے کا خطرہ موجود تھا۔

ملازمین چائے، برتن، لوازمات میز پر لگا رہے تھے، فری دور خلا میں کچھ تلاش کر رہی تھی اور داؤد علوی خاموش نگاہوں سے زین کی طرف تکتے ہوئے سوچ رہے تھے۔

”کوئی نیکی قبول ہوگئی...... اللہ نے شاید کفارہ ادا کرنے کے لیے نئی زندگی عطا کی ہے...... ڈکیت ٹانگ کے بجائے دل کا نشانہ بھی لے سکتا تھا۔“

انہوں نے آہستگی سے ہاتھ اونچا کر کے زین کو اپنے برابر والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

زین جھجکتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا اور داؤد علوی کے دائیں طرف بیٹھ گیا۔ فری بڑی دلچسپی سے یہ نشست تبدیلی کا عمل ملاحظہ کر رہی تھی۔

داؤد علوی نے بازو پھیلا کر زین کو شانوں سے تھام لیا اور ہلکا سا جھٹکا دیا۔

”زین، عرشلہ کا نہیں، آج سے داؤد علوی کا بیٹا ہے...... آج کے بعد آپ نے کبھی پریشان نہیں ہونا...... بس تھوڑا سا وقت چاہیے پھر زین اپنے گھر میں اپنی بہن کے ساتھ رہے گا...... کبھی، کبھی میں اور فری شام کی چائے پینے زین کے گھر جایا کریں گے۔ اگر زین کھانے پر انوائٹ کرے گا تو کبھی انکار نہیں کریں گے۔“ یہ کہہ کر داؤد علوی نے زور سے زین کا شانہ دبایا۔

”میں نے تم سے کیا کہا تھا زین...... اب یہ تمہاری سیکنڈ adoption (تحویل) ہے۔“ فری کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔

”تھوڑا سا مسکرا کر دکھا دو یار...... بل زیادہ آگیا تو میں pay کردوں گا۔“ داؤد علوی نے خالی پلیٹ اور فورک زین کے سامنے رکھتے ہوئے بشاش انداز میں کہا۔

”سر، آپ بہت ہلکا لے رہے ہیں...... بہت اسٹرانگ گینگ ہے، بہت ہائی اپروچ رکھتا ہے۔ پولیس تو ان کو پروٹیکٹ ہی کرے گی۔“ زین کو ابھی تک یقین نہیں تھا کہ بھاری تاوان ادا کیے بغیر اس کی بہن آزاد ہو سکتی ہے۔ ایک ہوشربا رقم جس کے لیے وہ ثمینہ کی تدفین کا انتظار کر رہے تھے۔

”ڈونٹ وری...... ہم بھی فورسز کے کمانڈوز تک اپروچ رکھتے ہیں۔ جن ڈاکوؤں نے اتنی محنت کی وہ ٹریس ہو گئے ہیں...... اللہ نے دوبارہ زندگی دی ہے۔ اب گاڑی، موبائل بھی ملے گا۔ داؤد علوی کو ٹارگٹ کر کے انہوں نے سب سے بڑی غلطی کی ہے...... بلوچستان چاند پر تو نہیں ہے؟ یار، زین...... جو ہاتھی رکھتے ہیں وہ دروازے بھی بڑے رکھتے ہیں۔“ یہ کہہ کر داؤد علوی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور زین کی پلیٹ میں ایک پیسٹری رکھ کر ایک پلیٹ فری کی طرف بڑھائی جو فری نے ”تھینک یو“ کہہ کر فوراً تھام لی۔

”یہ بہت چھوٹا سا گینگ ہے...... ہائی کمان کو فیس نہیں کرسکتا۔“

”سر، کیا آپ فورسز سے ریٹائرڈ ہیں؟“ زین نے متاثر ہو کر بڑی سادگی سے پوچھ لیا۔

”میں آن ڈیوٹی ہوں...... آفٹر ڈیتھ ہی ریٹائرڈ ہوں گا۔“ داؤد علوی نے برجستہ جواب دیا۔

”سر، پلیز...... یہ ڈیتھ ویتھ کی باتیں نہ کریں، اب آپ کے بغیر میری کوئی لائف نہیں ہے۔“ فری کا انداز بلا کا بے ساختہ تھا۔

داؤد علوی چونک پڑے مگر خود پر قابو رکھا۔ ایک گہری نگاہ فری پر دوڑائی پھر نظر جھکا کر مسکرا دیے۔

”اچھی بات ہے۔ اس پر کسی وقت بات کرتے ہیں...... مزیدار ٹاپک ہے اس پر ضرور ایک سٹنگ ہونی چاہیے۔“ داؤد علوی کا انداز معنی خیز تھا۔

اب فری اور زین ایک دوسرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆

”مائی گاڈ...... کہاں چلا گیا زین...... سیل بھی آف مل رہا ہے۔“ عرشلہ اتنی زیادہ بدحواس تھیں کہ نیم پاگل نظر آرہی

تھیں۔ بے قراری کی انتہا پر ادھر سے اُدھر اتنا تیز، تیز چل رہی تھیں جیسے ٹریک پر جاگنگ کر رہی ہوں۔
ماریہ کو بھی لامحالہ تیز قدموں سے ان کا تعاقب کرنا پڑ رہا تھا۔
”میم، ریلیکس کریں، وہ آجائے گا۔ پہلے بھی بہت مرتبہ وہ لیٹ نائٹ آتا رہا ہے۔“
”ہاں مگر پہلے یہ والے حالات نہیں تھے۔ اس کی روٹین لائف smooth چل رہی تھی۔ اب وہ مجھ سے بھی ناراض ہے..... تم سے سب کچھ کہہ دیا اور مجھ سے بات بھی نہیں کی۔“ عرشلہ چند لمحے رک کر ماریہ پر چلانے لگیں۔ ماریہ خوفزدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔
”مگر میم، ابھی تو آپ نے اس کی ڈیمانڈ بھی پوری نہیں کی۔ وہ خالی ہاتھ کہاں جائے گا؟ اس گھر کے بغیر اس کی کوئی ویلیو نہیں ہے، یہ اسے بھی اچھی طرح پتا ہے۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی، یہ سچویشن hang ہو جائے گی..... آپ کی وجہ سے ثمینہ میم کی بھی طبیعت خراب ہو سکتی ہے، آل ریڈی وہ ڈپریس پیشنٹ ہیں۔“ ماریہ کا انداز اب منت کرنے جیسا تھا۔
”کچھ نہیں ہوگا مجھے۔ مر جانا چاہیے مگر زندہ ہوں..... کھا رہی ہوں، سو رہی ہوں۔ میرا زندہ رہنا کیوں ضروری ہے..... میرے ہونے نہ ہونے سے کسی کو فرق نہیں پڑتا، میں کسی کے قابل نہیں ہوں..... زمین پر بوجھ ہوں..... کوئی goal مقصد نہیں ہے میری لائف کا..... اتنی فضول کھانے، سونے والی زندگی۔“
عرشلہ کا ذہن درحقیقت ماؤف ہو چکا تھا۔ انہیں خود ہوش نہیں تھا کہ ان کے منہ سے کس طرح کے الفاظ نکل رہے ہیں۔ جیسے کسی مشین سے کوئی پروڈکٹ نکلتی جاتی ہے اور ایک جگہ ڈھیر ہوتی رہتی ہے اسی طرح بس منہ سے الفاظ نکلتے چلے جا رہے تھے۔
”آپ کی زندگی کا مقصد بہت بڑا ہے میم..... زین جیسے اسپیشل چائلڈ کو جو شاید یتیم خانے میں زندگی گزارتا آپ جیسی پیار کرنے والی ماں ملی، زندگی کی تمام نعمتیں اسے آپ کی وجہ سے ملیں..... میرے جیسی معمولی سیلری لینے والی نرس کو آپ نے آنر کیا..... آپ کی وجہ سے کوالٹی آف لائف حاصل ہوا۔ میری ماں کا بہترین علاج ہوا جو بہت مہنگا تھا، میں افورڈ ہی نہیں کر سکتی تھی۔ آج میری مدر اپنے پاؤں سے چلنے کے قابل ہیں۔ مجھے بھاگ، بھاگ کر ان کے پاس نہیں جانا پڑتا..... میں یہاں ایکسٹرا ورک کر لیتی ہوں آپ اس کا الگ سے پے کرتی ہیں۔ مجھے کوئی فنانشل پرابلم نہیں ہے..... بہت امپورٹنس ہے آپ کی لائف کی۔“ ماریہ نے یہ کہہ کر دم بخود کھڑی عرشلہ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔ عرشلہ نے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ماریہ کی آنکھوں میں دیکھا۔
”کیا احسان کرتی ہوں تم پر؟ تم محنت کرتی ہو میں pay کرتی ہوں۔“ عرشلہ کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔
”لیکن میم، opportunity تو آپ کے ذریعے سے اللہ نے دی ہے، سوری تو آپ کو بتایا ہے ناں..... بہت قیمتی ہے آپ کی زندگی میم۔“ ماریہ نے عرشلہ کے ہاتھ پر محبت بھرا بوسہ ثبت کیا۔ اس نے بڑی حاضر دماغی اور خداداد ذہانت سے بالآخر عرشلہ کو قابو کر لیا تھا۔
”بتایا تھا ناں..... ٹوٹو ڈنر پر آ رہی ہے، کچن کا وزٹ کر لو۔ میں ممی کو دیکھتی ہوں اگر ان کی طبیعت کچھ بہتر نظر آئی تو ٹوٹو کے آنے کا بتاتی ہوں۔ وہ تو بالکل خاموش ہو گئی ہیں، کوئی بات ہی نہیں کر رہیں۔“ یہ کہہ کر عرشلہ نے آہستگی سے اپنا ہاتھ ماریہ کے ہاتھ سے چھڑایا اور آگے بڑھ گئیں۔

☆☆☆

واصف اگر صرف فری کو داؤد علوی کے گھر میں دیکھتا تو شاید کوئی حیرت نہیں ہوتی مگر زین کو داؤد علوی کے پہلو میں دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ گیا۔ ذہن نے وقتی طور پر کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ عرشلہ کا بیٹا داؤد علوی کے ساتھ اس پر مستزاد داؤد

علوی کا شفیق و اپنائیت بھرا انداز۔
فری الگ بے مزہ سی ہو رہی تھی کہ "یہ" کہاں سے ٹپک پڑا۔ اتنی اچھی میٹنگ چل رہی تھی۔ زین حالتِ سکون میں نظر آ رہا تھا، داؤد علوی اپنے ہاتھ سے اسے چائے بنا کر پلا رہے تھے۔
"سر...... آپ اپنے ڈرائیور کو بولیں وہ مجھے گھر ڈراپ کر دے۔ زین کو آپ پرفیکٹ کمپنی دیں، یہ تو اپنی کار لے کر آیا ہے، دیر تک آپ کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے۔" فری شولڈر بیگ لٹکاتے ہوئے بہت بدلے ہوئے لہجے میں مخاطب ہوئی تھی۔
داؤد علوی نے چونک کر فری کی طرف پھر قدرے سوچتے ہوئے واصف کی طرف دیکھا جو اس نشست پر براجمان تھا جس پر کچھ دیر قبل زین بیٹھا ہوا تھا اور یہ چیئر فری کے پہلو میں تھی۔ چار چیئرز ٹیبل کا سیٹ تھا، واصف کے پاس انتخاب کا راستہ نہیں تھا مگر اس کے بیٹھتے ہی فری بدک کر کھڑی ہو گئی تھی۔
"فی الحال تو تشریف رکھیں، ڈرائیور اپنے کوارٹر سے باہر آئے گا، اسے چند منٹ تو لگیں گے۔" داؤد علوی مخاطب فری سے تھے مگر نظریں واصف پر تھیں جو بہت دیر سے اندر بچوں کے پاس تھا۔ اس کے تو علم میں ہی نہیں تھا کہ باہر لان میں داؤد علوی، فری اور زین کے ساتھ چائے پی رہے ہیں۔
مہ لقا ہیئر ٹریٹمنٹ کے لیے spa گئی ہوئی تھیں، ان کی اپائنٹمنٹ تھی، اسی موقع سے فائدہ اٹھا کر داؤد علوی نے فری اور زین کو گھر بلا لیا تھا کیونکہ فری بہت زیادہ اصرار کر رہی تھی۔
واصف جانے سے پہلے داؤد علوی سے ملنا چاہتا تھا تاکہ وہ آگاہ ہو کہ داؤد علوی کو اس کی مزید خدمات کی ضرورت ہے یا نہیں۔ وہ گھر آ چکے تھے، نرسز کا بھی انتظام ہو چکا تھا مگر اس کا اخلاقی فرض تو بنتا تھا کہ وہ ان کے گھر میں ہے تو ان سے مل کر جائے۔
فری، داؤد علوی کے کہنے پر بھی واپس نشست پر نہیں بیٹھی اور بے چینی سے پورچ کی طرف دیکھتی رہی۔
داؤد علوی کی نگاہ میں گہری سوچ کا عکس واضح تھا۔ وہ اڑتی پڑتی نظر سے فری کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔
زین بھی واصف کی موجودگی میں بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ واصف اس کا اور فری کا مشترکہ "دشمن" تھا۔
"سر، میرا خیال ہے، میں آپ سے ٹائم لے کر پھر آ جاؤں گا۔ میں فری کو ڈراپ کرتا ہوا اپنے گھر چلا جاؤں گا۔" یہ کہہ کر زین فوراً ہی کھڑا ہو گیا۔
"سر...... یہ آپ کے مہمان ہیں...... میں بلائے جان ہوں...... روز آتا ہوں، مجھے اجازت دیں...... اور اپنے مہمانوں کو انٹرٹین کریں۔" یہ کہہ کر واصف نے نشست چھوڑی اور مصافحے کے لیے داؤد علوی کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ داؤد علوی نے بلا تردد اپنا ہاتھ آگے کر دیا جس نے ظاہر تھا کہ واصف کو جانے کی اجازت ہے۔ واصف نے مصافحہ کیا اور اتنی سرعت سے آگے بڑھا کہ مڑ کر نہ دیکھا۔
"وہ چلا گیا ہے فری...... آپ تشریف رکھیں پلیز۔"
"بنڈل آف تھینکس سر...... مگر اب موڈ نہیں بنے گا۔ please try to understand"
"او کے...... میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہو چکا تھا کہ فریشہ سالار کی زندگی میں توازن آ چکا ہے...... میں نے ابھی تک آپ کو جتنا وقت دیا وہ تو ضائع چلا گیا۔ فی الحال آپ ڈرائیور کے ساتھ ہی جائیں گی، زین میرے ساتھ ہے اس وقت تک جب تک میں اسے جانے کی اجازت نہ دوں۔" یہ کہہ کر داؤد علوی نے زین کا ہاتھ تھام لیا اور مسکرا کر زین کی طرف دیکھا۔
"اب میرے کہنے سے بیٹھ بھی جاؤ...... تمہاری ہر پرابلم کا سولوشن ہے میرے پاس...... بس کچھ دنوں کی بات ہے پھر ساری دنیا میں تم سے زیادہ خوش کوئی نظر نہیں آئے گا...... ان شاء اللہ۔" یہ کہہ کر داؤد علوی نے شرمندہ اور گم صم

گھڑی فری کی طرف دیکھا۔ ”تھینک یو فری...... تھینک یو ویری مچ...... تمہاری وجہ سے مجھے زین ملا ہے۔“
زین یوں آہستگی سے دوبارہ بیٹھ گیا جیسے کسی نے فسوں پڑھ کر پھونکا ہو اور انسان سحر زدہ ہو گیا ہو۔
داؤد علوی کی مس کال جو اطلاعی گھنٹی ہوتی تھی پر ڈرائیور باہر آ چکا تھا۔ واصف منظر سے اوجھل ہو چکا تھا۔ فری اب جانے کی عجلت میں نہیں تھی۔ داؤد علوی کے چند الفاظ نے اس کی بچی کھچی انا کا بھی جنازہ نکال دیا تھا۔
”I am sorry sir...... لیکن آپ کو بہت سے actions کا بیک گراؤنڈ نہیں پتا ناں اس لیے۔“ فری نے کچھ وضاحت کی کوشش کی مگر داؤد علوی نے ہاتھ بلند کر کے بڑی شائستگی سے روک دیا۔
”بیک گراؤنڈ سے ہی تو جان چھڑانی ہے، بیک کو چھوڑنا ہے فرنٹ کو دیکھنا ہے ورنہ بیک کو دیکھنے والے کبھی healthy (صحت مند) کنسیڈر نہیں ہوں گے مس فریشہ سالار...... میں ذرا فٹ ہو جاؤں پھر آپ بہت جلد فٹ ہو جائیں گی...... اور رہی میرے فرینڈ زین کی بات...... اس کی تو اب کوئی پرابلم ہی نہیں۔ میں قسم نہیں کھاتا مگر یقین دلانے کی کوشش ضرور کر رہا ہوں۔“ داؤد علوی نے زین کو شانوں سے یوں تھام لیا جیسے فوٹو شوٹ شروع ہو گئی ہو۔ زین بھی داؤد علوی کے وجود سے نکلنے والی مثبت توانائی کو جذب کرتے ہوئے بے انتہا سکون محسوس کر رہا تھا...... ایسا سکون جس کے ذائقے سے وہ پہلی بار آشنا ہوا تھا۔ طویل صحرائی سفر سے بھٹک کر بالآخر راستہ پانے والے مسافر کی طرح کا سیراب کر دینے والا اصلی، حقیقی، سچا سکون۔
”فریشہ، آپ ایزی فیل کریں۔ اب میں کسی سے بھی ناراض نہیں ہوتا۔“
گہری سوچ میں ڈوبی فری نے چونک کر سر اٹھایا۔ داؤد علوی، زین کو شانوں سے تھامے مسکرا رہے تھے۔
فری نے خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کیا اور رکی اٹکی سانسیں سینے کی قید سے آزاد کیں اور زین کی طرف دیکھا۔
نظریں ملتے ہی وہ پُرسکون انداز میں مسکرا دیا۔

☆☆☆

”ٹوٹو، اب آ گئی ہو تو اس کا دماغ ٹھیک کرو...... ہوش و عقل والی عورت اپنا بچہ پیدا کرتی ہے، بڑی محنت سے اس کا brought up (پرورش) ہوتا ہے پھر بھی وہ بچہ غلط کام کرتا ہے تو ماں اس کے غلط کام کو غلط ہی کہتی ہے۔“ ثمینہ اب سانس لینے کو رکیں۔ عرشلہ نے بے بسی سے ٹوٹو کی طرف دیکھا۔
”میں نے اپنی بیٹی کو سکھ دینے اور پاگل ہونے سے بچانے کے لیے ایک اسٹیپ لیا، اب مجھے کیا خبر تھی کہ باہر مین گیٹ پر گن مین کھڑا کر کے چور ڈکیت گود میں اٹھا کر گھر کے اندر لا رہی ہوں۔“
”پلیز ممی...... اسے چور ڈکیت نہ کہیں، وہ بہت مظلوم ہے۔ آپ پہلے ڈیٹیلز تو جان لیں...... آپ نے پہلے سے پہلے اسے suspected (مشتبہ) بنا دیا۔ enough is enough mommy“ (بہت ہو گیا ممی)۔
یہ کہہ کر عرشلہ پھوٹ، پھوٹ کر رو پڑیں۔
”عرشلہ، پلیز don't cry (رو مت)۔ آنٹی...... پلیز آپ بھی اس کی فیلنگز ہرٹ نہ کریں۔ اب میں آپ لوگوں کے درمیان موجود ہوں اور نیکسٹ سکس منتھ تک میرا کوئی وزٹ شیڈول نہیں، میں اپنے کام مکمل کر کے آئی ہوں، اب سب کچھ ویڈیو کانفرنسز پر چلے گا اس لیے ریلیکس کریں۔ آپ کے پیسے کہیں نہیں جا رہے، کوئی بھی زور زبردستی سے آپ سے کچھ نہیں لے گا اور نہ ہی میں ایسا کرنے دوں گی۔ میں پہلے ہی عرشلہ سے کہہ چکی ہوں، آپ کے پاس بہت ہے یا بہت زیادہ وہ آپ ہی کا ہے...... فور فادرز (آباؤ اجداد) اور آپ نے اس کے لیے محنت کی ہے؟“
ثمینہ کی خوشی سے بری حالت ہو رہی تھی۔ فرطِ مسرت سے آنکھیں چمکنے لگیں۔ جس بات کی سمجھ ان کی بیٹی کو ہونی چاہیے تھی وہ بات ٹوٹو کر رہی تھی۔

”سو سویٹ مائی ڈارلنگ۔“ وہ پُر مسرت لہجے میں گویا ہوئیں اور حقیقتاً پُرسکون نظر آنے لگیں۔ گویا کوئی راہزن ان کا نوٹوں سے بھرا بیگ چھیننے میں ناکام ہو گیا ہو، جان و مال محفوظ ہو گیا ہو۔

”بس اب کوئی اسٹریس والی بات نہیں۔ ہم پیپی موڈ میں ڈنر کریں گے، عامر بھی کچھ دنوں میں آ سکتا ہے، اس سے پہلے ہم عرشلہ کی شادی کی ڈیٹ فائنل کر سکتے ہیں۔“ ٹوٹو نے یہ کہہ کر بڑی ادا سے یوں ہاتھ جھاڑے جیسے اس موضوع کو سمیٹ دیا ہو۔

”بس چھوڑو...... ممی تو ایک اور پروپوزل لے کر بیٹھی ہوئی ہیں۔“ عرشلہ نے روٹھے، روٹھے انداز میں چوری، چوری ماں کی طرف دیکھا۔

حیرت سے ٹوٹو کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”اوہ تو...... یعنی اب تمہارے پاس آپشن ہے...... ڈونٹ وری، یہ تمہارا رائٹ ہے، تم جو فیصلہ کرو میری طرف سے ویلکم ہے...... عامر بھی اسی لیے ویٹ کر رہا ہے کہ ابھی تم سنگل ہو، کوئی بھی تم سے تمہارا رائٹ نہیں چھین سکتا۔“ ٹوٹو نے اس نئی خبر پر بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کیا تھا۔

”ارے بھئی کون سا پروپوزل دے دیا میں نے...... کیا کوئی خواب دیکھا ہے؟“ ثمینہ خاصی حیران پریشان نظر آ رہی تھیں۔

”کیوں...... آپ نے واصف کی بات نہیں کی تھی؟“ عرشلہ ماں کے بھلکو پن پر تپ گئیں۔

ثمینہ نے زور سے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔

” God, good...... وہ تو by the way ایک بات کی تھی...... کہ possiblities (امکانات) میں سے ہے...... may be...... not be۔“ ثمینہ نے گویا ٹوٹو کے سامنے صفائی پیش کی ورنہ عامر تو پکی پکائی تیار دیگ تھی۔ عرشلہ کی رضامندی پر وہ ابھی اسی وقت بھی تیار تھیں۔

”واہ ممی، آپ اتنے سیریس میٹر کو ہوائی داوے کہتی ہیں؟“ عرشلہ نے معصومانہ حیرت و خفگی سے ماں کی طرف دیکھا۔

”تو کیا تم نے دل پر لے لیا...... ایسا کیا ہے اس میں...... وہ ہے کون؟“

ٹوٹو کے انداز میں برجستگی، بے ساختگی، اشتیاق و تجسس سب ہی کچھ تھا۔

”ارے یہ اسی کی بات تو کر رہی ہے، جو پہلے تمہارے ساتھ کام کرتا تھا پھر تم نے ہمارے پاس بھیج دیا تھا۔ بہت شارپ، اسمارٹ اور ٹیلنٹڈ لڑکا ہے، ہینڈسم بھی بہت ہے مگر یہ تو میری پرسنل خواہش تھی۔ اس نے تو عرشلہ کو پروپوز نہیں کیا۔“

جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ ٹوٹو ہکا بکا نظر آ رہی تھی۔ چار پانچ ملکوں میں اپنے دس کام نمٹا کر آئی تھی، اتنی بھاگ دوڑ میں ”جھوٹ“ مینیجن ہو ہی نہیں سکتا۔

”مائی گاڈ...... کس کو بھیج دیا تھا میں نے...... عرشی آنٹی کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔ آج کل اتنا فراڈ ہو رہا ہے، پتا نہیں کون آ گیا میرا ریفرنس لے کر؟“ مضبوط اعصاب کی مالک ٹوٹو مٹی کی طرح ڈھیر ہونے کے قریب تھی۔

”زین کو گود میں اٹھا کر خود لائی تھیں، اب پتا نہیں کس کو میں نے بھیج دیا۔ اس فیملی کے ساتھ کیا یہی ہوتا رہے گا؟“ اب وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔

ثمینہ، عرشلہ کے مقابل بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ ٹوٹو کو معنی خیز اشارے بھی نہیں کر سکتی تھیں۔ ثمینہ بھونچکا سی ہو کر ٹوٹو کو گھور رہی تھیں۔

”ارے بھئی یہ واصف کی بات کر رہی ہے جس کے اپنے سیل فون پر ماریہ نے تم سے بات کرانے کے لیے ٹرائی

کی تھی۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس کے سیل میں تمہارا نمبر چیک کیا۔ تمہارے نمبر پر تمہاری بلیو گاگلز والی pic دیکھی ہے ورنہ میں کیسے یقین کر لیتی اور اپائنٹ کر لیتی؟“ ثمینہ بہت حیرت سے ٹوٹو کو گھورتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

”ممی واصف کی بات کر رہی ہیں۔ وہ تمہارا ایکس امپلائی ہمارے بہت کام آرہا ہے، بہت ہارڈ ورکر ہے۔ very impressive personality جب سے ممی نے بولا ہے میں اس کو سیریس لے رہی ہوں۔ مجھ سے age میں کافی چھوٹا ہو گا مگر مجھے spouse سے زیادہ companion کی ضرورت ہے۔ ہماری کیمسٹری میچ ہو سکتی ہے۔“ عرشلہ نے گہری سنجیدگی سے ٹوٹو کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے بہت اعتماد سے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا تھا۔

پلکیں نہ جھپکانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ ٹوٹو کو سگنل دے رہی تھی کہ بند کرو اب اپنے فضول سوالات اور معاملہ سمجھنے کی کوشش کرو۔

”اوہ...... اچھا...... اچھا واصف...... وہ جنٹل مین؟ اوکے...... مجھے سب یاد آگیا۔ ایکچوئلی آنٹی، بات یہ ہے کہ میرا ایک سینئر سب آرڈینیٹ آصف ہے۔ وہ شروع سے میرے ساتھ ہے۔ واصف نے تو میرے ساتھ زیادہ دیر کام ہی نہیں کیا مگر آنٹی وہ واقعی بہت ہارڈ ورکر اور اسمارٹ ہے اسی لیے میں نے اس کی عرشلہ سے بات کرائی تھی...... سو...... سوری آنٹی...... اتنی زیادہ بزی رہی ہوں کہ یہ سب تو میری میموری میں saved ہی نہیں تھا۔ واصف کی کوئی کمپلینٹ ہوتی اور آپ مجھ سے دوبارہ بات کرتیں تب تو شاید مجھے اپنی ٹائم یاد رہتا...... sorry again“ ٹوٹو نے دانت پیس، پیس کر عرشلہ کو گھورتے ہوئے ثمینہ سے معذرت کی۔ اب عرشلہ کو مسکراہٹ دبانا مشکل ہو رہا تھا۔

”اب تم فٹافٹ اس سے شادی کرو کیونکہ تم اسے کنسیڈر کر رہی ہو اور کیونکہ وہ تمہیں یاد رہتا ہے...... اور اس لیے

کے باذوق قارئین کے لیے خوشخبری

پاکیزہ کون خوابوں کے پار رہتا ہے

خوابوں، خیالوں اور تخیلات کی دنیا ہمیشہ ہی [illegible] ہے۔ سنہرے اور روپہلے خوابوں پر نہ کسی کو اختیار ہے اور نہ ہی کوئی قدغن لگا سکتا ہے۔ امنگوں، آرزوؤں کی تکمیل میں خیالی دنیا کبھی معاون ہوتی ہے تو کبھی انسان مایوس بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہاں مایوسی بھی آگے بڑھنے میں معاون ثابت ہو تو منزل تک پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

حسیں داستاں اور خوابوں کی تعبیر...... ایسے ہی تو بنتی ہے ایک دلکش تحریر

مایہ ناز، قلمکار، ہر دلعزیز ناول نگار محترمہ

افشاں آفریدی

کے بماہر انہ انداز بیان کا ایک اور دلکش، حسین و پر لطف قسط وار ناول

جلد ہی ماہنامہ پاکیزہ کے صفحات کی زینت بننے جا رہا ہے

digest library.com

بھی کہ آنٹی کی اس سجیشن (تجویز) کو تم نے سیریس لے بھی لیا ہے۔ آنٹی، اب آپ فوراً ایک کام کریں، پہلی فرصت میں واصف سے ایک میٹنگ کریں اور اسے بتائیں کہ اس کی لاٹری لگ گئی ہے۔ اس اتنی بڑی یونیورس میں عرشلہ نے اسے چوز کرلیا ہے...... کوئی سنڈے منڈے نہیں...... بس تم اوکے کرو اور فٹافٹ شادی کرو...... عامر بیچارے کا کیا ہے، وہ ''میرٹ'' پر سنگل نہیں ہے اپنی خوشی سے ڈبل سے سنگل ہوا ہے۔ عرشلہ نے اس کی انگیجمنٹ رنگ نہیں پہنی ہوئی...... وہ جہاں دل چاہے شادی کرسکتی ہے۔'' ٹوٹو کا حملہ عرشلہ پر تھا۔ وہ جتا رہی تھی کہ عرشلہ نے کتنا عظیم راز اس سے چھپایا ہوا تھا۔ بندہ ''سیٹ'' کیے بیٹھی تھیں اور عامر کے نام پر آئیں بائیں شائیں کرنے لگتی ہیں جیسے ''آسرا'' دے رہی ہوں۔

''وہ کیا کہتے ہیں کہ اللہ تمہاری زبان مبارک کرے...... تھینک گاڈ، اس نے کسی کا نام تو لیا ورنہ جب یہ داؤد کو دیکھنے اسپتال گئی میں تو ڈپریشن میں چلی گئی تھی...... ہمارا اس سے کیا لینا دینا۔'' ثمینہ نے ناگواری سے کہا۔

''کک...... کیا...... یہ کب کی بات ہے آنٹی؟'' ٹوٹو پر تنے بسرے سے حیرت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

''جب تم ہواؤں میں اڑتی پھر رہی تھیں۔'' ثمینہ نے تلخی سے جواب دیا۔

''اسٹاپ پلیز...... مجھے بہت زور سے بھوک لگ رہی ہے ممی۔ میں نے ٹوٹو کو ڈنر پر انوائٹ کیا ہے۔ پلیز ممی...... ہمیں ڈنر کرنے دیں۔'' عرشلہ نے ایک نیا محاذ کھلتا دیکھ کر شور ڈال دیا۔

واصف سے داؤد کی طرف پلٹنا بھی تو ''جو کھم'' تھا۔

''اوکے...... ڈنر کے بعد میں پوچھتی ہوں...... کیا، کیا کرتی رہیں میرے جانے کے بعد۔''

''یہ ماریہ اتنی دیر سے کہاں غائب ہے؟ اسے بولو ٹیبل لگوائے۔'' ثمینہ اپنی چھڑی پر دباؤ ڈالتے ہوئے کھڑی ہونے کی کوشش کررہی تھیں۔

''ممی، وہ مجھ سے پرمشن لے کر بیسمنٹ میں مووی دیکھ رہی ہے۔ میں خود بٹلر کو کہہ دیتی ہوں۔ ٹوٹو، آؤ ڈائننگ میں چلتے ہیں۔'' عرشلہ نے بولتے ہوئے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ بھی کیا۔

''تم ماریہ کو کال کرو۔ یہ کیا طریقہ ہے، اسے پتا نہیں کہ میرا ڈنر ٹائم شروع ہوچکا ہے اور وہ ٹیبل پر مجھے سرو کرتی ہے۔'' ثمینہ برافروختہ ہونے لگیں۔

''آنٹی، پلیز ریلیکس...... عرشی سے پرمشن لے کر گئی ہے ناں۔ ہم لوگوں کی میٹنگ چل رہی تھی، وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کیا کرتی۔'' ٹوٹو نے مداخلت کرکے ثمینہ کا پارہ نیچے کرنے کی کوشش کی۔

''its okay...... لیکن اسے بلاؤ۔ مجھے ٹیبل پر اس کی عادت پڑ چکی ہے۔'' ثمینہ نے تحکمانہ انداز میں کہا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھانے لگیں۔

عرشلہ نے بے بسی سے ٹوٹو کی طرف یوں دیکھا گویا ماں کے سخت دل ہونے کی شکایت کررہی ہوں۔

☆☆☆

''اوہ خدایا...... زین کو لے کر پہنچ گئیں؟'' سارہ نے گویا سر ہی پیٹ لیا تھا۔

''ماما...... سر سے پرمشن بھی لی تھی اور ٹائم بھی...... وہ اتنا زیادہ ٹینس تھا مجھے ڈر لگ رہا تھا کہیں suicide ہی نہ کرلے۔'' فری نے اس انداز میں جواب دیا گویا بری طرح تحمل ہوچکی ہو۔ پہلے ٹیک لگا کر بیٹھی پھر پھسلتے ہوئے صوفے پر سیدھی، سیدھی لیٹ گئی۔

''اللہ نہ کرے...... اللہ سب کے بچوں کو اپنی امان میں رکھے...... آمین...... بیٹا، اب تو سیکھ لو کہ بولنے سے پہلے سوچتے ہیں۔ اتنی بڑی بات اس طرح منہ سے نہیں نکالتے۔'' سارہ نے گھبرا کر ٹوکا۔

''سیکھ لیا ہے ماما...... سب ہی کچھ سیکھ لیا ہے۔ شاید اب تو سیکھنے کے لیے کچھ بچا ہی نہیں۔'' فری آنکھیں موندے

دھیمی آواز میں کہہ رہی تھی۔

''انسان زندگی بھر سیکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے۔'' سارہ کے سینے سے ایک آہ سرد آزاد ہوئی۔

''میں تو شاید اپنی اس ایج میں آپ سے بھی بڑی ہو چکی ہوں ماما۔'' فری خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئی۔ سینے پر دونوں ہاتھ باندھے ہوئے بند آنکھوں کے ساتھ کسی خواب کی کیفیت میں تھی۔

سارہ تعجب و فکرمندی سے بیٹی کو گھورنے لگیں۔ الفاظ سجھائی نہیں دے رہے تھے۔

''آپ نے پاپا کے ساتھ شادی کی سلور جوبلی کمپلیٹ کی ہے۔ میں تو آپ کی شادی کے پانچ سال بعد پیدا ہوئی تھی اور آپ ہی سے سنا ہے کہ پاپا نے لاڈ پیار کر کے مجھے بگاڑ دیا کیونکہ انہوں نے بہت ویٹ کے بعد اپنا بے بی دیکھا تھا...... آپ کو بہت سارا سیکھنے میں ایک کوارٹر سنچری (25 سال) لگی اور مجھے 25 month بھی نہیں لگے...... fastest Journey......fastest learning'' (تیز ترین سفر...... تیز ترین سیکھنے کا عمل)

''ایسی باتیں نہ کرو فری، میرا دل لرز جاتا ہے...... دکھ سے ٹوٹنے لگتی ہوں۔'' سارہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔ فری کو ٹوک رہی تھیں۔

''اب تو ایسا لگتا ہے ماما، اب میں آپ کو سمجھایا کروں گی...... آپ نے بہت سمجھانے کی کوشش کی مجھے سمجھ نہیں آتی تھی...... مگر آپ میری بات فوراً سمجھا کریں گی۔'' فری ناقابلِ فہم لہجے میں مخاطب تھی۔

''بس کرو میرا بیٹا...... ماں کو اتنا نہ آزماؤ...... میں تو یہ سوچ کر بات کر بیٹھی تھی کہ علوی صاحب ابھی اسپتال سے ڈسچارج ہو کر گھر پہنچے ہیں، ان بیچاروں نے تکلف میں اللہ جانے کتنی تکلیف اٹھائی ہو۔'' سارہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر فری کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا۔

''ماما...... پیشنٹ کو کمپنی کی ضرورت ہوتی ہے...... اچھی کمپنی کی...... وہ میرے اور زین کے جانے سے بہت خوش ہو رہے تھے...... میں تو آ گئی ہوں مگر زین انہی کے پاس ہے۔'' فری نے اب آنکھیں کھول کر سارہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

سارہ کے آگے بڑھتے قدم رک گئے، پلٹ کر حیرت سے فری کی طرف دیکھا۔

''کیا مطلب؟ رات ہو چکی ہے، وہ کیا کر رہا ہے وہاں؟''

''سر اپنی مرضی سے اسے کمپنی دے رہے ہیں۔ انہوں نے زین کو خود روکا ہے۔'' فری نے کرتی کا دامن سیٹ کرتے ہوئے کروٹ لی اور سارہ کی طرف دیکھا۔

''اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں ماما...... کچھ خاص ہے کیا؟''

''نہیں بیٹا...... کچھ نہیں...... اب تو یہی محسوس ہو رہا ہے کہ تم واقعی مجھ سے بڑی ہو گئی ہو...... اور اتنی آگے نکل گئی ہو کہ میں تمہارے پیچھے نہیں بھاگ سکتی۔'' درحقیقت سارہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ یہ کہہ کر وہ رکیں نہیں تیزی سے آگے بڑھ گئیں۔

''زین کو سر نے روک لیا...... ماما کو سمجھ نہیں آ رہی...... یہ کوئی پزل ہے؟'' فری پر اب تھکاوٹ کی وجہ سے غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

☆☆☆

عرشلہ کے کان سے سیل فون لگا تھا، آنکھیں پھٹی، پھٹی منہ کھلے کا کھلا۔

''ک...... کون...... داؤد؟''

''داؤد علوی...... حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں اس سے زیادہ حیران کر دینے والے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ اب تو مُردہ بھی کفن پھاڑ کر بولے تو کم از کم مجھے تو حیرت نہیں ہو گی۔''

داؤد علوی موت کے منہ سے واپس آ کر تو عقیدے میں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے تھے اور برداشت کی حدود کا تعین بھی ۔۔کرنے کی قابلیت مزید نکھر گئی تھی۔

"داؤد، میں تو ویسے ہی چلی گئی تھی۔ اگر آپ نے مائنڈ کیا ہے تو میں سوری بولتی ہوں۔" عرشلہ نے ندامت بھرے لہجے میں معذرت کی۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ آئیں، انسانیت کے ناتے آپ نے ایک اور جذباتی قدم اٹھالیا......تو پرابلم...... مجھے بارہ گھنٹے پہلے کے ماضی میں بھی نہیں جانا......جو کرنٹ سچویشن ہے میں اس وجہ سے آپ سے رابطہ کرنے پر مجبور ہوں۔" داؤد علوی کے لہجے سے کچھ بھی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ سیدھا سادہ، غیر جذباتی مہذبانہ انداز۔

"کرنٹ سچویشن......؟" عرشلہ مزید ہونق نظر آنے لگیں۔

"زین میرے پاس میرے گھر میں ہے، آپ اس کی طرف سے بالکل بھی پریشان نہ ہوں۔ وہ محفوظ اور پرسکون ہے۔ اسی سے آپ کا فون نمبر لیا ہے اور بتا بھی دیا ہے کہ میں اس کی مام سے بات کر رہا ہوں۔ فی الحال وہ آپا کے بچوں کے ساتھ اسنوکر کھیل رہا ہے۔"

"لیکن وہ آپ کے پاس کیوں ہے؟ اسے کس نے آپ کے اور میرے بارے میں بتا دیا۔ یہ تو کچھ اچھا نہیں ہونے جا رہا داؤد...... مجھے لائف ٹائم اسے فیس کرنا ہے۔" عرشلہ انجانے اندیشوں کی زد میں آ کر لرزنے لگیں۔

"وہ کیوں ہے آپ کے پاس...... آج سے پہلے تو آپ اس کی لائف میں نہیں تھے پھر یہ......"

"یہ ٹھیک ہے، واقعی نہیں تھا...... وہ آج پہلی بار میرے گھر آیا ہے۔ مجھے آج ہی پتا چلا ہے کہ زین میرا بیٹا ہے۔"

"آپ کا بیٹا......؟" عرشلہ نے بدحواس ہو کر قطع کلامی کی۔

"عرشلہ نے اس کی پرورش کی ہے اور میں عرشلہ کا ex husband ہوں۔" داؤد علوی کے لہجے سے پتا چل رہا تھا گویا اس وقت ان کی حسِ لطیف پوری قوت سے کام کر رہی ہے۔

"پلیز داؤد...... کلیئر کریں، مجھے واقعی کچھ سمجھ نہیں آ رہی۔" عرشلہ گویا رونے کو ہو گئیں۔

"عرشلہ، میں داؤد علوی ہوں۔ آپ جس کی عیادت کرنے اسپتال آئی تھیں۔ زین اس وقت میرے پاس میرے گھر میں ہے۔ وہ بہت ڈسٹرب اور مایوس تھا مگر اس وقت بالکل سکون سے کھیل رہا ہے۔ ان شاء اللہ بہت جلدی اس کی سسٹر بھی میرے پاس آ جائے گی۔"

"آپ کو اس کی سسٹر کا کیسے پتا چلا داؤد؟" عرشلہ نے بے قرار ہو کر قطع کلامی کی۔

"زین نے خود بتایا ہے۔" داؤد علوی نے سکون سے جواب دیا۔

"یہ بھی بتا دیا؟" عرشلہ نے برجستہ کہا۔

"سب کچھ بتا دیا۔" داؤد نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"مگر اس نے آپ کو یہ سب کیوں بتایا؟" عرشلہ نے سادگی سے سوال کیا۔

"میں نے پوچھا تھا...... اب آپ پوچھیں گی کہ میں نے کیوں پوچھا تھا؟ میرا خیال ہے ایک بے مقصد سوال جواب میں میرا اور آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو گا...... ٹیک کیئر...... اللہ حافظ۔"

داؤد علوی نے اپنی طرف سے رابطہ منقطع کر دیا مگر عرشلہ ہنوز سیل کان سے لگائے حیران پریشان خود کو سامنے لگی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں دیکھ رہی تھیں۔

ایک زمانے بعد وہ دشمنِ جاں ہم کلام ہوا جس کی وجہ سے رابطہ ٹوٹا تھا...... وہی رابطے کا سبب بنا...... مگر آج وہ ایسے سفر سے دوچار تھے جس کی انتہا کوئی منزل نہیں تھی۔

انہیں یکلخت ماریہ کا دھیان آیا۔ جی چاہا زور سے ماریہ کو آواز دیں جیسے کوئی بچہ بدحواسی کے عالم میں بے اختیار ماں کو پکارتا ہے۔ انہیں اپنی دمساز، ہمراز، خیر خواہ ماریہ سے ملنے کی شدت سے تڑپ محسوس ہوئی۔ وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ننگے پاؤں کمرے سے نکل گئیں۔

☆☆☆

''فری بہت بدل چکی ہے واصف...... اپنی عمر سے بڑی باتیں کرنے لگی ہے۔''

''اس کے بدلنے سے میرا کیا بدلنے لگا ہے ماں؟'' واصف، شمسہ کے تخت پر سیدھا، سیدھا لیٹا ہوا تھا۔ شمسہ عشا کی نماز و تسبیحات سے فارغ ہوئیں تو جائے نماز پر بیٹھے، بیٹھے واصف سے باتیں کرنے لگیں۔ ایک تو اب وہ میسر ہی کم آتا تھا۔ سکون سے بیٹھ کر بات چیت کیے ہوئے خاصا وقت ہو گیا تھا۔ آج دنوں بعد وہ ان کے تخت پر سکون سے لیٹا ہوا نظر آ رہا تھا۔

''تم چاہو تو بہت کچھ بدل سکتا ہے...... بھابی سے بات کروں؟'' شمسہ نے اچانک وہ بات کی جس کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار ہی نہیں تھا۔

واصف کو زور سے جھٹکا لگا۔ وہ بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''کیا بات کرنا چاہ رہی ہیں ماں...... میں سمجھا نہیں؟'' اس نے انجان بننے کی اداکاری کی کوشش ضرور کی مگر نباہ نہ سکا اور شمسہ سے نظر چرانے لگا۔

''میں مرتے دم تک وہ رات نہیں بھول سکتی جب میں فری کے نکاح کے بعد شادی کا کھانا لے کر گھر آئی اور تم نے اس کھانے سے ایک نوالہ نہیں لیا تھا۔'' شمسہ نے نظریں جھکا کر آہستگی سے کہا۔

''مجھے یاد نہیں ماں۔'' وہ ماں سے نظر چرا کر سلیپر میں پاؤں پھنسانے لگا۔

''کہیں نہیں جا رہے تم۔ بات کرنے کو ترستی ہوں تم سے۔'' شمسہ نے اسے اٹھنے سے روک دیا۔

''ماں، مجھے بہت کام کرنا ہے۔ صبح چار بجے یو کے میں میری ویڈیو لنک کانفرنس ہے اس کی تیاری کرنی ہے...... ان شاء اللہ اگلے مہینے زیرو میٹر نئی کار میں آپ کو بٹھا کر شہر کا چکر لگاؤں گا تاکہ آپ، بہت سارا قرآن تسبیح پڑھ کر میرے لیے برکت کی دعائیں کریں۔'' اس نے شمسہ کا دھیان کسی اور طرف لگانے کے لیے ہوشیاری دکھائی۔

''ہیں......؟ آج کل آٹھ، دس لاکھ میں نئی کار آ جاتی ہے؟'' وقتی طور پر شمسہ واقعی کسی اور طرف نکل گئیں۔

''عرشیہ میم نے کار بک کرائی ہے۔ اماؤنٹ میری سیلری میں سے ہر مہینے مائنس ہوگا۔ ساٹھ لاکھ کی کار ہے، سال سے پہلے، پہلے میری ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا۔

''بیٹھو...... تم کیا سمجھتے ہو، تم نے چلایا اور میں چل پڑوں گی؟ میری بات کا جواب دو...... بات کروں بھابی سے؟'' شمسہ نے اپنا مادرانہ استحقاق استعمال کیا۔

''بھابی سے بات کریں گی...... بھابی، فری سے بات کریں گی...... فری، داؤد علوی سے ڈسکس کرے گی...... داؤد کا بھی کوئی ''گرو'' ہوگا، وہ اس سے مشورہ کریں گے اور......''

''ارے بس بھی کرو۔ یہ داؤد علوی بیچ میں کہاں سے آ گئے؟ ہمارا ان سے کیا لینا دینا؟'' شمسہ قدرے خفگی و حیرانی سے گویا ہوئیں۔

''فری کا تو لینا دینا ہے۔ وہ سائے کی طرح ان کے ساتھ رہتی ہے۔'' اب واصف نے سکون سے بات کی جیسے کے بات کی جاتی ہے۔

''اچھی خاصی عمر ہے ان کی واصف...... وہ بہت عزت دار اور سمجھدار آدمی ہیں۔ فری بھی ظاہری بات ہے ان کی

عزت ہی کرتی ہوگی۔ وہ آج کل ان کے ہاں خود کو مصروف رکھنے کی نیت سے جاب کررہی ہے۔'' یہ کہہ کر شمسہ اٹھ کر جائے نماز تہ کرنے لگیں۔

''بھابی مجھ سے اپنے دل کی ہر بات شیئر کرتی ہیں۔ وہ مجھے بتا چکی ہیں کہ علوی صاحب نے فری کو بہت اچھے سے سنبھالا ہے۔ بہت انسانیت ہے ان میں، صرف فری نہیں وہ ہر اس انسان کے کام آنے کی کوشش کرتے ہیں جو اُن کے تعاون سے سنبھل سکتا ہے۔ دنیا میں علوی صاحب جیسے بہت لوگ ہوتے ہیں..... نصیب سے کسی کو مل جاتے ہیں۔'' شمسہ جائے نماز تپائی پر رکھ کر واصف کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

''ماں، علوی صاحب کے پاس انفر سے کم دولت نہیں ہے۔ کئی کمپنیوں کے مالک ہیں، فارن کرنسی میں بھی کماتے ہیں..... اسمارٹ اور ہینڈسم بھی ہیں..... بندہ رئیس ہو تو بیس، بائیس سال کا فرق بھی میٹر نہیں کرتا۔'' واصف معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

''ہوں..... اوں..... سمجھ گئی، تمہارے ذہن میں یہ ہے کہ فری، علوی صاحب کی دولت سے متاثر ہے؟ میں نے کیا کہا..... فری اب وہ پہلے والی فری نہیں..... انفر نے جو اس کے لیے ڈائمنڈ سیٹ تیار کرایا تھا جب وہ فری کے سامنے آیا تو اس نے چھو کر بھی نہیں دیکھا اور بھابی سے کہنے لگی اسے سیل کردیں تو کئی غریب لڑکیوں کی شادی ہوسکتی ہے۔'' شمسہ بہت دلسوزی اور محبت بھرے لہجے میں بتا رہی تھیں۔

''نہ کریں ماں..... فری کو کیا پتا غریب لڑکیوں کے کیا مسائل ہوتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھنے لگا تو شمسہ نے اس کا بازو تھام لیا۔

''جو تمہارے خواب ہیں، ان سے بے خبر میں کبھی بھی نہیں تھی۔ اب تم فضول باتیں کرکے ماں کو تھکانا چاہتے ہو..... مگر ماں تھکنے والی نہیں۔ میں بات کرتی ہوں بھابی سے۔'' شمسہ نے بڑے اعتماد سے کہا۔

واصف اب بڑی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

''ماموں خواب میں آکر بہت ڈانٹیں گے آپ کو۔'' وہ آگے بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''اس کی تم فکر نہ کرو..... مجھے عادت ہے۔'' شمسہ اب تخت پر دراز ہوگئیں مگر واصف کا ہلکا سا قہقہہ انہوں نے سن لیا تھا۔

☆☆☆

''مجھے زین نے بتایا تھا میم، مگر میری ہمت نہیں پڑی کہ میں آپ سے شیئر کرتی۔'' ماریہ نے ڈرتے، ڈرتے عرشلہ کی طرف دیکھا جو حیرت سے ٹھٹک کر ماریہ کو بس تکے جا رہی تھیں۔

''لیکن ماریہ..... زین، داؤد کو کیسے جانتا ہے اور کب سے یہ سلسلہ چل رہا ہے؟'' عرشلہ بدقت تمام گویا ہوئیں۔

''میم، سلسلے کا تو مجھے بھی نہیں پتا مگر فری نے زین کو داؤد علوی سے ملوایا ہے۔'' ماریہ نے مؤدبانہ عرض کی۔

''فری، داؤد کی کیا لگتی ہے؟ میرا مطلب ہے کیا relationship ہے؟'' عرشلہ کی حیرت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

''I don't know..... میم، آپ فری سے ڈائریکٹ بات کرکے پتا کرلیں۔'' ماریہ نے بغیر کسی لگی لپٹی سیدھا، سیدھا جواب دیا۔

''یس..... آف کورس، یہ تو میں پتا کروں گی مگر ماریہ، میں تو تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ میں آج بہت خوش ہوں..... اتنی زیادہ خوش کہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں..... وہ داؤد جو زین کو اپنا نام دینے کو تیار نہیں تھا وہ اس کی کسٹڈی کا بھی کسٹوڈین بننے کو تیار ہے..... آج وہ میرا real پارٹنر پروف ہو رہا ہے..... سنسیئر اور loyal ساتھی۔'' عرشلہ... بے ساختگی میں بولتی چلی گئیں۔ ماریہ جذبات کے اس بہتے دھارے کے سامنے بند باندھنے سے قاصر تھی۔ تصحیح کرنے کی

جرأت نہ تھی کہ "میم پارٹنر شپ تو ہمیشہ کے لیے ٹوٹ چکی ہے...... خدا کے لیے خواب کی دنیا سے باہر آجائیں۔

☆☆☆

چنبیلی نے پولیس کی یلغار دیکھی تو سب سے پہلے علاقے کے تھانیدار کو فون ملایا۔ اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ پھر اس کے جونیئر کو ملایا تو پتا چلا کہ وہ اپنے عہدے سے معطل کیا جا چکا ہے۔

چنبیلی کے ذہن میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہ "کارروائی" زین کی طرف سے ہو سکتی ہے۔

فورسز کا سینئر آفیسر اس کارروائی کو مانیٹر کر رہا تھا۔ پولیس کی گاڑیاں، موبائل پھاٹک کے اندر داخل ہوئیں تو چنبیلی کی حویلی کا احاطہ چھوٹی بڑی گاڑیوں سے پٹ گیا۔

اندر سے بھاگنے، دوڑنے اور چیخنے چلانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ چنبیلی نوٹوں کا پیکٹ ہاتھ میں پکڑے چاپلوسی کے انداز میں سینئر آفیسر کے پاس آیا تھا کیونکہ اسے اندھا یقین تھا کہ یہاں سب کچھ "برائے فروخت" ہے۔

"سرکار کا تخت و تاج سلامت رہے...... دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔" چنبیلی نے نوٹوں سے پنکھے کی طرح ہوا کرتا آگے بڑھا۔

"hand cuffs." آفیسر نے حکمیہ اپنے ماتحت کو کہا۔

چنبیلی خوفزدہ ہو کر یوں پیچھے ہٹا گویا بچھو نے ڈنک مارا ہو۔

"ایک منٹ...... ایک منٹ...... پہلے اس کی کرنسی کے ساتھ شارٹ ویڈیو بناؤ۔" آفیسر نے دوسرے ماتحت کو حکم دیا۔ چنبیلی نے اب اندر بھاگنے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر اوسان خطا ہو گئے کہ اندر جانے والے ہر راستے پر مسلح پولیس موجود تھی۔

"صاحب رحم...... معاف کر دو...... غلطی ہوگئی۔" اب دیو قامت چنبیلی آفیسر کے قدموں میں گر گیا۔

"تم جیسے بے رحم مجرم کو انٹرنیشنل کورٹ میں لے جائیں تو تمہیں بار کم از کم سزائے موت سنائی جا سکتی ہے...... فدا حسین، اندر سے زینب کو لے کر آؤ اور جاوید کے ساتھ علوی صاحب کی کوٹھی میں چھوڑ کر آؤ۔"

"ارے میاں...... میں رانڈ بیوہ...... کیوں میری بچی کو علوی صاحب کو سونپ رہے ہو...... میں مر جاؤں گی اس کے بغیر صاحب...... رحم کرو میرے بڑھاپے پر...... اپنا خون پلا کر پالا ہے بچی کو...... میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔"

چار پولیس والے چنبیلی کو دبوچے کھڑے تھے، پانچواں ہتھکڑی لگا رہا تھا۔

"اندر کی تلاشی لو...... سب کو باہر نکالو...... یہ سانڈ تو ہتھکڑی بھی کھا جائے گا۔ اس کے پیروں میں بیڑیاں ڈالو...... ہر چیز کی ویڈیو بناؤ...... پریس کے لیے بھی اور علوی صاحب کے لیے بھی...... انہوں نے اسپیشل ریکویسٹ کی ہے...... ڈبل کنٹری فیلس بیئر کی سننا پڑتی ہے۔" آفیسر ٹہلتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ارے چغلی مخبری کرنے والوں کی قبر میں کیڑے پڑیں...... میں معصوم چنبیلی...... کون ہے یہ علوی...... کیا جنات میں سے ہے...... ارے نیلم پری کہاں مر گئی۔" پاؤں میں بیڑی پڑتے ہی چنبیلی بے بسی سے چلانے لگا۔

اسی وقت چار لیڈی پولیس زینب کو لے کر باہر آتی دکھائی دیں۔ زینب نے سیاہ چادر میں خود کو لپیٹا ہوا تھا اور گردن کے قریب دونوں ہاتھوں سے چادر کو سختی سے دبوچا ہوا تھا۔ سیاہ چادر پر زینب کے ہاتھ چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ لیڈی پولیس نے دونوں طرف سے اسے تھاما ہوا تھا۔

"ارے میری بچی...... کتنے نازوں سے پالا ہے تجھے...... قدر نہ کی میری طوطا چشم نکلی...... ارے میرے جگر کے ٹکڑے...... کہاں جا رہی ہے۔" چنبیلی نے پھر واویلا کیا اور اداکاری کا گویا آسکر ایوارڈ جیت لیا۔

"چھ سات ہنٹر لگاؤ اسے تاکہ یہ منہ بند کرے۔" آفیسر نے بارعب آواز میں سپاہی کو حکم دیا...... جس کو حکم دیا تھا

اس کے بجائے دوسرا سپاہی جو پولیس وین سے ٹیک لگائے کھڑا تھا ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر پکڑے بھاگتا ہوا آیا اور چنیلی پر ہنٹر برسانا شروع کر دیے جیسے اسی حکم کا منتظر تھا۔

چنیلی تڑپ اٹھا۔

''اب تو منہ بند کر لیا ہے میں نے...... کیوں چمڑی اُدھیڑ رہا ہے......'' طاقت اور شیطانی ذہانت کے نشے میں چور لوگوں کو جب قدرت چار طرف سے گھیرتی ہے تو ان سے زیادہ بے بس اور خوشامدی دور، دور تک نظر نہیں آتا...... یہاں بھی اپنی مظلومیت کا آخری ڈراما کرتے ہیں...... یہی وہ بزدل لوگ ہوتے ہیں جو پہلے گلے پڑتے ہیں پھر پاؤں پڑتے ہیں۔ چنیلی کی ساری اکڑ نکل چکی تھی۔ لفظ پھانسی سن کر تو اس کی روح ہی فنا ہو چکی تھی۔

''لوگ مرد پیدا ہوتے ہیں تو اپنی جوانی پر فخر کرتے ہیں...... تو خواجہ سرا بنا ہوا ہے...... بہت بڑا ڈراما ہے......''

آفیسر اپنے جونیئر آفیسر سے مخاطب تھا جو ایس ایچ او معطل ہوا تھا...... اس نے نوکری جانے کے ''غم'' میں سارے راز اُگل دیے تھے...... اسی کے بل بوتے پر یہ جرم کا اڈا پنپ رہا تھا۔ اس علاقے میں ایک سے بڑھ کر ایک راشی افسر آتا رہا...... یہ تھانہ بہت مہنگا بکتا تھا...... جرائم کی سرپرستی کے لیے یہ علاقہ موزوں ترین تھا۔

دو لیڈی پولیس اور دو سپاہی زینب کو لے کر اس سیاہ ٹھکانے سے جا چکے تھے اندر سے ایک کے بعد ایک گرفتاری باہر آ رہی تھی...... آپریشن رات گئے تک جاری رہنا تھا...... اسلحہ، کیش، سونا برآمد کرنا تھا جس کی مخبری ہو چکی تھی۔

☆☆☆

عرشلہ فیروزی شفون کی سادہ ساڑی میں ملبوس تھیں۔ فیروزہ جڑا نازک سا سیٹ بھی پہنا ہوا تھا جس میں چار چوڑیوں کی جگہ لینے والا بریسلیٹ بھی شامل تھا۔ بال onion اسٹائل کے جوڑے میں مقید تھے جس کی وجہ سے ان کی صراحی دار گردن نمایاں ہو رہی تھی۔

بیس برس کے طویل وقفے کے بعد وہ داؤد علوی کے سامنے تھیں...... داؤد علوی نے بہت باوقار انداز میں ان کا سواگت کیا تھا۔

''جب کچھ ہونا طے ہو جاتا ہے تو پھر ہو کر رہتا ہے...... بہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنے کا موقع دیا...... ان بیس سالوں نے جو سبق سکھایا وہ آخری سانس تک یاد رہنے والا ہے......'' داؤد علوی انتہائی متانت سے بات کر رہے تھے اور بہت کم ہی عرشلہ کی طرف دیکھ رہے تھے...... ان کے سامنے گویا ایک عمارت تھی جس کے کبھی وہ مکین رہے تھے...... اور عمارت کی مکانیت و پیچ و خم کے راز دار تھے۔

''غلطیاں صرف آپ نے ہی تو نہیں کی ہوں گی ہم نے بھی کی ہوں گی...... اولاد سے محرومی ملی تھی تو برداشت کر لیتے...... یہ کیا کہ سب کو اپنے پیچھے لگا لیا کہ ہم بہت اسپیشل ہیں...... ہمیں بچاؤ...... ہمیں سنبھالو...... کہیں ہم مر ہی نہ جائیں...... جبکہ مرنا تو ہے......'' بولتے ہوئے عرشلہ کی آواز بھرّانے لگی۔

''اتنی ہوش مند ہو چکی ہے۔'' بہت کم چونکنے والے داؤد علوی نے بری طرح چونک کر عرشلہ کی طرف پل بھر کے لیے دیکھا تھا۔

''آپ نے ایسے ہی بیس سال گزار دیے...... سیکنڈ میرج کیوں نہیں کی؟'' عرشلہ نے قدرے ہچکچاتے ہوئے وہ سوال کیا جو کافی دنوں سے انہیں تنگ کر رہا تھا...... دوسری سوچ یہ آئی تھی کہ داؤد علوی نے اگر دوسری شادی کی تھی تو کیا وہ بھی ختم ہو گئی تھی۔

''شادی کے لیے روح میں ایک اسپرٹ درکار ہوتا ہے...... آپ خود کو نامکمل محسوس کرتے ہیں...... فیملی انجوائے کرنا چاہتے ہیں تو آپ کے ذہن میں پارٹنر شپ بنانے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ شادی میری ہو چکی تھی...... آپا اور بچے

میری ذمے داری بن چکے تھے اور کوئی ایسا ملا بھی نہیں جو مجھے یہ احساس دلاتا کہ میں اس کے بغیر نامکمل ہوں۔'' داؤد علوی مسکرائے۔ وہ مسکراہٹ جس پر عرشلہ نثار ہونے لگتی تھیں۔

''کوئی نہیں ملا......؟'' عرشلہ نے ان سے کیا جاننے سننے کی آرزو میں سوال کیا تھا۔

''کوئی نہیں ملا......!'' داؤد علوی نے اسی طرح اعتماد و سکون سے جواب دیا۔

عرشلہ نے یوں سکون کی سانس لی گویا کسی خطرے کی جگہ سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔

''آپ نے مجھ سے تو کچھ پوچھا ہی نہیں......؟'' عرشلہ نے فطری سادگی کے ساتھ جیسے شکوہ کیا تھا۔

''میری زندگی سے ہسٹری ری مووہو چکی ہے...... میں وہ کیوں جاننے کی کوشش کروں جس کی مجھے ضرورت ہی نہیں......'' داؤد علوی نے بڑی شائستگی سے بے رحم جواب دیا۔

عرشلہ کے دل پر پڑے ماضی کے نقوش آنچ دینے لگے۔

''دونوں بچے آپ سے ملتے رہیں گے...... میں ان کا الگ سیٹ اپ سوچ رہا ہوں جہاں یہ دونوں خود کو محفوظ اور پُرسکون محسوس کریں۔ زینب آگے پڑھنا چاہتی ہے...... زین کا فائنل کمپلیٹ ہونے والا ہے۔ اگر وہ باہر جا کر اسٹڈی کرنا چاہے گا تو بھی کوئی مسئلہ نہیں...... آپ اور میں دونوں ان بچوں کے کسٹوڈین ہیں......''

''تھینک یو ویری مچ داؤد...... آپ نے مجھے ٹوٹل میڈ (مکمل پاگل) ہونے سے بچا لیا...... میں ایک زمانے بعد اتنا گہرا سکون محسوس کر رہی ہوں...... آپ کی طرح مجھے سیکنڈ میرج کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی...... مگر ممی پیچھے پڑی رہتی ہیں...... جب میں آپ کو بھول ہی نہیں پائی تو کسی اور کے ساتھ کیوں نظر آؤں......؟ یہ تو چیٹنگ ہوئی ناں......؟'' وہ لمحے بھر کے بعد پھر بولیں۔

''ٹوٹو ایک بہت اچھے انسان کو میرے سامنے لائی...... جو اتنا اچھا ہے کہ اس کے ساتھ یہ والی زیادتی نہیں ہونی چاہیے کہ میں اس کے ساتھ رہتے ہوئے داؤد کو یاد کرتی رہوں...... اگر آپ اچانک دوبارہ میری لائف میں نہ آتے تو شاید یہ گناہ ہو بھی جاتا...... اب سامنے دو بچوں کا پروجیکٹ ہے......good job......''

عرشلہ اپنی فطرت کے موافق خیالات کا اظہار کر رہی تھیں...... انہیں ادراک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ان کا ایک بے ساختہ جملہ ''جب میں آپ کو بھول ہی نہیں پائی'' اپنے اندر کتنی بڑی آگ سمیٹے ہوئے تھا...... داؤد علوی چند لمحوں کے لیے جیسے بڑے، بڑے شعلوں میں گھر گئے تھے۔

ان کی آہنی شخصیت کے لیے یہ الفاظ ضربِ کاری کے مصداق تھے۔

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں...... جب ہم اپنی ego (انا) کو مسلسل ناپرین کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیتے ہیں...... تو خود بخود ہماری زندگی پرسکون ہوتی چلی جاتی ہے۔ کوئی وقتی عارضی سہارا ہمیں fulfil کر ہی نہیں سکتا......'' داؤد علوی نے بشری کمزوری پر جلدی قابو پا لیا تھا...... گرچہ مشکل تھا۔ ایک حسین و جمیل طرح دار عورت ان کے سامنے تھی۔ وہ عورت جس کے حقوق کبھی ان کے ہاتھوں میں محفوظ رہے تھے...... مکمل استحقاق حاصل تھا۔

''میری تو ساری تربیت ہی آپ نے کی ہے...... جو کمی رہ گئی تھی وہ بھی پوری ہوگئی ہے۔'' عرشلہ نے بے ساختگی و سادگی سے کہا تھا۔

داؤد علوی متانت سے مسکرا دیے۔

''عرشلہ...... دنیا کا ہر بچہ ماں، باپ کے سائے میں نہیں پلتا، بے شمار بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کا باپ ان کے دنیا میں آنے سے پہلے مر چکا ہوتا ہے۔ بہت سی خواتین ڈلیوری کے دوران مر جاتی ہیں...... کبھی کوئی حادثہ ہوتا ہے، ماں باپ مر جاتے ہیں، بچہ بچ جاتا ہے...... مگر قدرت ان کو بھی پروان چڑھاتی ہے، بہتر ہے زندگی کو عارضی سہاروں کا

عادی نہ بنائیں...... زندگی سے کچھ اچھا سیکھتے ہوئے آگے بڑھتے رہیں......"

"کتنا اچھا بولتے ہیں آپ...... کاش میں اس پر عمل کرسکوں......" عرشلہ نے سر جھکا کر کہا۔

اس ادا پر داؤد علوی کے دل کو کچھ ہوا...... آخر دنیا کا سب سے مضبوط مگر سب سے کمزور رشتہ رہا تھا۔

"زینب سے مل کر جائیے گا...... فی الحال وہ گیسٹ روم میں ہے۔" داؤد علوی نے عرشلہ کو ہینڈ بیگ سنبھالتے دیکھا تو یاددہانی کرائی۔

"اوہ شیور...... جب میرا دل چاہے...... مجھے اس سے ملنے کی اجازت ہے ناں......؟" عرشلہ اب اٹھنے کے لیے پر تول رہی تھیں۔

"آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں، صرف ایک فون کال کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس گھر میں آپا بھی رہتی ہیں...... آپ کے فون کرنے سے مینج کرنا آسان ہوجائے گا۔" داؤد علوی نے تاکید کی۔

"اوہ...... گڈ گاڈ...... اچھا کیا آپ نے بتادیا...... وہ مجھے برداشت نہیں کرسکتیں اور میں ان کو فیس کرنے کی ہمت نہیں رکھتی...... " عرشلہ کے چہرے پر تشویش و فکرمندی کے سائے لہرانے لگے۔

عین اسی لمحے فری اپنی دُھن میں دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تھی مگر عرشلہ کو سامنے پاکر ٹھٹک گئی۔

"اوہ فری...... سو سوئٹ...... مائی ڈارلنگ...... یہ سب تمہارے کریڈٹ پر ہے۔" عرشلہ نے آگے بڑھ کر فری کو گلے سے لگالیا۔ اس بے ساختہ ردِعمل پر فری قدرے حواس باختہ نظر آئی اور سوالیہ نظروں سے داؤد علوی کی طرف دیکھنے لگی۔

"میرے کریڈٹ پر......؟ کیا، کیا ہے میں نے......؟" وہ حیرت سے سوال کررہی تھی۔

"اب داؤد بتائیں گے میں ذرا زینب سے میٹنگ کرلوں۔" عرشلہ نے انگوٹھے سے داؤد علوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا اور ہاتھ لہراتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

"زین سے ملاقات ہوئی؟" داؤد علوی ساتھ ہی فری کو بیٹھنے کا اشارہ بھی کررہے تھے۔

"سر، اسی سے ملنے آئی ہوں...... سرونٹ نے بتایا کہ آپ ڈرائنگ روم میں ہیں تو میں یہاں آگئی۔ عرشلہ آنٹی بھی زین سے ملنے آئی ہوں گی......؟" فری نے بیٹھتے ہوئے اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

"مجھ سے ملنے آئی تھیں...... زین سے تو جب چاہے مل سکتی ہیں۔" داؤد علوی گہری سانس لے کر اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ سے ملنے......؟" فری قدرے الجھی۔

"yes she is my ex wife" (جی...... یہ میری سابقہ اہلیہ ہیں)

فری بیٹھتے بیٹھتے گویا اچھل پڑی تھی۔ گنگ سی ہوکر داؤد علوی کی طرف دیکھنے لگی۔

"اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے...... کبھی کوئی "IN" ہوتا کبھی "EX" اسی کا نام زندگی ہے۔ مگر یہ خاتون وہ ہیں جو ایک بار "IN" ہوجائیں تو EX نہیں ہوتیں۔ امید ہے آج آپ کو اس سوال کا جواب بھی مل گیا جو ابھی تک جواب کا wait کررہا تھا......" داؤد علوی ہلکے، پھلکے انداز میں مسکرارہے تھے۔

"کون سا سوال سر......؟" فری کو اپنی آواز پاتال سے نکلتی محسوس ہوئی۔

"یہی کہ سر آپ نے دوبارہ شادی کیوں نہیں کی......؟" داؤد علوی نے جواب دیا۔

فری خاموش رہ کر خود کو سنبھالنے لگی...... اس انکشاف نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

"سر! آپ آج بھی اپنی ایکس وائف سے love کرتے ہیں؟" فری نے بدقت تمام یہ الفاظ ادا کیے

''کسی کی بات ماننا مجبوری ہو سکتی ہے...... لیکن کسی انسان کو محبت کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ فری، میرے بازو پر اپنے دانتوں سے محبت کی ایک اسٹیمپ لگا چکی ہے وہ کافی ہے......'' واصف کے ہونٹوں پر شریر مسکراہٹ مچل رہی تھی۔

''مجھے سمجھ ہی نہیں آرہی کہ سر نے تمہیں کیوں بولا......ان کے ہاں تو ہر وقت ایک کار اسٹینڈ بائی رہتی ہے۔'' فری نے کار ونڈو سے باہر جھانکتے ہوئے اپنی الجھن کا برملا اظہار کر دیا۔

''اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ قریشہ سالار، واصف کو خود سے کبھی نہیں بلائے گی...... البتہ واصف خود اسے لینے آئے گا تو انکار بھی نہیں کرے گی......'' واصف نے تیزی سے ٹرن لیا تو فری بری طرح جھول کر رہ گئی اور...... بے اختیار واصف کا بازو تھام لیا۔

''ہاں......اسی بازو پر اسٹیمپ لگی...... کبھی، کبھی درد بھی ہوتا ہے...... مگر میں اس درد کو دل تک نہیں جانے دیتا...... کیونکہ دل کا معاملہ نازک ہوتا ہے......'' وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے سامنے دیکھ رہا تھا۔

معاً فری کو کچھ ہوا...... وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بلک، بلک کر رونے لگی۔

واصف نے کار سائڈ پر کی اور بریک لگائے۔

''اب یہ کیا ہے......؟'' اس نے دونوں ہاتھ زور سے اسٹیرنگ پر مارے۔

''رو رہی ہوں...... میرا دل چاہ رہا ہے...... تم ڈرائیو کرو......'' فری نے آنسو روکنے کی کوشش بھی جاری رکھی۔

''اُف...... یہ دل...... تھکا مارا ہے تم نے اسے...... کہاں، کہاں سے گزر گئیں۔'' واصف نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے بیک مرر میں باہر کا جائزہ لیا۔

''واصف، علوی سر بہت گریٹ ہیں۔ ان کی ''تھرڈ آئی'' کام کرتی ہے...... پتا نہیں انہیں سب کیسے فیل ہو جاتا ہے......'' فری سامنے پیک سے ٹشو پیپر کھینچتے ہوئے خود کلامی کے انداز میں گویا ہوئی۔

''ان کی تھرڈ آئی (چھٹی حس) کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں۔ میری اپنی چاروں آنکھیں زبردست کام کرتی ہیں۔'' واصف نے گیئر بدلتے ہوئے کن انکھیوں سے فری کی طرف دیکھا۔

''چار آنکھیں کس کی ہوتی ہیں......؟'' فری نے یونہی کہہ دیا۔ کچھ سمجھ نہیں آئی تھی۔

''بہت سے لوگوں کی دو آنکھیں بیک سائڈ پر بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ سکس بائی سکس (6x6) ہوتی ہیں۔''

اب فری کی بے ساختہ ہنسی بہت ہی فطری تھی مگر اس نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔

Digest
Novels
Lovers
Group

☆☆☆

''مجھے پتا تھا کہ تم میرے نہیں ہو...... ہو بھی نہیں سکتے...... مگر کبھی، کبھی خواب دیکھنا اچھا لگتا ہے...... خواب دیکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے...... جو اچھا ہوتا ہے وہ سب ہی کو اچھا لگتا ہے......''

''ماریہ......'' قریب ہی سے ثمینہ کی آواز سنائی دی۔

ماریہ ہڑبڑا کر کھڑی ہو گئی۔

''یس میم......!''

''بھئی وہ میں نے ڈریسنگ ٹیبل پر ایک رنگ رکھی تھی...... چیک کرو گر تو نہیں گئی...... وہیں کہیں پڑی ہو گی......اب تو گھر چوراچکوں سے پاک ہو گیا ہے۔''

''جی میم...... دیکھتی ہوں وہیں ہو گی۔'' یہ کہہ کر ماریہ آگے بڑھ گئی۔

(ختم شد)

تھے...... وہ خود بھی اپنی کیفیت کو کوئی نام دینے سے قاصر تھی۔

''بہتر ہے کہ ماضی کے تجربات کو کوئی نام نہ دیا جائے۔ مگر یہ طے ہے کہ عرشلہ کے بعد کوئی عرشلہ کی جگہ لے ہی نہیں سکتا...... وہ آج بھی میری strength (طاقت) ہے...... ہمیشہ رہ جانے والی خوشی، گولڈن میموری (چمکتی یادداشت) میں ہمیشہ ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔ کبھی، کبھی زندگی فرسٹ اینڈ لاسٹ کے معنی بہت اچھے سے سکھاتی ہے۔''

''جی سر......'' فری نے خشک گلا تھوک سے تر کرتے ہوئے فرش کی طرف دیکھا۔

''ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا فری...... جو ایک بار پُرخلوص محبت کو ٹھوکر مارتا ہے اس سے محبت ہمیشہ کے لیے ناراض ہو جاتی ہے...... محبت کی قدر کرنا سیکھ لیا تو سمجھو آخری سانس تک محبت کی کمی محسوس نہیں ہوگی......''

''جی سر...... اب میں زین سے ملنے جا سکتی ہوں سر......؟'' فری کو اپنے ڈوبتے دل کی سمجھ نہ آئی تو رخصت چاہی۔

''بالکل...... میرا خیال ہے وہ سو رہا ہے مگر چیک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔'' داؤد علوی نے بھی اپنی نشست چھوڑ دی۔ فری سر جھکا کر باہر کی طرف بڑھی۔

☆☆☆

فری، زین کے ساتھ بات چیت میں اتنا محو ہوئی کہ اسے وقت گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا...... سارہ نے فون کر کے اسے یاد دلایا کہ اس کا بھی کوئی گھر ہے جہاں ماں انتظار کرتی ہے۔

اس نے زین سے کہا کہ وہ اسے ڈراپ کرا دے تو پتا چلا اس کے لیے باہر ایک کار پہلے ہی سے تیار ہے۔

اسے حیرت نہیں ہوئی کیونکہ اسے داؤد علوی کے احساسِ ذمے داری پر کوئی شک ہی نہیں تھا۔ وہ پورچ میں آئی تو اسے اب سچ حیرت کا زوردار جھٹکا لگا تھا۔ کیونکہ پورچ میں تو اس کی اپنی کار موجود تھی۔

حیرت اس بات پر ہوئی کہ آفس سے جلدی اٹھنے کی وجہ سے اس نے سارہ کو بتایا ہی نہیں تھا کہ وہ داؤد علوی کی طرف زین سے ملنے جا رہی ہے۔ وہ الجھی ہوئی کار کے قریب پچھلے دروازے تک پہنچی تو دروازہ کھولنے کے لیے ڈرائیور باہر نہیں نکلا...... اس نے ہینڈل پکڑا تو ڈور لاکڈ تھا۔

معاً اگلی سیٹ کا ڈور کھلا...... تو اس کی نظر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے واصف پر پڑی۔ وہ متردد ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔

''تشریف رکھیے...... مجھے علوی سر نے آپ کا ڈرائیور اپائنٹ کیا ہے۔'' واصف کی سرگوشی نما آواز فری کی سماعت سے ٹکرائی۔

فری نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا اور جلدی سے بیٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔

''سر نے ڈراپ کرنے کا بولا ہے؟'' فری بری طرح الجھنے لگی تھی۔

''انہوں نے تو drop کرنے کا بولا ہے...... مگر اتنی پیاری سی لڑکی کو سنبھالا جاتا ہے ڈراپ نہیں کیا جا سکتا...... یہ تو ایسا خوفناک کام ہے جیسے آخری بال پر آخری رن بنانا ہو۔ کیچ ڈراپ ہو جائے اور جیتتی ہوئی ٹیم ہار جائے......''

''سر نے ڈائریکٹ فون کر کے بولا ہے......؟'' فری گم صم نظر آ رہی تھی۔

''نہیں، فرشتوں کی ایک ٹیم روانہ کی تھی......'' واصف کار ریک کر رہا تھا۔

فری خاموش ہو کر رہ گئی۔ کار پہلے سے چوپٹ کھلے گیٹ سے باہر نکل گئی۔

''واصف سر نے تمہیں بولا تو تم اُن کے کہنے سے آ گئے......؟ ان کی بات ماننا مجبوری ہے...... ایسا ہی ہے ناں......؟'' فری بدستور خود سے الجھ رہی تھی۔